مدینہ طیبہ: --- پاکستان --- (ہم معانی)

گنبدِ خضریٰ: --- پاکستانی پرچم --- (ہم رنگ)

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی روشنی میں

دفاعِ پاکستان

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ورفعنا لك ذكرك

صدق اللہ

(القرآن) ١٤٠٠

''اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر بلند کر دیا''۔

Marfat.com

سیرتِ رسول ﷺ

کی روشنی میں

دفاعِ پاکستان

ڈاکٹر ھارون الرّشید تبسّم
ایم فل، پی ایچ ڈی

بک کارنر
جہلم، پاکستان

Marfat.com

Seerat e Rasool ﷺ ki Roshni May
Difaa-e-Pakistan
By: Prof. Dr. Haroon Rasheed Tabassum
Jhelum: Book Corner. 2015
872p.
1. Prophet Muhammad ﷺ - Pakistaniyat
ISBN: 978-969-662-008-2

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

اشاعت : 12 ربیع الاوّل 1437ھ بمطابق 24 دسمبر 2015ء
کتاب : سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان
مؤلف : پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم
حروف نگاری : محمد طارق طیب، ذوالفقار احسن، فہد ابرار
حروف خوانی : علی رضا، اظہر امین، سیّد ذوالفقار حسین جہلمی
خطاطی : پرویز اختر
مطبع : مکتبہ جدید پریس، لاہور

14091

Publisher:
Gagan Shahid & Amar Shahid
Book Corner
Printers, Publishers & Booksellers
Jhelum. Pakistan.
Phone # 0544-614977 / 0544-621953
Cell # 0323-5777931 / 0321-5440882
Email: info@bookcorner.com.pk

ناشر:
گگن شاہد، امر شاہد
بک کارنر
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز،
جہلم، پاکستان

www.bookcorner.com.pk
Join Us On facebook
www.facebook.com/bookcornershowroom

Marfat.com

انتساب

اُن اشکوں کے نام
جو یہ کتاب لکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً
آنکھوں سے اُمڈتے رہے

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک پڑیں
آنسو کسی کی یاد کے کتنے قریب ہیں

سماجی رہنما الحاج عبدالرحمٰن کے اُس خواب کی
نذر، جس نے مجھے یہ کتاب لکھنے کی سعادت بخشی۔

Marfat.com

اِلتماس: اللہ رَبُّ العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کے ترجمے، پروف ریڈنگ، ایڈیٹنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات دُرست نہ ہوں تو ناشر، پروف رِیڈرز اور طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفورالرحیم سے عفو وکرم کے خواستگار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی غلطی یا خامی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں دُرستگی عمل میں لائی جاسکے۔

برائے رابطہ:

نظریہ پاکستان اکادمی سرگودھا

پاکستان ادب اکادمی سرگودھا۔ ۳۱۹۔ وائی۔ علامہ اقبال کالونی سرگودھا

فون: ۰۴۸۔۳۷۱۱۷۱۷ ای میل: drharoonsgd@gmail.com

Marfat.com

فہرست

○ درِ حرم پر	14
○ مسجدِ نبوی ﷺ میں	15
○ خوابیدہ روشنی	16
○ ربُّ العالمین	19
وہی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے!	21
دُعا	32
○ رحمت للعالمین ﷺ	35
پیغمبرانِ خدا	39
سرزمینِ عرب اور بت پرستی	40
تاریخی شخصیت قُصَیّ	42
ہاشم کی پیدائش	43
ہاشم کا بھائی مُطلب	44
عبدالمطلب کی خواہش	45
حضرت عبداللہ کی خوش بختی	45
حضرت عبداللہ اور بی بی آمنہ کی شادی	46
ظہورِ قدسی کا استقبال	47
آمدِ مصطفیٰ ﷺ کی بابت بشارتیں	48

Marfat.com

سراپا	50
خاصہ خاصانِ رسل ﷺ	51
بی بی حلیمہ کی خوش بختی	55
دُرِیتیم ﷺ کا دوسرا امتحان	57
صورتِ صبح درخشاں ﷺ کا پہلا سفرِ شام	59
مکہ کی معاشرتی سرگرمیاں	61
جنگ فجار	62
معاہدۂ حلف الفضول	63
حلف الفضول کے بعد اہلِ کفار کی فضولیات	63
حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا سامان تجارت	64
حضرت خدیجہ ؓ کے دل میں محسنِ انسانیت ﷺ کی محبت	66
معدنِ جودوسخا ﷺ کا حضرت خدیجہ ؓ سے نکاح	67
تعمیر کعبہ	68
حجرِ اسود کی تنصیب	69
تعمیر کعبہ اور زمانہ جاہلیت کی سرگرمیاں	70
غارِ حرا کی خوش بختی	71
جمالِ گلِ حرا	72
خوابوں سے حقیقتوں کا سفر	73
اعجازِ نبوت ﷺ	73
اعلانِ نبوت ﷺ	77
قریشِ مکہ کی طرف سے تمسخر	81
دعوتِ طعام پر پیغامِ حق	82
اللہ تعالیٰ کے مشعلِ آفاق علَم بردار	90

Marfat.com

ابولہب اور ابوجہل کی جہالت	90
ہجرتِ حبشہ	106
مرادِ رسول ﷺ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	108
شعبِ ابی طالب	111
ابوطالب بھی بچھڑ گئے	118
سفرِ طائف	119
شق القمر	122
معراج النبی ﷺ	123
سائنسی تناظر میں واقعہ معراج النبی ﷺ	130
کرۂ ارض سے خلائی سفر	132
آفتابِ اسلام ﷺ مدینہ میں!	136
غارِ ثور میں قیام	139
یثرب سے مدینۃ الرسول ﷺ	142
مدینہ میں انقلاب	144
میثاقِ مدینہ اور مواخات	145
فضائے بدر پیدا کر	147
معرکۂ اُحد کی داستاں ہے عجب	151
معرکۂ اُحد سے اہم سبق	159
غزوۂ خندق	160
صلح حدیبیہ	164
صلح حدیبیہ کی شرائط	168
فتحِ خیبر	172
فتحِ مکہ	173

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تطہیر 176

اسلام پھیلنے لگا دائرہ در دائرہ 178

خطبۃ الوداع 179

○ حیاتِ طیبہ ﷺ منزل بہ منزل 187

○ رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار 240

○ الجہاد و الجہاد و الجہاد 254

○ غزواتِ نبوی ﷺ 266

○ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے 285

○ سرایا 291

جرأت و شجاعت کے پیکر فخرِ جہاں ﷺ 312

حسنِ کائنات ﷺ کا حسنِ سلوک 313

غزوۂ حنین میں فخرِ کائنات ﷺ کا انداز 318

○ تاریخ جن کی ہم سفر ٹھہری (۳۱۳۔ مجاہدین بدر) 321

غزوۂ بدر کی اہمیت، کامیابی اور اُصول 322

شرکاءِ بدر 330

شہدائے بدر کی عظمت کو سلام 345

مقتولین کفار جنگِ بدر 346

اسیرانِ جنگِ بدر 349

رنگ لایا ہے شہیدوں کا لہو 352

○ فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کا سامانِ حرب 362

○ معجزاتِ نبوی ﷺ 377

○ سید کائنات، نبیِ مکرم ﷺ کے معاہدات 392

جنگ، امن، سفارت، تجارت، خارجہ اُمور کے بین الاقوامی تعلقات 402

Marfat.com

○ بشارت رسول ﷺ۔۔۔"پاکستان" 407
وجودِ پاکستان کی کرنیں 415
عرب، اسلام اور ہند 424
پاکستانی فوج کی عالمی خدمات 440
ہند میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد 442
قیام پاکستان کا نقطۂ آغاز 443
سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد 469
مغلوں کی آمد 491
ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد 497
۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی 503
ہم نئے رنگ سے تاریخ کو دہراتے ہیں 507
خطبہ الٰہ آباد 518
ہمارا نشانِ منزل قراردادِ پاکستان 520
○ پائندہ باد پاکستان 524
گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان 533
تعمیراتِ پاکستان کا سنگِ میل 549
مسلح افواج تعمیر پاکستان میں 553
○ بھارت کا جنگی جنون اور اُس کا منہ توڑ جواب 568
کشمیر پر بھارتی جارحیت 571
کشمیر میں جنگ بندی 573
حیدر آباد دکن پر بھارت کا شب خون 575
پاکستانی طیارے پر بھارت کا پہلا حملہ 575
○ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ 577

Marfat.com

O ۱۹۷۱ء کی پاکستان اور بھارت جنگ	587
O سیاچن	601
O یومِ تکبیر	606
O معرکۂ کارگل ۱۹۹۹ء	610
O را (RAW) کی سرگرمیاں	617
O اسرائیلی ''موساد'' کی خفیہ کارروائیاں	625
O فری میسن، خفیہ صیہونی سازشیں	629
O بھارتی انتہا پسند تنظیم شیوسینا	636
O دہشت گردی	649
O عظمتوں کے نشاں۔۔۔نشانِ حیدر کے پاسباں	671
O بھارت کی فوجی تیاریوں کا تسلسل	689
O عصرِ حاضر میں دفاعِ پاکستان	692
O انفرادی و اجتماعی دفاع کا تصور	693
O تکمیلِ پاکستان کے ادھورے خواب	699
O سیرتِ رسول ﷺ اور دفاعی تجاویز	719
اہم مہمات میں قتلِ انسانیت	721
عالمی جنگ کی تباہی	722
اسلامی فتوحات کا پس منظر	725
O سپہ سالارِ اعظم ﷺ، معرکۂ حق و باطل میں!	732
O عہدِ نبوی ﷺ میں اسلامی فوج کا خفیہ شعبہ	739
حضور پاک ﷺ کی کمانڈ پوسٹ	744
دفاعِ پاکستان میں خفیہ اداروں کا کردار	747
O دفاعِ پاکستان اور مشاورت	749

Marfat.com

O دفاعِ پاکستان میں اتحاد کی اہمیت	753
O دفاعِ پاکستان اور احتساب	763
O مشترکہ جنگی منصوبہ بندی	766
O نیشنل گارڈ کا تصور اور اسلام	773
O شہری دفاع کی اہمیت	779
O مجاہد فورس	791
O جانباز فورس	798
O ریسکیو 1122	801
O دفاعِ وطن کے تقاضے اور خواتین	803
O اسکاؤٹنگ	808
O پاکستان گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن	814
O موٹر وے اور قومی دفاع	816
O پاکستان ریلوے اور قومی دفاع	818
O پاکستان رینجرز	821
O ڈیفنس سرٹیفکیٹ	822
O دفاعِ پاکستان اور درخت	825
O نیشنل ایکشن پلان	828
O شمعِ رسالت ﷺ کی روشنی اور عصرِ حاضر میں دفاعِ پاکستان	830
O مصادر	862
O کتابیات	864
O رسائل و جرائد	869

Marfat.com

درِ حرم پر

ہارون الرشید تبسم

تیری شفقت مجھ کو لے آئی ہے اے ربِ جہاں
ورنہ میں عاصی کہاں اور تیرا سنگِ در کہاں

یہ کرم فرمائیاں مجھ بے سروسامان پر
شکر کے سجدے ادا کرتا ہوں اِس احسان پر

تری ذاتِ پاک نے ایسا کرم مجھ پر کیا
ذرۂ ناچیز کو خورشید کا ہمسر کیا

تیری قربت کی فضا مجھ کو اگرچہ راس ہے
پھر بھی اپنی رُوسیاہی کا مجھے اِحساس ہے

بخش دے یا ربِ مری ساری خطائیں بخش دے
جن میں اَمن و آشتی ہے وہ فضائیں بخش دے

بارشیں تیرے کرم کی ہوں مرے احباب پر
گرمیِ میدانِ محشر کا نہ ہو اِن کو خطر

شادماں ہر دم رہیں یارب مرے اہلِ وطن
دور ہوں تیرے کرم سے اِن کے سب رنج و محن

Marfat.com

مسجد نبوی ﷺ میں

ہارون الرشید تبسم

نہ اِس دنیا کی رعنائی نہ جنت کی فضا دیکھے
ترا دَر دیکھ کے آقا ﷺ، یہ عاصی اور کیا دیکھے

جمالِ گنبدِ خضرا پہ رحمت کی گھٹا دیکھی
فرشتے جالیوں کے سامنے مدح سَرا دیکھے

گوارا کر نہیں سکتے کسی صورت جُدا ہونا
کچھ ایسے بھی درِ سرکار پر ہوتے فدا دیکھے

شکوہِ کجکلاہی جن کے قدموں میں نظر آئے
درِ سرکار کے منگتے زمانے سے جُدا دیکھے

نبی ﷺ جتنے بھی ہیں اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں
خدا کی ذات کو دیکھے تو چشمِ مصطفیٰ دیکھے

مدینہ اور مکہ وہ مقام ایسے ہیں دنیا میں
اُنھیں دیکھا ہو جس نے، وہ جہاں میں اور کیا دیکھے

اکیلے پن کا ڈر دل سے تبسم کے ہوا رخصت
مدینہ پاک میں جس دم بہت سے آشنا دیکھے

Marfat.com

خوابیدہ روشنی

سید الابرار، احمد مختار، مدنی تاج دار، حبیب غفار، محبوبِ ستار، خاصۂ کردگار، آفتاب نوبہار، صدرانجمنِ لیل ونہار، محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر لاکھوں کتب ہر زبان میں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت پر احسانِ عظیم فرماتے ہوئے صاحب التاج، صاحب المعراج، محمد عربی ﷺ کو تاجِ ختمِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ شانِ کریمی نے انتہائے کمال، منتہائے جمال سرور کائنات ﷺ پر قرآن پاک نازل فرما کر انسانوں کے لیے ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا جو تا حشر انسانوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

میرِ کاروانِ اسلام ﷺ نے رب العالمین کا پیغام مخلوقِ کائنات تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگی کا ہر لمحہ قرآن پاک کے ایک اک لفظ کی تشریح کے لیے وقف رکھا۔ حسنِ کائنات ﷺ نے انسان کو لبادۂ بشریت عطاء کرنے کے لیے اپنے قول وفعل سے وہ مثالیں قائم کی ہیں جس پر چشمِ فلک فخر کرتی ہے۔ ہر انتہا سے پہلے اور منتہائے انسانیت تک سید وسرورِ عالم ﷺ ایسی ہستی عالمِ امکاں میں نہیں آسکتی۔ جبینِ انسانیت کے سامنے ایسی جامع الصفات شخصیت کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ جس ہستی کو درود وسلام کے تحائف خود اللہ رب العزت کی ذاتِ اقدس اور فرشتے پیش کریں، اُس کی تعریف وتوصیف انسان کے بس میں کہاں۔ اس کائنات کی فرحت وشادمانی اسمِ ''احمد ﷺ'' کا کمال ہے۔ آپ ﷺ ہی کا ذکر قلب وروح کی غذا ہے۔ سیرت نگاروں نے اپنے اپنے زاویۂ نظر سے تحقیق وجستجو سے حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

''سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان'' ایک منفرد کتاب ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد پہلی اسلامی ریاست کا قیام اور پھر مسلمانوں کی ہندوستان سے پاکستان میں ہجرت نیز اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا، کئی حوالوں سے یکسانیت رکھتا ہے۔ دونوں ریاستوں کا قیام ایک اللہ، ختم الرسل ﷺ اور ایک قرآن کے نام پر اُستوار ہے۔ پاکستان عطیہ خداوندی ہے۔ جس طرح حبیب مکرم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے

Marfat.com

فتوحات کے پرچم رمضان المبارک میں لہرائے۔ اسی طرح پاکستان بھی ۲۶۔۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ یعنی ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ طائرانِ گلستان ﷺ کے نامِ اقدس پر لاکھوں درود وسلام جو اپنی حیاتِ طیبہ میں فرمایا کرتے تھے: ''مجھے ہند کی جانب سے ٹھنڈی ہوا محسوس ہوتی ہے۔'' آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان، آپ ﷺ کی بشارت کا ثمر ہے۔ کئی روایات اور تاریخی حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ تبلیغِ دین کے لیے عرب اور ہند میں گہرا تعلق رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام، ہند میں اُتارے گئے۔ اُنھوں نے متعدد بار اِسی سرزمین سے کعبہ جا کر فریضۂ حج ادا کیا۔ اسلام کے نام پر پاکستان کا معرضِ وجود میں آنا، یہاں کی مٹی میں اسلام کی خوشبو کا رچا بسا ہونا، ناقابلِ تردید ہے۔ شہیدوں کے لہو سے جو مٹی زرخیز ہوتی ہے وہ بڑی انمول اور دیرپا ہوتی ہے۔ اس سرزمین میں لاکھوں شہیدوں کا لہو شامل ہے۔ یہ اسلام کا قلعہ اور دینِ اسلام کی لیبارٹری ہے۔

گنبدِ خضریٰ اور پاکستانی پرچم کا رنگ ایک ہے۔ آج بفضلِ تعالیٰ اور صدقۂ نعلینِ رسول ﷺ ہم ایٹمی قوت بن چکے ہیں۔ عالمِ اسلام ہماری ایٹمی قوت پر فخر کرتا ہے لیکن پڑوسی ملک بھارت نے ہماری آزادی کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ تقریباً نو مرتبہ بھارت نے ہماری سرزمین پر ناپاک قدم بڑھانے کی کوشش کی لیکن اس ملک پر سایۂ رحمت کی وجہ سے اُسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ پاکستان کے دشمنوں کو قدرت نے ہمارے سامنے ہی نیست و نابود کر دیا۔

آج پاکستان جن اندرونی و بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر پاکستانی کو پرچمِ اسلام کے سائے تلے آ کر اپنا نام ''پاکستان'' رکھنا ہوگا۔ پاکستان کا دفاع درحقیقت اسلام کا دفاع ہے۔ اسلام کا دفاع ہم پر فرض ہے جس کا ادا کرنا ہم پر قرض ہے۔ ہمارے سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسلامی سلطنت کی بقاء و سلامتی کے لیے جو اُصول وضع کیے اُن پر عمل پیرا ہو کر ہم مملکتِ خداداد پاکستان کو ایک فلاحی، اسلامی اور مستحکم ریاست میں ڈھال سکتے ہیں۔ یہ کتاب یقیناً سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی ہمارے اذہان پر منعکس کرتے ہوئے ہمیں دفاعِ پاکستان کے لیے تیار رہنے کا راستہ ہموار کرے گی۔ یہ خوابیدہ روشنی تھی جسے لاکھوں مسلمانوں نے اپنے لہو سے بے نقاب کیا۔ روشن پاکستان اور تعمیرِ پاکستان کا خواب پورا کرنے کے لیے ہمیں ہجوم سے قوم بن کر رہنا ہوگا۔ ملت کے ساتھ رابطہ اُستوار کرتے ہوئے ہمیں انفرادی طور پر اپنا

Marfat.com

فرض اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ ہر شہری عمارتِ پاکستان میں ایک اینٹ کی حیثیت بن جائے۔ قطرہ قطرہ سمندر بنتا ہے۔ پاکستان کو لازوال اور بحرِ بے کراں سانچے میں ڈھالنے کے لیے یہ کتاب ایک آئینہ ہے جس میں ہم اندرونی و بیرونی محاذ کو سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں مضبوط و مربوط بنا سکتے ہیں۔

ثنائے سرورِ عالم ہے روشنی دل کی
نسیمِ لطف سے جن کے کھلی کلی دل کی
ہوئی تمیز بھلے اور برے کی ہے جس سے
ملی ہے آپ ﷺ کے در سے وہ روشنی دل کی

(محمد رمضان گوہر)

اس کتاب کی اشاعت میں جن احباب نے قیمتی مشوروں سے نوازا، حروف نگاری اور حروف خوانی میں حصہ لیا، اشاعت و تزئین و آرائش کا فریضہ انجام دیا، اللہ تعالیٰ، جمالِ اسم محمد ﷺ کی برکت سے اُن کے من کی ہر خواہش پوری فرمائے۔

اے خدا مجھ کو مدینے کا گدا گر کر دے
ایک کنگال کو شاہوں کے برابر کر دے

(ممتاز عارف)

حب رسول ﷺ ایک ایسی روشنی ہے جو اپنا راستہ خود تلاش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مجھے اس روشنی سے فیض یاب فرمائے۔ اس شکستہ خاطر کو اپنے خزینۂ لازوال سے ایمان، صحت، علم اور سکون کی دولت سے سرفراز کرے۔ میرے ہر لفظ کو توقیرِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے وقف فرمادے۔ مالکِ ارض وسما میرا سینہ، فہم وادراک اور شعورِ تقدیسِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے کشادہ فرمادے۔

پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

۳۱۹۔وائی، علامہ اقبال کالونی سرگودھا، پاکستان

drharoonsgd@gmail.com

048-3711717

۲۴ دسمبر ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

Marfat.com

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

Marfat.com

وہی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے!

اللہ تعالیٰ کائنات کی اٹل حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی تھا اور نہ کبھی اُس جیسا ہو سکتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ خالق کائنات کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے۔ یہ کائنات کا صرف ایک ہی نام ہے جو ساڑھے سات سو خصوصیات اپنے دامن میں رکھتا ہے جب کہ صفاتی ناموں کی تعداد کا تعین ہمارے ادراک سے بالاتر ہے کیوں کہ ربُّ العالمین، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، وہ جاگتا ہے، وہ ہر بندے کو دیکھتا ہے، وہ ہر بندے کی سنتا ہے، وہ دلوں کے بھید جانتا ہے، وہ ہماری سماعتوں میں ہے، وہ ہمارے دل میں ہے، وہی تو ہے جو یہ نظامِ ہستی چلا رہا ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جو ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ وہ ہماری بصارت میں آسکتی ہے نہ بصیرت اُس تک پہنچ سکتی ہے۔ انسان اُس کی حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اُس کی رفعتوں، عظمتوں، برکتوں اور رحمتوں میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ نظر نہیں آتا مگر ہر جگہ موجود ہے۔ ہمارے دل کی دھڑکن میں، دھڑکن کی کسک میں، کسک کی خواہش میں، خواہش کی آرزو میں، آرزو کی عبادت میں، عبادت کی ریاضت میں، ریاضت کی محبت میں اور محبت کی آخری منزل اپنے مالکِ حقیقی کے تشکر میں صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ دل کی دھڑکنیں اُس کی محتاج ہیں، وہ نُورِ بصر ہے، جہاں تک ہماری بصارت کی رسائی ہے اُس کا نور ہی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ شہ رگ کے قریب ہے، وہ آنکھ کی پتلی میں ہے، کائنات کے سارے رنگ ربُّ العالمین کی وجہ سے ہیں۔

زندگی اک خواب ہے سندر کوئی
ٹوٹتے احساس کا مندر کوئی
جب کبھی تجھ کو پکارا اے خدا
بول اُٹھتا ہے مرے اندر کوئی

(تبسم)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) ایک دفعہ خدا اور خودی کے بارے میں لیکچر دے رہے

Marfat.com

تھے کہ ایک سکھ سردار جی بولے ''اقبالؒ صاحب! مجھے تو آپ کا خدا سمجھ نہیں آتا۔'' ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے فی الفور جواب دیا: ''سردار جی: آپ کی عقل بالکل محدود جب کہ ہمارا خدا لامحدود ہے۔ اگر وہ آپ کی عقل میں سما گیا تو محدود ہو جائے گا۔ آپ اُسے سمجھ نہیں سکتے۔'' اللہ کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔

''وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا''

ترجمہ: اور نہیں جھڑتا کوئی پتا مگر وہ اس کے علم میں ہے۔ (سورۂ انعام: ۵۹)

جب تک اُس کا حکم نہ ہو کوئی روح زندہ نہیں ہو سکتی اور کسی زندگی کو موت نہیں آسکتی۔ کائنات کی باگ ڈور اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ عالمین کا رب ہے۔ کائنات کا حسن جمال اُس کی وجہ سے ہے۔ آفتاب عالم تاب کی تمازت، کرۂ فلکی کی گردش، مہتابِ درخشاں کی ضوفشانی، انجمِ فروزاں کی تابانی، ہرا ہرا سبزہ زار، خوش گوار ماحول، وسیع فضا، فرحت بخش ہوا، رنگا رنگ کے پھول، دلکش مناظرِ قدرت، سایہ دار درخت، چاند کی چاندنی، بہار کی بہاریں، برسات کی اُجلی کرنیں، بحرِ بے کراں کے ہنگامے، دریاؤں اور سمندروں کی متلاطم خیز موجوں کا اضطراب، مرغانِ سحر کی نغمہ طرازی، چرند پرند، حتیٰ کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خالقِ ارض و سماء کے حضور سر بسجود ہے۔ وہ خالقِ مکان ولامکاں ہے۔ محتاج سارے زمین و آسماں ہیں۔ رعنائی اور زیبائی اُسی کی ہے۔ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ اُس کا حسن لازوال ہے۔ اُسی سے دستِ طلب کرتے ہیں جو سرمدِ جاوداں، بالائے حرف و بیاں، جو عظیم و حلیم، وجہ لطفِ عمیم، مالکِ یوم عدیم، وہی سب کا ندیم، اُسی کا نام ربِ کریم، وہی بحرِ عصیاں میں مونس و غم خوار، نشاطِ روحِ انس و جاں، ہمارے اعمال کا سروساماں، مخزنِ عرفاں، رفعتِ حیاتِ جاوداں، دانائے رازِ نہاں، ظاہر و باطن کی داستانِ بے کراں، رشحاتِ قلم کی قوتِ ضوفشاں، دھنک کے رنگوں کی کہکشاں، المختصر میری سانسوں، میری سسکیوں، میری آہوں اور میری مسرتوں کے ترجماں۔ وہی خدا ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے۔

ربُّ العالمین نے اِس کارخانہ کائنات کو حضرت انسان کے لیے اتنا مکمل بنا دیا ہے کہ انسان اُس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے چند ایک نعمتوں کا تذکرہ کر کے انسان کو تسخیر کائنات کی دعوت دی ہے۔ انسان چوں کہ کائنات کی رونق ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سارا جہاں اُسی کے لیے بنایا ہے۔ عرش سے فرش تک اور فرش سے سمندروں کی گہرائی تک، اس گہرائی میں موجود صدف تک اور صدف کے دامن میں چھپے ہیرے جواہرات تک، سب کچھ انسان کے لیے ہی تو ہے۔ علامہ اقبال نے ''روحِ ارضی

Marfat.com

آدم کا استقبال کرتی ہے" میں اس کی عکاسی کچھ ان الفاظ میں کی ہے۔

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ!
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ!
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ!
ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے
تو جنسِ محبت کا خریدار ازل سے
تو پیرِ صنم خانۂ اسرار ازل سے
محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے

(بالِ جبریل: ۱۳۲ (پوری نظم سے استفادہ کیجئے))

انسان اپنے مختصر عرصۂ حیات میں خالقِ کائنات کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ معروف شاعر میر تقی میر نے کہا ہے:

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

انسان کے پاس وقت کہاں ہے جو ربُّ العالمین کے جمالات و کمالات دیکھ سکے۔ زندگی کا ہر گوشہ ایک الگ جہاں ہے۔ علامہ محمد رمضانؒ کے بقول کائنات کے ۱۸ ہزار جہان ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ۴۰ ہزار جہان ہیں۔ دوسری روایت میں کہا گیا ہے کہ ان جہانوں کی تعداد تقریباً ۸۰ ہزار ہے۔ مگر اُبی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کتنی ہے اور وہ کتنے جہانوں پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

"وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ"

ترجمہ:"اورنہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کوکوئی سوائے اس کے" (سورۃ المدثر:۳۱)

کائنات کا ایک ایک ذرہ، سمندر کے پانی کا ایک اک قطرہ، بادِ باراں کی ایک اک بوند، کائنات میں موجودتمام درختوں کا ایک اک پتا زیرِ زمیں موجود ایک اک بیج، اُسی کا تو ہے۔ وہ پتھر میں بھی غذا دیتا ہے، وہ فضاؤں میں بھی رزق دیتا ہے اور وہ ارض وسماء کو بھی پانی ورزق سے پالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب جہانوں کا مالک وخالق ہے۔ اگر انسان سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوے تک اپنے جسم کے اعضاء کا مشاہدہ کرے تو یہ بات منظرِ عام پر آئے گی کہ ہر جزو کا اپنا جہاں ہے اور ہم یہ بھی تسلیم کریں گے کہ اس ہر جہان کا الگ الگ ڈاکٹر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اُس کی منشا اور رضا کے سامنے ہم بے بس ہیں۔

کسی کو تاجِ سلطانی کسی کو بھیک در در دے
میرے مولا تیری مرضی جدھر چاہے اُدھر کر دے

اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کائنات اُس کی احسان مند ہے، نعمتوں کی ضرورت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر کام انسان کے بغیر ہو سکتا ہے جب کہ کوئی بھی مخلوق اللہ کے حکم کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتی۔ عجز وانکساری سے ہی ہم اللہ تعالیٰ سے مراد مانگ سکتے ہیں۔ قدرت کی عطا کردہ جولانیوں سے ہی انسان کا وقار ہے۔ علامہ رشک ترابی اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں۔

اے دیارِ دل کے مکیں بتا مری آنکھ سے تو نہاں ہے کیوں
میں ترے ہی نور کا جزو ہوں تو مجھی سے پردہ کُناں ہے کیوں
مرے ولولوں کا شباب تو مرے گلستاں کی بہار تو
مرا ذوق تو مرا شوق تو مرے دل کا صبر و قرار تو
مجھے ہیں فضیلتیں دہر میں ترے لطف سے ترے فیض سے
اے نگارِ من اے قرارِ جاں تو آسماں مرے واسطے

ترا ذکر عشرتِ جاوداں ترا نام وجہِ نجات ہے
تو ہے بے نیاز یَکُنْ لَهٗ کُفُواً اَحَد تری ذات ہے

Marfat.com

کہیں کُنتُ کَنزاً مخفیاً کہیں سِرِّ کُنْ فَیَکُون میں
کہیں نحن اقرب میں نہاں کہیں ''ک'' میں کہیں ''ن'' میں
کہیں لَآاِلٰہَ کے روپ میں ترا حسن جلوہ فگن ہوا
کہیں تو نے میرے لیے کہا وَلَسَوفَ یُعطِیْکَ رَبُّکَ
کہیں دی نوید فَتَحْنَا کی کہیں دام حرص بچھا دیا
کہیں چھپ کے پردۂ ''م'' میں تو نے اپنا آپ دکھا دیا

تو ہے رنگ رنگ میں ضوفشاں کبھی دن ہے تو کبھی رات ہے
تو ہے بے نیاز یکُنْ لَہٗ کُفواً اَحَد تری ذات ہے

میں کثیف ہوں تُو لطیف ہے میں حقیر ہوں تو عظیم ہے
میں سراپا جرمِ خطا ہوں اور تو کریم ہے تو رحیم ہے
تو ہے وہ کہ جس کی نگاہ سے کوئی چیز پردہ کناں نہیں
مگر ایک میں ہوں کہ آج تک مرا حال مجھ پہ عیاں نہیں
میں اسیر دام گماں تو ہوں مگر اتنا مجھ کو شعور ہے
تو ہے جتنا میرے قریب تر مری جان اُتنا ہی دُور ہے

یہ دُوئی کے پردے ہٹا کہ اَب تری ذات سے مری بات ہے
تو ہے بے نیاز یکُنْ لَہٗ کُفواً اَحَد تری ذات ہے

اللہ تعالیٰ کو ہم جس انداز میں محسوس کریں وہ ہر روپ میں ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ وہ مقلب القلوب ہے، رحیم ورحمٰن ہے، عادل ودیان ہے، حافظ وستار ہے، واحد وغفار ہے، مالک ورزاق ہے، وہ خالق و خلاق ہے، وہ بے مثل ہے، وہ پاک ہے، وہ بے عیب ہے، وہ زیست کا عنواں ہے، وہ ساگرِ ہر عُدوان ہے، وہ عزوجل ہے، وہ ہر مشکل کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات یَم اکرام ہے، وہ رب العالمین لطف وثبات ہے۔ چاند ستارے اُس کے اشارے ہیں۔ گلشن ہستی کے پر کیف نظارے اُسی کے ہیں۔ وہ مے بار گھٹاؤں میں موجود ہے۔ اُسے مخمور بہاروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ عالمِ امکاں میں، وہ گلشن میں، صحرا میں اور ہر شے میں نہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ پھولوں کے تبسم میں، کلیوں کی جوانی میں، کوہ سے گرتے ہوئے پانی میں، ہر موج کی شوخی میں،

Marfat.com

دریا کی روانی میں، وہ عرش معلیٰ پر، وہ وادیٔ سینا میں، وہ ظلمت گہہ عالم میں انوارِ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاق و مروت، اخلاص ومحبت، عشرت ومسرت کا ایک سیلِ رواں ہے۔ ہماری آرزو، ہماری آبرو اُسی کے دم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ برتر و بالا ہے۔ افضل واعلیٰ ہے، سب کو پالنے والا ہے۔ وہ حفیظ، مجیب، کبیر وحسیب ہے، وہ محیط ومنیب ہے، وہ رب جلیل ہے، حقیقت میں وہی غمزدوں کا وکیل ہے۔ اللہ تعالیٰ بزمِ کونین کا جمال ہے، دافعِ یورشِ ملال ہے، وہی سب کی جھولیاں بھرتا ہے، وہی ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رؤف ورحیم ہے۔ ودود و حیفظ ہے، صادق ورازق ہے، اُسی کی ذات ثناء کے لائق ہے۔ بے سہاروں کا معین ہے، اُسی پر سب کو یقین ہے، وہ خالق عالمین ہے اور وہی مالک یوم الدین ہے۔ زندگی کا زیر و بم اُسی کے دم سے ہے، طلوع وغروبِ آفتاب کا وہی مالک ہے، آب و گِل کی حسین تصویریں اُسی سے ہیں اور وہی لفظ کُن کی تفسیریں سامنے لاتا ہے۔ یہ ہوائیں، یہ دل نشیں بادل، فضاؤں کا کاجل، نور کی مشعل، آبشاروں کی گنگناہٹ، کلیوں کی مسکراہٹ، خشک پتوں کی سرسراہٹ، ذروں کی جھجھاہٹ اُسی کے دم سے ہیں۔ دنیا میں جتنی شکلیں سفال کی ہیں یہ سب کچھ اللہ کے جمال کی ہیں۔ وہی دنیا میں عیاں اور وہی نہاں ہے۔ وہی سکونِ جاں ہے تو وہی جرس کارواں ہے۔ یم حیات میں وہی ہر سُو ہے، وہی جہانِ رنگ و بُو ہے، ہر جگہ صرف تُو ہی تُو اور اللہ ھو نظر آتا ہے۔ اللہ شاہکارِ لم یزل ہے، وہ تاجدارِ بے بدل ہے، وہ قاصرِ فرقِ اجل ہے، اُس کے حکم کے بغیر ہر کام بے محل ہے۔ اللہ پاک شاہِ بزمِ رنگ وبُو ہے، شمس وقمر، شام وسحر، بحروبر، راحتیں، چاہتیں، عشرتیں اور ساعتیں سب اللہ کے حکم کی منتظر ہوتی ہیں۔ زیرِ آسماں وہی امیر کن فکاں ہے، اُسی کی ذات حیی وقیوم ہے۔ اللہ مالک الملک ہے، وہ مہیمن ہے، بے بدل اور بے عدیل ہے، اُس کا نور ہر جگہ موجود ہے، وہی سب کی منزل مقصود ہے۔ اُسی کے نام سے ظلمت مفقود ہے۔ سب حکمتیں اُسی کی ہیں، سب عظمتیں اُسی کی ہیں۔ یہ سب آیتیں اُسی کی ہیں، یہ سب رحمتیں اُسی کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن نسخۂ تسخیر کائنات، عکسِ تجلیات اور فیوضِ الٰہیات ہے۔

مولانا ظفر خان نے کیا خوب کہا ہے:

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جمال تیرا
گلشن کے رنگ و بو نے تیرا پتا بتایا
غنچے کی مسکراہٹ لائی پیام تیرا

Marfat.com

صوفی شاعر خواجہ میر درد فرماتے ہیں:

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
کون جانے تجھے کہاں تو ہے
لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
سو نشانوں میں بے نشاں تو ہے

کائنات کا پورا نظام اُس کے اشارے پر چل رہا ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے، وہ سربستہ راز پہنچانتا ہے۔

"یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ"

ترجمہ: "اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوری کو اور اسے بھی جو چھپائے ہوئے ہیں سینے میں" (سورۃ المومن: ۱۹)

وہی خدا ہے جو بارش برساتا ہے، وہی بارش کو سمندروں میں دھکیل دیتا ہے، سمندر کا یہی پانی بخارات بنتا ہے۔ بخارات بادل بناتے ہیں اور پھر یہی بادل آسمان سے پانی کے قطرے مخلوقِ خدا تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اُسی کے حکم سے ہی پانی کا ایک قطرہ صدف کے پیٹ میں گوہر شہوار پیدا کرتا ہے۔

وہ جو پتھر میں غذا دیتا ہے اپنے ہونے کا پتہ دیتا ہے (ذوالفقار احسن)

ربُّ العالمین، کی یکتائی سے ہی کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ تسلیم و رضا کی خُو رکھنے والے ہی اُس کے قریب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بندے کو آزماتا ہے۔

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ"

ترجمہ: اور ضرور آزمائیں گے ہم تم کو کسی قدر خوف اور بھوک سے اور (مبتلا کر کے) نقصان میں مال و جان کے اور آمدنیوں کے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو۔" (سورۃ البقرہ: ۱۵۵)

جو بندہ اُس کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے وہ اُس کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ خدا کی ذات و صفات پر کامل یقین سے انسان کو خزینہ توحید ملتا ہے۔ حقیقی توحید ہمارے ایمان کا دروازہ ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پر بہار اور جائے امتحاں بنانے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس خاکی پتلا کو زندہ کیا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ انسان زمین پر قتل و غارت کرے گا۔ فساد برپا کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام بتائے۔

وَاِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ......وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ O

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب کہا تیرے رب نے

فرشتوں سے کہ یقیناً میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ

۔۔۔۔۔اور وہ بھی جو تم چھپا رہے ہو۔ (سورۃ البقرہ: ۳۰۔۳۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی فضیلت کے پیش نظر اُسے کئی چیزوں کے نام سکھائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمِ انسانیت کا سب سے پہلا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے حضرت آدمؑ کو علم اشیاء سکھا کر اُسے اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز کیا۔ حضرت آدمؑ کی چشمِ بصارت نے لوحِ محفوظ پر سب سے پہلے جو چیز پڑھی تھی وہ کلمہ طیبہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس کا پہلا حصہ ہر پیغمبر کے کلمے میں شامل ہے۔ یہی توحید کی ضمانت ہے، یہی ایمان کی علامت ہے، یہی ایقان کی حرارت ہے اور یہی تا حشر ہماری عبادت ہے۔ خالقِ کائنات اپنی مخلوق تک اپنی یکتائی ظاہر کرنے کے لیے، اُن کی یم حیات اور کارزارِ حیات میں ٹھیک رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً صحیفے نازل کرتا رہا ،پیغمبر بھیجے اور رسول مبعوث فرمائے تاکہ انسان و انسانیت کو راہِ مستقیم حاصل رہے۔ کلمہ طیبہ کا پہلا حصہ تخلیق کائنات سے برلبِ انسان رہا۔ ہر دور میں اَحد، اَحد، اَحد کی صدائیں اسی کلمے سے اُبھرتی ہیں۔ نظریہ توحید ہی ایک مسلمان کے لیے کامیابی و کامرانی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اللہ پر کامل یقین رکھنے والا دہر کے حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ وہ اپنے مالکِ حقیقی کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے، بیت اللہ کے در و دیوار آج بھی اور تا حشر بھی اسی آواز سے گونجتے رہیں گے۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

مولانا الطاف حسین حالی نے مسدس حالی میں لکھا ہے:

Marfat.com

اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ
اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اُسی کی طلب میں مرو گر مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

یہ تو حقیقت ہے اللہ قادرِ مطلق ہے، ارض وسماء کا غیب اُسی کے پاس ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر فخرِ کائنات، خاتم النبیین ﷺ تک سب انسان ہیں۔ اللہ کی مخلوق ہیں۔ صالحین، مومنین، صدیقین، اوّلین وآخرین، انبیاء واولیاء سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی سربسجود رہے ہیں۔ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو

مشرک اقوام کو ہمیشہ ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنے والے بے یارومددگار رہے۔ اُمتِ محمدیہ ﷺ کو اعزاز حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقبول ترین اُمت ہے۔

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" ترجمہ: مسلمانو تم بہترین اُمت ہو۔

سارے عالم کا ہے سہارا تو
عاصیوں کے لیے کنارہ تو
بیکراں نور ہے نظارہ تو
ذرے ذرے پہ آشکارا تو

Marfat.com

قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔توریت، زبور اور انجیل میں بھی قرآنِ پاک کی حقانیت کا تذکرہ موجود ہے۔قرآنِ پاک وہ کتاب ہے جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔قرآنی انقلاب نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

آج بھی یہ سب کچھ اُسی طرح ہے جیسا تخلیق کائنات کے وقت تھا۔نظام کا خالق بھی وہی، نظام بھی وہی، قرآن بھی وہی، صاحبِ قرآن بھی وہی، افسوس کے ہم ۲۱ صدی میں قرآنی تعلیمات سے دور ہو رہے ہیں۔اقبال کہتے ہیں:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن حکیم حقیقت عظمیٰ ہے۔ایمانِ کامل قرآن حکیم سے ہی پروان چڑھتا ہے۔توحید کا اقرار، شرک کا ابطال رب العالمین اور کائنات کا ادراک، رحمتہ للعالمین سے عشق کا ذریعہ کلام الٰہی سے یعنی قرآن سے حاصل ہوتا ہے۔قرآن انسانی تہذیب وثقافت کی نشوونما کے لیے ایک آئینہ ہے۔رحمتہ للعالمین نے رب العالمین کے احکامات کی تشریح اس انداز سے کی ہے کہ دونوں لازم وملزوم ہو گئے ہیں۔قرآن پاک حرا سے حرم تک اور پھر حرم سے پورے عالم تک سماعتوں سے دلوں کے دروازوں تک پہنچ گیا۔اللہ اکبر کی صدا نے مقفل دل کھول دیے۔حضور ﷺ کے جلوہ ہائے جمال نے قرآن پاک کے ایک اک لفظ کی تشریح کر دکھائی۔قرآن جس حالت میں نازل ہوا تا حشر اسی حالت میں رہے گا کیوں کہ اس کا ذمہ مالک قرآن نے خود اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ "

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی نازل کی ہے یہ کتابِ نصیحت اور ہم ہی
اس کے حفاظت کرنے والے ہیں۔(سورۂ الحجر:۹)

ممتاز مذہبی سکالر اور نقاد ڈاکٹر خورشید رضوی نے اپنے ایک مضمون میں بتایا ہے کہ میونخ یونی ورسٹی جرمنی کے ادارہ تحقیقات نے انجیل کے قدیم ترین نسخہ جات کی تحقیق کروائی اس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان نسخہ جات میں لاکھوں اختلافی روایات ملتی ہیں۔مذکورہ تحقیقی ادارے نے قرآن پاک کے ہزاروں نسخہ جات پر بھی وہی تجربہ کیا۔الحمدللہ! اس ادارے نے رپورٹ دی ہے کہ قرآن پاک اسی حالت میں موجود ہے

Marfat.com

جس میں نازل ہوا تھا۔ قرآن دنیا بھر میں پڑھی اور سمجھی جانے والی واحد کتاب ہے۔ قرآن پاک ایک مسلسل معجزہ ہے جس کے قراء حضرات دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب کو بھی یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔ خلاءنورد نیل آرم سٹرانگ ۱۹۶۷ء میں چاند تک رسائی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خلائی سفر کے بعد ایک دن وہ مصر کے بازار سے گزر رہا تھا۔ اذان ہو رہی تھی۔ یہ خلاءنورد مسجد کے باہر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے بڑے اطمینان کے ساتھ اذان سنی۔ اُس کے ساتھیوں نے استفسار کیا کہ تم غیر مسلم ہونے کے باوجود اذان کو انہماک سے کیوں سن رہے تھے۔ نیل آرم سٹرانگ نے دوستوں کو بتایا کہ اُس نے اس اذان کے بول چاند پر بھی سنے تھے۔ خلاءنورد کی یہ بات اہلِ ایمان کے لیے تقویت کا باعث ہے کہ ذکرِ خدا ہر جگہ اور ہر وقت جاری و ساری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں بے مثل و بے کمال ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی داتا اور رازق نہیں ہے۔ زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہاں تک گوارا نہیں ہے کہ رزق تو وہ دے اور رزق کو خرچ کرتے وقت کسی غیر کا نام اس پر پکارا جائے۔ یعنی پکی ہوئی فصل، کھڑی ہوئی فصل، پکی ہوئی دیگ اور پلا ہوا جانور غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر قرار دیا ہے۔

برکتیں توحید کی جب جزوِ ایماں ہو گئیں
مشکلات زندگی کی سب مجھ پر آساں ہو گئیں
جب سپاہ غم بڑھی مجھ کو مٹانے کے لیے
ہر قدم پر رحمتیں حق کی نمایاں ہو گئیں
خار زارِ زندگی میں جب ہوا چلنا محال
رحمتیں میرے خدا کی مجھ پر ارزاں ہو گئیں

ربُّ العالمین نے توحید کا تصور کبھی ختم ہونے نہ دیا۔ جب بھی اس تصور کے عکس پر وقت کی گرد پڑنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے نبی بھیجے۔ صحیفے نازل فرمائے نیز آسمانی کتب سے حضرت انسان کو راہِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ہم، ہماری جان، ہمارے مال اور ہمارا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ یہ اُسی کی طرف سے اس عالمِ رنگ و بو میں آئے ہیں اور یہ سب کچھ ایک نہ ایک دن اُس کے پاس لوٹ جائیں گے۔ جو بالائے زمیں آیا، وہ ایک دن زیرِ زمیں آئے گا اور وہاں سے عالمِ برزخ سے ہوتا ہوا اللہ کے حضور اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا۔

Marfat.com

دُعا

اے میرے رب!

دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ

دنیا میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ

پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ

قبر میں معرفتِ مصطفیٰ ﷺ

حوضِ کوثر پر جامِ مصطفیٰ ﷺ

پلِ صراط پر دامنِ مصطفیٰ ﷺ

آخرت میں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

جنت میں رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ

عطا فرما (آمین)

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O

Marfat.com

Marfat.com

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

رسول اکرم ﷺ ۔۔۔ محسن انسانیت

''العرب'' کا تعارف میرِ عرب ﷺ سے پہلے

خاکِ عرب ہمارے لیے بڑی مقدس ہے۔ مسلمان اس خاک کو اپنی آنکھ کا سُرمہ تک بنانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ تہہِ خاک محبوب کبریا اپنے نور سے تمام جہانوں کو منور کر رہا ہے۔

انسان کی شخصیت پر ماحول کے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ سرزمین عرب کی خوش بختی ہے کہ اس کی آغوش میں نبوت پروان چڑھی۔

شجر بھی لگانا تم پرکھ لینا زمینوں کو
کہ ہر مٹی کی فطرت میں وفاداری نہیں ہوتی

''عرب کے لغوی معانی صحرا اور بے آب و گیاہ زمین کے ہیں۔ زیادہ تر انبیاء کرامؑ کا تعلق اسی خطے سے ہے۔ عالمی سطح پر یہ بڑا جزیرہ نما ہے۔ اس کے ریگستان اللہ کے برگزیدہ بندوں کی آمدورفت کی گواہی دیتے ہیں۔ تقریباً ۱۲ لاکھ مربع میل علاقے میں وہ سہولیات میسر نہیں تھیں جو کسی بہترین تہذیب و ثقافت کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

قبل از اسلام تو یہ خطہ پسماندگی جہالت اور ظلم و تشدد کی آماج گاہ بنا رہا۔ وادیٔ دجلہ و فرات کا تذکرہ بہت ضروری ہے۔ مختلف سیلابوں نے ذرخیز مٹی اس علاقے تک پہنچائی۔ وادیِ دجلہ و فرات کا آغاز سمیری قوم سے ہوا۔ جو حضرت عیسیٰؑ سے چار پانچ ہزار سال پہلے وسط ایشیاء سے یہاں آباد ہوئی۔ سمیری قوم نے صنعت و حرفت سے اس علاقے کو ترقی دی۔ کچھ قوانین وضع کیے۔ یہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ جادو منتر اس دور میں عام رہا۔ ۱۸۰۰ قبل مسیح سامی نسل نے عرب کے صحراؤں پر قبضہ کر لیا۔ سام اصل میں حضرت نوح علیہ السلام

Marfat.com

کے تین بیٹے حام۔ یافث اور سام تھے۔ سام حضرت نوح علیہ السلام کا مقبول ترین بیٹا تھا۔

سامی نسل پھیلتی گئی۔ اُنھوں نے کئی شہر آباد کیے۔ اُن میں بابل کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ کئی زبانوں کے گیتوں، نظموں اور افسانوں میں شہر بابل کا تذکرہ ملتا ہے۔ بابل شہر کو دارالحکومت بنانے کی وجہ سے یہ ''اہل بابل'' کہلائے۔ بادشاہ حمورابی کے عہد میں انھوں نے کئی علاقے فتح کر لیے۔ انھیں یہ حکومت سمیری قوم سے ملی تھی۔ انھوں نے ان کے قوانین کو جاری وساری رکھا۔ مزید براں تعمیر و ترقی کے دروازے بھی کھول دیے۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں ان لوگوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ مختلف سزائیں رائج کیں۔ ۸ فٹ بلند مردوک دیوتا کے مندر میں اپنی حکومت کا قانون خصوصاً سزائیں پتھر پر نقش کروائیں۔

اہل بابل کے بعد سامی نسل کے آسوری خاندان نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ ۱۳۰۰ قبل مسیح سے دسویں صدی تک حکمرانی کرتے رہے۔ یاد رہے کہ یہ بہادر، بے رحم اور ظالم قوم تھی۔ ان لوگوں نے شام اور میسر کو بھی فتح کیا۔ نینوا کو دارالحکومت بنایا۔ آسوریوں کے ظلم وستم تشدد اور ہوسِ اقتدار نے ان کی ترقی کے راستے مسدود کر دیے۔ ظلم کی عمر کم ہوتی ہے اور اس طرح آسوری خاندان کو ذلت وحزیمت اٹھانا پڑی۔

آسوری دور، دجلہ وفرات کی تہذیب میں بہت اہم ہے۔ جنگی طریقے اور ہتھیار منفرد تھے۔ ان کے ہاں جادوٹونے اور پیش گوئی کا رواج تھا جس کے لیے وہ سیاروں کی گردش اور گرہن سے مدد حاصل کرتے تھے۔ سامی نسل کی ایک شاخ کل دانیوں کا بسیرا جنوب مشرق میں رہا۔ ۶۱۲ قبل از مسیح انھوں نے نینوا کو تباہ کر دیا۔ بابل کو پایۂ تخت بنایا نیز شام ویمن کو بھی فتح کر لیا۔ انھوں نے بیت المقدس فتح کر کے یہودی قوم کو مقیدکر دیا۔ کل دانیوں نے حمورابی قوانین رائج کیے اور دیوتاؤں کو قسمت اور سیاروں سے منسوب کر دیا۔ ۵۳۹ء قبل مسیح میں کیانی خاندان کے بانی کیخسرو نے بابل کو فتح کر کے ایرانی حکومت میں شامل کر لیا۔ یوں وادیٔ دجلہ وفرات کی انفرادی حیثیت ختم ہوگئی۔ مگر دورِ حاضر میں علم ہیت، زائچہ ۳۶۰ درجوں کا دائرہ، منٹ، گھنٹہ، ہفتے کا حساب اُنہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔

سامی نسل سے تعلق رکھنے والی عبرانی قوم کا تذکرہ ازبس ضروری ہے۔ ۱۸۰۰ قبل مسیح میں اس قوم کی ایک شاخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیرِ سرپرستی میسوپوٹامیہ کے شمال مشرق حصے میں آباد تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام (حضرت ابراہیمؑ کے پوتے) کی زیرِ نگرانی عبرانی قوم نے مغرب کی طرف ہجرت کی اور فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لقب ''اسرائیل'' کی وجہ سے عبرانی قوم کی اس شاخ کا

Marfat.com

نام ''بنواسرائیل'' ہے۔۱۶۰۰ قبل مسیح کے بعد قحط سالی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ لوگ مصر جانے پر مجبور ہو گئے۔ مصر میں فراعین مصر کی حکومت نے انھیں قید کر لیا اور کچھ کو غلام بنالیا۔ تیرھویں صدی قبل مسیح میں حضرت موسیٰؑ نے ضربِ کلیمی سے فراعین کے ظلم وستم سے اس خطے کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنایا۔۱۰۲۵ قبل مسیح تک عبرانی قوم کی قیادت مذہبی رہنماؤں اور پیشواؤں کے ہاتھ رہی۔ بعدازاں بادشاہوں نے اپنے دور کا آغاز کیا۔ طالوت ایک نوجوان نے بادشاہت میں سب سے پہلے قدم جمائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے بعد بادشاہت کا قلم دان سنبھالا اور ۴۰ سال تک حکمرانی کرتے ہوئے سارے فلسطین پر قبضہ کیا نیز یروشلم کو پایۂ تخت بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے وصال کے بعد اُن کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہت کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ وہ دانش مند، منصف، دلیر، زیرک اور صاحب بصیرت انسان تھے۔ انھوں نے کئی تاریخی عمارات اور محل تعمیر کیے۔۹۳۵ قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات پر عبرانی ریاست کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ دس قبیلوں نے ''اسرائیل'' نامی الگ حکومت قائم کی۔ جنوب کے دو قبائل کی حکومت کا صدر مقام یروشلم تھا، جسے یہودہ کہتے ہیں۔ شمالی حکومت کو آسوریوں نے فتح کیا اور عبرانی قبیلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔۵۸۶ قبل مسیح میں جنوبی حکومت میں کل دانیوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ وہ یروشلم کو تباہ کر کے یہودیوں کو بابل لے آئے اور پھر یہ یہودی ۵۰ سال تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہے۔۵۳۹ قبل مسیح میں کیخسرو نے انھیں آزاد کروایا لیکن یہ دوبارہ حکومت نہ بنا سکے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انھیں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ ایران، یونان، بزنطینی حکومتوں میں انھیں گھٹیا ترین کاموں پر مامور کیا گیا۔

پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول نے اپنی کتاب ''تاریخ اسلام'' میں لکھا ہے:

> عبرانی قوم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ دنیا میں سب سے پہلے توحید کی علم بردار ہوئی۔ اسرائیلی مذہب، عیسائیت اور اسلام نے ایک ہی صداقت کی نشان دہی کی۔ اسرائیلی روایات، انجیل اور قرآن پاک میں بکثرت موجود ہیں۔ اس دور میں جب کہ دنیا کی دیگر اقوام مختلف دیوتاؤں کی پرستش اور وہم پرستی میں مبتلا تھیں، اسرائیلی پیغمبروں نے جن کی زیادہ تعداد آٹھویں اور ساتویں صدی قبل مسیح میں مبعوث ہوئی، اعلان کیا کہ خدائے واحد ہی ساری کائنات کا خالق اور رب ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ محض رسومات کی بجائے انھوں نے نیکی، زہد، دیانت اور دیگر معاشرتی محاسن پر زور دیا اور قانونِ خداوندی کی

Marfat.com

اطاعت لازمی قرار دی۔فنون لطیفہ اور علوم میں اسرائیلیوں کے کارنامے کالعدم ہیں لیکن قانون فلسفہ اور ادب کے میدان میں ان کا مقام بلند ہے۔ قانون کی فوقیت، قانونی مساوات، عدل وانصاف، جمہوریت اور کمزور سے حسن سلوک ان کے قانون کی خصوصیات ہیں۔ان کا ادب جذبات کی گہرائی اور خوب صورت تشبیہات سے مالا مال ہے۔'' (ص:۵)

اس بات پر سب متفق ہیں کہ بزنطینی اور ساسانی حکومتوں کا وجود طلوع اسلام کے وقت تھا۔روم کے بادشاہ قسطنطین نے چوتھی صدی عیسوی میں شہنشاہِ روم کی حیثیت میں قسطنطنیہ ایک نیا شہر آباد کیا اور اسے روم کا دارالحکومت بنایا۔ دو دارالحکومت بن جانے کی وجہ سے روم کی سلطنت دولخت ہوگئی۔ ۴۷۶ عیسوی میں ٹیوٹن حملہ آور آگے بڑھے۔روم پر قبضہ کرتے ہوئے انھوں نے مغربی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔مشرقی حکومت برقرار رہی جس کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا جب کہ مشرقی رومی حکومت کو بزنطینی حکومت کہا جانے لگا۔اس میں جنوب مشرقی یورپ، ایشائے کوچک، شام، فلسطین اور مصر کے علاقے شامل ہوئے۔ چوں کہ بزنطینی اور ساسانی حکومتیں جنگ وجدل کا شکار تھیں، اس لیے مسلمانوں نے اپنے زمانۂ اقتدار کے آغاز میں شام، فلسطین اور مصر پر قبضہ کرلیا۔عثمانی ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کر کے بزنطینی حکومت کا خاتمہ کیا۔یہ بات ذرا آگے کی ہے، لیکن اگر ماضی کا جائزہ لیا جائے تو عیسائیت کا دور قابل ذکر ہے۔جہاں حضرت عیسیٰؑ کے بعد تین صدیوں تک مسیحی رہنما عمومی تبلیغ کرتے رہے۔رومی حکومت نے ان پر ظلم ڈھائے، انھیں شک کی نگاہ سے دیکھا، لیکن چوتھی صدی عیسوی کے آغاز میں قیصر قسطنطین نے عیسائیت قبول کر لی۔اس طرح وہاں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا۔روم کا پوپ عالمی عیسائیت کا مذہبی پیشوا بن گیا۔آرچ بشپ، بشپ اور عام پادری اُس کے زیر اثر رہے۔بزنطینی دور میں اختلافات رونما ہوئے جس کے نتیجے میں قسطنطنیہ کا مشرقی کلیسا، مغرب کے مغربی کلیسا سے جدا ہو گیا۔

۲۲۷ء میں اردشیر اوّل نے ایران وعراق پر قبضہ کر کے ساسانی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ زرتشت سرکاری مذہب ٹھہرا۔بزنطینیوں کے ساتھ حکومت کا ٹکراؤ ایک عرصہ تک جاری رہا، جس نے ایشائے کوچک میں بڑے پیمانے پر تباہی مچائی۔

خسرو اوّل نے ۵۳۱ء تا ۵۷۹ء اپنی حکمرانی کے جھنڈے بلند کیے۔یمن اور مغربی ترکستان کو فتح کر لیا۔بعد ازاں اُس کے پوتے خسرو ثانی نے ۵۹۰ء تا ۶۲۸ء حکومت کرتے ہوئے بزنطینیوں کو شکست دے کر

Marfat.com

شام اور مصر پر قبضہ کرلیا۔ لیکن بزنطینی، قیصر ہرقل نے اپنے تدبر اور جرأت سے مقبوضہ علاقے واپس لے لیے۔ ساسانی حکمرانوں کا لقب کسریٰ تھا۔ ان کے ہاں بادشاہوں کا یہ نظریہ تھا کہ اُنھیں سایۂ خداوندی حاصل ہے اور اُس میں غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ حکمرانی خدا تعالیٰ کا عطیہ اور لوگوں کو اِسے مقدس سمجھ کر اُن کے سامنے جھکنا چاہیے۔ بادشاہوں کو حکمرانی کے خدائی حقوق کے سلسلہ میں اس نظریے کو ایران کے شہنشاہوں نے عام کیا۔ زرتشت مذہب میں مجوسیت کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ مجوسی اپنی کتاب ''اوستا'' کو الہامی قرار دیتے ہیں۔ زرتشت نیکی اور بدی کے دو خداؤں کو مانتے ہیں۔

پیغمبرانِ خدا

تاریخ انسانی کے ہر عہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے نبی بھیجے، جنھوں نے انسانوں کی بھلائی کے لیے اللہ کا پیغام اُن تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے اللہ کی توحید بیان کرنے کے لیے گوناگوں مسائل، مصائب اور تکلیفوں کا سامنا کیا۔ قرآن پاک چوں کہ ایک مکمل ضابطۂ اخلاق، ضابطۂ حیات اور ضابطۂ تسلیم ورضا ہے۔ اس لیے اُن پیغمبروں کا بطور خاص تذکرہ قرآن پاک میں شامل ہے، جنھوں نے تبلیغِ دین کے لیے فہم وفراست اور حمیت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ قرآن پاک میں ایسے پیغمبروں کا باترتیب بطورخاص ذکر موجود ہے۔ اُن کی فہرست یوں ہے:

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت شموئیل علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ

Marfat.com

السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(علوم القرآن: مفتی تقی عثمانی، ص: ۳۱۵)

قبل از اسلام عربوں کو قحطانی اور عدنانی حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ قحطانی وہ باشندے ہیں جو ابتدا میں جنوبی عرب کا حصہ رہے اور بعد میں اُن کے کئی قبائل شمالی حصوں میں چلے گئے۔ انھوں نے عرب میں کئی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں۔ عدنانی لوگوں کا تعلق حضرت اسماعیلؑ سے ہے۔ صحرائی اور قبائلی زندگی کے تمدنی اختلافات کی وجہ سے اِن میں جھگڑا چلتا رہتا تھا۔ ظہورِ اسلام سے قبل شمالی عرب، جنوبی عرب، وسطی عرب میں مختلف حکومتیں برسرِ عمل رہیں۔ عرب قبائل عمومی طور پر جنگ و جدل کا شکار رہے۔ اقتصادی طور پر عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ حضری اور بدوی لوگ معیشت پر قابض تھے۔ حضری زراعت کے حوالے سے جب کہ بدوی چراگاہوں اور لوٹ مار میں مقبول تھے۔ قبل از اسلام اہلِ عرب معاشرتی اور اخلاقی طور پر تباہ حال تھے۔ شراب نوشی، سود، ہجو سرائی، جنسیات، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، زنا، بداخلاقی اور قتل و غارت عربوں کی عام عادت تھی۔

سرزمینِ عرب اور بت پرستی

سرزمینِ عرب پر حضرت ابراہیمؑ نے نہ صرف نمرود کو شکست دی بل کہ توحیدِ الٰہی کا بھرپور پرچار کیا۔ مکہ معظمہ میں ایک خدا کی عبادت کے لیے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر ایک خدا کے سامنے جھکنے کی تلقین کی۔ حضرت ابراہیمؑ منشائے ایزدی کے سامنے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کو تیار ہو گئے، لیکن آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے اللہ شناسی کا نام و نشان نہیں تھا اور لاتعداد مذاہب منظرِ عام پر تھے۔ بت پرستی اہلِ عرب کا بڑا مذہب بن گیا۔ پتھر کے بتوں کے سامنے سر جھکائے جاتے، حاجات پیش کرتے، اُن کا خیال تھا کہ یہ بت خدا تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔ ہر قبیلے کا الگ الگ بت تھا۔ پورے عرب میں بتوں کی تعداد لاتعداد تھی۔ صرف خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے۔ سالانہ میلے کے موقع پر مختلف علاقہ جات سے بت اور مورتیاں لائی جاتیں۔ ان میں دو مورتیاں اساف اور نائلہ بھی تھیں۔ یہ چاہِ زمزم پر نصب تھیں کیوں کہ اس وقت وہ بالکل بند تھا۔ کئی بتوں کو بہت اہمیت دی جاتی۔ مختلف مقامات پر اِن بتوں کے توسط سے اپنی مرادیں مانگنے کا عام رواج تھا۔ اپنے تراشے ہوئے بت، اپنی پسند کے بت، اپنے رکھے ہوئے نام، پھر اُنھیں عقیدت و پیار کے چڑھاوے عطا کر کے بطور سفارش تسلیم کیا جاتا۔ مکہ میں سب سے پہلے جو بت داخل ہوا۔ وہ صحن کعبہ میں لگایا گیا

Marfat.com

۔اُس کا نام ہُبل تھا۔ جسے عمرو بن لُحی لایا تھا۔''لات'' طائف کے مقام پر نصب تھا اور قبیلہ ثقیف کا معبود تھا۔ ''عزیٰ'' مکہ معظمہ میں تھا اور قریش و کنانہ اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔''مناف'' مدینہ منورہ کے قریب تھا اور اوس وخزرج کا مسجود تھا۔ان تین بتوں کو عرب خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔سب سے بڑا بُت ''ہبل'' تھا جو کہ خانہ کعبہ کی چھت پر منصوب تھا ان کے علاوہ دیگر بڑے بت ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔

مولانا الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے:

قبیلے قبیلے کا بت اِک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اِک خدا تھا
نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قابل فخر فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔مکہ شہر کی بنیاد رکھنے کا اعزاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ یہ علاقہ پانی کی نعمت سے محروم تھا، پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی، بت پرستی کے علاوہ کوئی مذہبی یا دینی روایت نظر نہیں آتی۔ثقافتی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر بھی یہ خطہ بہت پس ماندہ تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَحد، اَحد کا نعرہ بلند کر کے خانہ کعبہ اور مکہ کی ترویج اور تزئین وآرائش کے لیے یادگار خدمات انجام دیں۔اللہ کے گھر کو نہایت مقدس ہاتھوں نے عقیدت، آرزو، جذبے اور بڑی تمنا سے تعمیر کیا تھا۔تمام تر صلاحیتیں اس کے لیے وقف کر دیں تھیں۔کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ یہ اللہ کا سب سے بڑا گھر بنے۔توحید کا مرکز بنے، لیکن افسوس علاقہ کے مکین تو بتوں سے اُمیدیں رکھتے تھے۔قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں اتنی برکت پیدا کی کہ اس علاقے میں پانی دستیاب ہو گیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی مبارک سے زم زم کے چشمے اُبلنے لگے۔خانہ کعبہ پورے عرب کا مذہبی مرکز بن گیا۔مکہ کی روز افزوں شہرت میں اضافہ ہوتا گیا اور ترقی کا دور شروع ہو گیا۔اس علاقے کے قریب بنو جرہم آکر آباد ہوئے۔حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام نے نمرود کی خودساختہ خدائی خاک میں ملا دی۔ فرعونیت کو یکے بعد دیگرے نقصان پہنچتا رہا۔ آتشِ نمرود میں کود جانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے بندوں کی ایک جماعت تیار کر دی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

ایک مچھر نے خودساختہ خدا کو تڑپا تڑپا کر انسانوں کے سامنے جھکا دیا۔ تنہائی میں نمرود بھی اللہ کی یکتائی کا قائل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ کا گھر بت کدہ بن گیا۔ بتوں کی پرستش پھر شروع ہو گئی۔ اپنے والدِ گرامی کی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام میدانِ عمل میں آئے۔ انھوں نے بنو جرہم قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچوں کی تعداد ۱۲ تھی۔ وہ تیزی کے ساتھ جوان ہوتے گئے۔ مکہ کے مکینوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔ اللہ کا وہ گھر جہاں اَحد اَحد کے نعرے اور توحید کی صدا گونج اُٹھی تھی وہاں سب سے بڑی سچائی (نعوذ باللہ) بت پرستی بن گئی۔

نصر اللہ شاہ بابل نے علاقہ پر حملہ کر دیا جس سے آلِ اسماعیلؑ کا شیرازہ بکھرتا چلا گیا۔ بنو جرہم نے خانہ کعبہ کا نظام و انصرام سنبھال لیا۔ ایک مدت تک وہ لوگ اقتدار میں رہے۔ تیسری صدی عیسوی میں بنو خزاعہ نے اُن سے اقتدار چھین لیا۔ ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ آلِ اسماعیلؑ کی ایک شاخ میں فہر نامی شخص نے جنم لیا۔ جس کی پہچان قریش لقب سے ہوئی۔ اس نسبت سے ہی اس کی نسل قریشی کہلائی۔

تاریخی شخصیت قُصَیٰ

پانچویں صدی عیسوی میں اسی نسل سے قریش کا تاریخی شخص قُصَیٰ ۴۰۰ عیسوی میں پیدا ہوا۔ یہ کلاب کے بیٹے تھے۔ جن کا تعلق اسماعیل خاندان سے تھا۔ اُس وقت قریش کی حالت دگرگوں تھی۔ دنیا کفر و ضلالت، جہالت و بربریت کا شکار ہوئی، بچیوں کو زندہ درگور کرنے، عورت کو تحائف میں دینے، جنسی ہوس پرستی کا نشانہ بنانے اور اُس کی تذلیل کرنے کا رواج بڑھنے لگا۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون عام ہوا تو رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور فاران کی چوٹیوں سے مہتابِ رشد و ہدایت طلوع ہوا۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لیا

Marfat.com

وہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے جب کہ خانہ کعبہ کا اقتدار بنوخزاعہ کے پاس تھا۔ قُصَیٰ کے دوستوں، ساتھیوں، رشتہ داروں، عزیزوں، قریشی خاندان نے اُن کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اس لیے قصی نے بنوکنانہ سے مل کر بنوخزاعہ کو خانہ کعبہ سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد قریش مکہ میں آباد ہوگئے۔ مکہ ایک بار پھر چھوٹی سی ریاست کے طور پر اُبھرا۔ مکہ کے اِردگرد خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ عمارات تعمیر کرنے کا شوق مفقود تھا۔ یہاں ایک تصور عام تھا کہ بیت اللہ سے اُونچی عمارت تعمیر کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ سرزمینِ کعبہ میں عمارات نہ ہونے کی وجہ سے ترقی کی راہیں مسدود تھیں۔ قصی کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انھوں نے جرأت و بہادری سے ایک عظیم عمارت ''دارالندوۃ'' تعمیر کروائی۔ یہ عمارت چھوٹے بڑے اجلاس منعقد کرنے کے لیے مفید ثابت ہوئی۔ اس مختصری پارلیمنٹ میں مختلف مسائل زیرِ غور آتے۔ عائلی، اقتصادی، سماجی اور معاشرتی اُمور طے ہوتے۔ حتیٰ کہ اسی مقام پر مقدمات کے فیصلے بھی سنائے جاتے۔ پھر قُصَیٰ نے عمارات کی تعمیر کا حکم دیا اور اُن کے کہنے پر لوگوں نے کعبہ کے آس پاس تعمیرات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کعبہ کے چاروں اطراف میں طواف کے لیے کافی جگہ چھوڑ دی گئی۔ شرفِ میزبانی کا آغاز یہیں سے ہوا۔ حج کا خصوصی اہتمام ہونے لگا۔ حج کے موقع پر میٹھے پانی کا خصوصی اہتمام، حاجیوں کی ضیافت، کعبہ میں داخلے کے لیے خصوصی اجازت، ایسے قوانین وضع کیے گئے۔ جب قُصَیٰ عمر رسیدہ ہوگئے تو اُنھوں نے اپنے بڑے بیٹے کو حج کے اہم عہدوں سے سرفراز کیا۔ قُصَیٰ کے ایک اور بیٹے عبدِ مناف تھے۔ انھوں نے بھی حجاج کرام کی خدمت میں اپنی خدمات پیش کیں۔

ہاشم کی پیدائش

عبد مناف کے ایک چشم و چراغ کا نام ہاشم تھا۔ جو ۴۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ جو بہت ذہین، فطین، زیرک، انسانیت وشرافت کے پیکر تھے۔ اُنھوں نے غرباء اور مساکین کی بہت مدد کی۔ شام اور یمن کی طرف تجارتی قافلے بھیجے۔ ہر سال آمدنی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اُنھوں نے اپنی بصیرت سے نا صرف حاجیوں کو بل کہ اہل علاقہ کو اپنی شخصی عظمت سے تسخیر کر لیا۔ ہاشم کی وجہ سے رومی بادشاہ اور حبشی بادشاہ نجاشی نے اپنے علاقہ جات میں تجارت کرنے کی اجازت دی۔ تجارتی قافلوں کو لٹیروں اور رہزنوں سے بچانے کے لیے ہاشم کی خدمات یادر ہیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں خوراک کا قحط پڑ گیا۔ اُس وقت ہاشم نے لوگوں کو روٹیاں ٹکڑے ٹکڑے یعنی چورہ چورہ کر کے شوربہ میں ڈبو کر کھلائیں۔ عربی لفظ ہشم کے معنی چورہ کرنا اور ہاشم کے معنی

Marfat.com

چورہ کرنے والا۔ اُسی وقت سے انھیں اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہاشم تجارتی قافلہ لے کر شام گئے۔ واپسی پر یثرب سے گزرے تو اُن کی ملاقات ایک تاجر خاتون سلمہ بنت عمرو سے ہوئی۔ جس کا تعلق بنی نجار سے تھا۔ اُس کی شرافت اور ایمان داری کو دیکھ کر ہاشم نے اُن سے شادی کر لی۔ وہ ایک عرصہ تک مکہ میں قیام پذیر رہے۔ پھر سلمہ یثرب چلی آئیں جہاں انھوں نے ۴۹۷ء میں ایک بیٹے کو جنم دیا جس نام شیبہ رکھا گیا۔ ہاشم شام میں غزہ کے مقام پر انتقال کر گئے۔

ہاشم کا بھائی مُطلب

ہاشم کے انتقال کے بعد اُن کے بھائی مطلب نے اُن کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مطلب اپنے بھتیجے شیبہ سے ملنے یثرب گئے اور سلمہ سے اُسے مکہ لانے کی درخواست کی۔ شیبہ اُس وقت آٹھ سال کے تھے۔ ماں نے اُن کا نام شیبہ رکھا۔ مطلب کے ساتھ دیکھ کر انھیں ''عبدالمطلب'' کہا جانے لگا۔ عبدالمطلب نہایت سمجھ دار اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ انھوں نے مطلب کے انتقال کے بعد حرم کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا۔ اُن کی سخاوت کے چرچے ہر طرف گونجنے لگے۔ اسی زمانے میں حاکمِ یمن ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا۔ ۶۰ ہزار کا لشکر کعبہ کو گرانے کے لیے نکلا۔ لشکر میں کافی ہاتھی بھی شامل تھے۔ ابرہہ یمن سے مارچ کرتا ہوا مغمس تک پہنچ گیا۔ جب وہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیانی علاقے میں پہنچا تو اُس کا ہاتھی آگے بڑھنے کی بجائے بیٹھ گیا۔ کعبے کی طرف رُخ ہوتے ہی وہ بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے جن کی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں تھیں۔ یہ کنکریاں فضا سے لشکر پر اس طرح گریں جیسے اس عہد میں مزائل گرتے ہیں۔ لشکری اس حالت کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ہاتھیوں میں عجیب خوف طاری ہو گیا۔ وہ اپنے ہی لشکر کو روندنے لگے۔ سپہ سالار یعنی ابرہہ صباح حبشی جو کہ نجاشی بادشاہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اُس وقت لاچار نظر آ رہا تھا۔ ابرہہ کے اعضائے جسمانی بکھرنے لگے اور وہ ذلت کی موت مارا گیا۔ اللہ کے گھر کو تباہ کرنے والا اپنے ہی لشکریوں کے ہاتھوں، اپنے انجام کو پہنچا۔ (سورۂ فیل)

فروری تا مارچ ۵۷۱ء میں ہونے والا یہ واقعہ کعبہ کی تقدیس میں اضافے کا باعث ہوا۔ اہل عرب نے اس حملے کے بعد خانہ کعبہ کے حوالے سے سکھ کا سانس لیا۔ خانہ کعبہ کے احترام میں بہت اضافہ ہوا۔ عبدالمطلب نے ایک رات نیم شبی میں آواز سنی ''زم زم کی کھدائی کر۔'' عبدالمطلب نے جرأت و ہمت سے قدم بڑھائے، کھدائی میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی

Marfat.com

کے اُن کا صرف ایک بیٹا حارث ہے، اگر اللہ انھیں دس بیٹے عطا فرمائے، وہ سب جوان ہو کر کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے تو ایک کو تیرے نام پر قربان کر دوں گا۔

عبدالمطلب کی خواہش

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی خواہش پوری کر دی اور انھیں دس بیٹوں سے سرفراز کیا، حارث، زُبیر، ابوطالب، عبداللہ، حمزہ، ابولہب، غیداق، مقوم، صفار اور عباس۔ بیٹے بڑے ہو کر اُن کا ساتھ دینے لگے۔ عبدالمطلب نے تمام بیٹوں کو پورا قصہ سنا دیا۔ بیٹے قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔ الگ الگ تیروں پر بیٹوں کے نام لکھے گئے۔ عبدالمطلب نے فال نکالنے والے کو یہ تیر تھما دیے۔ دیوتاؤں کی مرضی حاصل کرنے کا رواج تھا۔ فال میں چھوٹے اور چہیتے بیٹے عبداللہ کا نام سامنے آیا۔ نذر کے مطابق عبداللہ کو ذبح کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ اساف اور نائلہ کے سامنے زم زم کے قریب قربان گاہ تھی۔ عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ یہ خبر سنتے ہی پورے علاقے میں رنج و غم کا ماحول بن گیا۔ عبداللہ سے ہمدردی اور پیار کرنے والے اس قربانی یعنی ذبحِ عبداللہ کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ عبدالمطلب کو مشورہ دیا گیا کہ وہ مال فدیہ کریں شاید اُونٹ ذبح کرنے سے کام بن جائے۔ یثرب کی طرف ایک نجومی عورت کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جس نے دس اُونٹ اور عبداللہ کے نام قرعہ ڈالنے کا مشورہ دیا۔ خوش بختی سے قرعہ اُونٹوں کے نام نکلتا رہا۔ حضرت عبداللہ آسمان کی طرف دیکھتے رہے، دُعا مانگتے رہے، بالآخر اُونٹوں کی تعداد ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔

حضرت عبداللہ کی خوش بختی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیٹے کا فدیہ قبول کر لیا۔ اُونٹ ذبح کیے گئے اور قدرت نے حضرت عبداللہ کو حیاتِ نو بخشی۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو کہ عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ کی صاحبزادی تھیں۔ عبداللہ بن عبدالمطلب حسین و جمیل شخصیت کے حامل تھے۔ اُن سے ملنے اور دیکھنے والا اُن کے حسن سے بہت متاثر ہوتا۔ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے وہ علاقہ بھر میں بہت مقبول ہوئے۔ عبداللہ کے لیے ایک سو اُونٹوں کا نذرانہ اور ذبح کی خبر پورے عرب میں پھیل گئی۔ اس اہم ترین تاریخی واقعہ نے عبداللہ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیے۔ حضرت عبداللہ کی جوانی قابلِ رشک اور حسن چاند کو شرمانے والا تھا۔ عرب میں

Marfat.com

موجود تمام قبائل کی نظریں عبداللہ پر جمی ہوئی تھیں۔ ہر دل ربا عبداللہ کے سپنے بنتی اور اُن سے شادی کی خواہش رکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے لیے آمنہ کا انتخاب کر رکھا تھا۔

حضرت عبداللہ اور بی بی آمنہ کی شادی

۱۷ سالہ نوجوان عبداللہ کی شادی بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی آمنہ سے ہوئی۔ خاندانی رسومات کی تکمیل کے بعد حضرت عبداللہ تجارتی قافلہ لے کر شام روانہ ہوئے۔ ابھی سہرے کے پھول بھی مرجھانہ پائے تھے کہ عبداللہ کاروبارِ حیات میں مشغول ہو گئے۔ شام سے واپسی پر وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال یعنی مدینہ میں کچھ دن کے لیے قیام پذیر ہوئے۔

کیا سوچ کے کرتا ہے وہ آغاز سفر کا
جو شخص یہاں واقفِ انجام نہیں ہے

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ مدینہ میں مختصر قیام کے دوران بیماری نے اُن پر حملہ کر دیا۔ قافلۂ تجارت میں شامل احباب انھیں چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ جب عبداللہ کے والد عبدالمطلب کو اپنے لاڈلے، چہیتے اور پیارے بیٹے کی بیماری کا پتہ چلا تو اُنھوں نے عبداللہ کے برادرِ اکبر حارث کو تیمارداری کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ چرخِ کہن نا جانے کیا کروٹیں بدل رہا تھا۔ حارث کے مدینہ پہنچنے سے پہلے عبداللہ ملک عدم جا چکے تھے۔ باپ کی تمنائیں، بھائیوں کی آرزوئیں، ماں کے دل کی ٹھنڈک اور شریکِ سفر کا سہارا سب کچھ خوابوں کے جزیروں میں ہی چکنا چور ہو گیا۔ عبداللہ بالائے زمیں سے زیرِ زمیں چلے گئے۔ یہ سفرِ تجارت، اُن کے لیے موت کا سفر بن گیا۔ جب یہ خبر عبدالمطلب تک پہنچی تو اُن کی کیفیت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہر وہ باپ جو اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے، وہی محسوس کر سکتا ہے۔ آج وہ آمنہ جو قریش کی آنکھوں میں حسن آفریں تھیں، جن پر عرب ناز کرتا تھا، جو عبداللہ کی جیون ساتھی تھیں، عبداللہ کے تہ خاک جانے کے بعد اُن کے ارماں خاک رسیدہ ہو گئے۔

تم جسم کے خوش رنگ لباسوں پہ ہو نازاں
میں روح کو محتاجِ کفن دیکھ رہا ہوں

عبداللہ بچھڑتے ہوئے آمنہ کو اُمید کا کھلونا دے گئے تھے۔ یہ اُمید اُن کے شکم محبت میں پل رہی تھی۔ ایک امانت آمنہ کے سپرد تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ عبداللہ اپنی اس امانت کو نہ دیکھ سکیں گے۔ آمنہ نے

Marfat.com

اُس کی حفاظت دل و جان سے کی۔ آمنہ کے شکم مبارک میں جو امانت پروان چڑھ رہی تھی۔ بالآخر اُس کی رونمائی کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ۲ شنبہ یعنی سوموار ربیع الاوّل کی ۹ یا ۱۲ تاریخ ۵۲ قبل از ہجرت بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء، طلوع آفتاب سے پہلے، ۴ بجے کر ۲۰ منٹ بمطابق وقتِ مکہ۔ موسمِ بہار تھا۔ آپ ﷺ کی پیدائش نے جشنِ بہاراں کا وہ اہتمام کر دیا جو تا قیامت بہار ترستی رہے گی۔ آفتاب رسالت ﷺ اپنی جولانیوں کے ساتھ مطلعِ انوار کی صورت نمودار ہوا۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ امانت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ

ظہورِ قدسی کا استقبال

ظہورِ قدسی کے استقبال کو عالمی شہرت یافتہ سیرت نگار علامہ شبلی نعمانیؒ نے جس پیرائے میں پیش کیا ہے۔ اُس کی مثال نہیں ملتی۔ (سیرت النبی ﷺ: ج:۱، ص:۱۱۴)

''چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ لیکن آج کی تاریخ، وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخِ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضاوقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدّت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروبار کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاس پاک، توحیدِ ابراہیمؑ، جمالِ یوسفؑ، معجز طرازیِ موسیٰؑ، جان نوازیِ مسیحؑ، سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اور شہنشاہِ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتش

Marfat.com

کدۂ فارس بُجھ گیا۔ دریائے سادہ خشک ہوگیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بل کہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بل کہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہوکر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بُت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کرکے جھڑ گئے۔ توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اُٹھا۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ کی بابت بشارتیں

خالقِ کائنات، مالکِ کائنات، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی یکتائی، توحید اور اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے اہل زمین کو کبھی محروم نہیں رکھا۔ آسمانی صحیفے نازل کیے، انبیاء ورسلؑ بھیجے تاکہ بشر ہدایت پاتا رہے۔ جتنے بھی نبی آئے انھوں نے اپنا فریضہ ادا کرنے کے لیے کسی بھی سختی، تشدد، صعوبت اور ظلم کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ بہت سے نبیوں نے اپنے آنے والوں کا تذکرہ کیا جیسے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اُن کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ بعض متاخرین تھے جو اپنے سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کا تعارف کرواتے رہے۔ زمانہ چلتا رہا اور تعارف کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ الی اَنْ بَعَثَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔ یہاں تک کہ خدا نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا: لِاِنْجَازِ عِدَتِہٖ وَاِتْمَامِ نُبُوَّتِہٖ۔ آنحضرت ﷺ کو بھیجا تاکہ اُن کے ذریعے لوگوں سے کیا گیا وعدہ وفا کرے، وہ ان کے ساتھ سلسلۂ نبوت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس کا اختتام کرے۔

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمد عربی ﷺ سے ہے عالم عربی

اقبال (کلیات 526، ضرب کلیم 64)

انبیاء کرامؑ نے اُمتوں کے درمیان روابط کو مستحکم کرنے کے لیے جہاں آسمانی کتب اور اپنے اپنے فرمودات انسانی رہنمائی کے لیے چھوڑے وہاں علامات اور اشارات سے بھی انسانی بھلائی کے راستے ہموار کیے۔

ہر انتہا سے پہلے ہر انتہا کے بعد
ذاتِ نبی ﷺ بلند ہے، ذاتِ خدا کے بعد

Marfat.com

سردار الانبیاء ﷺ کے بارے میں یہ بات مقبول عام رہی کہ وہ پیغمبر ﷺ جزیرۃ العرب سے اُٹھیں گے۔ اُن کی سواری اُونٹ ہوگی، اُن کے شانوں یعنی کندھوں کی پشت پر ایک نشان ہوگا۔ آنحضرت کا اسم مبارک اور والدِ محترم نیز اہل خاندان کی خصوصیات کی علامات بھی مقبول تھیں۔ وہ ''اُمی'' ہونے کے باوجود لوگوں کو راہِ حق کی تعلیم دیں گے۔ نبیٔ پاک ﷺ کی بعثت کے بعد یہودیوں نے مذکورہ علامات سے آپ ﷺ کو پہچان لیا لیکن اُن کی بدبختی ہے کہ اُنھوں نے منافقانہ روش کو ترک نہ کیا۔

آنحضرت ﷺ کے ولادت باسعادت کے بارے میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کچھ مؤرخین کی رائے ہے کہ مدنی تاجدار عام الفیل سے کچھ عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ کئی عالمی شہرت یافتہ مؤرخین نے اس واقعہ کے ۳۰ یا ۷۰ دن بعد تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیدائش لکھتے ہیں:

- o تاریخ ابنِ ہشام۔ ابنِ ہشام۔ ۲ شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل، ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء
- o سیرۃ النبی ﷺ۔ علامہ شبلیؒ۔ ۲ شنبہ ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء
- o تاریخ ابنِ خلدون۔ ابنِ خلدون۔ ۱۲ ربیع الاوّل
- o رحمۃ للعالمین ﷺ۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ ۲ شنبہ ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۰۔ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء
- o حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ۔ مُلّا واحدی۔ ۲ شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء
- o اصح السیر۔ مولانا عبدالرؤف دانا پوری۔ ۲ شنبہ ۸ یا ۱۲ ربیع الاوّل
- o قصص القرآن۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری۔ ۲ شنبہ ۸ ربیع الاوّل مطابق ۲۱ اپریل
- o سیرۃ المصطفیٰ ﷺ۔ مولانا ادریس کاندھلوی۔ ۲ شنبہ ۸ ربیع الاوّل مطابق اپریل ۵۷۰ء
- o محسنِ انسانیت ﷺ۔ نعیم صدیقی۔ ۲ شنبہ ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء
- o رسولِ رحمت ﷺ۔ مولانا ابوالکلام آزاد/ غلام رسول مہر۔ ۲ شنبہ ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء

مجموعی طور پر ربیع الاوّل کے مہینے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ تاریخ عرب میں اگست ۵۷۰ء عام الفیل کا سال تحریر کیا گیا ہے۔ کئی سیرت نگاروں کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ قمری حساب کے مطابق پورے ۹ ماہ بعد ۱۲ ربیع الاوّل ۲ شنبہ فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ پاکیزہ بدن، خوش بودار جسم اقدس، ختنہ شدہ، ناف بریدہ، چودھویں کے چاند کی طرح نورانی چہرہ پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت عبدالمطلب خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ تو انھیں

Marfat.com

رشکِ مسیحا وکلیم، اخترِ برجِ دلبری آنحضرت ﷺ کے تولد مبارک خبر سنائی گئی۔ وہ سر پر خوشیوں کی چادر لپیٹے، محبت سے سرشار گھر کی طرف لپکے اور منتہائے جمال وانتہائے کمال آنحضرت ﷺ کو گود میں لے کر بیت اللہ شریف پہنچ گئے۔ جہاں انھوں نے اس نعمتِ بے کراں، خورشید ساں آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ حضور ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خبر سنائی تو انھوں نے اس خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ حسنِ کائنات پر جس کی نظر پڑی وہ مقصدِ تخلیقِ کائنات کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

سراپا

حضور ﷺ کے حسن و جمال کا بیان نہ صرف مشکل ہے بل کہ ناممکن بھی ہے۔ حسنِ یوسفؑ دیکھ کر تو خواتین نے انگلیاں کاٹ لیں تھیں لیکن حسنِ نبوت ﷺ کی انگلی دیکھ کر چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ جس حسن کی تاب مہ تاب نہ لا سکے، اُس کا بیان لفظوں سے کیسے ممکن ہے۔ حضور ﷺ کا پُر نور چہرہ سدا بہار متبسم رہا۔ رنگ ایسا گورا کہ برف باری کے رحمت سے بھرپور گالے ہوں، رنگت کی ملاحت اپنی ہی ذات میں انفرادیت کی حامل۔ گول نورانی چہرہ، سیاہ گھنگھریالے اور لمبے بال، پاکیزہ روح پسندیدہ خو، پیٹ بڑھا نہ بال گرے، حسن و زیبائش فطری، صاحبِ جمال آواز میں کبھی بھاری پن تو کبھی دھیما لہجہ، چوڑی پیشانی، جس سے غیر معمولی عظمت ٹپکتی۔ باریک باریک بھنویں، ایک دوسرے سے جدا، کچھ خم دار اور بھری ہوئی، انتہائی خوش نما! سیاہ سرمگیں آنکھیں، چوڑی پلکیں، خوب صورت آنکھوں پر مسکراتی اور پرکشش پلکیں مانندِ قوسِ قزح، شرم سے جھکی نظریں، معصومیت سے بھرپور رخِ انور، لبوں کی گھلاوٹ، دیکھنے کا انتہائی معصومانہ اور دل کش انداز، ناک کچھ اُونچی اور ستواں، دانتوں میں ہلکی ہلکی ریخیں، ماں کی گود سے مہرِ نبوت تک حسن و جمال کے پیکر، محوِ گفتگو ہوتے تو دندانِ مبارک موتی کی طرح چمکتے، یوں محسوس ہوتا کہ چہرۂ اقدس پر بُقعہ نور چھایا ہوا ہے۔ لفظ لبوں کی دہلیز سے ہونٹوں پر آتے تو محسوس ہوتا کہ نور اُبل رہا ہے۔ چہرہ پر بھری ہوئی گھنی ڈاڑھی، انگلیوں کا حُسن قابلِ دید، دستِ دُعا بلند فرماتے تو لمبی اُنگلیاں مل کر بارگاہِ ایزدی میں عاجزی کا نمونہ بن جاتی، آواز کا زیر و بم دل میں اُترتا، خوب صورت سی اُونچی گردن، سینہ کشادہ، کندھوں کا درمیانی فاصلہ قدرے زیادہ، چوڑی چوڑی کلائیاں، ہتھیلیاں فراخ اور نرم و گداز، ہلکی ہلکی سی ہوئی پنڈلیاں ایڑیوں پر برائے نام گوشت۔ تلوے ذرا گہرے، قدم مبارک اُٹھاتے یوں لگتا کہ زمین کا احترام کر رہے ہوں، پیشانی مبارک آپ ﷺ کی فکری اور

Marfat.com

گہری سوچ کی سطور لگتیں، تمکنت، فکر، پُرنور اور منہمک انداز دیکھنے والے کو ضرور متاثر کرتا۔ ہر ایک کی سنتے اور ہر ایک سے بات کرتے۔ مدِ مقابل کو سلام کا انداز ہی نرالا، سلامتی کی دُعا ہر ملاقاتی کا دل تسخیر کر لیتی۔ تمام انبیائے کرام اگر چاند تارے تھے تو رحمتِ عالم، خورشیدِ درخشاں ثابت ہوئے۔ شمس الضحیٰ کے لیے جتنی روشنی درکار تھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی۔ خاصہ خاصانِ رُسل کا جسدِ پُرنور سبھی کے لیے پُراثر ثابت ہوتا۔

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خاصہ خاصانِ رسل ﷺ

مہرِ سکوتِ ہفت اختراں، چراغِ رہ نورداں، محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی خوبیوں سے سرفراز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ابنِ مریمؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے گہر ہائے آبدار، منصہ شہود پر آئے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ضوفشانیوں کا اظہار کیا۔ پیغمبرِ آخرالزماں ﷺ کو رب العالمین نے انبیاء علیہم السلام کے جملہ خمیر ذاتِ ختم المرسلین ﷺ میں شامل کر دیا۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید، دعوتِ حق اور دعوتِ عمل سے نوازا، اسی طرح تاجدارِ عالم، ہادیٔ جہاں، دم سازِ غریباں، باعثِ فخرِ صادقاں، محمد عربی ﷺ نے ظلمتِ شب میں گھرے ہوئے انسانوں کو پیغامِ حق دیا۔ مٹی کے بتوں کی پرستش کرنے والوں کو سرورالانبیاء ﷺ نے دعوت دی کہ یہ مٹی کے پتلے کسی کام کے نہیں۔ کائنات کا خالق و مالک تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہی سجدہ کے لائق ہے۔ اُس کے حضور ایک سجدہ ہزار سجدے سے نجات عطا کرتا ہے۔ فخرِ عرش و مکاں، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح بت شکنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے توحیدِ الٰہی کا پرچم بلند کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ بھی امامِ عالم اور رحمت للعالمین ﷺ کے خطابات سے نوازے گئے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی خدائی کے خاتمے کا باعث بنے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون کی خدائی کے لیے کلیم اللہ کے طور پر منظرِ عام پر آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کی بصیرت فرعون کو دریائے نیل میں لے ڈوبی۔ اسی طرح خاتم النبیین ﷺ نے تمام خود ساختہ خداؤں کو ز میں دوز کر دیا نیز قبل ازیں انبیاء علیہم السلام توحید کے فروغ کے لیے جو خدمات انجام دیتے رہے، آپ ﷺ نے اُن تمام خدمات کی انجام دہی سے خاصائے خاصانِ رسل ﷺ ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

Marfat.com

تمہارا جلوہ خمیرِ آدمؑ
تم آسمان و زمیں کے سنگم
تمہاری آمد کمالِ ایزد
تمہارے اندر تمام عالم
تمہاری ممنون ہر گھڑی ہے
ابد کو گھیرے ہوئے کھڑی ہے
عمارِ ہست و بُود تم پر
سلام تم پر درود تم پر

رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس اور اخلاقِ بے مثل کی مدحت کے لیے کوئی لفظ بھی مکمل نہیں ہے۔کوئی اسلوب اُن کے معیار کو نہیں پہنچ سکتا۔کوئی کتاب اُن کی ذاتِ باصفات کو اپنے دامن میں نہیں لے سکتی۔مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی حضور ﷺ کی تعریف کر کے خود کو متعارف کروانے کی کوشش کی ہے۔'' محمد '' نام ہی ایسا ہے، جس کی تعریف زمین و آسماں پر ہمیشہ سے جاری ہے اور تاابد یہ سلسلہ جاری رہے گا۔راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے سیرتِ طیبہ ﷺ کی متعدد کتابوں میں جھانک کر دیکھا تو ایک ہی بات مشترک نظر آئی۔

یا صاحب الجمال یا سیّد البشر ﷺ
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقّه
بعد از خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے لیے کئی احکامات صادر فرمائے۔قرآن پاک میں کئی احکامات کی تکمیل کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اس کی رضا کے لیے روزے رکھو، استطاعت کے مطابق فریضۂ حج ادا کرو۔ یہ وہ کام ہیں جو اللہ خود نہیں کرتا لیکن بندوں کو ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ایک کام ایسا ہے جو خدا خود بھی کرتا ہے، اپنے فرشتوں اور اہل ایمان کو ایسا کرنے کی دعوت بھی دیتا ہے اور وہ کام نبی معظم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود بھیجنا ہے۔

Marfat.com

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

ترجمہ: بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام بھیجا

کرو۔ (سورۃ الاحزاب:۵۶)

جس ذاتِ اقدس کی تعریف وتوصیف خود خالقِ کائنات کرے انسان اُس کی تعریف کا حق کیوں کر ادا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ O

ترجمہ: "اور بلند کردیا ہم نے تمھاری خاطر تمھارا ذکر۔" (القرآن)

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کائنات کے تمام صحیفے، تمام آسمانی کتابیں اور عالمِ امکاں تک پھیلی ہوئی وسعتیں رسول کریم ﷺ کی ثناخوانی میں تشنہ کام ہیں۔ نویدِ مسیحا، نورِ مجسم، سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور عدنان حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں۔

فخرِ جہاں، عرش مکاں، شاہِ شہاں، انجمِ تاباں، ماہِ فروزاں، صبحِ درخشاں، جلوۂ ساماں، نورِ بداماں، مونسِ دل شکستگاں، راحت قلوبِ عاشقاں، نورِ دیدہ مشتاقاں، صورتِ صبحِ درخشاں، پشت پناہِ رفتگاں، موجبِ نازِ عارفاں، باعثِ فخرِ صادقاں، رحیمِ بے کساں، حبِ غریباں، شاہِ جناں، جانِ جاناں، قبلہ زہراں، کعبہ قدسیاں، حبیب الرّماں، شفیع الزماں، محبوب ربِ دو جہاں، قاسم علم و عرفاں، راحت قلوب عاشقاں، سرورِ کشوراں، راحت عاصیاں، فخرِ کون و مکاں، شفقتِ پیکراں، شافعِ عاصیاں، حامیِ بے کساں، راحتِ قلبِ و جسم و جاں، شاہِ دوراں، ہادیٔ جہاں، قرارِ بے قراراں، غمگسارِ دل فگاراں، انیسِ بے کساں، چارہ گرِ آزردگاں، سکونِ دردمنداں، راحتِ دل رفتگاں، پناہِ بے پناہاں، نگاہِ بے نگاہاں، دم سازِ غریباں، سروِ خراماں، حارسِ گیہاں، صورتِ صبحِ درخشاں، نیرِ تاباں، ماہِ فروزاں، مہرِ سکوتِ ہفت اختراں، غلغلۂ کون و مکاں، رمزِ کن فکاں، سراجِ سالکاں، شبِ چراغِ رہ نورداں، مبداء کائنات، مخزنِ کائنات، سیدِ کائنات، سرورِ کائنات، مقصدِ حیات، منشائے کائنات، مقصودِ کائنات، اصلِ کائنات، منبعِ فیضات، خلاصۂ موجودات، صاحبِ آیات، صاحبِ معجزات، باعثِ تخلیق

Marfat.com

کائنات، جامع صفات، فخرِ موجودات، ارفع الدرجات، آبیارِ جوئے لطافت، نیسانِ گہر بارِ عنایت، اکمل البرکات، واصلِ ذات، رونقِ منبرِ نبوت، چشمۂ علم وحکمت، نازشِ سندِ امانت، غنچۂ رازِ وحدت، جوہرِ فردِ عزت، ختمِ دورِ رسالت، محبوب ربُ العزت، مالکِ کوثر وجنت، سلطانِ دین وملت، شمعِ بزمِ ہدایت، مخزن اسرارِ ربانی، مرکزِ انوارِ رحمانی، مصدرِ فیوضِ یزدانی، قاسمِ برکاتِ صمدانی، دانشِ برہانی، راہیِ لامکانی، مہرِ نبوت، مہرِ رسالت، مہرِ جلالت، عینِ عدالت، خضرِ دلالت، مہرِ صداقت، مظہرِ رحمت، عینِ عنایت، مخزنِ شفقت، مصدرِ راحت، سرورِ وسعتِ کائنات، نازشِ جملہ موجودات، صدرِ حسنِ کمالات، شمس الضحیٰ، عشق نورِ خدا، بدرالدجیٰ، آفتابِ ہدیٰ، صدرُ العلیٰ، نورُ الہدیٰ، کیف الوریٰ، صاحب جود وسخا، ابرِ لطف وعطاء، خواجۂ دوسراء، بحرِ جود وسخا، اعتمادِ شفاء، پیکرِ تسلیم ورضا، محرمِ اسرارِ حرا، سید وآقا، کعبۂ اصفیاء، قبلۂ اغنیاء، مجسم روح افزاء، سرورِ انبیاء، حسنِ صبر ورضا، خوش اداء، شمسِ غارِ حرا، راسِ عدل وقضاء، دستِ عطاء، نیسانِ سخاء، بےغرض وبےریاء، باحیاء وباصفاء، پارسِ مصطفیٰ، سرفرازِ رضا، تاجدارِ غناء، سدرۃُ المنتہیٰ، صاحبِ رشد وہدیٰ، مظہرِ ربِ نورِ العلیٰ، وجہِ تخلیق ارض وسماء، جلوۂ حق نماء، سیدِ الانبیاء، نورِ راہِ ہدیٰ، مطلعِ دلکشاء، نورُ العلیٰ، مقطعِ جاں فزاء، سرورِ الانبیاء، رہبرِ اولیاء، روحِ ارض وسماء، شارعِ لاالٰہ، خاتم الانبیاء، چشمِ امواجِ بقاء، جانِ صبح ومسا، چشمِ امواجِ بقا، مطلعِ دل کشا، مطلعِ جاں فزا، شمعِ غارِ حرا، قبلۂ اغنیا، کعبۂ اصفیا، ابرِ لطف وعطا، جلوۂ حق نما،

حاملِ قرآن، باطنِ قرآن، ناطقِ قرآن، حبیبِ الرحمٰن، مفسرِ قرآن، سید الطیبین، خطیب النبیین، امامُ المتقین، امامُ العالمین، اول المسلمین، محبوبِ ربُ العالمین، سید المرسلین، خاتمُ النبیین، نورُ المبین، رحمت للعالمین، مظہرِ اولین، صحتِ آفرین، آبروئے زمین، اکرم الاکرمین، مرادُ المشتاقین، شمسُ العارفین، سید العارفین، سراجُ السالکین، مصباحُ المقربین، محبُ الفقراء والغرباء والمساکین، وارثِ علمِ اولین وآخرین، مورثِ کمالات آفرین، صادق وامین، مفسرِ قرآن مبین، روشن جبین، سلطانِ دین، سید الثقلین، نبی الحرمین، صاحبِ قاب قوسین، سید الکونین، سرورِ کونین، نورِ ربُ العالمین، حبیبِ ربُ المشرقین والمغربین، خاتم المرسلین، گنجِ نورِ مبین، آبروئے زمین، اولادِ آدم فتحِ مبین، مورثِ کمالات اولین وآخرین

سید الابرار، احمد مختار، مدنی تاجدار، حبیبِ غفار، محبوبِ ستار، خاصۂ کردگار، شفیعِ یومِ قرار، صدرِ انجمن لیل ونہار، آفتابِ نوبہار، خوشبوئے سدا بہار، ساقیِ کوثر، شفیعِ محشر، بدرِ منور، حامیِ مضطر، روحِ مصور، مرسلِ داور، زینت معشر، سرورِ عالم، مونسِ آدم، قبلۂ عالم، فخرِ دو عالم، مرسلِ خاتم، کعبۂ اعظم، جانِ مجسم، نورِ مجسم، خیر مجسم، صدرِ مکرم،

Marfat.com

نورِ مقدم، نیرِ اعظم، مرکزِ عالم، وارثِ زمزم، باعثِ تخلیقِ لوح وقلم، قبلۂ عرب وعجم، شفیعِ اُمم، صاحبِ لوح وقلم، سیدِ عرب وعجم، صاحبِ جودوکرم، وجۂ بارانِ کرم، قسیم وجسیم، رؤف الرحیم، خلیل حکیم، خیر الامم، منبرِ جود الکرم، شہرِ یارِ حرم، سحابِ کرم، مہرِ کرم، گنجِ نعم، شاہِ اُمم، صاحبِ لوح وقلم، سیدِ عرب وعجم، صاحبِ جودوکرم، تسنیم ووسیم، شہرِ یارِ حرم، عفتِ مریم، طرح دارِ عرب، نگاہِ شریعت، قائدِ فوجِ اسلام، دافعِ جیوشِ اصنام، رشکِ مسیح وکلیم، اخترِ برجِ دلبری، خورشید سا، صاحبُ التاج، صاحبُ المعراج، صاحبُ البراق، ہمدمِ نوح، رہبرِ خضر، رہبرِ موسیٰ، ہادیٔ عیسیٰ، شانِ کریمی، خلقِ خلیلی، نطقِ کلیمی، زہدِ مسیحا، مدثر ومزمل، مزمل ومرسل، انتہائے کمال، منتہائے جمال، منبعِ خوبی وکمال، بے نظیر وبے مثال، محبوبِ ربِ لم یزل، اشرف واکمل، احسن واجمل، احمدِ مرسل، مظہرِ اوّل، کامل واکمل، ہم سفرِ جبرائیلؑ اور فخرِ ذبیح خلیل نے اپنے خالق ومالک کے احکامات کی تعمیل میں وہ کچھ کر دکھایا جو قدرت کو منظور تھا۔

زندگی ختم ہوئی اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

حضرت عبدالمطلب نے عبداللہ کے لختِ جگر کی اس امانت کا نام ''محمد ﷺ'' رکھا۔ محمد کے معانی جس کی تعریف کی جائے۔ جو سب کا منظورِ نظر ہو۔ عبدالمطلب سے نام کے بارے میں کئی احباب نے استفسار کیا۔ اُنھوں نے ایک ہی جواب دیا کہ خاندانی روایات سے ہٹ کر عبداللہ کے بیٹے کا نام محمد اس لیے رکھا ہے کہ یہ خالق ومخلوق میں یکساں عزت کا حامل ہو۔ حضور ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت ﷺ کے عقیقہ کی رسم ادا کی۔ اُونٹ ذبح کر کے کھانے کا اہتمام کیا۔ اہلِ علاقہ نے فخرِ موجودات ﷺ کی پیدائش پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا۔ بقول اقبالؒ:

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟

بی بی حلیمہ کی خوش بختی

اہلِ عرب میں دستور تھا کہ شہر کے امراء وشرفاء اپنے شیر خوار بچوں کی پرورش کے لیے دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کیوں کہ فطرت کا اصل حُسن شہروں کے بجائے دیہاتوں میں زیادہ نمایاں نظر آیا ہے۔ فرحت بخش ہوا، دل کش مناظرِ قدرت اور حدِ نظر پھیلا ہوا سبزہ بچے کے شعور آگہی کو متاثر کرتا ہے۔ مزید

Marfat.com

بر آں کہ بچے فصاحت و جواں مردی کے جوہر سیکھ سکیں۔ وہ دیہی ماحول میں تندرست و توانا رہیں۔ عربی کے ابتدائی رموز بھی بچے اسی ماحول میں سیکھا کرتے تھے۔ دائیوں کے آنے کا وقت اور موسم مقرر تھا۔ دیہاتوں سے عورتیں آیا کرتی تھیں اور پرورش کے لیے بچے لے جایا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت کوئی دائی مکہ میں دستیاب نہ ہوئی۔ اس لیے عبداللہ کے بھائی ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے کچھ دن حضور ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ابتدائی دو تین دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اپنی ماں بی بی آمنہ کے دودھ پر گزارہ کیا۔ ثوبیہ کی خدمات جاری تھیں کہ قبیلہ ہوازن اور بنوسعد خاندان کی خواتین مکہ بچوں کے حصول کے لیے آئیں۔ قبیلہ بنوسعد سے تعلق رکھنے والی دائی بی بی حلیمہ سعدیہ کی طرف کسی نے رجوع نہ کیا۔ علاقہ کی تمام ماؤں نے اپنے بچوں کے لیے دائیوں کا انتخاب کر لیا۔ بچے گود لینے والی خواتین بھی ایسے گھرانوں پر نظر رکھتی تھیں جہاں سے انعام و اکرام ملنے کی توقع رہتی۔ امراء اور روساء کے بچے لے کر سبک رفتاری سے مکہ سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئیں۔ مکہ میں اب ایک درِ یتیم عبداللہ کا فرزند محمد ﷺ باقی رہ گیا یا غریب کمزور اور بے سہارا دائی ابوذویب کی بیٹی حلیمہ سعدیہ کسی بچے سے محروم رہ گئی۔ دائیوں کا خیال تھا کہ یتیم بچے سے کیا مال اور انعام و اکرام مل سکے گا۔ حلیمہ نے اپنے شوہر کی اجازت سے آمنہ کے گوہرِ یکتا کو گود لیا۔ ماں نے خوشی خوشی محمد ﷺ کو حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ دائی حلیمہ کی اُداسی اور مایوسی ختم ہوئی۔ کمزور اور لاغر حلیمہ نے جو نہی نبی معظم ﷺ کو گود لیا تو اُس میں زندگی کی ایک نئی رمق پیدا ہو گئی۔ سوکھے ہوئے پستان قدرتِ الٰہی سے دودھ کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ حلیمہ کی سست رفتار سواری کو شہسوارِ عالم ﷺ مل گئے۔ حلیمہ کی خوش بختی نے اُس کے دروازے پر دستک دی۔ حلیمہ کی اُونٹنی پر تاجدارِ کائنات کا سوار ہونا تھا کہ اُس میں زندگی جاگ گئی۔ میاں بیوی نے اُونٹنی کا دودھ جو خود بخود ٹپک رہا تھا پیا۔ نبوت، میاں بیوی کے درمیان آرام کرنے لگی تو دونوں اتنے سکون سے سوئے کہ زندگی بھر یہ سکون میسر نہ آیا۔ حلیمہ کی اُونٹنی نے مکہ کا رخ کیا تو اُونٹنی کی رفتار قابلِ رشک ہو گئی۔ پہلے روانہ ہونے والی سواریاں پیچھے تھیں اور حلیمہ سب سے آگے۔ حلیمہ پر رحمتِ الٰہی کے خزینے کھل گئے۔ اُس کی خوش حالی اور خوش بختی پر سب حیران و متحیر تھے۔ حلیمہ سعدیہ انھیں اپنا دودھ پلاتیں اور اُن کی بیٹی شیما، حضور پاک ﷺ کے ساتھ کھیل کود کرتیں۔ صحرائی ماحول نے نبیٔ پاک ﷺ کے حسن و جمال اور صحت میں بہت اضافہ کیا۔ دو برس کی رضاعت کے بعد حلیمہ آپ ﷺ کو حضرت بی بی آمنہ کے پاس لے آئیں لیکن مکہ میں پھیلی ہوئی وباء کے پیشِ نظر پھر واپس مکہ لے گئیں۔ چار سال صحراؤں میں بہار پھرتی رہی، صبحِ درخشاں، ماہِ فروزاں، کو صحرائی ماحول نے زندگی کے ابتدائی تجربات سے آشنائی عطا کر دی۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ابتداء ہی سے منفرد اور سراپا غیرت وحمیت کی حامل تھی۔ آپ ﷺ اپنے ہم عمر ساتھیوں سے بہت مختلف تھے۔ شاعر نے اپنے حسنِ تخیل سے آپ ﷺ کی ذاتِ باصفات، نازشِ جملہ موجودات، صدرِ حسنِ کمالات اور مہرِ نبوت ﷺ کو اِن الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اک کیف ونشاطِ روح لیے
آفاق میں پھیلی ہے خوشبو
کیا رنگ ہے بزم آرائی کا
کیا دنیا ہے رعنائی کی
اے حسنِ سراپا صلی علیٰ
اسرارِ حیات کے عقدہ کشا
فردوس نظر، انوار فزا
ہاں مستقبل کی ساری صبحیں
نام انھیں کے لکھی ہیں
یہ منظر تو وہ منظر ہے
ہم نے تو کبھی دیکھا ہی نہیں
دل ہی دل میں کہتی ہے صبا
عظمت والے، سطوت والے

دُرِ یتیم ﷺ کا دوسرا امتحان

ابھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی زیست مثلِ شمع روشن ہوئی تھی کہ گردشِ حالات نے آ گھیرا۔ چھ سال کا بچہ زندگی کے نشیب وفراز کیا سمجھ سکتا ہے؟ میرے آقا مخزنِ شفقت، مصدرِ راحت ﷺ کی زندگی نے چھ سال کی عمر میں ہی کاروانِ حیات میں حالات کی تلخیوں سے نبرد آزما ہونا سیکھ لیا۔ حضرت بی بی آمنہ اپنے شوہر کے مرقد کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ آپ ﷺ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ یوں تو حضرت بی بی آمنہ مخزنِ کائنات کو اُن کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے بارے میں بتایا کرتی تھیں۔ صحابہ کرامؓ بھی اُن کی شخصی عظمت کے رطب اللّسان تھے لیکن آج فلک عجیب منظر دیکھ رہا تھا کہ اکمل البرکات ﷺ اپنے

Marfat.com

والد کی مرقد پر کھڑے شفقتِ پدری کے احساس میں گم ہیں۔شاید آج داغِ یتیمی کا احساس بہت زیادہ دامن گیر ہے۔اس کرب ناک منظر کے بعد فطرت کو ایک امتحان لینا اور مقصود تھا۔بی بی اُم ایمن سفر میں اُن کے ساتھ تھیں۔مدینہ ایک ماہ قیام کے بعد بی بی آمنہ نے مکہ کی طرف واپسی کا سفر اختیار کیا۔مدینہ سے ۲۳ میل کے فاصلے پر ابواء کے مقام پر انھیں بیماری نے آگھیرا۔یہ بیماری اُن کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔صاحب اولاد کسی بچے کی کیفیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں، محسوس کر سکتے ہیں کہ جس بچے کے سامنے اُس کی ماں کو دفن کیا جا رہا ہو۔ایسا بچہ حالات کی تاریکیوں کو اپنے من میں محسوس کرتا ہے۔ابھی والدِ گرامی کی آخری آرام گاہ پر یتیمی کا احساس دامن گیر تھا اور ماں کی شفقت بھی محبوب ربِ دو جہاں ﷺ کے سامنے دم توڑ رہی تھی۔

ظلمتوں میں روشنی کا استعارہ آپ ﷺ ہیں
ہر نظر کے واسطے حسنِ دل آرا آپ ﷺ ہیں

حضرت عبدالمطلب کا سایہ شفقت

دوسروں کے لیے سہارا بننے والی ذات آج نیل گوں آسماں کے نیچے ماں باپ کی شفقت سے محروم کھڑی تھی۔اُم ایمن اور حضورِ پاک ﷺ اب کائنات کی اُس ذات سے محروم ہو چکے تھے جس کی آغوش میں نبوت پروان چڑھ رہی تھی۔اُمِ ایمن آنحضرت ﷺ کو لے کر مکہ پہنچیں تو حضرت عبدالمطلب کے دل میں اس دُرِ یتیم ﷺ کے لیے محبت کے جذبات و احساسات میں مزید اضافہ ہو گیا۔انھیں اُن کی پرورش کا احساس مزید بڑھنے لگا۔حضرت عبدالمطلب کو اپنے پوتے کی فطری محبت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہونے لگی۔ماں باپ سے بچھڑنے کا صدمہ ہر نرم دل میں محسوس ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ سے محبت اور پھر پوتے سے شفقت کے جذبات نے حضرت عبدالمطلب کو "اندر" سے شکست و ریخت کا خوگر بنا دیا۔وہ ۸۰ سال کی عمر میں غموں کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔اب اُن کی عمرِ رواں فخرِ دو عالم، قبلۂ عالم اور مونسِ آدم ﷺ کی تربیت کے لیے تھی۔وہ اپنے یتیم پوتے کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔دادا کی شفقت میں شفیقِ جہاں ﷺ کی ڈھارس بندھی، ماں باپ کے بچھڑنے کی کمی کا احساس کم ہونے لگا۔دادا اور پوتے کا پیار تو مثل ہے۔محبتوں کا یہ سفر ابھی جاری تھا کہ محمد ﷺ کو ایک اور دل خراش منظر دیکھنا پڑا۔باپ کی آخری آرام گاہ، ماں کی محبت کو تہِ خاک دیکھنے کا منظر اور پھر ان مناظر پر فطری طور پر آنکھوں سے بہنے والے آنسو ابھی خشک نہ ہوئے تھے کہ محبت دادا بھی سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔صرف آٹھ سال کی عمر میں معصوم کائنات ﷺ

Marfat.com

نے تین بڑے سانحات دیکھ لیے۔قدرت کے امتحانات اور فخرِ کائنات ﷺ کی برداشت کو زمانہ کیسے بھول سکتا ہے۔حضرت عبدالمطلب کے بچھڑنے سے آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو گیا۔

حضور ﷺ کے چچا ابو طالب کی محبت

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے حضرت عبدالمطلب کے بچھڑ جانے کے بعد آپ ﷺ کی سرپرستی کا آغاز کیا۔خاندانی ،سماجی ،معاشی اور معاشرتی زیروبم کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے حارث اور حضرت عباسؓ نے پرورش کی یہ سعادت حاصل نہ کی۔ابو طالب زیرک ،فہیم ،جرأت منداور فیصلہ مند شخصیت کے حامل تھے۔سیرت کی کچھ کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ملکِ عدم (انتقال) جانے سے قبل آنحضرت ﷺ کو ابو طالب کے سپرد کر دیا تھا۔حضرت عبداللہ اور ابو طالب ماں جائے بھائی تھے۔اس لیے انھوں نے سیدِ کائنات ﷺ کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ شفقت اور محبت سے نوازا۔ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو پرکھ لیا تھا۔اُن کے بے مثال سلوک اور رویوں سے بہت متاثر تھے۔مجسم روح افزاء ﷺ سب کا احترام کرتے اور لوگوں کے اذہان وقلوب تسخیر کر لیتے۔

تو حسن عالم امکاں تو زندگی کا جمال
ترے وجود نے بخشا ہے آدمی کو کمال
ازل سے تا با ابد کون ترا ہم سر ہے
زمانے بھر میں کہاں مل سکے گی تیری مثال

صورتِ صبحِ درخشاں ﷺ کا پہلا سفرِ شام

عرب کے تجارتی قافلوں کے آمدورفت کا سلسلہ جاری وساری رہتا تھا۔ابو طالب بھی خاندانی روایات کے مطابق تجارت ہی کیا کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ جسمانی و ذہنی اعتبار سے بہت توانا تھے۔عقل وخرد کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔کم عمری میں ہی زیست کی ٹھوکروں نے انھیں شعور کی دولت سے فیض یاب کر دیا تھا۔ابو طالب تجارت کی غرض سے شام کے تجارتی قافلے کے ساتھ عازمِ سفر ہونا چاہتے تھے کہ قاسم علم و عرفاں آنحضرت ﷺ بھی تیار ہو گئے۔حضور ﷺ کی عمر ابھی تقریباً بارہ سال ہوئی تھی۔سفر کی پریشانیوں اور صعوبتوں سے نا آشنا تھے۔ابو طالب آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے پر رضا مند نہ تھے کہ چراغِ رہ نورداں اپنے چچا ابو طالب سے لپٹ گئے۔بار بار اصرار کرنے پر ابو طالب انھیں سفرِ شام پر اپنے ہمراہ لے

Marfat.com

گئے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا پہلا تجارتی سفر تھا۔ حضور ﷺ راستے میں جو کچھ دیکھتے اُس پر غور وخوض فرماتے۔ چلتے ہوئے راستے آنحضرت ﷺ کے لیے خزینۂ معلومات ثابت ہو رہے تھے۔ راستے کے مناظر چشمِ آنحضرت ﷺ سے ذہن کے کینوس پر اثرات مرتب کر رہے تھے۔ بزرگوں کی گفتگو سماعتوں سے گزر کر دل کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ وقت گزر رہا تھا۔ قافلہ سوئے منزل رواں تھا۔ مختلف راہوں سے ہوتے ہوئے مسافر شام تک پہنچ گئے اور شہر بصریٰ میں قیام پذیر ہوئے۔ ابو طالب دورانِ سفر آپ ﷺ کی غیر معمولی حرکات وسکنات دیکھتے رہے جو عام بچوں سے بالکل مختلف اور معنی خیز ہیں۔

بحیرہ راہب کی نظریں حضور ﷺ پر

بصریٰ میں قیام کے دوران تاجر حضرات بحیرہ نامی راہب سے ملے جس کے گرجا گھر کے قریب سایہ دار درخت تھے۔ تاجروں نے کچھ دیر استراحت کی اور پھر کاروباری سلسلے شروع ہو گئے۔ بحیرہ کے ملازم نے تاجر حضرات کو دعوتِ طعام دی۔ سبھی تاجر چلے گئے لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ وہیں ٹھہرے رہے۔ بحیرہ نے استفسار کیا کہ وہ بچہ کدھر ہے؟ مزید براں بحیرہ سے سوال کیا گیا کہ قبل ازیں اس قسم کی دعوت کا اہتمام نہیں کیا گیا آج کیا خاص بات ہے۔ بحیرہ کی نظریں آنحضرت ﷺ پر تھیں۔ وہ مہرِ نبوت ﷺ کو بغور دیکھتا رہا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ تناول کے بعد بحیرہ نے ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انھوں نے فرمایا! میرا بیٹا۔ بحیرہ کے اصرار کرنے پر ابو طالب نے جامع صفات ﷺ بچے کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کیں۔ بحیرہ نے کہا کہ اس بچے میں وہ تمام خوبیاں اور نشانیاں موجود ہیں۔ جو آنے والے نبی کے بارے میں بتائی گئی ہیں۔ بحیرہ نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ وہ بچے کو یہودیوں سے محفوظ رکھیں کیوں کہ اگر وہ انھیں پہچان پائے تو ان کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ ''آپ کا یہ بھتیجا کائنات کا عظیم انسان بنے گا۔'' حضرت ابو طالب یہ سب کچھ سن کر متحیر تھے۔ بحیرہ کی پیشین گوئی اُن کے شعور اور تحت الشعور پر بازگشت بن رہی تھی۔ ابو طالب کے شعور میں بحیرہ کی باتیں اور نظروں کے سامنے بھتیجے کا پُر نور چہرہ تھا۔ تجربہ میرا اُستاد ہے، ٹھوکریں میری تعلیم کے مصداق نبی معظم ﷺ نے اس سفر کی آمد و رفت میں بہت سے تجربات کشید کیے۔ انھوں نے عرب کے وسیع وعریض علاقہ جات دیکھے، فطرت کا جوبن نظروں سے گزرا، سرزمینِ طائف کی بہاروں سے لطف اندوز ہوئے۔ مختلف عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ملاقات کی مشاہدات و تجربات سے بھرپور سفر نے

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کے ذہن پر بہت سے اثرات مرتب کیے۔ابو طالب نے مالِ تجارت فروخت کیا اور پھر واپس مکہ چلے آئے۔حق و باطل کی کش مکش ہمیشہ سے جاری ہے۔بچپن کا زمانہ کیوں، کیوں کر اور کیسے سوالات سے گزرتا ہے۔آنحضرت ﷺ بھی اس سفر کے دوران اسی مرحلے سے گزرتے رہے۔آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا، جو محسوس کیا، جو سنا، جو پرکھا، اُسے سپردِ ذہن کیا۔ابو طالب مکہ واپس پہنچ کر آپ ﷺ پر خصوصی توجہ دینے لگے۔بحیرہ راہب کی نشان دہی اور پیشین گوئی صورت مہتاب اُن کے ساتھ چلتی رہی۔

مکہ کی معاشرتی سرگرمیاں

مکہ مختلف سرگرمیوں کا مرکز بنا رہتا۔شعر وسخن کی محافل برپا ہوتیں۔زور آزمائی کے معرکے منظرِ عام پر آتے۔بازار انواع واقسام کی چیزوں سے بھرے ہوتے۔رنگین بہار دیکھنے کو نظر آتی۔دور دراز سے لوگ خرید و فروخت کے لیے یہاں پہنچتے۔عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز عرب کے مشہور بازار تھے۔یہ بازار مکہ کے قریب ہی چہل پہل کا مرکز سمجھے جاتے۔رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے مہینوں کو حرمت کا درجہ دیا جاتا۔مذکورہ مہینوں میں جنگ وجدل، قتل و غارت کو ممنوع سمجھا جاتا۔ ان مہینوں میں خاندانی دشمنیاں اور انتقامی کارروائیاں بجھی ہوئی آگ کی مانند ہوتیں۔مکہ کے اس ماحول میں خطابت کی آزادی رہتی۔ ہر ایک کو مافی الضمیر کے اظہار کا موقع میسر آتا۔حرمت کے یہ مہینے مسرت وشادمانی کا پیغام ثابت ہوتے۔شراب وکباب، رقص وسرور، داستان گوئی، لطیفہ بازی، مختلف کھیلوں کے مقابلے اور تفریحی پروگراموں کی بزم آرائی بھی کی جاتی۔مذکورہ مہینوں میں میلوں کا اہتمام ایک روایت تھی۔تجارت کے علاوہ مختلف قسم کے بت اور مورتیاں فروخت کرنے کا اہتمام بھی ہوتا۔یہود ونصاریٰ اِن میلوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تبلیغ کا کام بھی لیتے۔ المختصر مذکورہ چار ماہ میلوں ٹھیلوں کے لیے وقف نظر آتے۔قرب وجوار کے ممالک سے تاجر کپڑا، چمڑا اور لکڑی کا سامان فروخت کرنے کے لیے ضرور آتے۔آنحضرت ﷺ کا طرزِ زندگی سب سے مختلف تھا۔کھیل تماشوں، فضولیات اور دروغ گوئی سے لاتعلق تھے۔حضور ﷺ کے ذہن پر ایک ہی بات منعکس تھی کہ کائنات کیا ہے؟ اس کا خالق و مالک کون ہے؟ تحقیق اور نتیجہ تک پہنچنے کی دھن آنحضرت ﷺ پر ہمیشہ سوار رہتی۔

آپ ﷺ بھی اپنے متعلقین کے ساتھ بازار جاتے ،لیکن وہ اس جمِ غفیر میں حق تلاش کرتے۔حق سچ کا راستہ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد ہوتا۔جب اپنی ذات کے غارِ حرا میں بیٹھتے تو مراقبہ

Marfat.com

فرماتے۔ عقل و خرد کی عدالت میں دن بھر کے مشاہدات پیش کرتے اور آنحضرت ﷺ تنہائی کے لمحات میں واقعات کے ساتھ سیر کرتے۔ آپ ﷺ کو بکریاں چرانے کا شوق تھا۔ بکریوں کے ریوڑ سامنے اور حضور ﷺ بکریوں کی نگرانی کرتے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے۔ عرب کے صحرا، اُونچے نیچے راستے، کہیں کہیں سبزہ اور سر پر دھوپ کا سائبان۔ ابرِ لطف و عطاء، محمد مصطفیٰ ﷺ بکریوں کو چرانے میں لطف محسوس کرتے۔ اگر کہیں بیٹھ جاتے تو پھر سامنے پھیلی ہوئی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹتے رہتے۔ لڑکپن کے دن، خواب دیکھنے کی راتیں، کچھ کرنے کا وقت، سمجھنے کی عمر، جواں جذبے، پروان چڑھتی اُمنگیں لیکن مبداء کائنات ﷺ کو فضولیات سے لاتعلقی، بس کائنات کے سربستہ راز جاننے کی دھن۔ یاد رہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ معاشرتی زندگی سے لاتعلق تھے۔ بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے شفقت، بیواؤں کی مدد، رزقِ حلال کا حصول، حاجت مندوں کے کام کاج میں دلچسپی، اہلِ خانہ کے ساتھ اُن کی سرگرمیوں کی حصہ داری، اُن کے معمولات میں شامل رہیں۔ آپ ﷺ محنت کے خوگر، شرم و حیا کے پیکر اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ سچ گوئی، دل جوئی اور پارسائی ابتداء ہی سے آپ ﷺ کی شخصیت کے اعلیٰ اوصاف تھے۔ اہلِ مکہ آپ ﷺ کو ''صادق'' اور ''امین'' کے خطابات دے چکے تھے۔ یہ خطابات آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور حسنِ کمال کے لیے کم تھے۔ آپ ﷺ کی ذات تو خطابات سے بالاتر اور صدرِ حسنِ کمالات تھی۔ اپنے گرد پھیلے ہوئے تربیتی ماحول میں آپ ﷺ نے صحت مندانہ سرگرمیوں میں دلچسپی لی پہلے تیر اندازی اور پھر فنِ سپہ گری میں مہارت حاصل کی۔ آپ ﷺ وقت اور وعدے کے سختی سے پابند تھے۔ اسی وقت اور وعدے کی پابندی نے آپ ﷺ صادق وامین کی مہرِ حقیقت عطا کی۔ اُصولوں، وعدوں اور وقت کی پابندی نے آپ ﷺ کی راہیں کامیابی کے لیے کشادہ کر دیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو لڑکپن میں ہی منظرِ عام پر آیا اور وہ بے خوفی تھا۔ جوانی ہی میں آپ ﷺ ہر مرحلہ پر صبر و تحمل، صبر و رضا، جرأت، بہادری، ایثار، اخوت، مروت، امانت، دیانت، شجاعت اور بے خوف اندازِ زندگی کا مظاہرہ فرماتے۔

جنگ فجار

پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ عرب میں رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم حرمت کے مہینے تصور کیے جاتے۔

Marfat.com

ان مہینوں میں چار میلوں کا اہتمام ہوتا جس سے معاشرتی اور معاشی فائدے حاصل ہوتے۔ حرمت کے ان مہینوں کی پاس داری بالائے طاق رکھتے ہوئے براض بن قیس کنانی نے عروۃ الرجال بن عتبہ ہوازنی کو قتل کر دیا۔ قریش اور ہوازن کے درمیان جنگ ہوئی، جسے جنگِ فجار کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی اپنے چچاؤں کے شانہ بشانہ اس جنگ میں حصہ لیا۔ بنی ہوازن کے ایک گروہ نے قریش پر حملہ کیا۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس لیے اُنھوں نے حرم میں پناہ لی۔ یہ جنگ تقریباً چار برس تک جاری رہی۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ فجار میں کس انداز سے حصہ لیا۔ اس ضمن میں اختلافات موجود ہیں۔ جو سیرت کی مختلف کتابوں میں درج ہیں۔

معاہدۂ حلف الفضول

جنگ فجار کے بعد سنجیدہ طبقہ امن کی آواز بلند کرنے لگا۔ جانی و مالی نقصان کے بعد صلح، امن اور بھائی چارے کی فضاء قائم کرنے کے لیے فریقین نے ایک معاہدہ "حلف الفضول" کا اہتمام کیا۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر قریش جمع ہوئے۔ امن بحال کرنے کے لیے اعلان ہوا "ہم سب لوگ ہر مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کا حق اُسے دلا کر رہیں گے۔" نبیٔ پاک ﷺ نے اس معاہدے میں شرکت کی۔ مورخین کا خیال ہے کہ جنگ وجدل اور قریش میں یہ کشمکش ہاشم اور عبدالمطلب کی زندگیوں کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ اُن کے ادوار میں امن اور خیر سگالی کے جذبات پائے جاتے تھے۔

حلف الفضول کے بعد اہلِ کفار کی فضولیات

چار سال حالتِ جنگ کے بعد "دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو" کے مصداق قریش پھر پرانی روش پر آ گئے۔ فحاشی، بے حیائی، عریانی، شراب و کباب کی محفلیں، دادِ عیش کے مزے، جوئے کے بازار، سود خوری، خواتین کے ساتھ جنسی بے راہ روی، المختصر اخلاقی پامالی اور اخلاقی بے راہ روی کی وہی روش۔

آفتاب ہدیٰ، اسرارِ ربانی، انوارِ رحمانی، نبیٔ پاک ﷺ کے صبح و شام اُسی انداز میں رہے۔ آپ ﷺ اس ہنگامہ آرائی سے بہت دور انہماک کے ساتھ صحرانوردی، تنہائی اور مراقبے کی کیفیت میں وقت گزارتے۔ آپ ﷺ کی نظریں کائنات کی لامحدود وسعتوں کو جانچنے پرکھنے میں لگی رہتیں۔ آپ ﷺ کو ایک ہی دھن تھی کہ معرفت کا فیضان کس طرح حاصل ہو۔ انسان، کائنات، خودی اور اسرارِ جہاں تلاش کرنے کی کوشش۔

Marfat.com

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
(اقبال)

آپ ﷺ آنکھ کے تل میں فلک کے سربستہ راز سمیٹنے کی کوشش میں رہتے۔ آپ ﷺ کو ایسی روشنی درکار تھی جو حقیقتوں کو منکشف کرے۔ آپ ﷺ ظاہری عیش ونشاط اور لذتوں سے ماورا عرفانِ الٰہی کے متلاشی تھے۔ آپ ﷺ کی شخصی عظمت، شرافت، امانت، دیانت، حسنِ اخلاق، خلوص، محنت، صبر وتحمل، رواداری، انکساری، عاجزی اور لین دین کے سب قائل ہوگئے۔ ابو طالب اپنے بھتیجے کے بارے میں بحیرہ راہب کی پیش گوئی سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی بہت حفاظت کرتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت

آنحضرت ﷺ سے وابستہ احباب معاشی حالت بہتر بنانے کی فکر میں لگے رہتے۔ بکریاں چرانے کی آمدنی بہت قلیل تھی۔ ابو طالب کو آپ ﷺ کے بارے میں تشویش تھی کہ آپ ﷺ کون سا کاروبارِ حیات پسند فرمائیں گے۔ ابو طالب نے سوچا کہ آپ ﷺ کو تجارت کرنے کے لیے رضامند کیا جائے تاکہ آپ ﷺ خاندانی روایات کے مطابق تجارت کو فروغ دے سکیں۔ چچا کی خواہش پر آپ ﷺ تجارت کے لیے تیار ہوگئے۔ ابو طالب نے آپ ﷺ سے رائے طلب کی کہ کیا آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے جانے کے لیے رضامند ہیں؟ آپ ﷺ نے چچا کے حکم کی تکمیل میں سر جھکا لیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ میں ایک اُونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں قُصَی تک پہنچتے ہوئے آپ ﷺ سے ملتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک شریف اور باعزت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ علاقہ میں اپنی شرافت اور دیانت کی بنا پر اُنھیں ''طاہرہ'' کا لقب دیا گیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ بعدازاں عقدِ ثانی کیا تو دوسرے شریکِ سفر بھی داغِ جدائی دے گئے۔ یکے بعد دیگرے دو حادثات کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تنہائی کی خوگر ہوگئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد مکہ کے نامی گرامی شخص تھے۔ تجارتی حلقوں میں اُنھیں عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ تجارتی حلقوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مقبول تھیں۔ اُن کے کاربار کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف حضرت ابو طالب اپنے بھتیجے کے لیے

Marfat.com

سرگرداں تھے تو دوسری طرف حضرت خدیجہؓ کو مالِ تجارت کے لیے کسی ایمان دار شخص کی تلاش تھی۔

وہ جس کو تھی تلاش کسی جاں نثار کی
مجھ کو بھی انتظار اُسی ہم سفر کا تھا

(تبسم)

جب ابو طالب نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں حضرت خدیجہؓ سے تجارتی سامان کا تذکرہ کیا تو اُنھوں نے فوراً حامی بھرلی۔ چار اُونٹ بطور اُجرت طے ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کو ابو طالب کے قبیلے اور آنحضرت ﷺ کے صادق و امین ہونے کے بارے میں پہلے ہی بہت سی معلومات موجود تھیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ تقریباً ۲۴ سال کی عمر مبارک میں بحیثیت تاجر، حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔ رخصت کے وقت ابو طالب نے بھتیجے کو بڑے پیار اور شفقت سے الوداع کیا۔ میسرہ کو ہدایت کی کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا دورانِ سفر خاص خیال رکھے۔ ابو طالب نے دُعا دی کہ خدا سفر کو مبارک کرے، تجارت میں خوب برکت ہوئی اور آپ ﷺ بخیریت واپس ہوئے۔ سفرِ شام نے ماضی کے نقوش پھر تازہ کر دیے۔ اس سے پہلے بارہ سال کی عمر میں حضور ﷺ انہی راستوں سے گزرے تھے۔ مدین، القریٰ راستے کے کھنڈرات مختلف اقوام کے علاقہ جات بارہ برس کے بعد بھی ابو طالب کے ساتھ کیا ہوا سفر اپنی یادیں لیے آنکھوں کے سامنے تھا۔ بصریٰ عارضی قیام کے وقت آپ ﷺ ایک بڑے درخت تلے کچھ دیر کے لیے بیٹھ گئے۔ میسرہ ضروری کام میں مشغول ہوگیا کہ اچانک قریبی گرجا سے نسطورا راہب نے میسرہ سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں استفسار کیا۔ میسرہ نے آنحضرت ﷺ کے تمام اوصاف حمیدہ بتا دیے۔ نسطورا راہب آپ ﷺ کے قریب آنے کا خواہش مند تھا۔ نسطورا نے میسرہ کو بتایا کہ اِن خوبیوں کا حامل نبی ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے کچھ دیر عیسائی عالم سے تصوراتِ کائنات کے مطالعہ اور اسرار و رموز کے بارے میں بات کی۔ میسرہ آپ ﷺ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ میسرہ کی نظریں رمزِ کن فکاں، سراجِ سالکاں، محمد مصطفیٰ ﷺ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی دیانت، راست بازی، ایمان داری، منزہ شخصیت، پاک بازی، نرم خوئی، راست گوئی، خوش خلقی، فہم و فراست اور بصیرت کا قائل ہوگیا۔ حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت اچھے منافع سے فروخت ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے اُن اشیاء کی خریداری بھی کر لی جو حضرت خدیجہؓ نے آغازِ سفر میں کہی تھیں۔ میسرہ متحیر تھا کہ اس سفر میں ضرورت

Marfat.com

سے زیادہ منافع اور برکت حاصل ہوئی۔ جب قافلہ مکہ کے قریب ایک وادی ''مرالظہران'' کے پاس پہنچا تو میسرہ نے خواہش ظاہر کی کہ آپ ﷺ فوراً حضرت خدیجہؓ کے پاس جائیں اور اُنھیں اپنی کامیابی سے آگاہ کریں۔ میسرہ کو یقین تھا کہ حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کو انعام واکرام سے نوازیں گی۔

حضرت خدیجہؓ کے دل میں محسنِ انسانیت ﷺ کی محبت

محبت دو دلوں کے درمیان ایک روحانی رشتہ ہے۔ سونے کی زنجیر ہے جو خلوص اور اپنائیت سے دو دلوں کا بندھن بنتی ہے۔ پیار خودرو پودا ہے۔ جو عقیدت واحترام کی زمین پر اخلاص کے پانی سے پروان چڑھتا ہے۔ کچھ ایسا ہی منظر چشمِ فلک نے دیکھا۔ ایک طرف حضرت خدیجہؓ مکان کی چھت پر نیل گوں آسمان کو دیکھ رہی ہیں۔ ہوا کے دبیز جھونکے اُنھیں گدگدا رہے ہیں۔ طبیعت میں عجیب ہل چل ہے۔ دوسری طرف محبوب الٰہی ﷺ اپنی اُونٹنی پر سوار من میں خوشیاں سمائے، طبیعت میں کامیابیوں کی رمق لیے صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے، ہواؤں کے دامن سے گزرتے ہوئے، ریگ زارِ صحرا کو روندتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے دولت کدہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی نظریں دور صحرا سے آتے ہوئے سوار کو ڈھونڈ رہی ہیں اور دوسری طرف شہ سوارِ عالم ﷺ نویدِ کامیابی لیے ہوئے منزل کی طرف آرہے ہیں۔ دونوں طرف ایک عجیب کشمکش ہے۔ ایک اضطراب، ایک عقیدت اور ایک کشش۔۔ حضور ﷺ جونہی گھر کے قریب پہنچے حضرت خدیجہؓ پہچان گئیں کہ صادق وامین محمد ﷺ پہنچ چکے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کا پرتپاک اور پُرخلوص استقبال کیا۔ ارفع الدرجات، آبیارِ جوئے لطافت، محمد ﷺ نے تجارتی سفر کی ساری کارگزاری اور توقع سے زیادہ منافع کی خوش خبری سنادی۔ دوسری جانب حضرت خدیجہؓ، حضور ﷺ کی پُرکیف آواز سے مسحور ہورہی تھیں۔ یہ خوش کلامی اُن کی سماعتوں سے، اُن کے دل کے دروازے کھول رہی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی بے کیف زندگی کو مدت بعد کیف محسوس ہونے لگا۔ سالارِ اقلیم وادراک ﷺ نے پہلی ہی ملاقات میں حضرت خدیجہؓ کو تسخیر کرلیا۔ وہ آپ ﷺ کی حسین وجمیل اور شکیل وقتیل ہستی کی گرویدہ ہوگئیں۔ اُن کی خوابیدہ خواہشاتِ زندگی بیدار ہونے لگیں۔ مزید برآں میسرہ نے حالِ سفر کا لمحہ لمحہ یوں بیان کیا کہ حضرت خدیجہؓ کا دل خوشی سے مچلنے لگا۔ مسرت وشادمانی کے جذبات بے قابو تھے۔ راہب نسطورا کی پیش گوئی سن کر حضرت خدیجہؓ حیران ومتحیر ہوگئیں۔ میسرہ نے یہ بھی بتایا کہ سفر کے دوران اُس کے دو اُونٹ چلنے سے قاصر ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے تو اُونٹوں کے پیروں کو رگڑا اور پھر نکیل پکڑ کر چلنے لگے۔ اُونٹ آپ ﷺ کے ہمراہ یوں عازمِ سفر ہوئے کہ جیسے

Marfat.com

اُنھیں کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان باتوں نے حضرت خدیجہؓ کے شعور کو ہلا کر رکھ دیا۔ تجارتی سرگرمیوں کے علاوہ اب اُٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے اور دیگر معاملات میں آپ ﷺ کا چہرۂ مہتاب اُن کی نظروں کے سامنے ہوتا۔ جو دوست ملتیں انھیں حضور ﷺ کی صفات بتا کر اپنے دل میں چھپے جذبوں کا اظہار کرتیں۔ یوں تو قریش کے بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کے لیے نکاح کرنے کی کئی پیش کش آ رہی تھیں لیکن حضرت خدیجہؓ نے سب کو نظر انداز کر دیا۔ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ کہ ایک طرف جاہ و حشمت اور دولت و ثروت کی ریل پیل میں گھری حضرت خدیجہؓ اور دوسری طرف درِ یتیم ﷺ جس نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں ہل چل مچا دی۔ حضرت خدیجہؓ نے دل کا راز چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن

لاکھ چھپائی پر یہ محبت نہ چھپ سکی
آنکھوں نے رو کر درد کا اظہار کر دیا

معدنِ جود و سخا ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح

اُنؓ کی ایک دوست نفیسہ نے حضرت خدیجہؓ کو حضور پاک ﷺ سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت خدیجہؓ رضا مند ہو گئیں اور نفیسہ نے حضرت خدیجہؓ کی طرف سے اصلِ کائنات آنحضرت ﷺ کو نکاح کی پیش کش کر دی۔

آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے اخلاق، ایمان داری، دیانت داری اور سمجھ بوجھ کے قائل ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ بات ابو طالب کے گوش گزار کر دی۔ ابو طالب کے بھائی اور دیگر احباب قریش کی معزز ترین خاتون، مال و دولت کی حامل کے رشتے سے کیسے انکار کرتے؟ ابو طالب اور حضرت حمزہؓ معززین مکہ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ۲۰ اُونٹ حق مہر مقرر ہوا اور حضرت خدیجہؓ کا نکاح نیرِ تاباں ﷺ کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ یہ رقم اُس وقت کے ۵۰۰ درہم شرعی کے برابر تصور کی جاتی ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کے برابر ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے یہ مقدس ترین تقریب سادگی کے ساتھ منعقد ہوئی۔ شادی کے وقت حضور پاک ﷺ کی عمر ۲۴ سال ۲ ماہ اور ۱۰ دن جب کہ حضرت خدیجہؓ ۴۰ کی تھیں۔ عمروں میں تفاوت کے باوجود حضرت خدیجہؓ اور نبی پاک ﷺ میں محبتوں، برکتوں اور رحمتوں کے چشمے اُبلنے لگے۔ حضرت خدیجہؓ ایک سلیقہ شعار، فرض شناس، وفادار، وفا شعار اور مخلص بیوی ثابت

Marfat.com

ہوئیں۔ چراغ راہِ نورداں، محبوب حق ﷺ ایک قابل مثال شریک سفر تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ مہمان نوازی، تواضع، عبادات، ریاضت، رہن سہن اور حسنِ کلام کے اعتبار سے دونوں شانہ بشانہ کام کرتے۔ حضرت خدیجہؓ خوش بخت ثابت ہوئیں جن کے شریک سفر کائنات کے گوہر بارِ عنایت ہیں۔ حسنِ ظرافت، حسنِ لطافت، حسنِ تبسم اور حسنِ مسکراہٹ نے ایک دوسرے کی زندگی کو پُر کیف بنا دیا۔ یہ میل جول اور حسنِ تعلق لوگوں کے لیے مثال بن گیا۔ حضور ﷺ اہم ترین معاملات میں حضرت خدیجہؓ سے مشاورت فرماتے۔ ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہؓ کو نبی پاک ﷺ کے نبی ہونے کے حوالے سے جو بشارتیں کی تھیں وہ حضرت خدیجہؓ کے شعور پر نقش رہتیں۔

تعمیر کعبہ

کعبہ اہل عرب کا مقدس مقام رہا۔ یہ نا صرف عبادت خانہ تھا بلکہ اس کے قرب وجوار میں تجارتی مراکز بھی تھے۔ ان مراکز پر بڑے بڑے تاجر خرید وفروخت کرتے اور معاشی طور پر فعال ہو جاتے۔ مکہ چوں کہ پہاڑی سلسلوں کے حصار میں تھا اور کعبہ اُس کے دامن میں گھرا ہوا تھا۔ کعبہ کی دیواریں چھوٹی اور چھتوں سے آزاد تھیں۔ جب بھی بارش برستی شہر بھر میں پانی جمع ہو جاتا اور یہ پانی اپنا راستہ تراشتے ہوئے کعبہ کے اندر بھی پہنچ جاتا۔ ان بارشوں کے وجہ سے کعبہ کی دیواریں بوسیدہ اور خستہ حال تھیں۔ مختلف کتب میں کعبہ کی تعمیر کے حوالے سے لاتعداد معلومات ملتی ہیں۔ ان معلومات کے اشتراک سے پتا چلتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر پانچ مرتبہ ہوئی۔ ربِ کائنات کے حکم سے کعبہ کی پہلی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے حصے میں آئی۔ حضرت جبرائیلؑ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا۔ جب تعمیری مراحل مکمل ہوئے تو حضرت آدمؑ کو خانہ کعبہ کے طواف کرنے کا حکم ملا اور یہ ارشاد ہوا کہ تم اوّلین انسان ہو اور یہ پہلا اللہ کا گھر ہے جسے عبادت و ریاضت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ربِ کریم کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ بیت اللہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے بنیادوں کی نشان دہی کی۔ آنحضرت ﷺ جب ۳۵ سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ چوتھی بار عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیت اللہ کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ پانچویں بار یہ شرف حجاج بن یوسف کو حاصل ہوا۔

آنحضرت ﷺ بعثت نبوی سے ۵ سال قبل مکہ میں مقبول ترین شخصیت کے طور پر منظرِ عام پر آچکے تھے۔ ۱۸ قبل ہجرت بمطابق ۶۰۵ء کعبہ کی دیواریں خستہ حال ہو چکی تھیں۔ بارشوں اور سیلابوں کی وجہ سے

Marfat.com

دیواروں میں سوراخ ہو چکے تھے۔ کعبہ مکہ والوں کے لیے اُن کی اُمیدوں کا مرکز اور اُن کی معیشت کا منبع تھا۔ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے بارے میں سب کا خیال تھا لیکن کعبہ کو گرانے کے تصور سے سب گھبراتے تھے۔ کعبہ کی عمارت کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لیے سازوسامان کے بارے میں غور وفکر جاری تھا کہ اچانک ایک رومی جہاز حبشہ جاتے ہوئے جدہ کی بندرگاہ پر ساحل سے ٹکرا گیا۔ رومی شخص اس حادثے سے پریشان تھا کہ اس ٹوٹے جہاز کا سازوسامان کس طرح حبشہ پہنچائے۔ قریش اطلاع ملتے ہی جائے وقوع پر پہنچ گئے۔ اس جہاز کے سامان کے علاوہ انھیں معمار بھی میسر آ گیا۔ انھیں یہ یقین تھا کہ خانہ کعبہ کو گرانا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ ابرہہ کے لشکر کی تباہی کا منظر سب کے سامنے تھا جو خانہ کعبہ گرانے آیا اور ابابیل کی کنکریوں سے نیست و نابود ہو گیا۔ خانہ کعبہ کی اس تیسری تعمیر کے لیے سب ہی پریشان تھے۔ قریش کے چار گروہ خانہ کعبہ کے اطراف میں کھڑے ہوئے لیکن کسی کو آگے بڑھنے کے جرأت نہ ہوئی۔ ولید بن مغیرہ نے ہمت کی اور خوف وخطر بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے دیوتاؤں کو مختلف ناموں سے پکارتے ہوئے کعبہ کی حدود میں داخل ہوا۔ اُس نے رکنِ یمانی کا کچھ حصہ منہدم کر کے دوسروں کو آگے بڑھنے کی دعوت دی۔ اس ڈھارس کے بعد پیر و جواں سب ہی میدانِ عمل میں آ گئے اور انھوں نے کعبہ کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نبی پاک ﷺ نے خود بھی تعمیرِ کعبہ میں گہری دل چسپی سے حصہ لیا۔ کسی نے کدال چلائی تو کسی نے اینٹ پتھر کا اہتمام کیا۔ پتھر اٹھا کر لانے والوں میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے چچا شامل تھے۔ چند ہی دنوں میں مضبوط دیواروں کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ کعبہ کی پرانی عمارت میں مشرق کی جانب ایک کالا پتھر جسے حجرِ اَسود بھی کہا جاتا ہے، موجود تھا۔ اسے پاکیزہ پتھر تصور کیا جاتا تھا۔ یاد رہے آج بھی ہر طواف اسی پتھر سے شروع کیا جاتا ہے نیز اسے بوسہ دینے کی ہر ایک کو خواہش رہتی ہے کیوں کہ یہ پتھر جنت سے لایا گیا ہے۔ جب دیواروں کی تعمیر مکمل ہو گئی تو ہر قبیلے اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ حجرِ اَسود کو اُس کے خاص مقام تک لے جانے کا شرف حاصل کرے۔ تنصیبِ حجرِ اَسود کے ضمن میں بہت سے اختلافات بڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔ ہنگامہ آرائی اور جنگ وجدل تک نوبت آ پہنچی۔

حجرِ اَسود کی تنصیب

کچھ قبیلوں نے اس کی تنصیب کے لیے خون میں اپنی انگلیاں ڈبو کر عہد کر لیا کہ وہ اس سعادت سے محروم نہیں رہیں گے۔ جہاں تک خون میں انگلیاں ڈبونے کا تعلق ہے تو یہ بہت پرانی جہالت میں لپٹی رسم

Marfat.com

تھی۔اس ہنگامہ آرائی کے پیشِ نظر قریش کے معزز بزرگ ''ابوامیہ بن مغیرہ'' نے مشورہ دیا کہ کل جو شخص سب سے پہلے ''باب الصفا'' سے داخل ہو کر کعبہ میں آئے گا، اُس کا فیصلہ تسلیم کرنا سب پر فرض ہوگا۔اس اعلان پر سب متفق ہو گئے۔کعبہ کے گرد حرم شریف کی چاردیواری پر سب کی نظریں تھیں کہ قدرت کی مرضی سے باب الصفا میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ داخل ہوتے نظر آئے یہ دیکھتے ہی سب پکار اُٹھے کہ ''امین ! امین ! امین ! محمد ﷺ امین ! ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہوگا۔ نبیٔ پاک ﷺ کو سامنے پا کر قبائل نے سکون کا سانس لیا۔ ہر شخص کو آپ ﷺ پر پورا یقین اور اعتماد تھا۔آپ ﷺ نے حجرِ اسود کی تنصیب کے بارے میں ایک تاریخی فیصلہ صادر فرمایا۔حضور ﷺ کے کہنے پر ایک بڑا کپڑا (چادر) زمین پر بچھائی گئی۔آپ ﷺ نے حجرِ اسود اپنے مبارک ہاتھوں سے اس چادر پر رکھا اور پھر قبیلے کے ایک ایک سردار کو کونہ پکڑ کر اُٹھانے کی اجازت دی۔قبائل کے سرداروں نے چادر اُٹھائی اور اُس مقام تک لے گئے جہاں حجرِ اسود نصب کرنا مقصود تھا۔منزلِ مقصود پر حجرِ اسود پہنچ گیا آپ ﷺ نے حجرِ اسود اُٹھایا اور اسے اس کے مقامِ مقدس تک نصب کر دیا۔آپ ﷺ کی حکمت و دانائی، بصیرت و فراصت کی وجہ سے تمام قبائل مسرت و شادمانی محسوس کرنے لگے۔کشمکش، رسہ کشی، جنگ و جدل، دشمنی و عداوت پر پہنچے ہوئے قبائل کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے۔آپ ﷺ کے سیرت و کردار اور امانت و دیانت کی وجہ سے امن بحال ہونا شروع ہو گیا۔وقت ایک سا نہیں رہتا۔ ہر آنے والا وقت اپنے ساتھ نئے تقاضے لاتا ہے۔

تعمیرِ کعبہ اور زمانۂ جاہلیت کی سرگرمیاں

تنصیب حجرِ اسود کے بعد نبیٔ پاک ﷺ کی فہم و فراست، احترام و عقیدت میں بہت اضافہ ہوا۔تاجدارِ شعور و آگہی ﷺ نے کعبہ میں حجرِ اسود تو نصب کر دیا لیکن وہاں کے مکینوں نے چھت کی تکمیل کے بعد وہ دروازہ کھول دیا جہاں بت ''ہبل'' نظر آتا تھا۔اسے بتوں کا مہاراجہ کا نام دیا گیا تھا۔کعبہ کی تعمیر کے بعد بت پرستی کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔شہنشاہِ عرب و عجم محمد مصطفیٰ ﷺ کی دل چسپی تو صرف تفہیمِ کائنات میں تھی۔خیر الخلائق ﷺ تلاشِ حق میں سرگرداں تھے جب کہ مکہ کے مکیں ''دینِ حنیف'' سے بہت دور جا رہے تھے۔اِن لوگوں کا آبائی دین تو یہی تھا۔عقیدۂ توحید سے روگردانی کرتے ہوئے لوگوں نے اینٹ، پتھر، مٹی اور لکڑی وغیرہ کے بتوں سے اُمیدیں وابستہ کر لی تھیں۔ یہ لوگ ایک خدا کا تصور چھوڑ کر بہت سے فرضی خداؤں کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔تاجدارِ حق ﷺ کو بتوں سے سخت بےزاری تھی۔آپ ﷺ کی تمام تر

Marfat.com

توجہ کائنات کی پھیلی ہوئی وسعتوں میں اُس مرکز پر لگی ہوئی تھیں جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ جو کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ کعبہ کی بت پرستی سے متنفر حاکم کائنات، جمال جہاں آراء ﷺ مشرکوں سے کنارہ کشی کرتے۔ ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو، عبیداللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث کی سرگرمیاں بھی بت پرستی سے دور ہونے لگیں۔ نخلہ کے مقام پر ''عزیٰ'' نامی بت اہل قریش کی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ مختلف اوقات میں یہاں قریش جمع ہوکر اپنی مرادوں کا تذکرہ کرتے نیز بت پرستی کی دعوت دیتے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس ماحول میں ورقہ بن نوفل نے عیسائیت قبول کر لی، عبیداللہ بن جحش مسلمان ہوا لیکن ہجرتِ حبشہ کے موقع پر اُس نے نصرانی مذہب اختیار کرلیا۔ سیدہ اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان اس کی شریک سفر تھیں۔ جب ہم سفرِ حیات نے اسلام چھوڑا تو وہ اُمہات المومنینؓ میں شامل ہوگئیں۔ اِسی طرح شیخ زید بن عمرو شام و عراق میں گھومتا پھرتا رہا۔ عثمان بن حویرث (سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا رشتہ دار) مکہ چھوڑ کر روم چلا گیا۔ قیصرِ روم نے اُسے عیسائیت کی وجہ سے اپنے قریب رکھا بعد ازاں عثمان کو زہر دے دیا گیا اور وہ وہیں مارا گیا۔ عرب کے کونے کونے میں شرک و بدعت کو فروغ حاصل ہوگیا۔ کعبہ کے اطراف میں شراب و کباب اور حسن و شباب کی محفلیں گرم رہنے لگیں۔ قریش دینِ حنیف (دینِ ابراہیمیؑ) کو یکسر فراموش کر گئے۔ نصرانیت، یہودیت اور عیسائیت سے وابستہ کئی لوگ راہِ حق کے دروازے ڈھونڈ رہے تھے۔ روحانی سکون ناپید ہوگیا۔ حضور ﷺ کی تمام تر دلچسپی تنہائی میں بیٹھ کر روشنی کی تلاش تھی۔

غارِ حرا کی خوش بختی

میں بھی اپنی ذات کے غارِ حرا میں آج شب
انتظارِ حکم اقراء دیر تک کرتا رہا

لوگ فکرِ معاش اور زندگی کی آسودگیوں کی تلاش میں رہتے، اپنی ذاتی اور اہلِ خانہ کی خوشیاں خریدنے کے لیے سرگرداں رہتے لیکن ساکنانِ جہاں کی اُمیدوں کے مرکز مقصودِ کائنات ﷺ حقیقت کی تلاش میں رہتے، کہ کائنات کی اٹل حقیقت کیا ہے؟ تخلیقِ کائنات کا مقصد کیا ہے؟ عقل و خرد سے ماورا، من کی دنیا کا اُجالا اور کائنات کا رکھوالا!! نورِ حق کی تلاش اور عبادت و ریاضت کے لیے آنحضرت ﷺ غارِ حرا تشریف لے جاتے۔ مکہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام حرا ہے۔ اُس میں ایک غار بھی ہے جسے غارِ حرا کہتے ہیں۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور، شور سے پاک خاموشی کا مرکز، تنہائی و سکون سے آراستہ اس ماحول میں

Marfat.com

آپ ﷺ اپنا بہت سا وقت وہاں گزارتے۔کئی کئی دن، کئی کئی راتیں من کی بزمِ فکر و خیال میں گم رہنا آپ ﷺ کی سرگرمیاں تھیں۔رمضان المبارک میں تو آپ ﷺ کا زیادہ وقت وہیں گزرتا۔"کوئی تو ہے جونظامِ ہستی چلا رہا ہے" تک رسائی کے لیے خلوت نشینی آپ ﷺ کا معمول بن گیا۔جستجو، مقصدِ حقیقت تک رسائی کا ذریعہ تھی۔آپ ﷺ نے تلاشِ حق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔حضور پاک ﷺ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹے، آپ ﷺ نے تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔آنحضرت ﷺ کو سیدہ خدیجہ الکبریٰ ؓ کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔حضرت خدیجہ ؓ کے بطن سے دو فرزند حضرت قاسم ؓ اور حضرت عبداللہ ؓ پیدا ہوئے۔زینب ؓ، رقیہ ؓ، اُم کلثوم ؓ اور فاطمہ ؓ بیٹیاں بھی عطیہ خداوندی تھیں۔دونوں صاحبزادے اللہ کو پیارے ہو گئے۔بعدازاں تیسرے فرزند حضرت ابراہیم ؓ بھی بچپن میں انتقال کر گئے۔والدین کو بچوں کے بچھڑنے کا دکھ کیا ہوتا ہے؟ یہ اولاد والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔حضرت خدیجہ ؓ نے غلام زید بن حارثہ ؓ کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا۔موصوف تابع فرمان اور مخلص صحابیؓ ثابت ہوئے۔کائنات کے تمام رنگوں میں تلاشِ حقیقت اور جمالِ آگہی میں سرگرداں معلمِ کائنات اور سیدِ کائنات ﷺ کی بے چینی، بے قراری، اضطرابی کیفیت بھی حضرت خدیجہ ؓ کے لیے ایک سوالیہ نشان تھی۔حضرت خدیجہ ؓ کے ہر سوال پر آپ ﷺ خوش و خرم جذبات کا اظہار فرماتے۔

جمالِ گلِ حرا

غارِ حرا میں غور و فکر، مراقبہ، عاجزی اور خلوت نشینی نے آنحضرت ﷺ کو آئینہ کائنات میں جھانکنے کا موقع فراہم کیا۔فرش پر بیٹھ کر عرش تک آپ ﷺ کی رسائی کا راستہ آسان ہونے لگا۔کبھی آپ چمکتے دمکتے چاند کا مطالعہ کرتے تو کبھی جھلملاتے ستاروں سے محوِ خیال ہوتے۔آفتاب عالم تاب کی کرنوں سے نظر گزرتی تو قدرتِ الٰہی کا نظارہ من میں سما جاتا۔تمام مظاہرِ قدرت آپ ﷺ کے لیے سوچنے سمجھنے کی راہ ہموار کرتے۔تخلیقِ کائنات اور خالقِ کائنات کے نظامِ کائنات پر مسلسل نظر و ریاضت آپ ﷺ کے معمولات کا حصہ بن گئی۔نبیٔ پاک ﷺ کی خلوت نشینی حقیقتاً تدبیرِ الٰہی کا کرشمہ تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ جسے رشد و ہدایت کی امانت سونپتا ہے، اُسے روح کی پاکیزگی سے مالا مال کرتا ہے۔

دستورِ کائنات کا یہ فیصلہ اٹل
رحمت کی انتہا ہے، جمالِ گلِ حرا
ہر سمت گلستاں میں نظارے ہیں موجزن
پھولوں کا پیشوا ہے، جمالِ گلِ حرا

Marfat.com

آنکھوں کے راستے سے تبسم خدا گواہ
دل میں اتر گیا ہے جمالِ گلِ حرا

خوابوں سے حقیقتوں کا سفر

ابھی نبوت کا پیرہن آپ ﷺ نے نہیں اوڑھا تھا کہ آپ ﷺ کو سچے خوابوں اور بشارتوں کی نعمت میسر آ گئی۔ آپ ﷺ خواب دیکھتے جس کی روشنی سے آپ ﷺ کے من کی دنیا چمک اُٹھتی۔ آپ ﷺ کے ذہن سے شرک و جاہلیت کے مناظر دور ہوتے چلے گئے۔ بتوں سے مرادیں مانگنے والوں سے فطری نفرت کا جذبہ اُبھرنے لگا اور آپ ﷺ پورے ایقان کے ساتھ ریاضتِ الٰہی میں گم ہو گئے۔ آپ ﷺ نے محسوس کر لیا اللہ واحد ہے، وہی سب کو پالنے والا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ہے، سب انسان اللہ کے بندے ہیں۔ پتہ بھی نہیں ہلتا بغیر اُس کی رضا کے۔ قطرہ سمندر میں داخل ہوا تو سمندر کا حصہ بن گیا۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کی نفی کر کے خالقِ کائنات کی ذات کے سپرد کر دیا۔ جب تاجدارِ حقیقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک ۴۰ سال ہوئی، غارِ حرا میں خوابوں کے حقائق منظرِ عام پر آنے لگے۔ منفی اور باطل عقائد دم توڑنے لگے تو رحمتِ الٰہی کا خاص انداز شروع ہو گیا۔ چھ ماہ کا عرصہ کبھی عرش پر نگاہ، کبھی فرش پر نگاہ، کبھی لوگوں پر نگاہ، کبھی کائنات کی وسعتوں پر نگاہ کرتے گزر گیا۔ روحانی ریاضت اور اخلاقی تربیت نے انسانی شخصیت کی تمام بلندیاں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں شامل کر دیں۔ نور کی ضیاء پاشیاں، تجلیاتِ الٰہی، نورِ حق، مزرعہ دینِ مبیں، چشمِ فیض اور ماورائے عالم پر نبوت ﷺ کے دروازے کھل گئے۔ حقیقت کی تلاش میں سرگرداں مصدرِ حقائق ﷺ کو حقیقت نظر آنے لگی۔ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے وہ حقیقت کا روپ دھار لیتے۔ حضرت خدیجہؓ سے استفسار فرماتے تو وہ فرماتیں کہ آپ ﷺ عبادت و ریاضت میں اللہ کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ یہ خواب کسی عام انسان کو نہیں آتے۔

اعجازِ نبوت ﷺ

۶۱۰ء عیسوی میں حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں محوِ خواب تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، جس کے ہاتھ میں ریشم کے ٹکڑے پر لکھا ہوا ایک صحیفہ تھا۔ حضورِ سرورِ کونین ﷺ کے سامنے بولا پڑھیے ''اقراء'' یہ سنتے ہی خاتم النبیین ﷺ گھبرائے اور کہا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ پھر آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ کے جسمِ مبارک میں گھٹن بڑھ رہی ہے۔ فرشتے کے دو تین بار اصرار کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا پڑھوں؟ پھر آپ ﷺ نے پڑھا:

Marfat.com

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ Oخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ Oاِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ Oالَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ Oعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ O

ترجمہ: (اے حبیب ﷺ) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ ﷺ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

(سورۃ العلق: ۱۔۵)

اُن (ﷺ) کا ہی سراپا ہے تحریر کلام اللہ
ہر بات بنی اُن (ﷺ) کی تفسیرِ کلام اللہ
تکریم سخن ختم ہوئی غارِ حرا میں
ہے اُن (ﷺ) کے ہر اک لفظ میں تاثیرِ کلام اللہ

(تبسم)

سینۂ نبوت ﷺ اسرار و رموز سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نازشِ جملہ موجودات اور صدرِ حسنِ کمالات ﷺ کو تمام علوم سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ختمِ نبوت کی مہر ثبت کر دی۔ سورۃ العلق کی آیات حضور ﷺ کے خیال و دل پر نقش ہو گئیں۔ فرشتہ آنکھ سے اوجھل ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ غارِ حرا کے چاروں طرف نظریں جما رہے تھے، چہرۂ پرنور پر خوف کے آثار نمایاں تھے، جسم کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ اس بات پر متحیر تھے کہ خواب و حقیقت کی تمام باتیں تحریم نبوت ﷺ کے سامنے تھیں لیکن یہ کون تھا کہ جو پڑھا کر چلا گیا۔ پیغامِ الٰہی لانے والا کون ہو سکتا ہے؟ اسی حیرانی اور گھبراہٹ میں آواز سنائی دی '' محمد! '' آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہی فرشتہ آدمی کے روپ میں سامنے کھڑا تھا۔ '' محمد! آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبرائیلؑ ہوں۔'' آپ ﷺ کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ غارِ حرا کے ماحول، وحی کے الفاظ اور جبریلؑ کا

Marfat.com

چہرہ شعور کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے من کی دنیا میں اُجالا کر چکے تھے۔فرشتہ چلا گیا، آپ ﷺ پسینہ سے شرابور اور ناقابلِ بیان کیفیت لیے گھر پہنچے۔آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا مجھے کچھ اوڑھا دیجیے۔آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کے ذہن میں کئی قسم کے خیالات منتشر ہونے لگے۔حکیم نباضِ انسانیت، ارفع الدرجات، محمد ﷺ کی شریکِ سفر نے پریشانی کے عالم میں آپ ﷺ سے کئی ایک سوالات کر ڈالے۔حضرت خدیجہؓ اپنے شریکِ سفر ﷺ کا سرِ اقدس چھو رہی تھیں اور سوالات کیے جا رہی تھیں۔جب فخرِ کون و مکاں کی طبیعت کچھ بحال ہوئی تو آپ ﷺ نے جو کچھ سنا، دیکھا اور پڑھا بیان کر دیا۔حضرت خدیجہؓ یہ سن کر خوش ہوئیں۔آپؓ کے باحیاء چہرے پر اطمینان اور ٹھہراؤ تھا۔حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: آپ ﷺ منزہ، پاکیزہ اور باکردار شخصیت کے حامل ہیں۔آپ ﷺ مظہرِ رب نور العلیٰ ہیں، آپ مطلعِ جاں فزاء ہیں، آپ بے غرض و بے ریاء ہیں، آپ ﷺ شمس غارِ حرا ہیں، آپ ﷺ تاجدارِ غناء ہیں، آپ ﷺ خوش ہو جایئے کہ آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ ﷺ اُمت کے نبی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا ہے۔حضرت خدیجہؓ کی باتوں سے منتہاء جمال اور انتہائے کمال محمد مصطفیٰ ﷺ کو اطمینان اور سکون میسر آیا اور آپ ﷺ کچھ دیر کے لیے استراحت فرمانے لگے۔

ورقہ بن نوفل کی تحقیق

حضرت خدیجہؓ اپنی خوش بختی پر ناز کر رہی تھیں۔اخلاص، پیار اور شریکِ سفر سے لامحدود عقیدت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے وہ اپنے چچا زاد ورقہ کے پاس تشریف لے گئیں۔نوفل کے بیٹے ورقہ نے حضرت خدیجہؓ کی گفتگو سن کر کہا 'پاک ہے، پاک ہے۔۔۔ قسم ہے اس ذات کی جس کی مٹھی میں ورقہ کی جان ہے۔خدیجہؓ! اگر تمھاری بات صحیح ہے، تو یہ وہی ناموس (جبرائیلؑ) ہے، جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔بخدا وہ اس اُمت کا نبی ہوگا۔اس سے کہو کہ ڈرے نہیں اور جو کچھ کر رہا ہے، کرتا رہے۔'' یہ سنتے ہی شمعِ رسالت ﷺ کی شریکِ سفر کو اطمینان ہو گیا کہ آپ ﷺ نبوت و رسالت کی چھاؤں بن چکے ہیں۔جب نبیٔ پاک ﷺ کعبہ کا طواف کرنے گئے تو راستہ میں آپ ﷺ کی ملاقات ورقہ بن نوفل سے ہو گئی۔آپ ﷺ نے اُسے اپنی روداد نزولِ وحی سنا دی۔یہ سب کچھ سننے کے بعد ورقہ بن نوفل نے کہا: ''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اس اُمت کے نبی ہو گے۔یہ وہی ناموس ہے۔جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔بھتیجے! نبی ہونے کا اعلان کرو گے، تو لوگ جھٹلائیں گے۔ہر طرح ستائیں گے، گھر سے بے گھر کر دیں گے، جنگ کرنے

Marfat.com

سے بھی نہ چوکیں گے، کاش اس وقت تک میں زندہ رہتا!''

حضور پاک ﷺ ورقہ کی باتیں توجہ سے سن رہے تھے اور سب کچھ سننے کے بعد آپ ﷺ نے ورقہ سے استفسار کیا کہ کیا میری قوم بھی مجھے نکال دے گی۔ ورقہ نے جواب دیا: ''ہاں، جب بھی کوئی نبی آیا، قوم نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اگر وہ دن دیکھنے نصیب ہوئے، تو ایسی مدد کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔''

حضور پاک ﷺ کی زندگی نے ایک نئی کروٹ لے لی۔ آپ ﷺ اس بات پر مستغرق تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کندھوں پر نبوت کا بوجھ ڈال دیا تھا۔ آپ ﷺ طرح طرح کے خیالات میں اُلجھے ہوئے تھے کہ لوگوں کو اللہ کا پیغام کس طرح پہنچایا جائے۔ وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ تعطّل کا شکار رہا آپ ﷺ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے تبلیغ کے لیے پسند فرمانے کے بعد ناراض ہو کر بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ پہاڑوں کی بلندیوں پر کھڑے ابھی یہ سب کچھ سوچ رہے تھے کہ فرشتہ پھر نظر آیا۔ وہی فرشتہ جسے آپ ﷺ نے دیکھا تھا، جسے حضرت خدیجہؓ نے فرشتہ کہا تھا، جسے ورقہ بن نوفل نے ناموسِ موسیٰؑ کہہ کر پکارا تھا۔ وحی کے تعطّل کی وجہ سے آپ ﷺ کا کھلا ہوا چہرہ مرجھانے لگا۔ آپ ﷺ نے پھر سے غارِ حرا کا رخ کیا، دن رات عبادت و ریاضت میں گزرنے لگے۔ مراقبے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے سوال و جواب کرنے لگے۔ گھاٹیوں اور پہاڑوں پر حامیِ مضطر، روح مصور، مرسل داور، محمد مصطفیٰ ﷺ ابھی اضطرابی کیفیت میں تھے کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لاتے ہیں۔ ''محمد ﷺ! آپ حقیقتاً اللہ کے سچے نبی ہیں۔'' روح میں چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ دل میں دھڑکن، دھڑکن میں کسک، کسک میں آرزو، آرزو میں آبرو، آبرو میں حیاء، حیاء میں حلاوت، حلاوت میں گھلاوٹ، گھلاوٹ میں نشتر اور نشتر میں دل، دل میں ریاضت، ریاضت میں عبادت، عبادت میں خدا اور خدا میں پوری کائنات ـ ـ ـ۔ اچانک آسمان سے آواز سنائی دی، آپ ﷺ نے دیکھا کہ غارِ حرا میں آنے والا فرشتہ فضاء میں معلق ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ آپ ﷺ کی کیفیت پھر وہی ہو گئی۔ جسم کانپنے لگا، خوف اور گھبراہٹ کے باوجود، آپ ﷺ کی خوشی اور اطمینان دیدنی تھا۔ آپ ﷺ اُسی حالت میں گھر تشریف لائے، آپ ﷺ پر ایک کپڑا اڑا لا گیا۔ حاملِ قرآن، باطنِ قرآن، ناطقِ قرآن، مفسرِ قرآن، حبیب الرحمٰن ﷺ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ وحی لے کر آئے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَاَنْذِرْ O وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ O وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ O وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

ترجمہ: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! اُٹھو، پھر ڈراؤ۔ اور اپنے

Marfat.com

رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور گندگیوں
سے الگ رہو۔" (المدثر:۱:۵)

نبیٔ پاک ﷺ کو تجدید وحی سے بہت خوشی ہوئی۔ آپ ﷺ کی اضطرابی کیفیت ختم ہوئی اور عبادت و ریاضت میں مزید اضافہ ہوا۔ آپ ﷺ کو اندازہ ہوگیا کہ اللہ پاک نے اپنی لاتعداد نعمتوں سے آپ ﷺ کو سرفراز فرمایا ہے۔ وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت جبرائیلؑ کا آنا جانا شروع ہوگیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کے سامنے وضو کیا، پاکیزگی اور طہارت کے اُصول بتائے۔ وضو کے علاوہ نماز کی ادائیگی کا طریقہ سکھایا۔ آپ ﷺ کے سامنے جس انداز میں نماز ادا کی گئی، اُسی طرزِ طریقہ سے مطلعِ عبادت ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ ﷺ کی شریکِ سفر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے بھی یہ طریقہ سیکھ لیا۔ اُنھوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ عبادت و ریاضت میں نماز کا اضافہ روحانیت کے سفر کا سنگِ میل ثابت ہوا۔

اعلانِ نبوت ﷺ

آپ ﷺ خشوع و خضوع کے ساتھ آیات پڑھتے۔ قرآن کریم کی کچھ آیات کی تلاوت جاری و ساری تھی کہ رکوع و سجود دیکھ کر حضرت علیؓ نے استفسار کیا کہ یہ کیا سلسلہ ہے؟

سرفرازِ رضا، صاحبِ رشد و ہدیٰ ﷺ نے فرمایا:

"اے علیؓ! ہم اس اللہ کی عبادت کر رہے تھے۔ جس نے مجھے نبوت عطا کر کے لوگوں کو حق کی طرف بلانے کا حکم دیا ہے۔ اے علیؓ! تم بھی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو، میری رسالت کا اقرار کرو اور لات و منات اور دیگر دوسرے بتوں کو چھوڑ دو۔"

حضرت علیؓ پر تلاوتِ آیات کا گہرا اثر ہوا اور انھوں نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنے زرخرید غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ وہ بھی آپ ﷺ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر حلقۂ بگوشِ اسلام ہوگیا۔ اِسی طرح آپ ﷺ کے قریبی ساتھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے نبیٔ پاک ﷺ کی حق گوئی تسلیم کر کے اسلام سینے سے لگالیا۔ یاد رہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اُسی محلہ کے مکین تھے، جس میں حضرت سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد اور بڑے روساء رہا کرتے

Marfat.com

تھے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قریبی تعلقات اسی محلّہ سے شروع ہوئے۔ سیدنا ابوبکرؓ بن ابی قحافہ تیمی کی شخصیت میں وفا شعاری، خلوص اور ایثار بے پناہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے چوں کہ تاجدارِ کائنات کی صداقت کو بلا بحث و تمحیص قبول کرلیا اس لیے آپؓ کو ''صدیقِ اکبرؓ'' کہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے دعوتِ اسلام قبول کرنے میں کسی قسم کا کوئی عذر آڑے آنے نہ دیا۔

''صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ ، وَاَھْلُ الصِّدْقِ اَنْتَ، اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ نے سچ فرمایا اور سچ بولنا آپ کا کام۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصی عظمت اور خاندانی حشمت کا سب ہی احترام کرتے تھے۔ تجارت، علم و شعور اور دانشوری کی وجہ سے مقبولِ عام تھے۔ انسانیت کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ نعمتِ خداوندی دل کھول کر تقسیم کرتے۔ اُنؓ کی بصیرت، سمجھ بوجھ، ادراک اور دانائی کی وجہ سے لوگ مشاورت کے لیے آتے۔ وہ اپنی گفتگو سے لوگوں کے دل تسخیر کرلیتے۔ قبولیتِ اسلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خود کو ترویجِ اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ آپؓ کی کاوشوں سے جو لوگ مسلمان ہوئے اُن میں حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح، خواتین، بچیاں، نوجوان اور دیگر سرفہرست ہیں۔ شمعِ ہدایت، نورِ مجسم، کعبۂ اصفیا ﷺ رات گئے بزم میں بیٹھ جاتے۔ صحابۂ کرامؓ تمام دن کی کارگزاری سناتے۔ مشرکین مکہ سے چھپتے چھپاتے غاروں میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے۔ نماز کا وقت ہوتا تو اُس کی ادائیگی کرتے۔ قرآنی آیات اور احادیث سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو سناتے اور ازبر کرواتے۔ قریش سرداروں کے بہت سے جاسوسوں نے یہ خبر پائی کہ مکہ میں ایک نئے دین کا آغاز ہو چکا ہے۔ کئی گروہ مسلمانوں کی ٹوہ میں لگ گئے۔ ۳ سال تک خفیہ عبادت و ریاضت کا سلسلہ جاری رہا۔

اعلانِ نبوت ﷺ اور قریش کی مخالفت

اسلام آہستہ آہستہ پھیلنے لگا۔ فاران کی چوٹیوں سے جو مہتابِ رشد و ہدایت نمودار ہوا تھا۔ اُس کی کرنیں ذہنوں کو منور کر رہی تھیں۔ اسلام کی فطرت میں قدرت نے اتنی لچک دی ہے کہ اسے جتنا دبایا جائے یہ

Marfat.com

اُتنا ہی فروغ پاتا ہے۔اسلام کی روشنی اپنا راستہ خود تراشنے لگی۔کفارِ مکہ کو اپنے جھوٹے خداؤں کی فکر ہوئی وہ عزیٰ اور ہبل کے سامنے سجدہ ریز ہونے لگے۔انھیں اپنے دیوتاؤں سے اُمید تھی کہ پیغام نو جلد ختم ہو جائے گا۔اہل مکہ کی یہ سوچ دم توڑتی گئی۔قریش سرداروں کو اطلاع ملی کہ محمد ﷺ ابو طالب کے یتیم بھتیجے نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ بت پرستی کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔تمام سرداروں نے ابو طالب سے ملاقات کی اور انھیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔حضرت ابو طالب کو اپنے بھتیجے کے بارے میں نبوت کے اشارات مل چکے تھے۔سفر کے دوران بہت سے پادریوں نے بھی محمد ﷺ کے نبی ہونے کا تذکرہ کر رکھا تھا۔قریش مکہ کے دباؤ پر ابو طالب نئے دین کے بارے میں جاننے کے لیے نکلے،حضرت علیؓ کے بھائی،حضرت جعفرؓ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔جب ابو طالب غار کے قریب پہنچے تو خطیب النبیینؐ ﷺ ایک گھاٹی میں سجدہ ریز تھے اور اُن کے نورِ چشم حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے۔آبادی سے دور عبادت کا یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو طالب نے اس دین کے بارے میں جاننے کی کوشش کی۔

شمس العارفین،سید العارفین،محب الفقراء والغرباء والمساکین،محمد ﷺ نے فرمایا:

"چچا! یہ اللہ کا دین ہے۔اس کے فرشتوں کا دین ہے۔یہی سارے نبیوں اور رسولوں کا دین ہے۔جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی دین ہے۔اللہ نے یہ دین دے کر مجھے دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔چچا جان! آپ کا مجھ پر سب سے زیادہ حق ہے۔میری خیر خواہی کے آپ سب سے زیادہ مستحق ہیں۔آپ کے ساتھ میری سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ آپ کو اس دین کی دعوت دوں۔آپ کو بھی چاہیے،میری اس خواہش کو ٹھکرائیں نہیں۔"

ابو طالب نے خود تو اسلام قبول نہ کیا لیکن اپنے بھتیجے محمد ﷺ اور بیٹوں کو راہِ حق سے ہٹنے نہ دیا۔قریش مکہ نے مسخرے اور بھانڈ اہلِ اسلام کے پیچھے لگا دیے جب مسلمان نماز ادا کرتے تو اُن پر شیطانی قہقہے بلند کیے جاتے۔اُن پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا۔جنگ آمد،بجنگ آمد کے مصداق ایک دن مسلمان عبادت کر رہے تھے کہ قریش کے کچھ جوانوں نے مکہ کی گھاٹی کے قریب اُن پر قہقہے بلند کرنے کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔ مسلمانوں کو مشرکین کی یہ عادت بہت بری لگی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک مشرک کی اتنی پٹائی کی کہ اُس کی کھوپڑی پھٹ گئی اور وہاں سے خون جاری ہونے لگا۔ آپ ﷺ پر جب کوئی نئی وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ سب کو دارِ ارقم میں لے جاتے۔ کاتبین وحی تیار رہتے اور اِن آیات کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے ساتھیوں تک پہنچاتے۔ نبیٔ پاک ﷺ پیغامِ الٰہی لوگوں تک پہنچانے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ تاجدارِ حق، خاتم النبیین ﷺ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رشد وہدایت کا یہ سلسلہ اس انداز میں پھر نہ ہو پائے گا۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

یایها النبی انا ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذیرا۔

ترجمہ: ''اے پیغمبر! ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

اس آیت میں آپ ﷺ کے ایک ایسے منصب کی خبر دی گئی ہے جس میں آپ ﷺ اوّلین و آخرین میں ممتاز ہوں گے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یومِ آخرت کی عدالتِ عالیہ میں جب نوعِ انسانی اپنی زندگی کا حساب وکتاب دے گی، وانبیاء علیہم السلام ان قوموں کے بارے میں دعویدار ہوں گے، جن کی طرف وہ مبعوث کیے گئے کہ ہم نے تبلیغِ دین کی لیکن اُنھوں نے جھٹلایا اور تمام ہی پیغمبر اپنی گواہی میں جناب نبی کریم ﷺ کا نام نامی پیش کریں گے اور آپ ﷺ جو شہادت دیں گے اسی کے مطابق ساری اُمتوں کے لیے فیصلہ ہو جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر پیغمبر سے ثبوت مطلوب ہوگا، لیکن آپ ﷺ ایسے مقام پر ہوں گے کہ آپ ﷺ سے ثبوت کا مطالبہ نہ ہوگا۔ اسی کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا:

فکیف اذاجئنا من کل اُمّةٍ بشهیدو جئنا بك علیٰ هٰؤلاء شهیداً۔ (نساء)

ترجمہ: ''پھر کیسے ہوگا جب ہم لائیں گے ہر اُمت کا شہید اور آپ ﷺ کو ان سب پر شہید بنا کر لائیں گے۔

اور یہی وہ آپ ﷺ کی خصوصیات ومناقب ہیں جن کا لحاظ بارگاہِ خداوندی سے اس طرح کیا گیا کہ قرآن پاک میں ہر پیغمبر کو اس کے نام کے ساتھ خطاب کیا گیا۔ مثلاً: یا آدم، یا ابراہیم، یاموسیٰ، یاعیسیٰ، یاداؤد۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو کسی بھی جگہ نام لے کر مخاطب نہیں فرمایا گیا بل کہ **یایها النبی** اور **یایها**

Marfat.com

الرسول کے الفاظ سے خطاب کیا۔حسبِ تصریحِ علماء اس سے عظمت کا اظہار مقصود ہے۔

ہاں قرآنِ پاک میں چار جگہ آپ ﷺ کا نامِ نامی ضرور آیا ہے مگر وہ خطاب کے طور پر نہیں۔دوسرے یہ کہ وہ نام لانے ہی سے مقصد پورا ہوتا ہے۔اس کے بغیر بات پوری نہیں ہوتی، وہ چار جگہیں یہ ہیں:

۱۔ وما محمدٌ الّا رسول قدخلت من قبله الرسل۔(آلِ عمران)

ترجمہ:''اور محمد ﷺ صرف ایک پیغمبر ہیں، آپ سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں۔(اس لیے آپ بھی ہمیشہ دنیا میں نہ رہیں گے۔''

۲۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النبیّن ۔(احزاب)

ترجمہ:نہیں ہیں محمد ﷺ باپ تمھارے مردوں میں سے کسی کے ،اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

۳۔ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات واٰمنوا بما نزّل علیٰ محمد وھو الحق من ربھم

ترجمہ:''جو لوگ! ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ایمان لائے اس پر جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی حق بھی ہیں اُن کے رب کی طرف سے۔(محمد)

۴۔ محمد رسول اللہ والذین معهٗ اشدّآء علی الکفّار رحمآء بینھم

ترجمہ: ''محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں نہایت سخت ہیں کفار پر اور بہت مہربان ہیں آپس میں۔(فتح)

قریشِ مکہ کی طرف سے تمسخر

کعبہ میں موجود بتوں کے نگہبان کاوشِ تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے۔اُن کی فطرت کے خلاف نئے دین نے ہلچل مچا دی۔نبیِ پاک ﷺ کی شرافت، صداقت، امانت، دیانت نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔آپ ﷺ کی سچائی اور صداقت کے تو سبھی معترف تھے۔دینِ حق کے بعد کشش کا سلسلہ بڑھنے لگا۔آپ ﷺ کی شیریں بیانی، عدل وانصاف، حسنِ کلام اور انسانی ہمدردی نے کئی پتھر دل موم

Marfat.com

کر دیے۔ انسان تو انسان، کنکریوں نے بھی "کلمہ طیبہ" کی گواہی دے دی۔ مشرکین مکہ کے مسخروں کا ایک گروپ محسنِ انسانیت کا تمسخر اڑانے کے لیے غار کے قریب پہنچ گیا۔ مسخروں کے سردار نے یہ فریضہ انجام دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اُس کے دریافت کرنے پر پتا چلا کہ نبی معظم ﷺ نماز ادا کر رہے ہیں۔ مسخرے نے حضور پاک ﷺ کو نیت باندھے دیکھ کر شرارت کی کوشش کی تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہوئے تلاوت کی حالت میں ہلتے لبوں پر نظر پڑی۔ وہ شرارت چھوڑ کر سنجیدہ حالت میں اپنے دوستوں کے پاس پہنچا جو اُس کے شدت سے منتظر تھے۔ جونہی محفلِ بذلہ سنج میں پہنچا تو ساتھیوں نے اُس سے اُس کی کامیابی دریافت کی۔ وہ بولا "حضور پُر نور ﷺ کے ساتھ شرارت کے لیے، اُن کے لبوں کو محوِ تلاوت دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ اتنے خوب صورت لب، جھوٹ نہیں بول سکتے۔" میں آپ ﷺ سے کوئی شرارت کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ دوسرے مشرکین کی طرح تمام مسخرے بول اُٹھے کہ اس پر بھی حضور ﷺ کا جادو چل گیا ہے۔

۳ سالہ خفیہ تبلیغ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ دینِ حق کی کھلے عام دعوت دی جائے۔ آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ O (سورۃ الشعراء)

"اور (اے پیغمبر ﷺ) تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبر دار کرو، اور جو مومن تمھارے پیچھے چلیں، ان کے لیے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو جھکا دو، اور اگر وہ تمھاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ: "جو کچھ تم کر رہے ہو، اُس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔"

دعوتِ طعام پر پیغامِ حق

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے کھلے عام تبلیغ کا حکم ملتے ہی آپ ﷺ میدان عمل میں آ گئے۔ عام تبلیغ کے لیے آپ ﷺ نے اپنے گھر سے آغاز کیا۔ تمام رشتہ داروں عزیز و اقارب کو دعوتِ طعام دی۔ ابو لہب بھی وہاں موجود تھا۔ دسترخوان پر تو سبھی خوش وخرم بیٹھے رہے، کھانا تناول کیا۔ بعد از طعام آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''عربوں میں آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر دعوت لے کر نہیں
آیا۔ یہ پیغام دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے
ارشاد فرمایا ہے کہ میں لوگوں کو اس کی جانب بلاؤں، آپ لوگوں
میں سے کون میری اس دعوت پہ لبیک کہتا ہے؟''

پیغام الٰہی سنتے ہی چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ جتنے منہ اُتنی باتیں۔ ابولہب نے موقع غنیمت جانا اور تاجدارِ حق ﷺ کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ ابولہب نے کہا کہ وہ اپنے باپ دادا کا دین نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمارے علاوہ آپ ﷺ کا کون ہوسکتا ہے؟ قریش تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ قید میں ڈالیں گے۔ اذیتیں دیں گے۔ ابولہب نے سخت سے سخت زبان استعمال کرتے ہوئے پیغام الٰہی کو ٹھکرا دیا۔ آپ ﷺ کی ایک پھوپھی صفیہ بول اُٹھیں:

''میرے بھائی تجھے شرم آنی چاہیے کہ بھتیجے کی مخالفت کر رہا
ہے؟ خدا کی قسم، جاننے پہچاننے والے ایک مدت سے کہتے آرہے
ہیں کہ آلِ مطلب میں ایک نبی ہوگا۔ سن لیجئے وہ نبی یہی ہے۔''

ابولہب نے شیطانی قہقہہ بلند کیا اور کہا کہ دوسرے قبائل اور قریش کی دشمنی کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے فرمایا کہ جب تک جان میں جان ہے ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ تاجدارِ حرم ﷺ نے بارِ دگر خاندان والوں کو کھانے کی دعوت دی۔ لطفِ شکم کی تکمیل کے بعد آپ ﷺ کے لب کھلے:

''دیدبان اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ خدا کی قسم، میں غیروں
سے جھوٹ بول بھی لوں، پر تم سے نہیں بول سکتا۔ اوروں کو دھوکہ
دے بھی دوں پر تم کو نہیں دے سکتا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اس کا
رسول ﷺ ہوں اور اس نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ سن
لو، عرب میں کوئی بھی اپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر چیز نہیں لایا۔
میں تمھارے پاس دونوں جہان کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ رب کا
حکم ہے کہ میں تم کو اسی طرف بلاؤں۔ ہے کوئی جو اس کام میں میرا
ساتھ دے اور میرے بعد بھی اسے باقی رکھے؟''

Marfat.com

اس گفتگو کے بعد بھی کوئی گردن مثبت نہیں جھکی، کسی کے دل میں رحم نہ آیا۔ باطل کے پرستار اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے لیکن ایک نوجوان عمر صرف ۱۲۔۱۳ سال حضرت علیؓ تمام رشتہ داروں کے سامنے بولے:

''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے ساتھ ہوں اور آپ ﷺ

سے تعاون کروں گا اور جو شخص آپ ﷺ سے جنگ کرے گا

میں اس سے جنگ کروں گا۔''

ابو طالب کے بیٹے کی حمایت پر سب کھل کھلا اُٹھے۔ بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والوں نے بھی حضرت علیؓ کا تمسخر اُڑایا اور ابو طالب سے پوچھنے لگے کہ کس کا ساتھ دو گے۔ ابو طالب نے محمد ﷺ کی حمایت کا بیڑا اُٹھالیا۔

کوہِ صفاء پر صدقِ صفاء، کعبہ اصفیاء، جلوۂ حق نما ﷺ کا ظہور

دعوتِ طعام کے بعد پیغامبرِ حق ﷺ ایک دن کوہِ صفاء پر تشریف لے گئے۔

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی ﷺ
نظر کے سامنے تھی پستیِ انساں کی آبادی
صدا دی اے قریشی عورتو، مردو ادھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو، ادھر آؤ!
مثالِ رعد ہادی ﷺ کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اُٹھا فضاؤں میں

تمھارے واسطے میں دولتِ اسلام لایا ہوں
جو ابراہیمؑ لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں
خدائے واحد و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ
جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ

Marfat.com

''اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا
ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کا
یقین کرلو گے؟''

لوگ بیک زبان بولے:

''کیوں نہیں ہم یقین کریں گے۔ کیوں کہ ہم نے کبھی
آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔''

یہ جواب سنتے ہی رونقِ خیمۂ افلاک ﷺ نے فرمایا:

''(اے لوگو) میں تم لوگوں کو عذاب نازل ہونے سے محفوظ رکھنا
چاہتا ہوں۔ اے بنو عبدالمطلب ! اے بنو عبد مناف ! اے بنو
زھرہ! اے بنو تیم ! اے بنو مخزوم ! اے بنو اسد! سب غور سے سن
لو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رشتہ داروں کو آخرت کے عذاب سے
آگاہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تم لوگوں نے اللہ کی عبادت نہ کی
اور یہ نہ کہا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو میری قرابت داری دنیا و
آخرت میں تمھیں کوئی نفع نہ دے سکے گی۔''

ابولہب نے شانِ رسول ﷺ میں گستاخی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اہلِ قریش کے اس مجمع کے سامنے بھی، اُس نے نبیٔ پاک ﷺ کو اپنی تضحیک کا نشانہ بنایا۔ ابولہب لال پیلا ہو کر بولا:

''تو (نعوذ باللہ) برباد ہو، اس کام کے لیے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔''

آنحضرت ﷺ اپنے چچا کی بات سن کر متحیر ہوئے۔ دعوتِ حق میں اُس کی رکاوٹ آپ ﷺ کے لیے پریشانی کا باعث بنی۔ کھلم کھلا اس اعلان کے بعد کوئی بول اُٹھا:

''عبدالمطلب کا یہ نوجوان پوتا آسمانی باتیں کرتا ہے۔''

وہ تو یہ کہتا ہے: ''ہم ایسی چیز کی عبادت کریں۔ جس کو ہم نہ دیکھ سکتے، نہ سن سکتے ہیں۔''

کسی نے کہا: ''جو فرشتہ اس سے باتیں کرتا ہے یہ اُسے بلائے اور ہمارے سامنے اُس سے بات کر کے دکھائے۔''

Marfat.com

ابولہب کی گستاخانہ حرکت پر وحی نازل ہوئی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ Oمَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ Oسَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ Oوَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ Oفِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ O

ترجمہ: ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا۔ نہ تو اس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی۔ وہ عن قریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا اور اُس کی بیوی بھی (جائے گی) جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اُس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

محبوبِ ربِ العزت، مالکِ کوثر و جنت، سلطانِ دین وملت، محمد مصطفیٰ ﷺ کی کھلے عام تبلیغ سے اہلِ قریش میں کھلبلی مچ گئی۔ کئی سردار اکٹھے ہوگئے۔ اُنھوں نے بت پرستی کو برا بھلا کہنے پر غم وغصے کا اظہار کیا۔ ایک اجتماعی مخالفت مہم شروع ہوگئی۔ اہلِ قریش نے اُوباش، بدمعاش، بازاری شاعر اور لفنگے قسم کے نوجوان آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیے۔ آپ ﷺ کا تمسخر اُڑانے لگے، آپ ﷺ پر پھبتیاں کسنے لگے، کوڑا کرکٹ پھینکنے کا معمول بن گیا۔ المختصر ظلم وستم کے جتنے انداز تھے وہ آپ ﷺ کی ذاتِ مکرم پر ڈھائے گئے۔ گل وبلبل اور جام وصبو کی باتیں کرنے والے شعرائے کرام آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملے تخلیق کرتے۔ قرآنی آیات کو شعری آمد کہا جانے لگا۔

خزینۂ علم آگہی محمد ﷺ نے خالقِ کائنات کا پیغام مخلوق تک پہنچانے کے لیے تمام رکاوٹوں اور مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی سازشیں بھی تیار ہوتی رہیں۔ آپ ﷺ کے لیے انعام واکرام کا اہتمام کرنے کی چالیں چلی گئیں۔ ابوطالب کو آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑنے کا مشورہ دیا گیا۔ دینِ حق کے روزافزوں ارتقاء نے قریشی سرداروں کی نیندیں حرام کر دیں۔ حضور پاک ﷺ کو راہِ مستقیم سے ہٹانے کے لیے ایک گروہ نے آپ ﷺ سے مذاکرات کا فیصلہ کیا۔ اُن لوگوں نے کہا:

''محمد ﷺ! جس قسم کی حرکتیں تم اپنی قوم کے ساتھ کر رہے ہو، شاید ایسی حرکتیں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی ہوں گی۔ تم

Marfat.com

نے مذہب میں عیب نکالے۔ خداؤں کو بُرا بھلا کہا۔ باپ دادا کو گالیاں دیں اور اپنی قوم میں پھوٹ ڈال دی۔ غرض کوئی بُری سے بُری حرکت ایسی نہیں جو تم نے ہم لوگوں کے لیے نہ کی ہو لیکن اس کے باوجود ہمیں دیکھو کہ ہم تمہیں دولت، عزت اور سرداری سب کچھ دینے کو تیار ہیں۔ اس لیے اگر تمھیں دولت کی ضرورت ہے تو ہم اپنے اپنے روپیہ پیسہ میں سے تمھیں اتنا دیں گے کہ تم ہم سب سے زیادہ دولت مند ہو جاؤ گے۔ اگر تم عزت اور بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں اور اگر تمھیں کوئی بیماری ہے یا تم پر آسیب وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنے روپیہ سے تمھارا علاج کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ بیماری جاتی رہے اور تم تندرست ہو جاؤ۔''

حضور ﷺ دنیاوی جاہ وحشمت اور لالچ سے بہت دور تھے۔ تبلیغِ دین کے لیے آپ ﷺ نے کسی بھی سودے بازی کو قبول نہ کیا۔ قریش کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اُن کی ہر چال ناکام ہوئی۔ تمام تر دھمکیوں اور مذاکرات کے جواب میں محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا:

''جو کچھ تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ نہ مجھے تمھاری دولت کی ضرورت ہے نہ عزت درکار، نہ ہی میں تمھارا سردار بننا چاہتا ہوں۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے پاس اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤں اور اچھے کاموں کے بدلے میں ثواب کی خوش خبری سناؤں۔''

قریش مکہ نے یہ سن کر آنحضرت ﷺ سے غیر منطقی حتیٰ کہ غیر اخلاقی مطالبات اور شرائط کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے ہر سوال کا خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ اُن کے دلوں، ذہنوں اور دماغوں پر مہر لگ چکی تھی۔ وہ راہِ راست پر آنے کو تیار نہ تھے۔ قریش کے کچھ سردار اپنے جھوٹے خداؤں کی ساکھ بچانے کے لیے ابوطالب کے پاس گئے اور اُن سے آپ ﷺ کو منع کرنے کو کہا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا دین کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ حضرت ابوطالب کو کئی ایک خطرات سے بھی آگاہ کیا۔ یہ سب کچھ سننے کے بعد حضرت

Marfat.com

ابو طالب اپنے بھتیجے سے ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آبدیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا
قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن
جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آجائیں
مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آجائیں
کسی دھمکی، کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں

بحرِ جود و سخا، شہوارِ حقیقت، محمد ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں تو میں اللہ کے پیغام سے روگردانی نہیں کر سکتا۔''

ابو طالب نے بھتیجے کا عزم و استقلال اور ایمان کی کیفیت اہل قریش کے گوش گزار کر دی۔

ابو طالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا
جلالِ مصطفیٰ ﷺ میں نورِ حق جلوہ نما پایا
کہا ''اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا
جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا!

اہل قریش کے قرب و جوار میں بہت سے لوگوں نے رحمت للعالمین، خاتم النبیین، محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے کی بشارتیں سن کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اقرارِ نبوّت تو کرتے لیکن بڑے قبائل کے ڈر اور خوف سے چپ رہتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مبلغین نے آپ ﷺ میں اُن تمام خوبیوں کو تسلیم کر لیا جو آخری نبی ﷺ میں ہونی چاہئیں تھیں۔ تخلیقِ آدم کا مرحلہ جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کے جسدِ خاکی کو روح عطا کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو لوحِ محفوظ پر لکھا تھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

Marfat.com

حضرت آدمؑ نے ''محمد ﷺ'' کے بارے میں استفسار فرمایا تو رب کائنات نے جواب دیا کہ جس نبوت کا آغاز آدمؑ سے ہو رہا ہے۔اس نبوت کا اختتام محمد ﷺ پر ہوگا۔

١....عن مسيرة رضي الله تعالى عنه قال: قلت يا رسول الله ،متى كنت نبيا؟ قال ؛ ((لما خلق الارض واستوى الى السماء فسواهن سبع سماوات وخلق العرش كتب على ساق العرش: محمد رسول الله خاتم الانبياء. وخلق الله تعالى الجنة التى اسكنها آدم وحواء ، فكتب اسمي على الاوراق والابواب والقباب والخيام ، وآدم بين الروح والجسد، فلما احياه الله تعالى نظر الى العرش فراى اسمي ، فاخبره الله تعالى انه سيد ولدك . فلما غر هما الشيطان تابا واستشفعا باسمي اليه)). (سبل الهدى والرشاد جلد نمبر ١)

ترجمہ:''حضرت مسیرۃ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کب سے نبی ہیں؟ تو ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور سات آسمان اور عرش کو بنایا تو عرش کے پائے پر لکھا۔محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء۔ اور پیدا کیا اللہ نے جنت کو جس میں ٹھہرایا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوائؑ کو تو میرا نام جنت کے پتوں، دروازوں، قباؤں اور خیموں پر لکھا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔پس جب اللہ تعالیٰ نے اُنھیں زندہ کیا تو عرش پر نظر ڈالی تو میرا نام دیکھا۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ یہ آپ کی اولاد کے سردار ہیں۔پس جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا تو ان دونوں نے توبہ کی اور سفارش پیش کی میرے نام کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں۔''

ہر انتہا سے پہلے، ہر انتہا کے بعد
ذاتِ نبی ﷺ بلند ہے، ذاتِ خدا کے بعد
اُترا ہے الغرض جو وجودِ رسول ﷺ پر
اے رحلِ کائنات وہ قرآں ہے زندگی

حاملِ قرآں، مفسرِ فرقاں، محمد مصطفیٰ ﷺ کا دیدار ہی بڑی سعادت ہے۔نگاہِ مردِ مومن تقدیر

Marfat.com

بدل دیتی ہے۔ اہل قریش وہ بدبخت تھے، جو بصیرت و بصارت سے محروم نظر آتے تھے۔ انھیں چشم حق نظر نہیں آتی تھی۔ آپ ﷺ کی جامع الصفات شخصیت کے بارے میں حضرت سلیمان ندوی اپنی کتاب خطباتِ مدراس کے صفحہ نمبر ۸۳ پر لکھتے ہیں:

غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔ اگر مواعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔ اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی ﷺ کا اُسوۂ حسنہ تمھارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو۔ اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو۔ اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے۔ مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمھاری زندگی کے لیے نمونہ اور تمھاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، تمھارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مشعلِ آفاق علَم بردار

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ رب العالمین نے اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے کئی صحیفے نازل کیے اور کئی علاقوں میں پیغمبر بھیجے تاکہ انسان اپنے رب کو پہچان لے، اُس کی رضا کے مطابق اپنے معمولاتِ زندگی گزار

Marfat.com

سکے۔جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور یکتائی کو تسلیم کر لیا، وہی فلاح پانے والے ثابت ہوئے۔قرآن و حدیث اور اسلامی کتب میں چند انبیاء کرام کا تذکرہ موجود ہے۔جن میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرورِ الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو طرح طرح کی اذیتوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔لیکن جو لوگ کسی تشکیک کا شکار ہوئے، اُن کے مقدر میں دنیا و آخرت کی رسوائی لکھ دی گئی۔زندگی کے کٹھن سفر پر اللہ کے بندوں نے اللہ کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تڑپتے رہے ،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی خدائی کا خاتمہ کرنے کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان والزامات عائد کر کے اُن پر تشدد کیا گیا۔ایسا بھی ہوا کہ ۹ سو سال کی مسلسل تبلیغ کے باوجود نافرمان قوم کشتی نوح علیہ السلام کے ہوتے ہوئے غرقِ سیلاب ہوئی۔حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے لیے بینائی کھو بیٹھے۔حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے چیر دیا گیا تو کبھی کڑے امتحان میں حضرت ایوب علیہ السلام بیماری کا مقابلہ کرتے رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام آتشِ نمرود میں کود پڑے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے زیرِ خنجر لیٹ گئے اور رضائے الٰہی کے سامنے تسلیم خم کرتے ہوئے اُف تک نہ کہا۔اللہ کے ان بندوں نے آزمائش کی ہر گھڑی میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

شہنشاہِ ہر دوسرا، جانِ کائنات، خاصائے خاصانِ رسل محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے وہ تمام تر مصائب وآلام ہمارے سامنے چلتی پھرتی تصویر کی مانند نظر آتے ہیں، جن کا مقابلہ آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے کرتے ہوئے ہمیں راہِ مستقیم پر ڈالا۔یہ حقیقت ہے کہ جونہی آپ ﷺ اپنا عالمگیر پیغام چار دیواری سے منصۂ شہود پر لائے تو چاروں طرف اپنوں اور بیگانوں کی مخالفتیں شروع ہو گئیں۔گستاخانِ رسول ﷺ شمع رسالت بجھانے کے لیے سرگرمِ عمل ہو گئے۔اُصول فطرت ہے کہ ہر شب کے بعد اُجالا یقینی ہے۔

Marfat.com

شاید خوشی کا دور بھی آ جائے اے ندیم
غم بھی جو مل گیا ہے تمنا کیے بغیر

قریش کے سردار ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور مشترکہ طور پر کہہ اُٹھے:

''محمد ﷺ دیوتاؤں پر زیادتی کر رہا ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے؟ وہ ہمارے دین کے پیچھے پڑا ہے۔ اس سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ کیا محمد ﷺ دیوتاؤں کی توہین کرتا ہے؟ ان دیوتاؤں کی جو ہمارے معبود ہیں! ہم سے پہلوں کے معبود ہیں!! کیا محمد ﷺ ہم کو اُلو سمجھتا ہے، جو مورتیوں کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہے؟ ان مورتیوں کو...... جن کے لیے عرب کے کونے کونے سے لوگ آتے ہیں، آکر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور کعبہ کی طرح ان کا طواف کرتے ہیں! کیا وہ چاہتا ہے کہ سارا عرب ہم پر ہلہ بول دے، یا یہ چاہتا ہے کہ ہر قبیلہ ہمارا بائیکاٹ کر دے اور ہمارے یہاں آنا جانا چھوڑ دے کہ ساری تجارت ٹھپ پڑ جائے اور ہم دانہ دانہ کو ترس جائیں؟''

کعبہ کے کئی شاعروں کو حضور ﷺ کی ہجو لکھنے پر معمور کر دیا۔ کچھ مسلمان شاعر بھی اُن کا جواب دیتے رہے۔ بالآخر ایک روز نبیٔ پاک ﷺ نے ایک صحابی کو کعبہ کی دیوار پر یہ تین آیات (مصرعے) لکھ بھیجے اور چیلنج کیا کہ جو شاعر اس کا چوتھی آیت (مصرعہ) تحریر کرے گا اُسے انعام سے نوازا جائے گا۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ○
اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ○

قریش کے تمام شعرائے کرام تمام دن کوشش کرتے رہے اور چوتھا مصرعہ لکھنے میں ناکامی ہوئی۔ کئی عرب شعرائے کرام تو دل میں اقرار کر بیٹھے کہ یہ انسان کا کلام نہیں، کلام الٰہی ہے۔

اہل قریش نے نبیٔ پاک ﷺ سے بے بنیاد سوالات کر کے تضحیک کی کوشش کی۔ چند ایک معجزات کا مطالبہ بھی کیا۔ اُن کا اصرار تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو معجزات

Marfat.com

دکھا چکے ہیں۔آپ ﷺ بھی ویسا ہی کر دکھائیں۔تاجدارِ حق ﷺ کی زندگی اور وجود ہی ہم سب کے لیے کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔اُن کے مطلوبہ معجزات کی تفصیل طویل ہے لیکن چند ایک مطالبات کچھ یوں ہیں:
کوہِ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں سونے کی بن جائیں......وحی کتابت شدہ صورت میں آسمان سے ہمارے سامنے نازل ہو......جس فرشتے جبریلؑ سے آپ ﷺ ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اُس فرشتے کے ساتھ ہمارے روبرو آپ ﷺ گفتگو کریں......(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح) مردوں کو زندہ کر کے دکھایا جائے......مکہ کے اردگرد کے پہاڑوں کو ہٹا دیں تا کہ لوگوں کو کھلی آب و ہوا نصیب ہو......مکہ کے چاروں اطراف ایسے چشمے پھوٹ نکلیں جن کا پانی زم زم سے زیادہ خوش گوار ہو۔اس پر مزید ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ تجارت کی ترقی کے لیے اپنے اللہ سے پوچھ کر روز کا بھاؤ بھی ہمیں بتایا جائے۔اہل مکہ کی باتوں کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

"آپ ﷺ فرما دیجیے کہ میں خود اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان لائیں۔" (سورۃ الاعراف:۱۸۸)

اِدھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما، ہم جگر آزمائیں
جفاء کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

مخالفتوں کی آندھیاں آئیں، مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، ظلم وستم نے راستہ روکا، اپنوں اور بیگانوں نے ساتھ چھوڑا، ہمسایوں نے منہ موڑا، خاندان والوں نے دل توڑا لیکن تعلیماتِ الٰہی اور تجلیاتِ رسالت ﷺ کی روشنی اپنا راستہ تلاش کرتی پھری۔آج ہم ۱۴۳۷ ہجری بمطابق ۲۰۱۵ء سے گزر رہے ہیں۔اسلامی دنیا ایک کڑے پُر آشوب دور سے گزر رہی ہے۔کلمۂ حق بلند کرنا ناممکن تو نہیں لیکن بہت مشکل ہے۔

Marfat.com

سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی کے اُن ایام کو چشمِ حال سے دیکھیے اور احتساب کیجیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اعلانِ نبوت کے بعد مجسمِ روح افزاء ﷺ کو کس کس اذیت سے گزرنا پڑا، اس پر اذیت خود بھی اذیت محسوس کرتی ہوگی۔

حضرت عثمان غنیؓ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ طواف فرما رہے تھے اور عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل اور اُمیہ بن خلف حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ ان کے سامنے سے گزرے تو کچھ نازیبا کلمات آپ ﷺ کو سنا کر کہے۔ آپ ﷺ دوسری باری اِدھر سے گزرے تب بھی ایسا ہی کیا۔ جب آپ ﷺ تیسری بار گزرے تو پھر اسی قسم کے بے ہودہ کلمات کہے، تو آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ خدا کی قسم تم باز نہ آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ کا عذاب جلد نازل ہو۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو کانپ نہ رہا ہو۔ آپ ﷺ یہ فرما کر گھر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ہم سے یہ فرمایا: ''بشارت ہو تم کو اللہ اپنے دین کو یقیناً غالب کرے گا اور اپنے کلمات کو پورا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا اور ان لوگوں کو جن کو تم دیکھتے ہو۔ عن قریب ان کو اللہ تمھارے ہاتھ سے ذبح کرائے گا۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے ان کو ہمارے ہاتھوں سے ذبح کرایا۔ یہ روایت دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور مختصر فتح الباری میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔''

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ نے خلق افعال العباد میں اور ابویعلی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جب دشمن علیحدہ ہوگئے تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا ''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جیسوں کے ذبح کے لیے میں بھیجا گیا ہوں۔'' دلائل ابی نعیم، دلائل بیہقی اور سیرۃ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کے یہ فرماتے ہی کفار پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ ہر شخص اپنی جگہ پر سرنگوں تھا۔ اس لیے کہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ جو فرماتے ہیں وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

طارق بن عبداللہ المحاربیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جاتے تھے کہ ''اے لوگو! **لا الٰہ الا اللہ** کہو فلاح پاؤ گے اور ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا۔ جس سے جسم مبارک خون آلود ہوگیا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا ''اے لوگو! اس کی بات نہ سننا (نعوذ باللہ) یہ جھوٹا ہے۔''

بنی کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بازار ذی المجاز میں دیکھا یہ فرماتے

Marfat.com

تھے۔ ''اے لوگو! لا الٰہ الا للّٰہ کہو فلاح پاؤ گے اور ابوجہل، آپ ﷺ پر مٹی پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا۔ اے لوگو! تم اس کے (نعوذ باللہ) دھوکہ میں نہ آنا یہ تم کو لات اور عزیٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور آنحضرت ﷺ اس کی طرف ذرّہ برابر بھی التفات نہ فرماتے تھے۔

مسند ابی یعلی اور مسند بزار میں حضرت انسؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش نے آپ ﷺ کو اس قدر مارا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ حمایت کے لیے آئے تو آپ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو لپٹ گئے۔ مسند ابی یعلی میں باسناد حسن حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اس قدر مارا کہ تمام سر زخمی ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ہاتھ نہ لگا سکتے تھے۔

معجم طبرانی میں منیب غامدی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، لوگوں کو یہ فرماتے تھے۔ ''اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے مگر بعض بدنصیب تو آپ ﷺ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ ﷺ پر تھوکتے اور بعض آپ ﷺ پر خاک ڈالتے۔ اسی طرح دو پہر ہو گئی۔ اس وقت ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور دستِ مبارک کو دھویا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں۔

بخاری شریف میں اس حدیث کو مختصراً اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حارث بن حارث غامدی سے بھی مروی ہے۔ اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے بیٹیؓ تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر۔ رواہ البخاری فی تاریخہ والطبرانی وابو نعیم، ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

عروہ بن الزبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ مشرکین نے حضور ﷺ کو جو تکلیف پہنچائی ہو اس کا ذکر کریں تو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ حطیم میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا۔ سامنے سے حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور عقبہ کو ایک دھکا دیا اور یہ آیت پڑھی۔

ترجمہ: ''کیا تم ایک مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا
پروردگار صرف اللہ ہے اور اپنی نبوت و رسالت کے واضح اور روشن
دلائل تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لے آیا ہے۔''

Marfat.com

مسند بزار اور دلائل ابی نعیم میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ میں یہ فرمایا بتلاؤ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ''آپؓ'' حضرت علیؓ نے فرمایا: میرا حال تو یہ ہے کہ جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو حضرت ابوبکرؓ تھے۔ میں نے ایک بار دیکھا کہ قریش رسول اللہ ﷺ کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں: ''تو نے ہی تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔''

ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ ﷺ کے قریب جائیں اور آپ ﷺ کو دشمنوں سے چھڑائیں۔ حسنِ اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور دشمنوں کے غول میں گھس گئے۔ ایک مکہ اس کے اور ایک گھونسہ اس کے رسید کیا اور جس طرح اس مردِ مومن نے فرعون اور ہامان کو کہا تھا: ''اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ''۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت کفار سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''افسوس کیا تم ایسے مرد کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

حضرت علیؓ یہ کہہ کر رو پڑے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آلِ فرعون کا رجل مومن افضل تھا یا ابوبکرؓ۔ لوگ خاموش رہے پھر فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ کی ایک گھڑی فرعون کے مردِ مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس نے اپنے ایمان کو چھپایا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار فرمایا۔ نیز اس شخص نے فقط زبانی نصیحت پر کفایت کی اور ابوبکرؓ نے زبانی نصیحت کے علاوہ ہاتھ سے آنحضرت کی نصرت و حمایت کی۔

ابولہب اور ابوجہل کی جہالت

ابولہب، ابوجہل اور دیگر مشرکین نے یک زبان ہو کر فیصلہ کر لیا کہ ہر کلمہ گو کو جسمانی اور ذہنی طور پر اذیت دی جائے۔ جس کے لبوں پر بھی کلمہ طیبہ کا ورد سنا جاتا اُسے طرح طرح کی اذیتوں میں ڈالا جاتا۔ مار پیٹ اُن کے لیے کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ غلاموں کے ساتھ قریش مکہ کا رویہ نہایت انسانیت سوز ہوتا۔

حضرت بلالؓ حبشہ کے رہائشی تھے، وہ اُمیہ کی غلامی میں تھے۔ اُمیہ نے حضرت بلالؓ کو ہر طرح کی تکلیف پہنچائی۔ برہنہ کر کے انھیں دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا۔ عزیٰ، لات و منات جیسے بتوں کی تعریف میں زبان کھولنے کو کہا۔ بلالؓ کا رنگ کالا تھا لیکن من میں اُجالا تھا۔ بتوں کا تذکرہ کرنا اب اُن کے بس میں نہ تھا۔ چشمِ تصور میں لائیں کہ ایک طرف حضرت بلالؓ کو زمین پر لٹایا گیا ہو، اُن کے دونوں ہاتھوں پر دو مشرک

Marfat.com

کھڑے ہوں، پاؤں پر کوڑے مارے جا رہے ہوں اور پھر ایک بت حضرت بلالؓ کے قریب لا کر اُس کا نام پکارنے کو کہا گیا اور بلال یہ ظلم سہتے ہوئے کہیں۔ اَحد، اَحد، یعنی ایک ہے، بس ایک ہے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت بلالؓ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت بلالؓ بسا اوقات تشدد کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے۔ ظالم قریش اس تشدد کو تماشا کا نام دے کر اِدھر اُدھر کے لوگوں کو اکٹھا کر لیتے۔ حتیٰ کہ کئی سرداروں کی بیگمات بھی حضرت بلالؓ پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بطور تمسخر دیکھنے کے لیے آتیں۔ جن میں ہندہ زوجہ ابوسفیان تو تشدد کرنے والوں میں شامل ہو کر اپنے بتوں سے حق وفاداری ادا کرتیں۔ کعبہ کے گردونواح میں کنیزوں پر انسانیت سوز ظلم ڈھائے جاتے۔ جو قلم سے ناقابل بیان ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک معقول رقم دے کر حضرت بلالؓ کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروایا۔ ابوجہل نے اسلام قبول کرنے پر اپنی کنیز کو برچھی سے شہید کر دیا۔ ابوجہل، عتبہ، ابوسفیان، ابولہب اور کئی دیگر سرداروں نے اجتماعی ظلم وستم روا رکھنے کی بنیاد ڈالی۔ ایک دفعہ تاجدارِ کائنات خانہ کعبہ کے سامنے نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل نے آپ ﷺ کو حالتِ سجدہ میں دیکھ کر ایک اُونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ کی کمر مبارک پر رکھوا دی۔ اوجھڑی کا وزن ایک عام آدمی کیسے اُٹھا سکتا ہے؟ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے آپ ﷺ کی کمر مبارک سے اوجھڑی اُٹھوا دی اور آپ ﷺ کا لباس پاکیزہ کیا۔

نبوت کے چھٹے سال ابوجہل نے ایک دن نبیٔ پاک ﷺ کو کھلم کھلا سرزنش کی، گالیاں دیں اور جو تمسخر اُڑا سکتا تھا وہ اُڑایا۔ حضور ﷺ سب کچھ برداشت کرتے اور اُف تک نہ کہا۔ رحمت اللعالمین ﷺ کی خاموشی پر اُس نے زمین سے کچھ کنکریاں اُٹھائیں اور حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس پر پھینک دیں۔ حضور ﷺ سبھی کچھ برداشت کرتے رہے۔ قریب ہی عبداللہ تیمی جو حضرت ابوبکرؓ کا چچازاد بھائی تھا اُس کی نوکرانی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ تاجدارِ کائنات کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر اُس کا دل بھر آیا۔ وہ دل ہی دل میں آنحضرت ﷺ سے عقیدت رکھتی۔ عبداللہ تیمی کے خوف سے زبان بند رکھتی۔ شام کے وقت کچھ صحابہ کرامؓ کعبہ کی طرف بڑھ رہے تھے تو دوسری جانب قریش مکہ کی سنگ باری اُنؓ پر جاری تھی۔

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام

کعبہ کی حدود سے پہلے ابو قیس نامی پہاڑی کی جانب سے عبدالمطلب کے فرزند یعنی حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی کعبہ کے طواف کے لیے آ رہے تھے۔ عبداللہ تیمی کی نوکرانی آب دیدہ لہجے میں بولی محمد ﷺ کو مارا پیٹا جا رہا ہے، آپ ﷺ پر کنکریاں برسائی جا رہی ہیں۔ اذیتوں کا طوفان برپا ہے۔ آپ لوگوں کی غیرت کہاں سو گئی ہے، یہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ رک گئے اور لونڈی کی پوری بات توجہ سے سنی۔ یہ سنتے ہی اُنھیں جلال آ گیا۔ وہ کعبہ کی طرف لپکے اور ابو جہل کو غصے کی حالت میں گھورتے ہوئے اپنی کمان اُس کے سر میں دے ماری۔ ابو جہل کو لہولہان دیکھ کر دیگر قریش مکہ دم سادھے رہ گئے۔ آوازیں گنگ ہو گئیں۔ حضرت حمزہؓ کی دلیری اور شجاعت سے سب واقف تھے۔ وہ گرج دار آواز میں بولے:

> ”محمد ﷺ میرا بھتیجا ہے۔ جسے تم نے لاوارث سمجھ رکھا ہے۔ وہ میرا بھتیجا ہے جس کا چہرہ گالیاں اور پتھر کھانے کے لیے نہیں ہے۔“

ابو جہل نے مار کھانے کے باوجود لومڑی کا انداز اپنایا۔ حضرت حمزہؓ کی بہادری کو سراہا نیز تاجدارِ حق ﷺ کی تبلیغ کو جھٹلاتے ہوئے دیوتاؤں کی تعریف کی۔ حضرت حمزہؓ نے لغویات سننے کے بعد کہا:

> ”تم سے زیادہ نادان ہے بھی کون، کہ اللہ کو چھوڑ کر بے جان مورتیوں کو پوجتے ہو! سن لو، میں بھتیجے کے ساتھ ہوں۔ اب اسلام ہی کے لیے میرا جینا ہے اور اسلام ہی کے لیے میرا مرنا ہے۔ جب اس کا حق ہونا مجھ پر واضح ہو گیا، تو پھر کیوں نہ مانوں؟ سن لو، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں، بالکل حق ہے! خدا کی قسم اب میں اس سے نہیں پھر سکتا۔ ہاں اگر تم سچے ہو اور کچھ بل بوتہ رکھتے ہو تو روک کر دیکھ لو۔ آج سے میری ہر قسم کی حمایت، نصرت نبیٔ پاک ﷺ کے ساتھ ہوگی اور اُن کی عزت مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوگی۔“

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے بعد مسلمان بے خوف و خطر عبادت کرنے لگے۔ حضور

Marfat.com

پاک ﷺ کی تبلیغ کا دائرہ وسعت پانے لگا۔آپ ﷺ اسلام لانے والوں کو نویدِ بہار دینے لگے کہ دنیا میں کی جانے والی ہر نیکی کا پھل ملے گا۔ ہر برائی کی سزا ملے گی۔ راہِ حق پر گامزن لوگ ہی فلاح پائیں گے۔آپ ﷺ کو حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کی بہت خوشی ہوئی۔قریش کے سب سے بڑے پہلوان، جرأت وشجاعت کے پیکر اور ولولہ انگیز شخصیت کے مالک حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے سے حضور پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور حضرت حمزہؓ کے ثابت قدم رہنے کی دُعا کی۔آنحضرت ﷺ نے یہ بھی دُعا فرمائی:''خدایا! عمر بن خطاب اور عمرو ابن ہشام میں جو تجھے زیادہ محبوب ہے، اُس سے اسلام کی مدد فرما۔''

قریشِ مکہ کا ہر قدم، ہر سازش، ہر منصوبہ، ہر منافقت، ہر حربہ دم توڑتا گیا۔کاروانِ اسلام کی مقبولیت، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑھنے لگی۔

وہ اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو مخلوق کے لیے ایک مثالی نمونہ بنا کر پیش کرنا چاہتا تھا۔اس لیے ربِ کائنات نے امتحانات کی ایک لمبی کڑی آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔حضور ﷺ اپنے اقوالِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ سے ہر رکاوٹ عبور کرتے آئے۔قریش مکہ کی وجہ سے آپ ﷺ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، مخالفتوں کی آندھیاں آئیں، خونی رشتوں نے منہ موڑا، ہمسائیوں نے بے رخی کی، طرح طرح کی اذیتوں سے گزرنا پڑا، آپ ﷺ کے ماننے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔غلاموں کو نشانۂ ستم بنایا گیا۔لونڈیوں کو سرِ بازار بے آبرو کیا گیا، کلمۂ حق قبول کرنے والوں کو قریشیوں نے گھروں سے باہر نکال دیا۔ ہر کلمہ گو جسمانی ایذا کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے تو ہو گیا لیکن اُن کے سینوں میں اسلام کی حرارت اور کلمہ طیبہ کی روشنی کم نہ ہوئی۔

گر ہو سکے تو صدا دبا دو
گر ہو سکے تو دیا بجھا دو
صدا دبے گی تو حشر ہو گا
دیا بجھے گا تو سحر ہو گی

قبل ازیں انبیائے کرامؑ پر ہونے والے تمام مظالم، تمام اذیتیں اور تمام تکلیفیں خاصائے خاصانِ رسل ﷺ پر ڈھائی گئیں۔آپ ﷺ خندہ پیشانی سے ذکر الٰہی کرتے آگے بڑھتے گئے۔قریش ہر شام

Marfat.com

ایک بیٹھک کا اہتمام کرتے، قریش کے سردار طرح طرح کی منصوبہ بندی کرتے، ایک حربہ عتبہ بن ربیعہ کو بھیجنے کا بھی تھا۔ عتبہ کو اپنی خاندانی حیثیت پر غرور تھا، اپنی ذہانت اور فطانت پر ناز کرتے ہوئے، اُس نے قریشِ مکہ سے وعدہ کیا کہ وہ نبیٔ پاک ﷺ کو دعوتِ دین سے روک سکے گا۔ جب وہ نبیٔ پاک ﷺ سے ملنے آیا تو فخرِ جہاں، شاہِ شہاں، ماہِ فروزاں ﷺ، اللہ کی عبادت میں مستغرق تھے۔ عتبہ نے تقریباً انھی باتوں کو دُھرایا جو قبل ازیں حضور ﷺ سے کی جا چکی تھیں۔ تمام لالچ، مراعات، جاہ و منصب دینے کی پیشکش۔ حضور پاک ﷺ نے عتبہ کی تمام گفتگو اُسی صبر و تحمل سے سنی جس کا مظاہرہ آپ ﷺ تمام عمر کرتے رہے۔ عتبہ کی طویل گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے سورہ حٰم سجدہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

> ترجمہ: ''الر، یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو حق واضح کرنے والی ہیں۔ ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اُتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تا کہ تم سمجھ سکو۔ اے پیغمبر (ﷺ) ہم نے تم پر یہ قرآن جو وحی کے ذریعے بھیجا ہے اُس کے ذریعے ہم تمھیں ایک بہترین واقع سناتے ہیں جب کہ تم اس سے پہلے بالکل بے خبر تھے۔''

عتبہ، آیاتِ قرآنی سن کر بہت متحیر ہوا۔ وہ سر جھکائے اور سماعتوں میں قرآنی آیات کی بازگشت محسوس کرتے ہوئے، قریش کے پاس پہنچا اور رحمت اللعالمین ﷺ کی بے ریا محبت، خلوص، پیار، شفقت اہلِ قریش کو سنادی۔ ''خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا'' کے مصداق قریشِ مکہ یکے بعد دیگرے اُلجھنوں اور مشکلوں میں گھرتے گئے۔ اسلام پھیل رہا تھا اور بت گرتے اور ٹوٹتے جا رہے تھے۔ اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار ہونے لگا۔ بت پرستی کا رجحان ٹوٹنے لگا۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اُجالائے حق پھوٹنے لگا۔ رحمتوں کا بادل برسنے لگا۔ متعصب قریش، منکرین، منافقین اور مشرکین ایک دوسرے پر ہی لفظوں کی شمشیریں لئے دست و گریباں ہونے لگے۔ اُن کا خیال تھا کہ ایک اللہ پر یقین کرنے کا مطلب خود کو ختمِ نبوّت اور رسالت کے سپرد کرنا ہے۔ شدید کرب میں مبتلا قریشِ مکہ پر اسلام بجلی بن کر گر رہا تھا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی ﷺ
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

Marfat.com

پڑا ہر طرف غل پہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

ابو طالب نے قریشِ مکہ کا ہر مطالبہ رد کر دیا اور حضور پاک ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ عتبہ ولید بن مغیرہ اور دیگر سرداروں نے زور آزمائیاں کر لیں لیکن آنحضرت ﷺ دعوتِ حق سے کیسے ہٹ سکتے تھے۔ سرِ عام تبلیغ کی عمر ابھی چند ماہ تھی کہ حج قریب آ گیا۔ اب قریشِ مکہ کو مزید پریشانی لاحق ہوئی کہ حجاجِ کرام کو اگر دعوتِ حق دی گئی تو کئی حجاجِ کرام اسلام قبول کریں گے۔ ایک پریشانی، دوسری پریشانی کے ساتھ منطبق ہو رہی تھی۔ قریشِ مکہ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی رابطہ کیا لیکن یہ تدبیر بھی ناکام ہوئی۔ جو ملاقاتی بھی تاجدارِ حق ﷺ سے ایک بار مل لیتا، وہ انہیں کا ہو رہتا۔ آپ ﷺ کی خوش کلامی، آپ ﷺ کی برداشت اور اخلاقِ حسنہ نے سب کو گرویدہ بنا لیا۔ آخری حربے کے طور پر یہودیوں سے خصوصی مدد کا فیصلہ کیا۔ رئیس المنافقین اور شیطانِ وقت نضر بن حارث نے مخزنِ اسرارِ ربانی ﷺ کی مخالفت میں ڈٹے رہنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی صلاحیتیں آپ ﷺ سے (نعوذ باللہ) بہتر کہنے لگا۔ اُس کی بغاوت سب کے سامنے تھی۔ ایک دن نضر اور عقبہ دونوں یہودی عالموں کے پاس سارا قصہ سنانے کے بعد سازشوں کے تار بُننے لگے۔ یہودیوں نے مشرکین کو مشورہ دیا کہ وہ حضور ﷺ سے پوچھیں:

> ''پچھلے زمانہ میں کچھ جواب تھے۔ ان کی داستان بڑی عجیب و غریب ہے۔ ذرا محمد ﷺ سے پوچھو، دیکھو، ان کے متعلق کچھ بتاتے ہیں۔ ایک آدمی اور گزرا ہے۔ اس نے زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ محمد ﷺ سے پوچھو کہ اس کے متعلق بھی جانتے ہیں؟ نیز یہ بھی پوچھو کہ یہ قرآن وہ لاتے کہاں سے ہیں؟ اگر یہ تینوں باتیں وہ بتا دیں، تو سمجھ لو کہ وہ سچے پیغمبرؑ ہیں۔ ورنہ جھوٹے ہیں اور پھر جو جی میں آئے کرو۔''

یہ سنتے ہی وہ بڑبڑاتے ہوئے مکہ لوٹ آئے۔ قریش اُن کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی لفظوں کی بھیک مانگنے لگے کہ معاملات کیسے رہے؟ دونوں نے یہودی عالموں سے ہونے والی گفتگو سے اُنھیں آگاہ کر دیا۔ قریش نے سب کچھ سن کر اپنا وفد حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کیا اور

Marfat.com

آپ ﷺ سے مذکورہ سوالات کیے۔ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، اسی اثناء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کے سینے مبارک پر سوالات کے جوابات منکشف فرمائے۔

جوانوں کا قصہ بھی بتایا جو سورۂ کہف میں تفصیل سے موجود ہے۔ سیاح کے متعلق بھی بتایا کہ وہ ذوالقرنین تھے اور ان کا یہ واقعہ ہے۔ ان کا ذکر بھی سورۂ کہف میں موجود ہے۔ پھر تیسرے سوال کے بارے میں فرمایا:

''انھیں بتادو کہ یہ وحی میرے رب کے حکم سے آتی ہے۔ مگر تم لوگ انسانی کلام اور آسمانی کلام میں تمیز ہی نہیں کر پاتے اور شبہ کرتے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے اور کوئی انسان اسے گھڑا کرتا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ تم علم سے محروم اور بصیرت سے کوسوں دور ہو۔''

''وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ''

''اور یہ لوگ آپ (ﷺ) سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو
یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے۔ مگر تم لوگوں نے علم سے
کم ہی بہرہ پایا ہے۔'' (بنی اسرائیل: ۸۵)

دشمنوں کی ایک چال اور ناکام، مشرکین کا ایک اور حربہ اپنی موت آپ مرگیا۔ عتبہ تو آپ ﷺ کی شانِ اقدس سے بہت متاثر ہوا۔ قرآنِ پاک کی تلاوت نے اُس کے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔ وہ خود کلامی میں مصروف ہو گیا اور سوچنے لگا کہ کتنی عظیم ذات ہے جسے کوئی دنیاوی لالچ نہیں جو اپنے خالقِ حقیقی کا پیغام اُس کی مخلوق تک پہنچانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ عتبہ کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ اہلِ عرب شعر و سخن میں اپنے کلام کی بلاغت کے لیے مقبول ہیں لیکن قرآنِ پاک کی فصاحت و بلاغت کسی طرح بھی دنیاوی محسوس نہیں ہوتی۔ اس میں معرفت کا رنگ، سکون، ٹھہراؤ اور پیغام حقیقت ہے۔ عتبہ نے کہا:

'' ان تترك للعرب محمدا ، فان تغلبت عليه
استراحت قريش ، وان تبعته فلها و فخاره''

''محمد (ﷺ) کو مہلت دی جانی چاہیے اگر عرب اِن پر غالب
آگئے تو قریش کو خود بخود اِن سے نجات مل جائے گی اور اگر عرب
اِن کے تابع ہوگئے تو فخر قریش کے لیے ہوگا۔''

حجاجِ کرام تک آپ ﷺ کی رسائی روکنے کے لیے ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دی گئی۔ آپ ﷺ پر (نعوذ باللہ) الزامات، بہتان اور دروغ گوئی اور اسی قسم کی سرگرمیوں کا اہتمام ہونے لگا۔ ولید قریشِ مکہ کے

Marfat.com

الزامات رد کرتا رہا کہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) شاعر، پاگل، جادوگر، کاہن، باغی اور سرکش کہنا درست نہیں ہے۔اس صورتِ حال میں سورۂ مدثر کی آیات ۔۱۱ تا ۲۶ کا نزول ہوا۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ Oفَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ Oثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ Oثُمَّ نَظَرَ Oثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ Oثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ Oفَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ Oاِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ O

ترجمہ:''اس نے سوچا اور اندازہ لگایا۔وہ غارت ہو۔اس نے کیسا اندازہ لگایا، پھر غارت ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا! پھر نظر دوڑائی، پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بسورا۔ پھر پلٹا اور تکبر کیا۔آخر کار کہا کہ یہ نرالا جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آرہا ہے۔یہ محض انسان کا کلام ہے۔''

حج کے موقع پر قریشِ مکہ کا خواب چکنا چور

حجاج کے قافلے آنا شروع ہوئے اور سرکش قریش مکہ سب کو حضور پاک ﷺ کے دین کے بارے میں خود ہی بتانے لگ گئے۔سب پریشان تھے کہ یہ نیا انقلاب کیسا ہے؟ جو فریضہ مسلمانوں کو انجام دینا تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے محاذ آرائی پر تلے ہوئے قریش سے لیا۔قریش نبیٔ پاک ﷺ کی تبلیغ کے بارے میں حجاجِ کرام کو بتاتے رہے۔بازاروں میں نبیٔ پاک ﷺ کا تذکرہ عام ہوا۔ذکرِ الٰہی پھیلنے لگا نیز اسلام کی روشنی اپنا راستہ خود تلاش کرنے لگی۔جب رسول پاک ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کرتے اُسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ، ولید بن مغیرہ، اُمیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی، بتوں کی پوجا کرتے ہوئے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دیتے۔اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ اپنانے کو کہتے۔حضور پاک ﷺ یہ سب کچھ اپنے روایتی انداز میں سنتے اور خاموش رہتے۔وحی نازل ہوئی:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ Oلَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ Oوَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ Oوَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ Oوَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ Oلَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ O (سورۃ الکٰفرون)

''کہہ دو! نہیں عبادت کرتا میں جن کی عبادت کرتے ہو تم اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو، اس کی جس کی عبادت کرتا ہوں میں اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں ان کی جن کی عبادت تم نے کی اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمھارے لیے ہے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

Marfat.com

قریشِ مکہ کا خیال تھا کہ وہ حج کے موقع پر رسولِ خدا ﷺ اور اسلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکائیں گے لیکن معاملہ اُلٹا ہوا۔

''اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا''

حج کے موقع رب العالمین نے رحمت للعالمین ﷺ کا دینِ حق قریشِ مکہ کے ذریعے لوگوں تک پہنچا دیا۔ قریشِ مکہ کی پریشانی مزید بڑھ گئی کیوں کہ حجاجِ کرام دینِ الٰہی کے بارے میں تجسس اور حیرت کا مظاہرہ کرنے لگے۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
''پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے''

ایک طرف حضور ﷺ کی سجدہ ریزی اور قبولیتِ اسلام میں اضافہ جاری تھا اور دوسری طرف بتوں کے پجاری طرح طرح کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ ابولہب کی بیوی اَروَی یعنی اُمِ جمیل جو حرت بن اُمیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔ حضور پاک ﷺ کی راہوں میں کانٹے بچھاتی اور بدزبانی کا مظاہرہ کرتی۔ حضور ﷺ کے پڑوسیوں میں ابولہب، حکم بن ابی العاص بن اُمیہ، عُقبہ بن ابی مُعیط، عدی بن حمرَ الثقفی، ابن الاصداء ھُذَلی اور دیگر شامل تھے۔ حکم بن ابی العاص کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ ایک طوفانِ بدتمیزی حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ روا رکھا گیا۔ ابوجہل، ابولہب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عُتبہ، اُمیہ بن خلف اور عُقبہ بن ابی مُعَیط جیسے مشرکین نے فخرِ کائنات ﷺ کو (نعوذ باللہ) ایسے بیہودہ لفظوں سے نوازا جس پر بیہودگی بھی شرمندہ ہوتی۔ ایک عجیب دو عملی کا مظاہرہ اُس وقت نظر آیا کہ ان قریش میں سے بہت سے لوگ بشمول ابوجہل، قرآن پاک تو توجہ سے سن لیتے، گھنٹوں حضور ﷺ کی آواز سے سکون حاصل کرتے لیکن اطاعت و ایمان کی دولت سے محروم رہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ○ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ○ (۶۸:۱۰-۱۳)

Marfat.com

ترجمہ: ”تم بات نہ مانو کسی قسم کھانے والے ذلیل کی جو لعن طعن
کرتا ہے، چغلیاں کھاتا ہے۔ بھلائی سے روکتا ہے، حد درجہ ظالم،
بدعمل اور جفا کار ہے اور اس کے بعد بد اصل بھی ہے۔“

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے جان ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کی اشاعت کے لیے ہر قسم کی قربانی دے رہے تھے۔ اُلفتِ رسول ﷺ کی خاطر اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر آسمان بھی رشک کر رہا تھا۔ ظلم و تشدد کی وجہ سے حضرت بلالؓ کی آنکھوں سے گرنے والا ہر آنسو گوہرِ یکتا بن رہا تھا۔ چہرۂ بلالؓ کا نور روئے بہار کو شرمندہ کر رہا تھا۔ حضرت بلالؓ کے بارے میں ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

مدینہ تیریؓ نگاہوں کا نور تھا گویا
تیرےؓ لیے تو وہ صحرا ہی طور تھا گویا

ریگ زارِ عرب کا ذرہ ذرہ کلمہ حق کی گواہی دے رہا تھا۔ جمالِ کائنات، پیکرِ تسلیم و رضا، محرمِ اسرارِ کائنات، نبیٔ پاک ﷺ کی رگ رگ سے اطاعتِ الٰہی کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ در و دیوارِ شہرِ یارِ طیبہ کی خوش بختی پر چرخِ کہن بہت ہیچ دکھائی دے رہا تھا۔

گستاخانِ رسول ﷺ کی انسانیت سوز حرکتوں کی وجہ سے سرورِ کائنات ﷺ نے محسوس کیا کہ ساکنانِ مکہ حق کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ زمین و آسماں کی تمام وسعتوں کا مالک ہے۔ ہر کلمہ گو جہاں بھی پہنچ جاتا ہے وہ اُس کی سرزمین ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا تسخیرِ کائنات کی دعوت دی گئی ہے۔ تسخیرِ کائنات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندے کے لیے اس کائنات کے بحر و بر اور فضاؤں میں خزانے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ انسان محنت کرے اور اپنے لیے آسانیاں مہیا کر لے۔ یہ کائنات انسان کے لیے ہے۔ ”جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے“ کے مصداق انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے۔ مکہ کی فضاء تو نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی لیکن اُس کے سردار اپنی سرداری قائم رکھنے کے لیے لہو رنگ ماحول بنا رہے تھے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو دارِ ارقم میں اکٹھا کیا۔ نماز کے دوران تصادم بھی ہوا۔ قریش کے کچھ غنڈوں نے دورانِ نماز صحابہ کرامؓ پر حملہ کرنا چاہا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک مشرک پر ایسا وار کیا کے اُس کا خون بہہ نکلا۔ اسلام کے لیے یہ پہلا خون تھا جو بہایا گیا اور اللہ کی راہ کے باغیوں کو ہٹانے کی کوشش کی گئی۔

Marfat.com

ہجرتِ حبشہ

روز بروز بڑھنے والے مظالم کے پیشِ نظر حضور پاک ﷺ نے فدایانِ رسول ﷺ کو مشورہ دیا کہ وہ حبشہ کو ہجرت کریں۔ جہاں نجاشی حکمران ہے۔ انصاف پسند اور اَمن وسلامتی کا داعی ہے۔ اس لیے ۸۵ مرد اور ۷ اخواتین پر مشتمل پہلا کاروان حبشہ روانہ ہو گیا۔ راستوں کی صعوبتیں، رکاوٹیں اور قریشِ مکہ کی شرارتیں اس سفر میں شامل رہیں۔ ہجرت، سنّتِ نبوی ﷺ ہے، اس لیے اہلِ حق بڑے اطمینان کے ساتھ حبشہ پہنچ گئے۔

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا O (۱۸:۱۶)

''اور جب تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے دوسروں معبودوں سے الگ ہو گئے تو غار میں پناہ گیر ہو جاؤ، تمھارا رب تمھارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام کے لیے تمھاری سہولت کی چیز تمہیں مہیا کرے گا؟

میں نے محفل میں شمع جلائی بھی نہ تھی
کہ لوگ پہلے ہی سے طوفاں بنے بیٹھے ہیں

ابھی عاشقانِ رسول ﷺ کا وفد حبشہ پہنچا ہی تھا کہ قریشِ مکہ نے عبداللہ ربیعہ اور عمرو بن العاص کو قیمتی تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا۔ اِن عیار و مکار منافقین کے حبشہ پہنچنے سے پہلے مسلمان اپنی آمد کے اغراض و مقاصد بتا چکے تھے۔ نجاشی اُن سے گفتگو میں بہت سے مذاکرات کرنے کے بعد مطمئن تھا لیکن عبداللہ اور عمرو کے بہکانے اور پرانے تعلقات کا واسطہ دینے کی وجہ سے نجاشی نے تمام مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلوا لیا۔ نجاشی کا دربار سج گیا۔ نجاشی کے بائیں جانب قریش کا وفد سر جھکا کر اپنا مقصد بیان کرنے لگا۔ مسلمان نجاشی کے سامنے سر جھکائے بغیر دربار کے دائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ سوالات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ عبداللہ اور عمرو نے کہا کہ یہ مسلمان باغی، عقل و شعور سے عاری اور عیسائیت کے خلاف ہیں۔ نجاشی نے پناہ گزینوں کو بلایا۔ برادرِ علیؓ، حضرت جعفر طیارؓ نے شاہِ حبشہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جبینِ نیاز صرف ایک اللہ کے حضور جھکتی ہے۔ یہی درس ہمارے معلمِ اخلاق نبیٔ پاک ﷺ نے دیا ہے۔ سورۂ مریم کی

Marfat.com

تلاوت شاہِ حبشہ کا دل موم کر چکی تھی۔ بارِ دگر کفار کے وفد کے سامنے حضرت جعفر طیارؓ نے فصاحت و بلاغت اور اندازِ بصالت سے پیغامِ الٰہی کے بارے میں اظہارِ خیال کیا۔ ابو طالب کے فرزند اور برادرِ علی، حضرت جعفرؓ کی تقریر کے یہ جملے قابلِ تعریف ہیں:

''اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے۔ بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ طاقتور کمزوروں کو کھا جاتا۔ اتنے میں اللہ نے ہم میں ایک رسول ﷺ بھیجا۔ اس رسول ﷺ کے خاندان کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کی سچائی اور پاک بازی سے بھی خوب واقف ہیں۔ اس رسول ﷺ نے ہم کو سچے دین کی دعوت دی اور اس نے کہا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، بے جان مورتیوں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ ایمان دار بنیں ۔ صلۂ رحمی کریں۔ پڑوسیوں کو آرام پہنچائیں ۔ ظلم سے باز آئیں۔ بدکاری چھوڑ دیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ شریف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں اور خیرات دیں۔ چناں چہ ہم نے اس کو سچ جانا اور اس پر ایمان لے آئے۔ نیز اللہ کی طرف سے اس نے جو کچھ بتایا اسے جان و دل سے تسلیم کر لیا۔ بس یہی جرم ہے، جس پر قوم ناراض ہوگئی اور ہم کو بے دردی سے ستانے لگی تاکہ ہم اس دین سے توبہ کر لیں اور پھر غلط راہوں میں بھٹکتے پھریں۔ جب ہم بالکل ہی تنگ آگئے اور وہاں سانس لینا دوبھر ہوگیا تو مجبوراً ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی کہ شاید یہاں چین نصیب ہو جائے اور ظلم و ستم کا سایہ سَر سے ٹل جائے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس انداز سے بیان کی کہ جذبات و احساسات کا سمندر نجاشی کی آنکھوں سے رواں ہو گیا۔ اُس کا چہرہ اور ڈاڑھی بھیگ چکی۔ اُس نے کفار کے وفد کو دوٹوک جواب دے دیا اور مسلمانوں کو حبشہ میں اپنی مرضی کے مطابق قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ کفار کا وفد اپنی حسرتوں پر آنسو بہاتے ہوئے واپس آ گیا۔ پہلی ہجرت کے بعد حبشہ کی طرف دوسری ہجرت بھی ہوئی۔ اس ہجرت کا مقصد

Marfat.com

مسلمانوں کو کفار کے تشدد سے بچانا تھا۔ ہجرت کی وجہ سے مسیحی برادران کو حق شناسی کا موقع ملا۔ مسلمانوں کو بھی عیسائیت کے بارے میں لاتعداد معلومات حاصل ہوئیں۔ نبی پاک ﷺ نجاشی کے رویے پر بہت خوش ہوئے۔ حبشہ میں موجود خواتین و حضرات کی پُرسکون زندگی پر آپ ﷺ، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ ''میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج رکھ دیا جائے'' کہنے والے دلیر پُرعزم حضورِ سرورِ عالم ﷺ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے تھے۔ آقائے عرب و عجم ﷺ نے عزم و استقلال کے ساتھ پیغام الٰہی کے لیے خود کو وقف کر دیا۔

مرادِ رسول ﷺ، حضرت عمرِ فاروقؓ کا قبولِ اسلام

غلامیِ رسول ﷺ کسی انسان کی سب سے بڑی خوش بختی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ نے اللہ کے حضور ایک خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ''اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔'' مرادِ رسول ﷺ کس طرح نظرانداز ہو سکتی تھی۔ نبوت کے چھٹے سال میں حضرت عمرؓ بن خطاب ۲۷ برس کے تھے۔ حوصلہ مند، پُرعزم، قابلِ رشک جوانی، دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان، صاحبِ جلال، صاحبِ کمال، صاحبِ ثروت شخصیت کے حامل تھے۔ ایک دن عمر محسنِ انسانیت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا (نعوذباللہ) چراغ گل کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔ شمشیرِ بے نیام، جاہ و جلال میں مگن منزل کی طرف رواں تھے کہ راستے میں نعیمؓ بن عبداللہ مل گئے اور اُن کے تیور دیکھ کر نعیم بن عبداللہؓ نے کہا کہ حضور ﷺ تک پہنچنے سے پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کا حال معلوم کیجیے۔ عمر وہیں سے پلٹ گئے۔ بہن کے گھر پہنچے تو وہ تلاوتِ کلام پاک میں مصروف تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی عمر جلال میں آگئے اور دونوں کی گوشمالی کے علاوہ مار پٹائی کی۔ فدایانِ رسول ﷺ تشدد برداشت کرتے رہے۔ بالآخر بہن نے ہمت کی اور قرآن پاک کی حقانیت اور حضورِ پاک ﷺ کی نبوت کے بارے میں بتایا۔ غضب ناک اور عقابی نگاہوں سے بہن کو دیکھتے ہوئے، عمر غصے کی حالت میں کچھ بھی کر سکتے تھے۔ عمر کی بہن فاطمہؓ اور بہنوئیؓ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر چند آیات سن کر خاموش ہو گئے۔ بہن اور بہنوئی کی استقامت کے سامنے عمر کچھ دیر خاموش رہے۔ بہن فاطمہؓ نے عمر کو وہ صحیفہ دیا جس کے لیے عمر کا دل اندر ہی اندر سے تڑپ رہا تھا۔ صحیفے پر نظر پڑی، نظر کا تیر جگر میں پار ہو گیا۔ پڑھتے پڑھتے دل کانپ اُٹھا، کپکپی طاری ہو گئی۔ رگ رگ میں سرور محسوس ہونے لگا اور بے اختیار کہہ اُٹھے: ''کتنا اچھا اور پاکیزہ کلام ہے۔'' حضرت خبابؓ قریب ہی موجود تھے، اُنھوں نے عمر کو بتایا کہ آقا ﷺ نے دُعا

Marfat.com

فرمائی تھی کہ ''اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔''
عمر یہ سنتے ہی دارِ ارقم پہنچ گئے۔ عمر حیرت اور انکساری کی حالت میں درِ نبوت ﷺ پر پہنچ گئے۔ صحابہ کرامؓ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت حمزہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ اگر وہ بری نیت سے آیا ہے تو اُسے مارنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جونہی عمر دروازے سے اندر داخل ہوئے تو حضرت حمزہؓ اور حضرت بلالؓ نے اُنھیں بانہوں میں جکڑ لیا۔ سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے قدم بڑھایا اور خدا سے دُعا کی اللہ عمر کے دل میں جو کھوٹ ہے اُسے دور کر دے اور اس کا سینہ نورِ ایمان سے چمکا دے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ اور حضرت حمزہؓ کو اُنھیں چھوڑنے کا اشارہ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تلوار نیام سے نکالی اور حضور پاک ﷺ کے قدموں میں رکھ دی۔ آج جاہ و جلال، سطوتِ فاروقی ہار چکی تھی۔ اپنی طاقت کا غرور حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔ ''مجھے اپنے غلاموں میں شامل کر لیجیے۔'' سنتے ہی اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے یوں بلند ہوئے کہ مکہ کی پہاڑیاں ہل گئیں، دشت و جبل لرز اُٹھے۔ کیا خوب صورت منظر ہوگا جب قوت دم توڑ چکی ہوگی اور چاروں طرف ایک ہیبت اور سرور کی کیفیت موجود ہوگی۔ جانِ کائنات ﷺ کے لبوں پر اللہ کی حمد و ثنا جاری تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ شکستہ دلوں کو حوصلہ مل گیا۔ اُمید کے چراغ روشن ہو گئے۔ فاران کی چوٹیوں پر خوشیاں مچلنے لگیں۔ مسلمانوں کو نویدِ زندگی مل گئی۔ اب غموں کی رات ڈھل گئی، اُمید کا چراغ روشن ہو گیا۔ مرادِ رسول ﷺ، حضرت عمرِ فاروقؓ آج تاجدارِ کائنات ﷺ کا دست و بازو بن گئے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ کے قبولِ اسلام سے قریش مکہ کے جذبات و احساسات سخت مجروح ہوئے۔ اُن کے خوابیدہ افسانے ریت کا ڈھیر ہو گئے۔ آج کا سورج فتح و نصرت کی کرنیں بکھیرنے لگا۔ دوسری طرف حضرت عمرِ فاروقؓ نے بھی محسوس کیا کہ اُن کے جاہ و جلال میں اضافہ ہو گیا۔ یہ سطور لکھتے ہوئے میرا قلم فخر محسوس کر رہا ہے کہ حضرت عمرِ فاروقؓ رات بھر مکہ کی گلیوں میں نعرے لگتے ہوئے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ ابوجہل، حضرت عمرِ فاروقؓ کا ماموں تھا۔ آپؓ نے اُس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر بتایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہوں، محمد ﷺ کو نبی مان کر اُن کی ساری باتوں پر یقین کامل رکھتا ہوں۔'' یہ سنتے ہی سیخ پا ہو گیا۔ اُس کے دل و دماغ پر بجلی کی کڑک محسوس ہونے لگی۔ حضرت عمرِ فاروقؓ کی دلیرانہ گرج اور بے باکی کے سامنے کون بول سکتا تھا؟ ابوجہل نے حضرت عمرِ فاروقؓ کو برا بھلا کہا۔ آپؓ کی بے باکی اور حق باطل میں تمیز کرنے پر سرورِ عالم ﷺ نے آپؓ کو 'فاروق'

Marfat.com

کا خطاب دیا۔ نبوت کا چھٹا سال اور ذی الحج کا متبرک مہینہ حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کو ابھی تین دن گزرے تھے کہ شیرِ اسلام کی ہیبت نے قریشِ مکہ کے ایوانوں میں زلزلہ طاری کر دیا۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے کفارِ مکہ، مشرکین اور مخالفینِ حق کو بانگِ درا کہہ دیا:

''سن لو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کوئی بھی ہلا تو سر قلم کر دوں گا۔''

مسلمانوں کو حبشہ میں تین ماہ گزر چکے تھے جب انھیں سیدنا فاروقِ اعظمؓ اور حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام کا پتا چلا تو مہاجرین کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ سبحان اللہ'' آج کعبہ کی دیواریں تلاوتِ کلامِ حق سننے کی سعادت حاصل کر رہی تھیں۔ اعلانیہ نماز کی ادائیگی سے سطوتِ اسلام میں اضافہ ہوا۔ محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ نے اشاعتِ اسلام کے لیے سرگرداں رہنا شروع کر دیا اور دوسری طرف قریشِ مکہ نے منصوبہ بندیاں شروع کر دیں۔ حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ کے ماننے والوں کو سخت سے سخت اذیت دی جائے۔ کفار کے سرداروں نے نبوت کے دسویں سال محرم کے مہینہ میں اپنے مظالم کو ایک نیا رخ دیا۔ نئے طرزِ عمل کے مطابق محمد عربی ﷺ سے مکمل لاتعلق، خرید و فروخت، شادی بیاہ، لین دین سب کچھ ختم۔ کفار نے اپنا معاہدہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ اس کی خلاف ورزی اور اس معاہدے کو اُتارنے والے کے لیے کڑی سے کڑی سزا کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ کچھ سردار آلِ عبدالمطلب سے مخاطب ہو کر بولے:

''اب تو دو ہی شکلیں ہیں، یا تو محمد ﷺ کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اس کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں۔ اس طرح تم کو بھی آرام مل جائے گا اور ہم کو بھی چین نصیب ہو جائے گا۔ نیز ہم تم کو بہت سا خون بہا بھی دیں گے۔ اگر اس پر راضی ہو جاؤ تو کیا کہنا۔ ورنہ ہم تمھارا بائیکاٹ کر دیں گے۔ پھر نہ تم سے کبھی خرید و فروخت کریں گے اور نہ کوئی لین دین۔ نتیجہ کیا ہو گا؟ تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے۔ اب کہو، کیا خیال ہے؟''

آلِ عبدالمطلب نے اعلان کیا کہ وہ کسی طور بھی نبیٔ پاک ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ مخالفتوں کا طوفان شروع ہو گیا۔ اسلام کی اشاعت ظلم و طغیان کے سیاہ بادلوں پر برقِ الٰہی بن کر ٹوٹ رہی

Marfat.com

تھی۔ایک طرف تیغ و خنجر کی دھمکیاں تو دوسری طرف جوشِ ایمان کی حرارت۔تاجدارِ حقیقت ﷺ نے فرمایا کہ اس معاہدے کو دیمک چاٹ چکی ہے۔جب کہ ابوجہل کی پوری ٹیم کہہ رہی تھی: مکہ والو! کیا یہ بات مناسب ہے کہ ہم لوگ کھاتے پیتے رہیں، پہنتے اور اوڑھتے رہیں اور ادھر ہاشمی لوگ تباہ ہوتے رہیں۔نہ انھیں خرید نے کی اجازت اور نہ بیچنے کی اجازت۔خدا کی قسم! میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اس ظالم عہدنامے کو پھاڑ نہیں دوں گا۔مزید براں ابوجہل نے کہا ''تم جھوٹے ہو خدا کی قسم! تم اس کو نہیں پھاڑ سکتے۔''

شعب ابی طالب

حرمت کے مہینے محرم میں یعنی نبوت کے دسویں سال مسلمان خصوصاً ابو طالب کا پورا خاندان ایک درّہ میں مقید ہو گئے۔یہ وہی جگہ ہے۔جسے ''شعب ابی طالب'' کا نام دیا جاتا ہے۔مسلمانوں کا اس گھاٹی میں محاصرہ کرلیا گیا۔باقی دنیا سے الگ تھلگ ہر آدمی بالکل آزاد لیکن یہ لوگ دنیاوی رونقوں سے بہت دور تھے۔

اس درّہ میں پیارے نبی ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں سمیت مسلسل تین سال ایک قسم کی جیل کاٹتے رہے۔یکے بعد دیگرے مختلف مصیبتیں بلاؤں کی صورت میں آپ ﷺ پر ٹوٹتی رہیں۔جب ظلم وستم انتہا کو پہنچے تو آپ ﷺ کے کہنے پر کچھ ساتھیوں نے ایک بار پھر حبشہ کا رُخ کیا۔بھوک پیاس اور فاقہ نے زندگی اجیرن کردی لیکن آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی محبت وشفقت میں کوئی کمی نہ آئی۔اُنھیں اپنے بھتیجے سے اتنی محبت تھی کہ سوتے وقت بھی وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لٹا لیتے۔نبیٔ پاک ﷺ کا خاص پہرہ دیا جاتا۔ساتھی عشقِ رسول ﷺ میں سرشار۔

زندگی مسلسل امتحان ہے،کبھی کے دن بڑے،کبھی کی راتیں بڑی،کبھی سردی،کبھی غم،کبھی دوستی اور کبھی دشمنی،کبھی ساتھ نبھانے والے ساتھ چھوڑ گئے اور کبھی غیر اپنے بن گئے۔خوشی کے دن ہوئے تو اپنی شناخت ہوئی اور جب غموں کے بادل چھائے تو دوسروں کی شناخت ہوئی۔کیا کٹھن مرحلہ تھا جب پڑوس میں سبھی احترام کی نظر دیکھتے تھے،پھول برساتے تھے،صادق اور امین کہتے تھے،اپنی امانتیں رکھتے تھے،ساتھ کھیلتے تھے،خوشیاں بانٹتے تھے،غموں میں شرکت کرتے تھے۔آج حقیقت کا نام سنتے ہی کتنے دور چلے گئے۔یہ سارا ماحول دشمن،دوست،عزیز سب بدل گئے۔سبھی نے منہ پھیرلیا اور کائنات کی حقیقت اور اٹل حقیقت بھی یہی ہے کہ اِک ذرا سی بات پر برسوں کی دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔شعبِ ابی طالب میں ابو طالب کے خاندان

Marfat.com

پر عرصۂ حیات تنگ ہے اور صداقت کی باطل کے ساتھ جنگ ہے۔ نہ دن کا سکون ہے نہ رات کا چین ہے۔ پیاس کی شدت بڑھ رہی ہے جب کہ پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ لوگ معاہدے کی صورت گھاٹی کے قریب بھی نہیں آتے، کسی سے راہِ رسم و وفا بھی نہیں، کوئی حال پوچھنے والا نہیں، کسی کو بھوک پیاس کا احساس بھی نہیں، لوگوں سے کوئی لین دین بھی نہیں، رابطہ بھی نہیں، ضابطہ بھی نہیں۔ بس یوں سمجھیے موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ ایمان اور عشق میں یہی تو بات مشترک ہے کہ جفا نہ ہو تو عشق اور محبت میں مزہ نہیں آتا۔ اللہ کے لیے، دین کے لیے، سچے نبی ﷺ کے لیے، اللہ کے یہ بندے بیٹھے ہیں، اسی اُمید پر کہ

شاید خوشی کا دور بھی آجائے اے ندیم
غم بھی جو مل گیا ہے تمنا کیے بغیر

اُمید پر ہی زندگی قائم ہے، اُمید ہی مایوسی میں سہارا دیتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ظلم وستم کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ قربانیوں کا سلسلہ اس انداز سے بڑھتا ہے کہ یہ اپنی کثرت قائم رکھتی ہے۔ زندگی قربانی مانگتی ہے۔ عیدالضحیٰ کے موقع پر ہم جتنے جانور قربان کرتے ہیں اگلے سال یہی جانور دگنی تعداد میں سامنے آجاتے ہیں۔ ظالموں کی گولیاں ختم ہو جاتی ہیں لیکن مظلوموں کے سینے بڑھتے رہتے ہیں۔ اس تین سالہ پُر تشدد اور پُر آزمائش دور میں کچھ اہلِ دل سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ حق کے پروانے کتنے سخت جان ہیں؟ کسی دھمکی، رعب اور ظلم کے سامنے سر نہیں جھکا رہے۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے لازوال محبت نے مکہ کے کچھ لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر کوئی تو سچائی ہے جو اس سخت محاصرے کے باوجود مسلمانوں کو اپنے دین پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ چناں چہ مسلمانوں کی بے بسی دیکھ کر انھیں ترس آنے لگا اور اب وہ چھپ چھپ کر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے پاس آتے اور کچھ کھانے پینے کا سامان دے جاتے۔ انھی لوگوں میں ایک حزام کے بیٹے حکیم تھے۔ حضرت خدیجہؓ ان کی پھوپھی تھیں۔ پھوپھی کی محبت میں سرشار یہ خورد نوش کے سامان کے علاوہ کچھ چیزیں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تک پہنچا دیتے۔ وہ خدا ترس خاتون تھیں۔ لاکھوں میں کھیلنے والی، ممتاز تاجر اور رئیس زادی آج لوگوں کی امداد پر گزارا کرنے لگیں۔ یہ سب رضائے الٰہی کے لیے

Marfat.com

تھا۔تسلیم و رضا کے خوگر زندگی میں کبھی نہیں ہارتے۔ حضرت خدیجہؓ یہ خورد ونوش کی چیزیں لوگوں میں تقسیم کر دیتیں۔روٹی سالن مہیا ہونے پر اللہ کا شکر بجالاتیں۔حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بیٹے ہشام کے دل میں بھی مسلمانوں کے لیے ایک نرم گوشہ پایا جاتا تھا۔وہ بھی ساری مخالفتیں ترک کر کے بہت سا سامان ایک اُونٹ پر لاد کر شعبِ ابی طالب آجاتے۔اُونٹ کو گھاٹی کے باہر دیکھ کر اور سامان اندر لے جانے کی اطلاع جب کفارِ مکہ تک پہنچی تو وہ بہت لال پیلے ہوئے۔اُنھوں نے ہشام کو نتائج سے آگاہ کیا کہ اگر وہ ساز و سامان کی ترسیل سے باز نہ آئے تو اُنھیں کڑی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔لیکن ہشام خوفِ خدا کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کی اعانت کرتے رہے۔اسلام دینِ حق ہے اور دل میں نرم گوشہ رکھنے والوں کو بہت متاثر کرتا ہے۔ہشام کے دل میں یہ فطری محبت انسانیت سے محبت کی نشانی ہے۔ایک دن ہشام ابواُمیہ کے بیٹے زہیر سے ملے۔زہیر عاتکہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا نواسہ تھا۔ہشام نے بھیگی پلکوں اور دل دوز آواز میں کہا:

”زہیر! تم خوب عیش کرو۔عمدہ سے عمدہ کھانے کھاؤ اور اچھے سے اچھے کپڑے پہنو اور تمھارے ماموں اس طرح رسوائی اور بے کسی کے ساتھ دن پورے کریں۔کیا تمھیں یہ گوارا ہے۔۔۔۔! خدا کی قسم! اگر ابوالحکم (ابوجہل) کے ماموں ہوتے اور تم اس سے ایسا کرنے کو کہتے، تو وہ ہرگز نہ تیار ہوتا۔“

ہشام کی دل پذیر گفتگو سن کر زہیر بولا:

”میں تنِ تنہا کر ہی کیا سکتا ہوں؟ خدا کی قسم اگر کوئی اور ساتھ دینے والا ہوتا تو میں تو اس معاہدہ کو توڑ دیتا۔“

ہشام نے کہا:”کوئی اور مل جائے تو؟“

زہیر بولا:”وہ کون؟“

ہشام نے کہا:”میں!“

زہیر بولا:”اچھا ایک اور آدمی تلاش کرو، کوئی اور مل جائے تو بڑا اچھا رہے گا۔“

چناں چہ دونوں جوان معاہدہ توڑنے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔وہ معاہدہ جو سارے قریش کا معاہدہ تھا اور اب کسی تیسرے کو ڈھونڈنے لگے۔اللہ نے ان کی مدد کی اور نہ صرف ایک، بل کہ تین، تین بہادر ان کے ساتھ ہوگئے اور یہ تینوں قریش کے معزز سردار تھے۔ایک عدی کے بیٹے مطعم تھے۔دوسرے ہشام کے بیٹے ابو

Marfat.com

البختری اور تیسرے اسود کے بیٹے زمعہ تھے۔

صبح ہوئی تو ہشام، مطعم، ابوالبختری اور زمعہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ کعبہ کے قریب ہی قریش جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ یہ چاروں سردار بھی وہیں جا کر بیٹھ گئے۔ مگر زہیر گئے اور انھوں نے کعبہ کا طواف کیا۔ پھر آ کر بولے:

''مکہ والو! ہم تو مزے سے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم ایک ایک نوالہ کو ترس رہے ہیں۔ نہ کسی سے لین دین کر سکتے ہیں، نہ خرید و فروخت۔ کیا یہ مناسب ہے؟ کیا انسانیت اور شرافت کا تقاضا یہی ہے؟ خدا کی قسم میں تو بیٹھ نہیں سکتا، جب تک کہ اس معاہدہ کی دھجیاں نہ اُڑ جائیں۔''

یہ سنتے ہی ابوجہل تن کر اُٹھا اور کڑک کر بولا:

''تو نے غلط کہا۔ خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا!''

اسی دم زہیر کے سب ساتھی ایک ساتھ بول اُٹھے:

''ہاں، بالکل ٹھیک ہے، یہ ہوگا، ضرور ہوگا، ہو کر رہے گا۔''

ابوجہل سمجھ گیا کہ یہ سوچی سمجھی اسکیم ہے اور اس میں بولنا بےکار ہے، چناں چہ وہ کلیجہ مسوس کر بیٹھ گیا۔ پھر مطعم عہد نامہ پھاڑنے کے لیے آگے بڑھا، مگر دیکھا تو اُس کو دیمک چاٹ گئی تھی اور اب صرف ایک فقرہ باقی تھا، جو عہد نامہ کے شروع میں تھا۔ وہ فقرہ تھا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' ''اے اللہ! تیرے نام سے۔''

ابوطالب کو یہ بات سُن کر بہت حیرت ہوئی مگر وہ رسول اللہ ﷺ پر پورا بھروسہ رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے اس لیے اُنھیں یقین ہو گیا کہ یہ خبر محمد ﷺ کو ان کے خدا نے دی ہوگی۔

وہ چند ہاشمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مسجد حرام میں پہنچے۔ یہاں قریشی سردار بیٹھے ہوئے تھے وہ سمجھے کہ شاید یہ مصیبتوں سے گھبرا کر معافی مانگنے آ رہے ہیں۔ مگر ابوطالب نے اُن کو یہ خبر سنائی اور کہا:

''لوگو! میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر دی ہے اُس نے آج تک کبھی
جھوٹ نہیں بولا اور جو بات اس نے کہہ دی وہ کبھی غلط نہیں نکلی۔
اس لیے بس اب فیصلہ اسی پر ہے کہ تم وہ عہد نامہ اُتار کر لاؤ اور
دیکھو اگر محمد ﷺ کی بات سچ نکلی اور اُسے واقعی دیمک نے
چاٹ لیا تو تم یہ ظلم و ستم ختم کر دو اور اگر میرے بھتیجے کی بات غلط نکلی

Marfat.com

تو پھر میں اُسے تمہارے حوالے کردوں گا۔ چاہو تم اُسے
(نعوذ باللہ) قتل کرنا اور چاہے زندہ رکھنا۔''

اللہ اکبر! شانِ کریمی نے عہد نامہ دیمک کے ہاتھوں چاک کروا دیا۔ محبوبِ کبریا ﷺ کی سختی ختم ہوئی۔ آپ ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ شعبِ ابی طالب سے باہر تشریف لے آئے۔ ایک کڑے امتحان سے گزرے:

مالک و مولا حق کے مظہر ﷺ
ثانی جن کا کوئی نہ ہم سر ﷺ

آپ ﷺ شہنشاہوں کے شہنشاہ، آپ ﷺ کے قدموں میں دو عالم
قیصر و کسریٰ آپ ﷺ کے چاکر ﷺ

ذہنی، جسمانی اذیتوں کا سلسلہ کہیں رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ناپاک منصوبے آپ ﷺ کو درِ حق سے دور نہ کر سکے۔ قبل از اسلام آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں اُمِ کلثومؓ اور رقیہؓ ابولہب کے بیٹوں کی شریکِ سفر تھیں۔ ابولہب نے اپنی گھٹیا اور پراگندہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ اپنے بیٹوں سے دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی۔ صاحبِ اولاد بیٹیوں کے غم کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے دو صاحبزادوں حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ کے بچپن ہی میں انتقال کا غم سینے میں محسوس کر رہے تھے کہ ایک اور پہاڑ آپ ﷺ کے کندھوں پر آ گرا۔ حسد اور انا میں گھرے ہوئے قریشِ مکہ درندگی کی تمام حدود سے باہر نکل گئے۔ جبرِ مسلسل کا مقابلہ کرتے رہے لیکن نویدِ کامرانی، نورِ مجسم، فخرِ جہاں ﷺ اپنی اُمت کے سامنے ایک مثال بن کر مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرتے رہے۔

ربِ کائنات نے پیغمبرانِ علیھم السلام کو کئی معجزات سے نوازا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور ایسے ہی کئی معجزات پیغمبرانِ حق کے پاس رہے۔ سرورِ کشوراں، راحتِ عاصیاں، فخرِ کون و مکاں ﷺ کا وجود ہی ایک معجزے کے طور پر تخلیق ہوا۔ قرآنِ پاک اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سراپا معجزے ہیں۔ تاریخِ انسانی آپ ﷺ جیسا بے مثل معجزہ پیش نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

اے ثنایتِ رحمت للعالمین ﷺ
یک گدائے فیض تو روح الامیں
آستاں عالی تو بے مثل
آسماںِ ہست بالائے زمیں
یک کف خاک از در پر نور او
ہست مارا بہتر از تاج و نگیں

بوعلی قلندر پانی پتیؒ

دگر خواہی بکشائے و در راہِ سخن پوئی
ثنائے پادشاہِ یثرب و سلطانِ بطحا کن
جہاں تاریک شد از ظلمت ظلم سیہ کاراں
بیادِ عالمے را روشن از نور تجلی کن

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

نشیب وفراز کا دوسرا نام زندگی ہے۔اِسے تسلیم ورضااور صبر وتحمل سے گزارنا چاہیے۔صبر ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی۔حضور پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس اور آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ بے مثل اور باعث تقلید ہے۔آپ ﷺ کے امتحانات ربِ کائنات کی طرف سے اُمت کے لیے بہت بڑی مثال ہیں۔آپ ﷺ شعبِ ابی طالب سے نکلے ہی تھے کہ مصائب ومشکلات کا ایک سلسلہ اور شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ کے شفیق، پُرسوز، غم خوار اور ہر دل عزیز چچا ابو طالب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔اُن کی ۸۰ سالہ زندگی اہل مکہ کے لیے قیادت کی بہت بڑی مثال ہے۔اُنھوں نے خانہ کعبہ کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔اُن کی خدمات کے سب معترف تھے۔

ایک روایت ہے کہ جب ابو طالب زندگی اور موت کی کش مکش میں تھے تو قریش دل ہی دل میں تو خوش تھے لیکن وادی کے آئندہ حالات سے خوف زدہ بھی تھے۔کیوں کہ ابو طالب کے بعد حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ ان کے لیے سنگین خطرہ بن جائیں گے۔جن کی شجاعت کا شہرہ پورے عرب میں ہے۔

اہل قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا:

Marfat.com

''اے ابوطالب! آپ ہمارے لیے قابلِ احترام ہستی ہیں اور اب آپ کا آخری وقت قریب ہے، آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کے اختلاف سے بھی آگاہ ہیں۔ انھیں بلائیں اور ان کے اور ہمارے درمیان معاہدہ کرادیں تاکہ ہم آئندہ ایک دوسرے کی طرف سے اطمینان میں رہیں۔ وہ ہمارے دین کے بارے میں تعرض نہ کریں اور ہم ان کے دین سے تعرض نہیں کریں گے۔''

اُس وقت آپ ﷺ خود بھی تشریف لے آئے۔ قریش کے وفد نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے معاہدہ کی شرائط پیش کیں۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: ''**نعم ! كلمة واحده تعطونيها تملكون بها العرب وتدين لكم بها العجم !**'' ترجمہ: ''ہاں! آپ لوگ اگر میری ایک بات مان لو تمام عرب تمھارے زیرِ نگیں اور عجم کا چپہ چپہ تمھارا باج گزار ہو جائے گا۔''

ابوجہل نے جواب دیا: ''ایسی بالادستی حاصل کرنے کے لیے دس کلمے بھی کہنا پڑیں تو ہمیں منظور ہے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**تقولون: لا اله الا الله ، وتخلعون ماتعبدون من دونه**'' ترجمہ: لا الٰہ الا اللہ کہو اور بتوں کی عبادت کا نظریہ دلوں سے اُتار کر پھینک دو۔''

ان میں سے ایک شخص بولا: '' آپ ﷺ ہمارے اتنے سارے معبودوں کے بدلے میں صرف ایک معبود کی عبادت کرنے کے لیے کہتے ہیں یہ نہیں ہوگا۔'' اس پر قریش یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے: ''یہ شخص ہماری کوئی بات نہیں مانے گا۔'' حضور پاک ﷺ کا عزم و استقلال دیکھ کر اہلِ قریش وہاں سے چلے گئے:

دہر کو سیرتِ سرکار سکھا دی جائے
سنگ باری جو کرے اس کو دُعا دی جائے

پروفیسر اکرم رضا

وقت ایک سا نہیں رہتا۔ زندگی حالات کی دیواروں میں قید ہے اور وقت نے زندگی کے چاروں طرف دائرے کھینچ رکھے ہیں۔ ثباتِ زندگی کسی کو حاصل نہیں۔ آنے والا کل کیسا ہو، اللہ کی ذات کے علاوہ کون جانتا ہے؟ ایک ایک لمحہ بدلتا ہے، دن اور رات بدلتے ہیں، ماہ و سال بدلتے ہیں، رسم و رواج بدلتے ہیں، گویا

Marfat.com

تغیر ہی زندگی کی علامت ہے۔

کیا سوچ کے کرتا ہے وہ آغاز سفر کا
جو شخص یہاں واقفِ انجام نہیں ہے

ابو طالب بھی بچھڑ گئے

ایک اور سانحہ، ایک اور امتحان، ایک اور دکھ، ایک اور جگر چھلنی کرنے والا واقعہ، آپ ﷺ کا سائبان حیات یعنی ابو طالب دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اہلِ قریش ایک دلیر اور جانباز شخص کے خوف سے آزاد ہو گئے۔ آپ ﷺ کا سائبانِ حیات سر سے سرک گیا اور ساتھ ہی قریش کے ظلم وستم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ قبل ازیں ابو طالب، آپ ﷺ کی شخصیت اور تحریک کے لیے رہنما اور کفار کے حملوں کے خلاف ڈھال بنے ہوئے تھے۔ اب قریش کو روکنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ ابو طالب زیرِ زمین چلے گئے اور بالائے زمیں قریش اسلام کی راہ میں کانٹے بچھانے لگے۔ جو کسر شعبِ ابی طالب کے محاصرہ میں کم رہ گئی تھی، اُس کی تکمیل کا مرحلہ آپہنچا۔ قدرت اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو خوب آزماتی ہے۔ آزمائش در آزمائش آپ ﷺ ایک کرب سے آزاد نہیں ہوئے تھے اپنے محبوب چچا کا غمِ فراق آنسوؤں میں تحلیل ہو رہا تھا کہ صرف تین ماہ بعد آپ ﷺ کی شریکِ سفر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی رحلت فرما گئیں۔ حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کی نیک دل، وفا شعار رفیقۂ حیات، جو حسن سلوک اور مہر و وفا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ پاک فطرت اور جوہرِ ایمان کا خزینہ، اوصاف حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ، آپ ﷺ کی تسکین کا باعث تھیں۔ اُنھوں نے روحِ سرورِ کونین ﷺ کو کبھی رنجیدہ ہونے نہ دیا۔ ہر موڑ پر آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ آپ ﷺ کے لیے حضرت خدیجہؓ کے حوصلہ افزاء کلمات اور حسنِ رائے سے آپ ﷺ کے دل سے خوف و ہراس کے آثار یوں مٹ جاتے جیسے کسی رحمت کے فرشتہ نے آپ ﷺ کے دل پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ آپ ﷺ جب ان کے چہرہ اقدس پر ایمان و وفا کی تازگی دیکھتے تو آپ ﷺ کے حوصلے اور بڑھ جاتے۔ ان سے پہلے ابو طالب اس دنیا سے رخصت ہو گئے جو ہمیشہ آپ ﷺ کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوتے تھے ان دو صدمات کو برداشت کرنا آپ ﷺ ہی کا کام تھا۔ آپ ﷺ نے اس سال کو "عام الحزن" غم کا سال قرار دیا۔ آپ ﷺ کو احساسِ تنہائی نے آگھیرا۔ باپ کا سایہ پیدائش سے پہلے نصیب نہ ہوا، چھ سال کی عمر میں ماں کی شفقت سے محروم ہوئے، دادا عبد المطلب کا پیار جاتا رہا، چچا ابو طالب ملکِ راہِ عدم ہوئے، دو صاحبزادے کم سنی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دو صاحبزادیاں ابولہب کے کبرو

Marfat.com

ناز کے ہاتھوں مطلقہ ہو گئیں۔ شریکِ سفر خدیجۃ الکبریٰؓ کی رفاقت بھی سوہانِ روح ثابت ہوئی۔ رکاوٹوں کی زنجیریں آپ ﷺ کے پاؤں میں تھیں۔ آپ ﷺ دلِ شکستہ ہونے کے باوجود اپنے موقف سے نہ ہٹے۔ راستے کے کانٹے اُٹھاتے ہوئے دست و پا زخمی ہوئے۔ قریش کے مظالم بڑھتے گئے اور آپ ﷺ راستے تراشتے رہے۔

کتنا شیریں ان کا اسلوب بیاں ہے آج بھی
ان کا ہر فرماں متاعِ قلب و جاں ہے آج بھی
ہم ہی تھے انسانیت کی راہ سے بھٹکے ہوئے
ان کی رحمت کا تو ہم پر سائباں ہے آج بھی

سجاد مرزا

حضورِ پاک ﷺ کسی مرحلے پر بھی راہِ حق سے مایوس نہ ہوئے۔ اُمت کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اُن تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ کی سوچ اور عمل کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد قریش مطمئن تھے کہ اب حضور ﷺ دل برداشتہ ہو کر دین کی تبلیغ سے منہ موڑ لیں گے لیکن یہ اُن کی خام خیالی تھی۔ آپ ﷺ مخالفین کی زبان درازیوں کے تیر سہتے رہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ شریکِ سفر کی کمی محسوس ہونے لگی۔ خولہؓ اُم رومانؓ کی وساطت سے آپ ﷺ کو سودہؓ کا ساتھ مل گیا۔ اُنؓ سے شادی کے بعد آپ ﷺ نے اپنے حقیقی مقصدِ حیات کا رُخ کیا۔

سفرِ طائف

نبوت کے دسویں جمادی الاخریٰ یا شوال بمطابق جون ۶۱۹ء۔ آپ ﷺ نے سفرِ طائف اختیار کیا۔ طائف مکہ سے ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سفر پیدل طے کیا۔ آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ راستے میں دعوتِ اسلام دیتے رہے لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ آپ ﷺ نے قبیلہ ثقیف کو دعوتِ اسلام دی۔ اُنھوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے چند شرارتی لوگوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی گئی، حتی المقدور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ شدید زخمی ہو گئے۔ جسم کا لہو نعلین مبارک تک آ پہنچا۔ آپ ﷺ نے طائف کے بازاری لوگوں کا بڑے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ آپ ﷺ چلتے رہے، پاؤں مبارک میں چھالے پڑ گئے، جسمِ اطہر درد

Marfat.com

سے چُور چُور تھا، قریب ہی ایک بستی کے کنارے آرام کرنے کے لیے رُک گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ پاک سے دُعا مانگی جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:

''اے اللہ! میں اپنی طاقت کی ناتوانی، اپنی قوتِ عمل کی کمی، لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا ربّ ہے، تو میرا ربّ بھی ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے، ایسے دشمن کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے، کیا کسی دشمن کو تُو نے میری قسمت کا مالک بنادیا ہے۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہوتو مجھے ان تکلیفوں کی ذرا پرواہ نہیں۔ پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دل کش ہے، میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نُور کے ساتھ، جس سے تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں اور دُنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں، (میں پناہ مانگتا ہوں) کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر اور تو اُتارے مجھ پر اپنی ناراضی، میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہوجائے، تیری ذات کے سوا نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت۔''

آپ ﷺ جس باغ میں تشریف لے گئے وہ مکہ کے رئیس ربیعہ کا تھا۔ اُس کے بیٹے شیبہ اور عتبہ اس موقع پر اہل طائف کا سلوک دیکھ رہے تھے۔ ربیعہ کے بیٹوں کو محسنِ انسانیت ﷺ کی اس حالت پر ترس آیا اور اُنھوں نے انگوروں کا ایک خوشہ آپ ﷺ کے لیے پیش کیا۔ جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر حضور ﷺ نے تناول کیا۔ عداس نصرانی (ربیعہ کا غلام) نے یہ کلمہ سن کر حیرت کا اظہار کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ عیسائی ہے اور نینوا کا رہنے والا ہے۔ مختصری گفتگو کے بعد عداس نے حضور پاک ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے۔ عتبہ اور شیبہ کو عداس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اپنے مذہب پر ڈٹے رہے۔ ۱۰ دن قیام کے دوران مخالفتوں اور بدزبانیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ سنگین حالات کے باوجود آپ ﷺ اپنے موقف سے نہ ہٹے۔

صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۱/۴۵۸ مسلم باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین ۲/۱۰۹، میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک روز رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ ﷺ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سنگین رہا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمھاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین مصیبت وہ تھی جس سے میں گھاٹی کے دن دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبدیالیل بن عبدکلال کے صاحبزادے پر پیش کیا مگر اس نے میری بات منظور نہ کی تو میں غم والم سے نڈھال اپنے رُخ پر چل پڑا اور مجھے قرن ثعالب پہنچ کر ہی افاقہ ہوا۔ وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے ۔ میں نے بغور دیکھا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا۔ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے جو بات کہی اللہ نے اُسے سُن لیا ہے۔ اب اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ ان کے بارے میں اسے جو حکم چاہیں دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد (ﷺ) بات یہی ہے۔ اب آپ ﷺ جو چاہیں ۔۔ اگر چاہیں کہ میں انھیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ ایسا ہی ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا (نہیں) بل کہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

دنیا شاہد ہے کہ سفرِ طائف کو ایک عرصہ بیت گیا ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے اس بات کی بشارت دی تھی کہ اس علاقہ میں اسلام پسند لوگ پیدا ہوں گے۔ اسلام کی آبیاری ہوگی۔ سنگ ریزے پھینکنے والوں نے

Marfat.com

کوئی کمی نہ کی لیکن تاریخ نے دیکھا کہ طائف اسلام کا قلعہ ثابت ہوا۔ کئی ایک اسلامی کانفرنسیں اسی مقام پر منعقد ہوئیں۔ عالمی سطح کے کئی فیصلوں کے لیے طائف کا انتخاب کیا گیا۔ حضور پاک ﷺ کے نعلین کے صدقے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کئی سال طائف میں جمع ہوتے رہے اور عالمِ اسلام کے مسائل حل کرتے رہے۔ (سبحان اللہ) آپ ﷺ کی زندگی سراپا معجزات رہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو کسی مقام پر بھی شرمندہ ہونے نہ دیا۔

شق القمر

امامِ کائنات ﷺ کا وجودِ اقدس ہی ایک معجزہ ہے۔ فہم وفراست، جہدِ مسلسل، قوتِ برداشت اور کردار وعمل نے آپ ﷺ کی ذات کو بے مثل بنا دیا۔ شق القمر کا واقعہ ناقابلِ فراموش ہے۔ شعب ابی طالب کے بائیکاٹ کا دوسرا سال تھا، آپ ﷺ منیٰ تشریف لے جا رہے تھے۔ چودھویں کا چاند اپنی آب وتاب دکھا رہا تھا۔ چودھویں کے چاند کے حوالے سے تخلیق کاروں نے بہت کچھ کہا، بہت کچھ لکھا ہے۔ کفارِ مکہ کے چند لوگ آپ ﷺ کے قریب آئے اور چاند کو دیکھ کر کسی معجزے کی توقع ظاہر کی۔ مظہرِ ربِ نور العلیٰ ﷺ نے چاند کی طرف انگشت بلند کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کچھ صحابہ کرامؓ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ ہند کے ایک بادشاہ سامری نے چھت پر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا اور وہ ایمان لے آیا۔ مشرکین مکہ یہ منظر دیکھ کر متحیر اور پریشان ہوئے۔ ختم نبوت کے ضمن میں معجزاتِ نبیٔ پاک ﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ شرف کسی اور کے حصے میں نہیں آیا کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آئے اور جس کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔

☆-☆-☆

Marfat.com

معراج النبی ﷺ

عالمِ انسانیت کے پہلے خلانورد، محمد مصطفیٰ ﷺ

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اقبال (بالِ جبریل، کلیات: ۳۱۹)

غارِ حرا سے حرم تک آپ ﷺ کی فکر کا محور و مرکز خالقِ کائنات اور نظامِ کائنات کے سربستہ راز سمجھنے اور جاننے میں وقف رہا۔ آپ ﷺ نے اپنے کردار و عمل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو وہ کچھ عطاء کیا جس کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور ختمِ نبوت کی تصدیق کرنے والوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ عیسائی اور یہودی، آپ ﷺ پر ایمان تو نہ لائے لیکن آپ ﷺ کے نبی ہونے کو تسلیم کرتے رہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جو صفات موجود تھیں اور جن کا تذکرہ قرآن پاک سے پہلے آسمانی کتابوں میں موجود تھا۔ عیسائی اور یہودی مبلغین اس کا برملا اظہار کرتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسدِ خاکی میں روح پیدا ہونے کے بعد جب حضرت آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی، اُس وقت بھی لوحِ محفوظ پر کلمہ طیبہ درج تھا۔ قریشِ مکہ کی ہجو اور طنزیہ گفتگو کے جواب میں آپ ﷺ کی خاموشی نے فتح حاصل کی۔ کنکریوں نے بھی کلمہ کی گواہی دی۔ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور اسی طرح کے لاتعداد واقعات رونما ہوتے رہے، جن کا مقصد اللہ کی توحید اور نبیٔ پاک ﷺ کی رسالت کی حقانیت کا اظہار تھا۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

۶۲۱ء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو آسمانوں کی سیر کروائی۔

Marfat.com

حضور ﷺ اُس رات اپنی چچازاد ہند بنتِ ابی طالب، اُمِ ہانیؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ اُس رات کائنات کا ایک اہم ترین واقعہ رونما ہوا۔ اُم ہانیؓ نے فرمایا:

''رات کو آپ ﷺ ہمارے ہاں تھے، عشاء کی نماز کے بعد آپ ﷺ سو گئے، ہم لوگ بھی سو گئے۔ فجر کے وقت آپ ﷺ نے سب کو بے دار فرمایا اور سب نے نماز ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اُم ہانیؓ! عشاء کی نماز تو میں نے آپ لوگوں کے ساتھ یہیں ادا کی تھی مگر اس کے بعد میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں بھی نماز ادا کی اور پھر اب تمھارے ساتھ فجر کی نماز ادا کی ہے۔''

اُم ہانیؓ نے عرض کیا: ''خدا کے لیے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کیجیے گا ورنہ لوگ آپ ﷺ کو دروغ گو کہہ کر ناحق تکلیف پہنچائیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ لأحدثنھموہ'' ''میں تو اس کا ذکر ضرور کروں گا۔''

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلماں سے معراج کی رات

سیرت کی کتابوں میں مجموعی طور پر جو بات معراج کے حوالے سے منظرِ عام پر آئی ہے وہ اُمتِ مسلمہ کے لیے باعثِ فخر ہے۔ سیرت کی کئی کتب میں لکھا گیا ہے کہ کاروانِ حیات کا وہ دن خوش بخت ہے جب نصف شب نظامِ کائنات خاموشی کی آغوش میں تھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا۔ اہل ارض خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ فضا کا ماحول کسی بھی شور سے آزاد تھا۔ اس پرسکون ماحول میں سرور الانبیاء ﷺ کو سرگوشی ہوئی۔ آپ ﷺ کو بے دار کیا گیا تو سامنے حضرت جبریل علیہ السلام براق کے ہمراہ کھڑے تھے۔ براق کے دونوں پر بھی واضح نظر آرہے تھے۔ جب آپ ﷺ کی نظر اس سواری پر پڑی تو براق جھک گیا، فخرِ عالمِ انسانیت ﷺ اور حضرت جبریلؑ براق پر سوار ہوئے جس کا رخ مکہ کے شمال کی طرف تھا۔ یہ سواری کوہِ سینا پر اُس جگہ رُک گئی جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے، اس کے بعد بیت اللحم پر سواری رُکی، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ بعد ازاں براق بیت المقدس پہنچ گیا۔ حضور ﷺ براق سے نیچے

Marfat.com

تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے وہاں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہیکل سلیمان کے مقام پر نماز ادا فرمائی۔ حضرت یعقوبؑ کے پتھر یلے تکیے کو مس کرنے کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے۔

اے طائرِ لاہوتی، اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

راحتِ قلوبِ عاشقاں، محبوبِ ربِ دوجہاں ﷺ مقامِ لاہوت تک کسی بھی رکاوٹ کے بغیر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے تمام عجائبات دیکھے۔ سبحان اللہ وہ منظر کیا ہوگا جب آپ ﷺ پردۂ جمال سے گزرے اور اُوجِ کمال کا حجاب اُٹھا کر دیکھا۔ وحدت کا پردہ اُٹھتے ہی دیدار ہوا جو لفظوں میں نہیں سما سکتا۔ ۷۰ ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ اللہ ذوالجلال کے قریب آپ ﷺ کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا تھا۔ بس دو ہی ہستیاں تھیں۔ رب اللعالمین اور رحمت للعالمین۔

ہر انتہا سے پہلے، ہر انتہا کے بعد
ذاتِ نبی بلند ہے، ذاتِ خدا کے بعد

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے معراج النبی ﷺ کو درج ذیل شعر میں کیا خوب بیان کیا ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

معراج کے لاتعداد تحائف اُمتِ رسول ﷺ کے لیے بھیجے گئے۔ جن میں اہم ترین نماز کی ادائیگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا بہت بڑا رتبہ ہے کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے زیادہ پیاری نہیں۔ نماز کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور اس کا چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ باقاعدہ نماز پڑھنے سے نمازی تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ نماز سنت نبوی ﷺ کے موافق عمدہ طور سے ادا کی جائے۔ (بخاری)

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج!

Marfat.com

مشکل نہیں یارانِ چمن! معرکہٴ باز
پُر سوز اگر ہو نفسِ سینہٴ درّاج
ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سرِّ سرا پردہٴ جاں نکتہٴ معراج
تو معنیٴ وَالنّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ (کشف الغمہ) اگر یہ ٹھیک اتری تو سارے اعمال ٹھیک اتریں گے اور اگر یہ خراب نکلی تو سارے اعمال خراب نکلیں گے۔ گویا نماز کی برکت کو تمام اعمال میں دخل ہے۔ (کنز العمال)

نماز سے محروم رکھنے کے لیے شیطان طرح طرح کے برے خیال دل میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر ترک کر دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ چہ جائیکہ متواتر غفلت برتی جائے اور سر پر بوجھ ڈالتا چلا جائے۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ اسے خام خیال کر کے آخرت کا عذاب مول نہ لے اور اپنی آخرت اور ہمیشہ کی زندگی کا سامان کرتے ہوئے نماز کی پابندی کرے۔ ایسی نماز جو اس کی زندگی کے تمام شعبوں کو چمکا دے اور دونوں جہاں میں کامیاب کرے۔ ہم نماز کے ذریعہ اپنے نفس کو پاکیزہ، اخلاق کو درست، اعمال کو نیک اور پاک بناتے ہوئے رضائے الٰہی حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو نوازا اور اپنے لطف اور کرم سے اتنا نوازا کہ ہر شخص ہر وقت بارگاہ خداوندی میں پہنچ سکتا ہے۔ ہم کلامی کا شرف حاصل کر سکتا ہے اور اپنی درخواست پیش کر سکتا ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ امیر و غریب بلا امتیاز سب اس بارگاہ کے غلام ہیں۔

حدیث شریف ہے کہ ''نماز دین کا ستون ہے، پس جس نے اس کو قائم کیا۔ بے شک اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا۔ بے شک اس نے دین کو برباد کر دیا۔ (مشکوٰۃ)

گویا جس کے پاس نماز نہیں اس کے دین کا اعتبار ہی نہیں اور جس کے پاس نماز ہے وہی صحیح معنی میں دین دار کہلانے کا مستحق ہے۔ قرآن و حدیث میں جس قدر احکام نماز کے متعلق آئے ہیں۔ اتنے کسی اور

Marfat.com

چیز کے نہیں۔اس لیے نماز کا اہتمام اُمۃ المسلمین میں معیار کا کام بھی دے سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:''اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔اوّل اللہ کی وحدانیت اور سرکارِ دوجہاں ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا،اس کے بعد نماز قائم کرنا،زکوٰۃ ادا کرنا،روزے رکھنا اور حج کرنا۔

بحیثیت مسلمان ان سب کا اہتمام ضروری ہے۔مگر ایمان کے بعد سب سے اہم جز نماز ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور پاک ﷺ سے دریافت فرمایا''کون سا عمل سب سے محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ''نماز''

حضور پاک ﷺ نے فرمایا:''نمازی کے ہاتھ پاؤں اور منہ قیامت کے روز آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے۔''(جمع الفوائد) نیز فرمایا:''نمازیوں کا حشر قیامت کے روز نبیوں،شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا۔''(مشکوٰۃ المصابیح)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے''جو لوگ نماز اور دیگر احکامات کی پابندی کریں تو اُمید ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے''۔(توبہ) نیز فرمایا''جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں وہ لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے۔''(معارج)

سراجِ منیر ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ تک جانا عالمی مفکرین کے لیے تدبر و تفکر کے باعث رہا۔ آپ ﷺ نے بابِ افلاک کی نسیم بہار اور مشاہدات سے عالمِ انسانیت کو آگاہ کیا۔فرش سے عرش تک کا رابطہ آپ ﷺ کی ذات پر ختم ہوگیا۔اعظم چشتی نے کیا خوب کہا ہے:

تو جو چاہے تو ہر شب ہو مثالِ شبِ اَسریٰ
تیرے لیے دو چار قدم عرش بریں ہے

وہ ذات جس نے نظامِ آخرت کا مشاہدہ کیا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

''وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو شب کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک

Marfat.com

جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ان کو اپنے کچھ
عجائبات قدرت دکھلا دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے دیکھنے
والے اور سُننے والے ہیں۔'' (۱۷۔۱)

معراج النبی ﷺ ایک بڑا اور اچھوتا مافوق الفطرت واقعہ ہے۔ یہ تکمیل دین سے جداگانہ ذاتی اعزاز تھا جس سے نبی اکرم ﷺ کو سرفراز فرمایا گیا جو نبی آخرالزماں ﷺ کے لیے مخصوص تھا کیوں کہ ایسا اعزاز کسی دیگر نبیؑ یا رسولؑ کو عطا نہ ہوا۔ اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو اور پھر اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نظام آخرت کا عینی شاہد بنایا کیوں کہ تمام مسلمان بن دیکھے آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

پہلے انسان کے ذریعے عقیدۂ آخرت، نوع انسان کو ورثہ میں ملی۔ جب دینِ کامل کا نفاذ ہو گیا تو خالق کائنات نے نوع انسانی کے ایک نمائندہ کا انتخاب کیا جس کی صداقت و دیانت پر دوست و دشمن سب کو اتفاق تھا۔ اس طرح فرمانروائے کائنات نے دنیا کے سب سے متقی انسان کو نظام آخرت کا عینی مشاہدہ کرایا تاکہ مسلمانوں کے ایمان کی صداقت کا بیّن ثبوت مہیا کیا جا سکے۔ ''محسنِ کائنات ﷺ، اسلام و جدید مسائل میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تخلیق ارض وسمٰوات سے قبل فرشتوں سے افضلیت حاصل کرنے والے کا نام عرش بریں پر ''احمد'' کندہ تھا۔ جس کی توصیف کتب الٰہیہ میں بھی ظہور قدسی سے قبل موجود تھی جس کا مفہوم فرشتوں کو معلوم تھا کہ اُن سے بھی زیادہ اللہ کی حمد وثنا کرنے والی ایک ذاتِ ہمتا ہے جس کا نام ''احمد'' ہے۔ جس کا لغوی مفہوم ہے کہ سب سے زیادہ حمد وثنا اور عبادت کرنے والا۔ ظہور قدسی کے بعد ذاتِ اقدس کا نام دُنیا میں ''محمد ﷺ'' قرار پایا۔ جس کے معنی ہیں جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی یعنی وہ ذات اقدس جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی۔ جس ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ خود بلند کرے انسان اُس کے ذکر میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔ خدا اور اُس کے فرشتے جن وانس، تاجدارِ کائنات، خاتم النبیّین محمد مصطفیٰ ﷺ پر تاحشر درود وسلام بھیجتے رہیں گے۔

مفسرین اور محدثین کے نزدیک جناب رسالت مآب ﷺ کا رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کو ''اسراء'' موسوم کیا گیا جب کہ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں سے سفر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک حضور کا عروج فرمانا ''معراج'' کہلاتا ہے۔

Marfat.com

معراج کے سفر کے آغاز سے قبل حضرت جبرائیل امین علیہ السلام چند فرشتوں کے ہمراہ آئے اور حضور نبی اکرم ﷺ کو حضرت اُم ہانیؓ کے گھر سے اُٹھا کر حطیم خانہ کعبہ لائے اور چاہ آب زم زم کے پاس آپ ﷺ کا سینہ مُبارک چاک کر کے آپ ﷺ کا دل نکالا اور آب زم زم سے صاف کیا پھر ایمان و حکمت کا خزانہ سینہ مُبارک میں بھر دیا۔ یہ ملاء اعلیٰ سے مناسبت کے لیے کیا گیا کیوں کہ وہاں کا رشتہ عالم ملکوت سے ہے جو نور حکمت سے سراسر معمور ہے۔

بارگاہ الٰہی سے حضور سرور کونین ﷺ کو علم و معرفت کی دولت عطا ہوئی اس لیے آپ ﷺ علم بھی ہیں اور علوم اولین و آخرین سے آگاہ بھی۔ ذات و صفات الٰہی سے سب سے زیادہ متعارف۔ اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔ مجھے میرے رب نے آداب سکھائے اور بہترین ادب سکھایا۔''

شرح شق الصدر کا واقعہ عجیب دل نواز انداز میں ہوا۔ نہ کوئی نشتر استعمال ہوا اور نہ تکلیف ہوئی۔ نہ خون نکلا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک میں شگاف سیئے ہوئے نشان دیکھے۔ اُسی ضمن میں رسول مقبول ﷺ نے یوں بھی فرمایا تھا:

''میں نے اپنے رب کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ (یدقدرت) میرے سینے کے درمیان رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی تو میں نے اشیاء ارض و سماء کو جان لیا۔''

تصورِ زمان و مکاں

اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے قلب میں دانائی اور دنیا و مافیہا کے اسرار و رموز سے آگہی کا وصف منتقل کر دیا گیا تا کہ اس قابل ہو سکیں کہ عالم ناسوت کے دنیاوی نظام وقت و زمان و مکان (Time & Space) کے تمام فطرت کے قواعد و ضوابط کا اطلاق حضور اکرم ﷺ کے سفر معراج پر نہ ہو سکے اور سفر کی تکمیل تک وہ نظام معطل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جس حالت میں معراج پر تشریف لے گئے وہ تمام سفر حرم کعبہ سے مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے تمام دنیائے آسمان تک سفر حتیٰ کہ واپسی تک بستر اسی طرح گرم رہا۔ وضو کا پانی بہتا رہا اور دروازہ کی کنڈی ہلتی رہی۔ جس طرح جبرائیل امین روح مجرد ہیں اس لیے وہ ناسوتی یا مادی جسم نہیں رکھتے تاہم وحی الٰہی پہنچانے کے لیے جب حضور اکرم ﷺ کی

Marfat.com

خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ کو نظر آتے حتیٰ کہ کبھی اس طرح مجسم ہو جاتے کہ دربارِ نبوی ﷺ میں موجود صحابہؓ بھی انھیں دیکھ لیتے اور ان کی گفتگو سن کر یہ گمان کر لیتے کہ یہ اعرابی ہیں۔ ان کا سیکڑوں مرتبہ عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں پیغام رسانی کا ذریعہ بنے رہنا اور لمحات میں اتنا طویل سفر کر لینے سے اس مسئلہ (Space Travel) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ جو روح الارواح ہیں اور جسد ناسوتی بھی رکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ سراپا نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو کُن فیکون کہہ کر تمام کائنات تخلیق کر سکتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اپنے محبوب ﷺ کو چند لمحات میں عالم ملکوت کی سیر کروا دے۔ جبرائیل امینؑ جو روح ہیں اور جب عالم ملکوت (عالم ارواح) سے عالم مادی (ناسوت) میں نمودار ہوئے تو ان پر جہت لازم ہوگئی اسی طرح جب حضور اقدس ﷺ عالم ملکوت میں پہنچے تو اس عالم کے اقتضاء کے موافق بے جہت ہو گئے کیوں کہ ہر عالم کا ایک اقتضاء (قانون قدرت) ہے اور اس کے کچھ لوازمات ہوتے ہیں جو کوئی اس مخصوص عالم میں ہوتا ہے تو اس عالم کے تمام قوانین فطرت جاریہ اس پر لاگو ہو جاتے ہیں۔ عالم اشتہار (دنیا) تحت قانون فطرت زمانہ ہے جہاں ماضی، حال، مستقبل اور وقت، سیکنڈ، منٹ، گھنٹہ، دن و سال میں مقید ہے جس سے اس عالم میں فرار ممکن نہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو اس قیود سے بھی اس عالم ناسوت میں انسان کو آزاد فرما سکتا ہے جیسے کہ حضور ﷺ کا سفر اسراء (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر) کے دوران دنیا کے اُصول فطرت معطل ہو گئے اور سفرِ معراج (مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک سفر) کے دوران اپنے جسم اطہر کے ساتھ کائنات کا سفر براق (برق سے تیز سواری) کے ذریعہ طے فرمایا۔ اس دوران عالم ملکوت کے قانون فطرت پر عبور حاصل کر لیا۔

سائنسی تناظر میں واقعہ معراج النبی ﷺ

واقعہ معراج کے بعد آپ ﷺ نے اُن تمام حضرات سے جنھیں آسمان پر دیکھا، تعارف کرایا گیا۔ ڈانٹے نے اپنی کتاب طربیہ خدائی (Divine Comedy) میں بسلسلہ تعارف اشخاص و حالت کی نسبت وہی روش اختیار کی جو حضرت محمد ﷺ نے واقعہ معراج کے بارے میں اختیار کی۔ یہ بات اس دور میں جب کہ آئن سٹائن کا نظریہ اضافت مشہور ہو چکا ہے، عجب نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ اس نظریہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''زمانہ'' اُن دو اجسام کے لیے جن میں سے ایک متحرک ہو اور دوسرا ساکن ایک جیسا نہیں رہتا۔

Marfat.com

جس طرح عالم خواب میں فاصلے ختم ہو جاتے ہیں اور انسان آن واحد میں ہر جگہ جا سکتا ہے۔ ہر قوم کی زبان سمجھ سکتا ہے، ہر زبان میں بات کر سکتا ہے۔ عالم خواب میں ماضی، حال، مستقبل سب برابر ہیں جو ہزاروں سالوں پر محیط چند لمحات میں اس دور سے گزر جاتا ہے۔ نیند کی حالت میں روح بدن سے پرواز کر کے دوسری دنیا میں چلی جاتی ہے یا ہمارے اعصاب اور مغز کی شکنوں میں ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو ہمیں زمان و مکاں سے ماوراء لے جاتی ہے، پھر ہم اپنے آپ کو ازلی و ابدی پانے لگتے ہیں۔ اسلامی روایات و عقائد کے مطابق آپ ﷺ کی روح آسمانوں تک نہیں گئی بل کہ آپ ﷺ اپنے جسمِ خاکی کے ساتھ ایک خارق العادۃ سرعت کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے۔

معراج کی سرعت رفتار، روشنی کی سرعت سے زیادہ تیز تھی۔ آج کل سائنسی ایجادات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس جہاں کے قطر کی وسعت آئن سٹائن کے نظریہ کے مطابق تین ہزار نوری ملین سال ہے۔ یعنی اگر نور ایک سیکنڈ تین لاکھ کلومیٹر کی سرعت سے حرکت کرے اور دنیا کی ایک سمت سے چلے تو تین ہزار ملین سال بعد دوسری طرف پہنچ جائے گا۔ مگر ایک سرعت اور بھی ہے جو آتی ہے اور ایک لحظہ میں دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جسے امواجِ نیروی جاذبہ کہتے ہیں۔ اگر ایک منٹ میں انتہائے جہاں پر ایک کہکشاں جو سیکڑوں ملین آفتابوں (Suns) کی حامل ہے، یکا یک ٹوٹ جائے اور امواج میں تبدیل ہو جائے تو نیروی جاذبۂ دنیا اس طرح عکسِ عمل کرے گی کہ اُسی آن میں نظامِ جہاں کو معتدل کر دے گی۔ اگر ایسا نہ ہو تو اسی منٹ میں جب کہ وہ کہکشاں ٹوٹ کر امواج میں تبدیل ہو ہماری دنیائے خورشید (Solar System) نیست و نابوت ہو جائے

یہ قانون نیروئے جاذبہ (Law of Gravitation) کی تاثیر جس کا نیوٹن نے انکشاف کیا، پورے جہاں پر حاوی ہے۔ اس لیے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معراج میں رفتار آسمانی نور کی سرعتِ رفتار سے تیز تھی۔ کیا سفرِ معراج خاکی جسم کے ساتھ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ممکن ہے؟ فزیکل سائنس کے مطابق مادہ اُس پر قادر نہیں مگر یہ تبھی ممکن ہے جب جسم خود ''مبدل بہ نور'' ہو جائے اور نور بھی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے زیادہ سبک رفتار ہو۔ لہٰذا رسالتمآب ﷺ نے اپنے سفر کو نیروئے جاذبہ سرعتِ عکس العمل سے شروع کیا اور اسی طرح ختم فرمایا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بھی اِسی عقیدے

Marfat.com

کے قائل ہیں کہ عرش اور فرش کا گہرا تعلق ہے۔ یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اقبالؒ کا مشہورِ زمانہ شعر

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اِن تمام اشعار میں زمیں سے آسمان تک اُڑنے، آگے بڑھنے، پرواز کرنے اور آسماں تک رسائی کرنے کی دعوت ملتی ہے۔

کرّۂ ارض سے خلائی سفر

فرش سے عرش تک کا سفر ہم روزانہ طے کرتے ہیں۔ جب ایک مسلمان جائے نماز کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے تو اُس کا تعلق زمین سے وابستہ ہے لیکن جب وہ جائے نماز پر کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ کر عرش تک پہنچ جاتا ہے۔ فرش اور عرش کے مابین یہ تعلق لمحوں میں طے ہوتا ہے۔ یہی لمحات کائنات کے گرد گھومتے ہیں۔ ایٹم کا تصور سائنس کا محور و مرکز ہے۔ اگر ایٹم کو تقسیم کیا جائے تو تباہی کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

Marfat.com

ڈاکٹر ایم غلام محی الدین قاضی کے بقول عالم ناسوت (اجسام، زمین) سے عالم ملکوت یا وہاں سے یہاں مابین سفر (Space Travel) کی تین مثالیں قرآن پاک اور شریعت مطاہرہ سے ثابت ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا عالم ہوت سے عالم ناسوت تک آنا۔ عالم آب و گل سے معافی طلب کر کے پھر جنت الفردوس سے رابطے میں ہو جانا، خلائی رابطے کی مثال ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا زمینی رابطہ، خلائی سفر کی بہت بڑی مثال ہے۔ بہت سے دیگر فرشتے، اللہ تعالیٰ کا نظامِ قضاء وقدر چلانے میں معاون ہیں۔ وہ ملائکہ عالم ملکوت سے عالم ناسوت آتے جاتے رہتے ہیں اور اللہ کے محبوب نبیؑ و پیغمبروںؑ کو وحی الٰہی سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیے جانے سے قبل آسمان پر اُٹھایا جانا مع جسد خاکی کے جب آپؑ غسل فرما رہے تھے اور جب وہ دوبارہ عالم ناسوت میں اُتارے جائیں گے تو اُسی طرح پانی ان کے بدن سے ٹپک رہا ہوگا کیوں کہ ان پر (Time & Space) کا اطلاق معطل ہے۔ نزول کے وقت آپؑ، حضور نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر کرہ ارض پر شریعت محمدی ﷺ کی ترویج کے لیے اپنی خدمات بروئے کار لائیں گے حتیٰ کہ جب آپؑ کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی تو حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس میں موجود چوتھی خالی قبر کی جگہ میں مدفون ہوں گے اور قیامت کے روز نبی آخر الزماں ﷺ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ اُٹھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھایا جانا کلام حکیم کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

اِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۳:۵۵)

ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اُٹھالیتا ہوں اور تم کو اُن لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں۔

حضرت جبرئیل امین، اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبیوں/پیغمبروں کو پیغام رسانی کا فرض انجام دیتے تھے۔ ان کی سرعت رفتار کی ایک مثال یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سوتیلے بھائیوں نے کنویں میں پھینکا تو منڈیر سے کنویں کی نچلی تہہ تک گرنے سے پہلے حضرت جبرئیل امینؑ نے ملائے اعلیٰ سے کرہ ارض پر پہنچ کر انھیں سنبھال لیا۔ اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے ایک بہت لمبی اور خطرناک آگ میں منجنیق کے ذریعہ اُچھال کر پھینکا تو حضرت جبرئیل امینؑ نے خلیل اللہ

Marfat.com

علیہ السلام جو ابھی فضا میں تھے اپنی مدد کی پیش کش کی تو خلیل اللہ نے فرمایا انھیں خدا کے سوا کسی کی مدد درکار نہیں اور نہ ہی انھیں کسی قسم کا ڈر اور خوف ہے حتیٰ کہ آپؑ دہکتی آگ میں گرے جو اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل امینؑ نے گل وگلزار بنا دی۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اللہ تعالیٰ کے ولی، غوث، قطب، قلندر، ابدال، اوتار وغیرہ نفوس قدسیہ، اللہ کے حکم سے اس کرّہ ارض پر جہاں چاہیں لمحات میں سفر طے کر لیتے ہیں اور عالم روحانیت میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کردہ احکامات اور اُمور انجام دیتے ہیں جس کی ایک مثال قرآن پاک میں بھی موجود ہے اور وہ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور راہ سلوک وروحانیت کے علم بردار حضرت خضر کی ہے۔ جس سے دُنیاوی علوم کے پیغمبر کو راہ سلوک وروحانیت کے نظام کار سے آگاہ کرانا مقصود تھا۔ جس کا ذکر سورۃ الکھف (۱۸: ۶۴ تا ۶۸) میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ''(موسیٰ اور ان کے غلام نے وہاں پہنچ کر) انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم اپنی خاص رحمت یعنی (علم معرفت/علم غیب) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور پر علم سکھایا تھا۔ موسیٰؑ نے ان کو سلام کیا اور ان سے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھا دیں۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ آپ سے، میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا اور بھلا ایسے اُمور جو آپ کے احاطہ علم سے باہر ہیں۔''

عصرِ حاضر میں ہونے والی (Space Flight) کے سلسلہ میں بھی قرآن حکیم کی سورۃ الرحمٰن کی اس نص سے ہوتی ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ط لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (الرحمٰن: ۳۳)

''اے گروہ جن وانس کے اگر تم میں یہ طاقت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو۔ مگر ماسوائے اللہ تعالیٰ کی (عطا کردہ) قوت کے تم نہیں نکل

Marfat.com

سکتے۔"

آپ ﷺ نے شانِ کریمی کی تجلیات کا وہ نظارہ دیکھا جو فہم وادراک سے بالاتر ہے۔کائنات رب اللعالمین کی ہے اور معراج رحمت للعالمین ﷺ کی۔صاحب قابَ قوسین ﷺ نے شبِ اَسریٰ کے اسرار سے احباب کو آگاہ کیا۔جو لوگ توحید ورسالت پر ایمان لا چکے تھے۔اُنھوں نے معراج شریف کا خیر مقدم کیا اور جو پیدائشی منکرین تھے،اُنھوں نے حسبِ سرشت معراج کو بھی قبول نہ کیا۔اہلِ ایماں کسی تشکیک کے بغیر اسے تسلیم کرتے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

"اگر آپ ﷺ نے واقعی یہی فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے
۔جب اللہ آسمان سے چند لمحوں میں وحی نازل فرما سکتا ہے تو
اس کے لیے رات میں بھی آپ ﷺ کو مسجد حرام (مکہ)
سے بیت المقدس لے جانا اور واپس لے آنا کون سا مشکل
ہے؟"

اُسی کی سمت صبح و شام ہیں محوِ سفر سارے
نشانِ منزلِ آخر وہ محبوبِ خدا ٹھہرے
مقابل کوئی بھی اُن (ﷺ) کے نہیں دنیا میں اے گوہر
شبِ معراج مہمانِ خدا بس مصطفیٰ ﷺ ٹھہرے

آج ہم ۲۱ ویں صدی سے گزر رہے ہیں۔جدید علوم کی ترقی حیران کن ہے۔لہروں کے ذریعے نہ صرف بات کی جاسکتی ہے بل کہ تصاویر بھی دیکھنے کا اہتمام ہے۔یہی نہیں بل کہ وڈیو کے ذریعے براہِ راست گفتگو کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں اپنے محبوب،صاحبِ لطفِ عمیم ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کروائی اور کائنات کی حقیقت،زمان ومکاں اور انسان کی عظمت کا ادراک عطا فرمایا۔جدید علوم کی ترقی بھی معراجِ مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق کرتی ہے۔

نہ ڈھونڈ اِس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلّی میں!
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی!

☆-☆-☆

Marfat.com

آفتابِ اسلام ﷺ مدینہ میں!

قریش کے انسانیت سوز مظالم کے باوجود مسلمانوں کا ایمان پہاڑوں سے کہیں زیادہ سخت ہو چکا تھا۔ وہ توحید و رسالت پر یقین اپنی زندگی کا سرمایۂ حیات سمجھنے لگے تھے۔ کفار کے تمام حربے، تمام چال بازیاں اور تمام مکاریاں منہدم ہوگئیں۔ نبوت کے دسویں سال محترم مہینوں میں خزرج کے چھ آدمی حج کے ارادہ سے نکلے۔ اُن کے ہمراہ قبیلہ بنو نجار کے دو آدمی بھی تھے۔ جو رشتے میں عبدالمطلب کے ماموں کہلاتے تھے۔ مکہ جاتے ہوئے عقبہ کے مقام پر اُن کی ملاقات نبیٔ پاک ﷺ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے اُنھیں دعوتِ دین سے سرفراز کیا۔ اُنھوں نے اسلام قبول کر کے حج کیا اور پھر مدینہ جا کر اسلام کی حقیقت بیان کی۔ یہودی جس نبی پاک ﷺ کی آمد کو مان رہے تھے وہ متحیر رہ گئے۔ اگلے ہی سال اُوس اور خزرج کے ۱۲ آدمیوں نے عقبہ کے مقام پر حضور پاک ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ شرک، چوری، قتل اور بہتان تراشی نہیں کریں گے۔ اسے بیعتِ عقبۂ اولیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ نبوت کا یہ گیارھواں سال تھا۔ آپ ﷺ نے اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اُن کے ساتھ بھیج دیا۔ لوگوں میں اسلام سیکھنے، قرآن پڑھنے اور اشاعتِ اسلام کا جوش و ولولہ جاں گزیں ہوگیا۔ ایک ہی سال میں دینِ متین کو ماننے والوں کی بہت بڑی تعداد مدینہ میں پرچم اسلام لہرانے لگی۔ اوس و خزرج سے تعلق رکھنے والے احباب بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کے سامنے جھکنے والے بن گئے۔ یہودیوں کی حالت غیر ہوگئی۔ اسلام نے متصادم گروپوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ یہودی اوس و خزرج میں پھوٹ ڈالنے کے ماہر تھے۔ اسلام کی وجہ سے یہودیوں کی سازشوں پر پانی پڑ گیا۔ یثرب میں سوید بن الصامت مقبول شخصیت کے حامل تھے۔ بہادری اور سخن گوئی کی وجہ سے قوم نے اُنھیں ''کامل'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ جب وہ مکہ میں حضور ﷺ سے ملے تو ابتدائی گفتگو میں ہی حضور پاک ﷺ سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے۔ جب وہ واپس یثرب پہنچے تو اُنھیں قتل کر دیا گیا۔ تو یک زباں ہو کر بولے کہ

Marfat.com

سوید مسلماں ہو کر شہید ہوئے ہیں۔ یہودیوں نے قبیلہ اُوس وخزرج میں غلط فہمیاں پیدا کر کے اُنھیں دشمنی پر اُبھارا۔ یہودیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں کہ یثرب سے انس بن رافع اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مکہ تشریف لائے۔ اُن میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے۔ رشکِ جہانِ بہار، کائنات کے حسنِ جاوداں، عظمتِ کمال و جمال ﷺ سے ملاقات کے بعد ایاس بن معاذؓ دولت اسلام سے فیض یاب ہوئے۔

۶۱۲ء میں ایک قافلہ حج کے لیے مکہ پہنچا۔ جس میں دو خواتین سمیت ۷۲ لوگ تھے۔ اس قافلہ نے عقبہ کے مقام پر آفتابِ رسالت ﷺ سے ملاقات کی۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ اُنھوں نے اہلِ خزرج سے مخاطب ہو کر کہا:

> ''اے اہل خزرج! تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہاشمی قبیلہ حضرت محمد ﷺ کی کس قدر تعظیم کرتا ہے۔ لیکن اب چوں کہ آپ ﷺ کا میلان آپ لوگوں کی طرف ہو گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمھارے شہر میں آ کر تمھی لوگوں میں اپنی زندگی بسر کریں۔ اگر تم لوگ ان کی حفاظت کر سکتے ہو اور وقت پڑنے پر ان کو دشمنوں سے بچا سکتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور اگر وہاں لے جا کر تم لوگوں نے آپ ﷺ کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو یہ بات ہمیں ہرگز گوارا نہیں، لہٰذا اگر تم لوگ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو تمھیں ان کی حفاظت کا پختہ عہد کرنا ہوگا بصورتِ دیگر انھیں مکہ ہی میں رہنے دو۔''

قافلے کے اراکین نے دعوتِ اسلام قبول کی اور رسول پاک ﷺ کی معاونت اور حمایت کا اعلان کیا۔ یثرب کے نمائندہ شخص براء بن عازبؓ نے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اسلام قبول کیا تھا لیکن وہ نماز بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا کرتے تھے۔ اہلِ اسلام اُس وقت تک بیت المقدس کو قبلہ تصور کرتے تھے۔ اس ملاقات پر آپ ﷺ نے براء بن عازبؓ کو مسجد اقصیٰ کو قبلہ اختیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس بڑے قافلے کے قبول اسلام کے بعد خلقِ برہانِ عظیم ﷺ کی یہ گفتگو آج بھی دل نشیں ہے:

Marfat.com

''جہاں تمھارا خون گرے گا وہاں میرا لہو بھی بہے گا۔ میں تم میں
سے ہوں اور تم میرے ہم قوم ہو۔ تم جس سے جنگ کرو گے
میں تمھارے ساتھ شریک ہو کر اس سے جنگ کروں گا اور جس
کے ساتھ تمھاری صلح ہوگی میں بھی اس کا حلیف بن جاؤں گا۔''

نبیٔ پاک ﷺ کی گفتگو سن کر لوگوں نے حضورِ پاک ﷺ کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا اعلان کیا۔ اسے ''بیعتِ عقبہ ثانی'' کا نام دیا گیا ہے۔

حضور پاک ﷺ کی فہم و فراست اور دانائی کی وجہ سے یہ بیعت رات کے وقت عقبہ کی گھاٹی میں ہوئی۔ کسی طرح یہ بات قریشِ مکہ تک پہنچ گئی۔ اس سے پہلے کہ قریشِ مکہ اور اہلِ یثرب کے اس گروپ کے ساتھ تصادم ہو خیموں میں مقیم مسلمانوں نے واپسی کا اعادہ کیا۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانی نے قریشِ مکہ کی نیندیں حرام کر دیں۔ ان حالات میں نبیٔ پاک ﷺ نے مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے کہا اور یہ ہدایت کی کہ وہ ایک، ایک، دو، دو تعداد میں مدینہ جائیں تاکہ قریشِ مکہ کو اس بات کا علم نہ ہو سکے۔ قریشِ مکہ کی عیاریاں اور مکاریاں جاری رہیں اور انھوں نے مدینہ کی طرف سفر کرنے والے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر ظلم کا نشانہ بنایا۔ ہجرت کرنے والوں کے گھر، ساز و سامان اور بقیہ افراد پر بہت تشدد کیا۔ مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ کوچ کرتے رہے لیکن جو قریشِ مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اُنھیں ظلم و جبر اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب حضرت حمزہؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ مدینہ پہنچ گئے تو مکہ میں حبیبِ ربِ کریم ﷺ، شیرِ خدا حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رہ گئے۔ قریشِ مکہ کے تمام سردار ہجرتِ مدینہ کی وجہ سے پشیمان رہے۔ سب نے کسی نہ کسی طور اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا ظفر علی خان

ہجرت کی بشارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ایک شیریں دعا سے فیض یاب فرمایا:

Marfat.com

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا○ (بنی اسرائیل)

''اور دُعا کرو، پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا، سچائی
کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال، سچائی کے ساتھ
نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا۔''

قریش مکہ کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ حضور ﷺ ہجرت فرمائیں گے۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کو روکنے اور (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر لی۔ بڑے سے بڑے اور جابر سے جابر جوانوں کی خدمات حاصل کیں۔ احمق لوگ ہر روز ایک بیٹھک کرتے اور اپنی کامیابی پر شیطانی قہقہے بلند کرتے۔ ہجرت کی رات نبیٔ پاک ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

''میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر سو رہو اور
میری سبز چادر بھی اُوڑھ لو۔ اللہ نے چاہا تو کوئی تکلیف نہ پہنچے
گی۔ صبح جا کر سب امانتیں واپس کر دینا۔ پھر تم بھی چلے آنا۔''

سبحان اللہ! پتھر برسانے والوں کو دُعائیں، زخم دینے والوں کو دُعائیں اور جان کے دشمنوں کی امانت اُن کے سپرد کرنے کی فکر، یہی انداز تو اُمت مسلمہ کو اپنا کر سنّتِ رسول ﷺ ادا کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ رات پچھلے پہر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ صدیقِ اکبرؓ نے اُونٹنیاں تیار کر لی تھیں اور عبداللہ بن اریقط کا تعاون بھی حاصل کر لیا تھا۔ حضور ﷺ نے اُونٹنیوں کے بغیر ہی جنوب کا رُخ اختیار کرنے اور غارِ ثور میں کچھ دن قیام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

غارِ ثور میں قیام

غارِ ثور یمن کے راستہ میں جنوب کی جانب ۳ میل کے فاصلے پر ہے۔ حضور پاک ﷺ کی منصوبہ بندی، دشمن سے بچاؤ کی تدابیر اور اپنا تحفظ کرنے کا انداز قابلِ تقلید ہے۔ صبح ہوتے ہی حضرت علیؓ بے دار ہوئے اور دشمن، تاجدارِ کائنات ﷺ کو بستر پر نہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ پھر کیا تھا، مضطرب قریش مکہ اِدھر اُدھر، دائیں بائیں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگے۔ ابو جہل، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر جا پہنچا۔ اُس وقت اُن کی بیٹی اسماءؓ گھر پر موجود تھی۔ ابو جہل نے معصوم بچی کو زور دار تھپڑ رسید کر کے اپنا غصہ نکالا۔

Marfat.com

پیروں کے نشانات کا ایک ماہر سراقہ، محمد عربی ﷺ اور عاشقِ رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے ہلکان ہوگیا۔ حتیٰ کہ وہ کوہِ ثور پر چڑھنے لگا اور کہا کہ فلاں پتھر تک تو پاؤں کے نشان پہنچتے ہیں لیکن آگے غائب ہیں ہوسکتا ہے کہ کہیں غار میں پناہ گزیں نہ ہوں۔ حضور ﷺ اور یارِ غارؓ عبادت میں مشغول تھے۔ اُن کی سماعتوں تک دشمنوں کی آوازیں، ڈنڈوں کی کھڑکھڑاہٹ اور غصے میں خوف ناک آوازیں پہنچ رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خوف زدہ تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

خدا جب دوست ہے اے داغؔ، کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

سبھی حملہ آور غار کی طرف بڑھ رہے تھے، غار پر مکڑی کا جالا، دو جنگلی کبوتروں کا گھونسلا اور ایک درخت دیکھ کر مایوس ہوئے۔ غار کے گردونواح میں دشمن نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو ڈھونڈنے کی بھرپور سعی کی لیکن جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ قریش مکہ نے حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) گرفتار کرنے کے لیے سو اُونٹ انعام کا اعلان بھی کیا۔ لیکن سب منصوبے خاک میں مل گئے۔ پیارے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین دن تک غارِ ثور میں رہے۔ اُدھر مکہ میں نبیٔ پاک ﷺ کے مکان کا گھیراؤ کرنے والے، ابوجہل بن ہشام، حکم بن عاص، عُقبہ بن ابی مُعیط، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف، زَمعَہ بن الاسود، طُعَیمہ بن عدی، ابولہب، اُبی، نُبیہ بن الحجاج اور اس کا بھائی مُنَبّہ بن الحجاج۔ اپنی ناکامی پر سر پیٹ رہے تھے۔ حسنِ کائنات ﷺ تین دن غارِ ثور میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ کفار کو غار کے چاروں طرف قدموں کے نشانات تک دکھائی نہ دیے۔ بہت سے محدثین، مفسرین اور سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کے غارِ ثور میں قیام کو خاص معجزہ قرار دیا کیوں کہ جب ختمی مرتبت ﷺ غارِ ثور میں داخل ہونے لگے تو اُس غار کے منہ پر مکڑی کا جالا، جنگلی کبوتروں کا گھونسلا اور درخت موجود نہ تھا۔ جونہی محبوبِ خدا ﷺ اور صدیق اکبرؓ غار میں داخل ہوئے، ایک مکڑی نے چشم زدن میں جالا بُن دیا، دو کبوتر فضائے بسیط سے غارِ ثور کے منہ پر گھونسلا بنانے میں کامیاب ہوئے، اللہ کے حکم سے اُنھوں نے انڈے دیے اور کچھ ہی وقت میں ایک پودے نے سر نکالا اور شاخوں نے غار کا منہ ڈھانپ دیا۔ قدرت کا یہ کرشمہ معجزاتِ نبوی ﷺ میں اہمیت کا حامل ہے۔ قریشِ مکہ کی ہمت نے جواب دے دیا وہ تلاشِ نبی ﷺ میں ناکام

Marfat.com

ہو کر بیٹھ گئے اور دوسری جانب عبداللہ بن اریقط تین اُونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ سرورِ دو جہاں ایک اُونٹنی پر سوار ہوئے، دوسری پر یارِ غار بیٹھ گئے اور تیسری عبداللہ بن اریقط کے کام آئی۔ حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ کھانا لائیں، کھانے کو کجاوے سے باندھنے کے لیے اپنی کمر سے نطاق اُتار کر اُس کے دو حصے کیے، ایک حصہ حضور اکرم ﷺ کو پیش کیا اور دوسرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ اسی ایثار پر اُنھیں ''ذات النطاقین'' کا لقب عطا کیا گیا۔

سراقہ کی خوش فہمی

سراقہ بن مالک بن جُعشم نامی ایک شخص نے انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کا پیچھا کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی۔ سراقہ غار کے قریب ترین پہنچ کر بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ اُس کا گھوڑا بھی اُس کے کام نہ آیا۔ اُس کا مقصد سو اُونٹ حاصل کرنا تھا۔ وہ سبک رفتاری کے ساتھ حضور پاک ﷺ کے تعاقب میں آرہا تھا۔ راستے میں اُس کا گھوڑا دو بار ٹھوکر کھا چکا تھا، سراقہ نے اُسے اہمیت نہ دی اور اُسے حسنِ اتفاق جانا۔ لیکن جب سراقہ نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے سامنے پایا تو گھوڑے کو ایڑ لگا کر تیز کرنا چاہا لیکن قدرت کو اپنے محبوب کی حفاظت مقصود تھی۔ گھوڑا ایک بار پھر زمین پر آگرا کچھ کتابوں میں گھوڑے کے زمین میں دھنس جانے کا ذکر ہے۔ سراقہ کو یقین ہو گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ تک نہیں پہنچ سکتا۔ سراقہ کا سامان حرب اُسی کے لیے باعث تکلیف اور باعث اذیت ثابت ہوا۔ سراقہ نے تاجدارِ کائنات ﷺ سے بات کرنے کی اجازت چاہی اور درخواست کی ''میں سراقہ بن جُعشم ہوں، مجھے مستقبل کے لیے امان لکھ دیجیے۔'' رحمت للعالمین ﷺ کی اجازت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امان لکھ کر اُس کے حوالے کی اور سراقہ آنکھوں سے اُوجھل ہو گیا۔

جھلتی سرزمین اور رحمت للعالمین ﷺ کو فرشتے رشک سے دیکھ رہے تھے۔ تمام رکاوٹیں عبور کر کے سائبانِ رحمت میں صاحب معجزات نبی پاک ﷺ یثرب کی جانب محوِ سفر تھے۔ صحرا کی تپتی دھوپ میں، سورج کی کرنیں اُوڑھے، محبتوں کا یہ مختصر قافلہ دعوتِ حق کے لیے چل رہا تھا۔ مدینہ قریب آرہا تھا، فاصلے سمٹ رہے تھے، دن سورج تپتی دھوپ میں ریگستان کی شعلہ زن ریت پر گزرتا اور رات کو آسمان کے ستارے انھیں سلامی دیتے اور صحرا کی ریت ٹھنڈی ہو جاتی۔

Marfat.com

قبا میں قیام

دوشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوت یعنی ۱ ہجری بمطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء، حضورِ پاک ﷺ نے مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر قبا کی بستی میں قدمِ مبارک رکھے۔ آپ ﷺ نے یہاں چار دن قیام فرمایا اور اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے بعد حضور اکرم ﷺ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مدینہ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی آمد پر مسلمان تو مسلمان، مشرکین اور یہودی بھی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ سبھی بے تابی اور اضطرابی کیفیت کا اظہار کر رہے تھے۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے والی تھیں۔ جس ماہ تابِ رسالت ﷺ کو آنکھیں ترس رہی تھیں وہ طلوع ہو کر آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرنے کے لیے قریب آ رہے تھے۔ چودہ دن تک چودھویں کے چاند کو دیکھنے والوں کی خوشیاں بالکل عید کے چاند دیکھنے کے جذبے کے قریب تھیں۔ چھوٹے بڑے سب ہی مسرت و شادمانی میں گم تھے۔ مدینہ طیبہ (پاک سرزمین) نے آپ ﷺ کو چومنا شروع کر دیا۔ زمیں، قدم بوسی کر رہی تھی۔

یثرب سے مدینۃ الرسول ﷺ

آپ ﷺ کی آمد سے اس شہر کا نام یثرب کے بجائے ''مدینۃ الرسول، شہرِ رسول اور مدینہ پڑ گیا۔ حضور ﷺ شمعِ محفل تھے اور صحابہؓ پروانوں کی مانند چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ ہر اِک کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ اُن کے مہمان بنیں۔ ہر خاندان چاہتا تھا کہ شرفِ میزبانی اُن کے ہاتھ ہو۔ ہر طرف ایک ہی آواز اللہ اکبر، رسولِ خدا ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان اپنے اپنے مقام پر پُرمسرت تھے۔ معصوم بچے بچیاں دف بجا کر حضور ﷺ کا استقبال کر رہے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا   مَادَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا   جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

چودھویں کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا   وداع کی گھاٹیوں سے
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے   جب تک دُعا مانگنے والے دُعا مانگیں
اے ہم میں آنے والے!   یہاں تیری باتیں سنی جائیں گی

Marfat.com

نبیِ پاک ﷺ کے والہانہ استقبال سے غیر مسلم بہت مرعوب ہوئے۔ اُنھوں نے اس سے پہلے اس انداز کا منفرد استقبال نہیں دیکھا تھا۔ ہر قبیلہ خواہش مند تھا کہ وہ حضور ﷺ کا میزبان بنے۔ مدینہ کے در و دیوار آمدِ رسول ﷺ سے پُر رونق تھے۔ حضور ﷺ کی اُونٹنی کے چلنے کا اپنا ہی انداز تھا۔ اُونٹنی چلتے چلتے ایک جگہ بیٹھ گئی۔ یہ جگہ خاندانِ نجار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی۔ عفرا کے بیٹے معاذؓ نے کہا کہ یہ دونوں یتیم میری پرورش میں ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ یہاں مسجد تعمیر کروا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مروجہ حساب کے مطابق زمین کی قیمت ادا کی اور پھر اُسی مقام پر مسجد کی تعمیر ہوئی۔ آپ ﷺ، ابوایوب انصاریؓ کے سات ماہ مہمان رہے۔ اسی مدت میں مسجد تیار ہوگئی۔ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر سکون و اطمینان ٹھہرا ہوا تھا۔ اُمہات المومنینؓ اور صاحبزادیاںؓ بھی مدینہ پہنچ گئیں اور آہستہ آہستہ مدینہ کی رونق کو چار چاند لگ گئے۔ مسجد کے قریب ہی اُمہات المومنینؓ کی رہائش گاہیں بنائی گئیں۔ قبیلہ نجار میں حضور ﷺ کا قیام اہلِ علاقہ کے لیے باعثِ سعادت و عزت تھا۔

نحن جوارٍ من بنبی النجار
یاحبذا محمدا من جار
ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں
اے ہے، محمد ﷺ ہمارے پاس رہیں گے

مدینہ کو اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے لیے حضور پاک ﷺ کی حکمتِ عملی کام آئی۔ آپ ﷺ نے مواخات کے ذریعے مہاجرین اور انصار کے درمیان محبت کا ایسا رشتہ قائم کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے لگے، سچ مچ بھائی۔ اُنھوں نے ایک جان دو قالب ہونے کا مظاہرہ کر دکھایا۔ زبانی عہد و پیما کے ساتھ ساتھ ایک تحریری معاہدہ بھی طے فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے اُس وقت مدینہ کے کئی گروہ موجود تھے۔

اہلِ طیبہ نے جس جوش و جذبے سے حسنِ محمد ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے وہ اُن کے من میں چھپی محبت کا اظہار تھا۔ مکہ سے آئے ہوئے مسلمان تو نقوشِ پائے مصطفیٰ ﷺ پر بوسہ زن ہونے پر فخر محسوس کر رہے تھے۔ حضور ﷺ آئے تو اہلِ یثرب کے بے کیف دلوں کو سکون کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ فضائے مدینہ طیبہ نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ میں

Marfat.com

امن قائم کرنے کے لیے ہر ایک کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مسلمان مہاجرین کے علاوہ نبی پاک ﷺ کے سامنے انصار، اوس وخزرج کے مشرک اور بت پرست، یہود کے چار قبیلے تھے: مدینہ کے اندر بنی قینقاع، فدک میں بنو قریظہ، شہر سے ملحقہ آباد میں بنو نضیر اور شمال میں آباد یہود۔ مہاجرین اور انصار میں دین اسلام کی وجہ سے مضبوط اتحاد تھا۔

مدینہ میں انقلاب

آپ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے بہت سے قبائل آپس میں دست وگریباں رہتے۔ سبحان اللہ سرورِ کونین ﷺ نے قدم رنجاں ہوتے ہی اِن لوگوں کی سوچ کا اندازہ لگایا۔ آپ ﷺ فطرت انسانی کے تقاضوں کی روشنی میں ان کے متعلق اکثر متفکر رہتے کہ کہیں ان کی پرانی دشمنی پھر نہ اُبھر آئے۔ مشرکین اُوس وخزرج ماضی کی باہم لڑائیوں سے تھک چکے تھے۔ اب اُوس وخزرج کے مشرکین کی حیثیت یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان دیوار کی سی تھی۔ یہودیوں نے ہمیشہ منافقت، بغض اور مطلب پرستی کا مظاہرہ کیا۔ مدینہ کے یہودیوں نے جس گرم جوشی سے آپ ﷺ کا استقبال کیا تھا اس کے پس منظر میں اُن کا مفاد وابستہ تھا۔ یہودیوں نے فلسطین سے اپنے تعلقات مخدوش کر رکھے تھے۔ ان کے دل میں یہ منصوبہ تھا کہ آپ ﷺ کو اپنا حلیف بنا کر عرب کے ان عیسائیوں سے بدلہ لیں گے جنھوں نے ان کی جماعت کو فلسطین سے باہر نکال دیا تھا۔

آپ ﷺ کی فہم وفراست سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے منفرد اور ممتاز تھی۔ آپ ﷺ نے اسے بڑی دور اندیشی کے ساتھ اس انداز سے مرتب فرمایا کہ اس کی عملی صورت دیکھ کر کوئی صاحب عقل وہوش اسے خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ ﷺ فہم وفراست اور بصیرت کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ ﷺ منتشر قبائل کو ایک ایسی وحدت میں لانے کی جستجو کرتے تھے کہ تمام قبائل ایک پلیٹ فارم جمع ہو کر امن، سلامتی اور اخوت کے رشتے میں مستحکم ہو جائیں۔ ایک ایسا استحکام جو کبھی عربوں کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔

تاریخ میں یمن کے خطے میں وحدت کی ایک جھلک موجود ہے۔ آپ ﷺ نے مشیرانِ خاص

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے ارشاد فرمایا: ''میری تمام جدوجہد اس لیے ہے کہ تمام مسلمان بلاتفریق وطن اور قبیلہ اسلام کے رشتہ میں تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے جائیں اور گزشتہ تمام عداوتیں دلوں سے نکال دیں۔'' میثاقِ مدینہ کی وجہ سے تمام قبائل اس خطے کے دفاع اور سلامتی کے مسئلہ پر متحد ہو گئے۔ اسلام پھیلنے لگا۔ مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی۔

میثاقِ مدینہ اور مواخات

مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار نبی پاک ﷺ کی کوششوں سے منتشر قبائل ایک پرچم تلے جمع ہو گئے، مسجد نبوی کی تعمیر میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی اینٹ پتھر اٹھا کر یک جہتی، مساوات اور برابری کا درس دیا۔ تین گز بلند دیواروں کی تعمیر میں صحابہ کرامؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلام کرنے، کھانا کھلانے، قرابت داروں سے اچھا برتاؤ کرنے، ایک اللہ کی حمد وثنا کرنے کی وجہ سے لوگوں کے قلوب نورِ ایمان سے روشن ہو گئے۔ مدینہ میں موجود مہاجرین اور انصار نے اخوت ومروت کا وہ فقید المثال مظاہرہ پیش کیا جو آج بھی عالم اسلام کے لیے روشن مثال ہے۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ نے ''اسلامی ریاستِ مدینہ'' کا راستہ ہموار کیا۔ وہ عظیم ہستیاں جو اس اسلامی تاریخ کے سنہری اُصولوں اور عملی اقدامات کی زینت بنیں اُن میں درج ذیل اسمائے گرامی تا حشر زندہ رہیں گے۔

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ☆ حضرت علی مرتضیٰؓ
☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ ☆ حضرت خارجہ بن زیدؓ عقبی بدری
☆ حضرت عمر فاروقؓ ☆ حضرت عتبان بن مالکؓ بدری
☆ حضرت عثمان ذوالنورینؓ ☆ حضرت اوس بن ثابتؓ عقبی بدری
☆ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہاشمی ☆ حضرت معاذؓ بن جبل عقبی بدری
☆ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح قرشی الفہری ☆ حضرت سعدؓ بن معاذ بدری اہتزلہ عرش الرحمٰن
☆ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف قرشی الزہری ☆ حضرت سعدؓ بن ربیع عقبی بدری
☆ حضرت زبیرؓ بن العوام قرشی الاسدی ☆ حضرت سلمہؓ بن سلامۃ عقبی
☆ حضرت طلحہؓ بن عبداللہ قرشی التیمی ☆ حضرت کعبؓ بن مالک عقبی

Marfat.com

☆ حضرت سعیدؓ بن زید قرشی العدوی	☆ حضرت ابی بن کعبؓ عقبی بدری
☆ حضرت مصعبؓ بن عمیر قرشی العدوی	☆ حضرت ابوایوبؓ عقبی بدری
☆ حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ	☆ حضرت عبادؓ بن بشیر
☆ حضرت عمار بنؓ یاسرؓ	☆ حضرت حذیفہؓ بن الیمان
☆ حضرت سلمان فارسیؓ	☆ حضرت ابوالدرداءؓ حکیم الامت
☆ حضرت منذرؓ بن عمر	☆ حضرت ابوذرؓ غفاری

رحمت للعالمین ﷺ کو مکہ کے مسلمانوں کا خیال دامن گیر رہتا۔ جو لوگ اپنا مال واسباب چھوڑ کر مدینہ آئے تھے اُن کے لیے عزیز واقارب سے ملنا بہت دشوار تھا۔ اہلِ طیبہ میں منافقین کا گروہ بھی مسلمانوں کے لیے مسلسل خطرہ تھا۔ مکہ کے مسلمانوں کا مدینہ سے رابطہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج تھا۔ حج وعمرہ پر پابندی، مقصدِ تخلیقِ کائنات ﷺ کے لیے پریشانی کا باعث تھی۔ اشاعتِ اسلام کے لیے مسلمان ٹولیوں میں تقسیم ہو جاتے۔ اِدھر اُدھر گھومتے، اسلام کی دعوت دیتے۔

مدینہ کے چاروں اطراف میں حفاظتی ٹیمیں سرگرداں رہتیں۔ دفاعی ذہن رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ پیٹرولنگ ٹیموں کی وجہ سے ہی دشمن کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے۔ مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے بھی کچھ گروپ تشکیل دے رکھے تھے۔ جن میں پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ گروپ پچاس پچاس یا سو سو افراد پر مشتمل ہوتے۔ ایک گروپ کے امیر حضرت حمزہؓ تھے۔ دوسری جماعت کے امیر حضرت عبیدہؓ بن حارث۔ تیسرے گروپ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے سنبھال رکھا تھا۔ چوتھے گروپ کی قیادت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کر رہے تھے۔ جب کہ سپہ سالار خود محمد مصطفیٰ ﷺ پانچویں گروپ میں شامل تھے۔ ان حفاظتی اور دفاعی دستوں سے قریش کا کبھی جم کر مقابلہ نہ ہوا۔ ہمیشہ یا تو بچ بچاؤ ہو گیا یا پھر کفار دُم دبا کر بھاگ گئے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے اِن گروپوں کو ایک کام اور سونپ رکھا تھا کہ وہ آس پاس کے قبیلوں سے دوستی کر کے ان سے امن وامان کے معاہدے کریں کیوں کہ ان کے بگڑ جانے سے مدینہ میں بدامنی پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ مذکورہ گروپوں کے سپہ سالار ذہین اور زیرک تھے۔ حضور پاک ﷺ کے کہنے پر اُنھوں نے کئی قبائل سے دستِ دوستی بڑھایا اور ان قبیلوں نے آسانی سے معاہدے کر لیے۔ مزید برآں ضرورت پڑنے پر مدد کرنے کے بھی وعدے کیے۔ قریش مکہ کو منافقین کے ذریعے مسلمانوں کی

Marfat.com

مختلف سرگرمیاں کا پتہ چلتا رہتا تھا۔ اُنھیں اس بات کا بھی علم ہو گیا کہ ہجرت سے پہلے عقبہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ پر کئی لوگ بیعت کر چکے ہیں اور وہ لوگ آپ ﷺ کے لیے جان کی بازی لگا دینے کی قسمیں دے چکے ہیں۔ یہ خبر کفار کے لیے بجلی بن کر گری۔ وہ یہ سن کر لرز گئے کہ اب اُن کی شامت آنے والی ہے۔ ایک ہولناک جنگ اُن کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ اُنھیں اس بات کا بھی ادراک ہو گیا کہ کوئی اچانک جنگ اُن کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی مدینہ ہجرت اور اہلِ طیبہ کی خوشی قریش مکہ کے لیے ماتم سے کم نہیں تھی۔

فضائے بدر پیدا کر

مدینہ میں نبیٔ پاک ﷺ کی غیر معمولی مقبولیت نے قریشِ مکہ کی نیندیں حرام کر دیں۔ قریشِ مکہ کو سب سے بڑا خطرہ اپنے تجارتی قافلوں کا تھا۔ اسلامی ریاست مدینہ میں تمام قبائل کا اتحاد قریشِ مکہ کے تاجروں کے لیے خطرۂ جان و مال تھا۔ حرب کا بیٹا ابوسفیان بھی قبول اسلام سے پہلے سازشی گروہوں کا بڑا سردار تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال ہی وہ تجارتی سامان لے کر شام گیا۔ قریش کے چھوٹے تاجر اور کئی معاونین اُس کے ہمراہ تھے۔ اُسے اس تجارتی سفر میں بہت سا منافع ہوا۔ ملک شام میں ابوسفیان کو مال و دولت کی صبح حاصل ہو گئی۔ واپسی پر اُسے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان اس قافلے پر حملہ نہ کر دیں۔ ابو قبیس نامی خبیث نے قریش مکہ کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے عرب کے دستور کے مطابق اپنی قمیض پھاڑ لی نیز اُونٹ کے دونوں کان کاٹ دیے۔ جو اس بات کی نشان دہی تھی کہ وہ اور اُس کا علاقہ خطرے میں ہے۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ قریش کے خواتین و حضرات میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ ابوقبیس نے ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر اہلِ قریش کی غیرت کو بیدار کرنے کے لیے کہا کہ تجارتی سامان میں شامل خوشبوئیں، مشک، پارچہ جات اور بہت سا سامان آ رہا ہے۔ اُٹھو، چلو، بڑھو اور محمد ﷺ اور اُن کے ساتھیوں سے اپنے تجارتی قافلے کو بچا لو۔ ابوسفیان بہت ذہین آدمی تھا وہ اپنا تجارتی سامان محفوظ رکھنے کے لیے راستہ بدل کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف اہلِ قریش قافلہ بچانے کے لیے سامانِ حرب لے کر مدینہ کی طرف بڑھنے لگے۔ ابوسفیان کے ساتھیوں نے ابوجہل اور دیگر سرداروں سے کہا کہ وہ مکہ لوٹ جائیں ابوسفیان خیریت سے پہنچ گیا ہے۔ ابوجہل اور اُس کے ساتھی ہتھیاروں کے علاوہ سامانِ تعیش بھی ہمراہ لائے۔ بازاری عورتیں، بازاری گیت گاتیں، سرداروں کا

Marfat.com

دل بہلاتے ہوئے قافلہ میں شامل تھیں۔ عیش ونشاط، شراب وکباب، جامِ وسبو کے دور چلتے ہوئے یہ آندھی مدینے کی طرف بڑھنے لگی۔ قبیلہ بنو ہاشم نے لوٹنا چاہا مگر ابوجہل ڈٹ گیا اُس نے مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع بدر تک پہنچنے کا اعلان کر دیا۔ بدر کے مقام پر سالانہ میلہ بھی لگتا ہے۔ تجارتی اعتبار، پانی کے کنوؤں اور قافلوں کے قیام کے لیے یہ علاقہ اہمیت کا حامل ہے۔ ابوسفیان کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا گیا اُس نے بھی بے ہنگم قافلے کے منتظمین کو مکہ لوٹنے کا مشورہ دیا۔ جب ابوسفیان کو اہلِ قافلہ کی ہٹ دھرمی کا علم ہوا تو وہ کہہ اُٹھا:

> ''ہائے میری قوم! یہ سب ابوجہل کی کارستانی ہے۔ وہ لوٹنے پر تیار نہ ہوا۔ کیوں کہ وہ آج لوگوں کا سردار بن گیا ہے! اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ اس نے خودرائی سے کام لیا۔ خیر خواہی کی بات تھی۔ لیکن اس نے ٹھکرا دیا۔ دوسروں کی نہ سننا بہت بڑا عیب ہے۔ اس کا نتیجہ بربادی اور ہلاکت ہے۔''

مسلمان اور قریشِ مکہ آمنے سامنے

کفارِ مکہ کی کیل کانٹے سمیت تیاری پر آپ ﷺ فضائے طیبہ سے میدانِ بدر کی طرف ۸ رمضان ۲ ہجری روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے ہراول دستے کے دو سیاہ رنگ کے علم تھے۔ سترہ اُونٹ جن پر چار چار مجاہد باری باری سواری کرتے۔ بے سروسامانی کے باوجود عزم ویقین کی دولت سے مالا مال یہ قافلہ میدانِ کارزار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ابوجہل نازوغرور میں محو تھا اور دوسری طرف اللہ کی رضا پر قربان ہونے کا جذبہ تصویر کے دونوں رخ چشمِ فلک کے سامنے تھے۔ حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے۔

وہاں عیش وطرب نے کر دیے افلاک پر بستر — یہاں اِن خاکساروں نے جمائے خاک پر بستر
وہاں لُحمِ شتر بھی، کشتیِ مے کی روانی بھی — برائے ساقیِ کوثر ﷺ یہاں کم یاب پانی بھی
وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں — نہتوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں
وہاں چنگ ودف ورقص اور نغمے کی طرب کوشی — یہاں ذکرِ خدا دل میں، لبوں پر مہرِ خاموشی
وہاں بھوکی نگاہیں باوجودِ فارغ البالی — یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیب شکم خالی
وہاں بوجہل، محوِ استراحت خوابِ غفلت میں — یہاں اللہ کا محبوب ﷺ محرابِ عبادت میں

Marfat.com

میدانِ بدر میں دونوں افواج آمنے سامنے تھیں۔ نبیٔ پاک ﷺ کی عجز وانکساری میدانِ جنگ میں بھی قابلِ دید تھی۔ قریش کے کچھ لوگ مسلمانوں کے حوض سے پانی پی رہے تھے تو مسلمانوں نے اُنھیں روکنا چاہا لیکن حبیب خدا ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضور ﷺ کی مورچہ بندی، صف بندی اور حملہ کرنے کی حکمتِ عملی آج بھی جرنیلوں کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ میدانِ بدر میں قریش کا ہر سپاہی جنگی ساز وسامان سے لیس تھا اور دوسری طرف خاتم النبیین ﷺ اللہ سے دُعا مانگ رہے تھے۔

حق پرستوں کی ، اگر کی تو نے دل جوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

آفتابِ رسالت ﷺ بے سروسامانی کے عالم میں بھی عطائے ربِ کریم کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ سوز وتفکر، تدبیر وعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھاتے ہوئے دُعا گو تھے۔

''اے اللہ! یہ قریش کے لوگ ہیں۔ یہ غرور سے اکڑتے ہوئے تجھ سے لڑنے آئے ہیں۔ یہ تیرے دین کی مخالفت پر کمر کسے ہوئے ہیں۔ تیرے رسول ﷺ کو ناکام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اے اللہ! تو نے مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اس وعدہ کو پورا کر۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے ثابت قدم رہنے کے لیے کہا ہے اور ''بڑے گروہ'' کا وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدے پورا کرنے والا ہے۔''

دُعا کے بعد نبیٔ پاک ﷺ پر وحی نازل ہوئی: ''اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ'' (۹:۸) ترجمہ: ''میں ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔''

حضور ﷺ کی کمانڈ پوسٹ تیار ہوگئی۔ حضور ﷺ نے جگہ کا انتخاب فرمایا اور مجاہدین اسلام کو مختلف مقامات پر متعین کر دیا کہ اچانک پلک جھپکتے ہی آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں انگڑائی محسوس ہوئی۔ مختلف روایات میں تحریر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار گرد وغبار میں اٹے ہوئے میدان میں اُتر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے جنگی لباس پہنا، اللہ اکبر نعرہ بلند کیا اور فرمانے لگے کہ عن قریب دشمن شکست کھا جائے گا اور میدان سے بھاگ جائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک مُٹھی کنکریلی مٹی لی

Marfat.com

اور قریش کی طرف رُخ کر کے فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ چہرے بگڑ جائیں اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی۔ پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، نتھنے اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ گیا نہ ہو۔ اس کی بابت ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'' (۱۸:۸)

ترجمہ: ''جب آپ ﷺ نے پھینکا تو درحقیقت آپ ﷺ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔''

آپ ﷺ نے مجاہدین کو نصیحت فرمائی کہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بیماروں پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔ انفرادی معرکہ شروع ہوا۔ فدایانِ حق نے اپنے مدِ مقابل ہر کافر کو واصلِ جہنم کیا۔ حضرت حمزہؓ نے مغرور عتبہ کا سر قلم کیا۔ عتبہ کے بیٹے ولید کو حضرت علیؓ نے شکار کیا، شیبا سامنے آیا تو اُس کا مقابلہ حضرت عبیدہؓ نے خوب کیا۔ وہ زخمی حالت میں حضور پاک ﷺ کے پاس لایا گیا۔ ابوجہل کا غرور تو دو معصوم بچوں نے خاک میں ملا دیا۔

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری ﷺ کو

معاذ اور معوذ دو کم سن بھائیوں کے ہاتھوں ابوجہل کے قتل سے مجاہدینِ اسلام کی تلواروں میں تیزی آگئی۔ بجلیوں نے اُن کی تلواروں میں آشیانے بنانے پر ناز کیا۔ اللہ کے شیروں کی آواز سے میدانِ بدر گونج اُٹھا۔ دوبدو اور کھلم کھلا لڑائی میں قریشِ مکہ کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ میدانِ بدر سے بھاگتے ہوئے ساز و سامان حتیٰ کہ لاشیں چھوڑتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۴ مجاہدینِ اسلام نے جامِ شہادت نوش کیا جب کہ ۷۰ قریشِ مکہ جہنم کی آگ بنے۔ شرکائے بدر اور شہدائے بدر کی فہرست کتاب میں شامل ہے۔ اس فتحِ مبین سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔ رئیس المنافقین ابولہب اس غزوہ میں شرکت نہ کر سکا لیکن شکست کی ہیبت اور ندامت کی وجہ سے اُس پر خوف کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اُس کے قویٰ جواب دے گئے۔ قدرت کا کرشمہ کہ زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو ایسی بیماری دے کر واصلِ جہنم کیا کہ اُس کے جسم سے عجیب بدبو آنے لگی۔ چاروں طرف تعفن پھیل گیا۔ جب اُس کی نعش سے بیماریوں کے پھیلنے کا خطرہ ہوا تو اُس کے بیٹوں نے لکڑی کے ڈنڈوں سے باپ کو ایک گڑھے میں پھینکا اور اُس پر مٹی پھینک دی۔ وقت خود ہی کفارِ مکہ کو کڑے امتحان میں لینے لگا۔ تاجِ رعونت

Marfat.com

کے حامل ابولہب کو چارپائی پر جب کہ ابوجہل کو میدانِ جنگ میں عبرت ناک سزا دوسروں کے لیے ایک سبق ثابت ہوئی۔ اُدھر میدانِ جنگ میں کٹے پھٹے جسم بکھرے پڑے تھے۔ کئی کفار کی شناخت بھی مشکل تھی۔ نبیٔ پاک ﷺ نے دشمنانِ اسلام کی نعشوں کو درندوں اور پرندوں سے بچانے کے لیے اُنھیں ایک گڑھے میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ میدانِ بدر کا یہ معرکہ ''الفرقان'' اور ''فتحِ مبین'' کے نام سے یاد رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور کئی گنا دشمن خاک نشینوں سے شکست کھا کر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ۳۱۳ مجاہدین نے ایک بڑی قوت کو تاریخی شکست دی۔ غزوۂ بدر مشرکین کے لیے پیغامِ موت ثابت ہوا۔ اس جنگ میں مارے جانے والے کفار کے لواحقین ایک ماہ تک سوگ وار رہے۔ ہر گھر میں صفِ ماتم بچھی رہی لیکن اُن کے دلوں سے بغض، نفرت اور انتقام زائل نہ ہوا۔ چوں کہ میدانِ بدر میں ابوسفیان کا بیٹا بھی ہلاک ہوا اس لیے اُس کا جذباتی ہونا ایک فطری تھا اور وہ انتقام لینے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ مجاہدین نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہے۔

معرکۂ اُحد کی داستاں ہے عجب

مکہ میں قنوطیت طاری تھی۔ قتل ہونے والے کفار کے ورثاء میں جذبۂ انتقام اُبھارنے کے لیے ابوسفیان پیش پیش تھا۔ ابوسفیان مدینہ سے کچھ فاصلہ پر عریض نامی مقام پر پہنچا تو وہاں کھیتوں میں کام کرنے والے محنت کش مصروف تھے۔ ایک انصاری کھیت میں کام کر رہا تھا۔ اُس کے ساتھ کچھ فاصلے پر ایک مزدور بھی تھا۔ ابوسفیان کے آدمیوں نے اُنھیں شہید کر دیا اور کئی گھروں کو آگ لگا دی۔ اس دوران کھجور کے درخت بھی جل گئے۔ فدیانِ توحید و رسالت نے یہ خبر محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچائی تو آپ ﷺ نے ابوسفیان کا پیچھا کیا۔ وہ جان بچاتے ہوئے اپنے اُونٹوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو کی بوریاں نیچے پھینک گئے۔ عرب میں ستو کو ''سویق'' کہتے ہیں۔ اسی لیے اس غزوہ کا نام ''غزوۂ سویق'' مشہور ہوا۔ اسلامی ریاست مستحکم ہو رہی تھی اور دوسری طرف انتقامی سرشت اُبھر رہی تھی۔ مدینہ اور قرب و جوار کے یہودی پریشانی میں غلطاں تھے۔ اُن کی منافقانہ روش کے باوجود اسلام کا چراغ ہر گھر پر روشن تھا۔ پرچم اسلام لہرا رہا تھا۔ بدر کا انتقام لینے کے لیے اہلِ قریش ساز و سامانِ حرب اکٹھا کر رہے تھے۔ مختلف قبائل کی ہمدردیاں سمیٹ رہے تھے۔ نئے جوش ولولے اور انتقام آگ کے تحت مکہ میں جنگی تیاریاں زوروں پر

Marfat.com

تھیں۔ کئی عورتیں جن کے عزیز واقارب بدر میں مارے گئے تھے۔ وہ مردوں کے شانہ بشانہ میدانِ جنگ کا رخ کرنے کے لیے تیار تھیں۔ ان خواتین میں ''ہندہ'' سرفہرست تھی۔ ہندہ عتبہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیگم تھی۔ غزوۂ بدر میں اُس کا باپ، بھائی اور چچا تینوں مٹی کا ڈھیر بنے۔ اُس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لے لے تو خوش بو نہیں لگائے گی۔ المختصر دن رات جنگی تیاریوں اور حملہ کرنے کی حکمتِ عملی کا عمل جاری رہتا۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن ابھی مکہ میں قیام پذیر تھے۔ اُنھوں نے مکہ میں جنگی جنون کی سرگرمیوں سے حضور پاک ﷺ کو آگاہ فرمایا۔ نبیٔ پاک ﷺ نے مشاورت کے ذریعے وسیع میدان میں غنیم سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ قریش ایک بڑا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ جس میں بنوثقیف کے دوسو شمشیرزن بھی شامل تھے۔ ۲۸ سو شمشیرزن مکہ سے نکلے حبشیوں کا ایک بڑا دستہ دوسو گھوڑے ۳ ہزار اُونٹ اور ۷ سو زرہ بکتر موجود تھیں۔ اہلِ قریش نے کئی قبائل سے مدد حاصل کر لی تھی۔ کئی قریشی دانش ور اور شاعر مختلف ٹولیوں میں پھیل جاتے، ولولہ انگیز خطاب کرتے۔ بدر کا واسطہ دے کر فوجیوں کو انتقام پر اُبھارتے۔ اس لشکر میں ''وحشی'' نامی ایک حبشی غلام بھی شامل تھا۔ جسے نیزہ زنی میں مہارت حاصل تھی۔ حبشہ والوں کا یہ اہم ترین ہتھیار تھا۔ ہندہ اور طعیمہ بن عدی جو جبیر بن مطعم کا چچا تھا، نے وحشی کو لالچ دیا کہ اگر تم محمد ﷺ (نعوذ باللہ)، حمزہؓ یا علیؓ کو مار دو تو تم بڑے انعام کے مستحق ٹھہرو گے اور تمھیں آزاد بھی کر دیا جائے گا۔ ابوسفیان کی قیادت میں یہ انتقامی کارواں مدینہ کی طرف بڑھا۔ چلتے چلتے جب یہ لشکرِ جرار ابواء کے مقام پر پہنچ گیا تو ہندہ نے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں محمد ﷺ کی ماں کی قبر ہے۔ اُکھاڑ ڈالو۔ کوئی قید ہوا تو اس کے جسم کا ایک ٹکڑا فدیہ میں دے دیں گے۔ لیکن ہندہ کی یہ بات کسی کو پسند نہ آئی کیوں کہ لشکر میں شامل کئی احباب کے عزیز واقارب بھی اسی قبرستان میں دفن تھے۔

۵ شوال ۳ھ کو نبی پاک ﷺ نے انسؓ اور مونسؓ کو لشکرِ کفار کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ دونوں جاں نثاروں نے مکمل صورت حال سے آگاہ کیا کہ لشکر مدینہ کے قریب آ رہا ہے۔ فدایانِ رسول ﷺ تمام رات مسجدِ نبوی کا پہرہ دیتے رہے۔ صحابہ کرامؓ نے جمعہ کی صبح سپہ سالارِ اعظم ﷺ کو کئی مشورے دیے اور ہر قسم کی قربانی دینے کا عزم کیا۔ جب جذبۂ شہادت اور دلیرانہ بسالت کے حامل اسلامی حریت پسند بول اُٹھے:

اللہ کے رسول ﷺ! دشمن کے مقابلہ میں نکلیے۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم ڈر گئے اور اس طرح ان کے دل اور بڑھ جائیں۔ اللہ کے رسول ﷺ! بدر میں تو ہم تین ہی سو تھے۔ پھر بھی اللہ نے کامیاب کیا

Marfat.com

اور آج تو ہم کافی تعداد میں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو اسی دن کی آرزو میں تھے۔ اسی دن کا تو ہمیں انتظار تھا۔

''اللہ کے رسول ﷺ! دشمن ہماری زد میں گھس آئے۔ ہمارے کھیتوں کو روند ڈالا۔ اب آخر جنگ کا کون سا وقت آئے گا؟

خیثمہؓ نے کہا:

''بدر میں شریک ہونے سے میں محروم رہا۔ حالاں کہ میری شدید تمنا تھی۔ میرا لڑکا شریک ہوا اور اس کو شہادت نصیب ہوگئی۔ کل رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا، ابا! آپ بھی چلے آیئے، جنت میں ہمارا ساتھ رہے گا۔ رب نے جو وعدہ کیا تھا، میں نے اسے بالکل سچا پایا۔''

حضرت حمزہؓ نے کہا:

''اللہ کے رسول ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن اُتارا، میں تو کھانا ہی نہ کھاؤں گا، جب تک باہر نکل کر دشمنوں سے مقابلہ نہ کرلوں گا۔''

ایک منافق کی رائے

عبداللہ بن اُبی منافق نے رائے دی کہ میرے آباؤ اجداد کی حکمتِ عملی یہی رہی کہ وہ فصیل میں رہ کر مقابلہ کریں۔ مدینہ کی مثال اُس دوشیزہ کی سی ہے، جس کی دوشیزگی کبھی ذائل نہ ہو۔ دشمن کو شکست دینے کے لیے عورتوں اور بچوں کو قلعہ بند کر کے اُنھیں پتھر تھما دیے جائیں اور جونہی دشمن حملہ کرے مرد تلواریں لے کر آگے بڑھیں اور خواتین اور بچے اُن پر پتھر پھینکے۔ مدینہ کی حفاظت شہر میں رہ کر کی جائے۔

عاشقانِ رسول ﷺ کا اعلان

عاشقانِ رسول یہ بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ نوجوانانِ ملت کا جذبۂ شہادت دیدنی تھا۔ ایک نوجوان صحابی حضرت ایاس بن اُوس بن عتیکؓ کی ولولہ انگیز گفتگو مشاورت میں موجود سب کے لیے پیغام بسالت اور پامردیٔ مومن کی عکاس ہے۔

''مجھے یہ بات گوارا نہیں کہ قریش یہاں سے واپس جا کر کہیں
کہ حضرت محمد ﷺ ان سے ڈر کر یثرب کے قلعوں میں جا

Marfat.com

بیٹھے۔ مزید ہمارے قلعہ بند ہو جانے سے دشمن کو ہماری بزدلی کا خیال آئے گا اور ان کے مکروہ عزائم اور بڑھ جائیں گے۔

دوستو! جن دشمنوں نے ہمارے کھیتوں، پھلوں اور پودوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اگر ہم نے ان کی بڑھتی ہوئی یلغار کو نہ روکا تو ہم ان درختوں کے پھل سے محروم ہی رہیں گے۔ ہمارے دشمن نے بدر کی شکست کے بعد ایک سال تک اپنی عسکری تیاری کی ہے۔ عربوں اور حبشی غلاموں کو اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے لیے آ گیا ہے۔ قریش کی یہ جسارت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے اُونٹ اور گھوڑے ہمارے شہر کی حدود میں لے آئے ہیں۔ کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے کہ ہم لوگ شہر میں بند ہو جائیں اور دشمن بغیر زخم کھائے واپس لوٹ جائے اور یہ مشہور کر دے کہ ہم نے مسلمانوں کو قلعوں میں بند کر دیا ہے۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ اگر ایسا ہی ہوا تو دشمن کے حوصلے بہت زیادہ بڑھ جائیں گے۔ وہ اسی طرح ہمارے سرسبز و شاداب کھیتوں کو برباد کرتے رہیں گے اور کبھی ہمارا گھیراؤ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے جاسوس انھیں ہمارے بارے میں اطلاعات فراہم کرتے رہیں گے اور ہمارا شہر ان کی دست برد سے کبھی محفوظ نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ایک دن دشمن اس قابل ہو جائے گا کہ وہ ہم پر غالب آ جائے۔''

مدینہ منورہ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع ایک پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کا نام ''اُحد'' ہے۔ حضور ﷺ اپنے جانبازوں، جانثاروں اور اسلام کے فرزندوں کو لے کر دامنِ اُحد میں پہنچ گئے۔ اس طرف اللہ کے نیک بندے اور دوسری طرف سرکش، باغی اور نافرمان قریش۔ عبداللہ ابن اُبی نے بھی اپنی منافقت کا ثبوت دیا اور گلہ کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہمارے مشورے کو اہمیت نہیں دی اور اپنا دستہ لے کر الگ ہو گیا۔

Marfat.com

سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی صف بندی

سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف بندی فرمائی۔ نیز علم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو عطا فرمایا۔ تاریخِ اسلام کے اوّلین جرنیل اور کائنات کے پہلے خلاء نورد نبیؐ پاک ﷺ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی پر خصوصی توجہ دی کیوں کہ اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں حملہ آور پیچھے سے داخل نہ ہو جائیں۔ یہ حکمتِ عملی جنگی منصوبہ بندی کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ اس گھاٹی پر ڈٹے رہیں۔ میدان کاری میں یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ سپہ سالار چاروں اطراف پر نظر رکھے۔ مسلمانوں کی تعداد صرف ۷ سو تھی جو مکہ کے ۳ ہزار سے زیادہ اسلحہ سے لیس فوجیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جذبہ قوت ایمانی کے مظاہرہ کے لیے تیار تھے۔ نبیؐ پاک ﷺ نے تیر اندازوں کو نصیحت کی کہ:

> تم لوگ ہماری پشت کی حفاظت کرنا، ایسا نہ ہو کہ ہم پیچھے سے دھر لیے جائیں۔ دیکھو، اپنی جگہ پر جمے رہنا وہاں سے ہٹنا نہیں۔ اگر ہم جیت جائیں اور ان کی فوج میں گھس جائیں۔ تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور ہم قتل ہونے لگیں تو مدد کے لیے بھی نہ آنا۔ البتہ اُن پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دینا کیوں کہ گھوڑے تیروں سے ڈرتے ہیں۔"

دوسری جانب قریش نے ابوسفیان کی سربراہی میں حملے کی تیاری کر لی۔ علم خاندان عبدالدار کو تھمایا گیا اور ابوسفیان نے علم اور علم برداروں کی تعریف میں پُر جوش خطاب کیا۔ خاندان عبدالدار کے جوانوں نے وعدہ کیا کہ وہ علم گرنے نہیں دیں گے۔ خواتین رقص و سرور کے ساتھ ساتھ دف، ڈھول، طبل اور اس قسم کے ساز بجا رہی تھیں۔ سب سے بڑے مورچے کی کمان خواتین کو سونپ دی گئی۔ آرائش و زیبائش، حسن و جمال کا مظاہرہ کرتی ہوئی خواتین نوجوانوں میں بہادری کے جذبات اُبھار رہی تھیں۔ رجزیہ اشعار کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ویها　　بنی　　عبدالدار
ویها　　حماة　　الأدیار
ضربا　　بکل　　بتار

Marfat.com

نحن	بنات	طارق
نمشي	على	النمارق
والمسك	في	المفارق
ان	تقبلوا	نعانق
أو	تدبروا	نفارق
فراق	غير	وامق

ترجمہ: ''ہماری طرف دیکھو ہم زہرہ اور مشتری کی کوکھ سے پیدا ہونے والیاں اور تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم قالینوں پر نہایت ناز و انداز سے چلتی ہیں۔ آج اگر تم نے بڑھ کر دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا تو کل ہم تمھیں اپنے سینوں سے لگا لیں گی اور اگر تم پسپا ہو گئے تو ہمارا اور تمھارا کوئی تعلق نہیں ہوگا، ہم تم سے الگ اور دُور ہو جائیں گی۔''

میدانِ اُحد میں اہلِ قریش نے سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ عبداللہ بن اُبی کے علاوہ قبیلہ اُوس کا ابو عامر بھی غدار، مکار اور دغاباز نکلا۔ قزمان ایک منافق اپنے مال و اسباب کی حفاظت کے لیے اسلامی لشکر میں آ کھڑا ہوا اور مارا گیا۔ جب اُسے شہادت کی مبارک باد دی گئی تو اُس نے اس بات کا اقرار کیا کہ میری موت دین کی حمایت کے لیے نہیں بل کہ اپنے گھر بار بچانے کے لیے ہوئی ہے۔

عکرمہ بن ابوجہل نے میسرہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقدمتہ الجیش پر حملہ کیا۔ جسے اسلامی لشکر نے بری طرح ناکام کر دیا۔ عام جنگ میں شیرِ خدا حضرت علیؓ کی شمشیر زنی نے طلحہ کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑا دیے۔ چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہونے لگے۔ نعرۂ تکبیر بلند ہوتے ہی دشمن کی کمر ٹوٹ گئی لیکن حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ بڑے جوش اور ولولے سے لڑ رہے تھے۔ ایک پورا گروہ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ کفار کے جنگجو ارطاۃ بن عبد شرجیل اور سباع بن عبدالعزیٰ کو حضرت حمزہؓ نے شیر کی طرح حملہ کر کے جہنم رسید کیا۔ حضرت حمزہؓ دشمنوں کے نرغے میں پھنس گئے۔ تیر انداز وحشی اُن کے قریب پہنچ گیا اور

Marfat.com

انعام واکرام کے لالچ میں حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ سیرت کی کتابوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ وحشی بن حرب نے اس بات کا اقرار کیا کہ اُس نے اپنی آزادی کے لیے حضرت حمزہؓ کی جان لی ہے۔ وحشی بعد میں مسلمان ہوگیا اور اُس نے مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا اعلان کیا) کو اُس کے انجام تک پہنچایا۔ وحشی کا درج ذیل بیان قابلِ توجہ ہے:

> حالتِ کفر میں میں نے ''خیرالناس'' یعنی بہترین انسان کو شہید کیا اور حالتِ اسلام میں ''شرالناس'' یعنی بدترین انسان کو جہنم واصل کیا۔''

اُحد کے اس میدان میں مسلمان جان توڑ کر لڑے۔ وہ بڑھتے گئے حتیٰ کہ ہندہ کے روکنے کے باوجود وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے۔ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کرلیا۔ اُسے حسرت سے دیکھنے لگی۔ جگر باہر کھینچا اور بے دردی سے چبانے کی کوشش کی تاکہ اُس کے سینے لگی آگ بجھ جائے لیکن کلیجہ نگلنے کی نوبت نہ آئی اور اُسے کلیجہ اُگلنا پڑا۔ قریش کی دیگر عورتوں نے ہندہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، مسلمان شہداء کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹے، اُن کے ہار بنا کر گلے میں ڈالے جب کہ ہندہ نے اپنے گلے کا ہار وحشی کو دے دیا۔

تیراندازوں کی غفلت

فتح ونصرت مسلمانوں کے قدم چوم رہی تھی لیکن نبی پاک ﷺ کی حکم عدولی مسلمانوں کے لیے مایوسی کا پیغام بننے والی تھی۔ جس دستے کو گھاٹی پر تعینات کیا تھا وہ مالِ غنیمت کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے تیراندازوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ خالد بن ولید تاک میں تھے۔ اُنھوں نے گھاٹی خالی دیکھتے ہوئے مسلمانوں پر پشت سے حملہ کردیا۔ اس پوسٹ پر موجود عبداللہ بن جبیرؓ سمیت اُن کے تمام ساتھی شہید ہوگئے۔ صف بندی ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ نبیٔ پاک ﷺ کی شہادت خبر کی صورت پھیلنے لگی۔ یہ ایک مشکل وقت تھا۔ حضور پاک ﷺ بھی دشمنوں کے چنگل میں پھنس گئے لیکن عاشقانِ رسول اُن پر سائبان بن گئے۔ اُنھوں نے شانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے سروں سے کفن باندھ لیے۔ تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے کفار نے مہتابِ رسالت ﷺ کا چہرہ زخمی کر دیا، لبِ مبارک سے خون رسنے لگا، دو دندانِ

Marfat.com

مبارک شہید ہو گئے لیکن فدایانِ رسول بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ نے آفتابِ رسالت ﷺ کو سہارا دے کر محفوظ مقام پر پہنچایا۔ اس معرکہ میں حضرت ابو دجانہؓ اپنے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار لیے جوش و جذبہ کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ اُن کے سامنے ہندہ بنتِ عتبہ آئی تھی۔ وہ اُسے قتل کر سکتے تھے لیکن حضور پاک ﷺ کا حکم کہ عورت پر تلوار اُٹھانا جائز نہیں۔ حضرت ابو دجانہؓ نے اُس پر تلوار نہیں اُٹھائی۔ حضرت اُم عمارہؓ، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت انس بن نضرؓ نے لاتعداد تیر کھا کر رسمِ وفا نبھائی۔ ۷۰ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر کے اسلام کی آبیاری کی۔ حضور پاک ﷺ نے میدانِ جنگ، شمشیرِ شجاعت سے جیت لیا لیکن کفار اسے اپنے فتح گردانتے ہوئے میدان سے بھاگ گئے۔ نبیٔ پاک ﷺ اپنے روایتی صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور یہ آیات پڑھتے رہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ٥ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ٥ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥ (النحل: ۱۲۶۔۱۲۸)

ترجمہ: اور اگر تم لوگ بدلہ لو، تو بس اسی قدر لو۔ جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر تم صبر کرو، تو یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے اور (اے محمد ﷺ) صبر کرو اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کے سہارے ہوگا اور ان لوگوں کی حرکتوں پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔ بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے، جو اللہ کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔''

عسکری زاویہ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو میدانِ اُحد میں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ عقبی گھاٹی کے علاوہ میدانِ اُحد میں دو بدو اور آمنے سامنے کی جنگ میں کفار کا دم دبا کر بھاگنا، مسلمانوں کی تیراندازی سے خوف زدہ ہو کر جنگ سے ہاتھ کھینچ لینا شکست ہے۔ مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا لیکن مجموعی طور پر مسلمان پسپا نہ ہوئے۔

Marfat.com

اگر چہ قریش کے تعاقب اور مسلمانوں کی ثابت قدمی نے مسلمانوں کے وقار کو ایک حد تک بحال کر دیا تاہم اُحد کے نقصان نے وہ دبدبہ اور رعب ذائل کر دیا جو بدر کے بعد قبائل میں قائم ہو گیا تھا۔ اب انھیں دوبارہ ہمت ہونے لگی کہ مسلمانوں کے خلاف سر اُٹھائیں چناں چہ اُحد کے بعد چھوٹے غزوات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جن میں مسلمانوں کو مختلف قبائل کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملانا پڑا۔ اس دور میں ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ بعض قبائل نے مبلغین اسلام کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور پھر دھوکے سے انھیں قتل کر دیا۔

معرکۂ اُحد سے اہم سبق

یہ جنگ اُمت مسلمہ کے لیے ایک مستقل سبق کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر انھوں نے اطاعت رسول ﷺ کو پیش نظر رکھا تو نصرت ایزدی ان کے قدم چومے گی۔ اس کے برعکس اگر انھوں نے ایک لحظہ کے لیے بھی ارشاد رسول ﷺ کو فراموش کیا تو وہ باطل کی ضرب کاری سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

معرکہ اُحد کفر و اسلام کے درمیان بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس جنگ سے مسلمانوں نے بہت سا عسکری اور تربیتی سبق سیکھا۔ چوں کہ جنگ اُحد نے مسلمانوں کے انفرادی کردار کو نمایاں کیا۔ جب دشمن نے گھاٹی کے عقب سے اچانک حملہ کیا اور بہت سے تیرانداز دفاعی مرکز چھوڑ کر مالِ غنیمت کی طرف بڑھے اور دشمن حضور ﷺ کی کمانڈ پوسٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ کفار چاہتے تھے کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضور پاک ﷺ کو (نعوذ باللہ) تلوار کے وار سے عالمِ بالا پہنچا دیں۔ سبحان اللہ! صحابہؓ میں سے ہر شخص نے شہنشاہِ عالم ﷺ سے جس والہانہ نیاز و عقیدت کا مظاہرہ کیا اور آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے جس شادمانی سے موت کو گلے لگایا۔ وہ تاریخ اسلام کا سنہری حروف سے لکھا جانے والا ایک عمل ہے جو اُمتِ مسلمہ کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل ایماں میرا ہو نہیں سکتا

یہود و ہنود نے مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ منافقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ مسلمانوں کا عروج اُن کے

Marfat.com

لیے آنکھوں کا کانٹا رہا۔ظاہری ہمدردی کرتے ہوئے اُنھوں نے اسلام کو ہمیشہ نقصان پہنچایا۔ مکہ، مدینہ اور جہاں بھی مسلمان کسی آزمائش میں آئے تو یہودیوں نے تمسخر اُڑا کر قریش سے اظہارِ یکجہتی کیا۔ یوں تو یہودیوں کو مسلمانوں کا اقتدار پہلے بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ جنگ اُحد کے بعد تو اُن کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔ انھوں نے بڑی دیدہ دلیری سے مسلمانوں کی مخالفت شروع کر دی یہاں تک کہ یہودیوں کے قبائل بشمول بنونضیر مسلمانوں سے لڑ پڑے جس کی بنا پر انھیں شکست دے کر مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔ یہودی غداری کے جرم میں نہ صرف مدینہ سے نکالے گئے بل کہ اُنھیں رسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

یہودی پریشان تھے کہ یہ جنگ فیصلہ کن ہونی چاہیے تھی۔ دوسری طرف ابوسفیان کی انتقامی سرشت پروان چڑھ رہی تھی۔ادھورے خوابوں کی تکمیل کے لیے اُس نے ازسرِ نو جنگی تیاریوں کی مہم شروع کر دی۔ بدر کے شکست خوردہ عناصر کو مسلمانوں کی اس عارضی ناکامی سے بہت تقویت حاصل ہوئی۔ ۴ تا ۵ ہجری کئی ایک غزوات اور سرایا منظرِ عام پر آئے۔ان غزوات اور سرایا کی تفصیل آئندہ صفحات میں موجود ہے۔بطورِ خاص ذات الرقاع، دومتہ الجندل، مریسیع کے واقعات قابلِ ذکر ہیں۔ مذکورہ جھڑپوں میں قریش اور اُن کی حلیف جماعتوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں بھی اضافہ ہوا۔ لاتعداد اسیرانِ جنگ اسلامی قوت سے مرعوب ہوئے۔

غزوۂ خندق

غزوۂ بدر کے متاثرین اور غزوۂ اُحد میں مارے جانے والے قریش کے عزیز واقارب ایک بار پھر جنگ کے لیے پر تولنے لگے۔ ابوسفیان کی ہوائی دھمکیاں، فضائے بسیط سے ہوتی ہوئیں مکہ اور پھر مدینہ تک پہنچ رہی تھیں۔ ابوسفیان کے جنگی جنون کے پیشِ نظر شعبان ۴ ہجری بمطابق ۶۲۶ء رسول اللہ ﷺ مدینہ کا انتظام حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو سونپ کر اپنے جانثاروں کے ساتھ میدان کی طرف نکلے لیکن کفار کے فوجی کمانڈر ابوسفیان، حضورِ پاک ﷺ کی روانگی کے بارے میں سن کر خوف زدہ ہو گیا۔اُس کے خوف سے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ٹانگیں کانپنے لگیں اور چشمِ تخیل میں بدر کا میدان گھومنے لگا۔اُس نے غنیمت جانتے ہوئے اپنے لشکر سے کہا:

> ''بھائیو! یہ سال تو خشک سالی کا ہے۔لڑائی بڑھائی تو خوش حالی میں ہوتی ہے۔خیر اسی میں ہے کہ ہم مکہ لوٹ چلیں، میں تو چلنے

Marfat.com

لگا ہوں۔"

ابوسفیان کے بزدلی کی وجہ سے قریش کا یہ لشکر مکہ لوٹ گیا۔ اُدھر تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بدر کے قریب خیمہ زن رہے۔ بدر میں سجا ہوا بازار مسلمانوں کے لیے تجارتی آمدنی کا سبب ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجارت میں برکت پیدا کر دی۔ ابوسفیان کی طفلانہ حرکت سے قریش کو مایوسی ہوئی۔ اسلام مکہ، مدینہ سے پھیلتے پھیلتے شام کو بھی اپنا اثر دکھا چکا تھا۔ باطلانہ قوتیں چہ مہ گیوں پر ہی اکتفا کر رہی تھیں کہ یہودیوں نے ایک بار پھر مسلمانوں سے ٹکرانے کا منصوبہ بنالیا۔ قبیلہ بنونضیر کے سردار اہلِ قریش سے مشاورت کرنے لگے۔ ان سرداروں میں حُیَی بن اَخطب اور سلام بن ابی الحقیق شامل تھے۔ یہودیوں نے محمد عربی ﷺ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ تیز سے تیز کر دیا۔ بنوقینقاع اور بنونضیر مکہ معظمہ کے علاوہ شام اور خیبر تک ہمدردیاں سمیٹنے کے لیے پھرتے رہے۔ بنوغطفان اور ان کے رئیس قبائل ایک مقام پر جمع ہو گئے۔ لالچ اور حوسِ اقتدار کے لیے کئی دیگر قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ جنگ بدر کے بعد قریش کے لیے ملک شام کا راستہ بند ہو چکا تھا اب اُن کے تجارتی قافلے وسطِ عرب سے ہوتے ہوئے عراق جاتے تھے۔ اقتصادی نقصان کے باعث قریش بہت پریشان تھے۔ معرکہ اُحد کے بعد تو یہ تجارتی راستہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ ان سارے اُمور کے پیش نظر ۲۴ ہزار لشکرِ جرار ابوسفیان کی سربراہی میں مدینہ کے طرف روانہ ہوا۔ بنوسلیم اور بنوسعد بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

مجاہدین سے مشاورت

اہلِ قریش کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ ﷺ مشاورت کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ جب کہ محبوب کردگار ﷺ کے فرمانِ ذیشان کے آگے صحابہ کرامؓ تسلیم ورضا سے سرخم لیا کرتے تھے۔ میدانِ حرب کی نزاکت کے پیش نظر دشمن کی زبردست جنگی تیاری کی اطلاع ملنے پر آنحضرت ﷺ نے تدبرو فراست سے دشمن کا مقابلہ کرنے کی حکمتِ عملی وضع کی۔ جب مسلمانوں سے مشورہ کیا تو اس وقت اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر ہی دشمن کے خلاف مدافعت کی جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا تعلق ایران سے تھا۔ وہ خندق کے رموز سمجھتے تھے۔ خندق سے آشنائی کی وجہ سے اُن کے مشورے کو اہمیت دی گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا کہنا تھا کہ شہر کے غیر محفوظ حصے کے گرد خندق کھودی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اپنے جانباز سپاہیوں کے ہمراہ مجوزہ خندق کھودنے کے

Marfat.com

[illegible]

خندق کی کھدائی

[illegible]

[illegible]

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا
شَدِيدًا ۝ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا
غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ
النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝

[illegible]

Marfat.com

گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیے گئے اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے محض دھوکا فریب ہی کا وعدہ کیا تھا۔ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینہ والو! تمھارے لیے ٹھکانا نہیں چلو لوٹ چلو، اور ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی (ﷺ) سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالاں کہ وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے (لیکن) ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا۔''

مشرکین کے سامنے ایک چوڑی خندق حائل تھی۔ یہ ایک ایسی عسکری حکمتِ عملی تھی جو اہلِ عرب نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ دفاع کا ایک منفرد انداز۔ جونہی کوئی مشرک خندق کے قریب آنے کی کوشش کرتا مسلمان تیر برسا کر اُسے پسپا کر دیتے۔ کئی دن محاصرے کے بعد عمرو بن عبدود اور عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب محاصرے سے تنگ آ کر خندق کے تنگ مقام سے کودنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے گھوڑے خندق اور سلع کے درمیان چکر کاٹ رہے تھے اور دوسری طرف حضرت علیؓ شیر خدا چند مجاہدین کے ہمراہ سامنے نکلے اور جہاں سے دشمن نے گھوڑے داخل کیے تھے، اُسے قبضے میں لے کر واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ عمرو بن عبدود نے حضرت علیؓ کو مقابلے کے لیے للکارا۔ جونہی وہ سامنے آیا حضرت علیؓ نے اُسے واصلِ جہنم کیا۔ عکرمہ اپنا نیزہ تک چھوڑ گیا اور باقی بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے خندق کے اِس پار دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ چوں کہ اس دفاع میں خندق حائل تھی اور محاصرہ طوالت اختیار کر رہا تھا۔ اس لیے خوں ریز جنگ کے مواقع سامنے نہ آئے۔ دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ جذبۂ جہاد سے سرشار فدایانِ رسول ریاستِ مدینہ کے دفاع میں مستغرق تھے اور دوسری طرف بنو قریظہ نے نبیِ پاک ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا اور اس قبیلے کے یہودی مشرکین کے ساتھ مل گئے۔ مسلمان اس مرحلے پر کچھ پریشان ہوئے منافقین کی یہ حرکتیں بھی راہِ حق کے مجاہدین کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ محاصرہ بڑھتا گیا اور آرام طلب مشرکین بھاگنے کی تیاریوں میں ہوئے۔ مشرکین کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ایک طوفان بھیج دیا۔ تند ہواؤں اور سخت سردی کی وجہ سے مشرکین کے خیمے اُکھڑ گئے۔ ساز و

Marfat.com

سامان اُڑنے لگا۔ اللہ کے فرشتے مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہؓ نے دشمن کی بزدلی کی خبر نبیؐ پاک ﷺ کو دی۔ دشمن اپنا بہت سا سامان چھوڑ کر مکہ روانہ ہو گیا۔ ایک ماہ محاصرے میں مسلمانوں کے استحکام اور اتحاد نے اسلامی تاریخ کا نیا باب کھول دیا۔ اعصاب شکن محاصرہ نے مشرکین کے حوصلے پست کر دیے اور اُنھیں خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔

جیت گئے اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

صلح حدیبیہ

غزوۂ خندق کے ولولہ انگیز واقعہ کے بعد ابو سفیان اور اس کے حلیف قبائل ندامت کا شکار ہوئے تو دل ہی دل میں مسلمانوں کی ہیبت اور قوت تسلیم کر چکے تھے۔ دوسری جانب یہودی چال بازیوں کے ذریعے قریش کو محمد عربی ﷺ کے خلاف اُبھارتے رہتے۔ مزید برآں پیغامِ رسول ﷺ کو عارضی گردانتے۔ فتنہ سازی میں یہودیوں کو کمال حاصل ہے۔ اُنھوں نے اہلِ قریش کو ایک بار پھر اپنی طاقت مجتمع کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی منصوبہ بندی شروع کی۔

نبیؐ پاک ﷺ کو مکہ سے فطری محبت تھی۔ وطن سے محبت نصف ایمان کا درجہ ہے۔ ہجرت کے وقت بھی رحمت للعالمین ﷺ نے مکہ کی طرف پُرنم آنکھوں سے دیکھا اور کہا:

''مکہ مجھے تجھ سے بہت محبت ہے لیکن اہلِ مکہ میرے پیغامِ حق کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔''

وطن کے ہوں اگر کانٹے سجا لو اپنی پلکوں میں
اگر ہوں پھول پردیسی نہ چھونا بے وفا ہوں گے

مکہ نبیؐ پاک ﷺ کا محبوب علاقہ تھا۔ تنہائی میں بیٹھے پیارے وطن کو یاد کر کے تاجدارِ کائنات ﷺ مسرت حاصل کرتے۔ آپ ﷺ کو اذیتیں دے کر مکہ بدر کرنے والے آج پشیمانی کی عالم میں تھے۔ ہجرت کو ایک عرصہ بیت گیا تھا۔ مکہ کے ساتھ وابستہ لوگوں کی یادیں بھی دامن گیر تھیں۔ مدینہ ایمان و ایقان کا مرکز بن چکا تھا۔ پرچمِ اسلام لہرا رہا تھا۔ شہداء نے جانوں کے نذرانے دے کر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی تھی۔ کئی مہاجرین اپنا ساز و سامان حتٰی کہ بال بچے چھوڑ کر مدینہ آ چکے تھے۔ ترویجِ اسلام اور پیغامِ حق کے لیے اہلِ قریش سے بہت سی جھڑپیں ہو چکی تھیں۔ تدبر و فراستِ نبوی ﷺ

Marfat.com

نے دشمنوں کی ہر چال ناکام بنادی۔ اسلام پھیلنے لگا، دیکھتے ہی دیکھتے کاروانِ اسلام منظم ہوگیا۔

وہ اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ایک دن خاصائے خاصانِ رسل ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہورہے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے جانثار بھی ہیں۔ بیدار ہوتے ہی حضور پاک ﷺ کی خوشی کا پیمانہ لبریز تھا۔ رب العزت سے دُعا فرمائی کہ اللہ پاک اس خواب کا سچا کر دکھائے۔ آپ ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد ساتھیوں کو اپنا خواب سنایا اور فرمایا:

''ان شاء اللہ، تم خانہ کعبہ میں ضرور داخل ہوگے اور تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ذوالقعدہ ۶ ہجری بمطابق اپریل ۶۲۸ء نبیٔ پاک ﷺ حج اور قربانی کا فریضہ ادا کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اِدھر حرم کی زیارت کو ترسنے والی آنکھیں تھیں اور دوسری طرف ہبل، اساف، عزیٰ، لات، منات، نائلہ اور دیگر بتوں اور مورتیوں کی پرستش کرنے والے راستے میں حائل تھے۔

عاشقانِ رسول ﷺ اپنے سپہ سالار نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جب عسفان کے مقام پر پہنچے۔ تو مکہ کی طرف سے بنوکعب کا ایک نمائندہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی مکہ آمد کی خبر سنتے ہی کفار شدید غصے اور غضب میں آچکے ہیں۔ کفار کا لشکر مقام ذی طویٰ پر پہنچ چکا ہے۔ اس لشکر میں شامل ہر آدمی نے قسم کھائی ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں کسی صورت داخل نہیں ہونے دیں گے۔ خواتین و حضرات آپ ﷺ کی مکہ آمد کو جنگ سے تعبیر کررہے ہیں۔ مسلمانوں کے جذبۂ زیارتِ کعبہ کو قریش نے جنگ قرار دیا۔ دشمن ۲۰۰ عسکری جوان لے کر ''کراع نعیم'' جو عسفان سے ۱۵ میل دور ایک درّہ تک پہنچ چکا ہے تاکہ مسلمانوں کی مکہ آمد کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں۔ یہ خبر درست ثابت ہوئی اور دشمن عسفان پر ۲۰ گھوڑوں کے ساتھ پہنچ گیا جنھوں نے اسرارِ کائنات ﷺ کا راستہ روک لیا۔ اُن کی مزاحمت سے مسلمانوں کو بہت تشویش ہوئی۔ خالد بن ولید اور اُس کے ساتھی مقامِ عسفان پر پہنچ کر لشکرِ اسلام پر حملے کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ قبیلہ اسلم کا ایک شخص آگے بڑھا اور اُسے دونوں لشکروں کے ٹکراؤ سے بچاؤ کی ترکیب سوجھی۔ اُس کی خواہش تھی کہ مسلمان اور کفار کے درمیان خوں ریزی کو بچانے کی حتی المقدور کوشش

Marfat.com

کی ۔ اُس نے مولائے کل، ختم الرسل ﷺ کی اُونٹنی کو نکیل سے پکڑا اور پہاڑی راستے سے گزرتا ہوا حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ آپ ﷺ کی اُونٹنی ایک مقام پر بیٹھ گئی اور ہزار کوشش کے باوجود اپنے مقام سے نہ ہلی ۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی اُونٹنی کے مستقل طور پر بیٹھ جانے کو راز تصور کرنے لگے ۔ حبیبِ کبریا ﷺ نے وہیں خیمے گاڑنے کا حکم دیا۔ حدیبیہ مکہ سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قصواء (اُونٹنی) تھکاوٹ کی وجہ سے نہیں بیٹھی بل کہ اس کا بیٹھنا اُسی طاقت کا کرشمہ ہے ۔ جس نے ابرہہ کو مکہ میں داخل ہونے نہیں دیا۔ آج اہلِ مکہ لوگوں کے حق میں جس بھی صلہ رحمی کا مجھ سے مطالبہ کریں گے میں اُسے پورا کروں گا۔''

اس مقام پر پانی ناپید تھا۔ آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کو ایک تیر کسی کنویں کی تہہ میں گاڑنے کا حکم دیا۔ اللہ کی قدرت سے کنواں پانی اُبلنے لگا۔ قریش سرداراس اہم مرحلے پر پریشان تھے ۔ ایک طرف حدیبیہ کے مقام پر مسلمان خیمہ زن اور دوسری طرف اہل قریش حملہ کے خوف سے پریشان ۔ قریش نے سفارت کاری کے لیے عروہ بن مسعود ثقفی کا انتخاب کیا۔ جس نے حضور پاک ﷺ سے عرض کیا:

''مکہ آپ ﷺ کا آبائی وطن ہے۔ آج اگر آپ ﷺ نے مختلف قبائل کے کمتر لوگوں سے مل جل کر ان کو پامال کر دیا تو وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل ورسوا ہو کر رہ جائیں گے ۔ ان کی اس رسوائی کا سبب آپ ﷺ ہوں گے ۔ قریش کے ساتھ آپ ﷺ کی جنگوں کا سلسلہ جاری تو ہے لیکن ان کی ذلت و رسوائی کا صدمہ بھی آپ ﷺ سے برداشت نہ ہوگا۔''

اس گفتگو سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے عروہ بن مسعود ثقفی نے نبی معظم ﷺ کو مرعوب کرنے کی کوشش کی لیکن ساتھ ہی نبیؐ پاک ﷺ کی سحر انگیز شخصیت اور صحابہ کرامؓ کے ایثار و قربانی سے بہت متاثر ہوا۔ اُس نے اہلِ قریش کو بتایا:

''کہ مجھے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضری کا موقع ملا ہے۔ میں نے کسی بادشاہ کا اپنی قوم میں یہ مقام نہیں دیکھا جو

Marfat.com

مقام محمد ﷺ کا اپنے اصحابؓ کی نظروں میں ہے ان کے ساتھیوں کا ان کے ساتھ محبت کا انداز یوں ہے کہ وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب پانی کے قطرے زمین پر گرنے نہیں دیتے بل کہ اس پانی کو اپنے جسموں پر ملنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ان کے بال مبارک زمین پر نہیں گرنے دیتے بل کہ اس کو پکڑ کر کسی قیمت پر اس بال تک کو دینے پر تیار نہیں ہوتے بدیں صورت میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ اپنے قائم کیے ہوئے نظریہ پر غور فکر کر لو۔"

بیعتِ رضوان

نبیٔ پاک ﷺ نے پیغام بھجوایا کہ ہم زیارت کے لیے آئے ہیں اور زیارت کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ اس پیغام پر قریشی سرداروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ کی رائے تھی کہ طواف کرنا مسلمانوں کا حق ہے۔ جنگ وجدل سے گریز کیا جائے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قریشی سرداروں سے ملنے اور مشاورت کے لیے کہا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

"اب دو ہی شکلیں ہیں۔ طواف کا موقع دیا جائے یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

قریش نے جواباً کہا کہ صرف تم طواف کر سکتے ہو۔ ورنہ باقی مسلمانوں کو تو واپس ہی جانا پڑے گا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ قیامت تک نہ ہوگا۔ تمہیں سب مسلمانوں کو طواف کا موقع دینا ہوگا۔ اہلِ قریش نے حضرت عثمانؓ کو کچھ دیر کے لیے نظر بند کر دیا۔ مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا اور اُن تک یہ بات پہنچائی گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں میں جوش اور ولولہ بڑھ گیا۔ حضور ﷺ ببول کے ایک درخت کے سایہ تلے تشریف فرما تھے کہ سب مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے جان سے کھیل جانے کا عزم کیا۔ سب سے پہلے ابوسنان اسدیؓ میدانِ عمل میں بڑھے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر قسم اُٹھائی، پھر تمام مسلمانوں نے حسنِ کائنات کے ہاتھ پر بیعت کی، تلواریں نیام سے نکل آئیں اور جنگ کی تیاری کا بگل بج گیا۔ جانبازی، جانثاری اور جانسپاری کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔ قرآن پاک میں اسے "بیعتِ رضوان" کا نام دیا گیا ہے۔

Marfat.com

ہم وہ پتھر ہیں جسے دشمن ہلا سکتے نہیں
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں

کفار کو کسی طرح بیعت رضوان اور جنگ کی تیاری کا علم ہو گیا۔ جنگ کا نعرہ سنتے ہی کفار نے امان چاہی اور سہیل بن عمرو کو ''خطیبِ قریش'' کا خطاب دے کر حضور ﷺ کے پاس روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کی تیاری دیکھ کر اُس کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ وہ گھبراہٹ کے عالم میں آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

عثمانؓ زندہ ہیں، قتل نہیں ہوئے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس صلح کی غرض سے آیا ہوں۔ یہاں آپ ﷺ کے ساتھی جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں اور اُدھر قریش نے بھی قسم کھائی ہے کہ اس سال آپ ﷺ کو مکہ نہیں آنے دیں گے۔ میں کچھ شرطیں لے کر آیا ہوں۔ ان میں ہمارے لیے بھی سلامتی ہے اور آپ ﷺ کے لیے بھی بہتری ہے۔ اگر آپ ﷺ انھیں مان لیں تو ایک خوف ناک جنگ ٹل جائے گی اور اسی طرح نہ جانے کتنی جانیں بچ جائیں گی۔ پھر اتنی بڑی نیک نامی کا سہرا بھی آپ ﷺ کے سر بندھ جائے گا۔''

حضور پاک ﷺ نے شرائط سنیں جو درج ذیل ہیں:

صلح حدیبیہ کی شرائط

۱۔ فریقین ایک دوسرے سے دس سال تک کے لیے جنگ نہیں لڑیں گے۔

۲۔ قریش مکہ میں سے اگر کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔

۳۔ مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر مکہ آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ فریقین اگر کسی سے معاہدہ کریں گے تو دوسرا فریق رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

۵۔ اس سال مسلمانوں کو طواف اور زیارت کعبہ کے بغیر واپس جانا ہو گا۔

Marfat.com

۶۔ مسلمان اگلے سال زیارت کے لیے آسکتے ہیں ان کی تلواریں نیام میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

یہ شرائط سنتے ہی صحابہ کرامؓ میں تذبذب پیدا ہو گیا۔ قریبی ساتھی بھی اس معاہدے کو شکوک کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے قلم اُٹھایا اور معاہدہ لکھنا شروع کیا۔ سہیل بن عمرو نے لاتعداد اعتراضات کیے۔ رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی فہم و فراست سے تمام شرائط مان لیں۔ مسلمان پژمردہ چہروں کے ساتھ مدینہ لوٹے۔ ظاہراً تو یہ شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن اس کے نتائج دوررس رہے۔

صلح حدیبیہ کے نتائج

مارچ ۶۲۸ء کا یہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین ثابت ہوا۔ اس دوران مسلمانوں نے اللہ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار ہو چکا تھا کیوں کہ دشمنانِ اسلام بیت اللہ شریف کی زیارت، حج و عمرہ کو مسلمانوں کا حق تسلیم کر چکے تھے۔ دو مہینے کے اندر ہی مدینہ کے قرب و جوار میں اسلام کی کرنیں پھیلنے لگیں۔ حضور پاک ﷺ نے قریبی ممالک کے بادشاہوں اور اجنبی سربراہوں کو اسلام کی دعوت دی۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ نے ہرقل قیصر روم، حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کسریٰ شاہ ایران خسرو پرویز، حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ نے نجاشی شاہ حبشہ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مقوقس عزیز مصر و اسکندریہ، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جیفر و عبد شاہان عمان، حضرت سلیط بن عمروؓ نے ہوذہ بن قیس رئیس یمامہ، حضرت علاء بن الحضرمیؓ نے منذر بن ساوی رئیس بحرین، حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ نے حارث بن ابی شمر الغسانی رئیس غسان، حضرت مہاجر بن امیہ مخزومیؓ نے حارث حمیری رئیس یمن تک دین اسلام کا پیغام حق پہنچایا۔ قرب و جوار کے کئی حکمرانوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات کا خیر مقدم کیا۔ ۱۰ سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ قریش کے حلق میں اٹک گیا۔ مکہ میں مسلمان گو قریش کی تلواروں کے سایہ تلے زندگی گزار رہے تھے لیکن قریش کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ قریش کے سردار مکی مسلمانوں کی خفیہ سرگرمیوں سے نالاں تھے۔ کئی مسلمان قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرتے۔ وہ مورچہ بندی کر کے قافلوں کو لوٹ لیتے۔ قریشی سرداران حالات سے بہت تنگ آئے اور پیغمبر انسانیت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا۔

''ہم اپنی شرط سے باز آئے۔ آپ ﷺ ساحلی مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیجیے۔

Marfat.com

''آپ ﷺ نے اِن مسلمانوں کو مدینہ بلا لیا۔ معاہدے کی سب سے بڑی کڑی سے قریش کا دست بردار ہونا بہت بڑی شکست تھی۔ اگلے سال مسلمان مکہ تشریف لے گئے۔ تین دن قیام کیا طواف وزیارت میں وقت گزرا، قریش نے بھی اپنا وعدہ نبھایا۔ مسلمانوں کے رعب ودبدبہ سے مرعوب ہوئے اور کوئی غلط حرکت نہ کی۔ مسلمان بے خوف خطر مدینہ واپس آ گئے۔ یہ مسلمانوں کی اہم فتح تھی۔ ہجرت کے ۸ویں سال خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے اسلام قبول کرنے سے قریش کی صفوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو عرب کا دماغ کہا جاتا تھا جب کہ خالد بن ولیدؓ عظیم سپہ سالار تھے۔ قبول اسلام کے بعد آئندہ اسلامی غزوات وسرایا میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے شام پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر پر اسلام کا جھنڈا لہرایا۔

اہلِ مکہ کی طرف سے خلاف ورزی

معاہدہ حدیبیہ کے دوررس نتائج مسلمانوں کے لیے مسرت وشادمانی کا پیغام بن رہے تھے۔ قریش اپنی لگائی ہوئی پابندیوں سے خود ہی تنگ آنے لگے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ معاہدہ اہلِ مکہ کے لیے گلے کا ہار بن گیا ہو۔ معاہدے کی تمام شرائط اُن کے خلاف جا رہی تھیں۔ عرب کی تاریخ میں دو اہم قبیلے خزاعہ اور بکر عرب میں جنگ وجدل کے حوالے سے بدنامی اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھے۔ اِن میں صلح وآشتی کی توقع عبث تھی۔ اِن معروف قبیلوں نے ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ تلوار اُٹھائی۔ ان میں ایک زمانہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی مگر جب اسلام ان کے سامنے خطرہ بن کر اُبھرا، تو وہ آپس میں ظاہری طور پر ایک ہو گئے۔ اسلام دشمنی کی آگ نے اُن کے من کی آگ کو کچھ کم کر دیا اور وہ قبائل اب اسلام کو مٹانے کے لیے متحد ہو گئے۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد قبیلہ بکر نے سوچا کہ مسلمانوں کے حملے کا خطرہ تو ٹل گیا ہے۔ اب خزاعہ سے بدلہ لینے کا سنہری موقع ہے۔ اہلِ قریش کو یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اِن قبائل کی آواز اُن کے ساتھ ہے جب کہ تلواریں ایک دوسرے خلاف ہیں۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک رات قبیلہ بکر نے قبیلہ خزاعہ پر دھاوا بول دیا۔ معاہدہ حدیبیہ کی رُو سے کچھ قبیلوں نے مکہ والوں کا ساتھ دیا تھا اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ خزاعہ کا قبیلہ چوں کہ مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا جب کہ قبیلہ بکر نے رسمِ دوستی قریش سے نبھائی۔ قریش کے کسی بھی ساتھی قبیلہ کا مسلمانوں کے کسی بھی ساتھی قبیلہ پر حملہ کرنا دراصل معاہدہ کو توڑنا تھا۔ بکر کا خزاعہ پر حملہ درحقیقت معاہدہ حدیبیہ کا قتل

Marfat.com

تھا۔ اُنھوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے ایک بار پھر مسلمانوں اور کفار کے درمیان دشمنی کو ہوا دی۔ قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی شرائط کو نظر انداز کر دیا۔ قبیلہ بکر کی کھلم کھلا مدد کی۔ وہ اُن کے شانہ بشانہ تلوار زنی کرتے رہے خزاعہ نے اِن مظالم سے تنگ آ کر حرم شریف میں پناہ لے لی۔ مگر ظالموں نے حرم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا اور حرم شریف میں داخل ہو کر آزادی سے خون بہایا۔ ظلم وتشدد اور بربریت کا مقابلہ کرنے والے کچھ احباب نبیٔ پاک ﷺ کے پاس مدد کے لیے پہنچے۔ اِن احباب نے نبیٔ پاک ﷺ کو اپنی مظلومیت کی داستان سنائی تو آپ ﷺ نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اسی معاہدہ کی رو سے مسلمانوں پر قبیلہ خزاعہ کی مدد کرنا انسانی ہمدردی تھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے تین شرائط لکھ کر قریش مکہ تک بھجوا دیں۔

۱۔ خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے، ان کا خون بہا ادا کرو۔

۲۔ بکر سے الگ ہو جاؤ۔

۳۔ اعلان کر دو کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

مسلمانوں کے بوریا نشین شہنشاہ ﷺ نے بڑی حکمتِ عملی سے کانٹا کفارِ مکہ کے حلق میں اُتار دیا۔ جوں ہی پیغام رساں وہاں پہنچا تو قریش کا ایک سردار سب کی طرف سے بولا: ''تیسری شرط منظور ہے۔ اب ہم میں کوئی معاہدہ نہیں رہا۔''

ایک طرف تیر تھے اور دوسری طرف صبر وتحمل اور برداشت تھی۔ اِدھر دعوتِ اسلام کی تاثیر سے شانِ رسالت ﷺ میں اضافہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف بغض، حسد اور اسلام دشمنی عروج پر تھی۔ یہودیوں کی سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ نبیٔ پاک ﷺ نے یہودیوں کی سرکوبی کے لیے خیبر کے یہودیوں پر چڑھائی کا فیصلہ کر لیا۔ معاہدہ حدیبیہ کے تقریباً ایک ماہ بعد مسلمانوں کا لشکر خیبر کی طرف بڑھا۔ مقامِ حدیبیہ کے تمام مجاہدین اس لشکر میں شامل تھے۔ اُنھیں اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت پر کامل یقین تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی خوش خبری مسلمانوں کے لیے حوصلے کا باعث تھی۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (سورۃ الفتح:۱۵)

ترجمہ: ''(مسلمانو!) جب تم غنیمت کے مال لینے کے لیے چلو

Marfat.com

گیے تو یہ (حدیبیہ کے سفر سے) پیچھے رہنے والے تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ وہ چاہیں گے کہ اللہ کی بات کو بدل دیں۔ تم کہہ دینا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔ اللہ نے پہلے ہی سے یوں ہی فرما رکھا ہے۔ وہ اس کا جواب دیں گے کہ دراصل آپ ہم سے حسد رکھتے ہیں۔ نہیں! بل کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی ایسے ہیں کہ بہت ہی کم بات سمجھتے ہیں۔"

فتحِ خیبر

مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ کر لیا، اہلِ یہود مقید ہو کر ایک دوسرے کا دکھ بانٹنے لگے۔ قلعہ نطاۃ میں سردار، فوجی کمانڈر اور اہم شخصیات پناہ گزیں ہوئے۔ وہ باہر نکلنے میں خوف زدہ تھے۔ مالِ اسباب بچوں اور عورتوں کو وطیح قلعہ میں محفوظ سمجھا گیا۔ قلعہ سلالم کو بھی اسی مقصد کے لیے وقف کر دیا گیا جب کہ قلعہ ناعم میں خوراک جمع کر دی گئی۔ جب لشکرِ اسلام، یہودیوں کے سامنے آیا تو دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے یہودیوں کا سردار سلام بن مشکم مارا گیا۔ اس کمانڈر کے قتل کے بعد حارث بن ابی زینب نے یہودیوں کی سپہ سالاری سنبھال لی۔ قلعہ بند یہودی جونہی باہر نکلتے، موت کو منتظر پاتے یا زخموں کے ہار لیے واپس بھاگ جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی علم برداری میں قلعے پر حملے جاری رہے بالآخر مسلمانوں کے سپہ سالار ﷺ نے حضرت علیؓ شیرِ خدا کو حکم دیا کہ وہ علم تھام کر قلعہ پر حملہ کریں۔

"اے علیؓ! یہ علم لے کر جاؤ اور حملہ کر دو یہاں تک کہ اللہ اس قلعے کو تمھارے ہاتھوں فتح کرا دے۔"

اللہ اکبر! حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھی حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ یہودی یکے بعد دیگرے اپنے انجام کو پہنچتے رہے۔ یہودیوں کا بڑا ریوڑ بھی مسلمانوں کے کام آیا۔ نعرہ تکبیر گونجتا رہا اور یہودیوں کا پرچم زمیں بوس ہوتا گیا۔ خیبر کی فتح نے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا جب کہ یہودی نبیٔ پاک ﷺ کے پاس صلح کے لیے مجبور تھے۔ عرب کی سرزمین پر آج یہودی زمیں بوس ہو رہے تھے۔ اہلِ یہود خیبر کی شکست کے بعد مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گئے۔ وہ مسلمان جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ فتح خیبر کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔ معاہدہ حدیبیہ ختم ہو چکا اُس کی تمام شرائط کفار کے لیے وبالِ جان بن گئیں۔

Marfat.com

خیبر کے بعد یہودی اپنی حسرتوں پر آنسو بہانے لگے۔ منتشر مسلمان مدینہ کی طرف اکٹھے ہونے لگے۔ الحمدللہ! پرچمِ اسلام اب بے خوف خطر لہرانے لگا، مسلمانوں کی رگوں میں ایک نیا جوش، ایک نیا ولولہ، ایک نئی اُمنگ، ایک نئی ترنگ بیدار ہوگئی۔ اب وہ فاتحانہ انداز میں تلوار اُٹھا کر نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے۔ پرچمِ مصطفیٰ ﷺ خطرات سے آزاد ہوگیا۔ حضرت علیؓ کی تلوار نے وہ کارنامے انجام دیے کہ آپؓ کا لقب ''ابوتراب'' پڑ گیا۔ اُن کے پاؤں تلے خیبر کی شان وشوکت اور اُن کے ہاتھ میں حوضِ کوثر کو جام تھا اور جب اُنھیں آشوبِ چشم ہوئی تو سیدنا علیؓ کو حضور پاک ﷺ کے لعابِ دہن سے ٹھنڈک محسوس ہوئی اور اُن کا درد جاتا رہا۔ حیدرِ کرار حضرت علیؓ نے یہودیوں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ ذلت آمیز شکست یہودیوں کا مقدر بنی۔ ان فتوحات نے ابوسفیان کی زندگی سے سکون چھین لیا۔ اُسے دن کا چین تھا نہ ہی رات کا آرام تھا۔ وہ نبیٔ پاک ﷺ سے ملنے کے لیے پریشان ہوا، کبھی ابوسفیان اپنی بیٹی اُمِ حبیبہؓ کے گھر جاتا تو کبھی حضرت عمرؓ کی منت سماجت کرتا، کبھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پاؤں دبانے کی کوشش کرتا تو کبھی بنتِ رسول ﷺ، حضرت فاطمہؓ کے سامنے حضور ﷺ سے ملنے کے لیے بھیک مانگتا۔ یہی نہیں ابوسفیان نے معصوم بچے حضرت حسنؓ سے رحم کی اپیل کی۔ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا تو ابو سفیان کو ندامت کے سوا کچھ نہ ملا۔

فتح مکہ

۸ ہجری میں حضور پاک ﷺ نے تمام اسلامی قبائل کو پیغام دیا کہ جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ماہِ رمضان سے پہلے مدینہ آجائے۔ یہ اعلان سنتے ہی چاروں اطراف سے اللہ اکبر، لبیک کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ حضرت عباسؓ مسلمان ہو چکے تھے۔ اُنھوں نے ابوسفیان کو نبیٔ پاک ﷺ سے عہدِ وفا کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اللہ نے ہدایت دی ہے اور اب میں اسلام کا سپاہی بن کر دینِ اسلام کی اشاعت کے لیے کام کروں گا۔ ابوسفیان کی پریشانی مسلسل بڑھ رہی تھی۔ آخر کار وہ اُداس چہرہ لیے، سر جھکائے، شانِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا۔

۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو تقریباً ۱۰ ہزار جانبازوں کا لشکر لے کر حضورِ پاک ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابورھم غفاریؓ کو مدینہ میں رہنے دیا تا کہ وہ اسلامی ریاست کے اُمور سنبھال رکھیں۔

Marfat.com

قدم بہ قدم چلتے ہوئے اسلامی فوج خزاعہ کے چشمہ پر پہنچ گئی۔ حدِ نظر انسان ہی انسان تھے۔ تکبر اور غرور کی گردنیں جھک چکی تھیں۔ کفار کو تلاطم خیز موجوں سے ڈر لگ رہا تھا۔ کفار کی قوت بکھر چکی تھی۔ اُن کا جاہ و جلال خاک میں مل چکا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے خیمہ زن مسلمانوں کو پیغام دیا کہ رات کا وقت ہے۔ اندھیرا چھایا ہوا ہے، سب اہلِ خیمہ اپنے اپنے چولہے روشن کر دو تا کہ دشمن پر اُن (مسلمانوں) کی تعداد کی دہشت طاری ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا ہر قبیلے نے آگ روشن کی چاروں طرف اسلامی لشکر کی سطوت نظر آ رہی تھی۔ ایک ہی وقت میں ۱۰ ہزار چولہوں کی آگ نے دشمن کے چولہے ٹھنڈے کر دیے۔ حضرت عباسؓ پہرہ دینے والوں میں شامل ہو گئے۔ ایک اُونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر اُنھوں نے چاروں طرف نظریں جما رکھی تھیں۔ بدیل بن ورقہ اور ابوسفیان کے سینے اسلام سے منور ہو چکے تھے لیکن ظاہری طور پر وہ خوف زدہ تھے کہ حضور اکرم ﷺ اُنھیں کیا سزا دیں گے۔ آپ ﷺ تو رحمت للعالمین ﷺ، آپ ﷺ تو گالیاں سن کر دُعائیں دینے والے ہیں، آپ ﷺ تو پتھر کھا کر پھول برسانے والے ہیں، آپ ﷺ تو دانشِ برہانی ہیں، آپ ﷺ تو مہرِ صداقت ہیں، آپ ﷺ مخزنِ شفقت ہیں، آپ ﷺ تو مصدرِ راحت ہیں، آپ ﷺ تو سرورِ وسعتِ کائنات ہیں اور آپ ﷺ تو صدرِ حسنِ کمالات ہیں۔ جو سامنے آیا حتی المقدور محبتیں سمیٹ کر لے گیا۔ حضور ﷺ اُونٹ پر سوار، آنکھیں جھکی، سر اللہ کے حضور جھکا ہوا چاروں طرف اللہ اکبر کی صدا۔ فخرِ جہاں ﷺ پر ظلم کرنے والے آج بے بس اور مجبور کھڑے ہیں، مخالفین کانپ رہے ہیں۔ وہ اس توقع میں ہیں کہ حضور ﷺ انتقامی جذبہ سے لبریز ہوں گے۔ یہ بات کفار کے اذہان پر دستک دے رہی ہو گی کہ یہ وہی لشکر ہے جسے گزشتہ سال عمرہ کی سعادت حاصل کیے بغیر حدیبیہ سے واپس بھیج دیا گیا تھا۔ جن پر ظلم وتشدد روا رکھا گیا تھا۔ لیکن، سبحان اللہ، صورتِ صبح درخشاں، نیر تاباں ﷺ نے فرمایا:

نہیں، نہیں، ابوسفیانؓ! تم اطمینان رکھو، مکہ میں تو مسلمانوں کے بھی بھائی بند ہیں۔ مہاجرین کے بھی باپ چچا ہیں۔ وہیں پر محترم گھر بھی ہے۔ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا گھر۔ ابوسفیانؓ اپنی قوم میں جاؤ اور ان سے کہو:

"محمد ﷺ مکہ میں ایک اچھے بھائی کی طرح داخل ہوں گے۔ آج کوئی غالب نہ

Marfat.com

مغلوب۔کوئی فاتح ہے نہ مفتوح۔آج تو محبت اور اتحاد کا دن ہے۔آج تو امن وامان اور اطمینان کا دن ہے۔ابوسفیانؓ کے گھر میں جو داخل ہو جائے، اسے بھی امان ہے۔جو گھر کا دروازہ بند کر لے، خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے، اُن سب کو امان ہے۔''

نبیٔ پاک ﷺ، قصواء نامی اُونٹنی پر سوار لشکر کے آگے آگے۔ نبیٔ پاک ﷺ کو مکہ کی ہر گلی، ہر موڑ اپنے بچپن کی یادوں سے گھرا محسوس ہو رہا تھا۔آپ ﷺ کو توقع تھی کہ ایک دن روشنی اپنا راستہ ضرور تلاش کرے گی اور آج مکہ میں نور ہی نور تھا۔

''آج حق غالب آ گیا، باطل مٹ گیا۔بلاشبہ باطل کو مٹنا ہی تھا۔''(بنی اسرائیل:۸۱)

قرآن پاک میں بیت اللہ مبارک میں حضور پاک ﷺ کی تشریف آوری کا نقشہ یوں کھنچا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا○ (سورۃ الفتح:۲۷)

''یقیناً اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے خواب کو سچا کر دکھایا کہ
ان شاء اللہ تم کو یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد الحرام
میں داخل ہو گے۔سر منڈاتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے
ہوئے۔(چین کے ساتھ) نڈر ہو کر وہ ان اُمور کو جانتا ہے جن
کو تم نہیں جانتے۔پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی
فتح تمہیں میسر کی۔''

مکہ کے بہت سے سردار فرار ہو چکے تھے۔اِن سرداروں نے مختلف غاروں، پہاڑوں، درختوں اور جھاڑیوں میں پناہ تلاش کی لیکن آپ ﷺ کا اعلانِ معافی سن کر حیران رہ گئے۔ جونہی مسلمان شمالی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور اُن کی نگاہ بیت اللہ کا بوسہ لینے لگیں تو مکہ کے در و دیوار ''لبیك اللهم لبيك'' کی ولولہ انگیز صدا سے گونج اُٹھے۔سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ نے نبیٔ پاک ﷺ کی اُونٹنی قصواء کی مہار تھام رکھی تھی۔ وہ رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔اِن اشعار پر چاروں طرف سے نعرۂ تکبیر بلند ہونے سے مکہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تطہیر

آپ ﷺ نے کعبہ کی کنجی سے دروازہ کھلوایا اور وہاں پر موجود بتوں اور تصاویر کو ہٹا کر خانہ کعبہ کی تطہیر فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ کے گردونواح اور اُس کی چھت پر ۳۶۰ بت تھے۔ آپ ﷺ کی ٹھوکر سے تمام بت چہرے کے بل گرتے گئے۔ خانہ کعبہ کے اندر تمام تصویریں بھی ہمیشہ کے لیے مٹا دی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تصاویر فال گیری کے لیے استعمال میں لائی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کے اندرونی حصے کا چکر لگایا اُس کے چاروں اطراف میں توحید کے کلمات کہے۔ قریش مسجدِ حرام میں جمع ہو چکے تھے۔ اُنھیں شدت سے اس بات کا انتظار تھا کہ حضور ﷺ اُن کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔''

تصورِ توحید ہی مسلمان کی پہلی منزل ہے۔ کائنات کا ایک پتہ بھی اللہ کی مرضی کے خلاف ہل نہیں سکتا۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُس کے نزدیک کچھ بھی کرنا ناممکن نہیں۔ عزت، ثبات اور حاکمیت اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ نورِ خدا کو ظاہری نشوونما کے ذریعے کسی طور کم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہ چراغ ہے جو پھونکوں سے نہیں بجھایا جاسکتا۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ نے اس عظیم الشان فتح کے موقع پر پھر فرمایا:

اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔''

اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O (۴۹:۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر

Marfat.com

رکھنے والا ہے۔"

حضور پاک ﷺ کی سپہ سالاری میں پرچمِ اسلام بلند ہوا منتشر قبائل بھی خوف و ہراس سے آزاد ہو کر دامنِ رحمت ﷺ میں آ گئے۔ لالۂ خوشبو ﷺ نے اپنوں اور بیگانوں کو ذوقِ تبسم عطا کیا۔ آج کعبہ بتوں سے پاک اور نعرۂ تکبیر کی حیرت انگیز آوازوں کا مسکن تھا۔ حبیبِ کبریا ﷺ آسمان کی طرف دیکھتے، ربِ کائنات کی تسبیح بیان کرتے ہوئے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ پیکرِ وفا، تسلیم و رضا، نبیٔ پاک ﷺ نے جب حضرت بلالؓ کو اذان کے لیے کہا اور جب حضرت بلالؓ کعبہ کی چھت پر اذان دینے لگے تو مکہ کی چوٹیاں، وادیاں، ندیاں، بستیاں، اللہ کی وحدانیت اور عظمتِ الٰہی کے ادراک سے جھوم اُٹھیں۔ انبوہِ کثیر نے نبیٔ پاک ﷺ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ محسنِ اعظم ﷺ نے جب بیعت لینے کا آغاز کیا تو آج انداز ہی بدلا ہوا تھا۔ پہلے دن اعلانِ نبوت پر لوگ بھاگ رہے تھے لیکن آج پائے محمد ﷺ کے سامنے سرنگوں کھڑے تھے۔ حضور پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے کردار و عمل نے جاہلین اور قاتلین کے دل بدل دیے۔ مافوق البشر، صاحبِ نظر، آفتابِ نو بہار، خاصہ کردگار، نبیٔ پاک ﷺ نے انسان کو انسانیت کا ایسا درس دیا جو تا حشر قائم دائم رہے گا۔ عفو و درگزر کا فقید المثال مظاہرہ دیکھ کر بڑے بڑے نامور سردار حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں یوں تو لاتعداد وفود شامل تھے لیکن جنھوں نے حضور پاک ﷺ کے روبرو اسلام قبول کیا اُن میں مزینہ، اسد، فزارہ، مرہ، ثعلبہ، محارب، سعد بن بکر، کلاب، رواس بن کلاب، عقیل بن کعب، جعدہ، قشیر بن کعب، بنی البکاء، بنو کنانہ، بنو اشجع، بنو باہلہ، بنو سلیم، ہلال بن عامر، عامر بن صعصعہ، ثقیف، بنو تمیم، بنو عبس، عبدالقیس، بکر بن وائل، تغلب، بنو حنیفہ، شیبان قبائل قابلِ ذکر ہیں۔ خواتین نے بھی قبول اسلام میں پیش پیش رہیں۔ میدان اُحد کی ظالم خاتون ہندہ نے بھی توبہ تائب کر کے اسلام قبول کر لیا اور اپنے بت توڑتے ہوئے کہنے لگی ہم بتوں کے دھوکے میں رہے۔ حضور پاک ﷺ نے ۱۹ روز مکہ میں قیام فرمایا۔ اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ بت شکنی کا مظاہرہ بھی جاری رہا۔ اسی دن تاجدارِ حق ﷺ، اُمِ ہانیؓ بنت ابی طالب کے ہاں تشریف لے گئے۔ غسل فرمانے کے بعد چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ معاہدہ حدیبیہ ہی فتح عظیم کا پیش

Marfat.com

خیمہ ثابت ہوا۔ فتح مکہ کے بعد کسی قبیلے میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار محمد عربی ﷺ کا مقابلہ کرے۔ دیگر غزوات و سرایا میں مسلمانوں کی کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور نبی معظم ﷺ کی حکمتِ عملی کا ثمر ٹھہریں۔ آپ ﷺ نے متعدد وفود سے ملاقات کر کے اُنھیں حلقہ اسلام میں شامل کیا۔ مکہ کے کئی گمراہ لوگ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور رحم و کرم کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ حضور ﷺ نے مختلف قبائل میں تحائف، مالِ غنیمت تقسیم کیے۔ بہت سے قیدیوں کی سزائیں معاف فرما دیں۔ جعرانہ کے مقام پر احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا۔ عتابؓ بن اُسید کو مکہ کا والی بنا کر تاجدارِ کائنات ﷺ ۲۴ ذیقعدہ ۸ ہجری کو مدینہ واپس چلے گئے۔

بوقتِ فتح مکہ، اہلِ مکہ نے کہا اُن (ﷺ) سے
نمونہ آپ ﷺ ہیں، رحم و کرم کا دردمندی کا
جنابِ مصطفیٰ ﷺ ختم الرسل محبوبِ باری نے
دیا اُمت کو پیارا سا یہ تحفہ دردمندی کا

فتح مکہ کے بعد کئی سازشوں نے سر اُٹھایا جن کی سرکوبی کے لیے نبیٔ پاک ﷺ نے مختلف علاقہ جات میں اسلامی لشکر بھجوائے اور خود بھی کئی غزوات میں شرکت کی۔ سن ۹ ہجری میں آپ ﷺ کی صاحبزادی اُم کلثومؓ، زوجہ حضرت عثمانِ غنیؓ انتقال فرما گئیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی ۹ ہجری میں دارِفانی سے کوچ کر گیا۔

اسلام پھیلنے لگا دائرہ در دائرہ

حضور پاک ﷺ کی زندگی فتح مکہ کے بعد بہت پُرسکون ہوگئی اور آپ ﷺ نے بڑی یکسوئی کے ساتھ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیا۔ قبولِ اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ بادشاہوں تک رسائی کرنے والے قاصد نویدِ کامرانی دیتے رہے۔ یہودیوں کا مسلمانوں کے زیرِ اثر آنا ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ نبی پاک ﷺ کے لیے یہ امر حوصلہ افزاء تھا کہ آپ ﷺ کی ثابت قدمی رنگ لائی اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو زیر کر دیا۔ یمن کے کئی قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن میں بنو طے، تجیب، خولان، جعفی، صداء، مراد، زبید، کندہ، صدف، خشین، سعد ہذیم، بلی، بھراء، عذرہ، سلامان، جہینہ، کلب، جرم،

Marfat.com

ازد، غسان، حارث بن کعب، ہمدان، سعد العشیرہ، عنس، الداریین، الرھاویین، غامد، نخع، بجیلہ، خثعم، اشعرین، حضرموت، ازدعمان، غافق، بارق، دوس، ثمالہ، حدان، اسلم، جذام، مہرہ، حمیر، نجران، جیشان، قبائل کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مدینہ واپسی پر آپ ﷺ کے فدایان، آپ ﷺ کی بہت دیکھ بھال کرتے۔ وہ سردار جو کبھی اسلام کے دشمن تھے اب اسلام کے لیے جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاتے۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے مناسکِ حج ۹ ہجری کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۳۰۰ مسلمانوں کا قافلہ لے کر حجِ بیت اللہ کی سعادت کے لیے روانہ ہوئے۔ اسلامی رسومات کے عین مطابق یہ پہلا حج تھا جو ۹ ہجری میں ادا کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تیار کی جس نے ہر جگہ اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک، بت پرست اور ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔ یہودی، مسلمانوں کے زیرِ اثر آنے کے باوجود بھی اپنی سازشوں میں مصروف رہے۔ گردونواح کے علاقہ جات میں بھی اسلام دشمنی کی چنگاریاں موجود تھیں۔ جن کا قلع قمع کرنے کے لیے سپہ سالارِ اعظم ﷺ اور عاشقانِ رسول ﷺ مسلسل برسرِ عمل رہے۔ (**نوٹ**: غزوات اور سرایا باب میں اُن کا تذکرہ موجود ہے)

حجۃ الوداع

فتح مکہ نے قیامِ امن کی راہ ہموار کر دی۔ مکہ میں اسلامی علَم لہرانے کے بعد مدینہ بھی مستحکم اسلامی ریاست بن گیا۔ خانہ کعبہ کو پاک کرنے کے بعد مصورِ عرب اور حسنِ کائنات ﷺ نے عمرہ ادا کیا۔ حج فریضہ کی ادائیگی ابھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچی تھی۔ یہ اعجازِ مصطفیٰ ﷺ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے یارِ غار کو یہ سعادت بخشی۔ شادابیٔ گلستاں کے لیے ختم الرسل ﷺ نے خود صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے ساتھیوں کو آزمائشوں سے بچایا۔ حضورِ سرورِ عالم ﷺ شبانہ روز دعوتِ حق دیتے رہے۔ آقا ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کا ایک اک لمحہ مخلوقِ خدا کے لیے وقف تھا۔ مسلمان احترامِ رسول ﷺ میں کوئی کمی آنے نہ دیتے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہر بزم کے لیے یکتا رہی۔ بزرگوں میں بزرگوں کی باتیں، نوجوانوں میں شبانِ گلِ ہائے سرسبد جب کہ بزمِ اطفال میں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے لیے پیار بھری باتیں۔ حتیٰ کہ شانوں پر چڑھ جائیں تو سجدہ طویل ہو جائے۔ بزمِ خواتین میں آنکھیں جھکائے، احترامِ

Marfat.com

انسانیت ﷺ کے پیکر ہر بات توجہ سے سنتے۔ نبی پاک ﷺ کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے وحی کے ایک اک لفظ کی تشریح کر دکھائی۔ آپ ﷺ کا عمل تا قیامت عالمِ انسانیت کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ دعوتِ اسلام کا مرحلہ تقریباً پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ ایک نئے معاشرے کی تشکیل شروع ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ تمام اُمور تیزی سے انجام دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو ۱۰ ہجری میں یمن کا گورنر بنایا تو فرمایا:

"اے معاذؓ! غالباً تم مجھ (ﷺ) سے میرے (ﷺ) اس
سال کے بعد نہ مل سکو گے بل کہ غالباً میری (ﷺ) اس مسجد
اور میری (ﷺ) قبر کے پاس سے گزرو گے۔"

آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آپ ﷺ حج ادا فرمائیں گے۔ یہ خبر سنتے ہی مسلمانوں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا تقریباً سوا لاکھ مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے تیار ہو گئے۔ ہر نظر برکت نواز اور ہر قدم برکت بدوش کے مصداق مسلمانوں کا جمِ غفیر آپ ﷺ کے ہمراہ جانے کے لیے تیار۔ ختم الرسل ﷺ ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ ہجری بمطابق ۶۳۲ء مدینہ سے مکہ کے روانہ ہوئے۔ تمام ازواجِ مطہراتؓ بھی آپ ﷺ کے شریکِ سفر تھیں۔ قربانی کے ۱۰۰ جانور قافلہ میں شامل تھے۔ مدینہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ کے مقام پر قافلہ نے احرام باندھ لیے۔ جذبۂ شوق قابلِ دید تھا۔ جب آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ رہے تھے تو چاروں طرف سے صدائے لبیک بلند ہو رہی تھی۔ ایک ہفتہ کی طویل مسافت کے بعد آپ ﷺ ۴ ذوالحجہ ۱۰ ہجری اتوار کو مکہ میں داخل ہوئے۔ آقائے نفس و آفاق ﷺ کا سر خدا کے حضور اظہارِ تشکر کے لیے جھکا رہتا۔ خواتین و حضرات کا ایمان افروز اجتماع اسلامی سطوت کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کا طواف فرمایا پھر آپ ﷺ نے صفاء و مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ ۸ ذی الحج کو مکہ سے منیٰ تشریف لائے۔ آج شجرِ اسلام کے سائے تلے ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو شمیمِ سحر چھو رہی تھی۔ استراحتِ شب کے بعد آپ ﷺ اگلے روز میدانِ عرفات میں جلوہ افروز ہوئے۔ میدانِ عرفات کا نقشہ کھینچنا لفظوں کے بس میں نہیں ہے۔ صادق و امین، رحمت للعالمین ﷺ نے اس موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ عالمی امن و سلامتی کا ایسا چارٹر ہے جسے دنیا جب چاہے اور جس طرح چاہے اپنی حکومتوں کے آئین میں شامل کر سکتی ہے۔ شمعِ رسالت ﷺ کے لاکھوں پروانے آج محسنِ

Marfat.com

انسانیت ﷺ کے ایک اک لفظ سے فیض یاب ہونے کے لیے منتظر تھے۔ خطیبِ اسلام، تاجدارِ حق ﷺ کے لفظ فضائے بسیط سے خوشبوئیں سمیٹتے ہوئے ساعتوں کو چھو رہے تھے۔ بعد از نماز ظہر آپ ﷺ اپنی اُونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے قلوب واذہان میں اُترنے والا خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبۃ الوداع (**نوٹ**: خطیبِ انسانیت، امام الانبیاء ﷺ کے طویل خطبہ کے اہم ترین نکات یہ ہیں)

o ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

o عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ خاک سے بنے تھے۔

o ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

o تمھارے غلام، تمھارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔

o جاہلیت کے تمام خون اور انتقام باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون (جسے ہذیل نے مار ڈالا تھا) باطل کر دیتا ہوں۔

o جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود یعنی عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

o عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

o تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری آبرو قیامت تک اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔

o میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے وہ چیز ہے قرآن کریم۔

o خدا نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

o جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

o ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹایا جائے ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

o ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا

Marfat.com

جواب دہ باپ نہیں۔

o اگر ناک کٹا حبشی غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت کرو۔

o اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پانچوں وقت کی نماز ادا کرو۔ ایک مہینہ روزہ رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو۔ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

بعد ازں سرورِ کائنات ﷺ نے لوگوں سے پوچھا: کیا میں نے آپ لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچا دیا۔ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: اے خدا تو گواہ رہنا۔

یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ اس خطبہ کے بعد آپ ﷺ اپنی اُونٹنی قصویٰ سے اُترے۔ آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں اور پھر میدانِ عرفات میں موجود لوگوں کو اللہ کا یہ پیغام سنایا۔

''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا '' (سورۃ المائدہ:۳)

'': آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور
تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین
ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے سو اُونٹ ذبح فرمائے۔ جن میں سے ۶۳ اُونٹ آپ ﷺ نے خود ذبح فرمائے اور باقی اُونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کیے۔ آپ ﷺ نے یہ تمام گوشت تقسیم کروا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے بال مبارک ترشوائے اور یہ تمام بال صحابہ کرامؓ نے تبرک کے طور پر اپنے اپنے پاس رکھ لیے۔

حضورِ پاک ﷺ کا یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ منیٰ سے واپسی کے بعد لاتعداد وفود سے ملاقات کی۔ قرب و جوار اور دور دراز کے کئی وفود نے آپ ﷺ کے سامنے اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

آپ ﷺ تکمیلِ دین کے مرحلہ پر بہت خوش تھے۔حیاتِ طیبہ کے آخری رمضان میں آپ ﷺ نے ۲۰دن کا اعتکاف فرمایا۔ ماہ صفر ۱۱ ہجری میں آپ ﷺ اُحد تشریف لے گئے۔شہدائے اُحد کے گنجِ شہیداں پر نماز پڑھی۔ ایک شب حضور اکرم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ پھر ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''مرحبا! مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔تمھاری شکستہ دلی کو دُور فرمائے،تم کو رزق دے۔تمھاری مدد کرے،تم کو رفعت دے۔تمہیں بامن وامان رکھے۔میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیّت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمھارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اُسی سے ڈراتا ہوں کیوں کہ میں نذیرِ مُبین ہوں۔دیکھنا، اللہ کی بستیوں میں اور اُس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔''

جنت البقیع سے واپسی پر، ازواجِ مطہراتؓ سے مشورہ کر کے آپ ﷺ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے۔ بیماری کے دوران آپ ﷺ نے امامت کے فرائض انجام دیے۔ کمزوری کے باعث آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے فرائض سونپے۔بسترِ علالت پر بھی آپ ﷺ کو اُمت کا بہت خیال رہا۔آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے تبلیغِ دین کی معلومات فراہم کرتے رہے۔وصال سے ایک روز قبل آپ ﷺ نے گھر میں موجود تمام اشرفیاں تقسیم کروا دیں۔ یوم وفات کو آپ ﷺ، علی الصبح بے دار ہوئے، آپ ﷺ نے حجرہ کے دروازے پر لٹکا پردہ اُٹھا کر مسجد کی طرف دیکھا لوگ نماز ادا کر رہے تھے۔صحابہ کرامؓ سمجھے کہ آپ ﷺ باہر آنے کو ہیں۔خوشی و مسرت سے آپ ﷺ کے لیے صفوں میں جگہ بنائی گئی لیکن آپ ﷺ نے پردہ دوبارہ ڈال دیا۔آپ ﷺ کے چہرے پر نیم مسکراہٹ تھی کہ آپ ﷺ کے رفقاء نماز کی ادائیگی میں منہمک ہیں۔اچانک آپ ﷺ کی طبیعت نے کروٹ لی۔ حضرت فاطمہؓ اپنے والدِ گرامی ﷺ کی بے چینی محسوس کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''آج کے بعد تمھارا باپ (ﷺ) کبھی بے چین نہ ہوگا۔''

Marfat.com

سہ پہر کا وقت تھا وصال سے قبل حضرت عائشہؓ کے دانتوں سے نرم کردہ مسواک استعمال کی۔ اس کے بعد انگلی اُٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: ''بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی'' ''اب اور کوئی نہیں بس وہی سب سے بڑا ساتھی ہے'' اور پھر چند ہی لمحوں میں روحِ اقدس قفسِ عنصری سے آزاد ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

سوموار ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری ۸ یا ۱۱ جون ۶۳۲ء، آپ ﷺ کی عمرِ مبارک ۶۳ سال ۴ دن اور تقریباً ۵ یا ۶ گھنٹے تھی۔ آپ ﷺ کے وصال کی خبر پاتے ہی شمعِ رسالت کے پروانے رحمت دو عالم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ عاشقانِ رسول ﷺ کا جسدِ اقدس دیکھ کر آپ ﷺ کے چاہنے والوں کی کیفیت کے لیے لفظوں کی تنگ دامنی کا احساس ہے۔ حضور پاک ﷺ کے وصال کی خبر ناقابلِ یقین تھی۔ آفتابِ ہدایت ﷺ آج سدرۃ المنتہیٰ کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ جہیز و تکفین کا کام دوسرے دن شروع ہوا۔ حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اُسامہ بن زیدؓ وغیرہ نے غسل میں حصہ لیا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے قبر کھودی۔ صحابہ کرامؓ باری باری رخِ انور ﷺ کا دیدار کرتے درود و سلام پڑھتے رہے اور اپنی جگہ خاموش کھڑے رہے۔ اُنھیں اُسی مقام پر سپردِ خاک کیا گیا جہاں آپ ﷺ کا بسترِ مبارک تھا۔

چراغ مٹی میں رکھ دیا ہے
زمیں کے اندر بھی روشنی ہو

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''اے رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت مکمل طور پر لوگوں کو پہنچا دی۔ اس وقت تک فریضہ جہاد جاری رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی نصرت فرما دی۔ ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا اسے پورا کر دیا اور

Marfat.com

لوگوں کو فرما دیا کہ ہم لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی
بندگی نہ کریں۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہر جملہ پر حاضرین صدقِ دل
سے آمین آمین پکارتے رہے۔''

محبوب عالم ﷺ کو بہ چشمِ نم دیکھنے والوں میں مرد، عورت، بچے سبھی شامل تھے۔ رب العالمین کا اُصول ہے کہ جو بالائے زمیں آئے اُسے زیرِ زمیں جا کر اُسی کے پاس جانا ہے۔

مدحت کے لیے کون سا اسلوب تراشوں
جو لفظ مکمل ہو میسر نہیں آیا

☆-☆-☆

Marfat.com

حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

منزل بہ منزل

Marfat.com

حیاتِ طیبہ ﷺ منزل بہ منزل

O ۹ ربیع الاوّل ۵۲ قبل ہجرت مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء (بروز پیر، دوشنبہ)

خاصائے خاصانِ رسل، روحِ ارض وسماں، جلوہ حق نما، گنج دو عالم، قائدِ افواجِ اسلام، ہم سفرِ جبرائیلؑ، جمالِ جہاں، حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے تولد شریف کے بارے میں کچھ مؤرخین کی رائے ہے کہ مدنی تاجدار عام الفیل سے کچھ عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ کئی عالمی شہرت یافتہ مؤرخین اس واقعہ کے ۳۰ یا ۷۰ دن بعد تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیدائش لکھتے ہیں۔ مجموعی طور پر ربیع الاوّل کے مہینے پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ تاریخ عرب میں اگست ۵۷۰ء عام الفیل سال تحریر کیا گیا ہے۔ کئی سیرت نگاروں کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ قمری حساب کے مطابق پورے ۹ ماہ بعد ۱۲ ربیع الاوّل ۲ شنبہ فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

حیاتِ رسالت مآب ﷺ کی پیدائش پر مجموعی رائے ۹ ربیع الاوّل ہی ہے۔ آپ ﷺ ۹ ربیع الاوّل بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء واقعہ فیل سے تقریباً پونے دو ماہ کے بعد مکہ معظّمہ میں اپنے حقیقی چچا حضرت ابو طالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔ ابھی آفتاب کی کرنوں نے عرب کی سرزمین کو منور نہیں کیا تھا کہ آفتابِ رسالت ﷺ جلوہ نماء ہو گیا۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام سیّدہ آمنہؓ اور والد گرامی کا نام حضرت عبداللہ ہے۔ سیرت کی تقریباً تمام کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ جس مکان میں آپ ﷺ پیدا ہوئے وہ مکان آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت نُور سے بھر گیا اور اسی شب یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا اور محل کے چودہ (۱۴) کنگرے گر گئے، آتش کدۂ ایران جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا یک لخت بُجھ گیا اور دریائے سارہ خشک ہو گیا۔ آپ ﷺ کی والدہ سیّدہ آمنہ نے آپ ﷺ کا نام ایک رویائے صادقہ کی بنا پر احمد ﷺ رکھا۔ پس ''محمد'' اور ''احمد'' دونوں مُبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ ''محمد'' فرش پر اور ''احمد'' عرش پر وہ مقبولیت حاصل

Marfat.com

رکھتے ہیں جو کسی اور کے حصے میں نہیں ہے۔ وقت نے آپ ﷺ کے دیدار سے وضو کیا اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا سفر شروع ہوا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ اپنے بیٹے کی ولادت سے قبل ہی دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ حضور ﷺ شکمِ مادر سے ہی داغِ یتیمی لے کر تشریف لائے۔ (اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْماً فَاٰوٰی) سورۃ الضحٰی

O ۱۶ ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت مطابق ۲۷۔۲۹ اپریل ۵۷۱ء: (عمر آٹھ یوم)

ولادت باسعادت کے بعد تین چار دن تک آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلایا اور پھر آپ ﷺ کے چچا ابُولہب کی آزاد کردہ کنیز ثوبیہ اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے یہ سعادت حاصل کی۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ شُرفاء اپنے بچوں کو ابتداء سے ہی دیہات بھیج دیتے تھے تاکہ دیہی زندگی کی کھلی فضا اور آب و ہوا میں بچوں کی پرورش ہو سکے۔ اسی ماحول میں بچے کی فصاحت و بلاغت پروان چڑھ سکے۔ اس دستور کے مطابق سال میں دو (۲) دفعہ نبی سعد ی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آیا کرتی تھیں۔ چناں چہ آپ ﷺ کی پیدائش کے آٹھ دن بعد انہی عورتوں کے ساتھ حلیمہؓ سعدیہ بھی مکہ معظّمہ تشریف لائیں۔ حلیمہ سعدیہ کے علاوہ عورتوں نے امیر گھرانوں کے بچے آغوش میں لے لیے لیکن دُرِ یتیم حلیمہ سعدیہ کی جھولی میں آیا۔ امیروں کے بچے لے کر خواتین روانہ ہو چکیں تھیں حلیمہ سعدیہ کی کمزور سواری سب سے پیچھے تھی لیکن اس پر شہنشاہِ عالم سوار تھے کہ یہ سواری معجزانہ طور پر سب سے آگے نکل گئی۔

O ۵۱ قبل ہجرت مطابق ۵۷۳ء (عمر ۲ سال)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے دو سال کے بعد آپ ﷺ کا دودھ چُھڑایا اور آپ ﷺ کو لے کر مکہ آئیں تاکہ سیّدہ آمنہ کی امانت اُنھیں سونپ سکیں۔ اگرچہ حلیمہ سعدیہؓ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کو اپنے سے جُدا کرے مگر دستور کے مطابق دو سال بعد واپسی ضروری تھی۔ حُسنِ اتفاق اُن دنوں مکہ میں وباء پھیلی ہوئی تھی اس لیے حضرت حلیمہ سعدیہ سیّد الکونین ﷺ کو واپس اپنے ساتھ لے آئیں۔

O ۴۷ قبل ہجرت مطابق ۵۷۷ء (عمر ۶ سال)

جب جلوہ ہائے جمال چھ سال کو پہنچے تو حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو والدہ سیّدہ آمنہ کے سپُرد کر

Marfat.com

دیا۔ جب آپ ﷺ بنی سعد سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کی صحت قابل رشک تھی۔ اسی سال سیدہ آمنہ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئیں۔ اُمِ ایمن اور حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سیّدہ آمنہ نے مدینہ منورہ میں ایک ماہ قیام کیا اس دوران تاجدارِ عالم ﷺ نے تیراکی اور دیگر صحت مندانہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب سیّدہ آمنہ نے مکہ کو واپسی کا ارادہ کیا اور ابوا کے مقام پر پہنچیں تو آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو اسی مقام پر دفن کر دیا گیا۔ سیّدہ آمنہ کے انتقال کے بعد اُمِ ایمن آنحضرت ﷺ کو لے کر مکہ تشریف لے آئیں۔

○ ۴۴ قبل ہجرت مطابق ۵۷۹ء: (۸ سال ۲ ماہ ۱۰ دن)

سیّدہ آمنہ بی بی کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کی کفالت آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لی۔ حضور پاک ﷺ پر امتحان کا ایک اور بوجھ آن پڑا کہ کفالت کو ابھی دو ہی سال گزرے تھے کہ حضرت عبدالمطلب بیاسی سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ ایک نئے صدمے سے دوچار ہوئے۔

○ ۴۰ قبل ہجرت مطابق ۵۸۳ء: (عمر ۱۲ سال ۲ ماہ تقریباً)

مطلعِ دل کشا انتہائے کمال اور بے مثل و بے مثال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب تیرہویں سال میں قدم رکھا تو آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کیا۔ راستے کے مصائب اور آنحضرت ﷺ کی کم سنی کے پیش نظر حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو ہمراہ لے جانے پر راضی نہ تھے مگر عین روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ کی اُداسی برداشت نہ ہوئی۔ فرطِ محبت میں آپ نے حضور ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔

○ ۳۷ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۵۸۶ء: (عمر ۱۵ سال ۷ ماہ تقریباً)

حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے سرزمین عرب جنگ و جدل کا مرکز رہی۔ معمولی معمولی باتوں پر شمشیریں بے نیام ہو جاتیں۔ جنگی سلسلوں کی ایک کڑی جنگِ فجار بھی ہے۔ واقعہ فیل کے بعد عکاظ کے سالانہ میلہ میں لطیمہ کے لُٹ جانے کے باعث جو مشہور معرکہ پیش آیا وہ عرب میں حربِ

Marfat.com

فجّار کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ چوں کہ ایسے مہینوں میں برپا ہوئی تھی جن میں جنگ حرام تھی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے باوجود شرکت کے نہ تلوار اُٹھائی اور نہ ہی قتال کیا۔ یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا تھا۔ اوّل قبیلہ قیس کے لوگ قریش پر غالب آئے اور پھر قریش قبیلہ قیس پر۔ بالآخر فریقین میں صلح ہوگئی۔

O ۲۷ قبل ہجرت جولائی ۵۸۶ء: (عمر ۱۵ سال ۸ ماہ تقریباً)

اہلِ عرب وعدہ خلافی میں بہت بدنام تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر مدتوں لڑائی جھگڑے جاری رہتے۔ جنگ فجار کی خون ریزی کے بعد انھیں ایک نئے معاہدے کی ضرورت پیش آئی۔ جسے ''حلف الفضول'' کا نام دیا گیا۔ شوال میں جنگِ فجار کے ختم ہوتے ہی ذیقعد میں تجدیدِ حلف الفضول کے لیے سلسلۂ جنبانی شروع ہوئی۔ اس کی تحریک زبیر بن عبدالمطلب نے کی۔ بنو ہاشم اور بنی تیم وغیرہ عبداللہ بن جدعان کے مکان میں ضیافت کی دعوت پر جمع ہوئے اور اس مجلس میں سب نے مظلوم کی حمایت کا عہد کیا اور بنی ہاشم، بنی تیم، بنی عبدالمطلب، بنی زہرہ اور بنی حارث بن مہر کے معززین اور سرداروں نے اس بات پر حلف لیا۔

O ۲۸ قبل ہجرت مطابق تقریباً جولائی ۵۹۵ء: (۲۵ سال تقریباً)

عرب تجارت میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مختلف احباب کے توسط سے کاروباری سامان بھیجنے کا رواج تھا۔ اِن قافلوں کے ذریعہ حضرت خدیجہؓ بھی اپنا مال کسی کو بطور مضاربت دے کر روانہ کیا کرتیں۔ حضرت خدیجہؓ اتنی امیر اور مشہور تاجرہ تھیں کہ ان کا سامانِ تجارت قریش کے کُل سامان کے برابر ہوتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی شرافتِ نسبی، عفت اور پاک دامنی کی وجہ سے اہلِ مکہ آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

جب آنحضرت ﷺ کی ارفع و اعلیٰ سیرت کی شُہرت پھُولوں کی خوشبو کی طرح مکہ میں پھیلی تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اُن کا مالِ تجارت لے کر شام جائیں، جس کے عوض وہ آپ ﷺ کو بہ نسبت دُوسروں کے زیادہ معاوضہ دیں گی۔ آنحضرت ﷺ، حضرت خدیجہؓ کے مالِ تجارت کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام ''میسرہ'' آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔ اس دفعہ مالِ تجارت میں اتنا نفع ہوا جو کبھی سوچا بھی نہ تھا مزید برآں ''میسرہ'' نے آپ ﷺ کے حسنِ کردار اور معاملہ فہمی سے حضرت خدیجہ کو آگاہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ بالا

Marfat.com

خانے پر بیٹھی حضور ﷺ کی واپسی دیکھ رہی تھیں۔ وہ آنحضرت ﷺ سے بہت متاثر ہوئیں۔

O ۲۷ قبل ہجرت مطابق ستمبر ۵۹۵ء: (عمر ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن تقریباً)

حضرت خدیجہؓ کو تجارت کے لیے ایسا عظیم شخص آنحضرت ﷺ کی صُورت میں ملا جس نے ایمانداری اور دیانت داری کی ارفع مثالیں قائم کیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے سامانِ تجارت کے ساتھ شام کی طرف سفر کیا اور جب واپسی پر اپنی انتظامی خُوبیوں اور سیرت و کردار کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کی اُمیدوں سے بھی بڑھ کر منافع پیش کیا تو حضرت خدیجہؓ کا دل خود بخود آنحضرت ﷺ کی طرف مائل ہونے لگا۔ چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنی خادمہ نفیسہ کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو نکاح کا پیام دیا۔ حضرت ابو طالب نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور حضور ﷺ کی عمر تقریباً پچیس سال تھی۔ حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا، حضرت خدیجہؓ کے ولی اُن کے چچا عمرو بن اسد تھے۔

O ۲۵ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۵۹۸ء: (۲۸ سال تقریباً)

آنحضرت ﷺ کے فرزند سیّدنا قاسم حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ دو سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

O ۲۳ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۶۰۰ء: (عمر ۳۰ سال تقریباً)

شادی کے تقریباً پانچ سال بعد آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی سے سرفراز کیا۔ سیّدہ زینبؓ، اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ بہنوں میں سب سے بڑی تھیں۔

O ۲۰ قبل ہجرت مطابق ۶۰۳ء: (۳۳ سال تقریباً)

نبوت سے سات سال پہلے قدرت نے آپ ﷺ کو ایک بیٹی سیّدہ رقیہؓ عطا فرمائیں۔ وہ بھی اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ یاد رہے سیّدہ رقیہ کا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر رخصتی سے قبل ہی حضور ﷺ کو ذہنی اذیت دینے کے لیے سیّدہ رقیہ کو طلاق دے دی گئی۔

Marfat.com

O ۱۹ قبل ہجرت مطابق ۶۰۴ء: (عمر ۳۴ سال تقریباً)

سیّدہ اُمِ کلثوم کی پیدائش کے حوالے سے کتبِ تاریخ میں سالِ ولادت مختلف ہے۔ آپؓ حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں۔ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ وہ نبوت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ربیع الاوّل ۳ ہجری میں سیّدہ اُمِ کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانِ غنیؓ سے ہوا۔

O ۱۸ قبل ہجرت مطابق ۶۰۵ء: (۳۵ سال تقریباً)

کعبہ متبرک ترین مقام ہے۔ اس کی کئی بار تعمیر ہوئی، پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے تعمیر کیا۔ دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے فریضہ انجام دیا۔ طوفانِ نوح علیہ السلام میں کعبہ صرف مٹی کا ٹیلہ رہ گیا تھا۔ اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے تعمیر کیا۔ اس کے بعد عمالقہ نے کعبہ تعمیر کیا اور پانچویں مرتبہ تعمیر کعبہ کی سعادت قریش مکہ کے حصے میں آئی۔ جب تمام روسائے قریش کعبہ کی تعمیرِ نو پر متفق ہو گئے تو رسول کریم ﷺ کے ماموں ابووہب بن عمرو مخزومی نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ''تعمیر کعبہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ کسبِ حلال ہو۔ زنا، چوری اور سُود وغیرہ کی ایک کوڑی بھی اس خرچ میں شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے۔'' اس خطاب کے بعد تعمیر کعبہ کی سعادت میں مساوی شرکت کے لیے تعمیری اُمور مختلف قبائل میں تقسیم کر دیئے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک چادر منگوا کر زمین پر بچھائی اور اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو چادر میں رکھ کر مجمع سے فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار آگے بڑھ کر چادر کے کسی کونے کو پکڑ لے تاکہ اس سعادت سے کوئی قبیلہ بھی محروم نہ رہے۔ آپ ﷺ کے اس فیصلے کو سب نے پسند کیا۔ چناں چہ سب نے مل کر چادر اٹھائی اور اُس جگہ پہنچے جہاں حجرِ اسود کو رکھنا مقصود تھا۔ آنحضرت پھر آگے بڑھے اور اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کے اصل مقام پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ کا یہ عظیم فیصلہ نبوّت کے معجزات سے ہے کہ آپ ﷺ نے اہل عرب کے سر سے ایک مہیب جنگ کا خطرہ ٹال دیا۔

O ۱۸ قبل ہجرت مطابق ۶۰۵ء: (عمر ۳۵ سال)

سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ، امام الانبیاء ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ سیّدہ فاطمہؓ کے القاب میں زہراؓ، طاہرؓ، زاکیہؓ، راضیہؓ، مرضیہؓ اور

Marfat.com

بتولؓ ہیں۔آنحضرت ﷺ اپنی دختر سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔غزوہ بدر کے بعد ذوالحجہ ۲ ہجری میں سیّدہ فاطمہؓ کا عقد حضرت علیؓ سے کردیا۔سیّدہؓ کی عمر مبارک اُس وقت ۱۸۔۱۹ سال تھی۔

○ دوشنبہ ۹ ربیع الاوّل ۱۲ قبل ہجرت مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء: (عمر ۴۰ سال ایک دن)

جب صاحبِ لوح وقلم سیدِ عرب وعجم عمر مبارک کے اکتالیسویں سال کے پہلے دن بروز پیر ربیع الاوّل کی ۹ تاریخ کو حسبِ معمول غارِ حرا میں مراقبہ فرمارہے تھے کہ یکا یک تاریکی ہٹی، پردہ اُٹھا اور حقیقت عالم اور انسان کی زندگی کا ایک ایک راز آپ ﷺ پر کھلنے لگا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس پیامبر حضرت جبرائیلؑ سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: ''محمد ﷺ بشارت قبول فرمایئے۔آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبرائیلؑ ہوں۔''

آپ ﷺ، جبرائیلؑ امین کی زبان سے یہ بشارت سُننے کے فوراً بعد غارِ حرا سے واپس گھر تشریف لائے۔حضرت ﷺ جلالِ الٰہی سے لبریز تھے۔حضرت خدیجہؓ سے فرمایا ''مجھ پر کپڑا ڈال دو۔''

○ شب جمعہ ۱۸ رمضان المبارک البعثت مطابق ۱۲ قبل ہجرت مطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء: (۴۰ سال ۶ ماہ ۱۰ دن)

نبوت کی بشارت ملتے وقت آنخضرت ﷺ کی عُمر مبارک چالیس سال ایک دن اور ربیع الاول کی ۹ تاریخ تھی۔لیکن وحی کی دوبارہ آمد اور نزول قرآن کا آغاز بشارت کے چھ ماہ بعد ۱۸ رمضان المبارک البعثت میں ہوا۔یعنی نبوت کی بشارت اور نزول قرآن حکیم میں چھ ماہ کا فرق ہے ۔ان چھ مہینوں میں آنخضرت ﷺ کو سچے خواب آتے رہے۔جو آپ ﷺ کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔یہ بات متفق علیہ ہے کہ نزول قرآن حکیم کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔

○ ۱۸ رمضان المبارک البعثت مطابق ۱۲ قبل ہجرت مطابق ۱۴ اگست ۶۱۰ء: (۴۰ سال چھ ماہ اور ۱۰ دن)

نزول قرآن حکیم کے ساتھ ہی پہلا کام جو حضرت جبرائیل امینؑ نے آنخضرت ﷺ کو سکھایا وہ وضو کر کے نماز پڑھنا تھا۔اوّل جبریلؑ امین نے زمین پر اپنی ایڑی سے ایک ٹھوکر ماری

Marfat.com

جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس سے وضو کیا اور آنحضرت ﷺ دیکھتے رہے۔ بعدازاں آپ ﷺ نے بھی اُسی طریقہ سے وضو فرمایا، حضرت جبرائیلؑ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے اقتدا کی۔ اس وقت آپ ﷺ پر دو نمازیں فرض ہوئیں یعنی دو رکعت فجر کی اور دو رکعت عصر کی۔ (پانچ نمازوں کی فرضیت شبِ معراج کا تحفہ ہے۔)

حضرت جبریلؑ امین کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے تبلیغِ اسلام کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ کی حرمِ محترم خیر النساء حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا اور بروز جمعۃ المبارک شام کے وقت سب سے پہلے آپ ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ ان کے بعد حضرت علیؓ، جو مدت سے آپ ﷺ کی آغوشِ تربیت میں تھے؛ دس سال کی عمر میں مُشرف بہ اسلام ہوئے۔

O ۴ بعثت مطابق ۹ قبل ہجرت مطابق ۶۱۴ء (ابتدا): (۴۳ سال ۶ ماہ تقریباً)

بعثت کے ابتدائی تین سال میں آنحضرت ﷺ چپکے چپکے تبلیغ فرماتے رہے۔ اس عرصہ میں خانۂ ارقمؓ واقع کوہِ صفا تحریک اسلامی کا مرکز بنا اور تقریباً چالیس افراد اس دور میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نماز گھروں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پڑھی جاتی رہی۔ اس تبلیغ کے باعث نہایت خاموشی سے دیے سے دیا جلتا رہا اور نُورِ نبوّت ایک گھر سے دوسرے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلاتا رہا۔ لیکن اَب چوں کہ آفتابِ نبوّت طلوع ہو چکا تھا اور اس کی روشنی کو کُفر و گمراہی کے اندھیرے مزید روکنے سے قاصر تھے اس لیے اعلانیہ تبلیغ کا حکم آ گیا۔

O رجب ۵ بعثت مطابق ۸ قبل ہجرت مطابق اپریل ۶۱۵ء: (عمر ۴۵ سال ۴ ماہ تقریباً)

مسلمانوں پر جب کفارِ مکہ کے ظلم و ستم بہت بڑھ گئے اور اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تو اس صورت حال کے پیشِ نظر آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس اجازت کے بعد رجب ۵ بعثت میں مسلمانوں کا گیارہ مردوں اور عورتوں پر مشتمل مختصر سا قافلہ رات کی تاریکی میں مکہ سے روانہ ہوا۔ ان میں بعض سوار تھے اور بعض پیادہ۔ جب یہ قافلہ بندرگاہ شعیبہ (جدہ) پر پہنچا تو حسنِ اتفاق سے دو کشتیاں حبشہ جانے کے لیے تیار تھیں۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا، مذہباً عیسائی تھا۔ اس نے اِن مہاجرین کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔ قریشِ مکہ نے جب دیکھا کہ صحابہ کرامؓ حبشہ میں جا کر مطمئن ہو گئے ہیں۔ تو انھیں بہت

Marfat.com

پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

O ۶ بعثت مطابق ۷ قبل ہجرت مطابق ۶۱۶ء: (۴۶ سال تقریباً)

حضرت امیر حمزہؓ حضور ﷺ کے چچا تھے لیکن عمر میں ۲۔۳ سال بڑے تھے۔ دونوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اس لیے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضور پاک ﷺ کی خواہش پر انھوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مشرف با سلام ہوئے۔ حضرت حمزہؓ سے تین دن بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔

O یکم محرم بروز سہ شنبہ ۷ بعثت مطابق ۶ قبل ہجرت مطابق ۳۰ ستمبر ۶۱۵ء: (۴۶ سال ۹ ماہ ۲۳ دن)

قریش مکہ کے سوشل بائیکاٹ سے مجبور ہوکر حضرت ابو طالب نے اپنے خاندان کے ہمراہ شعبِ ابی طالب میں پناہ لی۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ہر فرد نے آپ کا ساتھ دیا۔ اس عرصہ تین سال میں آپ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے اور آپ ﷺ نے اُن کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔

O رمضان المبارک ۱۰ بعثت مطابق ۳ قبل ہجرت مطابق جنوری فروری ۶۱۹ء: (۴۹ سال ۶ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ اور اُن کے چچا حضرت ابو طالب معہ اپنے اہل خاندان کے شعبِ ابی طالب سے تین سال کی محصوری کے بعد نکلے ہی تھے کہ حضرت ابو طالب کو پیغامِ اَجل آ پہنچا۔ حضرت ابو طالب سے تین یا پانچ دن بعد اُم المومنین حضرت خدیجہؓ رحلت فرما گئیں۔ چچا اور رفیقہ حیات کے بچھڑنے کا غم آنحضرت ﷺ نے ایک ہی وقت برداشت کیا۔ حضور پاک ﷺ نے اس سال کا نام "عام الحزن" رکھا۔

O آخر رمضان المبارک ۱۰ بعثت مطابق ۳ قبل ہجرت مطابق جنوری فروری ۶۱۹ء: (۴۹ سال ۶ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت سودہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ وہ نبوت کے ابتدائی دنوں میں ہی مشرف با اسلام ہو چکی تھیں۔

O شوال ۱۰ بعثت مطابق ۳ قبل ہجرت مطابق فروری مارچ ۶۱۹ء: (۴۹ سال ۷ ماہ تقریباً)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کے عقد میں آئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابو بکر بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد۔ حضرت عائشہؓ کا لقب صدیقہ اور کنیت اُمِ عبداللہ ہے۔ اگرچہ آپ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تاہم اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

زبیر کے تعلق سے اُمِ عبداللہ کنیت قرار پائی۔ آپ کی والدہ کا نام اُمِ رومان بنتِ عامر ہے۔

O ۲۷ شوال ۱۰ ابعثت مطابق ۳ قبل ہجرت مطابق فروری مارچ ۶۱۹: (۴۹ سال ۷ ماہ ۱۹ دن)

آپ ﷺ نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر آخر شوال ۱۰ نبوت میں طائف کا قصد فرمایا۔ طائف مکہ سے ۴۰۔۴۵ میل دور صحت افزاء مقام ہے۔ تبلیغ دین کی خاطر آپ ﷺ پر بہت ظلم ڈھائے گئے۔ آپ ﷺ نے سنگ کھا کر پھول برسائے۔

O ۱۰ ابعثت مطابق ۳ قبل ہجرت مطابق اپریل مئی ۶۱۹: (۴۹ سال ۸ یا ۹ ماہ تقریباً)

طائف سے واپس آ کر حضور سرورِ دوعالم ﷺ نے تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر دیا۔ آپ ﷺ مختلف قبائل کی سکونت گاہوں پر تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور اگر کہیں نہ جا پاتے تو راستے میں ہی کھڑے ہو جاتے اور جو مسافر بھی مل جاتا اُسے اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے۔

O ۲۷ رجب ۱۰ ابعثت مطابق ۲ قبل ہجرت مطابق ۸ مارچ ۶۲۰ء: (۵۰ سال ۴ ماہ ۱۹ دن)

''اسراء'' کے معنی شب میں لے جانے کے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو وہ بے نظیر شرف اور حیرت انگیز واقعہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے ملاءِ اعلیٰ تک سیر کرائی، چوں کہ یہ واقعہ شب کے ایک حصہ میں پیش آیا تھا اس لیے ''اسراء'' کہلاتا ہے۔

''معراج'' عروج سے مشتق ہے جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں اور اسی لیے معراج زینہ کو بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے چوں کہ شب میں مَلاءِ اعلیٰ کے منازل ارتقاء طے فرماتے ہوئے سبع سمٰوٰت، سدرۃُ المنتہیٰ اور اس سے بھی بلند ہو کر آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ فرمایا اس لیے اس باجبروت اور پُرعظمت واقعہ کو معراج سے تعبیر کیا گیا ہے۔

O ذی الحجہ ۱۱ بعثت مطابق ۲ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۲۰ء: (عمر ۵۰ سال ۹ ماہ تقریباً)

اسلام کی کرنیں چار سو پھیل رہی تھیں۔ قبول اسلام کا ارتقاء جاری تھا کہ نبوت کے گیارہویں سال موسم حج پر قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ آئے۔ آنحضرت ﷺ ان دنوں قبائل میں تبلیغ اسلام کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک رات حضور ﷺ نے مکہ سے چند میل دُور

Marfat.com

مقامِ عقبہ پر کچھ لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ آپ ﷺ حسبِ معمول ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اُن کے سامنے قرآن حکیم تلاوت کرنے کے بعد خدا کی عظمت وجلال کا بیان شروع فرمایا اور نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دے کے بُرے کاموں سے منع فرمایا۔ یہ کُل چھ آدمی تھے اور یثرب سے آئے تھے۔ یثرب مدینہ منورہ کا پُرانا نام ہے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہنچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگے، کہ خدا کی قسم یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کا ذکر اکثر اہلِ یہود کیا کرتے ہیں۔

○ ذی الحجہ ۱۲ بعثت مطابق اقبل ہجرت مطابق جولائی ۶۲۱ء: (۵۱ سال ۹ ماہ تقریباً)

بیعتِ عقبہ اولیٰ، یثرب کے اِن پاک سرشت حضرات کے بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت ﷺ کا مُبارک ذکر ہونے لگا اور ہر دل میں حضور ﷺ کے دیدار کی خواہش مچلنے لگی۔ چناں چہ نبوّت کے بارہویں سال یثرب کے بارہ آدمی دربارِ رسالت ﷺ میں باریاب ہونے کے لیے مکہ آئے۔

○ ۱۳ بعثت مطابق تقریباً اڑھائی تین ماہ قبل ہجرت مطابق جون ۶۲۲ء: (۵۲ سال ۹ ماہ تقریباً)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی انتھک تبلیغی کوششوں سے اسلام کا چرچا انصار کے تمام قبائل میں پھیل گیا جس کے نتیجے میں نبوّت کے تیرہویں سال قبیلہ اوس اور خزرج کے بہتر یا تہتر اصحاب جن میں دو عورتیں تھیں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ بغرض ادائے حج مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے اور ان عاشقانِ حق وصداقت نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت اسلام کی۔

○ شب جمعہ ۲۷ صفر ۱۳ بعثت مطابق ۱۰ ستمبر ۶۲۲ء: (۵۲ سال ۱۱ ماہ ۱۹ دن)

جس طرح نبوّت کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی تھی اسی طرح ہجرت کی ابتداء بھی رویائے صادقہ سے ہوئی۔ ابتدا میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ یہ شہر یمامہ ہوگا مگر وحی الٰہی نے مدینہ منورہ کا تعین کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بحکم الٰہی اپنے صحابہ کو مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دیا چناں چہ ہجرت صحابہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

O دوشنبہ یکم ربیع الاوّل ۱۳ بعثت مطابق ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء: (۵۲ سال ۱۱ ماہ ۲۳ دن)

آنحضرت ﷺ مدینہ ہجرت کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ گھر سے روانہ ہوئے۔قریشِ مکہ نے مدینہ جانے والے تمام راستوں پر آپ ﷺ کو تلاش کیا۔آپ ﷺ اپنے رفیقِ خاص کے ساتھ غارِ ثور میں مقیم ہوئے، تین یا چار دن غار میں گزارنے کے بعد آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔بریدہ اسلمی نے اپنے نیزے پر پگڑی باندھ کر جو جھنڈا لہرایا تھا وہ اسلامی تحریک کا اوّلین جھنڈا شمار کیا جاتا ہے۔

O ۸ ربیع الاوّل دوشنبہ ۱۳ بعثت مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء: (عمر ۵۳ سال)

آنحضرت ﷺ کا قبا میں رونق افروز ہونا تاریخ اسلام کا اہم ترین واقع ہے۔مکہ مکرمہ سے حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی روانگی کی خبر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی۔مدینہ کا ہر فرد و بشر شوقِ دیدار میں چشمِ انتظار بنا ہوا تھا۔لوگ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی آفتابِ نبوت ورسالت ﷺ کے انتظار میں مقام حرا پر آ کر کھڑے ہو جاتے۔آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک آبادی قبا میں قیام کیا، تین روز بعد حضرت علیؓ بھی وہاں تشریف لے آئے۔

O ۸ تا ۱۱ ربیع الاول ۱ھ مطابق ۲۰۔۲۳ ستمبر ۶۲۲ء: (۵۳ سال اور ۳ دن کے درمیان)

قبا میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو آنحضرت ﷺ نے کیا وہ مسجد قبا کی تعمیر تھا۔پہلے حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رُخ رکھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا۔جس زمین پر آپ ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی۔وہ کلثومؓ کی اُفتادہ زمین تھی جس پر عموماً کھجوریں سُوکھنے کے لیے ڈالی جاتی تھیں۔

O جمعتہ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۱ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء: (۵۳ سال چار دن)

پہلی نمازِ جمعہ اور پہلا خطبہ مبارک، قبا میں تقریباً چار دن قیام فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے رُفقاء سمیت مدینہ کا رُخ کیا۔جب آپ ﷺ ناقہ پر سوار محلّہ بنو

Marfat.com

سالم میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے یہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور نماز سے پہلے خُطبہ ارشاد فرمایا۔

O ربیع الاوّل ۱ھ مطابق اکتوبر ۶۲۲ء: (۵۳ سال ایک ماہ تقریباً)

مسجدِ نبوی کی تاسیس، آنحضرت ﷺ کی ناقہ محلہ بنو مالک بن نجار میں جس جگہ بیٹھی تھی اُسی جگہ مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس جگہ ایک مویشی خانہ تھا اور اردگرد کھجور کے درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ یہ زمین بنو نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے جب اس جگہ پر مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو لڑکوں نے اپنی خوشی سے مویشی خانہ اور زمین خدمت اقدس میں بلا قیمت پیش کی جسے آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت ابو ایوبؓ نے قیمت ادا کر کے زمین خرید لی۔

O جمادی الاخریٰ ۱ھ مطابق دسمبر جنوری ۶۲۲۔۶۲۳ء: (عمر ۵۳ سال ۴ ماہ تقریباً)

مدینہ میں دنیا کی پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے جو سازشوں کے محرک تھے۔ انصار کے دو قبائل آپس میں دست و گریباں رہتے جن کے پسِ منظر میں یہودی قبائل ہوتے۔ ریاست میں قیامِ امن کے لیے نبیٔ پاک ﷺ کی بصیرت کام آئی اور انھوں نے تمام قبائل میں ایک معاہدہ قائم کیا۔ اسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں۔ مدینہ کے یہودیوں سے مُعاہدہ، انصار اور یہود کو بُلا کر ایک معاہدہ لکھوایا جسے فریقین نے قبول کیا۔ یہ دنیا کا اوّلین باقاعدہ تحریری وفاقی دستور تھا جو آنحضرت ﷺ کی قیادت میں مرتب و نافذ ہوا۔

O شوال ۱ھ مطابق اپریل ۶۲۳ء: (۵۳ سال سات ماہ تقریباً)

سریہ رابغ، آنحضرت ﷺ نے ساٹھ یا اسی مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہؓ ابن الحارث کی قیادت میں رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اُن کے لیے جو عَلَم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور مسطحؓ بن اثاثہ عَلَم بردار تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کفار پر تیر پھینکا۔ یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آ ملے۔

Marfat.com

○ ذیقعدہ ۱ھ مطابق مئی ۶۲۳ء: (۵۳ سال ۸ ماہ تقریباً)

سریہ خرار، آنحضرت ﷺ نے قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لیے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بیس سواروں کا دستہ دے کر خرار بھیجا اور فرمایا کہ خرار سے آگے نہ جانا۔ قریش کی جماعت ایک روز پہلے ہی وہاں سے بھاگ چکی تھی۔

○ ۱۲ صفر ۲ھ دوشنبہ مطابق ۱۵ اگست ۶۲۳ء: (۵۳ سال ۱۱ ماہ ۴ دن)

فرمانِ جہاد، سارا عرب اور تمام یہود اِن تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو دُنیا سے فنا کرنے کے لیے متفقہ طور پر کھڑے ہوگئے اور چاروں طرف سے اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ جب یہ حالت ہوگئی تو پہلا حکم الٰہی جس نے مسلمانوں کو حملہ آور دشمنوں کے مقابلہ پر اپنی مدافعت کی اجازت بخشی۔

"جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ اُن پر ظلم ہوا اور خدا ان کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لیے نکالے گئے کہ انھوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں اسمِ الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جائیں۔

حضور ﷺ جہاد کے معاملہ میں اپنے اصحابؓ سے مشورہ فرماتے۔ جہاد کے موقعہ پر منزل کے انتخاب وغیرہ کے متعلق مشورہ کرتے۔ دشمن کی سرگرمیوں کی ٹوہ لگانے کے لیے جاسوس مقرر فرماتے۔ دشمن کے جاسوسوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے۔

○ صفر ۲ھ مطابق اگست ۶۲۳ء: (۵۳ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

غزوہ ودّان، اس غزوہ کو غزوۂ الابواء بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ آپ ﷺ پندرہ دن مدینہ سے باہر رہے لیکن دشمن سامنے نہ آئے۔

○ ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء: (۵۴ سال اور ۲۲ دن تقریباً)

غزوۂ بواط، ہجرت کے تیرھویں مہینے مدینہ پر حضرت سعدؓ بن معاذ کو خلیفہ بنا کر

Marfat.com

آنحضرت ﷺ دوسو اصحابؓ کے ساتھ پھر غزوہ کے لیے نکلے۔ آپ ﷺ بواط تک تشریف لے گئے مگر قریش سے مڈبھیڑ نہ ہوئی اور آپ ﷺ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ اسی مہینہ میں غزوۂ سفوان بھی رونما ہوا۔ حضور ﷺ نے ستر اصحاب کے ساتھ بدر کے قریب وادیٔ سفوان تک کرز بن جابر الفہری کا تعاقب کیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر آنحضرت ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ اس کو غزوۂ بدرِ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

○ جمادی الاخریٰ ۲ھ مطابق دسمبر ۶۲۳ء: (۵۴ سال ۳ ماہ اور ۲۲ دن تقریباً)

ہجرت کے سولھویں مہینہ حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر فرما کر آنحضرت ڈیڑھ صد (۱۵۰) مہاجرین کے ساتھ پھر قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لیے نکلے۔ سفید عَلَم حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی قریش کی جماعت بھاگ گئی۔

○ جمعتہ المبارک رجب ۲ھ مطابق ۲۷ جنوری ۶۲۴ء: (۵۴ سال اوچار ماہ ۲۲ دن)

سریہ نخلہ، ہجرت کے سترہویں مہینے آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ مہاجرین کے ساتھ قریش کی نقل وحرکت کی تحقیق کے لیے روانہ فرمایا۔ دو، دو (۲،۲) آدمی ایک ایک اُونٹ پر سوار تھے۔ اس جنگ میں کئی قریش مسلمان ہوئے جب کہ کئی کفر کی حالت میں ہی مارے گئے۔

○ شنبہ ۱۵ شعبان ۲ھ مطابق ۱۱ فروری ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۵ ماہ ۷ دن)

آنحضرت ﷺ نے مسجدِ نبوی تعمیر کرتے وقت قبلہ بیت المقدس کی سمت رکھا تھا اور ہجرت کے بعد سترہ، اٹھارہ مہینوں تک آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ہی نماز ادا فرماتے رہے۔ مکہ کی زندگی میں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تو ایسے مقام پر قیام کرتے جہاں سے دونوں قبلے (بیت الحرام اور بیت المقدس) سامنے رہیں۔

آنحضرت ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ کعبۃُ اللہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پائے۔ چناں چہ آپ ﷺ بار بار آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ کے ضمن میں حکمِ خداوندی کا انتظار فرماتے۔ آخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس قلبی خواہش کو شرفِ قبولیت بخشا۔

Marfat.com

○ آخری عشرہ شعبان: (۵۴ سال ۵ ماہ)

روزے مسلمانوں پر آخری عشرہ شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے۔

○ ۱۲ تا ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۸ تا ۱۳ مارچ ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۶ ماہ اور (مابین) ۴ تا ۹ دن)

قریش مکہ نے مسلمانوں کے ہجرت کیے جانے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا اور مختلف حیلے بہانوں سے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہے۔ سامانِ تجارت کے قافلے کا بہانہ کر کے قریش مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ نبی پاک ﷺ نے مشاورت کے بعد بدر کے میدان پر کفارِ مکہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بدر ایک گاؤں کا نام ہے ایک قول کے مطابق۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً (۸۰) اَسّی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں ایک بڑا بُت خانہ تھا۔ بدر کے چاروں طرف پہاڑ ہیں مگر زیادہ حصہ ریتلا ہے۔ ساحلِ سمندر یہاں سے تقریباً (۱۰) دس میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے اور ارد گرد باغات موجود ہیں۔ ۱۷ رمضان ۲ھ کو آنحضرت ﷺ نے میدانِ بدر میں لشکر اسلام کی صف بندی فرمائی۔ ۳۱۳ مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۷۰ کفار مارے گئے جب کہ ۱۴ صحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔

○ ۲۴۔۲۵ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۲۰۔۲۱ مارچ ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۶ ماہ اور ۱۶ یا ۱۷ دن)

آنحضرت ﷺ جب بدر سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ تو اُس کے فوراً بعد سباع بن عرفطہ غفاریؓ یا ابنِ اُمِ مکتومؓ کو حاکم مدینہ بنا کر بنی سلیم کے خلاف جنگ کے لیے تشریف لے گئے۔ کفار نے سامنا نہ کیا آنحضرت ﷺ تین دن قیام کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

○ ۲۸ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۶ ماہ ۲۰ دن)

ماہِ رمضان کے ختم ہونے میں دو دن باقی تھے کہ صدقۃ الفطر اور نمازِ عید کے متعلق آیت نازل ہوئی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۴۔۱۵) ترجمہ: تحقیق فلاح پائی اس شخص نے جو باطنی نجاستوں سے پاک ہوا اور (عید کی) نماز پڑھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابو لعالیہ اس آیت کی یوں تفسیر فرماتے تھے: ''فلاح پائی اُس شخص نے جس نے زکوٰۃ الفطر ادا کی اور نماز عید پڑھی۔''

Marfat.com

O سہ شنبہ ۱۵ شوال ۲ھ مطابق ۱۰ اپریل ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۷ ماہ ۷ دن)

یہودیوں کی سازشیں ہمیشہ جاری رہیں۔ انھیں جب بھی موقع ملا وہ آستین کا سانپ ثابت ہوئے۔ جب آنحضرت ﷺ بدر میں کفارِ مکہ سے برسرِ پیکار تھے تو مدینہ کے یہودیوں نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مدینہ میں مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ جب مسلمان بدر میں فتح یاب ہوئے تو مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی طاقت سے خطرہ محسوس ہوا۔ اہلِ یہود میں بنی قینقاع سب سے جری قبیلہ تھا۔ جس نے اسلام کی اُبھرتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر سب سے پہلے مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور منافقت کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

O سہ شنبہ ۵ ذی الحجہ ۲ھ مطابق ۲۹ مئی ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۸ ماہ ۲۷ دن)

میدانِ بدر میں ذلت آمیز شکست اور سردارانِ قریش کے قتل کی وجہ سے مکہ کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ ابوسُفیان اب قریش کا رئیس تھا۔ اس کا منصب اس امر کا متقاضی تھا کہ وہ مسلمانوں سے غزوۂ بدر کے مقتولین کا انتقام لے۔ آنحضرت ﷺ ابوسُفیان کے تعاقب کو نکلے۔ ابوسُفیان گھبراہٹ میں ستّو کے چند تھیلے چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ یہ تھیلے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ عربی میں ستّو کو سویق کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

O یک شنبہ ۱۰ ذوالحجہ ۲ھ مطابق ۳ جون ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۹ ماہ ۲ دن)

آنحضرت ﷺ ۹ ذی الحجہ کو غزوہ سویق سے واپس مدینہ تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ۱۰ ذوالحجہ کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربانی کیے۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی اُمت کی طرف سے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بھی قربانی کا حکم دیا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی بقرعید تھی۔

O محرم (آخر) ۳ھ مطابق جون۔ جولائی ۶۲۴ء: (۵۴ سال ۱۰ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

حضور ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (قبیلہ غطفان کی شاخیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور اپنے سردار عثور غطفان کی زیرِ قیادت اطرافِ مدینہ میں لُوٹ مار کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں حضرت عثمانؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر (۴۵۰) چار سو

Marfat.com

پچاس صحابہؓ کے ساتھ نجد کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ حضور ﷺ کی آمد کی خبر سُن کر غطفان قبائل پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف بنی ثعلبہ کا ایک شخص صحابہؓ کے ہاتھ لگا جس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

○ سہ شنبہ ۱۴ ربیع الاوّل ۳ھ مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء: (۵۵ سال ۶ دن)

کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جو آنحضرت ﷺ کو سخت تکلیف دیتا تھا۔ مدینہ منورہ میں جب سب صحابہؓ وہاں پہنچ گئے اور اسلحہ لینے کے لیے کعب بالا خانہ سے نیچے آیا تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اُسے پکڑ لیا۔ دوسرے ساتھیوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آخر شب تھی اور حضور سرورِ دو عالم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہودی کا سر دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت حارث بن اوسؓ اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے لُعابِ دہن لگایا جس سے وہ اچھے ہو گئے۔

○ ربیع الثانی ۳ھ مطابق ستمبر۔ اکتوبر ۶۲۴ء: (۵۵ سال ایک ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ نے غزوۂ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاوّل مدینہ منورہ میں گزارا۔ اوائل ربیع الثانی میں حضور ﷺ کو خبر ملی کہ مقام بحران جو حجاز کا معدن ہے وہاں بنی سلیم مسلمانوں کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ عبداللہ بن اُمِ مکتومؓ کو اپنے پیچھے خلیفہ بنا کر (۳۰۰) تین صد صحابہؓ کے ساتھ بنی سلیم کے مقابلہ کی نیت سے نکلے۔ بنی سلیم آنحضرت ﷺ کی خبر سُنتے ہی منتشر ہو گئے چنانچہ آپ ﷺ چند روز وہاں قیام فرمانے کے بعد بلا جدال و قتال مدینہ واپس آ گئے۔

○ جمادی الاخریٰ ۳ھ مطابق نومبر دسمبر ۶۲۴ء: (۵۵ سال ۴ ماہ تقریباً)

سریہ زید بن حارثہؓ (سریہ قردہ)، قریش مکہ بدر کے واقعہ سے اس درجہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے تھے کہ انھوں نے مجاہدین اسلام کی چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے بغرضِ تجارت شام کا قدیم تجارتی راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس قافلہ کی اطلاع ہوئی تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے (۱۰۰) سو صحابہؓ کی جمعیت کو حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں قریش کے قافلۂ تجارت پر حملہ کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچتے ہی قریش کے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ سامانِ تجارت پر قبضہ کرنے میں تو کامیاب ہو گئے تاکہ جنگی ساز و سامان نہ خرید سکیں اور مسلمانوں سے لڑنے کی نوبت نہ آئے۔ مگر قائدینِ قافلہ معہ دیگر لوگوں کے بھاگ گئے۔ صحابہؓ صرف قافلہ کے رہنما فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے مدینہ لائے جو یہاں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

O شعبان ۳ھ مطابق جنوری۔ فروری ۶۲۵ء: (۵۵ سال ۶ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ نے شعبان ۳ھ میں حضرت حفصہؓ بنتِ عمر فاروق اعظمؓ سے نکاح فرمایا۔

O جمعۃ المبارک ۶ شوال ۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۶۲۵ء: (۵۵ سال ۶ ماہ اور ۲۸ دن)

چوں کہ ابوسُفیان کو ہزیمت اٹھانی پڑی تھی اور مقتولینِ بدر کا بدلہ لینے کے لیے بھی وہی قریش کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اس لیے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کے لیے ابو سُفیان نے پوری کوشش شروع کر دی۔ ابوسفیان قریش اور اُن کے حلیف قبائل کو ملا کر تقریباً تین ہزار کا لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب یہ لوگ مکہ سے روانہ ہوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ اُن کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے، الغرض قریش اس تعداد اور جنگی سامان کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقامِ عینین میں آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ قریش تین ہزار تھے جن میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے۔ مردوں کو لڑائی میں اُبھارنے کے لیے اشرافِ مکہ کی عورتیں بھی لشکرِ قریش کے ساتھ آئی تھیں۔ جب فریقین میں گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کے دلیرانہ حملوں سے قریش کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اِدھر اُدھر منہ چھپا کر اور پُشت دکھا کر بھاگنے لگے۔ کفار کی ہمت بندھانے والی عورتیں بھی پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے ایک پہاڑی پر چند تیر اندازوں کو تعینات کیا تھا لیکن وہ تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے اور اس طرح ابوسفیان کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ اس غزوہ میں ۷۰ مسلمان شہید اور ۴۰ زخمی ہوئے۔ کفار کے ۳۰ آدمی مارے گئے۔ اس غزوہ میں حضرت عمرو بن ثابتؓ، جن کا لقب

Marfat.com

اصیرم تھا، شہید ہوئے یہ پہلے صحابی تھے جنہوں نے ابھی تک ایک بھی نماز ادا نہیں کی تھی مگر وہ اہلِ جنت میں شامل ہو گئے۔

O یک شنبہ ۸ شوال ۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۵ء: (عمر ۵۵ سال ۷ ماہ)

۸ شوال کو مدینہ سے چل کر حضور ﷺ نے حمراء الاسد کے مقام پر قیام فرمایا۔ یہ جگہ مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر تھی۔ حضور ﷺ معہ اصحابؓ کے اسی مقام پر مقیم تھے۔ اس غزوہ میں پانچ سو چالیس اصحابِ رسول ﷺ نے شرکت کی تھی۔

O شوال تا ذوالحجہ ۳ھ مطابق مارچ تا مئی ۶۲۵ء: (۵۵ سال ۷ ماہ تا ۹۔۱۰ ماہ تقریباً)

اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ نبی پاک ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

O پنج شنبہ یکم محرم ۴ھ مطابق ۱۳ جون ۶۲۵ء: (۵۵ سال ۹ ماہ ۲۳ دن تقریباً)

غزوۂ اُحد اور غزوۂ حمراء الاسد کے بعد آنحضرت ﷺ بقیہ شوال اور ذیقعد و ذوالحجہ مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ یکم محرم کو ایک شخص نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ اور سلمہ اپنی قوم کے علاوہ بنی اسد بن خزیمہ کو بھی مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی حضور ﷺ نے حضرت ابو سلمہؓ کو (۱۵۰) ڈیڑھ صد مہاجرین و انصار کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین میں حضرت ابو سبرہؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی تھے۔ لشکرِ اسلام نے اگرچہ معروف راستہ بدل کر پیش قدمی کی تھی تاہم مشرکین کو اطلاع ہو گئی اور بغیر کسی مقابلہ کے بھاگ گئے۔ غنیم کے بہت سے اُونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن کو لے کر وہ مدینہ واپس آ گئے۔

O صفر ۴ھ مطابق جولائی اگست ۶۲۵ء: (۵۵ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

ماہِ صفر میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں قرآن حکیم پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت ﷺ نے اُن لوگوں کی درخواست قبول فرماتے ہوئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع

Marfat.com

ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور آواز دے کر بنی ہذیل کو بُلایا۔ بنی ہذیل دو سو آدمی لے کر، جن میں سو آدمی تیرانداز تھے، مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب وہ قریب پہنچے تو حضرت عاصمؓ معہ اپنے رُفقاء کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ صحابہؓ نہایت بے جگری سے لڑے حتیٰ کہ جب نیزے ٹوٹ گئے تو تلواریں نکال لیں۔ لیکن کفار کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کچھ پیش قدمی نہ ہوئی اور تین صحابہؓ کے علاوہ باقی سب شہید ہو گئے۔

انہی ایام کا دوسرا واقعہ تبلیغ دین کے حوالے سے پیش آیا۔ حضور ﷺ تبلیغ کے لیے ایک جماعت نجد بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔ جماعت میں ۴۰ یا ۷۰ افراد شامل تھے۔ صحابہؓ کی روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے ایک خط ابو براء کے بھتیجے عامر بن طفیل رئیس بنی عامر کے نام لکھوایا۔ اس ملعون نے حضور ﷺ کا خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کر کے حضرت حرامؓ کو قتل کرا دیا۔ پھر اس بدبخت نے بنی عامر کو باقی صحابہؓ کے قتل پر اُبھارا۔ مگر عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دے دینے کی وجہ سے بنی عامر نے عامر کی امداد سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرو بن اُمیہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ عامر نے ان کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی لہٰذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

○ **ربیع الاوّل ۴ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۵ء: (۵۶ سال تقریباً)**

حضرت عمرو بن اُمیہؓ مقام قرقرہ میں دو اشخاص کو قتل کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ یہاں پہنچ کر جب انھوں نے دو آدمیوں کا قتل اور دیگر حالات آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دونوں مقتول قبیلہ بنی کلاب کے آدمی تھے جو ہمارا معاہد قبیلہ ہے اس لیے اُن کی دیت دینی ہو گی۔ یہودیوں کا قبیلہ بنی نضیر بھی چوں کہ بنی کلاب کا حلیف تھا اس واسطے آنحضرت ﷺ دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ بھی تھے۔ بنی نضیر بظاہر آپ ﷺ سے بڑے اخلاق سے ملے اور حضور ﷺ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا۔ لیکن پوشیدہ طور پر ایک شخص کو بھاری پتھر دے کر چھت پر چڑھانے کا مشورہ کیا کہ جس وقت حضور ﷺ دیت کے متعلق گفتگو میں مصروف ہوں اُس وقت پتھر گرا کر آپ ﷺ کا

Marfat.com

(نعوذ باللہ) کام تمام کر دیا جائے۔ سلام بن مشکم یہودی کو جب اس مشورہ کی خبر ہوئی تو اس نے اہلِ یہود سے کہا: ''ایسا ہرگز نہ کرو، خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا، نیز یہ بد عہدی ہے۔''

مگر اہل یہود نے اس بات کی پروانہ کی اور عمرو بن حجاش کو پتھر گرانے کے لیے چھت پر چڑھا دیا۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیلؑ امین وحی لے کر نازل ہوئے اور حضور ﷺ کو یہودیوں کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ فوراً وہاں سے اُٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے۔

اس کے بعد سرورِ کونین ﷺ نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم کو دس روز کی مہلت دی جاتی ہے، ان دنوں میں تم اطرافِ مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ اس مدت کے بعد تمھارا جو شخص بھی پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ بنو نضیر کو یہ شرط منظور تھی اور مہلت کے دنوں میں اطراف مدینہ سے نکل جانے پر راضی تھے۔ مگر اس بنا پر انکار کر دیا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے بنی قریظہ اور بنی غطفان کی حمایت کے علاوہ اپنی طرف سے بھی دو ہزار آدمی بھیج کر اُنھیں امداد کا یقین دلایا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے انکار کے بعد حملہ کی تیاری کا حکم دیا اور عبداللہ ابنِ اُمِ مکتومؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا عامل بنا کر بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں اسلام کا جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور ﷺ نے جاتے ہی بنی نضیر کا محاصرہ فرما لیا۔ مسلمانوں کے ڈر سے کوئی قبیلہ اُن کی مدد کو نہ پہنچا۔ اسی اثناء میں انھوں نے ایک اور عیاری کی وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں جو ہمارے تین علماء سے گفتگو کریں گے۔ اگر ہمارے عالم ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ مگر پوشیدہ طور پر اپنے علماء کو ہدایت کی کہ وہ تین خنجر اپنے کپڑوں میں چھپا کر لے جائیں اور ملاقات کے وقت موقع پا کر حضور ﷺ کو قتل کر دیں۔ اللہ کے حکم سے چوں کہ آنحضرت ﷺ پہلی ہی بنی نضیر کی اس سازش سے باخبر ہو گئے تھے۔ اس لیے ملاقات کی نوبت ہی نہ آئی۔ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔ اس دوران میں آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے باغوں اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ بالآخر بنی نضیر ذلیل ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔

O جمادی الاولیٰ ۴ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۵ء: (۵۶ سال ۳ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں اپنا

Marfat.com

قائم مقام مقرر فرما کر چارسو یا سات سو صحابہؓ کے ہمراہ نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضور ﷺ نجد پہنچے تو بنی غطفان کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ پر آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ واپسی پر آنحضرت ﷺ اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکا کر خود اُس کے سایہ میں استراحت فرمانے لگے۔ ایک مشرک آیا اور تلوار اُتار کر اُسے حرکت دینے لگا۔ پھر حضور ﷺ سے پوچھا کہ بتلایئے، اب میرے ہاتھ سے آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا ''خدا بچانے والا ہے۔'' یہ سنتے ہی حملہ آور کانپنے لگا، اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ کئی روایات میں یہ بات رقم ہے کہ حضورِ پاک ﷺ نے تلوار اُٹھالی اور فرمایا، کہ مجھے تو میرے رب نے بچالیا اب تو بتا تجھے کون بچائے گا۔ دشمن گھبراہٹ کی وجہ سے نہ صرف خاموش رہا بلکہ اُس کے لب پھڑ پھڑانے لگے اور اُس نے بڑی معصومیت سے کہا کہ مجھے آپ ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں بچا سکتا۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے تلوار کے عوض اُس پر رحمت نچھاور فرمائی۔ مؤرخین نے اس مشرک کا نام غورث بن حارث لکھا ہے۔

O شوال ۴ھ مطابق مارچ ۶۲۶ء: (عمر ۵۶ سال اور ۷۔۸ ماہ کے درمیان)

اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ نبی پاک ﷺ کے نکاح میں آئیں، حضرت اُم سلمہؓ کے والد کا نام ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اور والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک ہے۔

O ذیقعد ۴ھ مطابق اپریل ۶۲۶ء: (۵۶ سال ۹ ماہ تقریباً)

ابوسُفیان دھمکیاں دینے میں بہت ماہر تھا اُس نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کو دھمکی دی تھی کہ وہ اس کا بدلہ لے گا۔ وہ ایسی خبریں پھیلاتا رہتا تھا جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں۔ ایک دن ابوسفیان دو ہزار آدمی اور پچاس گھوڑے لے کر مکہ سے مقام ''مرّا لظھران'' تک آیا لیکن یہیں سے خشک سالی کا بہانہ بنا کر واپس مکہ چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے آٹھ روز تک بدر میں لشکرِ کفار کا انتظار کیا مگر جب ابوسُفیان نہ آیا تو آپ ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ اسے غزوہ بدرالاخریٰ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

O یک شنبہ ۲۵ ربیع الاوّل ۵ ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ ء: (۵۷ سال ۷ دن)

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے جمع ہو رہے ہیں ۔اس مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہؓ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرما کر مدینہ سے ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ دومۃ الجندل چوں کہ مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر تھا اس لیے آنحضرت ﷺ نے رہبری کے لیے بنی عذرا کا ایک شخص اپنے ہمراہ لے لیا تھا۔ مشرکین کو جب آپ ﷺ کی اطلاع ہوئی تو منتشر ہو گئے ۔حضور ﷺ نے چند روز تک یہاں قیام فرمایا اور مختلف اطراف میں فوج بھیجی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ ﷺ بلا جدال وقتال مدینہ لوٹ آئے۔

O یک شنبہ ۳ شعبان ۵ ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۶۲۶ ء: (۵۷ سال ۴ ماہ ۲۵ دن)

مریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنو مصطلق سے مقابلہ ہوا۔ بنو مصطلق بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ صحابہ حکم ملتے ہی فوراً تیار ہو گئے ۔تیس گھوڑے ہمراہ لیے جن میں دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے۔ اس دفعہ مالِ غنیمت کی لالچ میں منافقین کا ایک گروہِ کثیر بھی ساتھ ہو لیا جو اس سے پیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا جسے کفار نے مخبری کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ جب کفار کو آنحضرت ﷺ کی آمد اور جاسوس کے قتل کی اطلاع ملی تو ان پر اتنا رعب چھا گیا کہ حارث کے قبیلہ کے سوا دیگر قبائل کے تمام لوگ منتشر ہو گئے ۔کفار کے دس آدمی قتل ہوئے اور باقی سب گرفتار کر لیے گئے ۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

O شعبان ۵ ھ مطابق دسمبر۔ جنوری ۶۲۷ ء: (۵۷ سال ۶ ماہ تقریباً)

حضرت جویریہؓ بنتِ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک ، حضور پاک ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

O شوال ۵ ھ مطابق فروری مارچ ۶۲۷ ء: (۵۷ سال ۸ ماہ تقریباً)

اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش سے نبی پاک ﷺ کا نکاح ہوا۔

Marfat.com

○ سہ شنبہ یکم ذیقعدہ ۵ھ مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۷ء: (۵۷ سال ۷ ماہ ۲۳ دن)

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز آیتِ حجاب نازل ہوئی اور اسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔

○ سہ شنبہ ۸ ذیقعدہ ۵ھ مطابق ۳۱ مارچ ۶۲۷ء: (۵۷ سال ۸ ماہ)

میدانِ بدر کی شکست اور اُحد میں جزوی کامیابی کے بعد کفار انتقامی کارروائیوں میں مصروف رہے انھوں نے اپنی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لیے ایک بار پھر مدینہ پر حملے کا فیصلہ کیا۔ مشاورت سے اس غزوہ میں چوں کہ حفاظت کے لیے صحابہؓ نے خندق کھودی تھی۔ اس لیے یہ جنگ غزوہ خندق کے نام سے موسوم ہوئی اور چوں کہ بہت سے قبائل نے مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی اس لیے اسی غزوہ کا دوسرا نام غزوہ احزاب مشہور ہوا۔

○ ذی الحجہ ۵ھ مطابق اپریل مئی ۶۲۷ء: (عمر ۵۷ سال ۹ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابنِ اُمِ مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا جو پچیس دنوں تک جاری رہا حتی کہ بنو قریظہ محاصرہ کی شدت سے دہشت زدہ ہو گئے۔

○ دوشنبہ ۱۰ محرم ۶ھ مطابق یکم جون ۶۲۷ء: (۵۷ سال ۱۰ ماہ ۲ دن)

آنحضرت ﷺ نے تیس سواروں کو محمد بن مسلمہؓ کی زیرِ قیادت قرطا کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچتے ہی اہلِ قرطا پر چھاپہ مارا اور دس آدمی قتل کیے باقی بھاگ گئے۔ اس سریہ میں ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں جن کو لے کر مسلمان اُنیس دن کے بعد یعنی اُنتیس محرم کو مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔

○ سہ شنبہ یکم ربیع الاوّل ۶ھ مطابق ۲۱ جولائی ۶۲۷ء: (۵۷ سال ۱۱ ماہ ۲۳ دن)

حضور سرورِ دو عالم ﷺ بہ نفسِ نفیس حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا بدلہ لینے کے لیے دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ بنولحیان آپ ﷺ کی خبر پاتے ہی

Marfat.com

پہاڑوں میں چُھپ گئے۔ حضور ﷺ نے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور آس پاس چھوٹی چھوٹی مہمات روانہ فرمائیں۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی معہ دس سواروں کے حصہ لیا۔ جب کوئی مقابلہ پر نہ آیا تو آپ ﷺ بلا کسی نقصان کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

O ربیع الآخر ۶ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء: (۵۸ سال ایک ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

بلادِ غطفان کے قریب ذی قردہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہاں رسول کریم ﷺ کی اُونٹیوں کی چراگاہ تھی۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اُونٹ دیکھنے کے لیے بھیجا۔ اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔ یہ اصحاب ابھی راستے میں ہی تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری یا عبدالرحمٰن بن عیینہ نے چراگاہ پر چھاپہ مارا اور سب اُونٹ ہانک کر لے گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ راعی حضرت ابوذرؓ کے لڑکے تھے، جن کو حملہ آوروں نے قتل کر دیا اور ابوذرؓ کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُن لوگوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر "یا صباحا" کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گُونج اُٹھا۔ سلمہ بن اکوعؓ بڑے قادر تیر انداز تھے۔ انھوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو چشمہ پر جا لیا۔ یہاں تک کہ حملہ آوروں سے نہ صرف تمام اُونٹنیاں چُھڑا لائے بل کہ تیس یمنی چادریں بھی چھین لیں۔ حضور ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو پہلے چند سوار روانہ فرمائے پھر پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر خود روانہ ہوئے۔ جو سوار حضور ﷺ سے پہلے پہنچ چکے تھے اُنہوں نے دُشمن سے مقابلہ کیا اور مشرکین کے دو آدمی قتل کیے۔ اس غزوہ میں تین مسلمان شہید اور ایک مسلمان عورت زخمی ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لیے غمر بھیجا۔ ان کے ہمراہ حضرت ثابت بن ارقمؓ اور حضرت سباع بن وہبؓ بھی تھے۔ جب مسلمان غمر کے قریب پہنچے تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چُھپ گئے۔ جب وہاں کوئی نہ ملا تو امیرِ عسکر حضرت عکاشہ بن محصنؓ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے صرف ایک شخص ہاتھ لگا جس نے بنی اسد کے مویشیوں اور چراگاہ کا پتہ دیا۔ وہاں پہنچ کر مجاہدین نے چھاپہ مارا، دو سو اُونٹ مالِ غنیمت میں ملے جنھیں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے۔

Marfat.com

انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ اور بنی عُوال کے مقابلہ کے لیے ذِی القصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمان رات کے وقت اس مقام پر پہنچے۔ غنیم کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں میں چُھپ گئے۔ مگر رات کو جب صحابہؓ بے خبر سو رہے تھے انھوں نے شب خون مارا اور سب صحابہ کو شہید کر دیا۔ صرف امیر عسکر زندہ بچے جنھیں کفار مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ ایک مسلمان اُدھر سے گزرا جو آپ کو اُٹھا کر مدینہ لایا۔ اس سریہ میں نو مسلمان شہید اور ایک زخمی ہوا۔ مورّخین کے نزدیک بنی ثعلبہ کی تعداد ایک سو تھی۔

سریہ بنو ثعلبہ، حضرت محمد بن مسلمہؓ کے واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو بنی ثعلبہ سے انتقام لینے کے لیے چالیس آدمیوں کی ہمراہی میں ذِی القصہ روانہ فرمایا۔ مجاہدینِ اسلام رات کے اندھیرے میں وہاں پہنچے اور صبح کے وقت اُن پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لا کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ صرف ایک شخص ملا جو مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بنی ثعلبہ کے مویشی مدینہ منورہ لے آئے۔ اس سریہ کو سریہ ذی القصہ ثانی بھی کہتے ہیں۔

سریہ جموم، اسی ماہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو جموم کی جانب بنی سلیم کے مقابلہ پر بھجا۔ جموم مدینہ سے چار کوس کے فاصلے پر بطنِ نخلہ کے پاس بنی سلیم کی بستی تھی۔ جب حضرت زیدؓ وہاں پہنچے تو حلیمہ نام کی ایک عورت ملی جس نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے۔ حضرت زیدؓ کو اس مقام سے بہت سے اُونٹ، بکریاں اور قیدی ملے جن میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا۔ ان سب کو مدینہ منورہ لایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حلیمہ اور اُس کے شوہر کو آزاد فرما دیا۔

○ جمادی الاولیٰ ۶ھ مطابق ستمبر۔ اکتوبر ۶۲۷ء: (۵۸ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ عیص، رسول کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کاروانِ تجارت شام سے واپس آ رہا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو تقریباً ۷۰ سواروں کے ساتھ مقامِ عیص کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر اہلِ قافلہ کو گرفتار اور اُن کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ ان سب کو لے کر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان قیدیوں

Marfat.com

میں آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔

O جمادی الاخریٰ ۶ ھ مطابق اکتوبر۔نومبر ۶۲۷ء:(۵۸ سال ۳ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ طرف، طرف ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمایا۔غنیم خبر ملتے ہی بھاگ گیا۔حضرت زیدؓ کچھ اُونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

O رجب ۶ ھ مطابق نومبر، دسمبر ۶۲۷ء:(۵۸ سال ۴ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ وادی القریٰ، اس ماہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بارہ آدمیوں کے ہمراہ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا۔کفار نے مجاہدین پر اچانک حملہ کیا جس سے نو (۹) مجاہدین شہید ہو گئے۔ایک مجاہد زخمی بھی ہوا۔

O شعبان ۶ ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء:(۵۸ سال ۵ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ دُومتہ الجندل، نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں، تم تیار ہو جاؤ۔دوسری صبح نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا۔"اے ابن عوف، اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ تم کو بہت بھلا لگتا ہے۔"

پھر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو جھنڈا لانے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دینے کا حکم فرمایا جس کی تعمیل کی گئی۔اس ہدایت کے بعد آپ ﷺ نے انھیں سات سو صحابہؓ کے ساتھ دومتہ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا۔حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روانہ ہوئے اور دومتہ الجندل پہنچ کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دی۔آپ تین روز تک مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے۔تیسرے روز دومتہ الجندل کے عیسائی رئیس اصبغ بن عمر نے اسلام قبول کیا اور اُس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

سریہ فدک، آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیے بنی سعد بن بکر نے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ حضور ﷺ کے حکم سے حضرت علیؓ دو سو آدمیوں کے ساتھ فدک کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ راستے میں آپ کو ایک شخص ملا جسے بنی سعد نے اہلِ خیبر کی طرف اس شرط پر اپنی امداد کا وعدہ دے کر بھیجا تھا کہ یہودی انھیں خیبر کی کھجوریں دیں گے۔ اس شخص نے ڈرانے دھمکانے پر سب حالات ٹھیک ٹھیک بتا دیے۔ حضرت علیؓ نے پہنچتے ہی قبیلہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنی سعد حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ آپ پانچ سو اُونٹ اور دو ہزار بکریاں بطور مالِ غنیمت لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا۔

O بروز چہارشنبہ ۷ رمضان المبارک ۶ھ مطابق ۲۰ جنوری ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ اُمِ قرفہ، اُمِ قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا اصل نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ عورت بنی فزارہ کی سردار تھی۔ ایک دفعہ حضرت زید بن حارثہؓ مالِ تجارت کے ساتھ شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے۔ بنی فزارہ کے لوگوں نے حملہ کر کے ان کو زخمی کیا اور تمام مالِ تجارت چھین لیا۔ حضرت زیدؓ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے۔ ایک جماعت حضرت زیدؓ کی سرگردگی میں بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی جو نہایت کامیاب واپس آئی۔ سیرت کی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے مؤلف نے حضرت زیدؓ کے بجائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام لکھا ہے۔

O شوال ۶ھ مطابق فروری مارچ ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۷ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

اہلِ یہود نے ابورافع کے قتل کے بعد اُسیر بن رزام کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ اُسیر نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے قبیلہ بنی غطفان اور دیگر قبائل کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا۔ حضور ﷺ کو جب اس صورت حال کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو اِن حالات کی تحقیق کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ نے واپس آ کر خبر دی کہ واقعہ صحیح ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ہی تیس آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اُسیر کو ساتھ لے آئیں تاکہ اُس سے زبانی گفتگو ہو سکے۔

اُسیر بن رزام بھی اپنے ہمراہ تیس آدمی لے کر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ روانہ ہوا۔

Marfat.com

ایک ایک اُونٹ پر دو دو آدمی سوار تھے یعنی ایک مسلمان اور ایک یہودی۔ راستہ میں اہلِ یہود کی نیت میں فتور آ گیا۔ اُسَیر بن رزام اور حضرت عبداللہؓ ایک اُونٹ پر سوار تھے۔ اُسَیر نے بدنیتی سے دو دفعہ تلوار چلانی چاہی مگر حضرت عبداللہؓ نے درگزر کیا۔ جب تیسری بار اُسَیر نے یہی حرکت کی تو طرفین میں جنگ چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے اللہ کی امداد سے یہودیوں کو قتل کر دیا صرف ایک آدمی زندہ بچا جو بھاگ گیا۔

سریہ کرز بن جابر الفہری، قبیلہ عُکل اور عُرینہ کی ایک جماعت نے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا مگر چند روز بعد آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا اُنھیں راس نہیں آئی اور خلافِ عادت آبادی میں رہنے کی وجہ سے اُن کے پیٹ پُھول گئے اور رنگ زرد ہو گئے ہیں، لہٰذا اُنھیں اپنی ابتدائی پرورش کے مطابق میدانوں میں رہنے اور جانوروں کا دودھ وغیرہ پینے کی اجازت فرمائی جائے۔

آنحضرت ﷺ نے اُن کی درخواست قبول فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں رہنے اور دودھ پینے کی اجازت دے دی۔ اس چراگاہ میں صدقات کے اُونٹ رہتے تھے۔ یہاں چند روز رہنے کے بعد جب وہ لوگ تندرست و توانا ہو گئے تو اسلام سے پھر گئے۔ بعد ازاں چرواہے کو قتل کر کے اُس کے ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان کاٹے، آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اُونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت کرز بن جابر الفہریؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے یہ دُعا بھی فرمائی کہ خداوندا! ان لوگوں پر راستہ تنگ کر دے۔ آخر یہی ہوا کہ وہ لوگ راستہ بھول گئے اور گرفتار کر لیے گئے۔ جب مدینہ میں لائے گئے تو حضور ﷺ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا چناں چہ یہ لوگ اسی طرح قتل کیے گئے جس طرح انھوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا۔

O یک شنبہ یکم ذیقعد ۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۷ ماہ ۲۳ دن)

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے۔ جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ گاؤں مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عُمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ تقریباً چودہ سو صحابہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لشکرِ اسلام

Marfat.com

نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا اور حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو جاسوس بنا کر آگے بھیجا۔ عسفان کے قریب غدیر اشطاط پر اسلامی لشکر پہنچا تو حضرت بشر نے آ کر اطلاع دی کہ قریش اور اس کے حلیفوں کے آٹھ ہزار افراد مغربی جانب ''بلدح'' میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ دوسو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید ''کراع الغمیم'' کی گزرگاہ پر حملے کے لیے تاک میں ہیں۔ حضور ﷺ نے راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ میں جا کر قیام کیا، خالد بن ولید نے محسوس کیا کہ مسلمان راستہ تبدیل کر گئے ہیں تو قریش کو نئی صورتحال سے آگاہ کیا۔ حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے قریش سے بات چیت کے لیے مکہ بھیجا۔ افواہ پھیلی کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھ گئے ہوئے دس ساتھی شہید کر دیے گئے جس کے بعد بیعتِ رضوان کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔ بیعتِ رضوان کی خبر نے قریش کو مرعوب کر کے صلح پر آمادہ کیا۔ مصالحتی گفتگو کے لیے قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ چند شرائط پر دس سال کے لیے صلح ہوئی۔ بیس دن یا ایک ماہ حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا، واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی، قرآن حکیم نے صلح حدیبیہ کو ''فتح مبین'' قرار دیا۔

O ذوالحجہ ۶ھ اپریل مئی ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۹ ماہ تقریباً)

اُمّ المومنین حضرت اُمِ حبیبہؓ سے نبی پاک ﷺ نے نکاح فرمایا، اُمِ المومنین حضرت اُمِ حبیبہؓ بنت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس کا اصل نام رملہ تھا مگر آپ اپنی بیٹی حبیبہ کے نام سے اُمِ حبیبہؓ مشہور ہوئیں۔ آپؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنتِ ابی العاص اُمیہ تھا جو حضرت عثمانؓ کی سگی پھوپھی تھیں۔

O چہار شنبہ یکم محرم ۷ھ مطابق ۱۱ مئی ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۹ ماہ ۲۳ دن)

سلاطین کو دعوتِ اسلام، صلح حدیبیہ سے جب آنحضرت ﷺ کو کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تو وقت آیا کہ اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ اس بنا پر حضور ﷺ نے ایک دن صحابہؓ کو جمع فرمایا اور خطبہ دیا کہ اے لوگو! مجھ کو خدا نے تمام دنیا کے لیے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا اور جاؤ میری طرف سے پیغامِ حق ادا کرو۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے قیصر روم، شہنشاہ عجم، عزیز مصر اور روسائے عرب کے

Marfat.com

نام ایک دن چھ خطوط ارسال فرمائے۔

O محرم ۷ ھ مطابق مئی جون ۶۲۸ ء: (۵۸ سال ۱۰ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

غزوہ خیبر ، مدینہ سے جلاوطن ہو کر یہود خیبر جا آباد ہوئے تو مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارنے میں لگ گئے۔ اس لیے اب وقت آیا کہ ان کی طاقت کا خاتمہ ہو۔ ابنِ ہشام کے نزدیک محرم ۷ ھ کے آخر میں آپ ﷺ ۱۶ سو صحابہ کرامؓ کو لے کر مدینہ سے ۹۶ میل کے فاصلے پر شام کی طرف واقع خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابنِ سعدؒ نے جمادی الاولیٰ ۷ ھ لکھا ہے۔ دو سو سوار، چودہ سو پیادہ تھے۔ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُم سلمہؓ ساتھ تھیں۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو قائم مقام بنایا۔

رات کو خیبر پہنچے۔ حملے کے لیے صبح کا انتظار کیا۔ صبح یہودیوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو قلعوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ لشکر اسلام نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور بالترتیب قلعہ ناعم، قلعہ قموص، قلعہ صعب بن معاذ فتح کیا۔ اس کے بعد قلعہ وطیح وسلالم کا چودہ دن تک محاصرہ جاری رہا، مجبوراً یہود صلح پر آمادہ ہوئے۔

آپ نے فرمایا صلح اس شرط پر ہے کہ سونا چاندی اور سامان حرب سب خیبر میں چھوڑو، یہود نے شرط قبول کی۔ بعد میں آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں خیبر ہی میں رہنے دیا جائے، باغات خیبر کی نصف پیداوار ہم آپ کو دیں گے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ غزوہ خیبر میں تقریباً چودہ یا پندرہ صحابہ شہید ہوئے اور 93 یہودی مارے گئے۔

O مراجعت اہلِ حبشہ، اسی غزوہ میں حضرت جعفر بنؓ ابی طالب معہ اپنے ساتھیوں کے حبشہ سے خیبر آئے۔ جس وقت یہ حضرات خیبر میں آ کر حضور ﷺ سے ملے خیبر فتح ہو چکا تھا۔

O حضور اکرم ﷺ نے اُمِ المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح فرمایا، حضرت صفیہؓ بنتِ حُیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ کا اصل نام زینب تھا۔ صفیہ مالِ غنیمت کے اس بہترین حصہ کو کہتے ہیں جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے چوں کہ حضرت صفیہؓ غزوہ خیبر میں اسی طریقہ کے مطابق حضور ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں اس لیے صفیہؓ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

Marfat.com

○ صفر ۷ھ مطابق جون۔ جولائی ۶۲۸ء: (۵۸ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

سریہ کدید، مجاہدینِ اسلام عصر کے وقت کدید پہنچے۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو مجاہدین نے کفار پر دھاوا بول دیا۔ جو سامنے آیا قتل ہوا۔ پھر جانوروں کو ہانک کر چل پڑے۔ کفار نے قوم کو آواز دی اور پھر سب نے اکٹھا ہو کر مسلمانوں کا تیزی سے پیچھا کیا۔ جب مسلمانوں اور کفار کے درمیان وادیٔ کدید رہ گئی تو قدرتِ حق سے یکا یک وادی میں سیلاب آگیا۔ جس کی وجہ سے دشمن اُس کنارے پر رہ گیا۔ مسلمانوں نے حارث بن مالک کو اپنے ساتھ لیا مزید برآں تمام مالِ غنیمت لے کر باسلامت مدینہ پہنچ گئے۔

○ جمادی الاخریٰ ۷ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۸ء: (۵۹ سال اور ۳۔۴ ماہ تقریباً)

سریہ حسمی، حضور سرورِ دوعالم ﷺ کے قاصد حضرت دحیہ الکلبیؓ قیصر کے پاس دعوتِ اسلام کا خط لے کر گئے ہوئے تھے۔ وہ جب قیصر کے تحائف کے ساتھ واپس ہوئے تو حسمی نے راستہ روکا اور تمام تحائف چھین لیے۔ جب اُنھوں نے مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو معہ دحیہ الکلبیؓ کے حسمی کی طرف بھیجا۔ حضرت زیدؓ نے جا کر انتقام لیا، تحائف بھی چھین لیے اور ہزاروں جانور اور سینکڑوں قیدی بطور مالِ غنیمت مدینہ لے آئے۔ اس سریہ میں پانچ سو مجاہدین نے حصہ لیا تھا۔

سریہ تربہ، انہی ایام میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تیس سواروں کے ساتھ بنی ہوازن کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے پہنچنے پر وہ لوگ بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا کہ اُن سے لڑنے کا ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے حکم نہیں ملا۔ اس لیے بغیر جنگ کئے مدینہ لوٹ آئے۔

○ شعبان ۷ھ مطابق دسمبر ۶۲۸ء (۵۹ سال ۵۔۶ ماہ تقریباً)

سریہ بنوکلاب، انہی دنوں حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور ﷺ نے بنوکلاب کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔ اس سریہ میں مسلمان کامیاب رہے جب کہ دشمن کے کچھ لوگ قتل اور کچھ گرفتار ہوئے۔

Marfat.com

O رمضان المبارک ۷ھ مطابق جنوری ۶۲۹ء: (۵۹ سال ۶۔ ۷ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ نے جُہینہ کی طرف حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا۔ وہ لوگ جمع ہو کر رات کو مقابلہ پر آئے۔ حضرت اُسامہؓ نے اُنھیں سمجھایا کہ وہ اطاعت اختیار کریں اور مخالفت سے باز رہیں مگر وہ جنگ پر آمادہ ہوئے۔ تب حضرت اُسامہؓ نے مسلمانوں کو منظم کر کے اُن پر ایک زبردست حملہ کیا۔

O شوال ۷ھ مطابق فروری ۶۲۹ء: (۵۹ سال ۷۔ ۸ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ نے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کو تیس مجاہدین کے ساتھ بنی مرّہ کی جانب فدک بھیجا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچتے ہی اُن کے مال پر دھاوا بول دیا اور اُن کے اُونٹ اور بکریاں وغیرہ ہانک کر لے آئے۔ اُن لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ راستہ میں آمنا سامنا ہو گیا۔ کچھ کفار بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ مسلمان مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تصادم میں حضرت بشیر بن سعدؓ زخمی ہونے کی وجہ سے واپس فدک چلے گئے۔ وہاں ایک یہودی کے ہاں رہے اور صحت یاب ہو کر مدینہ آئے۔

O ذیقعدہ ۷ھ مطابق مارچ ۶۲۹ء: (عمر ۵۹ سال ۸۔ ۹ ماہ تقریباً)

عُمرۃ القضا، غزوہ صلح حدیبیہ ۷ھ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ مکہ میں آ کر عمرہ کریں گے اور یہاں تین دن قیام کے بعد مدینہ واپس تشریف لے جائیں گے۔ اس معاہدہ کے مطابق حضور ﷺ نے عمرہ کا ارادہ کیا اور اعلان فرمایا کہ جو صحابہؓ غزوہ حدیبیہ میں شریک تھے اُن میں سے کوئی ادائے عمرہ سے نہ رہ جائے چنانچہ اُن صحابہؓ کے سوا جو اس دوران انتقال کر چکے تھے سب حضور ﷺ کے ہم سفر ہوئے۔

O تاجدارِ کائنات محمد عربی ﷺ کا نکاح اُم المومنین حضرت میمونہؓ سے ہوا۔ حضرت میمونہؓ بنتِ حارث بن حزن بن بجیر بن محرم بن رُویبہ بن عبداللہ بن بلال۔ اُن کا اصل نام برّہ تھا۔ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر میمونہؓ نام رکھا گیا۔ آپؓ کی والدہ کا نام ہند تھا۔

Marfat.com

○ ذوالحجہ ۷ھ مطابق اپریل ۶۲۹ء: (۵۹ سال ۹ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

آنحضرت ﷺ نے حضرت اُخرمؓ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سلیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا۔ بنی سلیم نے کہا کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیراندازی کر کے مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت کو شہید کر دیا صرف حضرت اُخرمؓ کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپؓ زخموں کی وجہ سے نیم جاں ہو گئے تھے بعد میں صحت یاب ہو کر یکم صفر کو مدینہ پہنچے۔

○ صفر ۸ھ مطابق جون ۶۲۹ء: (۵۹ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

صلح حدیبیہ کے تقریباً چودہ ماہ بعد قریش مکہ کے فوجی معرکوں کے سپہ سالارِ اعظم نے مکہ معظمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ سریہ موتہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ''سیف اللہ'' کے لقب سے نوازا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت خالدؓ نے بقیہ زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری اور کلمہ حق کی بلندی و برتری کے لیے اپنی تلوار ہمیشہ نیام سے باہر رکھی۔ یہ ان کی اسی قوتِ ایمانی کا نتیجہ تھا کہ ہر معرکہ میں فتح و کامرانی نے ان کے قدم چُومے۔ حضرت خالدؓ کے والد ولید بن مغیرہ قریش کے نامی سردار تھے۔

○ ربیع الاوّل ۸ھ مطابق جون جولائی ۶۲۹ء: (۶۰ سال اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ ذاتِ اطلع کی خبر آنحضرت ﷺ کو ملی کہ بنو قضاعہ، جن کا سردار سدوسی ہے کثیر تعداد میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت کعب بن عمیرؓ الغفاری کو پندرہ مجاہدین کے ساتھ بنو قضاعہ کے مقابلہ پر ذاتِ اطلع کی جانب روانہ فرمایا، مسلمانوں کو وہاں ایک بڑی جماعت ملی جس کے سامنے انھوں نے اسلام پیش کیا، مگر مشرکین نے اس دعوت کو مسترد کر کے تمام مجاہدین کو شہید کر دیا۔ ابنِ سعدؒ کے بیان کے مطابق حضرت کعب بن عمیر بہ مشکل جان بچا کر مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

○ انہی ایام میں آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ مدینہ سے پانچ منزل پر ہوازن مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی وہ چند بار دُشمنانِ اسلام کو مدد دے چکے تھے،

Marfat.com

چنانچہ بنو ہوازن کے ارادہ سے باخبر ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ کو پچیس مجاہدین کے ساتھ ذات عرق کی جانب روانہ فرمایا۔ جب بنو ہوازن کو مسلمانوں کی آمد کا پتا چلا تو وہ مرعوب ہو کر منتشر ہو گئے، مجاہدین کو مالِ غنیمت میں بہت سے اُونٹ ، بھیڑ اور بکریاں ملیں، جنھیں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے۔

O جمادی الاولیٰ ۸ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۹ ء: (۶۰ سال ۲ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

موتہ شام کے علاقہ میں ارضِ بلقاء کی ابتداء میں واقع ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو خط دے کر حاکمِ شام یا بصریٰ کی طرف بھیجا جنھیں شرجیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کے نزدیک چوں کہ قاصد کا قتل ایک نا قابلِ معافی جرم تھا اس لیے شرجیل کی یہ قبیح حرکت حضور ﷺ کو بہت شاق گزری۔ یہ مقام اگر چہ مدینہ سے بہت دُور تھا اور فوج کشی آسان نہ تھی تاہم آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں موتہ کی جانب روانہ فرمائے۔ لشکرِ اسلام کی روانگی کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر زید بن حارثہؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کریں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ فوج کی قیادت کریں گے۔'' سریہ موتہ میں ۱۲ مسلمان شہید ہوئے۔ اس جنگ میں اگر چہ آنحضرت ﷺ شریک نہ تھے تاہم اصحابِ حدیث غزوہ موتہ کہتے ہیں۔

O جمادی الاخریٰ ۸ ھ مطابق ستمبر اکتوبر ۶۲۹ ء: (۶۰ سال ۳ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کی ذاتِ السلاسل میں مقیم بنی قضاعہ بلّی اور بنو القین وغیرہ جمع ہو کر مدینہ کے اطراف پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے سفید علَم دُرست فرما کر حضرت عمرو بن العاصؓ کو تین سو مجاہدین اور تیس گھوڑے دے کر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجرین و انصار صحابہؓ شامل تھے۔ لشکرِ اسلام رات منازل طے کرتا اور دن کو چُھپ جاتا۔ جب مسلمان قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت رافع بن یکث الجہنیؓ کو دربارِ رسالت ﷺ میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔

Marfat.com

O رجب ۸ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۲۹ء: (۶۰ سال ۴ ماہ ۲۲ دن کے مابین)

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لیے سیف البحر (ساحلِ بحر) کی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت عمرِ فاروقِ اعظمؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ بھی شامل تھے۔ چلتے وقت حضور ﷺ نے زادِ راہ کے طور پر صحابہؓ کو ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا۔ جب کھجوریں ختم ہوگئیں تو صحابہؓ نے ہر روز دو تین اُونٹ ذبح کر کے دو چار روز تک گزارا کیا۔ لیکن جب حضرت ابو عبیدہؓ نے اُونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا اور خوراک کے لیے کسی کے پاس بھی کچھ نہ رہا تو مجاہدین نے درختوں کے پتے توڑ توڑ کر کھانے شروع کیے۔ مجاہدین نے کچھ دن اس حالت میں گزارے کہ سمندر سے ایک تودہ جتنی بڑی مچھلی کنارے آ لگی۔ مسلمانوں نے اُسے تناول فرمایا۔

O دوشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۶ ماہ ۲ دن)

تاریخِ اسلام میں فتح مکہ کو خاص اہمیت ہے۔ پرچم اسلام اِسی مقام پر لہرایا۔ اِسے غزوۃ الفتح الاعظم بھی کہتے ہیں۔ معاہدہ حدیبیہ میں جہاں اور باتیں طے پائی تھیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ فریقین میں سے جس سے ملنا چاہیے اُسے ملنے کی اجازت ہوگی اور دوسرا فریق مسلمانوں یا قریش مکہ کے حلیف قبائل سے نہیں اُلجھے گا اور دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ دو سال تک تو اس معاہدہ کے مطابق عمل ہوتا رہا مگر ۸ھ میں رؤسائے قریش نے قبیلہ بنو بکر کو مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ پر اُبھارا۔ اس پر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے راتوں کو بھیس بدل کر بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں بنو بکر کی امداد کی۔ قبیلہ بنو بکر کے چالیس آدمی کسی طرح دربارِ رسالت مآب ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

حضور سرورِ دو عالم ﷺ چاہتے تھے کہ مکہ میں اس خاموشی سے داخل ہوں کہ اہلِ مکہ کو خبر تک نہ ہو۔ سو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا ہی انتظام فرما دیا کہ قریش مکہ بالکل بے خبر رہے حتیٰ کہ مسلمان مکہ معظمہ کی سرحد پر پہنچ گئے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے البتہ یہ غلطی ضرور ہوئی کہ انھوں نے اہلِ مکہ پر احسان دھرنے اور اپنے عزیز اقارب کو بچانے کے خیال سے ایک خط کے

Marfat.com

ذریعہ آنحضرت ﷺ کی تیاری کی اطلاع اہلِ مکہ کو دے دی تھی۔ حضور ﷺ کو جب بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فوراً حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو قاصدہ سارہ کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ چنانچہ خط راستے میں ہی قاصدہ سے چھین لیا گیا۔ یہ اگرچہ حضرت حاطبؓ کی شدید غلطی تھی تاہم رحمۃ للعالمین ﷺ نے انھیں معاف فرما دیا۔

○ سہ شنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۶ ماہ ۷ ادن)

فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ سے باہر کے بتوں کے انہدام کا اہتمام فرمایا۔ چناں چہ لات، منات اور عزّیٰ وغیرہ کو منہدم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے آدمی بھیجے۔ حضور ﷺ کے حکم سے مکہ کی گلی کوچوں میں یہ منادی کر دی گئی کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ رہنے دے۔

نخلہ میں عرب کی نامی گرامی دیوی عزّیٰ کا صنم خانہ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تیس سواروں کے ساتھ عزّیٰ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت خالدؓ جب یہ کام پورا کر کے واپس آئے۔ تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب تو صنم خانہ ابھی منہدم نہیں ہوا ہے، جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ حضرت خالدؓ غصے میں ننگی تلوار لیے وہاں پہنچے تو ایک منتشر بالوں والی سیاہ فام برہنہ عورت نکلی اور صنم خانہ کا خادم شور مچانے لگا۔ حضرت خالدؓ نے عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ اسے سریہ خالد بن ولیدؓ کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یہ عزّیٰ تھی اور اب تمھارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔''

○ سریہ عمرو بن العاصؓ، آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو قبیلہ ہذیل کا مشہور بت سواع گرانے کے لیے بھیجا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو صنم خانہ کے خادم نے کہا کہ اگر اسے منہدم کیا گیا تو وہ مدافعت کرے گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خادم کی اس بات پر بڑا افسوس کیا اور پھر بت کے قریب جا کر اُسے پاش پاش کر دیا۔

○ چہار شنبہ ۲۶ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۷ جنوری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۶ ماہ ۱۸ دن)

سریہ سعد بن زید اشہلیؓ، آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو قبائل

Marfat.com

اُوس، خزرج اور غسان کا مشہور بُت منات منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس بُت کا صنم خانہ مشلل میں قدید کے قریب تھا۔ حضرت سعدؓ کے ساتھ بیس سوار تھے۔ جب آپؓ وہاں پہنچے تو صنم خانہ کے خادم نے آنے کی وجہ پوچھی۔ آپؓ نے کہا کہ میں منات کو منہدم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ خادم نے کہا: ''تم جانو اور وہ۔'' حضرت سعدؓ منات کو گرانے کے لیے بڑھے تو ایک ننگی عورت جس کے بال منتشر تھے۔ سینہ کوبی کرتی ہوئی نکلی۔ خادم نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''منات یہ تیرے نافرمان بندے ہیں۔'' حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر عورت کو قتل کیا اور منات کو منہدم کر دیا۔

O شوال (ابتداء) ۸ھ مطابق تقریباً ۲۲۔۲۳ جنوری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۶ ماہ ۲۳۔۲۴ دن تقریباً)

سریہ خالد بن ولیدؓ، عُزّیٰ کے انہدام کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تین سو پچاس مہاجر، انصار اور بنی سلیم کے مجاہدین کے ساتھ دعوتِ اسلام کے لیے بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ مقاتلہ کا ان کو حکم نہ تھا۔ وہاں پہنچ کر اُن لوگوں سے حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو؟ وہ لوگ صاف طور پر یہ بیان نہ کر سکے کہ وہ مسلمان ہیں بل کہ یہ کہا کہ وہ صابی ہیں۔ یہ اس لیے کہ جو شخص مسلمان ہوتا قریش اُسے صابی کہتے تھے۔ بہر کیف حضرت خالدؓ نے اُنھیں قتل کیا اور جو باقی رہے اُنھیں گرفتار کر کے اپنے لوگوں میں حفاظت کے لیے بانٹ دیا۔ دوسرے دن آپؓ نے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ انصار و مہاجرین نے تو قیدیوں کو قتل نہ کیا بل کہ انھیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ مگر بنی سلیم نے حضرت خالدؓ کے حکم کی تعمیل میں اپنی نگرانی میں دیے گئے قیدیوں کو قتل کر دیا۔

O شوال ۸ھ مطابق جنوری، فروری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۷ ماہ تقریباً)

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ عرب کا مشہور بازار ذوالمجاز، جو عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اسی کے دامن میں ہے۔ اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہاں قبائل ہوازن وثقیف آباد تھے۔ جب مشرکین کا لشکر طائف کے شمال مشرق میں کوئی ۳۰۔۴۰ میل پر مشہور مقام وادیٔ اوطاس میں اُترا تو درید بن صمہ نے لشکر کے ٹھہرنے کا مقام پوچھا۔ لوگوں نے وادیٔ اوطاس بتلایا۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ یہ گھوڑوں کے لیے اچھی جولان گاہ ہے۔ زمین نہ بہت سخت ہے کہ پاؤں کو کاٹے اور نہ ہی بہت نرم کہ پاؤں دھنس دھنس جائیں۔ پھر اس نے کہا کہ

Marfat.com

یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں۔ اُونٹ چلا رہے ہیں، گدھے شور کر رہے ہیں، لڑکے رو رہے ہیں اور بکریاں ممیا رہی ہیں۔ المختصر اسلامی لشکر حنین پہنچا اور صبح کی تاریکی ختم ہونے سے پہلے اس نے ایک وسیع وادی کے ڈھلوان میں اُترنا شروع کیا تو دشمن جو اسلامی فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی وادی کے ہر مخفی گوشے، راستے اور گھاٹی میں بڑھ چکا تھا اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا۔ دشمن چوں کہ ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس اور حملہ کے لیے تیار تھا اس لیے اسلامی لشکر اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور مجاہدین شکست کھا کر پیچھے پلٹنے لگے۔ اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے اسلامی فوج میں کچھ ایسی ابتری پھیلی کہ ایک دوسرے کو مُڑ کر دیکھنے کی بھی کسی میں ہمت نہ رہی۔

○ شوال ۸ھ مطابق جنوری۔ فروری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۷ ماہ تقریباً)

غزوۂ طائف، غزوۂ حنین کی شکست خُوردہ فوج نے طائف میں جا کر پناہ لی اور دوبارہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ طائف جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اپنے دفاع کے لحاظ سے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا اُس کی شجاعت اور دلیری کی شہرت تمام عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورے عرب میں یہ واحد قبیلہ تھا جو قریش کی ہمسری کا دم بھرتا تھا۔ اس کا سردار ابُو سفیانؓ کا داماد عروہ بن مسعود تھا۔ طائف میں ایک قلعہ تھا۔ اہلِ شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کر کے اس کے چاروں طرف منجنیقیں (پتھر پھینکنے والی مشین) نصب کر دیں اور خُود اس میں پناہ گزیں ہو گئے۔

○ شنبہ ۵ ذیقعد ۸ھ مطابق ۲۴ فروری ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۷ ماہ ۲۷ دن)

جعرانہ میں آمد، محاصرہ چھوڑ کر حضور ﷺ تشریف لائے جہاں غزوہ حنین کا بیشمار مال غنیمت جمع کیا گیا تھا۔ چھ ہزار اسیرانِ جنگ، چوبیس ہزار اُونٹوں، چالیس ہزار بکریوں اور چار ہزار اوقیہ چاندی پر مشتمل تھا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے تقریباً دس دن تک بنو ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو چھڑانے کے لیے آئیں لیکن جب کوئی نہ آیا تو حضور ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم فرما دیا۔

○ وفد ہوازن کا قبول اسلام، تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں نو آدمی تھے۔ اراکینِ وفد نے قبول اسلام اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے

Marfat.com

بعد اپنے اموال اور اہل وعیال کی واپسی کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ہم نے تمھارا بہت انتظار کیا اور اب تو مالِ غنیمت تقسیم ہو چکا ہے۔

○ جمعۃ المبارک ۱۸ ذیقعدہ ۸ھ مطابق ۹ مارچ ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۸ ماہ ۱۰ دن)

عمرۂ جعرانہ، نمازِ عشاء جعرانہ میں ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ عمرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے اور نمازِ فجر کے وقت بیت اللہ پہنچے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے پیشتر حضور ﷺ نے حضرت عتاب بن اُسیدؓ کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو تعلیمِ دین کے لیے ان کے پاس چھوڑا۔ ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد حضور معہ صحابہ کرامؓ مکہ سے روانہ ہوئے اور یک شنبہ ۲۷ ذیقعدہ کو مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور ﷺ مکہ معظمہ کے لیے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو روانہ ہوئے تھے۔ اس حساب سے آنحضرت ﷺ تقریباً دو ماہ اور سترہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے۔

○ ذیقعدہ ۸ھ مطابق فروری مارچ ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۹ ماہ تقریباً)

جب صُدا کے وفد نے اسلام قبول کر لیا تو جعرانہ (ایک مقام) سے واپسی کے بعد حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی اُمیہؓ کو صنعاء کی طرف، حضرت زیاد بن ولیدؓ کو حضرموت اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ خزرجی کو چار سو سواروں کے ہمراہ قناۃ کی جانب روانہ فرماتے وقت حضرت قیس بن سعدؓ کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ قبیلہ صُداء کے علاقہ سے بھی گزریں۔ حکمت یہ تھی کہ اہلِ صُدا کو مسلمانوں سے یک جہتی، خلوص، پیار اور محبت کا احساس جاں گزیں ہو۔ سردارِ قبیلہ زیاد بن حارث صُدآئی کو جب اس بات کا علم ہوا تو اُس نے دربارِ رسالت ﷺ میں آ کر عرض کیا کہ حضور ﷺ اپنے لشکر کو واپس بلا لیں۔ میں اپنی قوم کے قبولِ اسلام کا کفیل اور ذمہ دار ہوں۔ چناں چہ حضور ﷺ نے حضرت قیس بن سعدؓ کو واپس بُلا لیا۔

○ محرم ۹ھ مطابق اپریل ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۱۰ ماہ تقریباً)

تنظیم زکوٰۃ۔ عاملین صدقہ کا تقرر، فتح مکہ کے بعد تقریباً تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیرِ نگین ہو گیا تھا۔ اب حالات کا تقاضا تھا کہ تمام نظم ونسق اسلامی اُصولوں کے مطابق کیا جائے تاکہ اسلامی ریاست کی مکمل جھلک نظر آ سکے۔ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے واپس

Marfat.com

مدینہ منورہ پہنچتے ہی ادھر توجہ فرمائی اور ۹ھ کے شروع ہوتے ہی اہلِ عرب سے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آدمی بھیجے۔ ابنِ سعدؒ کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ کا چاند دیکھا گیا تو حضور ﷺ نے قبائل میں عاملین صدقہ و زکوٰۃ کو روانہ فرمایا۔

O سریہ عیینہ بن حصن، آنحضرت ﷺ نے حضرت بشر بن سفیان عدویؓ کو تحصیل صدقات کے لیے روانہ فرمایا۔ لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

O صفر ۹ھ مطابق مئی جون ۶۳۰ء: (۶۰ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

سریہ قطبہ بن عامرؓ، آنحضرت ﷺ نے حضرت قطبہ بن عامرؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ مقام تبالہ کی طرف بھیجا جہاں خثعم کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچ کر ایک شخص کو پکڑا اور اس سے کچھ باتیں دریافت کیں۔ وہ شخص پہلے تو گونگا بن گیا مگر تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر اپنے لوگوں کو متنبہ کرنے لگا۔ مجاہدین اُسے قتل کر کے وہیں ٹھہرے رہے۔ جب قبیلہ کے لوگ سو گئے تو مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ فریقین کے کافی لوگ زخمی ہوئے۔ آخر مجاہدین نے دشمن پر غلبہ حاصل کر لیا اور اُن کی عورتیں اُونٹ اور بکریاں پکڑ کر مدینہ لے آئے۔

O انہی دنوں یمن کے قبیلہ عذرہ کے بارہ آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس میں حضرت حمزہ بن النعمانؓ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وفد سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس قوم کے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ بنی عذرہ ہیں جو ماں کی طرف سے قصّی کے بھائی تھے۔ ہم ہی نے قصّی کا ساتھ دیا اور بنوخزاعہ اور بنی بکر کو وطن مکہ سے نکالا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا اَہلاً و سہلاً۔''

O ربیع الاوّل ۹ھ مطابق جون جولائی ۶۳۰ء: (۶۱ سال تقریباً)

وفد بلّی کا قبولِ اسلام، اس ماہ وفد بلّی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔

O سریہ ضحاک بن سفیانؓ کلابی، آنحضرت ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک جماعت بنی کلاب کی طرف بھیجی۔ اس جماعت میں حضرت اُسیدؓ بن سلمہ بھی شامل تھے۔ زج کے مقام پر فریقین کے درمیان جنگ میں کفار کو شکست ہوئی۔

Marfat.com

○ سریہ علقمہ بن مُجززؓ مُدلجیؓ، آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ جدّہ میں کچھ حبشی آئے ہیں جو بحری ڈکیت ہیں اور مکہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ حضرت علقمہ بن مجززؓ کو ان حبشیوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حبشیوں کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بھاگ گئے اور جزیرہ میں جا کر کہیں رُوپوش ہو گئے۔

○ ربیع الآخر ۹ھ مطابق جولائی اگست ۶۳۰ء: (۶۱ سال ایک ماہ تقریباً)

سریہ بنوطیٔ، اس ماہ میں آنحضرت نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ قبیلہ طیٔ کا مشہور بُت قُلس منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر فجر کے وقت قبیلہ طیٔ پر حملہ کیا اور بُت خانہ منہدم کر کے عورتیں، اُونٹ اور بکریاں گرفتار کر لیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی لڑکی سفانہ بھی تھیں۔ ان کے بھائی عدی بن حاتم لشکرِ اسلام کی خبر سُنتے ہی شام بھاگ گئے تھے۔

○ جمادی الاولیٰ ۹ھ مطابق اگست ستمبر ۶۳۰ء: (۶۱ سال ۲ ماہ تقریباً)

سیّدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی پیدائش، سیّدنا ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو آنحضرت ﷺ کے ہمعصر شاہِ مصر مقوقس نے خدمتِ نبوی ﷺ میں بھیجا تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ قبطی نسل سے تھیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سیّدنا ابراہیمؓ سورج گرہن کے دن اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِن کی ولادت کے حوالے سے تواریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

○ رجب ۹ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۳۰ء: (۶۱ سال ۴ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

غزوہ تبوک (حضور ﷺ کا آخری اور عظیم الشان غزوہ)، جنگ موتہ کے بعد رُومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ غسانی خاندان جو مذہبا عیسائی اور رُومی سلطنت کے زیرِ اثر تھا۔ قیصرِ روم کی طرف سے اس مہم پر متعین ہوا۔ شام کے نبطی سوداگر جو روغن زیتون وغیرہ فروخت کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے۔ انھوں نے شام میں رُومیوں کے ایک لشکرِ جرار کے جمع ہونے اور کیل کانٹے سے لیس بلقاء تک پہنچ جانے کی خبر دی۔ مزید بتایا کہ اس فوج میں قبائل لُخم، جذام اور غسان بھی شریک ہو گئے ہیں۔ اس پر مستزاد عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا کہ محمد ﷺ انتقال کر گئے ہیں اور عرب قحط کی شدّت کے باعث بھوکوں مر رہے ہیں۔ چنانچہ ہرقل

Marfat.com

نے ان حالات کے پیشِ نظر عرب پر حملہ کرنے کے لیے چالیس ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا۔ تمام صحابہ کرامؓ نے جہاد کے ساز و سامان کے لیے بڑھ چڑھ کا عطیہ دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ اپنا سب کچھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی دل کھول کر عطیات دیئے۔ سیرت کی کچھ کتب میں لکھا ہے کہ ۸۲ اعراب نے جنگ میں شرکت سے معذرت کی۔ حضور ﷺ کے ساتھ ۳۰ ہزار صحابہ، ۱۰ ہزار گھوڑے، مدینہ منورہ سے چل کر ثنیۃ الوداع پر قیام کیا۔ منافقین کی سازشیں زور پکڑتی گئیں، یہودی اس میں پیش پیش تھے۔ حضرت علیؓ منافقین کی سرکوبی کے لیے راستے میں کئی ایک خطرناک واقعات سے گزرنا پڑا۔ مقام تبوک پر پہنچ کر پتا چلا کہ رومی فوج کے اجتماع کی خبر غلط تھی۔ آپ ﷺ وہاں چند روز قیام فرمایا۔

○ (آخر) شعبان یا (اوائل) رمضان ۹ھ مطابق نومبر دسمبر ۶۳۰ء: (۶۱ سال ۶ ماہ تقریباً)

مسجدِ ضرار (جو جلادی گئی)، آنحضرت ﷺ جب غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے تو چند اشخاص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے ضعیف و معذور لوگوں کی سہولت نیز بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز ادا کرنے کے لیے مسجد قبا کے نزدیک ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ حضور ﷺ چل کر اس میں نماز پڑھائیں تاکہ افتتاح ہو جائے۔ آنحضور ﷺ اُس وقت چوں کہ غزوہ پر جانے کے لیے تیار تھے اس لیے ارشاد فرمایا کہ تبوک سے واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ یہ مسجد دراصل بارہ منافقین نے ابو عامر فاسق کے کہنے پر بنائی تھی۔ ابو عامر نے ان منافقین سے کہا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے قوت اور اسلحہ جمع کرو۔ میں قیصر کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک فوج لا کر آنحضرت ﷺ کو معہ اُن کے صحابہؓ کے مدینہ سے نکال دُوں گا۔ اُس نے یہ بھی منافقین کو بتایا کہ میں اپنی تیاری کی خبر وقتاً فوقتاً کسی ایلچی کے ذریعہ تم لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔ مگر اُس ایلچی کے رہنے کے لیے ایک مسجد تعمیر کرو جہاں وہ ایک مسافر کی حیثیت سے قیام کر سکے اور کسی کو اُس پر شُبہ نہ ہو۔ چنانچہ اس سازش کی تکمیل کے لیے منافقین نے یہ مسجد تعمیر کی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت مالک بن الدخشمؓ (جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے) اور حضرت معن بن عدی عجلانی کو بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور منافقین کی تعمیر کردہ مسجد منہدم کر کے تمام سامان کو آگ لگا دو۔ یہ حضرات حکم ملتے ہی بہ عجلت محلہ بنی سالم بن عوف میں آئے اور مسجد کو گرا کر آگ لگا دی۔

Marfat.com

O رمضان المبارک ۹ھ مطابق دسمبر جنوری ۶۳۰ء۔۶۳۱ء: (۶۱ سال ۶۔۷ ماہ تقریباً)

آنحضرت ﷺ جب عمرۂ جعرانہ ادا کر کے مکہ سے مدینہ لوٹ رہے تھے تو راستے ہی میں عروہؓ بن مسعود ثقفی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

O وفد بنی مُرّہ کا قبول اسلام، غزوہ تبوک کے بعد بنی مُرّہ کے تیرہ آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حارث بن عوف وفد کے سردار تھے۔ اسلام کے بعد جب وطن واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ جس روز آنحضور ﷺ نے بارش کی دُعا فرمائی تھی اُسی روز پانی برسا اور تمام علاقے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ وفد کی روانگی کے وقت حضور ﷺ نے ہر رُکن کو دس دس اُوقیہ چاندی اور حارث بن عوف کو بارہ اُوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

O ذیقعد ۹ھ مطابق فروری مارچ ۶۳۱ء: (۶۱ سال ۸ ماہ اور ۲۲ دن کے درمیان)

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو بقیہ رمضان المبارک، شوال اور ذیقعد مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ انہی ایام میں حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر بنا کر تین سو صحابہؓ کے ساتھ حج کے لیے روانہ فرمایا۔

O ربیع الآخر تا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ مطابق جولائی اگست ۶۳۱ء: (۶۲ سال اور مابین ۲۔۳ ماہ)

بنی الحارث نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان لوگوں کی طرف بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ تین روز تک دعوتِ اسلام دیں، اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانیں تو مقابلہ کریں۔ وفد بنی الحارث نے بلا پس و پیش اسلام قبول کر لیا۔

O رمضان المبارک ۱۰ھ مطابق دسمبر ۶۳۱ء: (۶۲ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

اِن دنوں غسّان کے تین آدمی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

O رمضان المبارک ۱۰ھ مطابق دسمبر ۶۳۱ء: (۶۲ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین)

آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علیؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ

Marfat.com

باندھا جس کے تین پیچ تھے۔ عمامہ کا کنارہ بقدر ایک ہاتھ سامنے لٹکایا اور ایک بالشت کے برابر دوسرا کنارہ پیچھے چھوڑا۔ ایک ہاتھ ۲۵ انچ کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اس جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف اطراف کو روانہ کیں۔ لشکرِ اسلام کے سوار سب سے پہلے علاقہ مذحج میں داخل ہوئے جہاں سے بہت سے بچے عورتیں، اُونٹ اور بکریاں پکڑ لائے اور ان تمام غنائم کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ بعدازاں ایک دوسری جماعت سے ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے حسبِ ہدایت ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی مگر اُن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کر دیا اور دعوت کے جواب میں مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ اس پر حضرت علیؓ نے منکرین پر حملہ کر کے ان کے بیس آدمی قتل کر دیے۔

○ شوال ۱۰ھ مطابق جنوری ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۷ ماہ اور ۲۲ دن کے درمیان)

ماہِ شوال میں قبیلہ سلامان کا سات افراد پر مشتمل ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ قبولِ اسلام کے بعد وفد نے اپنے علاقہ کی خشک سالی کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے بارش کے لیے دُعا فرمائی۔ جب حضور ﷺ نے بارش کے لیے دُعا فرمائی تو اُسی وقت پانی برسنے لگا۔

○ یمن کے قبیلہ کندہ کی ایک شاخ قبیلہ تجیب کے تیرہ آدمی صدقات کا مال لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس مال کو واپس لے جاؤ اور وہیں کے فقراء پر تقسیم کرو۔ وفد نے عرض کیا کہ ہم وہی مال لائے ہیں جو فقراء پر تقسیم کے بعد بچ رہا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وفد کی یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! تجیب جیسا وفد آج تک نہیں آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''بے شک! ہدایت اللہ کے ہاتھوں میں ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔''

○ شنبہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ مطابق ۲۲ فروری ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۸ ماہ اور ۱۷ دن)

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے بعد صرف ایک ہی حج کیا جو عُرف عام میں حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے۔ حج آخر ۹ھ میں فرض ہوا تھا۔ اس سال (فرضیتِ حج سے پیشتر)

Marfat.com

حضور ﷺ نے تین سو صحابہؓ کی ایک جماعت حضرت صدیق اکبرؓ کی قیادت میں حج کے لیے روانہ فرمائی تھی۔ ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے خود حج کا ارادہ فرمایا اور یہ حج کی فرضیت کے بعد اہلِ اسلام کا پہلا حج تھا۔

O یک شنبہ ۴ ذوالحجہ ۱۰ھ یکم مارچ ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۹ ماہ ۲۶ دن)

سفر کے نویں دن یعنی ۴ ذوالحجہ کو صبح کے وقت حضور ﷺ ذی طویٰ میں تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ خاندان بنو ہاشم کے لڑکوں نے جب حضور ﷺ کی مبارک آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔

O جمعۃ المبارک ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق ۶ مارچ ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۹ ماہ ایک دن)

۹ ذوالحجہ کی صبح تک حضور ﷺ منیٰ میں ہی قیام پذیر رہے آپ ﷺ نے ۹ ذوالحجہ کی نماز فجر تک منیٰ میں پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ جب سورج نکل آیا تو حضور ﷺ نے وادیِ نمرہ میں خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ کے لیے جو خیمہ نصب کیا گیا وہ ایک کمبل کا تھا پھر حضور ﷺ منیٰ سے روانہ ہوئے قریش کا خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ عرفات میں پہنچنے سے پہلے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے قریب قیام فرمائیں گے۔ کیوں کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کا یہی دستور تھا مگر حضور ﷺ اس دستور کے برعکس وادیٔ نمرہ میں تشریف لائے۔

O سہ شنبہ ۱۳ ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق ۱۰ مارچ ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۹ ماہ ۵ دن)

اس روز ظہر کے بعد آنحضرت ﷺ منیٰ سے روانہ ہو کر محصب میں آئے جس کو ابطح اور خیف کنانہ بھی کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں ابتدائے بعثت کے وقت قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف قطع تعلق کا معاہدہ کیا تھا۔ حضرت ابو رافعؓ نے محصب میں پہلے پہنچ کر اپنی مرضی سے قبہ نصب کر دیا تھا۔

O شنبہ ۱۵ محرم ۱۱ھ مطابق ۱۱ اپریل ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۱۰ ماہ ۷ دن)

یمن کے ایک قبیلہ نخع کے دو سو آدمی وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے۔ یہ آخری وفد تھا۔ جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ حضرت معاذ بن جبلؓ کی تبلیغ سے حلقہ بگوش

Marfat.com

اسلام ہو چکے تھے۔

O یک شنبہ ۲۸ صفر ۱۱ھ مطابق ۲۴ مئی ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۰ دن)

سریہ اُسامہ بن زیدؓ، بیماری سے ایک روز قبل آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی زیرِ قیادت مقام اُبنیٰ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اُبنیٰ ارضِ بلقاء کی اطراف میں ایک مقام ہے۔ جہاں غزوۂ موتہ واقعہ ہوا تھا اور جس میں حضرت اُسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ وغیرہ شہید ہوئے تھے۔

O دوشنبہ ۲۹ صفر ۱۱ھ مطابق ۲۵ مئی ۶۳۲ء: (۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۱ دن)

مجموعی طور پر ناقدین، مفکرین، مفسرین اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ نے ۱۱ھ کے آغاز سے ہی سفرِ آخرت کی تیاری شروع فرمادی تھی۔ بل کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رحلت سے ۶ ماہ قبل سورۃ ''اِذَا جَاء'' کے نزول سے ہی آنحضرت ﷺ سمجھ گئے تھے کہ دُنیا سے سفر کے دن قریب آ گئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۰ھ کے رمضان المبارک میں جو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخر رمضان المبارک تھا، حضور ﷺ نے بیس یوم کا اعتکاف فرمایا حالانکہ اس سے قبل حضور ﷺ دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

O چار شنبہ ۸ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۳ جون ۶۳۲ء: (۶۳ سال)

حضور پاک ﷺ کی طبیعت ناساز رہی، آپ ﷺ نے ایک بڑا برتن منگوایا جس میں ۷ کنوؤں، ۷ مشکوں کا پانی منگوا کر اپنے سر پر ڈلوایا، جس سے طبیعت میں کچھ سکون ہوا۔ اس تدبیر سے جونہی حضور ﷺ کو آرام آیا تو آپ ﷺ مسجد میں رونق افروز ہوئے۔

O پنج شنبہ ۹ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۴ جون ۶۳۲ء: (۶۳ سال ایک دن)

رحلت سے چار یوم قبل، جمعرات کو جب مرض کی شدت بڑھ گئی تو حضور ﷺ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا۔ ''دوات کاغذ لاؤ۔ میں تمھارے لیے ایک تحریر لکھ دوں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گئے۔'' حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ نبیٔ کریم ﷺ پر شدتِ درد غالب ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور ہمارے لیے کافی ہے۔

Marfat.com

O شنبہ یا یک شنبہ ۱۱،۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۶۔۷ جون ۶۳۲ء: (۶۳ سال تین یا چار دن)

رحلت سے دو یا ایک دن قبل، ہفتہ یا اتوار کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نمازِ ظہر قائم ہو چکی تھی کہ حضور ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ آپ ﷺ کی مبارک آمد پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ ﷺ نے پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا پھر حضرت ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ کر داخلِ نماز ہو گئے یعنی آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر دوسرے لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ ﷺ کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ ''خدا نے اپنے بندے کو اختیار عطا فرمایا کہ وہ دُنیا کی نعمتوں کو قبول کرے۔ لیکن اُس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں۔''

O بوقتِ چاشت دوشنبہ ۱۳ ربیع لاوّل ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء: (۶۳ سال ۴ دن اور تقریباً پانچ یا چھ گھنٹے)

سوموار کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ پردہ اُٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ اور مسجدِ طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نمازِ فجر ادا ہو رہی تھی۔ حضور ﷺ اس مقدس نظارہ کو، جو آپ ﷺ کی پاک تعلیم کا حاصل تھا، ملاحظہ فرماتے رہے، صحیح روایات کے مطابق اس روح پرور نظارہ سے رُخِ انور پر شگفتگی اور ہونٹوں پر تبسم تھا۔

جب صحابہؓ نے آہٹ سنی تو اس خیال سے کہ حضور ﷺ باہر تشریف لانا چاہتے ہیں، فرطِ مسرت سے بے چین اور بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر حضور ﷺ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ شریف کے پردے چھوڑ دیے۔ ضُعف اس قدر تھا کہ حضور ﷺ پردے بھی اچھی طرح نہ ڈال سکے یہ آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمالِ اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک یوں معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے۔

اس نماز کے بعد کسی دوسری نماز کا وقت حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی حیاتِ اقدس میں نہیں آیا اور یہ آخری نماز تھی جس کا حضور ﷺ نے نظارہ فرمایا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد حضور ﷺ

Marfat.com

نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اپنے قریب بلایا اور اُن کے کان میں کچھ بات ارشاد فرمائی وہ رونے لگیں۔ پھر بُلا کر کان میں کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے کہا: ''پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔''

اِسی روز حضور سرورِ دوعالم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو ''سیّدہ نساء العالمین'' ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔

دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا آنحضرت ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوتی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے جب حضور ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا تو بولیں ''ہائے میرے باپ کی بے چینی۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔'' پھر حضور ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور اُن کے احترام کی وصیّت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہرات کو بُلا کر نصیحتیں فرمائیں بعدازاں حضرت علیؓ کو بلایا انھوں نے حضور ﷺ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی آخری وصیّت: ''الصّلوٰۃ وماملکت ایمانکم'' نماز اور غلام تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اسی ارشاد کو کئی بار دہراتے رہے۔

جب حضور ﷺ پر حالتِ نزع طاری ہوئی اُس وقت سرورِ کونین ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سہارا دیے ہوئے پسِ پُشت بیٹھی تھیں پانی کا پیالہ حضور ﷺ کے سرہانے رکھا تھا۔ حضور ﷺ ہاتھ پیالہ میں ڈالتے تھے اور چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔ رُخِ انور کبھی سُرخ ہو جاتا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ حضور ﷺ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔

''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔

اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ خدمتِ اقدس میں آئے، اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، حضور ﷺ نے مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ

Marfat.com

نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لی اور دانتوں سے نرم کر کے خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی پھر ہاتھ کو بلند کر کے زبانِ قدسی سے تین بار فرمایا:

''بل الرفیق الاعلی'' اب اور کوئی نہیں، بل کہ وہ بڑا رفیق درکار ہے۔

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے، پتلی اُوپر کو اُٹھ گئی اور جسمِ اطہر سے روحِ انور، عالمِ قُدس میں پہنچ گئی۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ،اَفَاِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ

اتنا کافی ہے زندگی کے لیے
رکھ لے آقا جو نوکری کے لیے

چاند سورج بھی ان کے قدموں میں
روز آتے ہیں روشنی کے لیے

O درمیانی شب سہ شنبہ چہار شنبہ ۱۴، ۱۵ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۹، ۱۰ جون ۶۳۲ء:

تجہیز و تکفین (وفات سے ۳۲ گھنٹے بعد)، تجہیز و تکفین کا کام سہ شنبہ کو شروع ہوا اس تاخیر کی متعدد وجوہ مورخین نے بیان کی ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ آنحضرت ﷺ کی رحلت کی غم انگیز خبر سے گویا تمام مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ سے بے حد محبت و عقیدت کی بناء پر یقین نہیں آتا تھا کہ حضور پُر نور ﷺ نے فی الواقع دنیائے فانی کو الوداع کہا ہے۔ حضرت عمرؓ اس قدر بے حال تھے کہ آپ نے تلوار کھینچ کر اعلان کیا کہ جس کسی نے بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اُس کا سر اڑا دوں گا۔ صحابہؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ایسے تھے جنہوں نے اتنے بڑے سانحہ کو نہایت ضبط و تحمل سے برداشت کیا اور صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

رحمت عالم ﷺ رسول محتشم
آپ ﷺ کے نسبت سے انساں محترم

Marfat.com

عرش کے مہمان محبوب الٰہ
فخر دوراں نازش عرب و عجم

آپ ﷺ کے پیارے مقدس شہر کی
رب کعبہ خود اُٹھاتا ہے قسم

صدقہ صدیق ؓ، عمرؓ، عثمان ؓ و علیؓ
پونچھیے للہ ہماری چشمِ نم

ایک ستانا محیط قلب و جاں
آندھیاں گرداب طوفاں یم بہ یم
دستگیری یا نبی ﷺ فرمایئے
گر رہے ہیں پستیوں میں دم بہ دم

ذکرِ رسول ﷺ ہمارے لیے روح کا سکون ہے۔ اُن کی ذات دنیا و آخرت وقت کے آندھیروں کا نور ہے۔

دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے
روشن جب اُن (ﷺ) کی بزم میں قندیل ہوگئی

راجہ محمد شریف مرحوم نے حیاتِ رسالت مآب ﷺ مرتب کی تھی۔ اُن کی کاوشوں میں سے مذکورہ باب میں کافی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

سپہ سالارِ اعظم ﷺ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار

محبوب کبریا ﷺ ۶۳ سال تک عرب کی سرزمین پر اشاعتِ اسلام کے لیے سرگرداں رہے۔ اُنھوں نے توحید الٰہی کے پرچار کے لیے طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ پیغامِ حق لے کر کونے کونے میں پہنچے، ہر ایک کا دروازہ کھٹکھٹایا، نورِ اسلام مکہ و مدینہ سے ہوتے ہوئے عالم انسانیت تک پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر محاذ پر انسانوں کی سرپرستی اور سربراہی کا حق ادا کر دیا۔ بحیثیت سپہ سالار آپ ﷺ کی بصیرت اور فہم و ادراک کا اعتراف آج بھی جاری و ساری ہے۔ آپ ﷺ نے تزکیہ نفس اور حکمتِ الٰہی کے سربستہ راز لوگوں تک پہنچائے۔ دینِ الٰہی کی خاطر آپ ﷺ نے تمام رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ قرآن پاک کا ایک اک نقطہ اور ایک اک حرف دنیا کے ہر گوشے میں پہنچا کر آپ ﷺ نے انسانوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی سعی کی۔ آپ ﷺ کی سپاہ کو سپہ الٰہی کا درجہ حاصل ہے۔ مکی زندگی کے ۱۳ سال میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی جو جماعت تیار کی تھی اُسے تربیت دینے کے لیے آپ ﷺ کی منصوبہ بندی قابلِ تقلید و عمل ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد کفار کی طرف سے ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا۔ آپ ﷺ نے کفار سے چشم پوشی کر کے جس طرح عباداتِ الٰہی کا خفیہ سلسلہ شروع کیا وہ ایک عظیم سپہ سالار کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی سخت محنت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۳۰۰ تک پہنچ گئی۔ یہ ۳۰۰ جانثار لاکھوں قریش کا مقابلہ کرنے کے لیے ناکافی تھے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے قبولِ اسلام کے بعد کھلے عام عبادت کا سلسلہ شروع ہوتے ہی قریش کے مظالم میں بہت اضافہ ہو گیا۔ بحیثیت ایک عظیم سپہ سالار آپ ﷺ نے مظلوم طبقہ کو تحفظ دینے کے لیے اُنھیں حبشہ ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔

مکہ کے سنگلاخ ماحول اور قریشِ مکہ کے انسانیت سوز سلوک کے باعث آپ ﷺ کے پروانے حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے وفد کے قائدین کو سپاہیانہ انداز سکھا کر پہلی ہجرت

Marfat.com

میں ہی کامیابی کا راستہ ہموار کر دیا۔ کسی بھی جرنیل کا دماغ اُس کے مجاہدوں کی تربیت کا باعث ہوتا ہے۔
تاجدارِ کائنات ﷺ خود مکہ میں مقیم رہے اور اپنی سپاہ کو دشمنوں سے محفوظ کرنے کے لیے حبشہ بھجوا دیا۔ غارِ حرا اور غارِ ثور میں آپ ﷺ کا قیام ایک کامیاب سپہ سالار کی عکاسی کرتا ہے۔ ہجرت حبشہ کے بعد، ہجرت حبشہ ثانیہ کا اقدام بھی آپ ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں کا ادراک ہے۔ یثرب کے قبائل اُوس اور خزرج میں اسلام کی روح بیدار ہوئی تو اُنھوں نے آپ ﷺ سے مدد طلب کی۔ آپ ﷺ نے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلوایا۔ بیعتِ عقبہ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ قریش کے لیے موت کا پیغام ثابت ہوئیں۔ خفیہ انداز میں عقبہ کے مقام پر قبولِ اسلام کا یہ انداز آپ ﷺ کی سپہ سالاری کا ثمر ہے۔ میدانِ جنگ میں منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے کسی لشکر کو کس طرح منظم کیا جاتا ہے۔ کس طرح دشمنوں کی سرگرمیوں کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ کس طرح چند گروپوں کی صورت میں دشمن پر حملہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ صحابہ کرامؓ ریاستِ مدینہ کے قیام سے پہلے سیکھ چکے تھے۔ آپ ﷺ دشمن کے نرغے میں رہے لیکن لشکریوں کو محفوظ مقامات پر رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر جا کر ہجرتِ مدینہ کے لیے عازمِ سفر ہونا، حضرت علیؓ شیرِ خدا کو اپنے بستر پر لیٹنے کا پیغام دینا اور لوگوں کی امانتیں، دیانت داری کے ساتھ واپس کر کے کاروانِ ہجرت میں ملنے کا مشورہ دینا، سبحان اللہ، اسلامی جرنیل ﷺ کی کیا خوب صورت حکمتِ عملی ہے۔ گردشِ زمانہ سے گزرتے ہوئے، آپ ﷺ غارِ ثور کی پُراسراریت سے بخوبی منزلِ مقصود پر گامزن ہو گئے۔ حکم الٰہی کے تحت آپ ﷺ نے وادی یثرب کی طرف جو ہجرت اختیار کی، وہ قریش مکہ کی تمام تر سازشوں اور کوششوں کے باوجود مکمل ہو گئی اور آپ ﷺ بحفاظت یثرب پہنچ گئے یہ بستی اس دن سے ''مدینۃ النّبی'' کہلاتی ہے۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے نتیجے میں جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو اسلامی معاشرہ ایک مختصر ریاست میں تبدیل ہو گیا جس کا ابتدائی رقبہ چار مربع کلومیٹر سے زیادہ نہیں تھا اس نوزائیدہ ریاست کو کئی قسم کے داخلی اور خارجی خطرات لاحق تھے۔ اس ریاست کے سربراہ اور حکمران کی حیثیت سے آپ ﷺ کو متعدد اقدامات کرنا پڑے، جن میں سے ایک نوعیت اس نوزائیدہ ریاست کے دفاعی نظام یا دفاعی پالیسی کے متعلق اقدامات کی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے دفاع کی غرض سے متعدد اقدامات کیے، جن میں سے سب سے پہلا کام مکہ سے آنے والے تین سو مہاجرین کے قیام وطعام کی ذمہ داری تھی۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اُوس اور خزرج کے مسلمانوں کے ساتھ ان کی تاریخ ساز مواخات قائم کی۔ آپ ﷺ کی حکمت

Marfat.com

عملی نے اس نازک مسئلے کو دو تین روز میں حل کر دیا۔ اب نیا مسئلہ ایک ایسے معاشرے کی تنظیم تھی جس میں مختلف مذاہب اور قبائل کے لوگ موجود تھے۔ اس معاشرتی تنظیم میں سب سے اہم گروہ یہود کے تین قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع تھے۔ یہودیوں کے اِن گروہوں سے تعاون حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ یہ قبائل اپنے اثر و رسوخ اور مالی حیثیت سے بہت خوش حال اور ممتاز تھے۔ یثرب کے مال و اسباب اور خزانے انھی کے رحم و کرم پر تھے۔ اِن یہودیوں نے ساہوکاری اور سودخوری کے کاروبار سے دیگر تمام قبائل کو محکوم، مجبور اور مغلوب کر رکھا تھا۔ اس نئی اسلامی ریاست کے لیے یہ یہودی نبیِؐ پاک ﷺ اور مہاجرین کے لیے بہت بڑا خطرہ اور چیلنج تھے۔ یثرب میں آمدِ رسول ﷺ سے پہلے مختلف قبائل رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو رداری اور حکمرانی کا تاج پہنانے کی پوری تیاریاں کر چکے تھے۔ شبِ چراغِ رہ نورداں نبیِؐ پاک ﷺ کی یثرب میں تشریف آوری کے بعد عبداللہ بن اُبی کی تاج پوشی کا خواب چکنا چُور ہو گیا۔ یہودیوں کی حکمرانی زمیں بوس ہو گئی، دوسری طرف قریشِ مکہ اپنی تمام تر چالبازیوں، مکاریوں اور عیاریوں کی ناکامی پر کفِ افسوس مَل رہے تھے۔ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار ﷺ کو مدینہ میں سربستہ دشمنوں اور مکہ میں قریش کی سازشوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ کو جہاں مدینہ کی اسلامی ریاست اور اشاعتِ اسلام کی فکر دامن گیر تھی وہاں قریشِ مکہ کی اسلام دشمنی کا پورا ادراک تھا۔ عالمِ اسلام کے سپہ سالار ﷺ نے اِن مشکلات پر قابو پانے کے لیے مشاورت کو اہمیت دی۔ قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے نام ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔ جس میں عبداللہ بن اُبی کی پوری ٹیم کو آگاہ کیا گیا کہ اُنھوں نے شہنشاہِ کائنات ﷺ کو پناہ دے رکھی ہے۔ مزید برآں خط میں لکھا۔

> ''اِس لئے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو آپ لوگ اُن سے لڑائی
> کریں یا پھر اُنھیں (اپنے ہاں مدینہ سے) نکال دیں ورنہ ہم اپنی
> پوری قوت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کر کے آپ سب مردوں کو قتل کر
> دیں گے نیز آپ کی عورتوں کی عزت برباد کر ڈالیں گے۔''

حضورِ پاک ﷺ نے اندرونی اور بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے جو حکمتِ عملی اپنائی وہ کسی بھی جرنیل کی وسعتِ دانائی کی پہچان کے لیے کافی ہے۔ غزوۂ بدر سے پہلے بھی کئی ایسے مواقع جن میں خطرات پوشیدہ تھے۔ آنحضرت ﷺ اِن خطرات سے بخوبی نبرد آزما ہوئے۔ ایک کامیاب جرنیل اکیلے فتح

Marfat.com

حاصل نہیں کرسکتا جب کہ اُس کے ساتھ دوسرے ساتھی ہمقدم نہ ہوں۔ آپ ﷺ کے حسنِ سلوک سے صحابہٴ کرامؓ، آپ ﷺ کے گرد اسی طرح گھومتے تھے جیسے پروانے شمع کے گرد طواف کرتے ہیں۔ عبداللہ بن اُبی اپنی حکمرانی پر من کی دنیا میں پُرنم رہا اور پھر جب محسوس کیا کہ چاروں طرف کلمہٴ حق اور اللہ اکبر کے نعرے بلند ہورہے ہیں تو اُس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا۔

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

خرد سے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبال: کلیات: ۴۹۷)

میدانِ بدر اور معرکہٴ اُحد میں عبداللہ بن اُبی کی منافقت منظرِ عام پر آگئی۔ جب وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر اسلامی لشکر سے الگ چلا گیا۔ اُس کا کہنا تھا کہ ہم باہمی جھگڑوں میں جانیں کیوں ضائع کریں۔ ریاست مدینہ کے قیام کے وقت یہ وہ حالات تھے جن کے پیش نظر رسول ﷺ نے اس نوزائیدہ ریاست کو داخلی اور خارجی فتنوں سے محفوظ کرنے کے لیے متعدد دفاعی اقدامات کیے۔ حبیب کبریا ﷺ نے مہاجرین کے مسئلے کو جذبہٴ مواخات سے اس طرح حل کیا کہ مہاجرین اور انصار آپس میں شیر وشکر ہوگئے۔ جیسا کہ اُوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ دشمن کی خبر رکھنے کے لیے ''ریکی'' یعنی خفیہ جاسوسی کا مربوط نظام ہونا ازبس ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے بھی دشمن کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے ایک مضبوط اور مربوط جاسوسی نظام قائم کیا۔ جس سے دشمنوں کی تمام سرگرمیوں اور سازشوں کا بروقت پتا چل جاتا تھا۔ آپ ﷺ انہی خبروں سے معاملات کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ دستاویزات اور معاہدے استحکامِ ریاست کے لیے لازمی امر سمجھے جاتے ہیں۔ نبیٴ پاک ﷺ کے پیش نظر دفاعی تدابیر میں ایک طرف اس کثیر الجہات مدنی معاشرے کی تنظیم تھی اور دوسری طرف آپ ﷺ نے کمال حکمت و دانش سے ایک تاریخ ساز دستاویز لکھوائی، جو تاریخ عالم میں کسی حکمران کی طرف سے اپنی ریاست کے لیے باقاعدہ منظم اور مضبوط دستور کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ آئینی دستاویز ''میثاق مدینہ'' کے نام سے دنیا بھر میں مقبول ہے۔ اسے اسلامی ریاست کا سب سے پہلا دستور العمل

Marfat.com

بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس کی ۵۴ دفعات نظم و نسق ریاست چلانے کے لیے اہمیت کے حامل ہیں۔ سبحان اللہ! آپ ﷺ کے تدبر کی وجہ سے عبداللہ بن اُبی ایسے منافق بھی میثاقِ مدینہ بھی دستخط کر گئے۔ سب نے تسلیم کر لیا کہ اگر دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا تو اس کا نظم و نسق خود رسول کریم ﷺ فرمائیں گے۔ اگر اس ضمن میں دشمن کا مقابلہ شہر کی حدود سے دور کہیں پر ہوا تو اسلامی فوج میں کسی کو داخل یا خارج کرنے کے اختیارات بھی آپ ﷺ کو حاصل رہیں گے۔ اس معاہدے کی رو سے تمام قبائل نے نبی معظم ﷺ کو ''امیر المومنین'' تسلیم کر لیا۔ آپ ﷺ جو فریضہ ادا کرتے اُسے انہماک سے انجام دیتے۔ مدینہ کے مسائل اور ریاست مدینہ میں مواخات، شہری تنظیم اور آئین و دستور کی تشکیل و تکمیل کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کے شمال و جنوب میں آباد مختلف قبائل سے روابط شروع کیے۔ مذاکرات اور مشاورت کے بعد اُن قبائل سے بھی چھ یا سات معاہدات طے فرمائے۔ آپ ﷺ کا ذہن چوں کہ استحکامِ مدینہ کی طرف تھا اس لیے دفاعی اہمیت کو معاہدوں میں مرکزی نکتہ بنایا گیا۔ قبائلی سرداروں نے بھی اپنے تعاون کا یقین دلوایا۔ اس بات پر تحریری طور پر متفق ہوئے کہ اگر فریقین میں سے کسی پر حملہ کی صورت میں ایک دوسرے کے مددگار ثابت ہوں گے۔ اگر ہم اِن معاہدوں کی تحریر کا اسلوب توجہ سے ذہن نشین کریں تو ایک دفاعی جرنیل کی تمام خوبیاں ہمیں سرور الانبیاء ﷺ میں موجود نظر آتی ہیں۔

اسلام سے قبل جنگوں کا مقصد دشمن کو زیر کرنا، املاک پر قبضہ جمانا۔ دشمن کا قتلِ عام کرنا اور معیشت کا فروغ تھا۔ جنگوں کے بل بوتے پر علاقہ جات فتح کیے جاتے، اِن علاقہ جات پر اجارہ داری قائم کر کے نو آبادیاتی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے جنگ کا مقصد قطع کا حصول یا فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے طے نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ رحمت للعالمین ﷺ بن کر لوگوں سے حسنِ سلوک کے بل بوتے پر کام کرتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی کرنین پھیلنے سے پہلے پورے عالم میں روم اور ایران دنیا کے مہذب ترین ملک قرار سمجھے جاتے تھے۔ اگر ہم جنگی اعتبار سے ان ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے سامنے بھی جنگ کا کوئی اخلاقی نصب العین نہ تھا۔ اُن کی فوج مفتوح کے مذہب پر سب سے زیادہ ستم ڈھاتی۔ میدانِ جنگ میں وحشت و بربریت کا بازار گرم ہو جاتا۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون عام ہو جاتا۔ شکست خوردہ فوجیوں سے حیوانوں جیسا کام لیا جاتا۔ فاتح فوج، مفتوح کو قتل کر دیتی یا انھیں زر خرید غلام تصور کرتی۔ لوٹ مار فاتح فوج اپنا حق سمجھتی۔ بچوں کو تہِ تیغ کر دیا جاتا، عورتوں کے

Marfat.com

ساتھ جنسی زیادتی تو فاتح فوج اپنا حق سمجھتی۔ عصمت دری مدتوں جاری رہتی۔ حتیٰ کہ فاتح ملک کے باشندے مفتوحین پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے۔ مذکورہ جنگوں میں معاہدات کی خلاف ورزی ہوتی۔ اُن کے پاس اسلحہ کی فراوانی کو سب سے بڑا حق تصور کیا جاتا۔ دورِ جاہلیت میں اہلِ عرب بھی خون خرابہ کو پسند کرتے۔ اپنی طاقت پر غرور کرتے ہوئے من مانیاں کرتے۔ خون ریزی اُنھیں بہت مرغوب تھی۔ میدانِ جنگ تو ایک طرف وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا بھی اپنے لیے فتح سمجھتے تھے۔ حصولِ دولت اور دشمن کے رقبہ پر کاشتکاری دورِ جاہلیت کی جنگوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ طاقت ور طبقہ مال و زر لوٹ کر ایک طرف اپنی جیب بھر لیتا اور دوسری طرف فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا۔ میدانِ جنگ میں شکست سے دوچار عرب ایک عرصہ تک محکومیت کی چکی میں پس پس کر جان کی بازی ہار جاتے۔ غارت گری، لوٹ مار اور انسانوں کو قید میں رکھنا بہادر لوگ اپنا حق سمجھتے تھے۔ قصہ مختصر سرکارِ دوعالم رحمت کائنات ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کا طریق جنگ بھی نہایت انسانیت سوز تھا۔ منتہائے جمال ﷺ تشریف لائے تو جنگ کا انداز ہی بدل گیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی رضا کے لیے کفار پر ہاتھ اُٹھایا۔ اس عمل سے پہلے آپ ﷺ نے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دعوتِ حق دی۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے آخری حربہ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنگ کی صورت میں رونما ہوتا۔ دنیا بھر کے جرنیل اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار محمد عربی ﷺ نے جنگ کے اُصولوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے لڑائی کے مقاصد اپنے سامنے رکھے اور جنگ کو محض خون ریزی اور غارت گری کے دائرے سے نکال کر ایک اعلیٰ اخلاقی اور تمدنی نصب العین کی سطح تک لے آئے۔ آپ ﷺ نے اسلامی جنگوں کو ''جہاد'' کی اصطلاح میں ڈھالا۔ جہاد کے لغوی معنی کسی کام یا مقصد کے لیے کوشش کرنے کے ہیں۔ اس پاکیزہ اصطلاح سے نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اسلامی جنگ کے بے لوث مقصد کو متعین کیا بل کہ اسے عزتِ نفس کی بلندی بھی عطا کی۔ حضور نبی کریم رحمت موجودات ﷺ نے واضح فرمایا کہ جہاد قتل و غارت، حصولِ اقتدار، عزت و تکریم یا اظہار شجاعت کے لئے نہیں کیا جاتا بل کہ اس کا اصل مقصد کلمۂ حق کو بلند کرنا اور اللہ کے احکام کی تعمیل کروانا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی میں دفاعی پہلو سب سے نمایاں ہے مگر بد قسمتی سے آج اُمتِ مسلمہ اس پہلو سے، پہلوتہی کر رہی ہے۔ یہ بات قابلِ افسوس کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کی مجاہدانہ زندگی کو ایک سازش کے تحت فراموش کیا جا رہا ہے۔ جہاد کو، فساد کہا جانے لگا ہے۔ شمشیر سے جہاد کو غیر

Marfat.com

اہم کرنے کے لیے مغرب اور مشرق میں مغرب زدہ لوگ ایک تحریک کا کام کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے باطل پرست قوتیں ہمیشہ لرزہ براندام رہی ہیں اور اسی جذبے کو سرد یا مفلوج کرنے کے لیے ہمارے دشمن ایک مدت سے خفیہ کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔ آج مسلم ممالک میں غیر ملکی مداخلت سے غیر اسلامی سرگرمیاں در آئی ہیں۔ اُن کی ثقافت اور تہذیبی عادات کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اور یوں لگتا ہے کہ مغرب اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ مسلمان مجموعی طور پر کٹی پتنگ نظر آنے لگے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو سپر طاقت سمجھنے کے بجائے چند ایٹمی قوتوں کو سپر طاقت کا درجہ دینے لگے ہیں۔ یقینِ کامل کی کمی سے اب ہماری عبادات میں نمائش کا پہلو شامل ہو چکا ہے۔ یقینِ محکم نہ ہونے کے باعث، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی وغیرہ اپنی جگہ پر ایک اعتبار سے ابھی تک قائم ہیں، مگر جس مقصد یعنی جہاد کے لئے یہ تربیت شروع کی گئی تھی وہ نگاہوں سے سراسر اوجھل ہو کر رہ گیا ہے آج کے تن آسان مسلمان نے جنت حاصل کرنے کے آسان راستے تلاش کر لئے ہیں، ہتھیار جو مسلمان کا زیور سمجھا جاتا تھا۔ اس سے یوں بیگانہ ہوا ہے کہ اس سے وحشت کھانے لگا ہے اور فنِ سپہ گری سے منہ موڑ لیا ہے۔

عصرِ حاضر میں جنگ، جہاد اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے وہی قوم میدانِ کارزار میں کود سکتی ہے جو اس فن سے واقف ہو اور اس کے مرد وزن سپہ گری کے ہر داؤ پیچ میں پوری طرح تربیت یافتہ ہوں۔ قومی زندگی کا یہ ایک رہنما اصول ہے۔ جو لوگ اس حقیقت ابدی سے لاپرواہی اختیار کرتے ہیں، ان کی قسمت میں ذلت و رسوائی نظر آنے لگتی ہے۔ ہمارے قرونِ اولیٰ کی تاریخ سے یہ راز کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ غازیانہ جھپٹ پلٹ ہی سے قومیں بنتی ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کا کلمہ بلند کرنے والی قوم کو تو لامحالہ یہ راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ مکہ سے نامساعد حالات میں ہجرت کے بعد اہل اسلام نے جو تنظیم قائم کی اُس میں عسکری قوت کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل تھی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

> ''جس شخص نے اس نیت سے لڑائی کی کہ خدا کا بول بالا ہو اور اس کی سچائی قائم کی جائے تو صرف اسی کا قتال اللہ کی راہ میں ہے۔'' (بخاری)

نبیٔ پاک ﷺ کی سوچ احکامِ الٰہی کے زیرِ نگیں تھی۔ آپ ﷺ قرآن پاک کے احکامات پر اس

Marfat.com

طرح عمل کرتے تھے کہ جیسے آپ ﷺ قرآن پاک کو آکسیجن سمجھتے ہوں۔آپ ﷺ کے نزدیک پرچم الٰہی بلند کرنا ہی جہاد ہے۔اس مضمون کے ابتدائی حصے میں حضور پاک ﷺ کی حربی مہارتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دفاعی تدابیر کے علاوہ آپ ﷺ نے علاقے میں مسلسل اور مستقل گشت کا نظام بھی مرتب کیا۔اہل مکہ کی زندگی وادی غیر ذی زرع کی وجہ سے صرف تجارتی اسباب اور سامان کے ساتھ وابستہ تھی جس کے لئے ان کے گروہی اور اجتماعی تجارتی قافلے مختلف موسموں میں روانہ ہوتے اور یہ زیادہ تر ملک شام کی طرف جاتے تھے۔ یہ تجارتی کاروان جس شاہراہ پر نکلتا تھا وہ مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی۔اس لئے آپ ﷺ نے اس کی احتیاط کے ساتھ ناکہ بندی کر کے اہل قریش کو اپنی صورت حال کے لئے ہمہ وقت متوجہ رکھا۔اس شاہراہ کے اردگرد آپ ﷺ خود بھی فوجی دستے لے کر نکلتے اور بہت سے سرایا بھی دشمن کے تجارتی قافلوں اور ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لیے بھیجتے رہتے تھے۔جاسوسی کے اس نظام نے دفاع کو بہت مستحکم کیا۔کفر و اسلام کا بڑا معرکہ میدانِ بدر میں رونما ہوا۔اس معرکہ میں خفیہ نظام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔آپ ﷺ کے جاسوس شام تک ان تجارتی قافلوں کا تعاقب کرتے، واپسی کے راستوں کا پتا کرتے نیز قافلے کے ساز و سامان اور لشکریوں کی تعداد بھی معلوم کر لیتے۔عسکری جاسوسی نظام میں دلچسپی رکھنے والوں کو جنگِ بدر کی حکمتِ عملی سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جونہی اہلِ قریش غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے دو جاسوسوں کو شام سے قریش کے تجارتی قافلے کی واپسی کے پروگرام اور معلومات کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ ان کے روانہ ہوتے ہی تیز رفتاری کے ساتھ یہاں تک پہنچیں تاکہ قافلے کے یہاں پہنچنے سے ایک دو روز پہلے ان کے بارے میں بھرپور اور ثقہ معلومات مل جائیں۔ جب وہ جاسوس یہ سب اطلاعات لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ ایک متبادل ذریعے سے یہ سب اطلاعات حاصل کر چکے تھے اس نوع کی دفاعی اور حربی سرگرمیوں اور تدابیر سے رسول ﷺ کی شخصیت کے دفاعی پہلو کا جائزہ بخوبی لیا جا سکتا ہے۔رسول ﷺ کی شخصیت میں ایک ایسی جامعیت اور ہمہ گیریت ہے کہ جس کا مشاہدہ اور مطالعہ آپ ﷺ کی سیرت کی مختلف جہات کو واضح کرتا ہے۔آپ ﷺ بیک وقت ایک صالح نوجوان، بلند اخلاق انسان، کامیاب تاجر، مثالی شوہر، شفیق والد، بہترین ہمسایہ، وعدہ و پیمان کے پاس دار، خدمت خلق کے خوگر، ناداروں اور محتاجوں کے لئے ہمدرد، پاکیزہ گفتار، شائستہ اطوار اور صادق و امین تھے۔ان صفات کے ساتھ چالیس سال تک مکہ مکرمہ میں خیر البشر کی زندگی گزارنے کے بعد آپ ﷺ سید البشر کے مقام بلند پر فائز ہوئے۔

Marfat.com

غارِ حرا کی خلوت کی عبادت وریاضت کے نتیجے میں نبوت ورسالت کے آخری تاجدار کے بطور معبوث ہوئے تو تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں پیغمبرانہ سیرت وکردار کی تاثیر سے متاثر ہوکر اڑھائی تین سو صالح افراد کا معاشرہ تشکیل پاچکا تھا۔ ہجرت کے اختتام پر آپ ﷺ مدینہ کی ریاست کے حکمران اور فرماں روا بن گئے۔ ریاست مدینہ کے دس سال میں آپ ﷺ کی شخصیت کے کئی پہلو نمایاں ہوتے گئے جنھوں نے اشاعتِ اسلام کا راستہ ہموار کیا۔ لوگوں کے دل تسخیر کیے۔ تاریخ اسلام آپ ﷺ کو سپہ سالارِ اعظم، عادل ودیان، امیرِ بیت المال، قاضی القضاۃ، اہلِ صفہ کے مبلغ، رئیسِ بزمِ مبلغین، داعی اعظم اور کئی ناموں سے اپنے لیے محترم سمجھتے ہیں۔

مالکِ کوثر وبہشت ﷺ نے اپنے کردار وعمل سے صحابہؓ کرامؓ کی تربیت اس انداز سے کی کہ وہ اسلام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوجاتے۔ آپ ﷺ کا اشارہ پاتے ہی جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے سر سے کفن باندھ لیتے۔ آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ کو جس کام کرنے کی دعوت دیتے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوجاتے۔ ایک جرنیل خواب دیکھتا ہے اور خوابوں کی تعبیر کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ صدرِ حسنِ کمالات ﷺ کا تو کیا کہنا۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر عمل حکمت سے بھرا ملتا ہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کی جاں سپاری اور جانبازی کے واقعات کو ایک جگہ قلم بند کریں تو قرطاس وقلم کی ہمت جواب دے جائے۔ عملی زندگی کی منصوبہ بندی ایک طرف اور عسکری وحربی صلاحیتیں دوسری طرف ہوں تو تاریخ اس نوعیت کا سپہ سالار پیش نہیں کرسکتی۔ جس نوعیت کا مظاہرہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کے عظیم سپہ سالار ﷺ نے ۲۸ کے قریب غزوات میں حصہ لے کر سپہ سالاری کے اَن مٹ نقوش چھوڑے۔ ۵۴ سرایا میں جنگ کی کمان اپنے وفادار اور جاں نثار صحابہؓ کے سپرد کی۔ صحابہؓ میں سے جب آپ ﷺ کسی کو جنگ کی کمان سپرد کرتے تو یہاں آپ ﷺ کی مردشناسی کا جوہر نمایاں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ اِن لشکریوں کو جنگ یا دفاع کے لئے روانگی کے موقع پر جو ہدایات دیتے' ان سے آپ ﷺ کی مدبرانہ قیادت اور حربی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

تقریباً ۸۲ معرکۂ ہائے حق و باطل میں ۲۵۹ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جب کہ باطل کے لشکروں میں شامل ۷۵۹ واصلِ جہنم ہوئے۔ مختلف سیرت کی کتابوں میں ۱۰ سال کے دوران ۱۰۱۸ نفوس کا نقصان ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی سے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو کم سے کم نقصان پہنچایا گیا۔ درخت اور کھیت غزوات وسرایا میں محفوظ رہے۔ صرف ۱۰ سال میں ایک ایسی اسلامی ریاست منظرِ عام پر آئی جس کا رقبہ

Marfat.com

۱۲لاکھ مربع میل تھا۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ کے پیشِ نظر دشمن کو تباہ کرنا نہیں بل کہ اُسے راہِ راست پر لانا تھا۔ آپ ﷺ نے ایسی حکمتِ عملی اپنائی کہ لوگ دعوتِ دین قبول کرتے رہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے بن جائیں۔ مکرمِ اسرارِ جہاں ﷺ جواں مردی، شجاعت، جرأت اور بہادری کے پیکر تھے۔ آپ ﷺ خود دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑائی میں حصہ لیتے۔ تمام غزوات میں ان سرگرمیوں کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ دفاعی جنگ اور اقداماتِ جنگ کے حوالے سے فی الفور تربیتی اقدمات اُٹھانا اور سامان حرب کو مرتب کرنا ایک قابل جرنیل کی خاص نشانی ہے۔ جیسا کہ جنگِ خندق کی کھدائی اور ہجرت کے سفر نیز غزوۂ بدر کے لشکر میں اُونٹ کی سواری کے لیے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مساوی طور پر اپنی باری حاصل کرنا بہت بڑی لیڈرشپ ہے۔ پیدل چلتے وقت اپنی باری کے مطابق پیدل چلنا اور کسی کا حق نہ مارنا انسانیت کا بھرپور انداز ہے۔ سخت بھوک پیاس میں آپ ﷺ نے جس صبر و استقامت کی مثالیں پیش کیں وہ عسکری تاریخ میں سنہری حروف سے رقم ہیں۔

ایک دفعہ مکہ کی طرف مہرِ صداقت ﷺ نے ایک سریہ بھیجوایا تو لشکر کے سپہ سالار کو ایک خط دیا اور تاکید کی کہ اسے ایک مخصوص مقام پر جا کر کھولا جائے۔ اس مقام پر امیرِ لشکر نے خط کھولا تو اس میں ہدایت درج تھی کہ آپ یہاں صرف حالات کا جائزہ لیں اور حملے کی کوشش نہ کریں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا طرزِ عمل دنیا کی عسکری تاریخ کا سبق آموز انداز ہے۔ نازشِ جملہِ موجودات میدانِ حق و باطل میں اس امر پر خاص توجہ دیتے تھے کہ اگر دشمن ہتھیار گرا دے اور آمادہ صلح ہو تو بلاوجہ جنگ و جدل میں نہیں گودنا چاہیے۔ عفو و درگزر سے لاتعداد مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور اے نبی ﷺ اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل
ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اس پر بھروسہ کرو یقیناً
وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے" (الانفال ۸:۶۱)

جنگوں میں عمومی طور پر قتل و غارت، دہشت گردی، سفاکی، عصمت دری، آتش زنی، لوٹ مار، ظلم و تشدد، وحشت و بربریت کے واقعات عام ہوتے ہیں۔ قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے۔ لیکن قربان جائیے! مالکِ کوثر و جنت ﷺ نے خود کسی پر ظلم کیا اور نہ ہی اپنے صحابہؓ کو ایسا کرنے دیا۔

آپ ﷺ عساکرِ اسلام کے سپہ سالار اور عظیم فاتح تھے۔ حقیقت میں آپ ﷺ فاتح قلوب

Marfat.com

تھے۔آپ ﷺ نے ذہنوں کو مسخر کیا اور ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا جہاں تبدیل کر دیا۔مدنی زندگی کی ان عسکری سرگرمیوں میں اوسطاً ۲۷۴ مربع میل روزانہ اسلامی ریاست کے رقبے اور وسعت میں شامل ہو رہے تھے اور سپہ سالار عالم ﷺ کی زندگی کا اپنا نقشہ کیا تھا' وہ انسانیت کی پوری تاریخ میں سادگی اور قناعت کا سب سے بڑا نمونہ تھے وہ ایک معمولی درجے کے چھپر نما مختصر سے مکان میں آخر تک رہائش پذیر رہے اور بالآخر وہی حجرہ مبارک آپ ﷺ کا مدفن بنا۔آپ ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ اور اُسوۂ کامل کے علاوہ کوئی اور ورثہ نہیں چھوڑا۔

رسول اللہ ﷺ کی سپہ سالاری کا جائزہ لیا جائے تو آپ ﷺ کی ذاتی زندگی ایک عظیم شجاعت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں خطرے کا شور اٹھا تو آپ ﷺ خود ہی اس کا پتا چلانے کے لئے نکلے۔صحابہ کرامؓ جب اس صورت حال سے مطلع ہوئے تو آپ ﷺ اس خطرے کے حوالے سے مکمل معلومات حاصل کر کے واپس آ چکے تھے۔اس موقع پر آپ ﷺ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار تھے اور تلوار آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔صحابہؓ کے مجمع کو دیکھا تو فرمایا کہ گھبرایئے نہیں میں ﷺ خطرے والی جگہ ہی سے واپس آ رہا ہوں۔آپ ﷺ کی شجاعت اور پیش قدمی کے متعدد واقعات سیرت نگاروں نے محفوظ کئے ہیں۔کمانڈر کی حیثیت سے آپ ﷺ افواج کی تیاری جس طریق پر کرتے تھے۔میدانِ جنگ کا انتخاب' مجاہدین کی صفوں کی ترتیب' جنگ سے قبل اور دوران جنگ ہدایات' مجاہدین کی سرگرمیوں میں برابر کی شرکت اور جنگ میں دشمن کے خلاف ڈٹ جانے کا جذبہ...... یہ سب وہ عوامل ہیں جو آپ ﷺ کی حربی صلاحیت اور عسکری مہارت کو واضح کرتے ہیں۔ان سب اقدامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ایک کہنہ مشق سپہ سالار تھے۔

غزوات وسرایا میں آپ ﷺ کی کمانڈ پوسٹ عصرِ حاضر کے جرنیلوں کے لیے ایک مثال ہے۔ میدانِ بدر میں جگہ کا انتخاب، صف بندی، پانی کا اہتمام، خورد نوش کا بندوبست اور قریش کو آخری بار دعوتِ حق آپ ﷺ کی بصیرت کے انمول نمونے ہیں۔معرکۂ اُحد میں بھی آپ ﷺ کی کمانڈ پوسٹ مثالی تھی۔ آپ ﷺ نے عقب کی گھاٹی پر جو تیر انداز تعینات فرمائے تھے اُن کی حکم عدولی نے جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔فرنٹ محاذ کے مجاہدین اسلام نے اہلِ قریش کے دانت کھٹے کر دیے۔قریش اپنی ہی لاشوں کو

Marfat.com

روندتے ہوئے میدانِ کارزار سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن گھاٹی کے عقب سے دشمن کا اچانک حملہ سپاہِ اسلام کے لیے پریشانی کا باعث بنا۔ بحیثیت سپہ سالار نبیٔ پاک ﷺ نے اس کڑے موقع پر جس جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا وہ ہم سب کے لیے قابلِ عمل اور قابلِ رشک ہے۔ تاجدارِ حق ﷺ نے سپہ سالاری کا حق ادا کر کے مایوس صحابۂ کرامؓ کو تسلی و تشفی دی۔ اگلے معرکہ میں دشمن کی تعداد کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی مشاورت سے خندق کی کھدائی کا اہتمام کیا۔ یہ بات قابلِ ذکر کہ آپ ﷺ نے خندق کی کھدائی میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ مساوی کام کیا۔ آپ ﷺ میدانِ جنگ میں وہی کچھ تناول فرماتے جو صحابہ کرامؓ کے حصے میں آتا۔ آپ ﷺ کے پاس بھی ویسا ہی سامانِ حرب ہوتا جیسا آپ ﷺ کے صحابہ تھام رکھتے۔ خندق دیکھ کر کفار کے سپہ سالار انگشت بہ دنداں رہ گئے۔ تاریخِ اسلام میں یہ پہلی خندق اور اس کی حکمتِ عملی اور اسلامی فوج کی طرف سے منفرد دفاع کفار کے لیے اعصاب شکن ثابت ہوئی۔ طوفان کی وجہ سے تو دشمن کے پاؤں ہی اُکھڑ گئے۔ حدیبیہ کا میدان اور اُس کے شرائط پر پورا زمانہ متحیر ہے۔ کچھ صحابۂ کرامؓ اُن شرائط پر اُس وقت نالاں تھے لیکن چند سال میں ہی آپ ﷺ کے تدبر و تفکر کی داد دیے بغیر کون رہ سکتا تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کی شرائط کا صبر و تحمل اور بردباری سے پاس رکھنا تو محسنِ انسانیت ہی کا کام ہے۔ فتح مکہ کی راہ ہموار کرنے میں معاہدہ حدیبیہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

سپہ سالارِ اعظم، محمد ﷺ کے جنگی اُصولوں سے آج بھی ہم اپنی عسکری طاقت مضبوط کر سکتے ہیں۔ یہ اُصول مسلمانوں کے تمام جرنیل جذبۂ جہاد سے اپنی زندگی کا مقصد بنالیں تو ان شاء اللہ اپنے سے کئی گنا فوج کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ شرطِ اوّل حرارتِ ایمان ہے، ایمان و یقین کے بل بوتے پر ہم دنیا کی کسی بھی بڑی طاقت سے ٹکرا سکتے ہیں۔ چند سال پہلے ہی اسلحہ کے لحاظ سے سپر طاقت روس مجاہدین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ جب مسلمان جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اللہ کی فتح و نصرت اُس کے ہم رکاب ہوتی ہے۔ وہ اللہ کا بازو اور اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اِسی جذبۂ جہاد سے وہ غالب و کار آفریں، کار کشا و کارساز بن کر منظرِ عام پر آتا ہے۔ میدانِ جنگ میں جذبۂ قوتِ ایمانی نے ہمیشہ فتح پائی ہے جب کہ طاقت کا گھمنڈ زمیں بوس ہوا ہے۔ غرور و نخوت کی عمارت ہمیشہ منہدم ہوئی۔ آج اُسی جذبے کی ضرورت ہے۔ جب ہم ایماں کی حرارت لے کر جہاد کو اپنا پیرہن بنائیں گے تو غیر اسلامی عساکر ہمارے قدموں میں ہوں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ طاقت کے فرعون ہمیشہ غرقِ دریا ہوئے۔ اُن کی شکست کے بعد اُنھیں یاد کرنے والا بھی دکھائی نہ

Marfat.com

دیا۔ایمان کی قوت ہمیشہ فتح یاب رہی۔حضور پاک ﷺ کی سپہ سالاری اور آپ ﷺ کے اُصول ہمارے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ہیں۔بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ:

جب اس نگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

یقینِ کامل ہی فتح و کامرانی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کرنے کے لیے اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں۔وہ عقابی شان سے میدانِ عمل میں اُترتے ہیں اور آگے ہی بڑھتے رہتے ہیں۔خودی اُن کا زیور بن جاتا ہے۔وہ میدانِ کارزار میں اگر زخم خوردہ بھی ہو جائیں تو وہ طاقتِ پرواز سے باردگر بہرور ہو جاتے ہیں۔خون کے دھبے اشکوں سے نہیں،خون ہی سے دھوئے جا سکتے ہیں وحشت اور ظلم کا انسداد بے کسی اور کمزوری سے نہیں بل کہ طاقت اور قوت ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

توپوں کی گھن گرج کو درماندگی کی چیخوں سے نہیں شیرانِ خدا کی گرج ہی سے خاموش کر سکتے ہیں۔آج دنیا تیسری عالم گیر جنگ کے دہانے پر ہے۔اِن حالات میں سپہ سالارِ اعظم ﷺ کا اندازِ دفاع ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

نبیٔ پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ بحیثیت ایک سپہ سالار سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قوت ہمیشہ ہار جاتی ہے اور جذبے فتح یاب رہتے ہیں۔جو کام انسان حسنِ اخلاق سے لے سکتا ہے وہ کام تلوار سے

Marfat.com

انجام تک نہیں پہنچتا۔ تمام غزوات اور سرایا سے یہی بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ زبان سب سے بڑی قوت ہے اور قلم ہمیشہ تلوار سے کہیں زیادہ تیز چلتا ہے۔ زندگی کی کامیابی کا سب سے بڑا نکتہ عمیق منصوبہ بندی ہے۔
اگر ہم آپ ﷺ کی نجی زندگی کا مطالعہ کریں تو کثیر تعداد میں ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ یکساں سلوک، رواداری، محبت اور صلہ رحمی کا یہ انداز دنیا کا کوئی بھی شخص پیش نہیں کر سکتا۔ تاریخی واقعات میں عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ گھر کی چار دیواری کے باہر کے جرنیل اندرونِ خانہ ناکام شریکِ سفر ثابت ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! مجسمِ روح افزاء ﷺ گھر اور باہر سربراہی کی یکساں صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ امن اور حالتِ جنگ میں شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں میں اتحاد و یگانگت کا سلوک دوسروں کے لیے قابلِ مثال بنانا اور تمام ازواجِ مطہراتؓ کو خوش رکھنا صفحہ ہستی پر مثلِ کہکشاں زندہ و پائندہ ہے۔ اسے ہم تاریخ عالم کا اہم ترین باب کہتے ہیں۔ حضورِ پاک ﷺ کی سپہ سالاری میں متکبر گردنیں جھک گئیں، قیصر و کسریٰ کی قوتیں پاش پاش ہو گئیں، اہلِ قریش کا غرور خاک میں مل گیا۔ سپہ سالاری اور جانثاری کی جو منفرد مثالیں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا طرۂ امتیاز تھیں اُن پر عمل پیرا ہو کر ہم آج بھی اسلام دشمن قوتوں کو زیر کر سکتے ہیں۔

مردِ سپاہی ہے، وہ اس کی زرہ لآ اِلٰہ
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لآ اِلٰہ

☆-☆-☆

Marfat.com

الجہاد و الجہاد و الجہاد

اے راہِ حق کے شہیدو، وفا کی تصویرو

مسلمان کی زندگی ایک مقصد کے گرد گھومتی ہے اور وہ مقصد پیغامِ الٰہی کی ترویج اور خدمتِ انسانیت ہے۔ جدوجہد کے بل بوتے پر ہی انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ جہاد کا لفظ جہد سے اخذ کیا گیا ہے۔ کاوش کرنا، کوشش کرنا، محنت کرنا، نظریہ اسلام میں جہاد سے مراد وہ سعی ہے جو رب العالمین کی رضا کے لیے کی جائے۔ جہاد کی کئی قسمیں ہیں۔ مال، جسم، عبادت، ریاضت، مسکراہٹ، حسنِ سلوک، تحریر و تقریر لیکن سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے زندگی کو جہاد کے جس سانچے میں ڈھالا وہ مسلمان کی زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جابر حکمرانوں اور باغی انسانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا بھی جہاد کا ایک حصہ ہے۔ جب کوئی انسان خالقِ کائنات اور مخلوقِ کائنات سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے شعائر اسلام کو مٹانے پر تُل جائے ایسی بغاوت کو کچلنے کا نام جہاد ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ کلمۂ توحید کا نعرہ بلند کرنے والے جب میدانِ کارزار میں اُترے تو باطل کے محلات میں زلزلے طاری ہو گئے۔ وہ تعداد میں قلیل تھے لیکن دشمنوں کی بھاری تعداد کو شکستِ فاش دیتے رہے۔ تاریخِ اسلام میں ایسی لاتعداد مثالیں موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان جامِ شہادت نوش کرنے کو بہت بڑی اہمیت دیتا ہے۔ آج مسلمان جس ایمان کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں وہ جہاد کا ثمر ہے۔ راہِ حق کے شہیدوں نے ہمارے لیے جو قربانیاں دیں، وہ تاریخِ عالم میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء نے دینِ الٰہی کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ وہ تعداد میں کم

Marfat.com

ہوئے لیکن جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر اُنھوں نے باطل کو نیست و نابود کر دیا۔ اُن کے نعرۂ تکبیر کی آتش نوائی نے خرمنِ باطل کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اسلام کی آبیاری کے لیے مجاہدین نے زندگی کے تمام مشاغل، مصروفیات، محبتیں، رشتے، عہدے، جاہ و حشمت، قربت داری اور دولت و ثروت پسِ پشت ڈال کر میدانِ کارزار کا رخ کیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے بہت لکھا ہے:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد کی فضیلت کے بارے میں لاتعداد مقامات پر اور بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جہاد، شہادت، قربانی کا تذکرہ قرآن پاک میں جگہ جگہ موجود ہے۔

○ ''اور (خدا کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی اور تمھارے لیے) تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین (پسند کیا) اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام) رکھا ہے۔'' (سورۃ الحج:۷۸)

○ ''اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' (سورۃ محمد:۳۱)

○ ''اے پیغمبر کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔'' (سورۃ التحریم:۹)

○ ''اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں وہ مردہ نہیں بل کہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔'' (سورۃ البقرہ:۱۵۴)

○ ''اور اگر تم خدا کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے خدا کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ خدا کے حضور میں ضرور اکٹھے کیے جاؤ گے۔'' (سورۃ آل عمران:۱۵۷۔۱۵۸)

○ ''جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بل کہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔''

Marfat.com

o ''جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

o ''اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (سورۃ آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۱)

o ''تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہے۔ (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔'' (سورۃ آل عمران: ۱۹۵)

o ''اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔'' (سورۃ النساء: ۱۶۹)

o ''تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص خدا کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے۔'' (سورۃ النساء: ۷۴)

o ''خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں یہ تو رات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (سورۃ التوبہ: ۱۱۱)

o ''اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔''

''(بل کہ) ان کو سیدھے رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا۔''

''اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔'' (سورۃ محمد: ۴۔۶)

o ''اور جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی ہوگی۔'' (سورۃ الحدید: ۱۹)

Marfat.com

نبیٔ پاک ﷺ نے قرآن حکیم فرقانِ حمید کی روشنی میں اپنی حیاتِ طیبہ کے تمام اُصول قائم کیے۔اشاعت دین کے لیے آپ ﷺ جب میدانِ عمل میں آئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت جہاد کیا اور قرآنی احکامات کو سانچے میں ڈھالتے ہوئے دشمنوں سے نبرآزما ہوئے۔حدیث، قرآنی احکامات کی تشریح کرتی ہے۔قرآن وحدیث میں کوئی تفاوت نہیں۔حضور ﷺ غزوات اور سرایا کے حوالے سے وقتاً فوقتاً ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھ کر جہاد کے حوالے سے بھی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔عہدِ حاضر میں جہاد کی اشد ضرورت ہے۔ احادیثِ نبوی ﷺ سے چند حوالہ جات نذرِ قارئین ہیں:

ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا اگر ایک شخص مال اور ناموری کے لیے لڑے تو اسے کیا اجر ملے گا؟ حبیب خدا ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔اس آدمی نے تین مرتبہ سوال دہرایا اور ہر مرتبہ نبی مکرم ﷺ یہی فرماتے رہے کہ اسے کچھ اجر نہیں ملے گا۔اس کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ہاں صرف وہی عمل قبول ہوتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں اتنا عرصہ تک بھی قتال کیا جتنا ایک اونٹنی کے دودھ دوہنے پر لگتا ہے۔اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔بشرطیکہ یہ قتال اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت سے کیا ہو۔(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔محبوبِ کبریا ﷺ نے فرمایا: کافر اور اس کا قاتل دوزخ میں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔اس طرح ایک بندے کے اندر راہِ خدا کا غبار اور جہنم کے شرار جمع نہیں ہوسکتے۔(مسلم، ابی داؤد، نسائی)

حضرت سہیلؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو ایک غزوہ کے لیے نکلنے کا حکم دیا، مگر ایک صحابیؓ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔انھوں نے گھر والوں سے کہا کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ کر اور آپ ﷺ کو الوداعی سلام کر کے جاؤں گا تاکہ آنحضرت ﷺ میرے حق میں دعائے خیر فرمادیں جو قیامت کے روز میرے لئے باعث شفاعت بن جائے۔چناں چہ جب آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز پڑھا چکے تو یہ صحابیؓ آپ ﷺ کے روبرو ہوئے اور سلام عرض کیا۔جناب مصطفیٰ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کیا جانتے ہو تمھارے ساتھی کتنا آگے نکل چکے ہیں؟ اس نے

Marfat.com

عرض کیا، جی ہاں ایک صبح وہ مجھ سے آگے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، وہ تجھ سے مشرق اور مغرب کے مابین فاصلے سے بھی زیادہ دور نکل چکے ہیں۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تم پر جہاد فرض ہے ہر امیر کے ماتحت خواہ وہ نیک ہو یا برا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ دل میں رکھا وہ نفاق کی حالت میں مرا'' (مسلم، ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں۔ فخر دو جہاں ﷺ نے فرمایا: جس نے نہ جہاد کیا نہ مجاہد کو سامان مہیا کیا اور نہ مجاہد کے اہل و عیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی، وہ قیامت کے روز شدید آفت سے دوچار ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، مالک)

حضرت سہیلؓ بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک پہرہ دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، سید الابرار ﷺ نے فرمایا: شہید کو جامِ شہادت نوش کرتے وقت اتنی ہی چبھن محسوس ہوتی ہے جتنی تم میں کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین اشخاص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، وہ مجھے دکھائے گئے ہیں ان میں پہلا شہید۔ دوسرا پاک دامن اور دستِ سوال دراز کرنے سے پرہیز کرنے والا اور تیسرا وہ جو ٹھیک اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اپنے موالی و غلاموں اور نوکروں چاکروں کا خیر خواہ ہے۔

حضرت ابوبکر بن موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میرے والد نے دشمن سے مڈبھیڑ کے دوران رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں۔ یہ سن کر ایک شخص جو خستہ حال تھا، اٹھ کر کہنے لگا اے موسیٰ! کیا تو نے فی الواقع رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے

Marfat.com

"وہ شخص ابو موسیٰؓ کی طرف لوٹا اوران سے کہنے لگا" لو ساتھیو! السلام علیکم یہ کہا اور اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی اور دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور خوب ضرب وحرب کی داد دی' یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گیا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ سرور الانبیاء ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں مارا' کسی کافر کی گردن اڑائی اور پھر اپنی زندگی کو نیکی پر استوار رکھا تو وہ شخص اور کافر دونوں آگ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

عمرانؓ بن حصین بیان کرتے ہیں سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا حتیٰ کہ میری اُمت کا آخری شخص مسیح دجال سے لڑے گا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: اب فتح مکہ کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ان میں مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی' لیکن جہاد اور جہاد کی نیت برقرار رہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔ (بخاری ومسلم)

خریمؓ بن خانک بیان کرتے ہیں۔ خاتم المرسلین ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں اپنا کچھ مال خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے سات سو گنا زیادہ اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ (ترمذی' نسائی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ شفیع اُمم ﷺ نے فرمایا: مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں سے' اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے خیر الامم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ احسانؓ نے مشرکین کی ہجو کا جواب دے کر اپنا بھی دل ٹھنڈا کیا اور میرا (ﷺ) بھی۔ (مسلم)

ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ تاجدارِ حرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ ایک وہ قطرۂ اشک جو خوفِ خدا کی وجہ سے آنکھ سے ٹپکا اور دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کی راہ میں بہا۔ ایک وہ نشان جو اللہ کی راہ میں ثبت ہوا اور دوسرا وہ نشان جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ کسی فرض کو ادا کرتے ہوئے ثبت ہوا۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔ جنگِ اُحد کے دن ایک شخص نے آ کر محبوب کبریا ﷺ سے عرض کیا "اگر میں قتل ہو گیا تو میری منزل کہاں ہو گی؟" جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: جنت میں چناں چہ یہ جواب سنتے ہی اس شخص نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینکیں اور معرکۂ کارزار میں اُتر گیا اور لڑتے لڑتے قتل ہو گیا۔ (مسلم' نسائی' احمد)

Marfat.com

ابنِ ماجہ نے ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا' بحری جنگ کا شہید بری جنگ کے دو شہیدوں کا اجر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو روحوں کے قبض کرنے کے لیے مقرر فرما یا رکھا ہے مگر شہیدِ بحر کی ارواح کو باری تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے۔ سمندر کی گھمبیری میں مبتلا ہونے والا اجر و ثواب کے لحاظ سے ایسے ہے جیسے بری لڑائی میں خون میں لت پت ہونے والا۔ دو موجوں کا درمیانی فاصلہ طے کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے اطاعتِ الٰہی میں دنیا بھر کو طے کیا۔ بری جہاد میں شہید ہو جانے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔ بحری شہید کے تمام گناہ بھی بخشے جائیں گے اور قرض بھی معاف کیا جائے گا۔ (العدۃ شرح العمدۃ بہاؤالدین المقدسی)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے بڑا خوش ہوتا ہے جو اپنے فرض کو پہچانتے ہوئے دشمن کے مقابلے کے لیے اللہ کی راہ میں نکل آیا اور بالآخر اللہ کی راہ میں اس کا لہو بہہ گیا۔ اللہ عزوجل خوش ہو کر اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو یہ صرف میرے اجر کے شوق میں اور میرے عذاب کے خوف سے لوٹ کر دشمن سے لڑا ہے حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

طلحہؓ بن عبید بیان کرتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کی معیت میں نکلے، دیکھا کہ پہاڑ کی وادی کے ایک موڑ کے اندر کچھ قبریں ہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں؟ آنجناب ﷺ نے فرمایا ''یہ ہمارے اصحابؓ کی قبریں ہیں' جب ہم کچھ دور اور نکلے اور شہداء کی قبروں کے پاس آئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''یہ ہیں ہمارے بھائیوں کی قبریں۔'' (مسند احمد)

ابو مالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کی راہ میں گھر سے نکل پڑا اور اسے موت آ گئی یا قتل ہو گیا یا اس کے گھوڑے یا اُونٹ نے اسے پٹخ دیا یا سانپ نے ڈس لیا یا بستر پر جان دی خواہ کوئی موت بھی مرا جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر رکھی تھی' وہ شہید ہے۔ (ابوداؤد)

عقبہؓ بن عامر روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خدائے بزرگ و برتر ایک تیر کی بدولت تین افراد کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تیر کا بنانے والا جو نیکی کے ارادے سے تیر بنائے۔ دوسرا مجاہد کو تیر کی مدد فراہم کرنے والا اور تیسرا تیر کو چلانے والا۔ (ترمذی)

Marfat.com

قبیلہ غطفان کے نعیم بن ہمارؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا سب سے افضل ترین شہید کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ترین شہید وہ ہیں جو میدانِ جنگ کے اندر قتل تو ہو جائے مگر منہ نہ پھیرے۔ یہ لوگ جنت کے بالا خانوں میں محوِ خرام ہوں گے۔ ان کا رب انھیں دیکھ کر مسکراتا ہے تو پھر اس کا حساب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد)

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحدی چوکیوں پر پہرہ دینا۔ دوسرے مقامات پر ہزار دنوں کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا ایسا عمل ہے جو راہِ خدا میں جہاد کے ہم پلہ ہو؟ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: اس عمل کی تمھارے اندر استطاعت نہیں ہے، دریافت کرنے والوں نے تین بار سوال کا اعادہ کیا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ یہی فرماتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص برابر روزے رکھ رہا ہو، برابر نماز پڑھ رہا ہو، برابر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کر رہا ہو، اپنے روزوں اور اپنی نمازوں میں کوئی توقف نہ کر رہا ہو، یہاں تک کہ مجاہد گھر لوٹ آئے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوعبس بن جبیرؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے دونوں پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے اسے دوزخ کی آگ نہیں چھوسکتی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بہادری کے لیے لڑتا ہے یا حمیت قومی کے لیے لڑتا ہے یا دکھاوے کے لیے لڑتا ہے۔ ان میں سے کون سی جنگ راہِ حق میں ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ راہِ خدا کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے لڑے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد وغیرہ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رہبرِ کامل ﷺ نے فرمایا: لڑائیاں دو قسم کی ہیں۔ جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لڑائی کی اور اس میں امام کی اطاعت کی اور اپنا بہترین مال خرچ کیا، فساد سے

Marfat.com

اجتناب کیا، ساتھی کے لیے سہولت پیدا کی، تو اس کا سونا' جاگنا سب اجر کا مستحق ہے اور جس نے شیخی بگھارنے اور دنیا کے دکھاوے اور شہرت کے لیے جنگ کی اور اس میں امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ کچھ ثواب لے کر نہ لوٹا بلکہ اُلٹا عذاب کا مستحق ہوا۔ (مالک' ابوداؤد' نسائی' احمد)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ حبیب خدا ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری و مسلم)

عبادہؓ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور صرف ایک اُونٹ باندھنے کی رسی کی بھی نیت کر لی تو بس اس کو وہ رسی ہی ملے گی۔ ثواب کچھ نہ ملے گا۔ (مسند احمد)

حضرت براءؓ کہتے ہیں۔ ایک آہن پوش شخص سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت طلب چاہی کہ جہاد شروع کر دوں یا پہلے اسلام لاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اسلام قبول کرو اور پھر لڑائی کرو چناں چہ اس شخص نے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر لڑائی کے میدان میں اتر گیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے تھوڑے سے عمل سے بہت بڑا اجر حاصل کر لیا۔ (بخاری' مسلم)

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ فخرِ عالم ﷺ نے فرمایا ''جو اللہ کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر راضی ہو گیا۔ اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' میں یہ سن کر متعجب ہوا۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان کلمات کا اعادہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اعادہ فرمایا اور پھر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایک اور کام ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ایک بندے کو جنت کے اندر سو درجے زیادہ بلند عطا فرمائے گا۔ عرض کیا وہ وہ کون سا کام ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' تین مرتبہ آپ ﷺ نے اس کا اعادہ فرمایا۔ (مسلم۔ نسائی)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں نے سید المرسلین ﷺ سے سنا۔ جس نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر سایہ کرے گا اور جس نے غازی کو اتنا سامان دیا کہ وہ بے نیاز ہو گیا تو اسے غازی کے برابر ہی اس وقت تک اجر ملتا رہے گا جب تک غازی شہید نہ ہو جائے اور بروایت یونسؓ جب تک غازی گھر واپس نہ آ جائے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! ﷺ اللہ تعالیٰ کو کون سا

Marfat.com

عمل زیادہ محبوب ہے ارشاد فرمایا! ''وقت پر نماز پڑھنا'' میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا عمل: فرمایا ''والدین سے حسنِ سلوک'' عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل فرمایا ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' (بخاری و مسلم)

قرآن و حدیث کی روشنی سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مسلمان کی زندگی جہاد سے عبارت ہے۔ جب وہ راہِ حق میں نکلتا ہے تو وہ اللہ کا بازو، اللہ کی زبان، اللہ کا ترجمان، اللہ کا نائب، اللہ کا خلیفہ اور اللہ کا نمائندہ بن کر میدانِ عمل میں کود پڑتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

شہادت مسلمان کے لیے غازۂ نور ہے۔ جب وہ میدانِ کارزار میں خلوصِ نیت کے ساتھ نکلتا ہے تو فتح و نصرت اُس کے قدم چومتی ہے۔ جاہ و جلال اور مضبوط ترین اسلحہ رکھنے والی قوتیں جذبۂ جہاد کے سامنے مٹی کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔ تاریخ اسلام مجاہدین کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ ابوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

اقبال

مقامِ افسوس ہے کہ بعض مسلمان جہاد میں حصہ لینے والوں اور نہ لینے والوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ شہروں میں رہتے ہوئے محاذِ جنگ پر گئے ہوئے مجاہدین کے گھروں کا تحفظ کرتے ہیں وہ بھی جہاد میں شامل ہیں۔ جو شہداء ورثاء اور لواحقین کی مدد کرتے ہیں اُنھیں بھی شہادت کی صف میں جگہ مل جاتی ہے۔ دشمن کے مقابلے میں پوری قوم حالتِ جہاد میں ہوتی ہے۔ اگر ہم اس بات کا ادراک کر لیں کہ آج اُمتِ مسلمہ حالتِ جنگ میں ہے تو دشمن کو شکست دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔

۲۱ ویں صدی میں دنیا کے مختلف علاقہ جات میں مسلمانوں کی تذلیل جذبۂ جہاد سے دوری کی وجہ سے ہے۔ کشمیر، افغانستان، چیچنیا، عراق، فلسطین، شام، لبنان اور کئی دیگر علاقہ جات میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اس ذلت میں ہماری دولت سے محبت، زندگی سے پیار اور جہاد سے خوف شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ قوم جہاد سے عاری ہے۔ ابھی چنگاریاں باقی ہیں۔ مسلمانوں کی اجتماعی

Marfat.com

سوچ ابھی زندہ ہے۔قوی اُمید ہے کہ جب مسلمان اللہ کی راہ میں جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر نکلیں گے تو راستے کی تمام رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ دہشت گردی کے خلاف جو لوگ جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔اُن کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔شہیدوں کا لہو ضرور رنگ لائے گا۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

Marfat.com

غزواتِ نبوی ﷺ

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام:۲۲۳

Marfat.com

غزواتِ نبوی ﷺ

غزوۂ الابواء یا غزوۂ ودّان:

آنحضرت ﷺ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے کمانڈر نچیف اور فیلڈ مارشل تھے۔ جنھوں نے اپنی بصیرت اور حکمتِ عملی سے دشمن کے ہروار کا مقابلہ کیا۔ اسلامی تاریخ کا پہلا غزوہ ''ودّان'' ہے۔ اس غزوہ کو غزوۂ الابواء بھی کہتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ وڈان مکہ مکرمہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ دفن ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جانشین مقرر ہوئے تھے اور جھنڈا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ فرع کے علاقہ میں اسلام کا یہ پہلا غزوہ ہوا۔ صفر ۲ھ مطابق اگست ۶۲۳ء کو حضور ﷺ ۶۰ مہاجرین کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلے کے تعاقب میں نکلے، جو شام سے مکہ جارہا تھا۔ قافلہ نکل چکا تھا۔ لہٰذا لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ آپ ﷺ پندرہ دن مدینہ سے باہر رہے لیکن دشمن سامنے نہ آئے۔ آنحضرت ﷺ ۲۰ صفر ۲ھ اگست ۶۲۳ء میں واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ بواط:

ہجرت کے تیرہویں مہینے مدینہ پر حضرت سعدؓ بن معاذ کو خلیفہ بنا کر ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ کو آنحضرت ﷺ دوسو اصحابؓ کے ساتھ پھر غزوہ کے لیے نکلے۔ آپ ﷺ بواط تک تشریف لے گئے مگر قریش سے مڈبھیڑ نہ ہوئی اور آپ ﷺ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ اسی مہینہ میں غزوہ سفوان بھی رونما ہوا۔ حضور ﷺ نے ستر اصحاب کے ساتھ بدر کے قریب وادیٔ سفوان تک کرز کا تعاقب کیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر آنحضرت ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ غزوہ بواط کو غزوۂ بدرِ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ علاقہ مدینہ منورہ سے ۴۸ میل دور شام کے تجارتی شارع پر واقع ہے۔ حضور ﷺ ربیع الاول میں ہی واپس تشریف لے آئے۔

Marfat.com

غزوۂ سفوان یا بطلب کرز بن جابر فہری / غزوۂ بدر اولیٰ:

ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء کو آنحضرت ﷺ کرز بن جابر الفہری کے تعاقب کو نکلے۔ اُس نے مدینہ کی ایک جانب ڈاکہ ڈالا تھا۔ اس غزوہ میں عَلَم سفید تھا اور حضرت علیؓ عَلَم بردار۔ اس دفعہ آپ ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ کا خلیفہ بنایا۔ حضور ﷺ نے ۷۰ اصحاب کے ساتھ بدر کے قریب وادی سفوان جو کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ینبع البحر کے قریب واقع ہے۔ اسلامی فوج نے کرز کا تعاقب کیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر آنحضرت ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ اس کو غزوۂ بدرِ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ مسلمانوں سے چھینا ہوا مال واپس مل گیا۔ کچھ سیرت کی کتابوں میں صحابہ کرام کی تعداد ۲۰۰ درج ہے۔

غزوۂ ذی العشیرہ:

ہجرت کے سولہویں مہینہ حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر فرما کر جمادی الاخریٰ ۲ھ مطابق دسمبر ۶۲۳ء کو آنحضرت ﷺ ۱۵۰ تا ۲۰۰ مہاجرین کے ساتھ پھر قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لیے عشیرہ نامی مقام کی طرف گئے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۲۵۰ کلومیٹر شارع شام کی طرف ہے۔ سفید عَلَم حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی قریش کی جماعت بھاگ گئی اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اس غزوہ میں مسلمان تعداد میں کم تھے اور کفار ساز و سامان میں ان پر فائق تھے۔ لیکن مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ قریش کے سردار عتبہ اور ولید دونوں مارے گئے۔ عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اور ولید حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

غزوۂ بدر العظمیٰ:

یہ چند افراد جو دیندار تھے، عابد تھے، زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے

قریش مکہ نے مسلمانوں کے ہجرت کیے جانے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا اور مختلف حیلے بہانوں سے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہے۔ ابو سفیان کے سامانِ تجارت کے قافلے کا بہانہ کر کے قریش مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۲ تا ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۸ تا ۱۳ مارچ

Marfat.com

۶۲۴ کو نبی پاک ﷺ نے مشاورت کے بعد بدر کے میدان پر کفار مکہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بدر ایک گاؤں کا نام ہے، ایک قول کے مطابق جو مدینہ منورہ سے تقریباً (۸۰) اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں ایک بڑا بُت خانہ تھا۔ بدر کے چاروں طرف پہاڑ ہیں مگر زیادہ حصہ ریتلا ہے۔ ساحلِ سمندر یہاں سے تقریباً (۱۰) دس میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے اور ارد گرد باغات موجود ہیں۔ ۱۷ رمضان ۲ھ کو آنحضرت ﷺ نے میدان بدر میں لشکر اسلام کی صف بندی فرمائی اور دُعا کی کہ

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

۳۱۳ مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ۷۰ کفار مارے گئے جب کہ ۱۴ صحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ کفر و اسلام کا سب سے پہلا بڑا معرکہ تھا جس نے کفارِ مکہ کی کمر توڑ دی۔ لوگوں کے دلوں پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ پرچم اسلام لہراتا رہا اور بت سرنگوں ہوتے گئے۔

جیت گئے اسلام کے غازی، ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ بنی قینقاع:

یہودیوں کی سازشیں ہمیشہ جاری رہیں۔ اس میں قبیلے بنو قینقاع نے سب سے پہلے عہد شکنی کی۔ جس کی وجہ سے ۱۵ شوال ۲ھ مطابق ۱۰ اپریل ۶۲۴ء کو حضور ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا۔ پندرہ دن کے بعد رب العزت نے اس کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور پھر یہ لوگ معاہدہ کر کے قلعہ سے باہر آگئے۔ ان کا مال ضبط کر لیا گیا اور انھیں جلاوطن کر دیا گیا۔ انھیں جب بھی موقع ملا وہ آستین کا سانپ ثابت ہوئے۔ جب آنحضرت ﷺ بدر میں کفارِ مکہ سے برسر پیکار تھے تو مدینہ کے یہودیوں نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مدینہ میں مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ جب مسلمان بدر میں فتح یاب ہوئے تو مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی طاقت سے خطرہ محسوس ہوا۔ اہلِ یہود میں بنی قینقاع سب سے جری قبیلہ تھا۔ جس نے اسلام کی اُبھرتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر سب سے پہلے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کیا اور منافقت کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہ غزوہ مشرقیہ کے مقام جو باب قباء کے قریب پیش

Marfat.com

آیا۔ مذکورہ قبیلہ یہاں آباد تھا جو مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ نبی معظم ﷺ ۳۰ شوال یعنی ۲۵ اپریل ۶۲۴ء کو واپس تشریف لائے۔

غزوۂ سویق:

میدان بدر میں ذلت آمیز شکست اور سردارانِ قریش کے قتل کی وجہ سے مکہ کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ ابوسفیان اب قریش کا رئیس تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک غسل نہ کرے گا جب تک مسلمانوں سے جنگ نہ کرے۔ چناں چہ دوسو سواروں کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ وہاں کھجور کے درخت جلا ڈالے اور ایک انصاری اور اس کے مزدور کو قتل کر ڈالا۔ اس کا منصب اس امر کا متقاضی تھا کہ وہ مسلمانوں سے غزوۂ بدر کے مقتولین کا انتقام لے۔ ۵ ذی الحجہ ۲ھ مطابق ۲۹ مئی ۶۲۴ء کو آنحضرت ﷺ ابوسفیان کے تعاقب کو نکلے۔ ابوسفیان گھبراہٹ میں ستو کے چند تھیلے چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ یہ تھیلے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ غزوہ مقام عریض مدینہ منورہ کے اندر جبل اُحد کے دامن میں وادی قناۃ میں پیش آیا۔

غزوۂ قرقرۃ الکدر یا غزوۂ قراۃ الکدر:

مسلمان فاتح کی حیثیت سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ظلمت کی تاریکیاں چھٹ رہی تھیں اور صبح اُمید طلوع ہو رہی تھی کہ نبی پاک ﷺ کو پتا چلا کہ بنوسلیم اور بنوغطفان قرقرۃ الکدر کے مقام پر اکٹھے ہو کر ایک بار پھر مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ مقام معدن بنی سلیم کا علاقہ ہے۔ یہ مکہ المکرمہ اور عراق کے راستے میں مدینہ منورہ سے ۹۶ میل پر ہے۔ نبی معظم ﷺ ۱۴ یا ۱۵ محرم الحرام کو حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ یا حضرت سباع بن غرفطہ الغفاریؓ کو اپنا نائب بنا کر ۲۰۰ صحابہ کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ علمِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اک طویل سفر کے بعد آپ ﷺ قرقرۃ الکدر پہنچے۔ تو وہاں دشمن کا نام ونشان بھی موجود نہیں تھا۔ دشمنانِ اسلام حملے سے قبل جو سامان حرب اور دیگر لوازمات اکٹھے کر رہے تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ وہ ۵۰۰ اُونٹ جو دشمن حملے کے لیے تیار کر رہا تھا وہ وہیں چھوڑ کر بھاگ

Marfat.com

گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ۱۰۰ اُونٹ بیت المال اور ۴۰۰ اُونٹ مجاہدین میں تقسیم کر دیے۔ یہ غزوہ نصف محرم ۳ ہجری جولائی ۶۲۴ عیسوی تا آخر محرم ۳ ہجری جولائی ۶۲۴ عیسوی جاری رہا۔ لشکرِ اسلام نے ثابت کر دیا۔

اسلام کی فطرت میں، قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی اُبھرے گا جتنا کے دبا دیں گے

غزوۂ غطفان یا انمار یا ذی امر:

حضور ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (قبیلہ غطفان کی شاخیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ مقام ذی امر نجد میں واقع ہے۔ نبی غطفان، بنی ثعلبہ و بنی محارب نے مل کر مسلمانوں کے خلاف یہ محاذ بنایا تھا۔ اپنے سردار عثور غطفان کی زیر قیادت اطراف مدینہ میں لُوٹ مار کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں حضرت عثمانؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر (۴۵۰) چار سو پچاس صحابہؓ کے ساتھ نجد کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ حضور ﷺ کی آمد کی خبر سُن کر غطفان قبائل پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف بنی ثعلبہ کا ایک شخص صحابہؓ کے ہاتھ لگا جس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے ۱۲ ربیع الاول ۳ ہجری ۲ ستمبر ۶۲۴ عیسوی تا ۲۳ ربیع الاول ۳ ہجری ۱۲ ستمبر ۶۲۴ عیسوی تقریباً پورا مہینہ دشمن کا دلیری سے انتظار کیا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ آخر آپ ﷺ بلا جدال وقتال ربیع الاوّل میں رجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ اس غزوہ کو غزوہ انمار یا غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ بحران یا بنی سلیم:

آنحضرت ﷺ نے غزوۂ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاول مدینہ منورہ میں گزارا۔ اوائل ربیع الثانی ۳ھ مطابق ستمبر۔ اکتوبر ۶۲۴ء میں حضور ﷺ کو خبر ملی کہ مقام بحران پر مخالفین اسلام جمع ہو رہے ہیں۔ بحران وہ مقام ہے جو مدینہ منورہ سے ۶۹ میل دور واقع ہے۔ یہاں بنی سلیم آباد رہے۔ آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا کہ حجاز کے معدن میں بنی سلیم مسلمانوں کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ عبداللہ بن اُمِ مکتومؓ کو اپنے پیچھے خلیفہ بنا کر ۳۰۰ صحابہؓ کے ساتھ بنی سلیم کے مقابلہ کی نیت سے نکلے۔ بنی سلیم آنحضرت ﷺ کی خبر سُنتے ہی منتشر ہو گئے چناں چہ آپ ﷺ چند روز وہاں قیام فرمانے

Marfat.com

کے بعد بلا جدال وقتال مدینہ واپس آ گئے۔ کچھ سیرت کی کتابوں میں ۶ جمادی الاولیٰ ۳ ہجری ۱۲۵ اکتوبر ۶۲۴ عیسوی تا ۱۶ جمادی الاولیٰ ۳ ہجری یعنی ۵ نومبر ۶۲۵ عیسوی تواریخ درج ہیں۔

غزوۂ اُحد:

غزوۂ بدر کے بعد قریش کے دلوں میں انتقام کی آگ مسلسل جل رہی تھی اور انھوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ عرب کے شاعروں اور عورتوں نے مکہ میں بسنے والے لوگوں کے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکائے، قریش والے بھرپور انداز سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انتقامی جنگ کے لیے بہت کچھ جمع کیا۔ غرض یہ کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کی نماز پڑھ کر ۶ شوال ۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۶۲۵ء کو ایک ہزار نوجوانوں کی جمعیت کے ساتھ شہر سے نکلے۔ منافق عبداللہ بن ابی تین سو نوجوانوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد ۷ سو رہ گئی تھی مگر حوصلے بلند تھے۔ ایک صحابیؓ جو ابھی کم سن تھے ان سے کہا گیا تم ابھی بچے ہو تو وہ ایڑیاں اٹھا کر کھڑے ہو گئے اور کہا میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ حضور ﷺ کو یہ ادا پسند آئی اور مجاہدین میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف مخالفین کی بھرپور تیاری تھی۔ قریش کی عورتیں جوش میں اشعار پڑھتی ہوئی ہمراہ ہوئیں۔ چوں کہ ابوسفیان کو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی اور مقتولینِ بدر کا بدلہ لینے کے لیے بھی وہی قریش کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اس لیے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کے لیے ابوسفیان نے پوری کوشش شروع کر دی۔ ابو سفیان قریش اور اُن کے حلیف قبائل کو ملا کر تقریباً تین ہزار کا لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ الغرض قریش اس تعداد اور جنگی سامان کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقامِ عینین میں آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ قریش تین ہزار تھے جن میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے۔ جب فریقین میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تو مسلمانوں کے دلیرانہ حملوں سے قریش کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اِدھر اُدھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے۔ کفار کی ہمت بندھانے والی عورتیں بھی پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے ایک پہاڑی پر چند تیر اندازوں کو تعینات کیا تھا لیکن وہ تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے اور اس طرح ابوسفیان کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ اس غزوہ میں ۷۰ مسلمان شہید اور ۴۰ زخمی ہوئے۔ کفار کے ۳۰ آدمی مارے گئے۔ اس غزوہ میں حضرت عمرو بن ثابتؓ، جن کا لقب اصیرم تھا، شہید ہوئے یہ پہلے صحابی تھے

Marfat.com

جنہوں نے بڑی ہمت سے جنگ لڑی اور نہیں ڈگمگائے وہاں جنت میں شامل ہو گئے۔ اس جنگ کا کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکا مگر تقریباً برابر کی لڑائی تھی۔ ہم کامیاب ہو گئے۔ حضور ﷺ نے شہیدوں کے کفن دفن کا حکم دیا۔ یہاں کی گئی یہ بہادری کا معیار اسلام کی لڑائی میں شہیدوں پر بنا کی گئی۔

غزوۂ حمراء الاسد:

غزوۂ احد کے بعد کی حالت مسلمانوں کے ذہن پر چھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ واپس مدینہ پہنچ کر لیکن آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے دست و بازو اور ہمت کی پرواہ کرنے کی دعوت دی۔ ان کی عسکری تربیت کی۔ غزوۂ حمراء الاسد میں ... تھی۔ آپ ﷺ نے تعاقب کرتے ہوئے حمراء الاسد مقام پر پڑاؤ کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ۶۳۰ مجاہدین تھے۔ جب کہ دشمن ... کی تعداد زیادہ تھی کفار کے ساتھ شدید ... نفسیاتی ... ہو گیا۔

ہم زندگی کی راہ میں ہارے ضرور ہیں
ہمت کسی محاذ پہ ہم نہیں ہارے

حضور پاک ﷺ نے یہ حکمت عملی کا مظاہرہ کیا جس سے دشمن خوف زدہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس مقام پر ۸ شوال ۳ ہجری تک ... ۳ ذیقعدہ ۳ ہجری ... عیسوی تک قیام کیا اور مسلمان مجاہدین کو اتحاد اور شجاعت کا درس دیا۔

غزوۂ بنو نضیر:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہودیوں نے مدینہ میں شہر مدینہ کے قریب پہاڑی پر مستحکم قلعے بنا رکھے تھے۔ صاحب ہجرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئی معاہدے کیے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ جانی و مالی نقصان بھی ہوا۔ دشمن اس تاک میں تھا کہ مسلمانوں کو پھر شکست سے دوچار کیا جائے جب کہ یہ لوگ رسول ﷺ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ قتل و شہید کرنے کی سازش چل رہی تھی۔ خبر ملنے پر ... تیار ہو کر ... حالات میں نبی پاک ﷺ ربیع الاول ۴ ہجری کے مطابق اگست ۶۲۵ء اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنو نضیر قبیلہ کی طرف چلے۔ یہ قبیلہ مدینہ منورہ سے

Marfat.com

جنوب مشرق میں حرہ واقیم میں آباد تھا۔ بنی نضیر یہودیوں کا با اثر قبیلہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً ۱۵ دن بنونضیر محاصرہ میں رہے۔ یہودیوں کو بنی قریظہ سے توقع تھی کہ وہ اسلام دشمنی نبھائیں گے اور مدد کو پہنچیں گے لیکن بنوقریظہ بھی موقع پر نہ پہنچا۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ کچھ یہودی خیبر کو اور کچھ شام کی طرف بھاگ نکلے۔ بنونضیر کے دو آدمی مسلمان ہو گئے۔ بنونضیر کے جلاوطن ہونے سے مسلمانوں کو بہت سامالِ غنیمت حاصل ہوا۔ یہودیوں کی کمر اور قوت ٹوٹ گئی اور مدینہ اُن کی سازشوں سے محفوظ ہو گیا۔

غزوۂ بدر الموعد یا غزوۂ بدر الثالث:

آنحضرت ﷺ سپہ سالار کی حیثیت سے منظرِ عام پر آ چکے تھے۔ کفارِ مکہ کے کئی قائدین کے سر قلم ہو کر واصلِ جہنم انجام کو پہنچ چکے تھے۔ اسلام اپنی روشنی پھیلا رہا تھا لیکن یہودی اور منافق اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ''الصفراء'' بدر کے قریب واقع ہے جہاں قمری سال کے مطابق ماہ ذیقعد میں ایک تجارتی میلے کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ اس میلے کی وجہ سے اہلِ عرب کو تجارتی فائدہ ضرور ہوتا تھا۔ ''موعد'' دراصل وعدے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ابوسفیان نے چیلنج کر رکھا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرے گا۔ ابوسفیان نے تقریباً ۲ ہزار جنگجو تیار کیے۔ اِدھر شمعِ رسالت ﷺ کے ۱۵ سو پروانے سروں سے کفن باندھ کر تیار ہو گئے۔ ایک طرف جذبۂ قوتِ ایمانی تھا اور دوسری طرف لاؤ لشکر۔ لیکن ابوسفیان پر خوف طاری تھا۔ وہ موت کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہوئے میدان سے باہر بھاگ گیا۔ نہ تصادم کی نوبت آئی اور نہ ہی کوئی نقصان دیکھنے کو ملا۔ قائدِ فوجِ اسلام، دافعِ جیوشِ اصنام حضور ﷺ ۲۶ شوال ۴ ہجری مطابق ۲۱ مارچ ۶۲۶ء تا ۱۲ ذیعقدہ ۴ھ مطابق ۱۸ اپریل ۶۲۶ء میدانِ عمل میں رہے لیکن اہلِ کفار کو منہ کی کھانا پڑی۔ ابوسفیان کا چیلنج خاک میں مل گیا۔

غزوۂ ذات الرقاع:

آنحضرت ﷺ، حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر جمادی الاولیٰ ۴ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۵ء کو چار سو یا سات سو صحابہؓ کے ہمراہ نجد کی طرف روانہ

Marfat.com

ہوئے۔ ذات الرقاع یہ مقام سعد وشقراء کے درمیان نجد میں ہے۔ جہاں زمین نوکدار اور پتھریلی ہے۔ رقاع کے معنی کپڑے کی پٹیاں ہیں۔ جب حضور ﷺ نجد پہنچے تو بنی غطفان کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ پر آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ واپسی پر آنحضرت ﷺ اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکا کر خود اُس کے سایہ میں استراحت فرمانے لگے۔ ایک مشرک آیا اور تلوار اُتار کر اُسے حرکت دینے لگا۔ پھر حضور ﷺ سے پوچھا کہ بتلایئے اب میرے ہاتھ سے آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "خدا بچانے والا ہے۔" آپ ﷺ کے رعب وجلال سے تلوار اُس کے ہاتھ سے گرگئی، اُس پر کپکپی طاری ہوگئی اور اُس نے کانپتے ہوئے تلوار غلاف میں بند کر کے پھر درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ مؤرخین نے اس مشرک کا نام غورث بن حارث لکھا ہے۔ بعض کتب میں اس غزوہ کی تاریخ ۱۰ محرم ۵ ہجری ۱۱ جون ۶۲۶ عیسوی تا ۲۵ محرم ۵ ہجری ۲۶ جون ۶۲۶ عیسوی درج ہے۔ لیکن یہ بات مشترک ہے کہ فریقین میں جنگ کی نوبت نہ آئی۔

غزوۂ دومتہ الجندل:

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے جمع ہو رہے ہیں۔ اس مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہؓ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرما کر ۲۵ ربیع الاول ۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ء کو مدینہ سے ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ دومۃ الجندل چوں کہ مدینہ سے ۱۵ روز کی مسافت پر تھا کیوں کہ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۵ سو میل دور شام کی طرف واقع ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے رہبری کے لیے بنی عذرا کا ایک شخص اپنے ہمراہ لے لیا تھا۔ مشرکین کو جب آپ ﷺ کی اطلاع ہوئی تو منتشر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے چند روز تک یہاں قیام فرمایا اور مختلف اطراف میں فوج بھیجی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ ﷺ بلا جدال وقتال مدینہ لوٹ آئے۔ اس دوران قیصرِ روم کا ایک آدمی گرفتار ہوا جس نے اسلام قبول کرلیا۔ عیسائیوں پر اس مہم کا گہرا اثر ہوا اُن کی ہمت جواب دے گئی اور مسلمانوں کی عسکری قوت کی دھاک بیٹھ گئی۔ یاد رہے محبوب ربّ العزت ۲۰ ربیع الثانی ۵ ہجری یعنی ۱۸ ستمبر ۶۲۶ عیسوی تک دانشِ برہانی کا مظاہرہ کرتے رہے۔

Marfat.com

غزوۂ المریسیع یا غزوۂ بنی مصطلق:

مریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں ۳ شعبان ۵ ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۶۲۶ء کو بنو مصطلق سے اہلِ اسلام کا مقابلہ ہوا۔ بنو مصطلق بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ صحابہ حکم ملتے ہی فوراً تیار ہو گئے۔ تیس گھوڑے ہمراہ لیے جن میں دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے۔ اس دفعہ مالِ غنیمت کی لالچ میں منافقین کا ایک گروہِ کثیر بھی ساتھ ہو لیا جو اس سے پیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ عبداللہ بن ابی کی منافقانہ کارروائیاں جاری رہیں۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا جسے کفار نے مخبری کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ جب کفار کو آنحضرت ﷺ کی آمد اور جاسوس کے قتل کی اطلاع ملی تو ان پر اتنا رعب چھا گیا کہ حارث کے قبیلہ کے سوا دیگر قبائل کے تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ کفار کے دس آدمی قتل ہوئے اور باقی تقریباً ۶۰۰ سپاہی گرفتار کر لیے گئے۔ رئیس قبیلہ حارث کی بیٹی جویریہ بھی گرفتار ہوئیں جنھیں آزاد کر دیا گیا۔ بعد ازاں وہ حضور ﷺ کے عقد میں آئیں۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

غزوۂ خندق یا غزوۃُ الاحزاب:

بنو نضیر نے خیبر میں آباد ہونے کے باوجود مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور ان کی بربادی کے مشورے کیے۔ مکہ کے تمام قبائل مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔ کفار چوں کہ نفسیاتی طور پر سپہ سالارِ اعظم نبی معظم ﷺ سے خائف تھے یکے بعد دیگرے شکست کا سامنا کرنے بعد اُنھوں نے تمام سرداروں کو سر جوڑ کر مدینہ پر حملے کے لیے تیار کیا۔ کفار کا خیال تھا کہ وہ متحد ہو کر ریاستِ مدینہ کو ختم کر دیں گے لیکن یہ اُن کی خام خیالی تھی۔ محبوبِ دو جہاں ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا اور اس طرح حضرت سلمان فارسیؓ کی تدبیر سے خندق کھودی گئی۔ یہ غزوہ مدینہ منورہ کے اندر جبل سلع کے مغرب میں وادیٔ عقیق اور جبل زباب کے درمیان جبل سلع کے دامن میں ہوا۔ خندق کھودنے میں حضور ﷺ نے بھرپور شرکت فرمائی۔ ۸ ذیقعد ۵ ھ مطابق ۳۱ مارچ ۶۲۷ء کو شہنشاہِ کون و مکاں ﷺ ایک مزدور کی حیثیت سے خندق سے مٹی نکال نکال کر باہر پھینک رہے تھے۔ سر سے پاؤں تک گرد و غبار سے اٹا وجود، تین تین دن کا فاقہ اور پھر یہ محنت طلب کام مگر

Marfat.com

یقین کامل، خدا پر پختہ ایمان اور بلند عزم وہمت کے سامنے مشکل سے مشکل گھڑی بھی ہیچ ہو جاتی ہے۔ اس لڑائی کے دوران نبی کریم ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اتنے اہمیت والے کام کے دوران اگر نمازیں قضا ہو جائیں، تو بعد میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، اس سے جہاد اور نماز دونوں کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اُمتِ مسلمہ راہِ حق کو اتنی اہمیت دے کہ وہ اپنی فرض نماز، قضا کے ساتھ بھی ادا کر سکے۔

اس لڑائی میں مسلمان مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی ہمت وحوصلے سے کام لیا اور وہ کارنامے انجام دیئے کہ تاحشر مثال رہیں گے۔ اس جنگ میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کی پھر سے کفار پر دھاک بیٹھ گئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار اور کافروں کی تعداد دس ہزار تھی۔ خندق چھے روز میں تیار ہوئی اور محاصرہ بیس دن جاری رہا۔ چوں کہ بہت سے قبائل نے مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی اس لیے اسی غزوہ کا دوسرا نام غزوہ احزاب مشہور ہوا۔ یاد رہے بعض مورخین غزوۂ خندق کو ۲۷ یا ۲۸ شوال ۵ ہجری ۲۲ یا ۲۳ مارچ ۶۲۷ عیسوی تا ذیعقدہ ۵ ہجری ۱۴ اپریل ۶۲۷ عیسوی لکھتے ہیں۔ جنگ خندق سالارِ اسلام کی بصیرت حکمتِ عملی دانش مندی اور منصوبہ بندی کا عظیم مظاہرہ ہے۔

غزوۂ بنی القریظہ:

مدینہ کے قرب وجوار میں یہودیوں کے قبیلے آباد تھے۔ انھیں خاتم النّبیین ﷺ کے ظہور کا علم تھا۔ اپنے آباؤ اجداد اور اُن کی کتب سے حضورِ قدسی ﷺ کی بعثت کا علم ہونے کے باوجود، وہ حسد کی آگ میں جلتے رہے۔ کئی صادق اور امین کہنے والے بھی اعلانِ نبوت کے بعد آنحضرت ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ یہودیوں کی اسلام دشمنی بہت پرانی ہے۔ بنو قریظہ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے انہدام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ غزوۂ خندق کے بعد ذی الحجہ ۵ھ مطابق اپریل مئی ۶۲۷ء کو بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے صبر واستقلال سے محاصرہ جاری رکھا۔ تقریباً ایک ماہ محاصرہ جاری رہا۔ یہودیوں کے افواہ سازیوں کے تمام حربے ناکام ہو گئے۔ خانہ جنگی کی یہودی سازشیں دم توڑتی گئیں۔ کفار کے ۸ سو مرد قیدی ہوئے علاوہ ازیں ایک ہزار عورتیں اور بچے بھی مقید رہے۔ بنو قریظہ کی غداری اُن کے لیے وبالِ جان ثابت ہوئی۔ صحابۂ کرام ؓ نے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے واپسی تک حضرت ابنِ اُمِ مکتوم ؓ کو

Marfat.com

مدینہ میں اپنا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ شیرِ خدا نے غزوۂ احزاب والا پرچم یہودیوں کے قلعہ پر گاڑ دیا۔ بعض مورخین اس غزوہ کو ذیقعدہ ۵ ہجری مطابق اپریل ۶۲۷ عیسوی تا ذی الحجہ ۵ ہجری اپریل ۶۲۷ عیسوی تحریر کی ہے۔

غزوۂ بنی لحیان:

ربیع الاول ۶ ھ مطابق ۱۴ جولائی ۶۲۷ء کو حضور سرورِ دو عالم ﷺ بہ نفسِ نفیس حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا بدلہ لینے کے لیے دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ لحیان یہ ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔ جو الرجیع نامی مقام پر آباد تھے اور یہ مدینہ منورہ اور مکہ کے درمیان ایک وادی ہے جہاں وقوع پذیر ہوا۔ بنو لحیان آپ ﷺ کی خبر پاتے ہی پہاڑوں میں چھپ گئے۔ حضور ﷺ نے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور آس پاس چھوٹی چھوٹی مہمات روانہ فرمائیں۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی معہ دس سواروں کے حصہ لیا۔ جب کوئی مقابلہ پر نہ آیا تو آپ ﷺ بلا کسی نقصان کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ کئی مورخین نے غزوہ بنی الحیان کی تاریخ ۲۹ صفر ۶ ھ، ۲۰ جولائی ۶۲۷ء تا ۱۴ ربیع الاول ۶ ھ، ۱۴ اگست ۶۲۷ء تحریر کی ہے۔ اس غزوہ کی سب سے بڑی اہمیت مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا اظہار ہے۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے اس غزوہ میں مقام عسفان پر نمازِ خوف ادا کی اور دو مجاہدوں کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا اور پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار بنا کر مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ تصادم نہ ہوا لیکن دشمن پر ہیبت طاری ہو گئی۔

غزوۂ ذی قرد یا غزوۂ غابہ:

اشاعتِ اسلام کے لیے کئی غزوات ہوئے۔ اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے منتہائے جمال، انتہائے کمال محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام تر صعوبتوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ غزوۂ ذی قرد بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ربیع الآخر ۶ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء کو نبیٔ معظم ﷺ ایک غزوہ میں شریک ہوئے۔ بلادِ غطفان کے قریب ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہاں رسول کریم ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ غابہ عربی میں جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چند مورخین غزوۂ غابہ کے بارے میں ۱۶ ربیع الاول ۶ ہجری یعنی ۵ اگست ۶۲۷ تا ۲۳ ربیع الاول ۶ ہجری مطابق ۱۳، ۱۱ اگست

Marfat.com

۶۲۷ عیسوی کو وقوع پذیر تحریر کرتے ہیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اُونٹ دیکھنے کے لیے بھیجا۔ اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوع بھی تھے۔ یہ اصحاب ابھی راستے میں ہی تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری یا عبدالرحمٰن بن عیینہ نے چراگاہ پر چھاپہ مارا اور سب اُونٹ ہانک کر لے گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ راعی حضرت ابوذرؓ کے لڑکے تھے، جن کو حملہ آوروں نے شہید کر دیا اور ابوذرؓ کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔ سلمہ بن الاکوع کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُن لوگوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ''یا صباحا'' کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گُونج اُٹھا۔ سلمہ بن اکوعؓ بڑے قادر تیر انداز تھے۔ انھوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو چشمہ پر جا لیا۔ یہاں تک کہ حملہ آوروں سے نہ صرف تمام اُونٹنیاں چُھڑا لائے بلکہ تیس یمنی چادریں بھی چھین لیں۔ حضور ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو پہلے چند سوار روانہ فرمائے پھر پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر خود روانہ ہوئے۔ جو سوار حضور ﷺ سے پہلے پہنچ چکے تھے اُنھوں نے دُشمن سے مقابلہ کیا اور مشرکین کے دو آدمی قتل کیے۔ اس غزوہ میں تین مسلمان شہید اور ایک مسلمان عورت زخمی ہوئی۔ اس غزوہ کی سب سے بڑی فتح یہ تھی کہ یہ علاقے چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ ہو گئے۔

غزوۂ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ:

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے۔ جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ گاؤں مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عُمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ تقریباً چودہ سو صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لشکر اسلام نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا اور حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو جاسوس بنا کر آگے بھیجا۔ عسفان کے قریب غدیر اشطاط پر اسلامی لشکر پہنچا تو حضرت بشرؓ نے آکر اطلاع دی کہ قریش اور اس کے حلیفوں کے آٹھ ہزار افراد مغربی جانب ''بلدح'' میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ دو سو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید ''کراع الغمیم'' کی گزرگاہ پر حملے کے لیے تاک میں ہیں۔ یک شنبہ یکم ذیقعد ۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۸ء کو حضور ﷺ نے راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ میں جا کر قیام کیا، خالد بن ولید نے محسوس کیا کہ مسلمان راستہ تبدیل کر گئے ہیں تو قریش کو نئی صورتحال

Marfat.com

سے آگاہ کیا۔ حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے قریش سے بات چیت کے لیے مکہ بھیجا۔ افواہ پھیلی کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھ گئے ہوئے دس ساتھی شہید کر دیے گئے۔ جس کے بعد بیعت رضوان کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔ بیعت رضوان کی خبر نے قریش کو مرعوب کر کے صلح پر آمادہ کیا۔ مصالحتی گفتگو کے لیے قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ چند شرائط پر دس سال کے لیے صلح ہوئی۔ بیس دن یا ایک ماہ حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا، واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی، قرآن حکیم نے صلح حدیبیہ کو "فتح مبین" قرار دیا۔ نبی پاک ﷺ کی بصیرت، حکمت اور دانائی کی وجہ سے یہ تاریخی دستاویز منظر عام پر آئی۔ منافقین کے صحیح چہرے منظر عام پر آئے۔ انٹیلی جینس یعنی محکمہ خفیہ کی سربراہی بھی نبی پاک ﷺ کے حصے میں آئی۔ بعض کتب میں صلح حدیبیہ کے اس معرکہ کو آخر شوال ۶ھ مارچ ۶۲۸ء تا آخر ذیقعدہ ۶ھ مطابق اپریل ۶۲۸ء درج کیا ہے۔

غزوۂ خیبر:

خیبر کے مقام پر یہودیوں کے کئی قلعے آباد تھے۔ خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو بیس کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور راستہ قدیم شارع شام بھی کہلاتا ہے۔ اس کے آگے تیما اور تبوک ہیں۔ یہ یہودیوں کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء کو آپ ﷺ کے ساتھ ۱۶ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر تھا۔ جنھوں نے ان قلعوں کا محاصرہ کیا، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواں مردی سے لڑے۔ یہودیوں کا سردار مرحب، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ اس سردار کے مارے جانے کے بعد یہودیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھرپور حملہ کیا مگر ان کے سردار ایک ایک کر کے مارے گئے اور بالآخر یہودیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ اس طرح خیبر فتح ہو گیا جو کہ مسلمانوں کے لیے ایک عظیم الشان کامیابی تھی۔ اس جنگ کے دوران حضور ﷺ کو زہر ملا کر حضرت حفصہؓ کے ہاں ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا جب آپ ﷺ تناول فرمانے لگے تو پہلا ہی نوالہ اگل دیا۔ اگرچہ غزوۂ خیبر میں کوئی گھمسان کی لڑائی نہ ہوئی لیکن مختلف اوقات میں تصادم ہوتے رہے۔ جس میں ۹۳ یہودی دوزخ روانہ ہوئے۔ جب کہ ۱۷ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اسی دوران حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمان بھی حضرت

Marfat.com

جعفرؓ بن ابی طالب کی سربراہی میں مدینہ پہنچ گئے۔ غزوہ خیبر نے دشمنانِ اسلام کی کمر توڑ دی۔ یہ غزوہ اسلامی تاریخ کا ایک منور باب ہے۔ مسلمانوں پر فتح و نصرت کی بارشیں ہونے لگیں اور دنیا ایک عظیم روحانی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور انقلابی دروازے تک آ پہنچی۔

غزوۂ فدک یا وادی القریٰ:

محرم ۷ھ میں منافقین اور مفسدین نے یہودیوں کے کئی قبائل کو اپنے ساتھ ملا یا۔ چوں کہ یہودیوں کے سینے انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ نفرت اُن کی سرشت میں شامل تھی۔ کینہ، بغض اور حسد اُن کے خون میں سرایت کر چکا تھا۔ شر، اُن کی طبیعتوں کا خاصا بن کر سامنے آیا تھا۔ فدک کے مقام پر یہودیوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد نبی پاک ﷺ نے فدک کے یہودیوں کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا۔ خیبر اور تیمہ کے درمیان فدک وادیٔ القریٰ کی ایک بستی ہے۔ نہایت حسین و جمیل، ذرخیز، شاداب اور کئی حوالوں سے صحت افزاء مقام ہے۔ حضور پاک ﷺ ۱۶۰۰ مجاہدین لے کر فدک کے قریب پہنچے۔ اسی اثناء میں یہودیوں کو حضور پاک ﷺ کی آمد کا علم ہوا۔ انھوں نے موقع محل دیکھتے ہوئے صلح کی درخواست کی۔ یہودیوں نے زرعی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دینے کا وعدہ کیا۔

فتح مکہ:

تاریخِ اسلام میں فتح مکہ کو خاص اہمیت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ سلطانِ دین و ملت، شمعِ ہدایت نے آنکھ کھولی۔ مکۃ المکرمہ، مدینہ منورہ سے چار سو پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ کسی زمانہ میں یہ پیدل کا راستہ چھ یا سات دن کا ہوتا تھا۔ پرچم اسلام اِسی مقام پر لہرایا۔ اِسے غزوۂ الفتح الاعظم بھی کہتے ہیں۔ معاہدہ حدیبیہ میں جہاں اور باتیں طے پائی تھیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ فریقین میں سے جس سے ملنا چاہیے اُسے ملنے کی اجازت ہوگی اور دوسرا فریق مسلمانوں یا قریش مکہ کے حلیف قبائل سے نہیں اُلجھے گا اور دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ دو سال تک تو اس معاہدہ کے مطابق عمل ہوتا رہا

Marfat.com

مگر ۸ھ میں رؤسائے قریش نے قبیلہ بنو بکر کو مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ پر اُبھارا۔ اس پر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے راتوں کو بھیس بدل کر بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں بنو بکر کی امداد کی۔ قبیلہ بنو بکر کے چالیس آدمی کسی طرح دربارِ رسالت مآب ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی عہد شکنی کی۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان سے جنگ کی اور دس ہزار مسلمانوں کے لشکر نے مکہ پر چڑھائی کی اور آخر اس جنت نگاہ مکہ مکرمہ کی فتح کا دن آ گیا جس کا نیلا آسمان اور سرزمین مسلمانوں کے لیے جنگ نظیر سے کم نہ تھی۔

دوشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کا سورج جب اپنی کرئیں بکھیرنے لگا تو نبی کریم ﷺ دس ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے ساتھ فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوئے۔ آج وہ دن آ گیا تھا کہ انجیل کی پیش گوئی پوری ہونی تھی۔ ادھر قریش والے بے خبر تھے کہ لشکر اسلام پہنچ گیا اور فتح کا علم سربلند ہوا۔ فتح کا پیغام لے کر آج سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ادھر فلک کا آفتاب روشن تھا ادھر زمین پر موجود آفتاب رسالت ﷺ فتح کا نور برساتے مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ آفتاب رسالت محمد ﷺ اس فتح پر اپنے معبود کے احسان میں سر جھکائے سورۃ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آج تو مکہ کی فضا بھی جھوم جھوم کر اپنے آقا ﷺ کا استقبال کر رہی تھی۔ ایک وجد طاری کر دینے والا سماں تھا۔ دو جہاں کے آقا ﷺ اپنے مالک کے احسان کے بوجھ سے گردن جھکائے، انوار بکھیرے آہستہ آہستہ اونٹ پر سوار چلے آ رہے تھے۔

غزوۂ حنین یا غزوۂ ہوازن:

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ عرب کا مشہور بازار ذوالمجاز، جو عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اسی کے دامن میں ہے۔ اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہاں قبائل ہوازن و ثقیف آباد تھے۔ جب مشرکین کا لشکر طائف کے شمال مشرق میں کوئی ۳۰۔۴۰ میل پر مشہور مقام وادیٔ اوطاس میں اُترا۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ مطابق جنوری، فروری ۶۳۰ء کو پیش آیا، فتح مکہ سے دشمن مرعوب ہو گئے مگر ہوازن اور ثقیف کے جنگجو آتش فشاں بن گئے اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور

Marfat.com

مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ کچھ لمحے کے لیے تو اسلامی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ نو مسلم اور ناتجربہ کار لوگ اور کچھ دوست قبائل کے غیر مسلم لوگ بھی تھے لہٰذا کسی کو اپنے پرائے کی خبر نہ رہی۔ دشمن تاک تاک کر تیر برسانے لگا۔ سبھی حواس باختہ ہو گئے۔ سوائے حضور ﷺ کے۔ آپ ﷺ نے پکار کر کہا ''میں نبی ﷺ ہوں جھوٹا نہیں ہوں'' پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم ہوا کہ مہاجر اور انصار کو زور سے پکارو، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پکار کام کر گئی اور مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ دشمن اونٹ مال اسباب، عورتیں اور بچے مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

غزوۂ طائف:

مخالفینِ اسلام غزوۂ حنین کی شکست کے بعد انتقامی کارروائیوں کے لیے طائف میں جا پہنچے اور انھوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ طائف جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اپنے دفاع کے لحاظ سے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا اُس کی شجاعت ودلاوری کی شہرت تمام عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورے عرب میں یہ واحد قبیلہ تھا جو قریش کی ہمسری کا دم بھرتا تھا۔ اس کا سردار ابُوسفیانؓ کا داماد عروہ بن مسعود تھا۔ طائف میں ایک قلعہ تھا، اہل شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کر کے اس کے چاروں طرف منجنیقیں (پتھر پھینکنے والی مشین) نصب کر دیں اور خود اس میں پناہ گزیں ہو گئے۔ طائف مدینہ منورہ سے ۵۰۳ کلومیٹر اور مکہ سے ۸۸ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ سطح سمندر سے ۶ ہزار فٹ پر واقع ہے۔ حضورِ پاک ﷺ ۱۴ شوال ۸ھ یعنی ۳ فروری ۶۳۰ء عیسوی سے یکم ذیقعدہ ۸ ہجری ۲۰ فروری ۶۳۰ء عیسوی یہاں ٹھہرے۔ حضورِ پاک ﷺ نے سنگ باری کے باوجود اہل علاقہ کو ہزاروں دعاؤں سے نوازا۔ حضور ﷺ کی پیش گوئی تھی کہ اس علاقے میں اسلام کی کرنیں پھیلیں گی تو یہ سچ ہوا اور اب تک یہاں کئی اسلامی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔

غزوۂ تبوک یا غزوۂ عسرت:

تبوک مدینہ منورہ سے ۷سو کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ قبل از اسلام اسے کوئی شہرت حاصل نہ تھی۔ سپہ سالارِ اعظم حضور ﷺ کے غزوۂ تبوک کی وجہ سے یہ آج مقبول عام ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا آخری اور عظیم الشان غزوہ، جنگ موتہ کے بعد رُومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔غسانی خاندان جو مذہباً عیسائی اور رُومی سلطنت کے زیرِ اثر تھا۔قیصرِ روم کی طرف سے اس مہم پر متعین ہوا۔شام کے نبطی سوداگر جو روغن زیتون وغیرہ فروخت کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے۔ انھوں نے شام میں رُومیوں کے ایک لشکرِ جرار کے جمع ہونے اور کیل کانٹے سے لیس بلقاء تک پہنچ جانے کی خبر دی۔مزید بتایا کہ اس فوج میں قبائل لخم، جذام اور غسان بھی شریک ہوگئے ہیں۔اس پر مستزاد عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا کہ محمد ﷺ انتقال کر گئے ہیں اور عرب قحط کی شدّت کے باعث بھوکوں مر رہے ہیں چناں چہ ہرقل نے ان حالات کے پیشِ نظر عرب پر حملہ کرنے کے لیے چالیس ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا۔تمام صحابہ کرامؓ نے جہاد کے ساز و سامان کے لیے بڑھ چڑھ کا عطیہ دیا۔حضرت صدیق اکبرؓ اپنا سب کچھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس طرح دیگر اصحابہ کرامؓ نے بھی دل کھول کر عطیات دیئے۔سیرت کی کچھ کتب میں لکھا ہے کہ (۸۲) اعراب نے جنگ میں شرکت سے معذرت کی۔ حضور ﷺ کے ساتھ ۳۰ ہزار صحابہ، ۱۰ ہزار گھوڑے، مدینہ منورہ سے چل کر ثنیۃ الوداع پر قیام کیا۔اس دوران پیکرِ تسلیم ورضا، مجسمِ روح افزاء، بحرِ جود وسخا ﷺ کو شہید کرنے کے منصوبے سامنے آئے۔لیکن

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

منافقین کی سازشیں زور پکڑتی گئیں، یہودی اس میں پیش پیش تھے۔حضرت علیؓ کو منافقین کی سرکوبی کے لیے راستے میں کئی ایک خطرناک واقعات سے گزرنا پڑا۔مقام تبوک پر پہنچ کر پتہ چلا کہ رُومی فوج کے اجتماع کی خبر غلط تھی۔آپ ﷺ نے اکتوبر ۶۳۰ء یعنی رجب ۹ ہجری سے اوائلِ رمضان ۹ ہجری یعنی دسمبر ۶۳۰ عیسوی تک یہاں قیام فرمایا۔مختصر یہ غزوۂ تبوک کے بعد ماحول اسلام قبول کر رہا تھا۔شام کے قرب وجوار کے تمام قبائل جن میں کئی حکمران بھی تھے جزیہ ادا کر کے اسلام کی حکمرانی کو تسلیم کر رہے تھے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

سرایا

وجودِ پاک ہی روحِ جہادِ اہل ایماں تھا
صحابہؓ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا

Marfat.com

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

مسلمان کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ اُس کی انفرادی زندگی کا وجود معاشرے میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ وہ اکیلا ہنستے اچھا لگتا ہے اور نہ ہی روتے ہوئے بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ہنسنے کے لیے اُس کے روبرو دوسرا انسان ہو اور رونے کے لیے بھی اُسے ایک کندھے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ اپنی سماعتوں میں سب سے پہلے اذان کی گھلاوٹ محسوس کرتا ہے، تلاوت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتا ہے اور لبوں پر شہد کی شیرینی اُسے زندگی کا بہترین آغاز فراہم کرتی ہے۔ ماں کی گود سے بچپن، بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا، بڑھاپا سے موت، موت سے عالمِ برزخ اور پھر میدانِ حشر کا انتظار۔ زندگی کو ثبات حاصل نہیں ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں!

اقبال

وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا۔ زندگی صحبتِ برہم کا شکار رہتی ہے۔ ایک مسلمان زندگی کے ایک اک لمحے کا حساب لیتا ہے۔ اُسے اس بات کا علم ہے کہ وہ ایک مختصر وقت کے لیے اس امتحان گاہ میں آیا ہے اور اُسے ایک دن اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ اُس کے سینے میں، اُس کا مقصدِ حیات چھپا ہے۔ وہ دنیا میں اللہ کا نائب، اللہ کا خلیفہ، اللہ کا نمائندہ اور اللہ کی زبان ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ثباتِ زندگی ایمان محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا تو رانی

مسلمان کی زندگی سراپا جدوجہد پر مبنی ہے۔ جدوجہد سے وہ جہاد کا خوگر ہوتا ہے۔ وقت سے جہاد، قلم سے جہاد، مال سے جہاد، نطقِ گویائی سے جہاد، جہادِ نفس اور جہادِ سیف، اُس کی زندگی کا حصار ہیں۔ افضل

Marfat.com

ترین جہاد رب العالمین کی مخلوق کو اُس کا پیغام پہنچاتے وقت اُس کے راہ میں حائل رکاوٹوں کے خلاف ہے۔
جب انسان راہِ خدا میں نکلتا ہے، خلوصِ دل سے آگے بڑھتا ہے، وہ راہیں تراشتا ہے، وہ توحید و رسالت کے منکرین اور مشرکین سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ تو رحمتِ الٰہی اُس کا سائبان بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت اُس کے ہم رکاب ہوتی ہے۔ میدانِ بدر میں جب مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کفارِ مکہ پر خاک پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نبی ﷺ! وہ خاک آپ ﷺ نے نہیں ہم نے پھینکی تھی۔'' اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے زمانۂ امن میں جہاد کو پیشِ نظر رکھا۔ تاجدارِ کائنات کو اس بات کا علم ہے کہ آپ ﷺ کو مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ یہ روایات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ عصر کی نماز کے بعد کعبہ میں اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درمیان دوڑ، گھڑ دوڑ، تلوار زنی، تیر زنی، کشتی کے مقابلے کروایا کرتے تھے۔ اِن مقابلہ جات میں اعلیٰ کارگزاری کا مظاہرہ کرنے والوں کی فہرست تیار کر لی جاتی اور اُن کی مہارت، تجربہ اور ذہانت سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا جاتا۔ مکہ میں مسجدِ ذباب خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں بھی مسلمان نوجوانوں کو صحتِ جسمانی کی تربیت دی جاتی۔ اس تربیت میں نوجوان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے وہ تربیت کے دوران اللہ اکبر، اللہ، اللہ ہو اور اس قسم کی آوازیں نکالنے کا فن بھی سیکھتے۔ یہ امر باعثِ فخر ہے کہ آج ہمارے کمانڈوز بھی اُسی قسم کی آوازیں نکال کر اپنا تعلق مکہ کے مجاہدین سے جوڑ لیتے ہیں۔ ان آوازوں ہی کی وجہ سے اُس مسجد کا نام ذباب رکھا گیا ہے۔ چوں کہ یہ آوازیں مکھی کے بھنبھنانے کی ہوتی ہیں اور ذباب کا مفہوم بھی انہی معنی میں لیا گیا ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں جذبۂ جہاد کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اقبال کہتے ہیں:

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ ۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء آج ہم میں نہیں ہیں لیکن اُن کا مذکورہ شعر ہماری سائنسی ترقی اور ہماری ایٹمی قوت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ سائنسی اور ایٹمی ٹیکنالوجی ترقی ذرّے، دل چیرنے اور خورشید کا لہو ٹپکنے کے گرد گھومتی ہے۔ جہاد ہی ہمارا اصلِ حیات ہے۔

اس لیے زندگی کے ہر شعبہ میں جذبۂ جہاد کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑا عمل جہاد ہے۔ شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں نے اپنی عملی

Marfat.com

زندگی میں اس بات کا بھرپور اظہار کیا۔ اُن پر طرح طرح کے تشدد کیے گئے۔ صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ کرب والم کے بادل چھائے رہے لیکن وہ راہِ حق میں جہاد سے پیچھے نہ ہٹے۔ اُن کا ہر قدم رضائے الٰہی اور خاتم النبیین ﷺ کی خاطر تسلیم ورضا کا اظہار تھا۔ مسلمان کو جہاد کا موقع ملے یا نہ ملے لیکن اسے اُس کا تمنائی ہونا چاہیے۔ شہادت اور جذبۂ جہاد مسلمان کے روح وبدن میں شامل ہے۔ خلوصِ دل سے اس کے لیے دُعا مانگتے رہنا بذاتِ خود ایک بہت بڑی سعادت ہے جو نجاتِ اُخروی کے علاوہ قومی سربلندی اور عزت ووقار کی ضامن ہے۔ میدانِ حشر میں نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہوگا۔ شہید رب العالمین سے عرض گزار ہوگا کہ اُسے ایک بار پھر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ شہادت کا لطف بارِ دگر حاصل کر سکے۔ اگر ہم آج کی دنیا کو بغور مطالعہ کریں تو یہ بات حقیقت بن کر سامنے آتی ہے کہ ہم جس چیز کو اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں اُس میں اتنی برکت ہوتی ہے کہ وہ چند دنوں بعد ہی کئی گنا ہو جاتی ہے۔ شہادت کا رتبہ پانے والے مسلمان اور اُن کے لواحقین کی تعداد کبھی کم نہیں ہوتی۔ جو جانور عید قربان پر رضائے الٰہی کے لیے قربان کیے جاتے ہیں وہ اگلے ہی سال کئی گنا ہو جاتے ہیں۔ قربانی کسی بھی صورت میں کی جائے وہ اپنا ثمر ضرور پیش کرتی ہے۔ جہاد صرف یہی نہیں کہ ہم میدانِ جنگ میں مارے جائیں بل کہ جہاد تو وسیع تر معنوں میں لیا جاتا ہے۔ اپنے نفس کے خلاف جہاد، خواہشات کے خلاف جہاد، برائی کے خلاف جہاد، شیطانی قوتوں کے خلاف جہاد، الغرض وہ عظیم مشن جو اللہ اور اُس کی شریعت کے نفاذ کی خاطر انجام دیا جائے وہ جہاد کہلاتا ہے۔

مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور صرف اُسی پر ایمان رکھنے اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے گھر سے نکلا ہو تو خدا تعالیٰ اس بات کا ضامن ہے یا اُس کو جنت میں داخل کرے گا (اگر شہید ہو گیا) یا اس کو اپنے گھر صحیح سلامت کامیاب واپس پہنچا دے گا۔ ثواب کے ساتھ اور مالِ غنیمت کے ساتھ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ وہ کوئی زخم خدا کے راستے میں نہیں کھائے گا۔ مگر قیامت کے دن اس کو اسی حالت میں حاضر کیا جائے گا۔ جیسا زخم کھانے کے وقت تھا۔ اس کا رنگ خون کا ہوگا اور بُو مُشک کی ہوگی۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری ﷺ جان ہے۔ بے شک میں تمنا رکھتا ہوں کہ خدا کے راستے میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ پھر جہاد کروں پھر شہید ہو جاؤں اور پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔'' (مسلم وبخاری)

Marfat.com

شہادت کا رُتبہ بہت ہی بڑا ہے۔ رتبے کے لحاظ سے نبی، صدیق، شہید اور مردِ صالح کی ترتیب ہے لیکن شہادت کی تمنا رکھنا اس سے کم نہیں کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایسی ہی تمنا کا اِن پُرزور الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ تمھاری تمنا خام ہو یا پکی تم تمنا تو کرو۔ تمنا کو سچا کر دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ تمھاری نیت ہی کافی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ عمل کی توفیق دینا اللہ کا کام ہے۔ نیت مومن کا کام۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان تھوڑی دیر کے لیے بھی خدا کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو کوئی خدا کے راستے میں زخمی ہو جاتا ہے یا اُسے کوئی خراش لگ جاتی ہے۔ تو قیامت کے دن اس کو تروتازہ زخم کے ساتھ حاضر کیا جائے گا۔ جس کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مُشک جیسی ہوگی۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابو سعیدؓ کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: دوبارہ فرمایئے۔ چناں چہ حضور ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: لیکن مزید یہ بھی کہا۔ ایک دوسری چیز وہ ہے۔ جو جنت میں اس سے سو درجے اُوپر ہے اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔ حضرت ابو سعیدؓ نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا: ''دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں رات بھر پہرہ دیا۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اس دنیا کو لوٹ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ اگر چہ روئے زمین کی تمام چیزیں اُسے کیوں نہ مل جائیں۔ البتہ شہید جب اپنی عزت و تکریم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ لوٹ کر جائے اور دس دفعہ راہِ خدا میں مارا جائے۔''

رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان سب سے افضل اعمال ہیں۔ (یہ سن کر) ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں راہِ خدا

Marfat.com

میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اگر تم راہِ خدا میں مارے جاؤ اور جمے رہو۔ ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید رکھو اور دشمن کی طرف رُخ رکھو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم نے ابھی کیا کہا تھا؟" اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! بشرطیکہ تم جمے رہو۔ ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید رکھو۔ دشمن کی طرف منہ رکھو اور پُشت نہ پھیرو۔ البتہ قرض معاف نہ ہوگا۔ اس لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی حکم (ابھی ابھی) پہنچایا ہے۔

سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے شہید اور شہادت کے حوالے سے بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً:

"اگر کوئی صدقِ دل سے شہادت کا طالب ہوتا ہے تو اس کو شہادت نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر چہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔ شہید ہونے والا شخص قتل کی تکلیف محسوس نہیں کرتا مگر اتنی جیسے تم سے کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔"

ایک روز حضور اکرم ﷺ دشمن کے مقابلے میں تھے اور سورج غروب ہونے کا انتظار فرما رہے تھے۔ اسی دوران کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: "اے لوگو! دشمن سے ملاقات (مقابلہ) کرنے کی آرزو نہ کرو، بل کہ رب العزت سے عافیت مانگو لیکن اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو جمے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔" اس کے بعد فرمایا: "اے اللہ کتاب کو نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے اور بڑی جماعتوں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر غالب کر۔"

پہلے زمانے میں تیر اندازی دشمن کو مارنے کا مؤثر ترین طریقہ تھا اور اسی پر حضور ﷺ نے زور دے کر تاکید فرمائی کہ اس میں مہارت کُلی حاصل کرو۔ آج کل کے زمانے میں تمام ہتھیار اور خاص کر انفنٹری کے ہتھیار اُسی زُمرے میں آتے ہیں۔ ان میں مہارت حاصل کرنا ہر جوان کا صرف فرض ہے بل کہ پورے ذوق و شوق سے تمام ہتھیاروں کے استعمال میں مہارت حاصل کی جائے۔

اسی ضمن میں ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ ایک اس کے بنانے والے کو جس نے بھلائی کا قصد کیا۔ دوسرے اس کے چلانے والے کو۔ تیسرے اس کو جو تیر انداز کو تیر پکڑا رہا ہے۔ اے لوگو! تیر اندازی کرو اور سواری سیکھو۔ اگر تم تیر اندازی سیکھو تو میرے نزدیک سواری سیکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جو تیر اندازی سیکھ کر اس کو چھوڑ دے تو گویا نعمتِ

Marfat.com

خداوندی کو چھوڑ دیا یا اس نے ناشکری کی۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو پر جہاد گیا اور نہ ہی جہاد کا اس کے دل میں خیال آیا تو گویا نفاق کی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔"

ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے غیر ممالک کی سیر و سیاحت کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "میری اُمت کی سیر و سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔"

جہاد کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے وہ کم ہے۔ ہماری جان، ہمارا مال، ہمارا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ یہ امانت ایک نہ ایک دن اللہ کے پاس جانی ہے۔ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اگر یہ جان راہِ حق میں قربان ہو جائے تو مسلمان امر ہو سکتا ہے۔ وطن سے محبت نصف ایمان ہے۔ انسانی جسم مٹی سے بنا ہے اور مٹی میں ہی دفن ہوگا۔ وہ لوگ کتنے عظیم ہیں جو اپنے وطن کی مٹی میں دفن ہوتے ہیں۔ ہماری تاریخ لاتعداد قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے ہماری بقاء کا راز شہادت میں مضمر تصور کیا ہے۔ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ قوموں کی حیات کا راز، جذبۂ شہادت پر اُستوار ہے۔ اعلانِ نبوت سے ہجرت تک، فتح مکہ سے وصال تک سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے جس استقامت کے ساتھ حق کا ساتھ دیا اور باطل قوتوں کو پاش پاش کیا اسی طرح برِعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے غیر مسلم قوتوں کے خلاف سنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق کلمۂ حق بلند کیا، راستے کی رکاوٹیں دور کرنے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد ہندوستان سے پاکستان ایک بہت بڑی ہجرت کر کے دس لاکھ سے زائد مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر کے اسلام کے نام پر ایک مملکت حاصل کر لی۔ ابھی حصول پاکستان کے مقاصد تشنہ کام ہیں۔ شہادتوں کی داستان جاری ہے۔ اس مملکتِ خداداد کے استحکام، سلامتی اور بقاء کے لیے جذبہ شہادت ہی ہمیں منزلِ مراد تک پہنچا سکتا ہے۔

وہ کیسے لوگ تھے تاریخ جن کی ہم سفر ٹھہری
جہاں ان کے قدم ٹھہرے وہیں آخر سحر ٹھہری
جو رخصت ہوگئے تارے سجا کر میری راتوں پر
سلام اُن سارے چہروں پر، سلام اُن ساری آنکھوں پر
لہو جن کا اندھیروں پر اُجالا بن کے چھایا ہے
یہ سورج اُن شہیدوں کی گواہی دینے آیا ہے

Marfat.com

سرایا

۱۔ سریہ سیف البحر:

سرورِ کائنات ﷺ، مخزنِ کائنات ﷺ کو رمضان المبارک ۱ھ مطابق مارچ ۶۲۳ء اطلاع ملی کہ سمندر کے کنارے ابوجہل کے کچھ لوگ مسلمانوں کی مذاحمت کرنے کو تیار ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی نگرانی میں ۳۰ مہاجرین اُن کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے۔ یہ پہلا سریہ تھا، جس میں کوئی انصاری نہیں تھا۔ کفارِ مکہ کا قافلہ تین سو کی تعداد میں ابوجہل کی قیادت میں شام سے آ رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ مقام عیص کے قریب سیف البحر پہنچے تو دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا مگر مجدی بن عمر نے جو دونوں کا حلیف تھا۔ معاملہ رفع دفع کروا دیا اور جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔

۲۔ سریہ رابغ یا سریہ عبیدہ بن حارث:

کفر و اسلام کے معرکے تو نبی معظم ﷺ کے اعلانِ نبوت سے ہی شروع ہو گئے۔ مشرکین کی منفی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے شمع بزم ہدایت، خضرو دلالت ﷺ نے شوال ۱ھ مطابق اپریل ۶۲۳ء کو ۶۰ یا ۸۰ مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہؓ ابن الحارث کی قیادت میں رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اُن کے لیے جو علَم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور مسطح بن اثاثہ علَم بردار تھے۔ مشرکین کا سالار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ یہاں پر لڑائی کی نوبت نہیں آئی البتہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کفار پر ایک تیر پھینکا مشرکین کی تعداد ۲۰۰ تھی۔ یہ پہلا تیر تھا، جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آ ملے۔

۳۔ سریہ خرّار:

آنحضرت ﷺ نے قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لیے ذیقعد ۱ھ مطابق مئی ۶۲۳ء کو

Marfat.com

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں ۲۰ سواروں کا دستہ خرار روانہ کیا اور انھیں تلقین کی کہ وہ مقررہ حد یعنی خرار سے آگے نہ بڑھیں۔ پانچویں دن صبح کے وقت خرار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی تھی۔ مجاہدین جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔

۴۔ سریہ نخلہ یا سریہ عبداللہ بن جحش:

ہجرت کے سترہویں مہینے آنحضرت ﷺ نے جمعۃ المبارک رجب ۲ھ مطابق ۲۷ جنوری ۶۲۴ء کو قریشِ مکہ کی نقل و حرکت کی معلومات حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ یا اٹھارہ مہاجرین کے ساتھ روانہ فرمایا۔ دو، دو آدمی ایک ایک اُونٹ پر سوار تھے۔ اس مقابلے میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا۔ یہ سریہ پہلا سریہ تھا، جس میں قریش کا آدمی مارا گیا اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس معرکہ میں کئی قریش مسلمان ہوئے۔ جب کہ کئی کفر کی حالت میں ہی مارے گئے۔

حدِ نخلہ میں آپہنچا بحالِ خستہ و غمگیں
وہاں چشمہ پہ لا کر زخم دھوئے پٹیاں باندھی

۵۔ سریہ عمیر:

اعلانِ نبوت کے بعد گستاخانِ رسول کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ عہد نبوی میں عصما بنت مروان زوجہ یزید بن زید، نبی پاک ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتی تھی۔ رمضان ۲ ہجری کی ایک شب حضرت عمیرؓ جو نابینا صحابی تھے۔ گستاخِ رسول کے گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت عمیرؓ نے اپنی بصیرت سے شیر خوار بچے کو جدا کر کے اُس خاتون کو قتل کر دیا۔ یہ خاتون گستاخِ رسول تھی۔ اسی لیے اسے ''سریہ عمیر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۶۔ سریہ سالم بن عمیر:

اسلام کے لافانی پیغام کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ منافقین کو جہاں بھی موقع ملتا وہ دانشِ برہانی ﷺ کو شاعر اور نجومی وغیرہ کے ناموں سے تنگ کرتے، اُن پر قہقہے بلند کرتے نیز جب بھی موقع ملتا ہرزہ سرائی کرتے۔ شوال ۲ ہجری کو ابی عفک نامی دشمنِ رسول کو حضرت سالم بن عمیرؓ نے واصل جہنم کیا اور وہ زبان ہمیشہ کے لیے کاٹ ڈالی جو شانِ رسول میں گستاخی کرتی تھی۔

Marfat.com

۷۔ سریہ محمد بن مسلمہؓ:

کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جو آنحضرت ﷺ کو سخت تکلیف دیتا تھا۔ مدینہ منورہ میں جب سب صحابہؓ وہاں پہنچ گئے اور اسلحہ لینے کے لیے کعب بالا خانہ سے نیچے آیا تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اُسے پکڑ لیا۔ دوسرے ساتھیوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آخر شب تھی اور حضور سرورِ دو عالم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہودی کا سر دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت حارث بن اوسؓ اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے لُعابِ دہن لگایا جس سے وہ ٹھیک ہو گئے۔ یہ واقعہ سہ شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۳ھ مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء کو رونما ہوا۔

۸۔ سریہ قردہ یا سریہ زید بن حارثہ:

قریش مکہ بدر کے واقعہ سے اس درجہ مرعوب و خوفزدہ ہو گئے تھے کہ انھوں نے مجاہدین اسلام کی چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے بغرضِ تجارت شام کا قدیم تجارتی راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔ جمادی الاخریٰ ۳ھ مطابق نومبر دسمبر ۶۲۴ء کو اس قافلہ کی اطلاع آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے سو صحابہؓ کو حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں قریش کے قافلۂ تجارت پر حملہ کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچتے ہی قریش کے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ سامانِ تجارت پر قبضہ کرنے میں تو کامیاب ہو گئے مگر قائدینِ قافلہ معہ دیگر لوگوں کے بھاگ گئے۔ صحابہؓ صرف قافلہ کے رہنما فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے مدینہ لائے جو یہاں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۹۔ سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ:

غزوۂ اُحد اور غزوۂ حمراء الاسد کے بعد آنحضرت ﷺ پنج شنبہ یکم محرم ۴ھ مطابق ۱۳ جون ۶۲۵ء کو مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ یکم محرم کو ایک شخص نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ اور سلمہ اپنی قوم کے علاوہ بنی اسد بن خزیمہ کو بھی مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی حضور ﷺ نے حضرت ابوسلمہؓ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین میں حضرت ابوسبرہؓ

Marfat.com

اور حضرت ابو عبیدہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ لشکرِ اسلام نے اگرچہ معروف راستہ بدل کر پیش قدمی کی تھی تاہم مُشرکین کو اطلاع ہوگئی اور بغیر کسی مقابلہ کے بھاگ گئے۔ غنیم کے بہت سے اُونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن کو لے کر وہ مدینہ واپس آ گئے۔

۱۰۔ سریہ وادی عرنہ یا سریہ عبداللہ بن انیس:

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ سفیان بن خالد الہذلی اہلِ اسلام سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ ۵ محرم ۴ھ مطابق ۱۷ جون ۶۲۵ء کو حضور ﷺ نے سفیان کا خاتمہ کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو مہم پر بھیجا۔ عبداللہ بن انیسؓ جا کر اُس سے ملے، موقع پا کر اُسے قتل کیا اور سر کاٹ کر ایک غار میں جا چُھپے۔ لوگوں نے آپؓ کا تعاقب کیا اور غار تک آئے۔ مگر قدرتِ حق سے وہ آپؓ کی تلاش میں ناکام رہے۔ بعدازاں آپؓ غار سے نکل کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ آپؓ شب کو چلتے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے۔ اسی طرح منازل طے کرتے کرتے ۲۳ محرم کو مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر مشرک کا سر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ اس مہم کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور حضرت عبداللہؓ کو ایک عصا انعام میں دیا۔

۱۱۔ سریہ بئرِ معونہ (سریہ القراء، سریہ منذر بن عمرو):

صفر ۴ ہجری میں نجد کے قبیلے عامر بن صعصعہ کا سردار ابوالبراء عامر بن مالک بن جعفر مدینہ منورہ میں دربارِ رسول ﷺ میں حاضر ہوا۔ اُسے دعوتِ اسلام دی گئی لیکن اُس نے اسلام قبول نہ کیا۔ عامر بن مالک نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ چند مجاہدین کو نجد روانہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ تاجدارِ کائنات نے منذر بن عمرو کو سپہ سالار بنا کر مہم کے لیے تیار کیا۔ اس مہم میں حضرت حارثہؓ بن صمہ، حضرت نافعؓ بن بدیل بن ورقاء، حضرت حرامؓ بن ملحان، حضرت کعب بن زیدؓ، حضرت عروہ بن اسماء بن صلت قابلِ ذکر ہیں۔ مجاہدین کی تعداد تقریباً ۷۰ تھی۔ جس میں ۴۰ قراء حضرات بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان بئر معونہ پہنچا۔ یہ مجاہدین سخت محنتی تھے دن کے وقت محنت مزدوری کرتے، لکڑیاں اکٹھی کرتے اور رات کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ جب حضرت حرامؓ بن ملحان کو نبی اکرم ﷺ کا خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا تو اُس نے نامہ مُبارک پڑھے بغیر حضرت حرامؓ کو شہید کر دیا اور بنی

Marfat.com

عامر کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی کے لیے اُبھارا۔ ابو براء چوں کہ ضمانت دے چکے تھے اس لیے انھوں نے عامر بن طفیل سے تعاون نہ کیا۔ بنی سلیم کے کچھ قبائل اس کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ انھوں نے مسلم قراء کی جماعت کو گھیر لیا۔ محاصرے کے باوجود قراء حضرات نے اپنے دفاع کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اُن کے نصیب میں جامِ شہادت تھا۔ حضرت عمرو بن اُمیہؓ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ عامر نے ان کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی لہٰذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

۱۲۔ سریہ رجیع (سریہ مرثد، سریہ عاصم بن ثابت):

صفر ۴ھ مطابق جولائی اگست ۶۲۵ء میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجیے جو ہمیں قرآن حکیم پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت ﷺ نے اُن لوگوں کی درخواست قبول فرماتے ہوئے۔ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے التجا کی کہ وہ گھٹن کے ماحول میں زندگی نہیں گزار سکتے۔ انھیں خاطر خواہ خوراک بھی میسر نہیں۔ رحمت للعالمین ﷺ نے اُنھیں کھلی فضاء میں بھجوا دیا۔ مزید برآں اُنھیں بکریوں کا دودھ سیر ہو کر پینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور آواز دے کر بنی ہذیل کو بُلایا۔ بنی ہذیل دو سو آدمی لے کر، جن میں سو آدمی تیر انداز تھے، مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب وہ قریب پہنچے تو حضرت عاصمؓ معہ اپنے رُفقاء کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ صحابہؓ نہایت بے جگری سے لڑے حتیٰ کہ جب نیزے ٹوٹ گئے تو تلواریں نکال لیں لیکن کفار کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کچھ پیش قدمی نہ ہوئی اور تین صحابہؓ کے علاوہ باقی سب شہید ہو گئے۔

۱۳۔ سریہ عبداللہ بن عتیکؓ:

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے جانثاری اور سرفروشی کے جذبہ سے سرشار آگے بڑھ رہے تھے۔ انھیں روکنے کی بارہا کوشش کی گئی۔ دشمن اسلام ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے سرکوبی کے لیے آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عتیکؓ کے سربراہی میں ۵ مجاہدین روانہ کیے۔ ذی الحج ۵ ہجری میں یہ مہم خیبر کی طرف روانہ ہوئی۔ رات کے وقت یہ سرفروش ابورافع کے مکان میں داخل ہوئے انھوں نے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی

Marfat.com

لگا کر اُس تک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق بچے یا عورت کو قتل کرنے کی بجائے اُنھوں نے صرف شاتمِ رسول کو قتل کر دیا۔

۱۴۔ سریہ قرطاء یا سریہ محمد بن مسلمہؓ انصاری:

اہل قرطا، اسلامی انقلاب کے راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ سپہ سالارِ اسلام ﷺ کو اُن کی سازشوں کا پتہ چل چکا تھا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے دوشنبہ ۱۰ محرم ۶ ھ مطابق یکم جون ۶۲۷ء کو ۳۰ سوار محمد بن مسلمہؓ کی زیرِ قیادت قرطا کی طرف روانہ کیے۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچتے ہی اہل قرطا پر چھاپہ مارا اور دس آدمی قتل کئے باقی بھاگ گئے۔ اس سریہ میں ڈیڑھ سو اُونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں جن کو لے کر مسلمان اُنیس دن کے بعد یعنی ۲۹ محرم کو مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔

۱۵۔ سریہ الغمر یا سریہ عکاشہ بن محصنؓ:

دیگر قبائل کے ساتھ بنی اسد کی سرگرمیاں بھی اہل اسلام کے خلاف بڑھ رہی تھیں۔ ربیع الآخر ۶ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء کو آنحضرت ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی قیادت میں ۴۰ آدمی بنی اسد کے مقابلہ کے لیے غمر روانہ کیے۔ ان کے ہمراہ حضرت ثابت بن ارقمؓ اور حضرت سباع بن وہبؓ بھی تھے۔ جب مسلمان غمر کے قریب پہنچے تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں کوئی نہ ملا تو امیرِ عسکر حضرت عکاشہ بن محصنؓ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے صرف ایک شخص ہاتھ لگا جس نے بنی اسد کے مویشیوں اور چراگاہ کا پتہ دیا۔ وہاں پہنچ کر مجاہدین نے چھاپہ مارا، دو سو اُونٹ مالِ غنیمت میں ملے جنھیں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے۔

۱۶۔ سریہ ذی القصّہ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ اور بنی غُوال کے مقابلہ کے لیے ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ربیع الآخر ۶ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء کو مسلمان رات کے وقت اس مقام پر پہنچے۔ غنیم کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مگر رات کو

Marfat.com

جب صحابہؓ بے خبر سو رہے تھے انھوں نے شب خون مارا اور سب صحابہؓ کو شہید کر دیا۔ صرف امیر عسکر زندہ بچے جنھیں کفار مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ ایک مسلمان اُدھر سے گزرا جو آپ کو اُٹھا کر مدینہ لایا۔ اس سریہ میں نو مسلمان شہید اور ایک زخمی ہوا۔ مورخین کے نزدیک بنی ثعلبہ کی تعداد ایک سو تھی۔

۱۷۔ سریہ ذوالقصہ (دوم)/ سریہ بنو ثعلبہ:

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ربیع الآخر ۶ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء میں چالیس آدمی حضرت ابوعبیدہؓ کی قیادت میں بنی ثعلبہ سے انتقام لینے کے لیے ذوالقصہ روانہ فرمائے۔ مجاہدین اسلام رات کے اندھیرے میں وہاں پہنچے اور صبح کے وقت اُن پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لا کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ صرف ایک شخص ملا جو مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بنی ثعلبہ کے مویشی مدینہ منورہ لے آئے۔ اس سریہ کو سریہ ذی القصہ ثانی بھی کہتے ہیں۔

۱۸۔ سریہ جموم یا جموح:

مختلف علاقہ جات میں، مختلف نوعیت کی بغاوتیں سر اُٹھا رہی تھیں۔ بنی سلیم باغیوں میں پیش پیش تھے۔ ابرِ لطف عطاء، جلوۂ حق نما ﷺ نے ربیع الآخر ۶ ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۷ء میں حضرت زید بن حارثہؓ کو جموم کی جانب بنی سلیم کے مقابلہ پر بھیجا۔ جموم مدینہ سے چار کوس کے فاصلے پر بطنِ نخلہ کے پاس بنی سلیم کی بستی تھی۔ جب حضرت زیدؓ وہاں پہنچے تو حلیمہ نام کی ایک عورت ملی جس نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے۔ حضرت زیدؓ کو اس مقام سے بہت سے اُونٹ، بکریاں اور قیدی ملے جن میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا۔ ان سب کو مدینہ منورہ لایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حلیمہ اور اُس کے شوہر کو آزاد فرما دیا۔

۱۹۔ سریہ العیص:

گنجِ نعم، نورِ مبیں، آبروئے زمیں ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کاروانِ تجارت شام سے واپس آ رہا ہے۔ جمادی اولیٰ ۶ ھ مطابق ستمبر، اکتوبر ۶۲۷ء کو یہ اطلاع پاتے ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو تقریباً ستر سواروں کے ساتھ مقامِ عیص کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر اہلِ قافلہ کو گرفتار اور اُن کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ ان سب کو لے کر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔ جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔

Marfat.com

۲۰۔ سریہ طرف:

طرف ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ آنحضرت ﷺ جمادی الاخریٰ ۶ ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۷ء کو حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہمراہ ۱۵ مجاہدین بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمائے۔ دشمن خبر ملتے ہی بھاگ گیا۔ حضرت زیدؓ کچھ اُونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

۲۱۔ سریہ حسمی:

جمادی الاخریٰ ۶ ہجری کو جب حضرت وحیہ کلبیؓ قیصر روم کے دربار میں حضور پاک ﷺ کا نامہ مبارک پہنچانے کے بعد لوٹ رہے تھے تو حسمی کے مقام پر انھیں لوٹ لیا گیا۔ جب یہ خبر زید بن رفاعہ تک پہنچی تو انھوں نے حضرت وحیہ کلبیؓ کے سامان کی واپسی کا اہتمام کیا۔ جب یہ واقعہ حضور پاک ﷺ کو سنایا گیا تو آپ ﷺ نے جمادی الاخریٰ ۶ ہجری کو حضرت زید بن حارثہؓ کی سپہ سالاری میں ۵ سو مجاہدین کا ایک دستہ بنو جذام کو سبق سکھانے کے لیے ارسال کیا۔ اس دستے میں وحیہ کلبیؓ بھی شامل تھے۔ مجاہدین اسلام نے دشمن کے ایک ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں اپنے قابو کر لیں۔ سو افراد کو قیدی بنا لیا۔ اس سریہ میں حضرت وحیہ کلبیؓ کو لوٹنے والا ہنید بن عارض اور اُس کا بیٹا بھی قتل کر دیئے گئے۔

۲۲۔ سریہ وادی القریٰ:

رجب ۶ ھ مطابق نومبر، دسمبر ۶۲۷ء کو آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بارہ آدمیوں کے ہمراہ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا۔ کفار نے مجاہدین پر اچانک حملہ کر کے نو کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

۲۳۔ سریہ دومۃ الجندل:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں، تم تیار ہو جاؤ۔ دوسری صبح نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا۔ ''اے ابن عوف، اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ تم کو بہت بھلا لگتا ہے۔''

Marfat.com

شعبان ۶ ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء کو حضور ﷺ نے موذنِ اسلام حضرت بلالؓ کو علم لانے کے لیے کہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دینے کا حکم فرمایا جس کی تعمیل کی گئی۔ اس ہدایت کے بعد آپ ﷺ نے انھیں سات سو صحابہؓ کے ساتھ دومتہ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ روانہ ہوئے اور دومتہ الجندل پہنچ کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دی۔ آپ تین روز تک مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ تیسرے روز دومتہ الجندل کے عیسائی رئیس اصبغ بن عمر نے اسلام قبول کیا اور اُس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

۲۴۔ سریہ فدک:

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیے بنی سعد بن بکر نے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ حضور ﷺ کے حکم سے شعبان ۶ ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء کو حضرت علیؓ دو سو آدمیوں کے ساتھ فدک کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ رات کو سفر کرتے اور دن کو چُھپ جاتے۔ راستے میں آپ کو ایک شخص ملا جسے بنی سعد نے اہل خیبر کی طرف اس شرط پر اپنی امداد کا وعدہ دے کر بھیجا تھا کہ یہودی اُنھیں خیبر کی کھجوریں دیں گے۔ اس شخص نے ڈرانے دھمکانے پر سب حالات ٹھیک ٹھیک بتا دیے۔ حضرت علیؓ نے پہنچتے ہی قبیلہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنی سعد حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ آپ پانچ سو اُونٹ اور دو ہزار بکریاں بطور مالِ غنیمت لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا۔

۲۵۔ سریہ اُمِ قرفہ:

اُمِ قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا اصل نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ عورت بنی فزارہ کی سردار تھی۔ ایک دفعہ حضرت زید بن حارثہؓ مالِ تجارت کے ساتھ شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے۔ بنی فزارہ کے لوگوں نے حملہ کر کے ان کو زخمی کیا اور تمام مالِ تجارت چھین لیا۔ حضرت زیدؓ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے بروز چہار شنبہ ۷ رمضان المبارک ۶ ھ مطابق ۲۰ جنوری ۶۲۸ء کو ایک جماعت حضرت زیدؓ کی سرکردگی میں بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی جو نہایت کامیاب واپس آئی۔ مؤلف ''رحمۃ للعالمین'' نے حضرت زیدؓ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام لکھا ہے کہ دوسری بار یہ جماعت ان کی سرکردگی میں گئی تھی۔

Marfat.com

۲۶۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ:

اہلِ یہود نے ابورافع کے قتل کے بعد اُسیر بن رزام کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ اُسیر نے حضور سرورِ دوعالم ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے قبیلہ بنی غطفان اور دیگر قبائل کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا۔ حضور ﷺ کو جب اس صورحال کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے شوال ۶ ھ مطابق فروری مارچ ۶۲۸ء کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی اِن حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی تشکیل فرمائی۔ حضرت عبداللہؓ نے واپس آکر خبر دی کہ واقعہ صحیح ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ہی تیس آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ اُسیر کو ساتھ لے آئیں تاکہ اُس سے زبانی گفتگو ہو سکے۔

اُسیر بن رزام بھی اپنے ہمراہ تیس آدمی لے کر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ روانہ ہوا۔ ایک ایک اُونٹ پر دو دو آدمی سوار تھے یعنی ایک مسلمان اور ایک یہودی۔ راستہ میں اہلِ یہود کی نیت میں فتور آ گیا۔ اُسیر بن رزام اور حضرت عبداللہؓ ایک اُونٹ پر سوار تھے۔ اُسیر نے بدنیتی سے دو دفعہ تلوار چلانی چاہی مگر حضرت عبداللہؓ نے درگزر کیا۔ جب تیسری بار اُسیر نے یہی حرکت کی تو طرفین میں جنگ چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے اللہ کی امداد سے یہودیوں کو قتل کر دیا صرف ایک آدمی زندہ بچا جو بھاگ گیا۔

۲۷۔ سریہ عرُنیین یا سریہ کرز بن جابر الفہری:

قبیلہ عُکل اور عُرینہ کی ایک جماعت نے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا مگر چند روز بعد آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا اُنھیں راس نہیں آئی اور خلافِ عادت آبادی میں رہنے کی وجہ سے اُن کے پیٹ پھُول گئے اور رنگ زرد ہو گئے ہیں، لہٰذا اُنھیں اپنی ابتدائی پرورش کے مطابق میدانوں میں رہنے اور جانوروں کا دودھ وغیرہ پینے کی اجازت فرمائی جائے۔

آنحضرت ﷺ نے اُن کی درخواست قبول فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں رہنے اور دودھ پینے کی اجازت دے دی۔ اس چراگاہ میں صدقات کے اُونٹ رہتے تھے۔ یہاں چند روز رہنے کے بعد جب وہ لوگ تندرست و توانا ہو گئے تو اسلام سے پھر گئے۔ بعدازاں چرواہے کو قتل کر کے اُس کے ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان کاٹے، آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اُونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔ انھوں نے حضرت یسارؓ کی آنکھیں نکال دیں، ہاتھ پاؤں کاٹ کر انھیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے

Marfat.com

شوال ٦ ہجری میں حضرت کرز بن جابر الفہری ؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ اُن کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے یہ دُعا بھی فرمائی کہ خداوندا! ان لوگوں پر راستہ تنگ کر دے۔ آخر یہی ہوا کہ وہ لوگ راستہ بھول گئے اور گرفتار کر لیے گئے۔ جب مدینہ میں لائے گئے تو حضور ﷺ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا چناں چہ یہ لوگ اسی طرح قتل کئے گئے جس طرح انھوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا۔

٢٨۔ سریہ عمرو بن امیہ:

قبول اسلام سے پہلے مکہ میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک عرصہ تک اُسے برداشت کیا لیکن بعد ازاں اسلامی فوج کے سپہ سالار نے عمرو بن امیہ ضمری اور خیار بن صخر انصاری کو ابوسفیان کی سرکوبی کے لیے تیار کیا۔ دونوں مجاہدین کچھ فاصلے پر اپنے اُونٹ باندھ کر فوجی انداز اپناتے ہوئے رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خیارؓ نے، حضرت عمروؓ سے کہا کہ کاش ہم طواف کر کے نوافل ادا کر سکتے۔ رات ڈھلتے ہی موقع سے فائدہ اٹھا کر دونوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں وہ ابو سفیان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کافر کی نظر حضرت عمروؓ پر پڑی اور انھیں پہچان لیا۔ حضرت عمروؓ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں ایک غار میں جا چھپے۔ پہلے قریش نے کچھ دیر انھیں ڈھونڈنے کی کوشش کی اور ناکام چلے گئے۔ علی الصبح ایک قریش گھوڑے پر دکھائی دیا تو حضرت عمروؓ نے اُس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔ دونوں مجاہدین مدینے کی طرف جا رہے تھے کہ وہاں بنو عدیل کا ایک شخص آیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت عمروؓ نے کہا کہ میں بنو بکر کا آدمی ہوں اور تم کون ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ میں بھی بنو بکر کا ہوں۔ حضرت عمروؓ نے اُسے خوش آمدید کہا لیکن با آواز بلند مسلمانوں کو گالیاں دینے لگا۔ حضرت عمروؓ نے اُسے خوب مہلت دی۔ جب وہ سو گیا تو حضرت عمروؓ نے اپنی کمان کا ایک سرا اُس کی آنکھ میں ڈال کر ہڈی تک پہنچا دیا۔ جب نقیع پہنچے تو وہاں مشرک جاسوس تھے۔ جنھوں نے انھیں قابو کرنے کی کوشش کی۔ مجاہدینِ اسلام نے ایک دشمن مار دیا اور دوسرے کو قیدی بنا کر حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ دشمن کی چال ناکام ہوئی اور حضور ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ یہ سریہ شوال ٦ ہجری میں رونما ہوا۔

٢٩۔ سریہ کدید:

قریش مکہ اپنی چال بازیوں سے باز نہ آئے۔ اپنی مکاریوں اور منافقانہ حرکتوں میں مصروف رہے۔ بنو ملوح کے بہت سے افراد اس میں ملوث رہے۔ صفر ۷ھ مطابق جون۔ جولائی ٦٢٨ء کو تاجدارِ حرم،

Marfat.com

سید عرب وعجم، سحابِ کرم ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثیؓ کی قیادت میں ۱۰ مجاہدین بنوملوح کی سرکوبی کے لیے میدانِ عمل میں پہنچے۔ کدید حرمین شریفین کے درمیان ایک مقام ہے جس کا مطلب موٹی اور سخت زمین کے ہیں۔ مجاہدین اسلام عصر کے وقت کدید پہنچے۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو مجاہدین نے کفار پر دھاوا بول دیا۔ جو سامنے آیا قتل ہوا۔ پھر جانوروں کو ہانک کر چل پڑے۔ کفار نے قوم کو آواز دی اور پھر سب نے اکٹھا ہو کر مسلمانوں کا تیزی سے پیچھا کیا۔ جب مسلمانوں اور کفار کے درمیان وادیٔ کدید رہ گئی تو قدرتِ حق سے یکایک وادی میں سیلاب آ گیا۔ جس کی وجہ سے دشمن اُس کنارے پر رہ گیا۔ حارث بن مالک اپنے ساتھیوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ باسلامت مدینہ پہنچ گئے۔

۳۰۔ سریہ تربہ:

قبیلہ ہوازن نے اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ جمادی الاخریٰ ۷ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۸ء کو حضور پاک ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلے ہوازن کے افراد شرارت کرنے پر تلے ہیں۔ یہ شرارتی لوگ نجران کی طرف تربہ کے مقام پر آباد ہیں۔ ان کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تیس سواروں کے ساتھ بنی ہوازن کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے پہنچنے پر وہ لوگ بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا کہ اُن سے لڑنے کا ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے حکم نہیں ملا۔ اس لیے بغیر جنگ کئے مدینہ لوٹ آئے۔

۳۱۔ سریہ بنی کلاب:

بنوکلاب کے افراد بھی سید العارفین، وارثِ اولین وآخرین، صادق وامین ﷺ نے شعبان ۷ھ مطابق دسمبر ۶۲۸ء کو بنوکلاب کی سرکوبی کے لیے ہم سفر غار حضرت صدیق اکبرؓ کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔ اس سریہ میں مسلمان کامیاب رہے جب کہ دشمن کے کچھ لوگ قتل اور کچھ گرفتار ہوئے۔

۳۲۔ سریہ میفعہ:

اسلام کی فطرت میں اتنی لچک ہے کہ اسے جتنا دبایا گیا اُتنا ہی اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف خون کے پیاسے لوگ تھے اور دوسری طرف رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذاتِ اقدس۔ آپ ﷺ نے رمضان

Marfat.com

۷ ہجری کو قبیلہ میفعہ کی سرکوبی کے لیے غالب بن عبداللہ لیثی کی سرپرستی میں ۱۳۰ مجاہدین روانہ کیے۔ یہ علاقہ مدینہ منورہ سے ۹۸ میل دور نجد کے مقام پر میفعہ کہا جاتا ہے۔ جہاں بنو عوال اور بنو عبداللہ بن ثعلبہ منفی کاروائیاں کرتے تھے۔ ان کی فتنہ سازی کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس مہم میں مخالفین کے ساتھ تصادم ہوا اور وہ اپنا ساز وسامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

کئی تاریخی کتب میں سریہ خربہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ رمضان المبارک ۷ ہجری مطابق ۶۲۹ عیسوی میں آنحضرت ﷺ نے جُہینہ کی طرف حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا۔ وہ لوگ جمع ہو کر رات کو مقابلہ پر آئے۔ حضرت اُسامہؓ نے اُنھیں سمجھایا کہ وہ اطاعت اختیار کریں اور مخالفت سے باز رہیں مگر وہ جنگ پر آمادہ ہوئے۔ تب حضرت اُسامہؓ نے مسلمانوں کو منظم کر کے اُن پر ایک زبردست حملہ کیا۔

۴۳۔ سریہ بن مرہ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کو تیس مجاہدین کے ساتھ بنی مرّہ کی جانب فدک بھیجا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچتے ہی اُن کے مال پر دھاوا بول دیا اور اُن کے اُونٹ اور بکریاں وغیرہ ہانک کر لے آئے۔ اُن لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ راستہ میں آمنا سامنا ہو گیا۔ کچھ کفار بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ مسلمان مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تصادم میں حضرت بشیر بن سعدؓ زخمی ہونے کی وجہ سے واپس فدک چلے گئے۔ وہاں ایک یہودی کے ہاں رہے اور صحت یاب ہو کر مدینہ آئے۔ یہ سریہ شوال ۷ھ مطابق فروری ۶۲۹ء کو وقوع پذیر ہوا۔

۴۴۔ سریہ الجناب یا سریہ بشیر بن سعد انصاریؓ:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے سپہ سالاری کے لاتعداد جواہر دکھائے۔ کفارِ مکہ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی سے بہت مرعوب تھے لیکن اپنی منافقانہ چالوں سے باز نہیں آتے تھے۔ محسنِ انسانیت ﷺ کو خبر ملی کہ قریش عیینہ بن حصن خیبر اور وادی القریٰ کے درمیان الجناب کے مقام پر موجود ہے اور قبیلہ غطفان کے لوگ بھی اس کے ساتھ ہیں۔ نبی معظم ﷺ نے شوال ۷ھ مطابق فروری ۶۲۹ء کو ۳۰۰ مجاہدین کا دستہ حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کی سپہ سالاری میں روانہ کیا۔ جب عیینہ بن حصن اور اس کے ہمراہیوں کو مجاہدین کی آمد کی خبر ہوئی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے حتیٰ کہ اپنے مویشی تک چھوڑ گئے۔

Marfat.com

۳۵۔ سریہ ابن ابی العوجاء:

بنی سلیم کو بارہا، دعوتِ اسلام دی گئی لیکن وہ ٹال مٹول کرتے رہے ایک بار پھر ذوالحجہ ۷ھ مطابق اپریل ۶۲۹ء کو آنحضرت ﷺ نے حضرت اُخرمؓ بن ابی العوجاء کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سلیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا۔ بنی سلیم نے کہا کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت کو شہید کر دیا۔ صرف حضرت اُخرمؓ کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپؓ زخموں کی وجہ سے نیم جاں ہو گئے تھے بعد میں صحت یاب ہو کر یکم صفر کو مدینہ پہنچے۔

۳۶۔ سریہ بنو مرہ:

اسلام کی راہ میں سازشوں کے جال بنے جاتے رہے اور نبی معظم ﷺ ان سازشوں کو بے نقاب کرتے رہے۔ بنو مرہ کے لوگوں نے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ اور اُن کے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ جس کے جواب میں نبی پاک ﷺ نے صفر ۸ ہجری میں غالب بن عبداللہ لیثیؓ کی سپہ سالاری میں ۲۰۰ مجاہدین فدک روانہ کیے۔ جہاں بنو مرہ کا پورا قبیلہ موجود تھا۔ اس سریہ میں کفار کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

۳۷۔ سریہ ذات عرق:

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ اور بصرہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے ۵ منزل کے فاصلے پر نجد کے ایک مقام ذاتِ عرق سے وجرہ کی جانب ایک مقام سیئی پر ہوازن قبیلہ کے بہت سے لوگ مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی وہ چند بار دُشمنانانِ اسلام کو مدد دے چکے تھے، چناں چہ بنو ہوازن کے ارادہ سے باخبر ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے ربیع الاوّل ۸ھ مطابق جون جولائی ۶۲۹ء کو حضرت شجاع بن دہب الاسدیؓ کے ساتھ ۲۵ مجاہدین ذات عرق کی جانب روانہ فرمایا۔ جب بنو ہوازن کو مسلمانوں کی آمد کا پتا چلا تو وہ مرعوب ہو کر منتشر ہو گئے، مجاہدین کو مالِ غنیمت میں بہت سے اُونٹ اور بھیڑ بکریاں ملیں، جنھیں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے۔

Marfat.com

۳۸۔ سریہ ذات اطلاح:

تبلیغِ اسلام کے راستے مسدود کرنے کے لیے پہلے کفار نے تمام حربے استعمال کیے۔ ظلم وتشدد کی انتہا کر دی۔ ربیع الاوّل ۸ھ مطابق جون جولائی ۶۲۹ء کو آنحضرت ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ بنو قضاعہ، جن کا سردار سدوسی ہے کثیر تعداد میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت کعب بن عمیرؓ الغفاری کو پندرہ مجاہدین کے ساتھ بنو قضاعہ کے مقابلہ پر ذاتِ اطلاح کی جانب روانہ فرمایا، مسلمانوں کو وہاں ایک بڑی جماعت ملی جس کے سامنے انھوں نے اسلام پیش کیا، مگر مشرکین نے اس دعوت کو مسترد کر کے تمام مجاہدین کو شہید کر دیا۔ ابن سعدؒ کے بیان کے مطابق حضرت کعب بن عمیرؓ بہ مشکل جان بچا کر مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

۳۹۔ سریہ موتہ:

موتہ شام کے علاقہ میں ارضِ بلقاء کی ابتداء میں واقع ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو خط دے کر حاکمِ شام یا بصریٰ کی طرف بھیجا جنھیں شرجیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کے نزدیک چوں کہ قاصد کا قتل ایک نا قابلِ معافی جرم تھا اس لیے شرجیل کی یہ قبیح حرکت حضور ﷺ کو بہت شاق گزری۔ یہ مقام اگر چہ مدینہ سے بہت دُور تھا اور فوج کشی آسان نہ تھی تاہم

جمادی اولیٰ ۸ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۹ء کو آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں موتہ کی جانب روانہ فرمائے۔ لشکرِ اسلام کی روانگی کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر زید بن حارثہؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کریں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ فوج کی قیادت کریں گے۔'' سریہ موتہ میں ۱۲ مسلمان شہید ہوئے۔ اس جنگ میں اگر چہ آنحضرت ﷺ شریک نہ تھے تاہم اصحابِ حدیث غزوہ موتہ کہتے ہیں۔

۴۰۔ سریہ ذات السلاسل:

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کی ذاتِ السلاسل میں مقیم بنی قضاعہ بلّی اور بنو القین وغیرہ جمع ہو کر مدینہ کے اطراف پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جمادی الاخریٰ ۸ھ مطابق ستمبر اکتوبر ۶۲۹ء

Marfat.com

کو سفید علم دُرست فرما کر حضرت عمرو بن العاصؓ کو تین سو مجاہدین اور تیس گھوڑے دے کر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجرین و انصار صحابہؓ شامل تھے۔ لشکرِ اسلام رات منازل طے کرتا اور دن کو چُھپ جاتا۔ جب مسلمان قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت رافع بن یکث الجہنیؓ کو دربارِ رسالت ﷺ میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔

۴۱۔ سریہ خبط سریہ سیف البحر:

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لیے سیف البحر (ساحلِ بحر) کی جانب روانہ فرمایا۔ خبط، مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی جانب ساحل سمندر یعنی سیف البحر کے قریب قبیلہ جہینہ کا ایک گاؤں ہے۔ خبط کا دوسرا مفہوم درختوں کے سوکھے پتے ہیں۔ اس لشکر میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ چلتے وقت حضور ﷺ نے زادراہ کے طور پر صحابہؓ کو ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا۔ جب کھجوریں ختم ہوگئیں تو صحابہؓ نے ہر روز دو تین اُونٹ ذبح کر کے دو چار روز تک گزارا کیا۔ لیکن جب حضرت ابوعبیدہؓ نے اُونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا اور خوراک کے لیے کسی کے پاس بھی کچھ نہ رہا تو مجاہدین نے درختوں کے پتے توڑ توڑ کر کھانے شروع کیے۔ مجاہدین نے کچھ دن اس حالت میں گزارے کہ سمندر سے ایک تودہ جتنی بڑی مچھلی کنارے آ لگی۔ مسلمانوں نے اُسے تناول فرمایا۔ یہ سریہ رجب ۸ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۲۹ء کو رونما ہوا۔

۴۲۔ سریہ خَضرہ:

رفاعہ بن قیس نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ بنی قیس کو بھی مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کرتا رہتا تھا۔ شعبان ۸ ہجری میں حضور اکرم ﷺ کو جب اس سازش کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ بن ربعیؓ کو اُن کی سازشوں کے توڑ کے لیے ۱۶ مجاہدین پر مشتمل ایک دستہ کی صورت میں روانہ کیا۔ اس سریہ میں رفاعہ بن قیس مارا گیا اور باقی دشمنانِ اسلام بھاگ گئے۔ ابن ہشام کے مطابق اس مہم میں صرف تین صحابہ شامل تھے۔ ہر مجاہد کو ۱۲-۱۲ اُونٹ حصے میں آئے۔ یہ مہم بنو محارب کے گاؤں خضرہ کی طرف ہوئی۔

۴۳۔ سریہ انہدام عزیٰ یا سریہ خالد بن ولیدؓ:

فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ سے باہر کے بُتوں کے انہدام کا اہتمام فرمایا۔ چناں چہ لات، منات اور عُزیٰ وغیرہ کو منہدم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے آدمی بھیجے۔ حضور ﷺ کے حکم سے مکہ کی

Marfat.com

گلی کوچوں میں یہ مُنادی کر دی گئی کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بُت نہ رہنے دے۔ نخلہ میں عرب کی نامی گرامی دیوی عزّیٰ کا صنم خانہ تھا۔ سہ شنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۶۳۰ء کو حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تیس سواروں کے ساتھ عزّیٰ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت خالدؓ جب یہ کام پورا کر کے واپس آئے۔ تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب تو صنم خانہ ابھی منہدم نہیں ہوا ہے، جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ حضرت خالدؓ غصے میں ننگی تلوار لیے وہاں پہنچے تو ایک منتشر بالوں والی سیاہ فام برہنہ عورت نکلی اور صنم خانہ کا خادم شور مچانے لگا۔ حضرت خالدؓ نے عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ اسے سریہ خالد بن ولیدؓ کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یہ عزّیٰ تھی اور اب تمھارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔''

۴۴۔ سریہ انہدام سواع یا سریہ عمرو بن العاصؓ:

بت شکنی کا کامیاب آپریشن جاری تھا۔ قرب و جوار کے جھوٹے خدا سرنگوں ہو رہے تھے۔ اس دائرہ کار کو بڑھاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے سہ شنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۶۳۰ء کو حضرت عمرو بن العاصؓ کا انتخاب کیا کہ وہ قبیلہ ہذیل کا مشہور بُت سواع گرانے کی سعادت حاصل کریں۔ حکم پاتے ہی جب وہ وہاں پہنچے تو صنم خانہ کے خادم نے کہا کہ اگر اسے منہدم کیا گیا تو وہ مدافعت کرے گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خادم کی اس بات پر بڑا افسوس کیا اور پھر بُت کے قریب جا کر اُسے پاش پاش کر دیا۔

۴۵۔ سریہ انہدام منات یا سریہ سعد بن زید اشہلیؓ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو قبائل اُوس، خزرج اور غسان کا مشہور بُت منات منہدم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس بُت کا صنم خانہ مشلل میں قدید کے قریب تھا۔ حضرت سعدؓ چہار شنبہ ۲۶ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۷ جنوری ۶۳۰ء بیس سواروں کے ساتھ جب وہاں پہنچے تو صنم خانہ کے خادم نے آنے کی وجہ پوچھی۔ آپؓ نے کہا کہ میں منات کو منہدم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ خادم نے کہا: ''تم جانو اور وہ۔'' حضرت سعدؓ منات کو گرانے کے لیے بڑھے تو ایک ننگی عورت جس کے بال منتشر تھے۔ سینہ کوبی کرتی ہوئی نکلی۔ خادم نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''منات یہ تیرے نافرمان بندے ہیں۔'' حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر عورت کو قتل کیا اور منات کو منہدم کر دیا۔

Marfat.com

۴۶۔ سریہ بنی جذیمہ یا سریہ خالد بن ولیدؓ:

مشہورِ زمانہ بت عُزّیٰ کے انہدام کے بعد اُن کے متولی حیران پریشان تھے کہ اُن کے خود ساختہ خدا اُن کے کام نہ آئے۔ بت عُزّیٰ کے چکنا چور ہونے کے بعد شوال (ابتداء) ۸ھ مطابق تقریباً ۲۲۔۲۳ جنوری ۶۳۰ء کو آنحضرت ﷺ نے ۳۵۰ مہاجر، انصار اور بنی سلیم کے مجاہدین کو حضرت خالدؓ بن ولید کی سپہ سالاری میں دعوتِ اسلام کے لیے بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ مقابلہ کا اُن کو حکم نہ تھا۔ وہاں پہنچ کر اُن لوگوں سے حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو؟ وہ لوگ صاف طور پر یہ بیان نہ کر سکے کہ وہ مسلمان ہیں بل کہ یہ کہا کہ وہ صابی ہیں۔ یہ اس لیے کہ جو شخص مسلمان ہوتا قریش اُسے صابی کہتے تھے۔ بہر کیف حضرت خالدؓ نے اُنھیں قتل کیا اور جو باقی رہے اُنھیں گرفتار کر کے اپنے لوگوں میں حفاظت کے لیے بانٹ دیا۔ دوسرے دن آپؓ نے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ انصار و مہاجرین نے تو قیدیوں کو قتل نہ کیا بل کہ انھیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ مگر بنی سلیم نے حضرت خالدؓ کے حکم کی تعمیل میں اپنی نگرانی میں دیے گئے قیدیوں کو قتل کر دیا۔

۴۷۔ سریہ عیینہ بن حصن:

فاتحِ مکہ ﷺ کے حسنِ سلوک نے لوگوں کے اذہان وقلوب تسخیر کر لیے۔ اسلامی انقلاب نے فروغِ اسلام کا راستہ ہموار کر دیا لیکن بنو تمیم ایسے سرکش لوگ اسلام کے خلاف سرکشی پر آمادہ رہے۔ اس لیے حضور پاک ﷺ نے محرم ۹ھ مطابق اپریل ۶۳۰ء کو عیینہ بن حصن کی سرپرستی میں ۵۰ مجاہدین بنو تمیم کی طرف روانہ کیے۔ اس مقابلے میں دشمن کے گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تین بچے گرفتار ہوئے اور کئی مارے گئے۔ ان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے بنو تمیم کا ایک وفد آ پہنچا جس نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنا مجھ پر واجب ہے۔ اس لیے نبیٔ پاک ﷺ نے کچھ قیدیوں کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا۔

۴۸۔ سریہ انہدام لات:

بت پرستی عرب کے کئی لوگوں کے خون میں رچ بس گئی تھی۔ مکہ کے کچھ لوگ بتوں کے انہدام کے سلسلہ میں خوف میں مبتلا تھے۔ عورتیں اس ضمن میں توہم پرستی کا شکار رہیں۔ بنو ثقیف نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

لات بت عربوں کا قدیم اور اہم خود ساختہ ناخدا تھا۔ دیگر بتوں کے انہدام کی طرح ۹ ہجری کو لات کے خاتمہ کی باری تھی۔ آنحضرت ﷺ نے مغیرہ بن شعبہؓ اور ابوسفیان بن حربؓ کی تشکیل طائف کی تا کہ لات بت کو توڑ ڈالیں۔ بنوثقیف کے کچھ لوگ اسے رکھنا چاہتے تھے لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ بت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شرک کا گڑھ تباہ ہو گیا۔

۴۹۔ سریہ قطبہ بن عامر:

بغاوت اور سرکشی کئی قبائل کا وتیرہ رہی۔ مکہ میں اسلامی انقلاب کے باوجود بغاوتوں اور سرکشی کا سلسلہ جاری رہا۔ حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ مکہ سے شمال کی طرف بنوخثعم کے لوگ بغاوت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ صفر ۹ھ مطابق مئی جون ۶۳۰ء کو آنحضرت ﷺ نے حضرت قطبہ بن عامر کو بیس آدمیوں کے ساتھ مقام تبالہ کی طرف بھیجا جہاں خثعم کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچ کر ایک شخص کو پکڑا اور اس سے کچھ باتیں دریافت کیں۔ وہ شخص پہلے تو گونگا بن گیا مگر تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر اپنے لوگوں کو متنبہ کرنے لگا۔ مجاہدین اُسے قتل کر کے وہیں ٹھہرے رہے۔ جب قبیلہ کے لوگ سو گئے تو مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ فریقین کے کافی لوگ زخمی ہوئے۔ آخر مجاہدین نے دشمن پر غلبہ حاصل کر لیا اور اُن کی عورتیں اُونٹ اور بکریاں پکڑ کر مدینہ لے آئے۔

۵۰۔ سریہ بنی کلاب یا سریہ ضحاک بن سفیانؓ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک جماعت بنی کلاب کی طرف بھیجی۔ اس جماعت میں حضرت اُسیدؓ بن سلمہ بھی شامل تھے۔ زج کے مقام پر فریقین کے درمیان جنگ میں کفار کو شکست ہوئی۔ بنی کلاب کا ایک شخص واصل جہنم ہوا۔ یہ سریہ ربیع الاول ۹ھ مطابق جون، جولائی ۶۳۰ء کو وقوع پذیر ہوا۔

۵۱۔ سریہ علقمہؓ:

فکری انقلاب نے لوگوں کے اذہان بدلے۔ اب جزیرہ عرب کی صورتِ حال تبدیل ہو رہی تھی۔ لیکن کہیں کہیں سے بغاوت، سرکشی اور لوٹ مار کی خبریں موصول ہوتی رہتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ جدہ

Marfat.com

میں کچھ حبشی آئے ہیں جو بحری ڈکیت ہیں اور مکہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ربیع الاول ۹ ھ مطابق جون جولائی ۶۳۰ء کو حضور ﷺ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ حضرت علقمہ بن مجزز المدلجیؓ کو ان حبشیوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حبشیوں کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بھاگ گئے اور جزیرہ میں جا کر کہیں رُوپوش ہو گئے۔

۵۲۔ سریہ الفلس یا سریہ بنوطئی:

مسلمانوں کی طرف سے بت شکنی کا سلسلہ جاری تھا کئی بت منظر عام پر تھے تو کئی خفیہ تھے۔ ''فلس'' بنوطئی کا معارف بت تھا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ سے سو میل شمال مشرق کی جانب آباد تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ ربیع الآخر ۹ ھ مطابق جولائی اگست ۶۳۰ء کو قبیلہ طئی کا مشہور بُت فلس منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر فجر کے وقت قبیلہ طئی پر حملہ کیا اور بُت خانہ منہدم کر کے عورتیں، اُونٹ اور بکریاں گرفتار کر لیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی لڑکی سفانہ بھی تھی۔ ان کے بھائی عدی بن حاتم لشکرِ اسلام کی خبر سُنتے ہی شام بھاگ گئے تھے۔

۵۳۔ سریہ یمن، حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک ۱۰ھ مطابق دسمبر ۶۳۱ء کو حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علیؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے۔ عمامہ کا کنارہ بقدر ایک ہاتھ سامنے لٹکایا، یاد رہے ایک ہاتھ ۱۲۵ انچ کا ہوتا ہے۔ ایک بالشت کے برابر دوسرا کنارہ پیچھے چھوڑا۔ حضرت علیؓ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اس جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف اطراف کو روانہ کیں۔ لشکرِ اسلام کے سوار سب سے پہلے علاقہ مذحج میں داخل ہوئے جہاں سے بہت سے بچے عورتیں، اُونٹ اور بکریاں پکڑ لائے اور ان تمام غنائم کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ بعد ازاں ایک دوسری جماعت سے ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے حسبِ ہدایت ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی مگر اُن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کر دیا اور دعوت کے جواب میں مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ اس پر حضرت علیؓ نے منکرین پر حملہ کر کے ان کے بیس آدمی قتل کر دیے۔

Marfat.com

۵۴۔ سریہ دومتہ الجندل:

دومتہ الجندل حکومت نے سازشی کاروائیوں سے گریز نہیں کیا اس لیے رجب ۹ ہجری میں نبیٔ پاک ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں ۴۲۰ مجاہدین کے ہمراہ دومتہ الجندل روانہ کیا۔ اکیدر جو اسلام کا دشمن تھا اُسے مجاہدین نے گرفتار کرلیا۔ اسی اثناء میں اکیدر کا بھائی حسان مارا گیا۔ اکیدر نے اطاعت قبول کر لی اور سرورِ وسعتِ کائنات ﷺ نے دومتہ الجندل کی حکومت اُسے واپس کر دی۔ اس سریہ میں مسلمانوں کو سفارتی کامیابی حاصل ہوئی۔

۵۵۔ سریہ اُسامہ بن زید:

بسترِ علالت پر بھی خیرِ مجسم، نیرِ اعظم، وارثِ زمزم، باعثِ تخلیقِ لوح وقلم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کی فکر دامن گیر رہی۔ یک شنبہ ۲۸ صفر ۱۱ھ مطابق ۲۴ مئی ۶۳۲ء کو بیماری سے ایک روز قبل آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی زیرِ قیادت مقام اُبنٰی کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اُبنٰی ارضِ بلقاء کی اطراف میں ایک مقام ہے۔ جہاں غزوۂ موتہ واقعہ ہوا تھا اور جس میں حضرت اُسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ وغیرہ شہید ہوئے تھے۔

نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا
ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا
نسیمِ صبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے
طلوعِ مہر کا عالم تھا ذرے مسکراتے تھے

(حفیظ)

☆-☆-☆

Marfat.com

جرأت و شجاعت کے پیکر فخرِ جہاں ﷺ

تاجدارِ کائنات ﷺ خاصائے خاصانِ رسل ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے جرأت و شجاعت کا جو فقید المثال مظاہرہ کیا وہ عالم اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جرأت و شجاعت کا مطلب بہادری، جواں مردی اور دلیری ہیں۔ اس دلیری اور بہادری کی کچھ حدود وقیود ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات میں انسانِ کامل کے تمام جواہر موجود تھے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ بہادر یا فاتح اُسے کہتے ہیں جو قتل و غارت، دشمن کو پچھاڑنے اور علاقوں کو مسمار کرنے والا ہے۔ اگر ہم آقائے نامدار ﷺ کی جرأت و شجاعت کا عمیق مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہادری اور دلیری کو ہمیشہ عقل، جذبے اور فطرتِ انسانی کے تابع ہونا چاہیے۔ خالقِ کائنات نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ بہادری کا تعلق اپنی ذات کا دفاع ہے۔ اپنے وابستگان کی حفاظت ہے کیوں کہ انسانی قتل کسی طرح بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے کسی ایک انسان کو ناحق قتل کیا گویا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ تاجِ دارِ حق ﷺ نے امن، بھائی چارے، سلامتی اور صلۂ رحمی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے صرف اُن لوگوں پر ہاتھ اُٹھانے کی اجازت دی جو راہِ حق کی تبلیغ میں رکاوٹ بنے۔ ہر موقع پر بچوں، بوڑھوں، عورتوں حتیٰ کہ فصلوں اور درختوں پر بھی زیادتی سے منع فرمایا۔ قتل و غارت اور ظلم وستم کے حوالے سے قرآن پاک میں واضح ارشادات موجود ہیں:

ظلم کے بارے میں قرآنی ارشادات

> ''اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے
> جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور خدا اُس پر غضب ناک ہوگا
> اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا (سخت)
> عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ النساء: ۹۲۔۹۳)
> ''ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق)

Marfat.com

قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک
میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا
اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا
موجب ہوا۔"

"اور جس جاندار کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز
طور پر (یعنی بفتویٰ شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم
نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے)
تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے کہ وہ
منصور فتحیاب ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل:۳۳)

"اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو
مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق
(یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے۔" (سورۃ
الفرقان:۶۸)

حسنِ کائنات ﷺ کا حسنِ سلوک

سرورِ کائنات ﷺ کی شجاعت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کا اخلاق بے مثل رہا اسی طرح آپ ﷺ کا جاہ و جلال بھی عجز و انکساری کے سایۂ رحمت میں رہا۔ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکین مکہ نے رسولِ اکرم ﷺ کو جس طرح اذیتیں دیں۔ آپ ﷺ انتقاماً اُن پر ہاتھ اُٹھا سکتے تھے لیکن آپ ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ نے کسی قریش کو اذیت دی اور نہ ہی تشدد کا نشانہ بنایا۔ آپ ﷺ کا ایمان تھا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا دوست ہے تو کسی کی دشمنی سے ڈرنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ تبلیغِ دین کے لیے آپ ﷺ نے اپنی جرأت، بہادری، دلیری اور جاں سپاری کو ایک حد تک قابو میں رکھا۔ اپنی جان کی پروا کیے بغیر آپ ﷺ حصولِ مقصد کے لیے آگے بڑھتے رہے۔

آپ ﷺ جب چاہتے بے دھڑک حرم شریف میں چلے جاتے اور اطمینان سے بیت اللہ کا طواف کر لیتے۔ ایک دن قریش کے کچھ سردار حجرِ اسود کے پاس بیٹھے دینِ اسلام اور حضورِ پاک ﷺ کے

Marfat.com

آباؤ اجداد کے خلاف محوِ گفتگو تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ طواف فرما رہے تھے تو یہ بدبخت، آپ ﷺ پر آوازے کستے اور فقرے چست کرتے۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ ہر مرتبہ نورِ ہدایت ﷺ کے روئے انور پر ملال اور ناگواری کے اثرات نمایاں ہوتے۔ دو مرتبہ تو آپ ﷺ خاموش رہے مگر تیسری مرتبہ ان کی بدزبانی پر آپ ﷺ رُک گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے گروہ قریش! کان کھول کر سن لو تمھارے پاس ذبح کے ساتھ آیا ہوں۔ یعنی اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ایک دن میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جاؤ گے۔''

آپ ﷺ کی اس دلیرانہ گفتگو سے قریش پر ہیبت اور سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ یوں خاموش ہوئے جیسے اُن کے سر پر خوف کا پرندہ بیٹھ گیا ہو۔ آپ ﷺ کی شجاعت سے مرعوب ہو کر وہ بولے: ''ابو القاسم! آپ ﷺ اطمینان وسکون سے چلے جائیں اور ہماری گفتگو و خیال کو جانے دیں۔'' (ابنِ ہشام)

سربراہِ اسلام، محمد ﷺ کا ابو جہل پر رُعب

دشمنِ اسلام ابو جہل جاہ وحشمت کا مالک تھا۔ اُس کے حکم کے خلاف پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اُسے دشمن کو زیر کرنے کا ہنر آتا تھا۔ اعلانِ نبوت کی سب سے زیادہ تکلیف ابو جہل کو پہنچی۔ پہلے تو اُس نے اپنے غلاموں کے ذریعے حضور پاک ﷺ کا تمسخر اُڑانے کی کوشش کی اور پھر آپ ﷺ کو مارنے دھمکانے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ ﷺ اُس کی حماقتوں کو نظر انداز فرما دیتے۔ سرِ بزم بھی وہ آپ ﷺ کو خود سے چھوٹا سمجھتے ہوئے سرزنش سے بھی باز نہ آتا۔ آپ ﷺ نے اُسے اپنے کردار وعمل سے اس قدر نادم کیا کہ وہ دوسروں کے سامنے حضور ﷺ کی برائی کرنے کی جرأت نہ کر پایا۔ ابو جہل کو گستاخیوں اور شرارتوں کی سزا یہ ملی کہ وہ کم سن مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا۔

ایک دن ایک نہایت خستہ حال یتیم لڑکا سرورِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''میرے باپ کے مرنے کے بعد ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) نے اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ اس میں سے مجھے کچھ نہیں دیتا یہاں تک کہ بدن ڈھانپنے کے لیے میں کپڑوں کا بھی محتاج ہوں۔'' نبی معظم ﷺ اس یتیم بچے کا حال سن کر اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور بچے کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے تشریف آوری کا سبب پوچھا: تو رحمت للعالمین ﷺ نے بڑے دبدبے کے ساتھ فرمایا: ''اس بچے کا حق اس کو

Marfat.com

دے دو۔" ابوجہل کو تاجدارِ حق ﷺ کی بات رد کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے اسی وقت یتیم بچے کا مال لا کر اسے دے دیا۔ بعد میں قریش کے سرداروں نے ابوجہل سے پوچھا: کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا جو ختمی المرتبت محمد ﷺ کے حکم کی اس طرح تعمیل کی؟ اس نے کہا: "خدا کی قسم میں اپنے دین پر قائم ہوں مگر جب آقائے نامدار ﷺ مجھ سے یتیم کے حق کا مطالبہ کر رہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا اس کے دائیں اور بائیں جانب ایک ایک حربہ ہے جو میرے جسم میں پیوست ہو جائے گا اگر میں نے اس کی بات نہ مانی۔ (اعلام النبوۃ)

ایک دفعہ ایک غریب آدمی کچھ اُونٹ لے کر مکہ آیا۔ ابوجہل نے اس کے سارے اُونٹ خرید لیے لیکن قیمت نہ دی۔ جب بھی وہ قیمت مانگتا وہ اسے ٹال دیتا۔ ایک دن اُس نے تنگ آ کر حرم کعبہ میں جا کر قریش کے سرداروں کے پاس فریاد کی کہ ابوجہل اُس کے اُونٹوں کی قیمت ادا نہیں کرتا۔ اُس وقت حرم کے ایک گوشے میں حبیب غفار ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ سردارانِ قریش نے ازراہِ شرارت یا کسی اور خیال سے فریادی سے کہا کہ وہ شخص جو کونے میں بیٹھا ہے اس سے جا کر کہو، وہ تمھارے اونٹوں کی قیمت دلوا دے گا۔ وہ مظلوم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف چلا تو قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ آج لطف آئے گا۔ اُس نے کامل و اکمل محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے اپنی فریاد دہرائی تو خاتم المرسلین ﷺ اسی وقت اس کو ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف چل پڑے۔ سرداروں نے اپنا ایک آدمی یہ دیکھنے کے لیے پیچھے بھیجا کہ یہ معاملہ کیا صورت اختیار کرتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے ابوجہل کے مکان پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے اندر سے پوچھا: کون ہے؟ نبی پاک ﷺ نے جواب دیا "محمد"۔ وہ حیران ہو کر باہر نکلا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: "اس شخص کا حق دے دو۔ وہ فوراً اندر گیا اور اونٹوں کی قیمت لا کر اس شخص کے ہاتھ پر رکھ دی۔ سرداروں کا جاسوس یہ دیکھ کر دوڑتا ہوا حرم شریف میں پہنچا اور کہنے لگا کہ واللہ آج حیرت انگیز معاملہ دیکھا، ابوالحکم (ابوجہل) جب گھر سے باہر نکلا تو سید الکونین ﷺ کو دیکھتے ہی اس کا رنگ اڑ گیا اور جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس سے کہا کہ اس شخص کا حق دے دو تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں جان نہیں ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام۔ انساب الاشراف)

سراقہ بن مالک کی گھبراہٹ

سرورِ عالم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو سراقہ بن مالک نے انتہائے کمال ﷺ کا تعاقب کیا اور اس قدر قریب پہنچ گیا کہ منتہائے جمال ﷺ کو پا سکتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سحاب

Marfat.com

کرم ﷺ کی حفاظت کی بہت فکر تھی اور وہ گھبرا کر بار بار سراقہ کی طرف مڑ کر دیکھتے تھے لیکن گنجِ نعم ﷺ کی شجاعت اور حوصلہ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہ دیکھا کہ دشمن کس ارادہ سے آ رہا ہے۔ محمد عربی ﷺ کے دل پر وحی کی کیفیت طاری تھی اور لب ہائے مبارک پر قرآن حکیم کی تلاوت جاری تھی۔

ہجرت کے بعد منافقین مدینہ، یہود اور قریش مکہ نے باہم ساز باز کر کے رسول خدا ﷺ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ صحابہ کرامؓ، آقائے نامدار ﷺ کی حفاظت کے خیال سے آپ ﷺ کے کاشانۂ اقدس کے گرد رات کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات کو حبیب کبریا ﷺ نے اپنے کاشانۂ اقدس سے سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا: ''لوگو! واپس جاؤ، میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لے لیا ہے۔'' (سبحان اللہ)

علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ ایک دن محمد عربی ﷺ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ بنی زبید کے ایک شخص نے آ کر فریاد کی کہ اے اہل قریش! تم باہر سے آنے والے مسافروں کو لوٹ لیتے ہو۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں تین نہایت عمدہ قسم کے اُونٹ بیچنے کے لیے لایا تھا۔ ابو جہل ان کو بہت کم قیمت پر خریدنا چاہتا ہے اور کسی دوسرے کو اس سے زیادہ قیمت نہیں لگانے دیتا۔'' حضور پاک ﷺ نے پوچھا: ''تم ان اونٹوں کو کتنی قیمت پر فروخت کرنا چاہتے ہو؟'' اس نے قیمت بتائی تو حضور پاک ﷺ نے اتنی رقم دے کر اس سے خود اونٹ خرید لیے۔ ابو جہل وہیں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے اس غریب بدو کے ساتھ جو حرکت کی ہے اگر آئندہ اس کا اعادہ ہوا تو تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔'' اس نے کہا: ''نہیں نہیں آئندہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔'' دوسرے مشرکین نے ابو جہل کو بزدلی کا طعنہ دیا تو اس نے کہا: میں کیا کرتا مجھے محمد (ﷺ) کے دائیں بائیں کچھ نیزہ بردار کھڑے نظر آ رہے تھے اگر میں چون و چرا کرتا تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتے۔ (انساب الاشراف)

ایک دفعہ مشرکین نے حرم کعبہ میں بیٹھ کر باہم مشورہ کیا کہ خاصۂ کردگار ﷺ جیسے ہی یہاں آئیں، سب مل کر آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر ڈالیں۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کہیں پاس ہی تھیں۔ انھوں نے کفار کی گفتگو سن لی۔ روتی ہوئی حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس گئیں اور کفار کے ناپاک ارادے سے آپ ﷺ کو مطلع کر دیا۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''جان پدر گھبراؤ نہیں، اللہ میرے ساتھ ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور بے دھڑک حرم کے اندر تشریف لے گئے۔ مشرکین پر آپ ﷺ کی شجاعت اور بے خوفی کا یہ اثر ہوا کہ ان کی نگاہیں خود بخود جھک گئیں اور کسی کو حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

Marfat.com

بحرِ جود و سخا ﷺ کا طرزِ عمل

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر خوب صورت، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر شجاع تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ اہل مدینہ (ایک غیر مانوس آواز کی وجہ سے) گھبرا گئے اور سمجھے کہ شاید کسی دشمن نے مدینہ پر چڑھائی کر دی ہے۔ خطرے کے اس ہنگام میں حضور ﷺ سب سے پہلے آگے بڑھے، حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے ان کا گھوڑا (مندوب) منگوایا اور پھر اس کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر کسی کو ساتھ لیے بغیر جائے خطرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ بھی مسلح ہو کر اس طرف دوڑے۔ کچھ دور گئے ہوں گے کہ خاتم النبیین ﷺ واپس تشریف لاتے ملے۔ آقا ﷺ فرما رہے تھے:

''ڈرو نہیں (خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے) ہاں ابوطلحہؓ کے گھوڑے کو میں نے (تیز رفتاری میں) دریا پایا ہے۔''

غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ نفوس قدسیہ کے مقابلہ پر مشرکین مکہ کے ایک ہزار مسلح جنگجو تھے۔ جب گھمسان کا رَن پڑا تو حضور ﷺ دشمن کی صفوں سے سب سے زیادہ قریب ہو کر داد شجاعت دیتے رہے۔ یہ اتنی خطرناک جگہ تھی کہ حضور پاک ﷺ کے قریب کھڑے ہونا بھی بڑے دل گردے کا کام تھا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں نے آقائے آفاق ﷺ کی آڑ میں پناہ لی اور آپ ﷺ اس دن ہم سب میں دشمنوں کے قریب تر تھے اور اس دن آپ ﷺ کی ہیبت (دشمنوں کے دلوں میں) سب سے زیادہ تھی۔ غزوۂ اُحد میں سرورِ عالم ﷺ پر تیروں، تلواروں، برچھیوں اور پتھروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ ﷺ شدید زخمی بھی تھے لیکن پائے ثبات میں آخر تک ذرہ برابر جنبش نہ آئی۔

☆ ۳ ہجری میں میرِ کارواں ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ درختوں کے بہت سے جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا، صحابہ کرامؓ مختلف درختوں کے سایہ میں بکھر گئے اور آرام کرنے لگے۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے استراحت فرمانے لگے۔ رحمت للعالمین ﷺ کی قمیض پسینہ مبارک سے بھیگ گئی تھی۔ اسے اُتار کر آپ ﷺ نے خشک ہونے کے لیے ڈال دیا اور تلوار بھی کھول کر درخت کی ٹہنی سے لٹکا دی۔ ناگاہ ایک کافر (جس کا نام بعض روایتوں میں ''دعثور'' آیا ہے اور جو شاید موقع کی تاک میں تھا) چپکے سے آیا اور آپ ﷺ کی تلوار اتار کر نیام سے باہر کر لی۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے دشمن کو تلوار سونتے سر پر کھڑا پایا لیکن کیا مجال کہ جبین ہمت پر شکن

Marfat.com

تک آجائے۔ کافر نے کڑک کر پوچھا: ''اے محمد (ﷺ)! اب تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟'' آقائے نامدار ﷺ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: ''میرا اللہ'' اتنا سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور حضور پاک ﷺ نے اسے اٹھالیا۔ اب وہ آپ ﷺ کے رحم و کرم پر تھا، بدن پر رعشہ پڑ گیا اور کانپنے لگا۔ رحمتِ دوعالم ﷺ نے اُسے معاف فرمادیا۔

ابی بن خلف، آپ ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ بدر میں گرفتار ہوکر سلطان دین ﷺ کے سامنے لایا گیا، تو آقائے آفاق ﷺ نے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا تھا، لیکن یہ احسان فراموش جاتے وقت کہہ گیا: ''میرے پاس ایک گھوڑی ہے جس کو روزانہ تین صاع جوار کھلاتا ہوں۔ ایک دن اسی پر سوار ہوکر آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کردوں گا۔'' میرِ کارواں ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ نے چاہا تو میں تمہیں قتل کروں گا۔'' اُحد کے دن ابی بن خلف اسی گھوڑی پر سوار ہوکر محمد مصطفیٰ ﷺ پر حملہ کے ارادے سے صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ چند صحابہ کرامؓ نے اس کا راستہ روکا تو محمد عربی ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ پرے ہٹ جاؤ اور اسے آگے آنے دو۔'' پھر آپ ﷺ نے حضرت حارث بن عصمہؓ کے ہاتھ سے برچھی لے کر اس کو ایک چکر دیا جس سے آس پاس کے سب لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور میدان خالی ہوگیا۔ اب آپ ﷺ، ابی بن خلف کی طرف متوجہ ہوئے جو بالکل قریب آپہنچا تھا۔ فخرِ جہاں ﷺ نے اس کی گردن میں برچھی کی انی چبھودی۔ وہ چیخ مار کر بھاگا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے چلّانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسے بیل کی آواز ہوتی ہے جب وہ مشرکین قریش کے پاس پہنچا تو بار بار یہ الفاظ دہراتا تھا: ''محمد (ﷺ) نے مجھے قتل کر دیا۔'' انھوں نے دلاسا دیا کہ یہ معمولی زخم ہے۔ تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ وہ کہنے لگا ''یہ سچ ہے، لیکن یہ آفتابِ ہدیٰ محمد (ﷺ) کے ہاتھ کا زخم ہے۔ تم کیا جانو کہ مجھے اس زخم سے کتنی تکلیف ہے۔ اگر یہ تم سب پر بانٹ دی جائے تو تم سب مرجاؤ۔'' چناں چہ یہ مردود اسی زخم کی وجہ سے مکہ سے چھ میل دور ''سرف'' کے مقام پر چیختا چلاتا مر گیا۔

غزوۂ حنین میں فخرِ کائنات ﷺ کا انداز

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور (فریق مخالف) بنو ہوازن صرف چار ہزار تھے۔ اس موقع پر بعض مسلمانوں کے منہ سے نکل گیا ''ہم قلت لشکر کی وجہ سے تو آج مغلوب نہ ہوں گے۔'' اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ نازش پسند نہ آئی۔ جنگ شروع ہوئی تو گھات میں بیٹھے ہوئے ہوازن کے ماہر تیراندازوں

Marfat.com

نے ایسی شدت سے تیر برسائے کہ اکثر مسلمان میدان جنگ سے ادھر ادھر ہو گئے، لیکن حضور اکرم ﷺ چند جاں نثاروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں: ''حنین کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو ایڑ لگا کر کفار کی طرف بڑھ رہے تھے اور میں اس کی لگام تھامے ہوئے اس کو روک رہا تھا کہ وہ تیزی سے کام نہ لے اور ابو سفیان مغیرہؓ (بن حارث بن عبدالمطلب) آپ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔''

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار ﷺ اس موقع پر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس وقت خچر سے اُتر پڑے تھے، جو آپ ﷺ کے کمال شجاعت کی دلیل تھی۔ جامع صفات ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عباسؓ نے باآواز بلند مہاجرین اور انصار کو پکارا۔ اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ بروایت حضرت عباسؓ سب مسلمان پلٹ پڑے اور اس طرح بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے جس طرح گائے (یا اُونٹنی) اپنے بچہ کے پاس آتی ہے اور سب کی زبان پر تھا ''ہم حاضر ہیں'' پھر انھوں نے کفار کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اس جنگ کے بعد کسی نے حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا کہ کیا حنین میں آپ کے قدم اکھڑ گئے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں سچ ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ شمع بزم ہدایت ﷺ ثابت قدم رہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ خدا کی قسم! جب گھمسان کا رن پڑا تو ہم لوگ آپ ﷺ کے پہلو میں آکر پناہ لیتے تھے اور ہم میں سب اس شخص کو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا جو سلطان دین وملت ﷺ کے ساتھ کھڑا ہونے کی جرأت کرتا تھا۔

مجھ کو مرا مسلک تو وراثت میں ملا ہے
ایمان مگر تیری محبت سے ملا ہے
یہ تجھ سے محبت کا ہے فیضان، کہ مجھ کو
جو شخص ملا ہے، وہ محبت سے ملا ہے
اللہ کو تعبیرِ دو عالم کا تصور
تخلیقِ محمد ﷺ کی وساطت سے ملا ہے

Marfat.com

اسی قسم کی روایت مسند احمد حنبلؒ، نسائی شریف، سنن بیہقیؒ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں تو ہم بحر جود و سخا ﷺ کے دامن عاطفت میں پناہ لیا کرتے تھے اور اس وقت آپ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔ گویا محبوب رب العزت ﷺ کے کمال شجاعت کا مظاہرہ کسی ایک غزوے یا موقع سے مختص نہیں بل کہ ہر غزوے اور خطرناک موقع پر حضور اکرم ﷺ سب سے بڑھ کر شجاع ثابت ہوتے تھے اور بڑے سے بڑے بہادر صحابہ کرامؓ بھی معظم ﷺ کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ تاجدارِ مکرم ﷺ کی دلیری اور شجاعت نے صحابہ کرامؓ کو حوصلہ اور نوید شجاعت بخشی۔ آج بے خوف قیادت کے لیے حسنِ کائنات ﷺ کی شجاعت کے یہ واقعات آئینِ شجاعت ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کے ہر مجاہد کو اِن واقعات سے شجاعت کشید کرنی چاہیے۔ جس طرح ہمارے سپہ سالارِ اعظم ﷺ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرایا کرتے تھے، اِسی طرح آج بھی ہمیں آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ تاریخ سے یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی پر ناحق تلوار نہیں اُٹھائی۔ مخزنِ کائنات ﷺ کی تلوار سے براہِ راست کوئی قتل نہ ہوا۔ دشمنوں پر آبیارِ جوئے لطافت ﷺ کی ہیبت کے واقعات حیران کن ہیں۔ اگر ایمان کی وہی حرارت جو اُس عہد کے مسلمانوں میں تھی ہماری زندگی کا زیور بن جائے تو آج طاغوتی طاقتیں ہمارا کسی طرح بھی مقابلہ نہ کر سکیں۔ آج ایک ارب مسلمان چند لاکھ یہودیوں کے سامنے مجبور دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہتھیاروں کا خوف ہے۔ فتح و نصرت کا دارومدار عسکری قوت پر نہیں بل کہ جذبۂ جہاد پر منحصر ہے۔ مسلمان پیدائشی مجاہد ہوتا ہے۔ دنیا کی ظاہری چمک دمک نے آج مسلمان سے یہ جذبے چھین لیے ہیں۔ قرنِ اولیٰ کے مسلمان خواتین و حضرات نے جس ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا وہ ہمارے لیے ایک آئینہ ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

☆-☆-☆

Marfat.com

تاریخ جن کی ہم سفر ٹھہری

۳۱۳۔ مجاہدین بدر

شہیدوں کا لہو وہ نور ہے جس کی تجلی سے
یقیں افراد کے قوموں کے مستقبل سنورتے ہیں

Marfat.com

غزوۂ بدر کی اہمیت، کامیابی اور اُصول

کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ میدانِ بدر میں رونما ہوا۔ مسلمان اور قریش مسلح ہو کر اسی میدان میں روبرو ہوئے۔ محسنِ کائنات ﷺ بحیثیت سپہ سالار میدانِ بدر میں اپنی فراست، دانائی، حکمتِ عملی اور حربی صلاحیتوں سے بفضلِ تعالیٰ دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے چوں کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ پوری اُمت کے لیے قابلِ تقلید وعمل ہے اس لیے یہ معرکہ بھی حکمت و دانائی کا مظہر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس معرکۂ حق و باطل سے افواجِ اسلام کو کئی ایک راز و رموز سے نوازا ہے۔ بدر کا میدان دفاعِ وطن کے لیے ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سپہ سالار، مجاہد اور سربراہِ مملکت میدان کاری اور منصوبہ بندی کے اسرار و رموز سیکھ سکتا ہے۔

جنگ کے اُصولوں سے آگاہی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ ایک اچھا سپہ سالار کوشش کرتا ہے کہ دشمن کو کم وقت میں کس طرح پسپا کیا جا سکے۔ دشمن سے نبرد آزما ہو کر اُسے کس طرح نقصان پہنچایا جا سکے۔ نپولین نے بھی میدانِ جنگ میں اِسی حکمتِ عملی کو سامنے رکھا تھا۔ اصل مقابلہ تو دشمن کی فوج سے ہوتا ہے۔ ایک اچھا سپہ سالار اپنی تمام تر صلاحیتیں دشمن کی فوج کے خلاف استعمال میں لاتا ہے۔ عالمی سطح پر بھی آج یہی اُصول کارفرما ہے کہ ایک فوج پختہ عزم کے ساتھ دوسری فوج پر حملہ کر کے اُسے تباہ و برباد کر دے۔

افواجِ اسلام کے عظیم سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ نے میدانِ بدر میں اُس وقت حملہ کرنے کا حکم دیا جب ریت کا طوفان اپنے زور پر تھا۔ دشمن اپنی حقیقی قوت استعمال میں لانے کے قابل نہیں تھا ایک عظیم سپہ سالار کی یہی حکمتِ عملی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے کہ وہ موقع کی تلاش کر کے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے۔ تاجدارِ حق ﷺ نے یہی حکمتِ عملی اپنائی اور جب کفار ابھی خود کو تیار کر رہے تھے کہ مسلمان مجاہدین اُن پر ٹوٹ پڑے۔ دو بدو لڑائی میں کفار کے کڑیل اور جری سردار مارے گئے تو دشمن کی فوج کی ہمت ست اور ماند پڑ گئی۔ اِن حالات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مسلمان مجاہدین کفار کے لشکر پر اُس کے قلبی حصہ تک پہنچنے

Marfat.com

میں کامیاب ہو گئے۔ آج کے دور میں بھی بڑے بڑے جرنیل اپنی طاقت کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے ایسی ہی حکمتِ عملی اپنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ دشمن سے اپنی کمزوری چھپائے رکھیں اور دشمن پر قہر بن کر ٹوٹ پڑیں۔ میدان میں دو چیزوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اپنی فوج کا تحفظ اور دشمن کی فوج کا زیادہ سے زیادہ نقصان۔ دشمن کو زیادہ نقصان پہنچانے کے لیے بہترین حکمتِ عملی کارگر ہوتی ہے۔ فوجِ اسلام کے سپہ سالار کی حکمتِ عملی، سبحان اللہ، کم سے کم وقت میں بڑی کامیابی کا حصول ثابت ہوئی۔ عصرِ حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ دورانِ جنگ تباہی و بربادی کا ایک طوفانِ بلاخیز سامنے آجاتا ہے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے بحیثیت سپہ سالار انسانی اُصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ میدانِ بدر کے اطراف میں اسلامی فوج نے جس انداز سے دشمن پر نظر رکھی وہ یقیناً قومی دفاع میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ابوسفیان کا قافلہ ایک نئے راستے سے اپنے محفوظ مقام پر پہنچ گیا لیکن شریک قافلہ اِسی ڈر سے گزرتے رہے کہ کہیں مسلمان اُن پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

صدیوں سے جو روشن تھا چراغِ باطل
تنویرِ صداقت سے بجھایا تو نے

(ستیہ پال اختر رضوانی)

حضورِ پاک ﷺ نے چراغِ باطل کو تنویرِ حق سے گل کر دیا۔ آپ ﷺ کی کمانڈ پوسٹ کا انداز عصرِ حاضر کی جنگی حکمتِ عملی سے کہیں زیادہ مؤثر تھا۔ میدانِ بدر کا نقشہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کے لیے جگہ کا انتخاب، پانی کا اہتمام، تلواروں کی تقسیم، خوراک کا بندوبست، گھوڑوں کی صف بندی، سامانِ حرب کا خصوصی انتظام اور پھر دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا انداز ایک منجھے ہوئے جرنیل کا انداز ہے۔ میدانِ بدر ایک دفاعی تربیت کا انمول انداز ہے۔

ایک طویل اور وسیع میدان میں منصوبہ بندی مشکل کام ہے۔ میدانِ بدر زیادہ وسیع نہیں تھا لیکن دشمن کی تعداد ۳۱۳ کے مقابلے میں ہزاروں تھی اپنا دفاع کرتے ہوئے مجاہدین اسلام دشمن پر اس انداز سے ٹوٹے کہ دشمن کی قوت پاش پاش ہو گئی۔ مجموعی طور پر جنگ کے لیے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ دشمن کو کسی بھی وقت اور مقام کے انتخاب کا موقع حاصل رہتا ہے۔ حملہ آور اچانک حملہ کر سکتا ہے۔ طویل اور وسیع میدان کے لیے مجاہدین کی تعداد میں اضافہ ضروری ہے۔ دشمن کسی چال سے غیر محفوظ علاقہ پر حملہ آور ہو کر قبضہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں زمین کے کسی حصے کو دشمن کے لیے کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ محبت اور جنگ میں سبھی کچھ

Marfat.com

جائز ہے۔ دورانِ جنگ حملہ آور اپنے دشمن کی رسد کو لوٹ سکتا ہے، اس کے سلسلہ رسد کو کاٹ سکتا ہے۔ دفاع کرنے والے فریق کی غیر متحارب آبادی کو نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

جنگ بدر میں نبی مکرم ﷺ نے اپنی فوج کے مدنظر دفاع کو ایسے ہی اُصولوں پر استوار کیا۔ باطل کی صفوں کے دائیں طرف اپنے دستے جمع کیے بل کہ اچانک حملہ کر کے دشمن کی کمزوری سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ اسلامی لشکر کی بدر تک آمد اور پھر بدر کے میدان میں اس کی نقل و حرکت فنِ لشکر کشی کے عین مطابق تھی۔ تاجدارِ فخرِ عرب و عجم ﷺ ایسے راستوں سے بدر تک پہنچے کہ دشمن کو اس کی اطلاع تک نہ ہو سکی اور یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ سکی کہ آپ ﷺ دراصل تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں یا لشکر قریش سے مقابلہ کے لیے بڑھ رہے ہیں وہ بھی سمجھنے سے قاصر رہا کہ آپ ﷺ کس جگہ مقابلہ کرنے والے ہیں۔ حفاظت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ جنگ میں فوجوں کی حفاظت کی بڑی بھاری ذمہ داری سپہ سالار پر عائد ہوتی ہے لیکن اس کی ضرورت سے زیادہ فکر بھی وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ جو دشمن ہر چیز کی حفاظت کرنا چاہتا ہے وہ ہر چیز کھو بیٹھتا ہے، اقدام میں نسبتاً زیادہ تحفظ کی صورت ہوتی ہے۔ لڑائی میں تحفظ کی بہترین شکل یہ ہے کہ آپ اپنے ارادہ کو دشمن پر مسلط کر دیں۔ جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ نے حفاظت کی تمام ممکنہ صورتیں اختیار فرمائی تھیں۔ آپ ﷺ نے اگلی صفوں کی حفاظت کے لیے بہترین جگہ پر تیر اندازوں کو مقرر کیا تھا اور ساری فوج کی حفاظت کے لیے محفوظ دستے بھی متعین فرمائے تھے۔

سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے اپنے جوانوں سے دفاع کا بہت محتاط فریضہ لیا۔ فتح کے لیے آپ ﷺ نے قوتِ ایمانی کو شرطِ اوّل تصور کرتے ہوئے دشمن کو زیر کر لیا۔ دستوں کی تقسیم اس غور و فکر سے کی کہ ہر سپاہی کو اپنے جوہر دکھانے کا بھرپور موقع ملتا رہا۔ طاقت کا ایک ہی وقت میں بھرپور مظاہرہ نقصان دہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کچھ جوانوں کو تازہ دم رکھنا بہت ضروری ہے۔

سپہ سالارِ اسلام، محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی جنگ بدر میں اپنی مختصر سی قوت کا استعمال بڑی احتیاط سے کیا کہ ۳۱۳ سپاہیوں کو نہ صرف میمنہ اور میسرہ میں تقسیم کیا' بل کہ محفوظ دستے بھی ان میں سے علیحدہ کیے اور دشمن پر اس وقت تک تیر اندازی نہیں کی جب تک وہ پوری طرح زد میں نہیں آ گیا اور تیروں کے ضائع ہونے کا احتمال باقی نہ رہا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی ساری طاقت کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ اپنے پاس اُونٹوں کی بہت کمی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اسے گھیرے میں لینے کے بجائے پسپا ہو جانے کا موقع

Marfat.com

دیا۔ ورنہ اس بات کا احتمال تھا کہ کفار بے جگری سے لڑنے پر مجبور ہو جاتے اور مسلمانوں کو بھی بہت نقصان برداشت کرنا پڑتا۔

اُونٹوں، گھوڑوں اور سامانِ حرب کی کمی کے باوجود میدانِ بدر میں لشکرِ اسلام کی نقل و حرکت بہت تیز رہی۔ برق رفتاری کسی لشکر کی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسلامی لشکر کا ہر جوان دشمن پر بجلی بن کر گرا۔ وقت گواہ ہے کہ مدینے سے بدر تک مجاہدین اسلام نہایت تیزی سے آئے' نہایت سرعت سے اپنے مورچے قائم کرتے رہے اور لڑائی کے میدان میں برق رفتاری سے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ باہمی ہمدردی اور باہمی تعاون میدانِ بدر کی کامیابی کا اہم ترین حصہ ہے۔ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ اور بے لوث تعاون نے میدانِ بدر کو فتح کرنا مسلمانوں کے لیے آسان بنا دیا۔

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کا ایک بڑا سبب اُن کا باہمی تعاون تھا۔ تیر اندازوں نے ٹھیک وقت پر تیر برسائے اور اقدام کرنے والے دستوں نے بھی مناسب وقت پر آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ عورتوں اور سانڈنی سواروں نے بھی اپنے اپنے فرائض نہایت دلیری اور پھرتی سے انجام دیئے۔ جاسوسی کا نظام بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں اس پر مختصر سی روشنی ڈالی گئی ہے۔ میدانِ بدر کی کامیابی میں بھی جہاں دیگر عوامل کارفرما تھے وہاں جاسوسی کا نظام بھی اہمیت رکھتا ہے۔ مخبروں اور جاسوسوں کی اطلاعات کے مطابق زمین کاری اور صف بندی میں بہت مدد ملتی ہے۔ فوج خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو بغیر جاسوسوں کی امداد کے کامیابی کا حاصل کیا جانا مشکل ہوتا ہے۔ فتح کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں دشمن کے وسائل و ارادوں نیز اس کی نقل و حرکت کا پہلے سے علم ہو۔ جاسوسوں سے مختلف نوعیت کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی لیے جاسوسوں کو بھی کئی قسموں میں ڈھال لیتے ہیں۔ مثلاً: قومی جاسوس، اندرونی جاسوس' یعنی خود دشمن کے افسر، اسیران جنگ، مصنوعی جاسوس یعنی ایسے جاسوس جن کے ذریعے آپ غلط اطلاعات دشمن کو فراہم کریں گے۔ دلیر جاسوس جو دشمن کے کیمپ تک پہنچ کر خبریں لاتے ہیں۔

امام العالمین ﷺ نے اس ضمن میں جاسوسی کا ایک مربوط اور منظم نظام بنا رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے زیرک اور صاحبِ بصیرت صحابۂ کرامؓ کی جماعت تیار کی جس نے جنگِ بدر کے دوران دشمن کی خفیہ سرگرمیوں سے سپہ سالارِ اعظم ﷺ کو آگاہ رکھا۔ بدری جاسوسوں نے نہایت خوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔ جس کے باعث لڑائی کے لیے بہترین منصوبہ بندی، صف بندی، اسلامی لشکر کی حرکت و

Marfat.com

عمل اور دشمن کی آمد اور رخ کا پتہ چلتا رہا۔ دشمن کی ہر حرکت کی خبریں آپ ﷺ کو مل رہی تھی۔ آپ ﷺ نے جاسوسوں کے لیے سواری کا خصوصی اہتمام کر رکھا تھا جو سبک رفتاری کے ساتھ دشمن کے قرب و جوار میں پہنچ جاتے اور اسلامی لشکر کو صحیح معلومات فراہم کرتے۔

کفار کی پیش قدمی روکنے کے لیے نبی معظم ﷺ نے وہی انداز اپنایا جو آج کے جرنیل جدید سہولیات سے مکمل کرتے ہیں۔ جس میں زمین کی رکاوٹوں میں جھاڑی' کھدائی' دلدلی زمین' ندی نالہ' جھیل اور پہاڑ شامل ہیں۔ جو لشکر ان رکاوٹوں کے پیچھے ہوتا ہے اس کی دفاعی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لڑائی میں نشیبی زمین کا انتخاب نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ روشنی اور دھوپ کا خاطر خواہ خیال کرنا کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ ہر لشکری اپنی منفرد طبیعت رکھتا ہے۔ دھوپ اور روشنی کئی مرتبہ مختلف بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے کہ لڑائی کے وقت سورج ہمارے سپاہیوں کے منہ پر نہ ہو۔ ہم اگر پہاڑ پر ہوں تو دشمن پہنچتے' پہنچتے تھک جاتا ہے اور اس کی صف بندی قائم نہیں رہ سکتی۔ چھوٹی ندیوں کو عبور کرنے میں دشمن کی اگلی صفیں منتشر ہو جاتی ہیں اور اسے ازسرنو صف بندی کرنا پڑتی ہے۔ اس صورتحال سے ہم دشمن پر حاوی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آج ہمیں پہاڑوں کے بلند مقامات پر اپنے کیمپ قائم کرنے چاہئیں۔ پہاڑ کا وہ حصہ بہتر ہوتا ہے جہاں دھوپ آتی ہو اور میمنہ اور عقب کی سمتیں ڈھلوان ہوں۔

پہاڑوں کی حفاظت کے لیے خندقیں کھودی جاتی ہیں اور ندیوں کی نگرانی کے لیے معقول انتظام کیا جاتا ہے۔ اس غرض کے لیے فوج کا کم از کم تیسرا حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دشمن کے ان دستوں پر حملہ کیا جا سکے جو دروں سے گزرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ بہتر تکنیک کے مطابق فوج کے کسی ایک بازو کو زمین کی رکاوٹ سے محفوظ کر لیا جاتا ہے اور دوسرے بازو کو اقدام کے لیے تیار رکھا جاتا ہے۔ لیکن زمین کی رکاوٹوں کے باوجود خندقوں کا کھود لیا جانا مفید ہوتا ہے تاکہ زمین کی رکاوٹوں کو دشمن عبور کرے تو اس پر خندقوں سے آتش باری (تیز اندازی) کی جا سکے۔ زمین کی رکاوٹیں صرف دفاع کے لیے مفید ہو سکتی ہیں کیوں کہ اگر ہم خود پیش قدمی کرنا چاہیں تو یہی رکاوٹ ہمارے لیے سدراہ بن جاتی ہے۔ بہر حال زمین کی رکاوٹوں سے صرف جزوی فائدہ اس حد تک اٹھایا جانا چاہیے کہ ان کی مدد سے تھوڑی سی فوج کے ذریعے دشمن کے حملہ میں مزاحمت پیدا کی جائے اور اس عرصہ میں کسی دوسرے نقطہ پر فوجوں کو مجتمع کر کے دشمن کو شکست دی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ بدر میں زمین کا ماہرانہ استعمال کیا' آپ ﷺ نے چشمہ پر پوری طرح قبضہ کر لیا۔ تیر اندازوں کو بہترین جگہ پر متعین کیا گیا اور اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا کہ عین جنگ کے وقت سورج کی شعاعوں سے

Marfat.com

مسلمانوں کی آنکھیں چوندھیا نہ جائیں۔ نیز اپنی نقل وحرکت سے دشمن کو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کیا جو ریتلی، چکنی ہونے کے باعث اس کے لیے بہت سی مشکلات کا سبب بن گئی۔ لڑائی میں فتح کے لیے کئی سنہری اُصول ہیں۔ تجربہ کار اور نامور جرنیلوں اور سپہ سالاروں نے اُن پر عمل پیرا ہو کر کامیابیاں حاصل کیں۔

دشمن کی پشت کا راستہ جس سے وہ بصورت شکست بھاگنے لگے اُسے کاٹ دیا جائے۔ ایسی نقل و حرکت کی جائے جس سے دشمن کے محاذ کا رخ فوری طور پر تبدیل ہو جائے۔ مثلاً: میدان کے دائیں جانب چھوٹا حملہ کیا جائے تاکہ دشمن دائیں طرف مڑ جائے، دشمن کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بائیں جانب سے بھرپور حملہ کرنے سے کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔ ایسے حربوں سے دشمن کی صفوں میں ہل چل مچ جاتی ہے۔ یہی عمل دشمن کی فوج کو تتر بتر کرنے میں کارگر ثابت ہو جاتا ہے اور اس کی تنظیم بگڑ جاتی ہے۔ ایسی نقل و حرکت کی جائے کہ دشمن کی فوج چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے۔ دشمن کی رسد کے سلسلہ کو منقطع کر دیا جائے۔ دشمن پر ایسی جگہ وار کیا جائے جہاں وہ بچاؤ نہ کر سکے۔ ایسے وقت کا حملہ مزید مستحکم و کامیاب ہوتا ہے کہ جب دشمن حملے کی توقع نہ رکھتا ہو۔

جنگ بدر میں ایک ہزار مسلح سپاہیوں کے مقابلہ میں ۳۱۳ بے وسیلہ مسلمانوں کی کامیابی آنحضرت ﷺ کی دانشمندانہ حربی چالوں اور فنی مہارت پر دلالت کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے کمال تدبر سے دشمن کے بڑھتے ہوئے دستوں کو قریب تر آنے کا موقع دیا اور جب وہ پوری طرح زد میں آ گئے تو تیراندازوں کو حکم دیا کہ نہایت تیزی سے تیراندازی کی جائے۔ دشمن تیروں کی اس خوف ناک بوچھاڑ کا متحمل نہ ہو سکا اور نتیجتاً کفار کی صفیں منتشر ہو گئیں۔ وہ جانی و مالی نقصان برداشت کرتے ہوئے بھاگنے لگے اپنی ہی لاشوں اور اپنے ہی مشرکین ساتھیوں کو بھی روندتے گئے۔ نبی معظم ﷺ کی اس حربی چال سے دشمن کا بہت نقصان ہوا۔

میدانِ جنگ میں یکسانیت نقصان دہ ہوتی ہے۔ موقع محل کے مطابق منصوبہ بندی میں ترامیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر اچھا سپہ سالار اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ جنگ کا منصوبہ اس کے وسائل اور اختیار سے باہر نہ ہو۔ بہترین جنگی منصوبہ بندی میں تغیر پذیری کی صلاحیت ہوتی ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر کسی بھی مشکل اور دشواری کا سامنا کیے بغیر تغیر و تبدل کا مرحلہ طے کیا جا سکے۔

اسلامی سپہ سالار پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی میدانِ بدر میں سادہ، لچک دار اور فہم و فراست سے بھرپور جنگی منصوبہ تیار کیا۔ کفار کی مکاریوں اور چالاکیوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے لشکریوں کو مختلف اوقات میں

Marfat.com

تبدیل کرتے رہے۔

آپ ﷺ کی جنگی چالوں سے دشمن کو نا صرف محاذ کی سمت بدلنا پڑی بلکہ ایک ایسی جگہ اپنا محاذ قائم کرنے پر مجبور بھی ہونا پڑا جہاں نہ پانی تھا نہ جانوروں کے لیے چارا، بلکہ جہاں سورج منہ کی طرف تھا، ہوا مخالف سمت سے چل رہی تھی اور زمین ریتلی اور دلدلی ہونے کے باعث سواروں کے لیے سخت پریشانی کا موجب ہوئی۔ مزید برآں کفار ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر پھسلتے رہے۔ عمومی طور پر جب دشمن پسپا ہوتا ہے تو فاتح لشکر اُس کا تعاقب کر کے اُسے مزید نقصان پہنچاتا ہے۔ فوجِ اسلام کے سپہ سالار ﷺ نے دشمن کا تعاقب نہیں کیا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ سامانِ رسد کی کمی اور سواری کا بہت قلیل اہتمام تھا۔ آپ ﷺ کی اس حکمتِ عملی سے دشمن پسپا بھی ہو گیا اور مسلمان بھی نقصان سے محفوظ رہے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بہت سی رکاوٹیں اور دشواریاں تھیں لیکن صحت مند غور و فکر، شجاعت اور ثابت قدمی سے آپ ﷺ نے نہ صرف اُن کا ازالہ کیا بل کہ اُصولوں کی جنگ پر قائم رہتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ انتہائی نازک حالات میں آپ ﷺ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ سپہ سالار کے غیر متزلزل اعتماد نے لشکرِ اسلام کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ آپ ﷺ کے اعتماد اور ثابت قدمی نے لشکرِ اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ میدانِ جنگ میں سپہ سالار پر جوانوں کا پورا اعتماد کامیابی کی ضمانت ہے۔ امیرِ فوج کے ہر حکم کی تعمیل فوج کو نا صرف حوصلہ عطاء کرتی ہے بل کہ آگے بڑھنے کا باعث بھی بنتی ہے۔ مسلمانوں کے کمانڈر انچیف نبیٔ پاک ﷺ پر اہلِ لشکر اندھا اعتماد کر تے تھے جب کہ لشکر کفار کے سردار ابو جہل پر اُس کی عسکری قوت کو اعتماد نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابو جہل جنگ میں مارا گیا اور اُس کے تحفظ کے لیے کوئی مشرک سامنے نہ آیا۔

فخرِ فوجِ اسلام ﷺ کی جرأت و شجاعت سے لشکرِ قریش پہلے ہی مرعوب ہو چکا تھا۔ طاقت میں زیادہ ہونے کے باوجود کفار ذہنی طور پر مسلمانوں سے خوف زدہ تھے۔ مسلمانوں کے عزمِ صمیم کو دیکھ کر کئی سرداروں نے ابو جہل کو مشورہ دیا کہ وہ واپس جانے میں عافیت سمجھیں۔ ابو جہل کا غرور، تکبر اور جوانوں کی تعداد کا گھمنڈ اُسے لے ڈوبا۔ قریش نے ایک شخص عمر بن وہب کو لشکر اسلام کی سرگرمیاں جاننے کے لیے بھیجا۔ اس نے مسلمانوں کے شوقِ شہادت کے بارے میں لشکرِ کفار کو بتایا کہ مسلمان اگر چہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اُن کے جذبہ جاں نثاری کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہ فخرِ موجودات ﷺ کے گرد یوں سرگرداں ہیں جیسے پروانے، شمع کا طواف کرتے ہیں۔ مسکراتے ہوئے چہرے، موت کے خوف سے مبرا، سروں سے کفن باندھے

Marfat.com

اور جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس خبر سے کفار کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے۔ فتح کی اُمید کے بجائے شکست کا خوف اُن کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اس طرح جنگ بدر نے ثابت کر دیا کہ فتح و نصرت کا دارومدار قوت پر نہیں بل کہ جذبۂ ایمانی پر ہوتا ہے۔ قوت ہار گئی اور جذبے فتح یاب رہے۔

کم من فیة قلیلة غلبت فیه کثیرة باذن اللہ

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر حکم الٰہی سے غالب آ گئیں!

۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کا یہ معرکۂ حق و باطل، آج کے اسلامی جرنیلوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ دشمن کا غرور خاک میں مل گیا اور اہلِ حق فتح یاب ہوئے۔ فتح کے اُصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم آج بھی غیر مسلم قوتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ فتح بہت بڑی نعمت تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں کچھ یوں ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (۸:۲۶)

ترجمہ: ”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک لے جائیں گے پس اس نے تمھیں ٹھکانا مرحمت فرمایا اور اپنی مدد کے ذریعے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم لوگ اس کا شکر ادا کرو۔“

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ

☆-☆-☆

Marfat.com

شرکاءِ بدر

جنھوں نے شجاعتوں کی داستاں رقم کی

سلام اُن ۳۱۳ غازیوں اور شہیدوں کو!

بدر میں شریک ہونے والے مہاجر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد ۸۳ بیان کی گئی ہے۔ اِن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ ان ۸۲ مہاجرین کے ساتھ سپریم کمانڈر ختم الرسل، مولائے کل، رونقِ جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام شامل کر کے مہاجرین کی تعداد ۸۳ بنتی ہے۔

۱۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب، اُسد اللہ واسد الرسولہ	(حضور کے چچا)
۲۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب	(حضور ﷺ کے چچازاد اور چوتھے خلیفۂ راشد)
۳۔ حضرت زید بن حارثہؓ بن شرجلیل بن کعب	(حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام)
۴۔ حضرت انسہؓ، مولیٰ رسول اللہ ﷺ	(یہ حضور ﷺ کے غلام تھے اور حبشی تھے)
۵۔ حضرت ابو کبشہؓ، مولیٰ رسول اللہ ﷺ	(حضور ﷺ کے غلام یہ فارسی النسل تھے)
۶۔ حضرت ابو مرثد کنازؓ بن حصن بن یربوع بن عمرو	(یہ بنو ہاشم کے حلیف تھے)
۷۔ حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد	(یہ حضرت ابو مرثدؓ کے فرزند تھے)
۸۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن مطلب بن عبد مناف	(یہ جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے)
۹۔ حضرت طفیلؓ بن حارث بن مطلب	(یہ حضرت عبیدہؓ کے حقیقی بھائی تھے)
۱۰۔ حضرت حصینؓ بن حارث بن مطلب	(یہ حضرت عبیدہؓ کے حقیقی بھائی تھے)
۱۱۔ حضرت مسطحؓ	پورا نام عوف بن اُثاثہ بن عباد بن مطلب تھا
۱۲۔ حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص	حضور ﷺ کے داماد اور تیسرے خلیفۂ راشد

Marfat.com

۱۳۔ حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس	ان کا نام ہشام یا ہشیم تھا
۱۴۔ حضرت سالمؓ، مولیٰ ابی حذیفہ	ابوحذیفہؓ کے غلام تھے
۱۵۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش بن رئاب	حضور ﷺ کے پھوپھی زاد تھے
۱۶۔ حضرت عکاشہؓ بن محصن بن حرثان بن قیس	
۱۷۔ حضرت شجاعؓ بن وہب بن ربیعہ بن اسد	
۱۸۔ حضرت یزیدؓ بن رقیش بن رئاب	
۲۰۔ حضرت ابوسنانؓ بن محصن بن حرثان بن قیس	عکاشہ بن محصن کے بھائی تھے
۲۱۔ حضرت سنانؓ بن ابی سنان	یہ حضرت ابوسنان کے بیٹے تھے
۲۲۔ محرزؓ بن فضلہ بن عبداللہ	
۲۳۔ حضرت ربیعہؓ بن اکثم بن سنجرہ بن عمرو	
۲۴۔ حضرت ثقفؓ بن عمرو	
۲۵۔ حضرت مالکؓ بن عمرو	حضرت مدلجؓ بن عمرو کے بھائی تھے
۲۶۔ حضرت مدلجؓ بن عمرو	
۲۷۔ حضرت ابومخشیؓ (سُوید بن مخشی)	بنوسالم کے حلیف تھے
۲۸۔ حضرت عتبہؓ بن غزوان بن جابر بن وہب	
۲۹۔ حضرت خبابؓ	آزاد کردہ غلام تھے
۳۰۔ حضرت زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں
۳۱۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	فتح مکہ سے قریش کو خط لکھنے والے
۳۲۔ حضرت سعدؓ الکلبی	حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام تھے
۳۳۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف	بنوعبدالدار سے تعلق رکھتے تھے
۳۴۔ حضرت سویبطؓ بن سعد بن حریملہ بن مالک	
۳۵۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بن عبد عوف	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں
۳۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	فاتح ایران اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے

Marfat.com

۳۷۔ حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	حضرت سعد کے چھوٹے بھائی تھے
۳۸۔ حضرت مقدادؓ بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ	بنو زہرہ کے حلیف تھے
۳۹۔ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود بن الحارث	ابو جہل کا سر کاٹنے والے تھا
۴۰۔ حضرت مسعودؓ بن ربیعہ بن عمرو بن سعد	
۴۱۔ حضرت عمیرؓ بن عبد عمرو بن فضلہ بن غبشان	دونوں ہاتھوں میں یکساں قوت رکھنے والے
۴۲۔ حضرت خباب بن الارتؓ	بنو تمیم میں سے تھے
۴۳۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ	یارِ غار، خلیفہ اوّل
۴۴۔ حضرت بلال بن رباحؓ	مؤذنِ رسول ﷺ اور آزاد کردہ حبشی غلام تھے
۴۵۔ عامر بن فہیرہؓ	حضرت ابو بکرؓ کے غلام تھے
۴۶۔ حضرت صہیبؓ بن سنان الرومی	ملک رُوم سے اُن کا تعلق تھا
۴۷۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں
۴۸۔ حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد	اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پہلے خاوند
۴۹۔ حضرت شماسؓ بن عثمان بن الشرید بن سوید	
۵۰۔ حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم	ان کا گھر دارِ ارقم، اسلام کا پہلا مدرسہ بنا
۵۱۔ حضرت عمارؓ بن یاسر	اسلام کی پہلی شہیدہ، سیّدہ سمیہؓ کے بیٹے تھے
۵۲۔ حضرت معتبؓ بن عوف بن عامر	
۵۳۔ سیّدنا حضرت عمرؓ بن خطاب	خلیفہ دُوم
۵۴۔ حضرت زیدؓ بن خطاب	حضرت عمر فاروقؓ کے بڑے بھائی تھے
۵۵۔ حضرت مہجعؓ	سیّدنا عمرؓ بن خطاب کے آزاد کردہ غلام تھے
۵۶۔ حضرت عمرؓو بن سراقہ بن المعتمر بن انس	عبد اللہؓ بن سراقہ کے بھائی تھے
۵۷۔ حضرت عبد اللہؓ بن سراقہ بن المعتمر بن انس	عمرؓو بن سراقہ کے بھائی تھے
۵۸۔ حضرت واقدؓ بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عمر بن ثعلبہ	انہی کے تیر سے عمرو بن الحضرمی قتل ہوا تھا
۵۹۔ حضرت خولیؓ بن ابی خولیٰ	دونوں حقیقی بھائی تھے

Marfat.com

۶۰۔ حضرت مالکؓ بن ابی خولی	//
۶۱۔ حضرت عامرؓ بن ربیعہ	
۶۲۔ حضرت عامرؓ بن البکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ	
۶۳۔ حضرت عاقلؓ بن البکیر	
۶۴۔ حضرت خالدؓ بن البکیر	
۶۵۔ حضرت ایاسؓ بن البکیر	
۶۶۔ حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں
۶۷۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب	ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ماموں
۶۸۔ حضرت سائبؓ بن عثمانؓ	حضرت عثمانؓ بن مظعون کے فرزند تھے
۶۹۔ حضرت قدامہؓ بن مظعون	حضرت عثمانؓ بن مظعون کے بھائی تھے
۷۰۔ حضرت عبداللہؓ بن مظعون	حضرت عثمانؓ بن مظعون کے بھائی تھے
۷۱۔ حضرت معمرؓ بن حبیب بن وہب خذافہ بن جمع	حضرت عثمانؓ بن مظعون کے حقیقی چچا تھے
۷۲۔ حضرت ابوسبرہؓ بن ابی زہم بن عبدالعزیٰ	بنی عامر بن لوئی میں سے تھے
۷۳۔ حضرت عبداللہؓ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن قیس	بنی عامر بن لوئی میں سے تھے
۷۴۔ حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس	ابوجندلؓ کے بھائی تھے
۷۵۔ حضرت عمیرؓ بن عوف	آپؓ سہیل بن عمرو کے غلام تھے
۷۶۔ حضرت سعدؓ بن خولہ	بنوعامر کے حلیف تھے
۷۷۔ حضرت ابوعبیدہؓ عامر بن عبداللہ بن الجراح	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں
۷۸۔ حضرت عمروؓ بن الحارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ	
۷۹۔ حضرت سہیلؓ بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب	صفوانؓ بن وہب کے حقیقی بھائی
۸۰۔ حضرت صفوانؓ بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب	
۸۱۔ حضرت عمروؓ بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال	سہیلؓ اور صفوانؓ کے چچیرے بھائی تھے

۸۲ ابن اسحاق نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بنوسہم بن عمرو سے ایک صحابی بدر میں شریک ہوئے تھے

Marfat.com

انصارِ مدینہ

غزوۂ بدر میں انصار مدینہ سے ۲۳۱ صحابہؓ نے شرکت فرمائی۔ ان میں سے ۶۱ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا اور ۱۷۰ قبیلہ خزرج میں سے تھے۔

۱۔ قبیلہ اوس کے بدری صحابہؓ

۱۔ حضرت سعدؓ بن معاذ بن نعمان عمرو القیس بن زید بن عبدالأشہل	قبیلہ اوس کے سردار
۲۔ حضرت عمروؓ بن معاذ بن نعمان	سردار قبیلہ کے بھائی تھے
۳۔ حضرت حارثؓ بن اوس بن معاذ بن نعمان	سردارِ قبیلہ کے بھتیجے تھے
۴۔ حضرت حارثؓ بن انس بن راجع بن عمرو القیس	
۵۔ حضرت سعدؓ بن زید بن مالک بن عبید	
۶۔ حضرت سلمہؓ بن سلامہ بن وقش بن زُغبہ	پرجوش نوجوان تھے
۷۔ حضرت عبادؓ بن بشر بن وقش	
۸۔ حضرت سلمہؓ بن ثابت بن وقش	
۹۔ حضرت رافعؓ بن یزید بن کرز بن سکن بن زُعورا	
۱۰۔ حضرت حارثؓ بن خزمہ بن عدی بن اُبَی بن غنم بن سالم بن عوف	
۱۱۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ بن خالد بن عدی	یہودی کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے
۱۲۔ حضرت سلمہؓ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ	
۱۳۔ حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان	حضرت عبیدؓ بن التیہان کے بھائی
۱۴۔ حضرت عبیدؓ بن التیہان	
۱۵۔ حضرت عبداللہؓ بن سہل	
۱۶۔ حضرت قتادہؓ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد	

Marfat.com

۱۷۔ حضرت عبیدؓ بن اوس مالک بن سواد

۱۸۔ حضرت نصرؓ بن حارث بن عبد

۱۹۔ حضرت معتبؓ بن عبد

۲۰۔ حضرت عبداللہؓ بن طارق — واقعہ رجیع میں شہید ہوئے تھے

۲۱۔ حضرت مسعودؓ بن سعد عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ

۲۲۔ حضرت ابوعبسؓ بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم

۲۳۔ حضرت ابو بردہؓ بن نیار — ان کا نام ہانی تھا۔ ابو بردہ کنیت تھی

۲۴۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت بن قیس بن عصمہ بن مالک — واقعہ رجیع میں ان کی شہادت ہوئی

۲۵۔ حضرت مُعتبؓ بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطاف

۲۶۔ حضرت ابوملیلؓ بن الازعر بن زید بن عطاف

۲۷۔ حضرت عمروؓ بن معبد بن الازعر بن زید بن عطاف

۲۸۔ حضرت سہلؓ بن حنیف بن واہب بن حکیم بن ظعلبہ

۲۹۔ حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر بن زنبر بن زید بن امیہ — حضرت ابولبابہؓ کے بھائی تھے

۳۰۔ حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر بن زنبر بن زید — آپؓ بھی حضرت ابولبابہؓ کے بھائی تھے

۳۱۔ حضرت سعدؓ بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن زید

۳۲۔ حضرت عویمؓ بن ساعدہ

۳۳۔ حضرت رافعؓ بن عنجدہ — عنجدہ ان کی ماں تھیں

۳۴۔ حضرت عبیدؓ بن ابی عبید

۳۵۔ حضرت ثعلبہ بن حاطب — یہ بعد میں منافق ہوگیا تھا۔ تفسیر ابن کثیر ج: اول، سورۂ توبہ آیت ۷۵ تا ۷۷ العیاذ باللہ

۳۶۔ حضرت ابولبابہؓ، بشیر بن عبدالمنذر

۳۷۔ حضرت حارثؓ بن حاطب

۳۸۔ حضرت انیسؓ بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث

Marfat.com

۳۹۔ حضرت معنؓ بن عدی بن جد بن عجلان بن ضبیعہ

۴۰۔ حضرت ثابتؓ بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان

۴۱۔ حضرت عبداللہؓ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی

۴۲۔ حضرت زیدؓ بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان

۴۳۔ حضرت ربعیؓ بن راجع بن زید بن حارثہ بن جد

۴۴۔ حضرت عاصمؓ بن عدی بن جد بن عجلان

۴۵۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک — جنگِ اُحد میں پچاس تیر اندازوں کے سالار

۴۶۔ حضرت عاصمؓ بن قیس

۴۷۔ حضرت ابوضیاحؓ بن ثابت بن نعمان بن امیہ

۴۸۔ ابوحنہؓ یا ابوحبہؓ — یہ ابوضیاحؓ کے برادر تھے

۴۹۔ حضرت سالمؓ بن عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیر

۵۰۔ حضرت حارثؓ بن نعمان بن امیہ بن امری القیس

۵۱۔ حضرت خواتؓ بن جبیر بن نعمان — یہ قبیلہ اُوس کے سردار

۵۲۔ حضرت منذرؓ بن محمد بن عقبہ بن اُحیحہ بن جلاح

۵۳۔ حضرت ابوعقیلؓ بن عبداللہ بن ثعلبہ — ان کا نام حباب یا عبدالرحمان تھا

۵۴۔ حضرت سعدؓ بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب — جنگِ بدر میں شہادت پائی

۵۵۔ حضرت منذرؓ بن قدامہ بن عرفجہ

۵۶۔ حضرت مالکؓ بن قدامہ بن عرفجہ

۵۷۔ حضرت حارثؓ بن عرفجہ بن کعب بن نحاط بن کعب

۵۸۔ حضرت تمیمؓ — حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے غلام تھے

۵۹۔ حضرت جبرؓ بن عتیق بن حارث بن قیس

۶۰۔ حضرت مالکؓ بن تمیلہ

۶۱۔ حضرت نعمانؓ بن عصر

Marfat.com

ب۔ بنوخزرج کے بدری صحابہؓ

جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں، بنوخزرج کے ۱۷۰ شمشیرزن صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی

۱۔ حضرت خارجہ بن زیدؓ بن ابی زہیر بن مالک

۲۔ حضرت سعد بن ربیعؓ بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بن ثعلبہ ابن امری القیس جنگِ موتہ میں شہید ہوئے

۴۔ حضرت خلاد بن سُوَید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ

۵۔ حضرت بشیرؓ بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس

۶۔ حضرت سماکؓ بن سعد حضرت بشیر بن سعد کے بھائی تھے

۷۔ حضرت سبیعؓ بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن مالک

۸۔ حضرت عبادؓ بن قیس بن عیشہ حضرت سبیع بن قیس کے بھائی تھے

۹۔ حضرت عبداللہؓ بن عبس

۱۰۔ حضرت یزیدؓ بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر بدر میں شہید ہوئے

۱۱۔ حضرت حبیبؓ بن اساف بن عتبہ بن عمرو بن خدیج

۱۲۔ حضرت عبداللہؓ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید

۱۳۔ حضرت حریثؓ بن زید بن ثعلبہ حضرت عبداللہ بن زید کے بھائی تھے

۱۴۔ حضرت سفیانؓ بن بشیر بن عمرو

۱۵۔ حضرت تمیمؓ بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ

۱۶۔ حضرت عبداللہؓ بن عمیر

۱۷۔ حضرت زیدؓ بن مزین بن قیس بن عدی بن امیہ

۱۸۔ حضرت عبداللہؓ بن عرفطہ بن عدی بن امیہ بن جدارہ

۱۹۔ حضرت عبداللہؓ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عباد بن الجبر

Marfat.com

۲۰۔ حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن اُبی بن مالک بن حارث — رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے
۲۱۔ حضرت اوسؓ بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید
۲۲۔ حضرت زیدؓ بن ودیعہ بن عمرو بن قیس
۲۳۔ حضرت عقبہؓ بن وہب بن کلاہ
۲۴۔ حضرت رفاعہؓ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک
۲۵۔ حضرت عامرؓ بن سلمہ بن عامر
۲۶۔ حضرت ابوحُمیضہ معبدؓ بن عباد بن قشیر بن امقدم بن سالم
۲۷۔ حضرت عامرؓ بن البکیر
۲۸۔ حضرت نوفلؓ بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان
۲۹۔ حضرت عبادہؓ بن صامت بن قیس بن اصرم — خزرج کے رؤسا میں سے تھے
۳۰۔ حضرت اوسؓ بن صامت — عبادہؓ بن صامت کے بھائی تھے
۳۱۔ حضرت نعمانؓ بن مالک بن ثعلبہ وعد
۳۲۔ حضرت ثابتؓ بن ہزال بن عمرو بن قریوش
۳۳۔ حضرت مالکؓ بن دخشم بن مرضغہ
۳۴۔ حضرت ربیعؓ بن ایاس بن عمرو بن غنم بن امیہ
۳۵۔ حضرت ورقہؓ بن ایاس — حضرت ربیعؓ بن ایاس کے بھائی تھے
۳۶۔ حضرت عمروؓ بن ایاس — //
۳۷۔ حضرت مجذرؓ بن زیاد بن عمرو بن زمزمہ بن عمرو
۳۸۔ حضرت عبادہؓ بن خشخاش بن عمرو بن زمزمہ — حضرت مجذر کے چچیرے بھائی تھے
۳۹۔ حضرت نحابؓ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو — آپؓ اور عبداللہؓ بن ثعلبہ دونوں بھائی تھے
۴۰۔ حضرت عبداللہؓ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو
۴۱۔ حضرت عتبہؓ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ
۴۲۔ حضرت ابودجانہؓ سماک بن لوذان بن عبدود بن زید — اُحد میں نبی ﷺ نے ان کو اپنی تلوار عنایت فرمائی

Marfat.com

۴۳۔ حضرت منذرؓ بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان

۴۴۔ حضرت ابواسیدؓ مالک بن ربیعہ بن البدی

۴۵۔ حضرت مالکؓ بن مسعود بن البدی

۴۶۔ حضرت عبدربہؓ بن حق بن اوس بن وقش بن ثعلبہ

۴۷۔ حضرت کعبؓ بن حمار بن ثعلبہ

۴۸۔ حضرت ضمرہؓ بن عمرو الجہنی	قبیلہ جہینہ سے تھے
۴۹۔ حضرت زیادہؓ بن عمرو الجہنی	قبیلہ جہینہ سے تھے
۵۰۔ حضرت یسیسؓ بن عمرو الجہنی	قبیلہ جہینہ سے تھے
۵۱۔ حضرت عبداللہؓ بن عامر البلوی	قبیلہ بلی سے تھے
۵۲۔ حضرت خراشؓ بن صمہ بن عمرو بن جموح بن زید	
۵۳۔ حضرت حبابؓ بن منذر بن جموع بن زید بن حرام	صاحب الرائے تھے
۵۴۔ حضرت عمیرؓ بن حمام بن جموع بن زید بن حرام	شوقِ شہادت میں کھجوریں پھینک دیں
۵۵۔ حضرت تمیمؓ، مولیٰ خراش بن صمہ	
۵۶۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام	
۵۷۔ حضرت معاذؓ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام	حضرت عمروؓ بن جموح کے فرزند تھے
۵۸۔ حضرت معوذؓ بن عمرو بن جموح	//
۵۹۔ حضرت خلادؓ بن عمرو بن جموح	//
۶۰۔ حضرت عقبہؓ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام	بیعت عقبہ میں حاضر تھے
۶۱۔ حضرت حبیبؓ بن اسود	عمروؓ بن جموع کے بیٹوں کے غلام تھے

۶۲۔ حضرت ثابتؓ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام

۶۳۔ حضرت بشرؓ بن براء بن معرور بن صحر بن مالک بن خنساً

۶۴۔ حضرت سنانؓ بن صیفی بن صحر بن خنساء

۶۵۔ حضرت طفیلؓ بن مالک بن خنساء

Marfat.com

۶۶۔ حضرت سنانؓ بن صیفی بن صخر بن خنساء
۶۷۔ حضرت عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء
۶۸۔ حضرت عتبہؓ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء
۶۹۔ حضرت جبارؓ بن صخر بن اُمیہ بن خنساء
۷۰۔ حضرت خارجہؓ بن حمیر الاشجعی — حضرت عبداللہؓ بن حمیر الاشجعی کے بھائی
۷۱۔ حضرت عبداللہؓ بن حمیر الاشجعی
۷۲ حضرت یزیدؓ بن منذر بن سرح بن خناسی — حضرت معقلؓ بن منذر کے بھائی
۷۳ حضرت معقلؓ بن منذر بن سرح بن خناس
۷۴ حضرت عبداللہؓ بن نعمان بن بلدمہ یا بلذمہ
۷۵ حضرت ضحاکؓ بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید
۷۶ حضرت سوادؓ بن زریق بن ثعلبہ بن عبید بن عدی
۷۷ حضرت عبداللہؓ بن عبد مناف بن نعمان
۷۸۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن رباب بن نعمان
۷۹۔ حضرت معبدؓ بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ — حضرت عبداللہؓ بن قیس کے بھائی
۸۰۔ حضرت عبداللہؓ بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ
۸۱۔ حضرت خلیدہؓ بن قیس بن نعمان
۸۲۔ حضرت نعمانؓ بن سنان
۸۳۔ حضرت ابوالمنذرؓ یزید بن عامر بن حدیدہ
۸۴۔ حضرت سلیمؓ بن عامر بن حدیدہ
۸۵۔ حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ
۸۶۔ حضرت عنترہؓ — حضرت سلیمؓ بن عمرو کے غلام تھے
۸۷۔ حضرت عبسؓ بن عامر بن عدی
۸۸۔ حضرت ثعلبہؓ بن غنمہ بن عدی

Marfat.com

۸۹۔ حضرت ابوالیسرؓ کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم

۹۰۔ حضرت سہلؓ بن قیس بن ابی کعب بن قین بن کعب

۹۱۔ حضرت عمروؓ بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب

۹۲۔ حضرت معاذؓ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی یمن کے گورنر مقرر ہوئے تھے

۹۳۔ حضرت قیسؓ بن محسن بن خالد بن مخلد

۹۴۔ حضرت ابوخالدؓ حارث بن قیس بن خالد بن مخلد

۹۵۔ حضرت جبیرؓ بن ایاس بن خالد بن مخلد

۹۶۔ حضرت ابوعبادہؓ سعد بن عثمان بن خلدہ بن مخلد حضرت عقبہؓ بن عثمان کے بھائی تھے

۹۷۔ حضرت عقبہؓ بن عثمان بن خلدہ بن مخلد

۹۸۔ حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد

۹۹۔ حضرت مسعودؓ بن خلدہ بن عامر بن مخلد

۱۰۰۔ حضرت عبادؓ بن قیس بن عامر بن خالد

۱۰۱۔ حضرت فاکہؓ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ

۱۰۲۔ حضرت فاکہؓ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ

۱۰۳۔ حضرت معاذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ حضرت عائذؓ بن ماعص کے بھائی تھے۔

۱۰۴۔ حضرت عائذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ

۱۰۵۔ حضرت مسعودؓ بن سعد بن قیس بن خلدہ

۱۰۶۔ حضرت رفاعہؓ بن رافع مالک بن عجلان

۱۰۷۔ حضرت خلادؓ بن رافع بن مالک بن عجلان حضرت عفاعہ کے بھائی تھے

۱۰۸۔ حضرت عبیدؓ بن زید بن عامر بن عجلان

۱۰۹۔ حضرت زیدؓ بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی

۱۱۰۔ حضرت فروہؓ بن عمرو بن وذفہ بن عبید بن عامر

۱۱۱۔ حضرت خالدؓ بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر

Marfat.com

۱۱۲۔ حضرت عطیہؓ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ بن بیاضہ

۱۱۳۔ حضرت رجیلہؓ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر

۱۱۴۔ حضرت خلیفہؓ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر

۱۱۵۔ حضرت رافعؓ بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن عدی

۱۱۶۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ خالد بن یزید بن کلیب — حضور ﷺ کے میزبان۔ شہید قسطنطنیہ

۱۱۷۔ حضرت ثابتؓ بن خالد بن نعمان

۱۱۸۔ حضرت عمارہؓ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو

۱۱۹۔ حضرت سراقہؓ بن کعب بن عبدالعزیٰ بن غزیہ بن عمرو

۱۲۰۔ حضرت حارثہؓ بن نعمان بن زید بن عبید

۱۲۱۔ حضرت سلیمؓ بن قیس قہد

۱۲۲۔ حضرت سہیلؓ بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ

۱۲۳۔ حضرت عدیؓ بن ذغباء — قبیلہ جہینہ سے تھے

۱۲۴۔ حضرت مسعودؓ بن اوس بن زید — حضرت ابوخزیمہؓ بن اوس کے بھائی

۱۲۵۔ حضرت ابوخزیمہؓ بن اوس بن زید

۱۲۶۔ حضرت رافعؓ بن حارث بن سوار بن زید

۱۲۷ حضرت عوفؓ بن حارث بن رفاعہ بن سواد — حضرت معوذؓ اور معاذؓ کے بھائی

۱۲۸ حضرت معوذؓ بن حارث بن رفاعہ بن سواد

۱۲۹۔ حضرت معاذؓ بن حارث بن رفاعہ بن سواد

۱۳۰۔ حضرت نعمانؓ عمرو بن رفاعہ بن سواد

۱۳۱۔ حضرت عامرؓ بن مخلد بن حارث بن سواد

۱۳۲۔ حضرت عبداللہؓ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث

۱۳۳۔ حضرت عصیمہؓ — قبیلہ اشجع میں سے تھے

۱۳۴۔ حضرت ودیعہؓ بن عمرالجہنی — آپؓ کا قبیلہ بنو جہینہ تھا

Marfat.com

۱۳۵۔ حضرت ثابتؓ بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد

۱۳۶۔ حضرت ابوحمراءؓ، مولیٰ حارثؓ بن عفراء

۱۳۷۔ حضرت ثعلبہؓ بن عمرو بن محسن بن عمر بن عتیق

۱۳۸۔ حضرت سہلؓ بن عتیق بن عمرو بن نعمان بن عتیق

۱۳۹۔ حضرت حارثؓ بن صمہ بن عمرو بن عتیق

۱۴۰۔ حضرت ابیؓ بن کعب بن قیس — نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے اُن کی تلاوت سنی

۱۴۱ حضرت انسؓ بن معاذ بن انس بن قیس

۱۴۲ حضرت اوسؓ بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو

۱۴۳۔ حضرت ابوشیخ ابیؓ بن ثابت بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ — حضرت حسانؓ بن ثابت کے بھائی تھے

۱۴۴۔ حضرت ابوطلحہؓ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو — حضرت اُم سلیمؓ کے دوسرے خاوند

۱۴۵۔ حضرت حارثہؓ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک

۱۴۶۔ حضرت عمرؓ بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک

۱۴۷۔ حضرت سلیطؓ بن قیس بن عمرو بن عتیک بن مالک

۱۴۸۔ حضرت ابوسلیطؓ اسیرہ بن عمرو

۱۴۹۔ حضرت ابوخارجہؓ عمرو بن قیس بن مالک بن عدی

۱۵۰۔ حضرت ثابتؓ بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی

۱۵۱۔ حضرت عامرؓ بن امیہ بن زید بن حسحاس بن مالک

۱۵۲۔ حضرت مُحرزؓ بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر

۱۵۳۔ حضرت سوادؓ بن غزیہ بن اہیب البلوی — بلی قبیلہ سے تھے

۱۵۴۔ حضرت ابوزیدؓ قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام

۱۵۵۔ حضرت ابوالاعورؓ بن حارث بن ظالم بن عبس بن حرام

۱۵۶۔ حضرت سلیمؓ بن ملحان — حضرت حرامؓ بن ملحان کے بھائی

۱۵۷۔ حضرت حرامؓ بن ملحان

Marfat.com

۱۵۸۔ حضرت قیسؓ بن ابی صصعہ عمرو بن زید بن عوف

۱۵۹۔ حضرت عبداللہؓ بن کعب بن عمرو بن عوف

۱۶۰۔ حضرت عصیمہؓ — قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھے

۱۶۱۔ حضرت ابوداؤدؓ عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء

۱۶۲۔ حضرت سراقہؓ بن عمر بن عطیہ بن خنساء

۱۶۳۔ حضرت جابرؓ بن خالد بن عبدالاشہل بن حارثہ

۱۶۴۔ حضرت قیسؓ بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر

۱۶۵۔ حضرت نعمانؓ بن عبدعمرو بن مسعود — حضرت ضحاکؓ بن عبدوعمر کے بھائی

۱۶۶۔ حضرت ضحاکؓ بن عبدوعمر بن مسعود

۱۶۷۔ حضرت سیلم بن حارث بن ثعلبہ بن کعب

۱۶۸۔ حضرت سعدؓ بن سہل بن عبدالاشہل

۱۶۹۔ حضرت کعبؓ بن زید بن قیس

۱۷۰۔ حضرت بجیرؓ بن ابی بجیر — بنو غطفان میں سے تھے

ابن اسحاق نے بدری صحابہ کی کل تعداد ۳۱۳ بیان کی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو شامل کر کے کل تعداد ۳۱۴ بن جاتی ہے۔ بعض دیگر مؤرخین نے تعداد ۳۱۸ بتائی ہے محمد احمد باشمیل نے غزوۂ بدرالکبریٰ میں بدری صحابہ کی فہرست میں ۳۱۷ نام لکھے ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق یہ تعداد ۳۱۴ تھی۔

ان میں سے بعض لوگ عملاً جنگ میں موجود نہ تھے۔ جیسا کہ فہرست میں ان صحابہ کے ناموں کے سامنے صراحت کر دی گئی ہے، مگر چوں کہ ان کو حضور ﷺ نے بدری صحابہؓ میں شمار کیا ہے اور مالِ غنیمت میں اُن کو حصہ دیا ہے۔ اس لیے اُن کے نام فہرست میں شامل کرنا ضروری ہیں۔ ان صحابہؓ کو یا تو حضور ﷺ نے کوئی ذمہ داری سونپ کر جنگ میں شمولیت سے روک دیا تھا یا یہ مدینہ میں موجود نہ تھے اور حضور ﷺ کو اُن پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ ﷺ نے یقین کر لیا تھا کہ مدینہ میں موجود ہونے کی صورت میں وہ لازماً آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلتے۔ بیعتِ رضوان میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے حضور ﷺ کا خود بیعت کرنا بھی اسی سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ میں تفصیلاً آ رہا ہے۔

Marfat.com

شہدائے بدر کی عظمت کو سلام

- ☆ حضرت مہجع ؓ بن صالح
- ☆ حضرت عبیدہ ؓ بن الحارث
- ☆ حضرت عمیر ؓ بن ابی وقاص
- ☆ حضرت عقیل بن البکیر
- ☆ حضرت عمیر ؓ بن عبد عمیر
- ☆ حضرت عوف ؓ بن عفراء
- ☆ حضرت معوذ ؓ بن عفراء
- ☆ حضرت حارث ؓ (یا حارثہ) بن سراقہ
- ☆ حضرت یزید ؓ بن حارث
- ☆ حضرت رافع ؓ بن معلی
- ☆ حضرت عمیر ؓ بن الحمام
- ☆ حضرت سعد ؓ بن خیثمہ
- ☆ حضرت مبشر ؓ بن عبدالمنذر بن زنبار
- ☆ حضرت عمار ؓ بن زید

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

Marfat.com

مقتولین کفار جنگِ بدر

۱۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس	حضرت حمزہؓ و علیؓ نے قتل کیا
۲۔ شیبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس	حضرت حمزہؓ نے اسے تہہ و تیغ کیا
۳۔ ولید بن عتبہ بن ربیعہ	حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا
۴۔ حنظلہ بن ابوسفیان بن حرب	حضرت زید بن حارثہؓ نے قتل کیا
۵۔ حارث بن الحضرمی	حضرت نعمانؓ نے قتل کیا
۶۔ عامر بن الحضرمی	حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا
۷۔ عمیر بن ابی عمیر	بنو عبد شمس کے غلام تھے
۸۔ ابن عمیر بن ابی عمیر	//
۹۔ عبیدہ بن سعید بن عاص	حضرت زبیر بن عوامؓ نے قتل کیا
۱۰۔ عاص بن سعید بن عاص	حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا
۱۱۔ عقبہ بن ابی معیط	حضرت عاصم بن ثابتؓ نے قتل کیا
۱۲۔ عامر بن عبداللہ نمری	حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا
۱۳۔ حارث بن عامر بن نوفل	حضرت حبیب بن اسافؓ نے قتل کیا
۱۴۔ طُعیمہ بن عدی بن نوفل	حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا
۱۵۔ زمعہ بن اسود بن مُطّلب	حضرت ثابت بن جذعؓ نے قتل کیا
۱۶۔ ابوالبختری عاص بن ہشام	حضرت مُجذّر بن زیادؓ نے قتل کیا
۱۷۔ حارث بن زمعہ بن اُسود	حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا
۱۸۔ عقیل بن اسود بن مُطّلب	حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے مل کر قتل کیا
۱۹۔ نوفل بن خُویلد	اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا
۲۰۔ عقبہ بن زید	یمن کا رہنے والا اور بنو اسد کا حلیف تھا
۲۱۔ عمیر مولیٰ بنی اسد	

Marfat.com

۲۲۔ نضر بن حارث بن کلدہ	حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا
۲۳۔ سائب بن ملیص	حضرت بلالؓ کے ہاتھوں قتل ہوا
۲۴۔ عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب	حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا
۲۵۔ عثمان بن مالک بن عبید اللہ	حضرت صہیب رومیؓ نے قتل کیا
۲۶۔ مالک بن عبید اللہ بن عثمان	جنگ بدر میں زخمی ہوا اور قید کے دوران مر گیا
۲۷۔ عمرو بن ہشام بن مغیرہ المعروف ابوجہل	حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے زخمی کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹا
۲۸۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ	حضرت عمرؓ نے قتل کیا
۲۹۔ نبیہ بن زید بن ملیص التمیمی	
۳۰۔ عبید بن سلیط	قبیلہ قیس سے تھا
۳۱۔ یزید بن عبداللہ تمیمی	حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا
۳۲۔ ابومسافع اشعری	حضرت ابودجانہؓ کے ہاتھوں مارا گیا
۳۳۔ حرملہ بن عمرو	حضرت خارجہ بن زیدؓ نے قتل کیا
۳۴۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ	حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا
۳۵۔ مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ	حضرت علیؓ نے قتل کیا
۳۶۔ رفاعہ بن عابد بن عبداللہ مخزومی	حضرت سعد بن ربیعؓ نے قتل کیا
۳۷۔ ابوقیس بن فاکہہ بن مغیرہ	اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا
۳۸۔ منذر بن ابی رفاعہ بن عابد المخزومی	حضرت معن بن عدیؓ نے قتل کیا
۳۹۔ اسود بن عبدالاسد المخزومی	اسے حضرت حمزہؓ نے قتل کیا
۴۰۔ حاجب بن سائب مخزومی	اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا
۴۱۔ عومیر بن سائب مخزومی	حضرت نعمان بن مالکؓ نے قتل کیا
۴۲۔ عمرو بن سفیان طائی	یزید بن رقیشؓ نے قتل کیا
۴۳۔ جابر بن سفیان طائی	حضرت ابوبردہ جابر بن نیارؓ نے قتل کیا
۴۴۔ عبداللہ بن منذر مخزومی	اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا
۴۵۔ خذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قتل کیا

Marfat.com

۴۶۔ ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ	حضرت صہیب رومیؓ نے قتل کیا
۴۷۔ زہیر بن ابی رفاعہ	حضرت ابواُسید مالک بن ربیعہؓ نے قتل کیا
۴۸۔ سائب بن ابی رفاعہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قتل کیا
۴۹۔ عائذ بن سائب بن عویمر	حضرت حمزہؓ نے زخمی کیا اور بعد میں مر گیا
۵۰۔ عمیر طائی	
۵۱۔ خیار (بنو قارہ کا ایک فرد)	
۵۲۔ مُنبّہ بن حجاج سہمی	حضرت ابوالیسرؓ نے قتل کیا
۵۳۔ عاص بن مُنبّہ بن حجاج سہمی	حضرت علیؓ نے قتل کیا
۵۴۔ نبیہ بن حجاج سہمی	حضرت حمزہؓ اور حضرت سعدؓ نے مل کر قتل کیا
۵۵۔ ابوالعاص بن قیس سہمی	حضرت علیؓ یا حضرت ابودجانہؓ نے قتل کیا
۵۶۔ عاصم بن عوف بن ضبیرہ سہمی	حضرت ابوالیسرؓ نے قتل کیا
۵۷۔ عامر بن عوف بن ضبیرہ	حضرت عبداللہؓ نے یا حضرت ابودجانہؓ نے قتل کیا
۵۸۔ حارث بن منبہ بن حجاج سہمی	حضرت صہیب رومیؓ نے قتل کیا
۵۹۔ معاویہ بن عامر	حضرت عُکاشہ بن محصنؓ نے قتل کیا
۶۰۔ معبد بن وہب	خالدؓ اور ایاسؓ بن بکیر دو بھائیوں نے قتل کیا
۶۱۔ امیہ بن خلف	انصاری صحابی کے ہاتھوں قتل ہوا
۶۲۔ علی بن امیہ بن خلف	حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا
۶۳۔ اوس بن معیر بن لوذان	حضرت عثمان بن مظعونؓ نے قتل کیا
۶۴۔ سبرہ بن مالک	
۶۵۔ وہب بن حارث	
۶۶۔ عامر بن زید	
۶۷۔ عمرو بن عبداللہ بن جدعان	
۶۸۔ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبداللہ مخزومی	

جنگِ بدر کے قیدیوں کی تعداد ستر بتائی جاتی ہے۔

Marfat.com

اسیرانِ جنگِ بدر

۱۔	عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم	آقائے نامدار ﷺ کے چچا
۲۔	عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب	سیّد کونین ﷺ کے چچازاد بھائی
۳۔	نوفل بن حارث بن عبدالمطلب	سرور دو عالم ﷺ کے چچازاد بھائی
۴۔	عتبہ حلیف بنی ہاشم	
۵۔	سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب	حضرت امام شافعیؒ کے جدِ امجد تھے
۶۔	حارث بن ابی وبذہ بن ابی عمرو بن اُمیہ	
۷۔	حارث بن ابی ربیع بن عبدالعزیٰ	رحمت عالم ﷺ کے داماد
۸۔	ابوریشہ بن ابی عمرو	بنواُمیہ کا حلیف تھا
۹۔	عمرو بن ازرق	ایضاً
۱۰۔	عدی بن خیار بن عدی	
۱۱۔	عقبہ بن ابی حارث حضرمی	
۱۲۔	عثمان بن عبد شمس	بنی مازن میں سے تھا
۱۳۔	ابوثور	بنونوفل بن عبدمناف کا حلیف
۱۴۔	ابوعزیز بن عمیر	مصعب بن عمیرؓ کا بھائی
۱۵۔	اسود بن عامر	
۱۶۔	سائب ابی حبش بن مطلب الاسدی	
۱۷۔	حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد	
۱۸۔	سالم بن شماخ	
۱۹۔	خالد بن ہشام بن مغیرہ مخزومی	
۲۰۔	اُمیہ بن ابی حذیفہ مخزومہ	
۲۱۔	ولید بن ولید بن مغیرہ مخزومی	حضرت خالدؓ کا بھائی
۲۲۔	عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی	
۲۳۔	صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد مخزومی	

Marfat.com

۲۴۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عابد مخزومی

۲۵۔ ابوعطا عبداللہ بن ابی سائب مخزومی

۲۶۔ مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید مخزومی

۲۷۔ خالد بن اعلم — بنو مخزوم کا حلیف

۲۸۔ ابووداع بن ضبیرہ بن سعید بن سعد سہمی

۲۹۔ فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد سہمی

۳۰۔ حنظلہ بن قبیلہ بن حذافہ بن سعد سہمی

۳۱۔ حجاج بن قیس بن عدی بن سعد سہمی

۳۲۔ عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب جمحی

۳۳۔ ابوعزہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب جمحی

۳۴۔ فاکہ — امیہ بن خلف کا غلام

۳۵۔ وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب جمحی

۳۶۔ ربیعہ بن دراج بن عنبس بن اہبان بن وہب جمحی

۳۷۔ سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر العامری

۳۸۔ عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس عامری — ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ کا بھائی

۳۹۔ عبدالرحمان بن مشنؤ وقدان بن قیس

۴۰۔ طفیل بن ابی قنیع الفہری

۴۱۔ عتبہ بن عمرو بن حجدم الفہری

۴۲۔ عقیل بن عمرو — بنو مطلب کا حلیف تھا

۴۳۔ تمیم بن عمرو — بنو مطلب کا حلیف تھا

۴۴۔ ابن تمیم بن عمرو — تمیم بن عمرو کا بیٹا تھا

۴۵۔ خالد بن اسید بن ابی عیص

۴۶۔ ابوالعریض یسار — عاص بن اُمیہ کا غلام تھا

۴۷۔ نبہان — نوفل بن عبد مناف کا غلام تھا

۴۸۔ عبیداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث اسدی

Marfat.com

۴۹۔ عقیل	بنوعبدالدار بن قیس کا خلیف تھا
۵۰۔ مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب تیمی	
۵۱۔ جابر بن زبیر	بنوتمیم کا حلیف تھا
۵۲۔ قیس بن سائب مخزومی	
۵۳۔ عمرو بن ابی بن خلف	
۵۴۔ ابورہم بن عبداللہ	بنو جُمح کا حلیف
۵۵۔ بنو جمح بن عمرو کا ایک حلیف	ابن ہشام نے اس کا نام نہیں درج کیا
۵۶۔ نسطاس	امیہ بن خلف کا غلام
۵۷۔ ابورافع	ایضاً
۵۸۔ امیہ بن خلف کا ایک اور غلام	ابن ہشام کے مطابق اس کا نام اُن کے ذہن سے نکل گیا
۵۹۔ اسلم	نبیہ بن حجاج کا غلام
۶۰۔ حبیب بن جابر	بنوعامر بن لوئی میں سے تھا
۶۱۔ ساب بن مالک	ایضاً
۶۲۔ شافع	یمن سے تھا
۶۳۔ شفیع	بنی حارث بن فہر کا حلیف
۶۴۔ نعمان بن عمرو بن عنقم بن مطلب بن عبد مناف	
۶۵۔ عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن اُمیہ	سردارِ قریش ابوسفیان کا بیٹا
۶۶۔ ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس	
۶۷۔ مالک بن عبیداللہ بن عثمان	گرفتار ہوا اور اسیری ہی میں مر گیا
۶۸۔ عائذ بن سائب بن عویمر	زخمی ہو کر قیدی بنا، رہائی پا کر مارا گیا
۶۹۔ عقبہ بن ابی مُعیط	ناقابلِ معافی جرائم کی وجہ سے عرق الظبیہ کے مقام پر آنحضور ﷺ نے قتل کرا دیا
۷۰۔ نضر بن حارث بن کلدۃ	وادیٔ صفرا میں قتل کر دیا گیا

Marfat.com

رنگ لایا ہے شہیدوں کا لہو

شہداء غزوہ سویق

☆ حضرت معید بن عمروؓ

☆ حلیف معید بن عمروؓ

شہداء اُحد

☆ سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

☆ حضرت عبداللہؓ بن جحش

☆ حضرت شماسؓ بن عثمان

☆ حضرت مصعبؓ بن عمیر

☆ حضرت انسؓ بن نضر

☆ حضرت اوسؓ بن ثابت

☆ حضرت عمروؓ بن ثابت

☆ حضرت رفاعہؓ بن وقش

☆ حضرت ثابتؓ بن وقش

☆ حضرت سلمہؓ بن ثابت

☆ حضرت ثابتؓ بن عمرو

☆ حضرت ثابتؓ بن وحداح

☆ حضرت ثعلبہؓ بن سعد

☆ حضرت ثقبؓ بن فراہ

☆ حضرت حارثؓ بن اوس

☆ حضرت عمروؓ بن معاذ

Marfat.com

☆ حضرت حارثؓ بن انس

☆ حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر

☆ حضرت خارجہؓ بن زید

☆ حضرت سعدؓ بن ربیع

☆ حضرت خیثمہؓ بن حارث

☆ حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس

☆ حضرت رافعؓ بن مالک

☆ حضرت سہلؓ بن قیس

☆ حضرت عبداللہؓ بن جبیر

☆ حضرت عبداللہؓ (مجذر) بن زیاد

☆ حضرت عبادہؓ بن خشخاس

☆ حضرت نعمانؓ بن عبد عمرو

☆ حضرت عامرؓ بن اُمیہ

☆ حضرت عبیدؓ بن معلّیٰ

☆ حضرت عباسؓ بن عبادہ

☆ حضرت عامرؓ بن مخلد

☆ حضرت عبداللہؓ بن عمرو

☆ حضرت عمروؓ بن جموع

☆ حضرت خلادؓ بن عمرو

☆ حضرت عمروؓ بن قیس

☆ حضرت قیسؓ بن عمرو

☆ حضرت قیسؓ بن مخلد

☆ حضرت وہبؓ بن قابوس المزنی

Marfat.com

☆ حضرت حارثؓ بن عقبہ

☆ حضرت ابوایمنؓ

☆ حضرت عبیدؓ بن تیہان

☆ حضرت زیادؓ بن سکن

☆ حضرت نوفلؓ بن عبداللہ

☆ حضرت یزیدؓ بن سکن

☆ حضرت ضمرہؓ بن عمرو

☆ حضرت یسارؓ، حضرت عبداللہؓ بن سلمہ

☆ حضرت عبادؓ بن سہل

☆ حضرت عتبہؓ بن ربیع

☆ حضرت سویبقؓ بن حاطب

☆ حضرت سبیعؓ بن حاطب

☆ حضرت ابوہبیرہؓ

☆ حضرت اوسؓ بن ارقم

☆ حضرت ایاسؓ بن اوس

☆ حضرت حارثؓ بن عبداللہ

☆ حضرت حارثؓ بن ثابت

☆ حضرت حارثہؓ بن عمرو انصاری

☆ حضرت خبیبؓ بن زید

☆ حضرت حبابؓ بن قیظی

☆ حضرت صیفیؓ بن قیظی

☆ حضرت رافعؓ

☆ حضرت رفاعہؓ بن عمرو

Marfat.com

☆ حضرت سعدؓ بن سوید

☆ حضرت سہلؓ بن عدی

☆ حضرت عمروؓ بن ایاس

☆ حضرت عمروؓ بن مطرف

☆ حضرت مالکؓ بن سنان

☆ حضرت یزیدؓ بن حاطب

☆ حضرت انیسؓ بن قتادہ

☆ حضرت حسیلؓ بن جابر

☆ مخیرّیق

شہداء یوم الرجیع

☆ حضرت مرثدؓ بن کنعان حصین غنوی

☆ حضرت خبیبؓ بن عدی انصاری

☆ حضرت عاصمؓ بن ثابت ابن ابوافلح قیس

☆ حضرت زیدؓ بن وثنہ بیاضی

☆ حضرت زیدؓ بن مزّین بیاضی

☆ حضرت عبداللہؓ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی

☆ حضرت مغیثؓ بن عبید بن ابی ایاس بلوی

☆ حضرت خالدؓ بن بکیر بن عبد یالیل اللیثی

بئر معونہ

☆ حضرت منذرؓ بن عمرو بن تنیس ساعدی

☆ حضرت حکمؓ بن کیان

☆ حضرت حرامؓ بن ملحان بن مالک بن خالد

Marfat.com

☆ حضرت سلیمؓ بن ملحان بن مالک بن خالد
☆ حضرت حارثؓ بن صمہ نجاری
☆ حضرت ثابتؓ بن خالد نجاری
☆ حضرت عامرؓ بن فہیرہ
☆ حضرت عروہؓ بن سماء بن صلت
☆ حضرت عائزؓ بن ماعض بن قبس بن خلدہ
☆ حضرت معاذؓ بن ماعضؓ بن قیس بن خلدہ
☆ حضرت مسعودؓ بن قیس بن خالد
☆ حضرت سفیانؓ بن ثابت
☆ حضرت مالکؓ بن ثابت
☆ حضرت سفیانؓ بن حاطب بن اُمیہ
☆ حضرت سہلؓ بن عامر بن ثقف
☆ حضرت سعدؓ بن عمرو بن ثقف
☆ حضرت طفیلؓ بن سعد بن عمرو بن مسعود الاشہلی
☆ حضرت سہلؓ بن عمرو ثقف
☆ حضرت قطبہؓ بن عبد عمرو بن مسعود الاشہلی
☆ حضرت منذرؓ بن محمد بن عقبہ
☆ حضرت نافعؓ بن ہذیل بن ورقہ
☆ حضرت انسؓ بن معاویہ
☆ حضرت ابیؓ بن ثابت بن منذر
☆ حضرت ابیؓ معاذ بن انس
☆ حضرت اخو معاذؓ بن انس
☆ حضرت مسعودؓ بن خلدہ بن عامر زریق

Marfat.com

شہداء مریسیع

☆ حضرت ہشامؓ بن صبابہ اللیثی

شہدائے غزوۂ خندق

☆ حضرت سعدؓ بن معاذ

☆ حضرت عبداللہؓ بن سہل الانصاری

☆ حضرت انسؓ بن اوس

☆ حضرت ثعلبہؓ بن عتمہ

☆ حضرت طفیلؓ بن مالک

☆ حضرت کعبؓ بن زید

شہداء بنو قریظہ

☆ حضرت خلادؓ بن سوید بن ثعلبہ

☆ حضرت منانؓ بن محصن

شہداء غزوہ غابہ

☆ حضرت ذرؓ بن ابوذر غفاری

☆ حضرت محرز بن فضل

☆ حضرت وقاص بن مخرز

شہداء ذی القصّہ

☆ حضرت سلکانؓ بن سلامت بن وقش الاشہلی

☆ حضرت حارث بن اوس بن معلّٰی بن لوذان

Marfat.com

شہید سریا الوادی القریٰ

☆ حضرت درد بن مرداس

شہید عرنین (سریاء)

☆ حضرت ایسار نومی

شہید غزوہ وادی القریٰ

☆ حضرت مدعم

شہداء خیبر

☆ حضرت اوسؓ بن حبیب

☆ حضرت اوسؓ بن فاکہ (یا فاتک) اوس

☆ حضرت اوسؓ بن عائذ

☆ حضرت اسلمؓ

☆ حضرت ثابتؓ بن واثلہ

☆ حضرت حارثؓ بن حاطب

☆ حضرت رفاعؓ بن سرح

☆ حضرت ربیعہؓ بن اکثم بن سنجرہ

☆ حضرت سلیمؓ بن ثابت بن وقش بن زغبہ

☆ حضرت عامرؓ بن اکوع

☆ حضرت عبداللہؓ بن ابوامیہ بن وہب

☆ حضرت عبداللہؓ بن ہیب بن اہیب

☆ حضرت عدیؓ بن مرہ بن سراقہ بن خباب

☆ حضرت عرہؓ بن مرہ بن سراقہ

Marfat.com

☆ حضرت عمارہؓ بن عقبہ

☆ حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن قیس

☆ حضرت عمیرؓ بن ثابت اوسی

☆ حضرت مسعودؓ بن سعد بن عامر بن عدی

☆ حضرت محمودؓ بن مسلمہ

شہید سریاء جربہ

☆ حضرت مرداسؓ بن مہلیک

شہید سریاء ابن ابی العرجاء

☆ حضرت حرمؓ بن ابی العرجاء

شہید اطلح ۸ ہجری

☆ حضرت کعبؓ بن عمیر غفاریؓ

شہداء موتہ

☆ حضرت حارث بن عمیر الازدیؓ

☆ حضرت زیدؓ بن حارثہ بن شرجیل الکلبی

☆ حضرت جعفرؓ الطیار ابن ابی طالب

☆ حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ ثعلبہ بن خزرجی

☆ حضرت جابرؓ بن ابی صعصعہ مازنی

☆ حضرت ابوکلابؓ بن ابی صعصعہ مازنی

☆ حضرت سراقہؓ بن عمرو بن عطیہ نجاری

☆ حضرت عبادہؓ بن قیس بن عبسہ

☆ حضرت وہب سعدؓ ابن ابی سرح العامری

Marfat.com

☆ حضرت مسعودؓ بن الاسود بن حارثہ العدوی

☆ حضرت عبادہؓ بن قیس بن زید بن اُمیہ خزرجی۔

☆ حضرت سویدؓ بن عمرو العامری

☆ حضرت ہو یحیہؓ بن بجیر بن عامر الصمی

شہداء غزوۂ فتح مکہ

☆ حضرت کرزؓ بن جابر الفہری

☆ حضرت خبیشؓ بن خالد

غزوہ حنین (یا اوطاس یا ہوازن)

☆ حضرت ایمنؓ بن عبید حبشی

☆ حضرت حویرثؓ بن عبداللہ

☆ حضرت مرہؓ بن سراقہ

☆ حضرت سراقہؓ بن حباب

☆ حضرت یزیدؓ بن زمعہ

☆ حضرت ابو عامرؓ اشعری

غزوۂ طائف

☆ حضرت ثابتؓ بن ثعلبہ

☆ حضرت عبداللہ بن ابو امیہ

☆ حضرت عبداللہؓ بن حارث

☆ حضرت حارثؓ بن سہل

☆ حضرت خبابؓ بن جبیر

Marfat.com

☆ حضرت جلیحہؓ بن ثابت

☆ حضرت رقیمؓ بن ثابت

☆ حضرت سعیدؓ بن سعید

☆ حضرت صائبؓ بن حارث

☆ حضرت عبداللہؓ بن عامر

☆ حضرت عبدؓ بن قوال

☆ حضرت منذرؓ بن عبد

مختلف مواقع پر ہونے والے شہداء

☆ حضرت قرۃؓ بن عتبہ

☆ حضرت مالکؓ بن خلف

☆ حضرت نعمان بن ثابتؓ

☆ حضرت سہلؓ بن رومی

☆ حضرت یزیدؓ بن سعید لکندی

☆ حضرت طفیلؓ بن نعمان

☆ حضرت عبداللہؓ بن سعید

☆ حضرت ہبارؓ بن سفیان

☆ حضرت بشرؓ بن براء معرور انصاری

☆ حضرت مسعودؓ بن خلدہ

☆-☆-☆

Marfat.com

فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کا سامانِ حرب

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

حق و باطل کا تصادم کارخانہ کائنات میں ازل سے موجود ہے۔ قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل اس کی ابتداء ہے۔ خالق کائنات نے اپنے بندوں کو خیر و شر میں تفاوت سمجھنے کے لیے اس قسم کے واقعات سے سبق سیکھنے کی دعوت دی ہے۔ معرکہ حق و باطل میں یہ کشمکش آج بھی جاری ہے۔ نمرود نے خدائی دعویٰ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتشِ نمرود میں کود کر نظریہ توحید پر آنچ نہ آنے دی۔ فرعون، خدا بن بیٹھا تو ربِ کائنات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ضربِ کلیمی سے حق کو فتح یاب فرمایا۔ خالق کو اپنی مخلوق سے اتنا پیار ہے کہ جتنا ۷۰ مائیں مل کر اپنے ایک بچے کو عطا کرتی ہیں۔ اللہ کے پیارے بندوں نے اپنے مالک کی واحدانیت، توحید، یکتائی اور حکمرانی کے سامنے سر جھکایا اور وہ کچھ کر دکھایا جو اللہ پاک چاہتے تھے۔ سرتاجِ الانبیاء ﷺ اُس وقت مبعوث ہوئے جب جزیرۂ عرب پر غیر انسانی، غیر اخلاقی، غیر تمدنی، غیر ثقافتی، غیر سیاسی اور غیر معاشی حالات نے سائبان بنا رکھا تھا۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا رواج تھا، ظلم و جبر کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت پر گھٹا ٹوپ اندھیرا دور کرنے کے لیے عرب کی سرزمین سے ایک آفتابِ ہدایت طلوع ہوا جس نے تاریکیوں کے سینے چیر ڈالے، ظلمتوں کی یلغار روک دی، غلامی کی سیاہ رات کا خاتمہ ہونے لگا، اندھیروں کو اُجالا ملا، تاریکی کو سحر ملی، جھوٹے خداؤں کا راج ختم ہوا، بت سرنگوں ہو گئے، درندوں کو انسانیت کا درس ملا، انسانِ کامل رحمت للعالمین ﷺ تشریف لائے تو انسانیت نے سُکھ کو سانس لیا۔ یہ وہی ہستی ہیں جن کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی، جس کی نوید حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

سنائی تھی، جن کے ظہور کی بشارت تمام نبی اپنی قوم کو دیتے رہے۔ آپ ﷺ کی نبوت کل جہانوں، کل زمانوں اور تا قیامت رہنے والی ہے۔ آپ ﷺ کا پیغامِ ہدایت قیامت تک موجود اور نافذ رہے گا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے:

خطا کار سے درگزر کرنے والا　　بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیروزبر کرنے والا　　قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا　　کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دی بس اک آن میں اس کا کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

پیغمبرِ حق ﷺ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے جذبۂ قوتِ ایمانی سے کام لیا۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے سامنے قوتیں ہار گئیں۔ پرچمِ اسلام بلند کرنے کے لیے آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات نے وہ کام کیا جو تلواروں سے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ظلم، سرکشی، بغاوت، فساد، منافقت اور شرک کے خاتمہ کے لیے آپ ﷺ کو تلوار اُٹھانے کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے بھی اپنے آلاتِ حرب کا اہتمام کیا۔

ایک اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے ہی سرکارِ دو عالم ﷺ نے جہاد کے اُصول و قوانین مقرر فرمائے جب کہ سرکارِ دو عالم ﷺ سے قبل عرب میں جنگ کے وحشیانہ طریقے رائج تھے۔ جنگجو اور غیر جنگجو میں کوئی فرق نہ تھا۔ عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار زخمی سب کے ساتھ انتہائی وحشیانہ اور بدترین سلوک کیا جاتا۔ مفتوح قوم کی عورتوں کے بے حرمتی کرنا اور ان کی تحقیر و تذلیل کرنا فاتح کے تفاخر میں شمار ہوتا۔

سرورِ دو عالم ﷺ کے نزدیک جنگ کا مقصد فریقِ مخالف کو ہلاک کرنا یا نقصان پہنچانا نہیں بل کہ اس کے شر کا خاتمہ کرنا رہا۔ حضور پاک ﷺ نے تمام غزوات میں اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا کہ اللہ کا نام بلند ہو،

Marfat.com

اُس کے بندے امن وسکون کی زندگی گزاریں۔آپ ﷺ نے اپنے مجاہدین کو نصیحت کی کہ وہ حق وشر کے تصادم میں اپنی حقیقی مقصد سامنے رکھیں۔ضرورت سے زیادہ قوت استعمال نہ کریں۔بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مذہبی پیشواؤں کو قتل کرنے سے گریز کریں۔حتیٰ کہ آپ ﷺ نے درخت، کھیتیاں اور باغات تباہ کرنے سے منع فرمایا۔

ہرے درخت نہ کاٹو سلگتی راہوں سے
مسافروں کے لیے سائبان رہنے دو

(ظہیرالدین ظہیر)

حضور پاک ﷺ نے عورتوں اور بچوں کا احترام کرنے کے ساتھ ساتھ جنگی قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی۔مالِ غنیمت سمیٹنے کے بارے میں بھی آپ ﷺ کے واضح ارشادات ملتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے علَم

ہر قوم میدانِ جنگ میں اپنے جھنڈے یعنی علم سے پہچانی جاتی ہے۔میدانِ جنگ میں سپہ سالار یہ پرچم تھامتے ہیں۔دورانِ جنگ یہ پرچم بلند رہتا ہے۔فتح وشکست کے جذبات کا علم سے گہرا تعلق ہے۔

مضبوط قدم، ہاتھوں میں علم، مسلم ہیں مری دھرتی کا بھرم
باطل کی صفیں درہم برہم ، درکار ہے بس اللہ کا کرم

جھنڈے کو لغت میں الرایہ اور لوئی بھی کہتے ہیں۔کوئی نیزہ پر باندھتا تھا کوئی لمبی لکڑی پر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت قیسؓ بن سعدہ بن عبادہ، حضرت مصعبؓ بن عمیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے بہت سے صحابہ کرامؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے جھنڈا لے کر چلا کرتے تھے۔(دورِ نبوی ﷺ کا نظام حکومت، علامہ عبدالحئی کتانی) ترجمہ مولانا معظم، کراچی، ادارہ القرآن ۱۶۱)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا جھنڈے باندھنا

نبی کریم ﷺ نے عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ کو ایک سریا پر بھیجا اور ان کے لیے ایک جھنڈا بنا کر عطا فرمایا۔اسی عرصہ میں دوسری طرف حضرت حمزہ بن مطلب رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہوئے

Marfat.com

انھیں بھی ایک پرچم سے سرفراز فرمایا۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا جھنڈا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو ایک جھنڈا باندھ کر دیا اور وہ سفید کپڑے کا تھا۔ ایک ہاتھ لمبا ایک ہاتھ چوڑا اور فرمایا کہ آواز لگاؤ کہ جو اس جھنڈے کے نیچے آئے گا وہ امن میں ہوگا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کے پرچم کا رنگ

غزوۂ بدر میں جو نشان مبارکہ حضرت معصب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا وہ سفید تھا اور فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے پرچم کا رنگ سفیدی مائل زرد تھا۔ کئی نے غبار آلود سیاہ رنگ بھی بتایا ہے، جس کا نام ''العقاب'' تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ ذات السلاسل سے واپس آئے تو ان کے جھنڈے کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضور اقدس ﷺ کا پرچم دھاری دار تھا جو صدف کا بنا ہوا سیاہ رنگ کا تھا اور چاند جیسی صورت بنی ہوئی تھی۔ اسی کو ''النمرہ'' بھی کہتے ہیں یعنی وہ شملہ جس میں سفید اور سیاہ خطوط ہوں۔ اِسی پرچم کا فیض ہے کہ حضور ﷺ کے پرستار متحد اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر قربان ہونے کو تیار ہو گئے۔

متحد ہو گئے ملت کے پریشاں اجزا
ایک پرچم کے تلے ایک ہی پرچم کے تلے
ہو گیا اپنی فضاؤں میں اُجالا ہر سو
جس گھڑی جہد مسلسل کے نئے دیپ جلے

کارواں منزل مقصود پہ اپنا پہنچا
کامرانی نے ہمیں جھک کے سلامی دی تھی
سرفرازی نے قدم چوم لیے تھے اپنے
یورش وقت گریزاں نے بھی عزت کی تھی

عظمتِ علَم

جھنڈا کسی گروہ، ملک یا قوم کی نشانی تصور کیا جاتا ہے۔ اِسے علَم ''لواء'' نشانِ افتخار بھی کہا

Marfat.com

جاتا ہے۔ ترکی کے ایک وزیر جودت پاشا نے اپنے ایک مقالہ میں پرچم کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ ''لواء'' یعنی جھنڈا قومی اتحاد اور اجتماعیت کی علامت ہے۔ یہ پرچم باہمی اخوت، بھائی چارے، خلوص، اُلفت اور اتحاد کا مظہر ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح دل اور جان مل کر انسانی صورت بناتے ہیں، اِسی طرح شہریوں اور پرچم کا تعلق ہے۔ افراد کے درمیان محبت اور الفت پیدا کرتا ہے۔ میدانِ جنگ میں حوصلہ و ہمت، جذبۂ بہادری، خلوص نیت اور جرأت و شجاعت بڑھاتا ہے۔ جھنڈے کا ہاتھ سے گر جانا بدشگونی تصور ہوتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لہراتا ہوا پرچم زمین پر آ گرے تو اِسے شکست کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ اس پرچم کے گرنے سے میدانِ جنگ میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ دہشت اور دشمن کی ہیبت پھیلنے لگتی ہے۔ مسلمان مجاہد ایسے موقع پر گرتا ہوا پرچم تھام لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے جوانوں کی عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑنے لگتا ہے۔ لشکری بارِ دگر ہمت بلند کرتے ہیں، جوان مایوسی اُتار کر پھر تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اِسی پرچم کا لہرانا فوج میں ولولۂ تازہ پیدا کرتا ہے۔ زندگی جوش و ولولے سے عبارت ہے۔ دور نہ جایئے آپ اپنے ملک پاکستان کا لہراتا ہوا پرچم دیکھ کر خوشی و مسرت محسوس کرنے کے ساتھ اُن شہیدوں کو بھی یاد کرتے ہیں جن کی وجہ سے یہ سبز ہلالی پرچم معرضِ وجود میں آیا۔ میدانِ جنگ میں تو کچھ مخصوص جوان یہ پرچم اُٹھائے آگے ہی آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ جن لوگوں نے واہگہ سیکٹر پر صبح شام پرچم کشائی اور پرچم اُتروائی کا منظر دیکھا ہے وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس تقریب میں سرحد کے دونوں اطراف ایک جذبے کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ پاکستان محبِ وطن اور اسلامی جذبہ رکھنے والے احباب کے اس روح پرور منظر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں جن سرکاری عمارات پر پرچم لہراتا ہے اس کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ سورج کے ساتھ پرچم کا بلند ہونا ارادوں کا بلند ہونا ہے۔ پرچم چوں کہ فتح اور اُبھرتے جذبوں کا نام ہے اس لیے اِسے اس کی تقدیس کے خاطر بعد از نماز مغرب اُتار لیا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں پرچم کے ساتھ موسیقی کی مختلف دھنوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن نبیٔ پاک ﷺ کے زمانے میں سُر تال کا کوئی رواج نہیں تھا۔ وہ پرچم بلند کرتے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ رضائے الٰہی کے لیے شوقِ شہادت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

مضبوط قدم، ہاتھوں میں عَلَم، جانباز مری دھرتی کا بھرم
باطل کی صفیں درہم برہم، درکار ہے بس اللہ کا کرم

Marfat.com

علم ہماری بہادری کا استعارہ ہے۔ اللہ پر کامل یقین رکھنے والے جب بڑھے تو فتح ونصرت اُن کے قدم چومے۔ ایمان وشجاعت کے ساگر اُن کے سامنے تھے۔ جونہی مسلمانوں کے لبوں سے نعرۂ تکبیر بلند ہوتا تو اُن کی تلواروں میں بجلیاں چمکنے لگتیں۔ اُن کے علم پر سایۂ رحمت موجزن ہو جاتا۔ مسلمان اخلاص کی صورت میں محبت کی تصویر، اخوت کی تفسیر اور عدو کے شمشیر ثابت ہوتے۔

سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کے پرچم کی تحریر

حضور پاک ﷺ کے پرچم پر ''لاالہٰ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا اور اس کا نام ''العقاب'' تھا۔ آپ ﷺ کا ایک جھنڈا تھا جس کا نام ''ربیته بیضاء'' تھا۔ کبھی کبھار کوئی سیاہ چیز لگا دی جاتی تھی۔

انصار کا پرچم

حضور اقدس ﷺ نے انصار کے لیے زرد رنگ کا پرچم مقرر فرمایا۔ جب بنی سلیم کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ ہمارے جھنڈے کو سرخ بنا دیجیے اور ہمارا شعار (خاص علامت) آگے رہنے کو بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرما کر ایسا ہی کر دیا۔

امیرِ کارواں ﷺ کی تلواریں

حضور ﷺ کی تلواروں کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جن کے دستوں اور پھلوں پر چاندی کے جڑاؤ کا کام کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس جو تلوار تھی اس پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔ حضرت جعفرؓ بن محمد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی تلوار کا پھل اور قبضہ چاندی کا تھا۔ فاتحِ عالم ﷺ کی گیارہ تلواریں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ الماثور: یہ تلوار آپ ﷺ کو اپنے والد سے ملی، مدینہ تشریف آوری پر آپ ﷺ کے پاس تھی۔

۲۔ ذو الفقار: بدر کی جنگ میں حضور ﷺ کو بطور مالِ غنیمت ملی تھی۔ اس کا دستہ چاندی کا تھا۔

۳۔ قلعی: حضور پاک ﷺ کے زیرِ استعمال معروف تلوار رہی۔

۴۔ البتار: اس شمشیر کے حامل بھی سپہ سالارِ اعظم ﷺ ہی تھے۔

Marfat.com

۵۔ الحتف: یہ تلوار بھی آپ ﷺ کے پاس تھی۔

یہ تینوں تلواریں آپ ﷺ کو قبیلہ بن قینقاع کے ہتھیاروں سے ملی تھیں۔

۶۔ المخذام: یہ تلوار قبیلہ بنی طے کے مال خانے سے سرکارِ دوعالم ﷺ کو ملی تھی۔

۷۔ الرسوب: اس تلوار کا حصول بھی ارفع الدرجات ﷺ کو قبیلہ بنی طے سے ہوا۔

۸۔ العضب: غزوۂ بدر کے لیے رحمت دوعالم ﷺ کو حضرت سعد بن عبادہؓ نے پیش کی۔

۹۔ قضیب: یہ تلوار بنو قینقاع کی طرف ملی۔

۱۰۔ صمصماۃ: عرب کی مشہور تلوار جو نامور پہلوان عمرو بن معدی کرب الزبیدی کی ملکیت تھی۔

خالد بن سعید اموی نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

۱۱۔ ال لحیف: یہ تلوار بھی نورِ مبین ﷺ استعمال کیا کرتے تھے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے نیزے

غزوات وسرایا میں نیزے کا استعمال عام طور پر کیا جاتا تھا۔ جنگ کے علاوہ نیزہ ذاتی حفاظت کا باعث بھی ہوتا تھا۔ نیزہ ہاتھ میں پکڑ کر چلنے کا رواج بھی تھا۔ ناہموار راستے پر چلتے ہوئے نیزہ بہت مددگار ثابت ہوتا تھا۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ المثنوی ۲۔ المنثنی ۳۔ الهدا القمرة

۴۔ انبعه البیضاء ۵۔ العنذه

سید الکونین، امام کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیرِ استعمال زرہیں

اعلانِ نبوت سے پہلے سیدِ عرب وعجم محمد مصطفیٰ ﷺ صحت مندانہ سرگرمیوں حصہ لیا کرتے تھے۔ دوڑ، شمشیر زنی، نیزہ زنی، کُشتی، شہ سواری، رسہ کشی اور اسی طرح کے دیگر ورزشی کھیلوں میں آپ ﷺ کی گہری دلچسپی تھی۔ آپ ﷺ کی مجاہدانہ سرگرمیاں اُس وقت کے نوجوانوں کے لیے مشعلِ راہ رہیں۔ اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو بھی ایسی ہی سرگرمیوں میں شامل کیا۔ حفاظتی اسلحہ کے طور پر زرہ کا استعمال ابتدائی ایام میں بہت مقبول رہا۔ چوں کہ نبی معظم ﷺ کے سامنے مستقبل کا ایک اہم منصوبہ تھا اس

Marfat.com

لیے آپ ﷺ نے صحابہؓ کرام کو ہمہ وقت تیار رہنے کا پیغام دیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

> ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! سنبھالو اپنے ہتھیار پھر نکلو الگ الگ دستوں کی صورت میں یا نکلو سب اکٹھے۔'' (سورۃ النساء:۷۱)

قرآن پاک کے اس حکم میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انفرادی دفاع کامیابی کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈھال، زرہ، تلوار، خول اور اسی قسم کا حفاظتی سامان مجاہد کا زیور ہوتا ہے۔ ہمارے عظیم سپہ سالار ﷺ نے مختلف اوقات میں زرہیں استعمال کی، سات زرہیں مقبول ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ذات الوشاح ۲۔ ذات الحواشی ۳۔ الخرنق

۴۔ البترآء: یہ چوں کہ چھوٹی تھی اس لیے اس نام موسوم کیا گیا۔

۵۔ السغدیه: حضرت داؤد علیہ السلام نے پہنی تھی جب انھوں نے جالوت کو قتل کیا۔

۶۔ فضته: سرکارِ دو عالم ﷺ کو بنو قینقاع کے اسلحہ کے ذخیرے سے ملی تھیں۔

۷۔ ذات الفضول: یہ ایک لمبی زرہ تھی اور جب رحمت عالم ﷺ غزوہ بدر میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

اُحد کی لڑائی میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اُوپر نیچے دو زرہ پہن رکھی تھیں۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک پر جنگ اُحد میں دو زرہیں تھیں جن کو اُوپر نیچے پہن رکھا تھا۔ علاوہ ازیں فاتحِ عالم ﷺ نے جنگ حنین کے موقع پر ذات الفضول اور سغدیہ زرہیں استعمال کیں۔

مزمل و مرسل ﷺ کے خود مبارک

دورِ جدید میں ہیلمٹ کے استعمال کو سر محفوظ کرنے کا اہم ترین ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں ''خود'' کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سر، حالتِ جنگ میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی حفاظت از بس ضروری ہے۔ آغازِ اسلام میں غزوات و سرایا کے لیے 'خود' کو لازمی تصور کرتے تھے۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے خود بھی ''خود'' کا استعمال کیا اور صحابہؓ کرام کو بھی ایسا کرنے کا پیغام دیا۔ سر کی چوٹ سے محفوظ رہنے

Marfat.com

کے لیے آج بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ جو خوذ سرکارِ عالم ﷺ کے استعمال میں آئے اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ موشح

۲۔ ذوالسبوع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فاتحِ مکہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر خوذ تھا۔

آفتابِ نوبہار ﷺ کی ڈھالیں

قائدِ فوجِ اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس تین ڈھالیں تھیں جو آپ ﷺ نے مختلف جنگوں میں استعمال فرمائیں۔

۱۔ الزلوق ۲۔ الفتق

۳۔ تمثال والی ڈھال: یہ ڈھال سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ اس پر عقاب اور میڈھے کی تصویر کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جونہی آپ ﷺ نے یہ ڈھال ہاتھ میں لی تو رب العالمین نے یہ تصویر مٹا دی۔ (سبحان اللہ)

مورثِ کمالات ﷺ کی کمانیں، ترکش، تیر

فخرِ دوعالم ﷺ تیراندازی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ذاتی تیر کمان، ترکش بھی تھے۔ سیرت کی مختلف کتابوں میں اُن کی تعداد چھ درج ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ الزوراء ۲۔ الروحاء ۳۔ الصفراء

۴۔ البیضاء ۵۔ السداد

۶۔ الکتوم: یہ کمان غزوۂ اُحد کے موقع پر ٹوٹ گئی تھی۔ سپہ سالارِ اسلام ﷺ نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی۔

سید الابرار ﷺ کے تیروں کی تھیلی

صاحب قاب قوسین ﷺ جس تھیلی میں تیر سنبھالتے تھے اُس کا نام ''الکافور'' ہے۔

Marfat.com

حبیب رب المشرقین والمغربین ﷺ کے گھوڑے

ساقیِ کوثر، شافعِ محشر ﷺ کی پرندوں اور جانوروں سے محبت ضرب المثل ہے۔ سواری کے جانوروں سے آپ ﷺ گہرا اُنس رکھتے تھے۔ گھوڑے کی وفا کا اندازہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے لے کر میدانِ کربلا میں نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ کے گھوڑے تک کر سکتے ہیں۔ میدانِ کربلا میں ذوالجناح کی وفا آج اُردو مرثیہ کا حصہ ہے۔ آپ ﷺ کو گھوڑوں سے بہت محبت تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے گھوڑے کی پیشانی اور دُم کے بال کاٹنے کو منع فرمایا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خیر و برکت رکھ دی ہے۔''

حضرت اسماءؓ بنت یزید کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر و برکت باندھ دی گئی ہے جو شخص اسے جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ سمجھ کر گھر باندھتا ہے اور اس پر محبت سے خرچ کرتا ہے اس کا بھوکا رہنا اور پیٹ بھر کر کھانا، پیاسا رہنا حتیٰ کہ اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائیگا۔'' (امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد)

نبی معظم ﷺ گھوڑوں کی خصوصی دیکھ بھال فرماتے تھے۔ زیادہ تر کتب میں اُن کی تعداد ۲۶ رقم ہے۔ ۷ گھوڑوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ خالصتاً نبی معظم ﷺ کی ملکیت میں تھے۔ نبی پاک ﷺ سے وابستہ ہر چیز آپ ﷺ کے اُمتی کے لیے مقدس اور متبرک ہے۔ آپ ﷺ کے چند گھوڑوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

السکب

قائدِ فوجِ اسلام ﷺ نے ''السکب'' گھوڑا بنی فزارہ کے ایک شخص سے بازارِ مدینہ سے خریدا اور ۱۰ اُوقیہ چاندی قیمت ادا فرمائی۔ سحابِ کرم ﷺ اِسی گھوڑے پر غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ گھوڑے کا سراپا

Marfat.com

بھی قابلِ ذکر ہے۔ یہ گھوڑا پنج کلاں، پیشانی پر سفید نشان اور چاروں پاؤں بھی سفید تھے۔ شہ سوارِ عالم ﷺ ،عمومی طور پر اسی گھوڑے پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ ابن کثیر میں ہے کہ اس گھوڑے کا رنگ مشکی تھا۔ یہ سبک رفتار اور کڑیل تھا۔ سکب عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب تیزی، سبک رفتاری، روانی، طغیانی اور طوفانی ہیں۔ اسی مناسبت سے اس گھوڑے کا نام ''السکب'' رکھا گیا ہے۔

سبحہ

سرخ رنگ کا سبحہ گھوڑا، صاحبُ البراق ﷺ نے بنی جہینہ کے ایک آدمی سے ۱۰ اُونٹ کے عوض خریدا تھا۔ حضورِ پاک ﷺ اس پر اکثر سواری فرماتے۔ آپ ﷺ نے گھوڑوں کی دوڑ میں بھی اسی گھوڑے پر شرکت فرمائی۔ آپ ﷺ کو اس گھوڑے کی سواری بہت پسند تھی۔ یہ گھوڑا دوسروں پر بازی لے جاتا تھا۔

مرتجز

آبروئے زمیں محمد مصطفیٰ ﷺ نے مرتجز گھوڑا ایک دیہاتی سے خریدا۔ یہ نقری گھوڑا خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ ہنہنانے کی آواز میں منفرد تھا۔ اس کی بہترین آواز کی وجہ سے اسے ''مرتجز'' نام دیا گیا ہے۔

لزاز

امام العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے آپ ﷺ کا دائرہ شناسائی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ شاہِ مصر مقوقس نے یہ گھوڑا ''لزاز'' تحفہ میں دیا۔ اس گھوڑے کی خوش بختی ہے کہ مالکِ تسنیم و وسیم ﷺ اسے بہت پسند فرماتے تھے۔ اسی گھوڑے کو بہت سے غزوات میں سپہ سالارِ اعظم ﷺ کو سواری دینے کا اعزاز حاصل ہوا۔

الظرب

الظرب، نفیس اور بہترین نسل کا گھوڑا ہے۔ اپنی سبک رفتاری اور خوب صورتی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ رشکِ جہاں ﷺ کو الظرب گھوڑا فروہ بن عمرو الجذامی نے بارگاہِ لیل و نہار ﷺ میں بطور تحفہ پیش کیا۔

لحیف

بالوں کی لمبائی خوب صورتی کی علامت ہے۔ لمبے اور گھنے بال عورت کے ہوں یا گھوڑے کے

Marfat.com

پُرکشش ہوتے ہیں۔ حسنِ دوعالم ﷺ کا یہ گھوڑا دُم کے لمبے بالوں کی وجہ سے بہت مقبول ہے۔ جب یہ نخریلا گھوڑا چلتا تو اس کی دُم کو زمین بھی چومنے کی کوشش کرتی۔

الورد

الورد گھوڑا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وردہ، سرخ پھول کو کہتے ہیں۔ اسی سرخی کی مناسبت سے اس گھوڑے کو بھی الورد کا نام دیا گیا ہے۔

سہلؓ بن سعد سے مروی ہے کہ یہ گھوڑا تمیم الداریؓ نے سالارِ اسلام ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ محسنِ اعظم ﷺ نے یہ گھوڑا امرادِ رسول ﷺ، حضرت عمر فاروقؓ کو عطاء فرمایا۔ جاں باز، جاں نثار اور جاں سپار حضرت عمرِ فاروقؓ نے ایک مجاہد کی حیثیت سے اس گھوڑے پر سواری کی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مجاہدِ اسلام کو جہاد میں حصہ لینے کے لیے مرحمت کر دیا۔

امواجِ بقا، مطلعِ دلکشا ﷺ کی اُونٹنیاں

راحتِ قلوبِ عاشقاں محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس درج ذیل ۳ اُونٹنیاں تھیں۔

القصویٰ

القصویٰ اُونٹنی کی تذکرہ سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ یہ بہت خوب صورت اور اعلیٰ نسل کی اُونٹنی تھی۔ آپ ﷺ نے اِسی اُونٹنی پر کئی سفر کیے۔ ہجرتِ مدینہ میں بھی اسی اُونٹنی کو تاجدارِ کائنات ﷺ کو سوار کرنے اعزاز حاصل ہوا۔

العضباء

دیہی علاقہ میں پروان چڑھنے والی حبیب الزماں ﷺ کی اُونٹنی العضباء سبک رفتار اور خوب صورت تھی۔ کسی دوسری اُونٹنی کی مجال کے وہ اُس سے آگے بڑھنے کی ہمت کرے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور اُس کی اُونٹنی مقابلے میں فتح یاب ہوگئی جس کا مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُصولِ فطرت ہے کہ ہر کمال کو زوال ہے۔ عربی زبان میں جس کا کان کٹا ہوا ہو اُسے عضباء کہتے ہیں۔ فخرِ کائنات ﷺ کی اُونٹنی اس عیب سے پاک تھی لیکن العضباء کے نام سے شہرت پائی۔

الجدعاء

العضباء کی طرح تاجدارِ ارض وسما محمد عربی ﷺ کی یہ اُونٹنی الجدعاء بہت شہرت کی حامل تھی۔ عربی

Marfat.com

زبان میں جدعاء کا مطلب ناک کٹی ہونے کے ہیں لیکن سرورِ کائنات ﷺ کی یہ اُونٹنی اس عیب سے مبرا تھی۔ پھر بھی الجدعاء نام سے مشہور ہوئی۔

اُونٹ، نکیل جس کی چاندی

دشمنِ اسلام، ابوجہل میدانِ بدر میں واصل جہنم ہوا۔ مشرکین مکہ بہت سا مالِ غنیمت میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ محسنِ انسانیت ﷺ کو اُس مالِ غنیمت میں سے ابوجہل کا اُونٹ بھی حصے میں آیا۔ اس اُونٹ کی ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔ فاتحِ عالم ﷺ کو صحابہ کرامؓ نے معرکہ اُحد کے موقع پر یہ اُونٹ پیش کیا۔ اُونٹ پیش کرنے کے تناظر میں یہ بات مخفی تھی کہ مشرکین اپنے خودساختہ سپہ سالار ابوجہل کا اُونٹ دیکھ کر حسد سے جل اُٹھیں۔

دودھ دینے والی اونٹنیاں

سواری کی اُونٹنیوں کے علاوہ فخرِ جہاں ﷺ کے پاس دودھ دینے والی ۲۰ اُونٹنیاں بھی تھیں۔ حضرت ابی ذر الغفاریؓ اور حضرت عریبؓ، اِن اُونٹنیوں کی دیکھ بھال کرتے اور چرواتے۔ یہ اُونٹنیاں غابہ میں رہتی تھیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے خچر

آنحضرت ﷺ نے اُونٹ، گھوڑے اور خچر پر سواری کو اہمیت دی۔ آپ ﷺ کو جس بھی جانور کی سواری میسر آتی، آپ ﷺ اُسے اعزاز بخش دیتے۔ یہ تو اُس جانور کی خوش بختی ہے کہ جس پر صاحبُ البراق ﷺ سواری فرمائیں۔ سیرت نویسوں نے ۵ کا تذکرہ کیا ہے۔

دُلدُل

شہنشاہِ مصر مقوقس کو نبیٔ پاک ﷺ سے بہت عقیدت تھی۔ جب آپ ﷺ مدینہ میں مقیم تھے تو اُس نے قاسم علم وعرفاں ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک قیمتی خچر پیش کیا۔ اس دھاری دار خچر کا نام ''دُلدُل'' تھا۔

فضتہ

شفقتِ بیکراں ﷺ کے عقیدت مند، آپ ﷺ کو تحائف دینے میں بڑے فراخ دل تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کے قدردان فروہ خزاعیؓ نے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک خچر ''فضہ'' پیش کیا۔

سفید خچر

راحتِ قلوبِ عاشقاں ﷺ کو ایک سفید خچر، آپ ﷺ کے ایک عقیدت مند ایلہ نے پیش کیا۔ یہ خچر سفید رنگ کی وجہ سے اپنی انفرادیت کا حامل ہے۔

تحفۂ حاکم دومۃ الجندل

دومۃ الجندل کا سردار، نبیٔ پاک ﷺ کے عقیدت مندوں میں شامل تھا۔ اپنی محبت کے اظہار میں اُس نے بھی نبیٔ پاک ﷺ کو ایک خچر بطور تحفہ پیش کیا۔

تحفۂ نجاشی

حبشہ، اسلامی فکر کی ترویج میں مددومعاون ثابت ہوا۔ اسلام کی کرنیں روشنی کی طرح اس مرکز سے پھیلیں۔ نجاشی، عالمی شہرت یافتہ حکمران تھا۔ جس نے مسلمانوں کو پناہ دے کر انسان دوستی کا ثبوت دیا۔ شاہِ حبشہ کی مہاجرین کے ساتھ شفقت ناقابلِ فراموش ہے۔ نجاشی نے اپنی محبت کے اظہار کے لیے ایک خچر تحفتاً نبیٔ پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس خچر کی خوش بختی ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر سواری فرمائی۔

اسرارِ ربانی، محمد عربی ﷺ کے حمار (گدھے):

صاحب البراق، تاجدارِ کائنات ﷺ کو جو بھی جانور ملتا، آپ ﷺ پر سواری فرماتے۔ گھوڑے، اُونٹ، خچر کے علاوہ بوقتِ ضرورت آپ ﷺ گدھے کی سواری سے بھی گریز نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے زیرِ استعمال ۳ گدھے تھے۔ جن کی نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ یعفوز ۲۔ عفیر ۳۔ تفہ فروہ الجذامی

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ

☆-☆-☆

Marfat.com

معجزاتِ

شمس الضحیٰ، آفتابِ ہدیٰ، نور الہدیٰ، صدر العلیٰ، کیف الوریٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حسنِ یوسفؑ کو دیکھ کر وہاں کٹی تھی انگلیاں
خود چاند کٹ گیا یہاں اُنگلی کو دیکھ کر

Marfat.com

معجزاتِ نبوی ﷺ

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

فخرِ موجودات، امام الانبیاء، رحمت للعالمین، امام المتقین، شمس العارفین محمد مصطفی ﷺ کا ظہور عالمِ انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ جب اس کائنات میں بے اُصولی کا دور تھا، بتوں سے مرادیں مانگنے کا رواج تھا، خواتین کی عصمت دری مرد اپنا حق سمجھتا تھا، جابر، کمزور کو نگلنے کے درپے تھا۔ انسانی عظمت کا راز جاہ وحشمت اور دولت وثروت کو سمجھا جاتا تھا۔ عیش ونشاط انسانی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔ مفاد پرستی اور اقتدار پسندی عام تھی۔ انسانیت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ ایک انسان، دوسرے انسان کی جبینِ شرف کو اپنی چوکھٹ پہ جھکانے کے اُصولوں پر تھا۔ کفر وضلالت کی اندھیاں چل رہی تھیں۔ انسانی زندگی پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ حبسِ بے جا، راہ زنی، قتل وغارت، لوٹ مار، بچیوں کو زندہ درگور کرنا حتیٰ کہ زمیں پر نیکی کا وجود ناپید ہو گیا تھا۔ اِن ابتر حالات میں رب العالمین نے اپنی مخلوق کے لیے رحمت للعالمین ﷺ کو منصبِ نبوت پر سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے کردار وعمل سے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل فرما کر اپنی مخلوق کے لیے ایک ایسا ضابطۂ حیات عطاء فرما دیا کہ جس نے وحشی عرب تمدن کو اسلامی تہذیب وثقافت کا گہوارہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور قرآن پاک عالمِ انسانیت کے سامنے معجزات کی صورت میں نمودار ہوئے۔ قرآن پاک کا نزول کائنات کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اعجاز القرآن کے موضوع پر امام جرجانی، باقلانی، خطابی، رمانی رحمھم اللہ کے علاوہ مشاہیر اسلام کی لاتعداد کتب اور رسائل اسلامی لائبریری کا ایک شاندار اور نہایت وقیع حصہ ہیں۔ قرآن پاک کے ہر لفظ حتیٰ کہ ایک ایک حرف کی تقدیس پر دنیا بھر میں کام ہو رہا ہے۔ زبان وبیان، بے مثل اسلوب، قرآن پاک کی معجزہ نمائی میں پنہاں ہیں۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری نے اپنی کتاب ''قرآن مسلسل معجزہ'' کے صفحہ نمبر ۲۱۔۲۲ پر لکھا ہے:

''قرآن کی صداقت اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ابوجہل، ابوسفیان، عتبہ، شیبہ اور قرآن کے بڑے بڑے دشمن بھی، راتوں کو نبی ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے، چپکے چپکے آ کے سنتے اور ایسی فصیح و بلیغ زبان پر سر دھنا کرتے۔ اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ ہرگز کسی انسان کا کلام نہیں لیکن یہ محض اُن کی ہٹ دھرمی تھی کہ زبان سے اس حقیقت کا اقرار نہ کرتے تھے۔ ایمان اور تسلیم کی خُو اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور یہ توفیقِ الٰہی ہی سے ارزانی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی۔ قرآن لوگوں کو کس زبردست انداز سے متاثر کرتا تھا؟ اس حوالے سے مسلم ادبیات کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ حبشہ کا عیسائی بادشاہ اصحمہ نجاشی، حضرت جعفر طیارؓ سے سورہ مریم کی چند آیات سن کر اشکبار ہو گیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ جو حضور اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کے ارادے سے نکلے تھے، قرآن کریم کی چند آیات سن کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ عتبہ بن ربیعہ کفار کی طرف سے دنیاوی لالچ پیش کرنے کی غرض سے حضور ﷺ کے پاس پہنچا۔ حضور ﷺ نے سورہ حم السجدہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ وہ اس قدر متاثر ہوا کہ واپس آ کر کفار سے کہنے لگا۔ محمد (ﷺ) کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تم لوگ قرآن کو جادو اور شاعری کہتے ہو۔ میں جادو اور شاعری کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ خدا کی قسم! محمد (ﷺ) جو کلام پیش کر رہے ہیں، اس جیسا کلام میں نے آج تک نہیں سنا۔ یہ جادو شاعری سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا:

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

''میرے دل میں جو راز پوشیدہ ہے، فاش کیے دیتا ہوں۔ جان لو: یہ قرآن محض کتاب نہیں کوئی بڑی ہی منفرد و بے نظیر چیز ہے۔''

محبوب کبریا، نبیٔ پاک ﷺ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے بلند سے بلند فرمایا۔ ہر اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا ذکر پوری کائنات میں جاری و ساری رہتا ہے۔ قرآن و سنت کا یہ معجزہ پورے عالم پر عیاں ہے۔ آپ ﷺ پر قرآن پاک کا نزول ہی بہت بڑا معجزہ ہے۔ یہ آپ ﷺ ہی کی ذات ہے جس نے قرآنِ پاک کا گراں قدر بوجھ پوری اُمت تک پہنچا کر رشد و ہدایت کا

Marfat.com

ایک چراغ، راہِ عمل کے طور پر روشن کر دیا ہے۔ قرآن پاک فصاحت و بلاغت، قوتِ تاثیر، روحانی برکات، عدمِ اختلاف، دلائل و براہین، صوتی حسن و ترنم، علم آگاہی، اور لاتعداد خوبیوں کی بناء پر آج دنیا بھر کے لیے اور آنے والے کل کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کی عظمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہ سرورِ کائنات ﷺ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ کی زباں سے بیاں ہوا۔

ممتاز مذہبی سکالر اور نقاد ڈاکٹر خورشید رضوی نے اپنے ایک مضمون میں بتایا ہے کہ میونخ یونی ورسٹی جرمنی کے ادارہ تحقیقات نے انجیل کے قدیم ترین نسخہ جات کی تحقیق کروائی اس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان نسخہ جات میں لاکھوں اختلافی روایات ملتی ہیں۔ مذکورہ تحقیقی ادارے نے قرآن پاک کے ہزاروں نسخہ جات پر بھی وہی تجربہ کیا۔ الحمدللہ! اس ادارے نے رپورٹ دی ہے کہ قرآن پاک اسی حالت میں موجود ہے جس میں نازل ہوا تھا۔ قرآن دنیا بھر میں پڑھی اور سمجھی جانے والی واحد کتاب ہے۔ قرآن پاک ایک مسلسل معجزہ ہے جس کے قراء حضرات دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب کو بھی یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔

قرآن مجید کے مضامین و تعلیمات اور اُس کی فصاحت و بلاغت اسلوب، طرزِ بیاں اور لسانی خوبیوں کا معجزہ ہی تھا کہ عرب کے بڑے بڑے قادر الکلام اور زبان آور شعرا و خطبا اور سنگ دل مخالفین بھی جب ہادیٔ عالم ﷺ کی زبانِ اقدس سے قرآنِ مجید کی چند آیات کی تلاوت سُن لیتے تھے تو اُن کے دل کی کایا پلٹ جاتی، یا کم از کم وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ تاریخ اسلام ایسے حیرت انگیز واقعات سے بھری پڑی ہے۔

ایک اُمی کی طرف سے یہ اعلان جب عرب میں شائع ہوا تو اُس وقت عرب کے ہر قبیلے میں زبان اور شعرا اور آتش بیان خُطبا موجود تھے۔ مگر اس قرآنی چیلنج کے سامنے سب دم بخود ہو کر رہ گئے اور اُن کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ عرب کے کفار اور مشرکین نے پیغمبرِ اسلام ﷺ اور اُن کی دعوتِ حق کو جھٹلانے کی کون کون سی کوششیں نہ کیں۔ اُنھوں نے اس راہ میں جان و مال قربان کیا، اپنے عزیز اور فرزند نثار کیے، خود اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھیں۔ اُن کے سپاہیوں نے میدانِ جنگ میں پاؤں جمائے۔ اُن کے دولت مندوں نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ اُن کے شاعروں اور خطیبوں نے اپنی آتش بیانیوں سے پورے صحرائے عرب کو تنور بنا کے رکھ دیا یہ سب کچھ کیا مگر یہ نہ ہو سکا کہ قرآنِ مجید کی ایک سورت کا جواب پیش کر دیں۔

ولید بن مغیرہ قریش کا ایک مالدار اور بااثر شخص تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن مجید کا کچھ حصہ تلاوت کرنے کی فرمائش کی۔ آپ ﷺ نے چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔

Marfat.com

جنھیں سن کر وہ بے خود ہو گیا اور بولا: ''خُدا کی قسم! اس کلام میں کچھ اور ہی تازگی اور شیرینی ہے۔ جس کی جڑیں شاداب اور اُس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔''

عتبہ بن ربیعہ قریش کا دولت مند سردار تھا۔ اُسے شعر وسخن اور جادوگری کے فنون آتے تھے۔ وہ ایک دن سردارالانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قرآن اور آپ ﷺ کی ذات سے واقفیت چاہتا تھا۔ جب نیرِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے تلاوتِ کلام پاک کا آغاز کیا اور عذابِ الٰہی کے ذکر پر پہنچے تو عتبہ نے ہاتھ باندھ لیے اور اپنی قرابت داری کا واسطہ دے کر رکنے کے لیے عرض کی۔ عتبہ پر کلام پاک کا اتنا اثر ہوا کہ وہ کئی دن اپنے گھر نہ جا سکا۔

ایک سردار طفیل بن عمرو کو اپنی بہادری اور شاعری پر بہت فخر تھا۔ اُس نے خود سے عہد کر لیا کہ وہ سید الکونین ﷺ سے (نعوذ باللہ) متاثر نہیں ہوگا لیکن جب وہ حرم شریف پہنچا اور نبیِ پاک ﷺ کو تلاوت کرتے سنا تو وہ اپنی سماعتوں پر حیران رہ گیا۔ اُسے اپنے شعر وسخن کا گھمنڈ بہت ہیچ محسوس ہوا۔ دل وذہن نے قرآن پاک کی حقانیت کو قبول کر لیا۔ اُس نے تلاوت سنتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ نہ صرف خود بلکہ باپ، بیوی کو بھی دائرہ اسلام میں شامل کر لیا۔ اُسؓ نے اپنے قبیلہ دوس میں اشاعت اسلام کے لیے سرگرمی سے حصہ لیا۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب بہادر، طاقت ور، شہ سوار اور زبان دانی میں ماہر تھے۔ قبول اسلام سے پہلے آپؓ نے بہت سے مسلمانوں کو نشانہ ظلم وستم بنایا۔ وہ قرآن پاک سے کس طرح متاثر ہوئے۔ مختصراً یوں ہے ''ایک دن حضرت عمرؓ ہاتھ میں تلوار لے کر اس ارادے سے نکلے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا (نعوذ باللہ) کام تمام کر دیں۔ راستے میں ان کے ایک رشتے دار ملے۔ انھوں نے پوچھا: ''عمر کدھر کا ارادہ ہے؟''

جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے جا رہا ہوں۔ جنھوں نے ہمارے معبودوں کی مذمت کی ہے اور ہمارے گھر گھر میں تفریق ڈال دی ہے۔ رشتے دار نے کہا کہ پہلے تم اپنے گھر کی خبر لو۔ تمھاری بہن فاطمہؓ اور تمھارے بہنوئی سعیدؓ بن زید مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت دونوں میاں بیوی حضرت خبابؓ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ تلاوتِ کلام پاک عمر بن خطاب نے دروازے پر سنی۔ اندر آ کر اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن چھڑانے کے لیے آگے بڑھی تو اُن کا بھی سر پھاڑ دیا۔ دونوں میاں بیوی نے جرأت کے ساتھ کہا: ''اے عمرؓ ہم مسلمان ہو چکے ہیں، اب تمھارا جو دل چاہے کر لو۔'' دونوں کی یہ ثابت قدمی اور بہن کے سر سے خون بہتا دیکھ کر ندامت محسوس کی۔ آخر انھوں نے بہن سے وہ صحیفہ لے کر پڑھا جس پر سورۃ طٰہٰ کی آیات درج تھیں۔ پڑھتے ہی پتھر دل موم ہو گیا۔ فوراً

Marfat.com

کا شانہ محمد ﷺ پر پہنچ کر اسلام کو گلے لگا لیا۔

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو قریش نے مسلمانوں کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔قرآن پاک کا معجزہ دیکھئے کہ حضرت جعفر طیارؓ کی زبان سے شاہِ حبشہ سورۂ مریم کی چند آیات سُن کر زار و قطار رونے لگا۔ پھر کہا کہ خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔اس طرح مسلمانوں کو حبشہ میں پناہ مل گئی۔میدان بدر کے بہت سے قیدیوں کی رہائی کے لیے جبیر بن مطعم مدینہ تشریف لائے۔تاجدارِ حرم ﷺ کی زبان مبارک سے سورہ طُور کی چند آیات سن کر ان کا دل دھڑکنے لگا۔حضرت عثمانؓ بن مطعون چند قرآنی آیتیں سن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت ارقمؓ نے بھی قرآن کریم کی پرکشش تلاوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

آپ ﷺ کے حیاتِ طیبہ مسلسل ایک معجزہ ہے۔اس سے بڑا معجزہ کیا ہوگا کہ رب العالمین نے نبوت اور رسالت کی تصدیق و تائید کے لیے آپ ﷺ کا انتخاب فرمایا۔آپ ﷺ پر وہ صحیفہ نازل فرمایا جو بے مثل و بے مثال ہے۔آپ ﷺ کی زبان مبارک کا اعجاز ہے کہ جس نے سنا وہ کلامِ الٰہی پر فریفتہ ہو گیا۔

جوانی کسی بھی انسان کی زندگی کا سنہری دور ہوتی ہے۔حضور پاک ﷺ کی قبل از نبوت ۴۰ سالہ زندگی اہلِ مکہ کے سامنے قابلِ رشک اور قابلِ تقلید رہی۔آپ ﷺ بحیثیت صادق و امین عوام الناس کی توجہ کا خصوصی مرکز رہے۔آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں معمولی سا بھی جھول نہ آیا۔اہلِ علاقہ آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھتے اور آپ ﷺ کی ہر بات تسلیم کرتے۔علاقہ کی رئیس خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ ﷺ کی ایمان داری، دیانت داری کے پیشِ نظر ہی آپ ﷺ کو اپنے شریکِ سفر بنایا۔

آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں کشش، رعب و دبدبہ شامل تھا۔جانبازی، سپہ سالاری میں سید المرسلین ﷺ کے سامنے بڑے بڑے سردار حواس باختہ ہو جاتے تھے۔آپ ﷺ کی شخصیت کے سامنے سردارِ مکہ ابوجہل بھی کانپ اُٹھتا تھا۔دشمنِ اسلام ابوجہل جاہ و حشمت کا مالک تھا۔اُس کے حکم کے خلاف پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔اُسے دشمن کو زیر کرنے کا ہنر آتا تھا۔اعلانِ نبوت کی سب سے زیادہ تکلیف ابوجہل کو پہنچی۔پہلے تو اُس نے اپنے غلاموں کے ذریعے حضور پاک ﷺ کا تمسخر اُڑانے کی کوشش کی اور پھر آپ ﷺ کو مارنے دھمکانے کا سلسلہ شروع کیا۔آپ ﷺ اُس کی حماقتوں کو نظر انداز فرما دیتے۔سرِ بزم بھی وہ آپ ﷺ کو خود سے چھوٹا سمجھتے ہوئے سرزنش سے بھی باز نہ آتا۔آپ ﷺ نے اُسے اپنے کردار و عمل سے

Marfat.com

اس قدر نادم کیا کہ وہ دوسروں کے سامنے حضور ﷺ کی برائی کرنے کی جرأت نہ کر پایا۔ ابوجہل کو گستاخیوں اور شرارتوں کی سزا یہ ملی کہ وہ کم سن مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا۔

ایک دن ایک نہایت خستہ حال یتیم لڑکا سرورِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''میرے باپ کے مرنے کے بعد ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) نے اس کے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور اب وہ اس میں سے مجھے کچھ نہیں دیتا یہاں تک کہ بدن ڈھانپنے کے لیے میں کپڑوں کا بھی محتاج ہوں۔'' نبی معظم ﷺ اس یتیم بچے کا حال سن کر اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور بچے کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے تشریف آوری کا سبب پوچھا: تو رحمت للعالمین ﷺ نے بڑے دبدبے کے ساتھ فرمایا: ''اس بچے کا حق اس کو دے دو۔'' ابوجہل کو تاجدارِ حق ﷺ کی بات رد کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے اسی وقت یتیم بچے کا مال لا کر اسے دے دیا۔ بعد میں قریش کے سرداروں نے ابوجہل سے پوچھا: کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا جو ختمی المرتبت محمد ﷺ کے حکم کی اس طرح تعمیل کی؟ اس نے کہا: ''خدا کی قسم میں اپنے دین پر قائم ہوں مگر جب آقائے نامدار ﷺ مجھ سے یتیم کے حق کا مطالبہ کررہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا اس کے دائیں اور بائیں جانب ایک ایک حربہ ہے جو میرے جسم میں پیوست ہو جائے گا اگر میں نے اس کی بات نہ مانی۔ (اعلام النبوۃ)

ایک دفعہ ایک غریب آدمی کچھ اُونٹ لے کر مکہ آیا۔ ابوجہل نے اس کے سارے اُونٹ خرید لیے لیکن قیمت نہ دی۔ جب بھی وہ قیمت مانگتا وہ اسے ٹال دیتا۔ ایک دن اُس نے تنگ آ کر حرم کعبہ میں جا کر قریش کے سرداروں کے پاس فریاد کی کہ ابوجہل اُس کے اُونٹوں کی قیمت نہیں کرتا۔ اُس وقت حرم کے ایک گوشے میں حبیب غفار ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ سردارانِ قریش نے ازراہِ شرارت یا کسی اور خیال سے فریادی سے کہا کہ وہ شخص جو کونے میں بیٹھا ہے اس سے جا کر کہو، وہ تمھارے اونٹوں کی قیمت دلوا دے گا۔ وہ مظلوم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف چلا تو قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ آج لطف آئے گا۔ اُس نے کامل و اکمل محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے اپنی فریاد دہرائی تو خاتم المرسلین ﷺ اسی وقت اس کو ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف چل پڑے۔ سرداروں نے اپنا ایک آدمی یہ دیکھنے کے لیے پیچھے بھیجا کہ یہ معاملہ کیا صورت اختیار کرتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے ابوجہل کے مکان پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے اندر سے پوچھا: کون ہے؟ نبیٔ پاک ﷺ نے جواب دیا ''محمد''۔ وہ حیران ہو کر باہر نکلا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اس شخص کا حق دے دو۔ وہ فوراً اندر گیا اور اونٹوں کی قیمت لا کر اس شخص کے ہاتھ پر رکھ دی۔

Marfat.com

سرداروں کا جاسوس یہ دیکھ کر دوڑتا ہوا حرم شریف میں پہنچا اور کہنے لگا کہ واللہ آج حیرت انگیز معاملہ دیکھا، ابو الحکم (ابو جہل) جب گھر سے باہر نکلا تو سید الکونین ﷺ کو دیکھتے ہی اس کا رنگ اڑ گیا اور جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس سے کہا کہ اس شخص کا حق دے دو تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں جان نہیں ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام۔انساب الاشراف)

رب العالمین نے قرآن پاک اور امام العالمین ﷺ کی خود حفاظت فرمائی۔قریش کی مجتمع تو تیں آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ جب بھی کسی خطرے کا مقابلہ کرنے کا وقت آیا تو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے تحفظ کے لیے پیش کش کی۔آپ ﷺ نے ہمیشہ کہا: ''اللہ میرے ساتھ ہے۔کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' آپ ﷺ کی حیاتِ اقدس کے لاتعداد معجزات اِسی امر کے گرد گھومتے ہیں۔معرکہ حق و باطل میں قریش کے بڑے بڑے پہلوانوں نے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ کی حفاظت کا اُلوہی انتظام ہمیشہ ایک معجزہ بن کر سامنے آیا۔

وارثِ اوّل و آخرین ﷺ کی پیدائش معجزہ، پیدائش سے پہلے حضرت بی بی آمنہؓ کے سچے خواب اور کیفیت معجزہ۔پیدائش کے وقت فارس کے آتش کدوں کا ٹھنڈا ہو جانا معجزہ اور بتوں کا سرنگوں ہو جانا معجزہ۔الغرض حیاتِ طیبہ کا ایک اک لمحہ معجزہ۔حضرت بی بی آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب حسنِ کائنات ﷺ عالمِ وجود میں آئے تو:

''میں نے ایسی عورتیں دیکھیں جو کھجوروں کی طرح دراز قد تھیں گو وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہوں۔انھوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ میں نے ان سے بڑھ کر روشن چہروں والی خواتین نہیں دیکھیں۔ان میں سے ایک آگے بڑھی میں نے اس کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ پھر ایک اور آگے بڑھی اور اس نے مشروب پیش کیا جو دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا وہ مجھے کہنے لگی پی لیجیے۔ بس میں نے وہ مشروب پی لیا پھر دوسری بولی اور پیو میں نے اور پیا۔(زرقانی علی المواہب،۱:۱۱۲)

النعمۃ الکبریٰ کتاب میں حضرت بی بی آمنہ کے حوالے سے نبیٔ پاک ﷺ کی ولادت پر کئی معجزات درج ہیں۔آپ ﷺ کے ولادت باسعادت سے وابستہ لاتعداد معجزات کو زینتِ کتاب بنایا جا سکتا ہے لیکن صفحات کی تنگ دامنی آڑے آرہی ہے۔بی بی آمنہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب اُنھوں نے سید

Marfat.com

العرب العجم محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دیا تو اُنھوں نے ایک ایسا نور دیکھا جس نے چاروں طرف روشنی بکھیر دی اور شام کے محلات بھی چمکنے لگے۔ اُنھوں نے مشرق، مغرب اور کعبہ شریف کی چھت پر الگ الگ تین پرچم دیکھے۔ راقم الحروف نے اس کتاب میں اشاعتِ اسلام کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے۔ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مشرق کا پرچم، یقیناً پاکستانی پرچم کی صورت عالمِ اسلام پر لہرایا ہے۔ ایک اور جگہ حضرت بی بی آمنہ ؓ کا فرمان ہے:

> ''چاند خیمہ کی طرح میرے سر پر ضوفگن ہوگیا اور ستارے خوب صورت روشن قندیلوں کی طرح لٹک گئے مجھے سفید کافوری شربت پیش کیا گیا جو مشک سے زیادہ خوش بودار، دودھ سے زیادہ سفید، شراب وشہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ مجھے سخت پیاس محسوس ہورہی تھی لہٰذا اسے لے کر پی لیا۔ میں نے اس سے زیادہ لذیذ مشروب کبھی نہیں پیا یہ شربت پینے کے بعد مجھ پر ایک عظیم نور ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ میرے کمرے میں آیا اور میرے دل پر سے پرواز کی اور حضور ﷺ جلوہ افروز ہوئے۔ (النعمۃ الکبریٰ: ۸۱۔۸۲)

آپ ﷺ جس آخری کتاب قرآن پاک کے ایک اک حرف کی تشریح فرمارہے تھے۔ اُس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی، ایک بہت بڑا معجزہ۔ آپ ﷺ خطرات سے نبرد آزما ہوتے رہے۔ تمام رکاوٹیں عبور کر کے منزل مراد تک پہنچنا معجزاتِ نبوی ﷺ میں سے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اے رسول ﷺ! پہنچادو جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم پر تمھارے رب کی طرف سے اور اگر نہ کیا تم نے (ایسا) تو نہ ادا کیا تم نے حق اس کی پیغمبری کا اور اللہ بچالے گا تم کو لوگوں (کے شر) سے بے شک اللہ نہیں دکھاتا کامیابی کی راہ کافروں کو۔'' (سورۂ مائدہ: ۶۷)

یہاں چند ایسے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن سے قرآن پاک کے اس معجزانہ اعلان کی وضاحت ہوتی ہے۔

Marfat.com

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی جس میں اُبولہب اور اُس کی بیوی کی مذمت ان الفاظ میں کی گئی تھی۔

''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ نامُراد ہو گیا۔ اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا۔ وہ اُس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور اُس کے ساتھ اُس کی جورُو بھی۔ لگائی بجھائی کرنے والی۔ اُس کی گردن میں مونجھ کی رسّی ہوگی۔'' (سورۂ لہب)

اس سورت کے نازل ہونے پر ابولہب کی بیوی اُم جمیل، جو ابوسفیان کی بہن تھی اور حضور ﷺ کی دشمنی اور عداوت میں اپنے خاوند سے کسی طرح کم نہ تھی، ایک ہاتھ میں پتھر لیے اور آنحضرت ﷺ کی ہجو میں اپنے کہے ہوئے اشعار کہتی اور اول فول بکتی حرم کی طرف آئی۔ اُس وقت آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ، حرم شریف میں موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُم جمیل کو آتے دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ وہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر کوئی بے ہودگی کرے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ اُس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: ''سُنا ہے کہ تمھارے ساتھی نے میری ہجو کہی ہے؟''

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ''اس گھر کے رب کی قسم! اُنھوں نے تیری ہجو نہیں کی۔''

یہ سُن کر اُم جمیل واپس چلی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تمھاری ہجو اور مذمت محمد ﷺ نے نہیں بلکہ خدا نے کی ہے۔

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریش کی تمام مصالحانہ کوششیں بارآور نہ ہوئیں تو ابوجہل نے اُن لوگوں سے کہا: ''تم نے دیکھ لیا کہ محمد ﷺ نے ہمارے آبائی دین کو بُرا کہنے، ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دینے کا طرزِ عمل ترک کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اب میں خدا کی قسم کھا کر تمھارے سامنے عہد کرتا ہوں کہ میں کل ایک بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب محمد ﷺ نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جائیں گے تو اس پتھر سے اُن کا (نعوذ باللہ) سر کچل دوں گا۔''

اگلے روز ابوجہل پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ آنحضرت ﷺ حسبِ معمول نماز کی ادائیگی کے لیے حرم کے اندر تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو وہ اپنے پروگرام کے مطابق پتھر لے کر آگے بڑھا اور آپ ﷺ کے قریب جا کر یک دم پلٹا۔ اُس کا رنگ فق تھا۔ خوف کی وجہ سے اُس پر لرزہ بھی طاری تھا۔ پتھر اُس کے ہاتھ سے گر گیا۔ قریش کے سردار، جو قریب ہی تماشا دیکھنے کے لیے موجود تھے، اُٹھ کر اُس کے پاس گئے اور پوچھا: ''ابوالحکم تمھارا یہ کیا حال ہے؟'' اُس نے کہا ''میں اُسی کام کے لیے آگے بڑھا تھا جس کا تم سے

Marfat.com

کل وعدہ کیا تھا مگر جب آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک زبردست اُونٹ حائل ہوگیا۔ میں نے کبھی اتنے بڑے سر، ایسی گردن اور ایسی کچلیوں والا اُونٹ نہ دیکھا تھا، وہ مجھے چبا ڈالنے کے لیے تیار ہوگیا۔'' بعد میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

ایک دن قریش نے یہ طے کرلیا کہ آج محمد ﷺ کی (نعوذباللہ) بوٹی بوٹی اُڑا دی جائے گی۔ اُنھیں یہ مشورہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ نے سُن لیا۔ وہ روتی ہوئی آپ ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے اُنھیں تسلی وتشفی دی۔ اس کے بعد پورے سکون واطمینان کے ساتھ حرم کی طرف تشریف لے گئے۔ دشمن آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں مگر فوراً ہی اُن کی خون آشام نگاہیں سرنگوں ہوجاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے چند کنکریاں اُٹھا کر ماریں۔ جن جن کو یہ کنکریاں جا کر لگیں، وہ غزوۂ بدر میں قتل ہوگئے۔

جس رات آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی، یہ وہی رات تھی جس میں قریش نے اپنے خُفیہ اور متفقہ منصوبے کے مطابق آپ ﷺ کو (نعوذباللہ) قتل کرنا تھا۔ جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی دے دی تھی۔ پروگرام کے مطابق قریش کے بارہ بہادر اور جنگجو وقتِ مقررہ پر آپ ﷺ کے گھر سے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ اس دوران دشمن گھیرا ڈالے ہوئے تھے، رات کے کسی حصے میں حضور ﷺ اطمینان سے باہر تشریف لائے اور اُن کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے، اُن کے سامنے سے نکل گئے۔ اُس وقت آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات جاری تھیں۔ جن کا مطلب یہ ہے: ''اور ہم نے اُن کے آگے اور پیچھے دیواریں کھڑی کردیں اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب انھیں کچھ نہیں سُوجھتا۔'' (سورۃ یٰسین:۹)

خیرمجسم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مکہ سے مدینہ تک ہجرت کرتے ہوئے غارِ ثور میں پناہ لی۔ اُدھر قریش نے آپ ﷺ کی تلاش میں مکہ اور اُس کے گردونواح کا چپہ چپہ چھان مارا۔ کھوجیوں کی خدمات بھی حاصل کی گئیں تاکہ وہ آپ ﷺ کے قدموں کے نشانات سے آپ ﷺ کا سراغ لگائیں۔ کھوجی قریش کے لوگوں کو غارِ ثور تک لے آئے۔ ایک کھوجی نے کہا کہ اس سے آگے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ قریش کے ایک شخص نے کہا کہ غار کے اندر چل کر دیکھیں لیکن اُمیہ بن خلف نے کہا: ''اس میں کیا پاؤ گے؟ اس غار پر تو مکڑی کا جالا، محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔'' اس کے بعد سب واپس ہوگئے۔ جب

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے دشمنوں کو عین غار کے دہانے پر دیکھا تو عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! اگر ان میں کوئی جھک کر نیچے دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔'' اس پر حضور ﷺ نے بڑے سکون واطمینان سے جواب دیا۔: ''اے ابوبکرؓ! تمھارا ان دو آدمیوں کے متعلق کیا خیال ہے جن میں تیسرا اللہ ہے؟''

جب آنحضرت ﷺ قریش کے نرغے سے سلامتی کے ساتھ نکل آئے تو انھوں نے اعلان کیا کہ جو محمد ﷺ کو گرفتار کر کے لائے گا یا (نعوذ باللہ) سر کاٹ کر لائے گا، اُسے ۱۰۰ اُونٹ بطور انعام دیے جائیں گے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سراقہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب میں نکلا اور آپ ﷺ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کو سخت تشویش لاحق ہوئی مگر حضور ﷺ کے قلبی سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ ﷺ نے دُعا کی۔ تین دفعہ سُراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو اُس نے فال کے تیر نکال کر دیکھے۔ ہر بار اُس کی مرضی کے خلاف جواب آیا۔ آخر کار اسے یقین ہو گیا یہ کوئی اور ہی راز ہے اور محمد ﷺ کی ذات اس کی گرفت سے باہر ہے۔ اس نے اپنے بُرے ارادے سے توبہ کی اور آنحضرت ﷺ سے امان کا ایک خط لے کر واپس لوٹا۔ اس کے بعد جو کوئی بھی آپ ﷺ کے تعاقب میں اس طرف آتا، اُسے وہ یہ کہہ کر واپس لوٹا دیتا، ''وہ ادھر نہیں، میں نے خوب اچھی طرح دیکھ لیا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ میری نظر کیسی تیز ہے!'' اس طرح وہ شخص جو چند لمحے قبل آپ ﷺ کی جان کا دشمن تھا، آپ ﷺ کا پاسبان بن گیا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے معجزات پر لاتعداد کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کے لیے لسانیات بے بس اور نطق گویائی لاچار ہے۔ شق القمر کا واقعہ تو تاریخِ اسلام میں اپنی نوعیت کا بہت ہی منفرد ہے۔ صحیح بخاری شریف ۵۱۳ پر درج ہے:

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ انھیں نشانی دکھائیں تو آپ ﷺ نے انھیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا یہاں تک کہ اُنھوں نے جبل حرا کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔''

''حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ چاند شق ہو کر دو حصے ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مشرکین کہنے لگے کہ چاند پر جادو کر دیا گیا۔ ایک حصہ پہاڑ کے اُوپر رہا اور ایک حصہ پہاڑ کے اس طرف تھا، حضور ﷺ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری ومسلم)

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ''

قیامت قریب آگئی اور چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ (سورۃ القمر:۱)

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حالات بڑے پُرخطر تھے۔ صحابہ کرامؓ جاں نثاری کی بنا پر آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر کاشانۂ اقدس کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اللہ اُن لوگوں (کفار) سے آپ ﷺ کی حفاظت کرے گا'' تو فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد ﷺ اسی وقت باہر تشریف لائے اور فرمایا:

''لوگو! واپس جاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا کام خود اپنے ذمے لے لیا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں ''اصحابِ صُفہ میں شامل تھا اور کبھی کبھی بھوک کی وجہ سے ایسا ہو جاتا تھا کہ میں زمین پر گر جاتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ برداشت کی انتہا ہو جاتی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سرِ راہ آبیٹھا جہاں سے لوگ زیادہ تر گزرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اِدھر سے گزرے۔ میں نے اُن سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ کچھ کھلا بھی دیں گے، لیکن انھوں نے میرا دلی مدّعا نہ سمجھا اور چلے گئے، پھر حضرت عمر فاروقؓ اِدھر سے گزرے، ان سے بھی میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا اور غرض یہی تھی۔ کہ وہ مجھے کچھ کھانے کو دیدیں، لیکن انھوں نے بھی میرے دل کا حال نہ جانا اور وہ بھی یوں ہی چلے گئے اتنے میں حضور پاک ﷺ تشریف لائے، مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا جیسے میرے دل کی بات سمجھ گئے ہوں اور ارشاد فرمایا: ابو ہریرہؓ میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ حضورِ اقدس ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ جہاں حضور ﷺ نے پیالے میں دودھ دیکھا اور گھر والوں نے حضور پاک ﷺ کو اس شخص کا نام بتایا جس نے دودھ کا ہدیہ بھیجا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ! جاؤ اہلِ صُفہ کو بلا لاؤ۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک تھی کہ کوئی صدقہ آتا تو سب کا سب اہلِ صفہ کو دے دیتے تھے اور اگر ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرمالیتے تھے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ تمام اہلِ صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہوگی۔ اگر یہ سارا دودھ مجھے ہی مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی۔ اب دیکھئے، اس میں سے مجھے بھی کچھ ملتا ہے یا نہیں؟ یہی خیالات میرے دل میں آرہے تھے۔ لیکن اطاعتِ خدا اور رسول اقدس ﷺ کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ وہ آکر بیٹھ گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ ہی سے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ یہ پیالہ لو اور سب کو پلاؤ میں نے پیالہ لے لیا۔ میں ہر ایک کو وہ پیالہ دیتا جاتا تھا اور جب ایک

Marfat.com

شخص پی کر سیر ہو جاتا، تو پھر میں دوسرے کو وہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہ پیالہ پیش کیا، اب بھی اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ پیالہ اپنے دستِ مبارک پر رکھ لیا مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا: ابو ہریرہؓ! اب تم اور میں رہ گئے اور یا صرف تم ہی رہ گئے ہو۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ سچ فرماتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اب تم پی لو۔ میں بیٹھ گیا اور دودھ پی لیا۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کئی بار یہی فرمایا: اور پیو، اور پیو، اور میں اس کی تعمیل کرتا رہا۔ آخر میں نے عرض کیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لاؤ پیالہ۔ میں نے پیالہ پیش کر دیا۔ رسول اللہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور پیالے کا دودھ ختم کر دیا۔

پیغامِ الٰہی اشاعت کے لیے افواجِ اسلام کے سپہ سالار ﷺ کو کفار کا میدانِ جنگ میں بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ دورانِ جنگ کئی معجزات رونما ہوئے۔ معرکۂ اُحد میں مسلمانوں کی فتح، پھر ندامت اور پھر کامیابی، فتوحات میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ندامت لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ زندگی کے جس موڑ پر بھی ہم تعلیمات اور احکاماتِ نبوی ﷺ سے روگردانی کریں گے وہاں کامیابی ہم سے روٹھ جائے گی۔ معرکۂ اُحد میں نبیٔ پاک ﷺ نے اُحد کے عقب کی ایک پہاڑی پر چند تیر انداز حفاظت کے لیے تعینات کر دیے۔ اس دستے کی غلط فہمی سے میدانِ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مستعد سپہ سالار خالد بن ولید کی اچانک یلغار سے مسلمان مجاہدین کے پاؤں اُکھڑ گئے اور آنحضور ﷺ کی ذاتِ اقدس جز وقتی کفار کے نرغے میں آ گئی اور چاروں طرف سے آپ ﷺ پر تلواروں، تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی تو صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت دو سفید پوش فرشتے آپ ﷺ کے پاس کھڑے، آپ ﷺ کی حفاظت کا فرض انجام دے رہے تھے۔

۴ ہجری کا واقعہ ہے کہ خوں بہا کے ایک معاملے میں تصفیے کی خاطر آپ ﷺ اپنے چند جان نثار صحابہؓ کے ساتھ بنو نضیر کی بستی میں تشریف لے گئے۔ وہاں یہودیوں نے آپ ﷺ کو چکنی چپڑی اور خوشامدانہ باتوں میں لگایا اور اندرونِ خانہ یہ سازش تیار کی کہ ایک شخص اُس مکان کی چھت پر سے ایک بھاری پتھر آپ ﷺ کے سر پر گرا دے جس کی دیوار کے سائے میں آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی اس مکروہ سازش پر عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بروقت خبردار کر دیا اور آپ ﷺ وہاں

Marfat.com

سے فوراً اُٹھ کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

فتحِ خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ نے آپ ﷺ کو کھانے میں زہر ملا کر پیش کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلا لقمہ کھاتے ہی فرمایا ''یہ گوشت نہ کھاؤ کیوں کہ اُس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے کہا ہے کہ اس میں زہر ملا ہے۔'' یہودیہ کو بُلا کر جب معاملے کی تحقیق و تفتیش کی گئی تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے شہنشاہِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کا انتخاب کیا۔ وحی کے بارے میں بھی اللہ نے فرمایا کہ یہ ہماری بات لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور اس میں کوئی ردوبدل نہیں کرتے۔ نبوت کے بارے میں رونما ہونے والے معجزات نے لوگوں کو آپ ﷺ کی طرف مائل کر دیا اور آپ ﷺ کی ۶۳ سالہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے موجود ہے، جس کا ہر صفحہ ہمارے لیے باعثِ تقلید و عمل اور باعثِ نجات ہے۔

شاہِ اُمم ﷺ نے آنے والے وقتوں کے لیے جو بشارتیں فرمائیں اُس پر دنیا بھر کے دانش ور، مفسرین اور مدبرین حیران و متحیر ہیں۔ برعظیم پاک و ہند اور اس کے گردونواح میں ہونے والے بہت سے واقعات آج بھی حضور پاک ﷺ کی بشارتوں کے مطابق جاری ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

''قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ حجاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کے شعلے بصریٰ کے اُونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کر دیں۔ (مفہوم) امام نوویؒ کہتے ہیں: یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ء میں مدینہ میں ظاہر ہوئی۔ یہ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ مدینہ کے مشرقی حصے سے لے کر پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی، شام کے اکثر شہروں میں اس کے شعلے نظر آ رہے تھے۔ یہ آگ جمادی الثانی کی تیسری تاریخ چہار شنبہ کے دن اس طرح پیدا ہوئی کہ مدینہ میں ایک سخت دھماکہ ہوا۔ پھر بہت بڑا زلزلہ آیا اور بڑھتا رہا۔ پانچویں تاریخ کو بہت بڑی آگ پہاڑی میں قریظہ کے محلہ کے قریب نمودار ہوئی پہاڑ آگ بن کر بہنے لگا اور اِدھر اُدھر شعلے ہی شعلے اڑنے لگے۔ آگ کے شعلے بھی پہاڑ معلوم ہوتے تھے، محلوں کے برابر چنگاریاں اُڑ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ آگ مکہ معظمہ سے بھی نظر آتی تھی۔ لوگ گھبرا کر روضہ رسول ﷺ میں دُعا و استغفار کے لیے جمع ہو گئے یہ حالت ایک مہینہ سے زیادہ تک رہی۔

لڑکپن اور شباب کے واقعات، پتھر اور درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، نورِ آفتاب کا

Marfat.com

آپ ﷺ پر سے روزانہ گزرنا، پرورش کے دوران حضرت حلیمہ سعدیہ کا روشنی سے بے نیاز ہو جانا، پتھروں کا آپ ﷺ کے حضور سلام پیش کرنا، فرشتوں کا آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر مسلسل سایہ رکھنا، آپ ﷺ کے سچے خواب، حضرت علیؓ شیر خدا کی آنکھوں کا لعابِ دہن سے ٹھیک ہو جانا، آپ ﷺ کے قلبِ مبارک کی آنکھوں اور کانوں کا بیدار رہنا، پسینہ مبارک میں بہترین اور پُرکشش خوشبو کا ہونا، شاخوں کا آپ ﷺ کے حضور جھکنا، بی بی حلیمہ کی اُونٹنی کا سبک رفتار ہو جانا، حضرت جابرؓ کے اُونٹ کی سبک رفتاری، فرشتوں کا آپ ﷺ کی زیارت کے لیے بے تاب رہنا، فتح مکہ کی پیش گوئی فرمانا، قیصر و کسریٰ ممالک کی تباہی کی خبر دینا، یمن میں برسنے والے بادل کے بارے میں اطلاع دینا، آپ ﷺ کے اشارے پر پانی کے چشمے کا جوش مارنا، ۱۳۰ افراد کا بکری کی ایک کلیجی پر گزارا کرنا، حضرت امام مالکؒ کے گھر گھی ختم نہ ہونا۔ بارش کی دُعا کا فوراً قبول ہو جانا، ایک صحابیؓ کا ورم، دوسرے صحابی کی چنبل کی بیماری ختم ہو جانا، کنکریوں کا کلمہ طیبہ پڑھنا، لاٹھیاں کا روشن ہونا، مقامِ محمود عطاء ہونا، میدانِ بدر میں فرشتوں کی آمد، فتح مکہ کے روح پرور لشکر کی حفاظت، الختصر ختم المرسلین ﷺ کے ہر انداز میں معجزہ چھپا تھا۔

اُمتِ رسول ﷺ خوش بخت ہے کہ اس پر رحمتوں کی بارش کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ قربانی کے موقع پر کئی جانوروں کے اجسام پر اسمِ محمد ﷺ دیکھنے کو ملتا ہے۔ نیک بخت خواتین کے ہاتھوں سے پکائی جانے والی کئی روٹیوں پر آج بھی اسمِ محمد ﷺ نمایاں نظر آتا ہے۔ گزشتہ دنوں ہزاروں افراد نے چاند میں اسم محمد ﷺ کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا۔ نصف شب چودھویں کے چاند میں جب اسمِ محمد ﷺ نظر آیا تو لوگوں نے ایک دوسرے کو بیدار کر کے یہ منظر دیکھنے کی دعوت دی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں تو سرِ شام ہی اُفق پر ایک تلوار قوسِ قزح کی طرح نمایاں ہوا کرتی تھی۔ اُمتِ محمدیہ ﷺ پر نعمتِ خداوندی مختلف اشکال پر نمایاں ہے۔ اگر ہم حضور پاک ﷺ کے فرمودات پر عمل پیرا ہوتے رہیں تو یہ نعمتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔

ہے بے مثال خلق میں وہ زندگی تمام
جن کے طفیل مل گئی وہ روشنی تمام
باغِ جہاں میں اُن کے ہی دم سے ہے تازگی
عالم کی وہ بہار وہی روشنی تمام

(رمضان گوہر)

☆-☆-☆

Marfat.com

سید کائنات، نبی مکرم ﷺ کے معاہدات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ایک با مقصد زندگی سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تنہائی ختم کرنے کے لیے اماں حوا کی تخلیق انسانی معاشرے کا آغاز تھی۔ انسان اکیلے میں ہنستا اچھا لگتا ہے اور نہ ہی روتے ہوئے بھلا محسوس ہوتا ہے۔ اُسے مسکرانے کے لیے کسی چہرے کی ضرورت پیش آتی ہے اور رونے کے لیے ایک کندھا بہت ضروری ہے۔ جس پر وہ سر رکھ کر آنسو بہا سکے۔ مسلمان کی زندگی تو ایک لائحہ عمل کے گرد گھومتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور سرپرستی کے لیے پیغمبر بھیجے، صحیفے نازل کیے، ہر دور میں نظریہ توحید اُبھرتا رہا۔ اللہ کے نیک بندے پیغامِ الٰہی لیے سرگرداں رہے۔ اُنھوں نے ناقابلِ بیان صعوبتوں کا مقابلہ کیا۔ تقریباً سوا لاکھ پیغمبر روئے زمین پر رب العالمین کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اولادِ آدمؑ کی فتح مبین، حبیب رب المشرقین والمغربین، آبروئے زمیں، محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے پہلے کرہ ارض پر انسان اللہ کے پیغمبروں کا پیغام بھلا چکے تھے۔ کوئی اخلاقی، معاشی، معاشرتی، سماجی اور مذہبی اُصول دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ظلم وجبر کی چکی میں پستے ہوئے انسانوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے حرا کی پہاڑیوں سے ایک مہتابِ رشد وہدایت ﷺ نمودار ہوا۔ جس نے آناً فاناً پوری کائنات کا نظام بدل دیا۔

سید ابرار، احمد مختار، محمد عربی ﷺ کے ظہور کے وقت اہلِ عرب میں پانچ قبائل سرفہرست تھے۔ جزیرہ نما عرب کے وسط میں یمن کے قرابت دار اہلِ ربیعہ تھے۔ مکہ پر قابض قبیلہ قریش کہلاتا تھا۔ شمال میں قیس، تمیم اور ہوازن کے قبائل آباد تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی قدیم ترین مملکت تھی جس کا دارالحکومت جزیرہ نما عرب کے انتہائی جنوب میں واقع تھا۔ شمال مغرب میں غسان کی چھ سو سال پرانی بادشاہت اور مشرق میں عظیم الشان سلطنت ایران تھی۔

فخرِ موجودات ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خوبیوں اور نعمتوں سے مزین فرمایا۔ خاصائے خاصانِ رسل ﷺ نے مخلوقِ خدا پر اللہ کے مکمل دین کی تشریح فرمائی۔ اُس کے ماننے والوں کو زندگی گزارنے کا لائحہ

Marfat.com

عمل دیا۔ اُنھیں ایک ایسے ضابطۂ حیات سے سرفراز فرمایا جو تاحشر اُن کے لیے رہنمائی کا باعث ہے۔ اُنھوں نے معاشرتی استحکام کو ایک نظریۂ حیات کے تابع کرنے کے لیے لوگوں کے جذبات واحساسات اور خوشحالی کا خاص خیال رکھا۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ الحمدللہ! آپ ﷺ کی سچائی سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ آپ ﷺ نے اس دائرے کو مزید دائروں میں پھیلنے کے لیے اُصول وضوابط طے کیے۔ آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی خارجہ حکمتِ عملی نے اشاعتِ اسلام میں اہم کردار ادا کیا۔ پیغامِ الٰہی لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے قبیلہ، قریش، قریش کے اتحادی اور دیگر قبائل کو دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے کئی چھوٹے بڑے معاہدے کیے۔ یہ خارجہ اور داخلہ اُمور میں آپ ﷺ کی بصیرت کا ثمر ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے قریب ہوتے گئے۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا چرچا اس قدر عام ہوا کہ لوگ آپ ﷺ کو اپنا بینک نیز لاکر سمجھنے لگے۔ آج ہم بینک میں رقم اور لاکر میں اپنی قیمتی اشیاء رکھتے ہیں۔ قربان جایئے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کہ آپ ﷺ نے کسی لالچ کے بغیر لوگوں کی امانتوں کی حفاظت فرمائی۔ کیا دنیا میں آج تک ایسی مثال ہے؟ امانتوں کا تقدس اور وہ بھی بغیر تحریر کے! سبحان اللہ! یہ فریضہ رحمت للعالمین ﷺ ہی انجام دے سکتے تھے۔ اعتماد کسی بھی معاہدے کی بنیادی شرط ہے۔ سلطانِ دین، سید الثقلین، نبی الحرمین، محمد مصطفیٰ ﷺ کے معاہدات میں سب سے بڑا اقدام آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر لوگوں کا غیر متزلزل اعتماد ہے۔ انفرادی اور قومی زندگی میں وقت، اعتماد اور وعدے کی پاس داری، لازمی امر ہے۔ آپ ﷺ ثابت قدمی، جرأت، دور اندیشی، ذاتی فضائل اور خداوند تعالیٰ کی نصرت سے رفتہ رفتہ وحشی عربوں کو سلامتی کے راستے پر لانے میں کامیاب ہوئے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ آپ ﷺ کی سیاسی حکمتِ عملی کا ہے۔ آپ ﷺ کی سیاست کا دارومدار خدمتِ انسانیت اور توحید و رسالت کی اشاعت پر منحصر رہا۔

اس ضمن میں خیر مجسم، صدرِ مکرم ﷺ نے کسی کے ساتھ جبر، ظلم زیادتی اور اُس پر حاکمیت کا اظہار نہیں کیا۔ آپ ﷺ کے زیرِ نگیں جو قبائل آ گئے، آپ ﷺ نے انھیں کھلی اجازت دی کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں۔ اگر یہ دونوں شرائط قبول نہ ہوں تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی لڑائی کے اُصول بھی بہت منفرد تھے۔ جن کا تذکرہ کتاب میں کئی جگہ موجود ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد امن قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا رہا۔ آپ ﷺ کی شخصیت اور خدمات میں ''صلح جوئی'' کا عنصر غالب رہا۔ آپ ﷺ نے رحمت للعالمین کی حیثیت سے لوگوں کو پیار، خلوص اور اتحاد کی لڑی میں پرو دیا۔ نبوت سے پہلے شاہِ اُمم ﷺ کی زندگی میں مکہ کے قریش قبائل کے مابین ''حلف الفضول'' کا معاہدہ طے پایا۔

جنگ فجار کے بعد سنجیدہ طبقہ امن کی آواز بلند کرنے لگا۔ جانی و مالی نقصان کے بعد صلح، امن اور بھائی چارے کی فضاء قائم کرنے کے لیے فریقین نے ایک معاہدہ ''حلف الفضول'' کا اہتمام کیا۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر قریش جمع ہوئے۔ امن بحال کرنے کے لیے اعلان ہوا ''ہم سب لوگ ہر مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کا حق اُسے دلا کر رہیں گے۔'' نبیِ پاک ﷺ نے اس معاہدے میں شرکت کی۔ مورخین کا خیال ہے کہ جنگ وجدل اور قریش میں یہ کشمکش ہاشم اور عبدالمطلب کی زندگیوں کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ اُن کے ادوار میں امن اور خیر سگالی کے جذبات پائے جاتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیاد استوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گردو پیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین وضع فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ریاستِ مدینہ کے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔ یہ لوگ اگر چہ در پردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انھوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا، جس میں انھیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی اور جلاوطنی، ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کو معاہدے میں شامل نہیں کیا۔ جس کا مقصد جیو اور جینے دو کی حکمتِ عملی کا فروغ تھا۔ مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے مدینہ کو ایک فلاحی اور اسلامی مملکت بنانے کے لیے مختلف قبائل کے مابین جو معاہدہ کیا اُسے ''میثاقِ مدینہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ مہاجرین اور مقامی لوگوں میں مواخات کے جذبے نے میثاقِ مدینہ کی راہ ہموار کردی۔ اس میثاق کی چند شرائط درج ہیں:

ا۔ بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی وحدت ہوں گے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں

Marfat.com

گے اور مسلمان اپنے دین پر۔ خود ان کا بھی یہی حق ہوگا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

۲۔ یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

۳۔ جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف تعاون کریں گے۔

۴۔ شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

۵۔ کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہیں ٹھہرے گا۔

۶۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۷۔ جب تک جنگ برپا رہے گی، یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

۸۔ معاہدے کے سارے رفقاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہوگا۔

۹۔ فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ محمد الرسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

۱۰۔ قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۱۱۔ مدینہ پر حملہ کی صورت میں ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

۱۲۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہ بنے گا۔

امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لیے نبی کریم ﷺ نے دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کیے۔

آپ ﷺ نے ہر اُس شخص اور ہر اُس قبیلے سے مراسم قائم کیے اور معاہدات کیے جنھیں آپ ﷺ اشاعتِ اسلام کے لیے اپنے قریب لانا چاہتے تھے۔ اِسی قربت داری سے اُمتِ محمدیہ ﷺ متحد ہوئی۔ اللہ کا پیغام، اللہ کے بندوں تک پہنچتا رہا۔ میدانِ بدر کی فقید المثال کامیابی کے بعد آپ ﷺ نے اسیرانِ بدر سے بھی معاہدہ کیا کہ جو قیدی تعلیم یافتہ ہوں وہ مسلمان بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کریں۔ آپ ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اس قدر مثالی تھا کہ اُن میں سے کئی ایک مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ معرکہ اُحد میں بھی آپ ﷺ کی یہی حکمتِ عملی رہی۔ اُحد کے اسیران اور مقتولین کے ورثاء کے ساتھ آپ ﷺ کا سلوک، لین دین اور ایفائے عہد تاریخِ اسلام کے نمایاں اُصول ہیں۔ جنگ احزاب، یعنی غزوۂ خندق میں اپنے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ صلح مشورہ نیز منصوبہ بندی اور حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر

Marfat.com

خندق کی کھدائی ایسے اُمور میں بھی اپنے رفقائے کار کے ساتھ آپ ﷺ کی منصوبہ بندی نیز عہد کی پابندی قابلِ تعریف ہے۔ غزوۂ خندق کے اعصاب شکن محاصرہ کے بعد مشرکین کا طوفانِ بلاخیز کے ساتھ ہی بھاگ جانا اور پھر لشکرِ اسلام کا صبر و تحمل کے ساتھ اپنے مقام پر کھڑے رہنا، اپنے عہد پر قائم رہنے کی مثالیں ہیں۔ عسکری شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے احباب اس کے دوررس نتائج کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بدر، اُحد اور خندق کے غزوات کے علاوہ جن سرایا میں فوجِ اسلام کے سپہ سالار ﷺ نے جن دستوں کو روانہ کیا اُنھیں خصوصی ہدایات سے نوازا اور آپ ﷺ کی ہدایات کے مطابق اسلامی دستے دشمن کے روبرو اُصولوں کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ اسلامی دستوں سے بدستور رابطے میں رہتے۔ دستوں کے واپسی تک سرایا میں شامل مجاہدین کے لیے دُعا کرتے رہتے۔ اِن غزوات اور سرایا میں کی کامیابیوں کے بعد آپ ﷺ بہت مطمئن رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے رہتے۔ مسلمان کامیابیاں سمیٹتے سمیٹتے بہتر سے بہتر کی جانب رواں دواں رہنے لگے۔ جنم بھومی سے پیار فطری جذبہ ہے۔ حضور ﷺ کو مکہ گئے ایک عرصہ بیت گیا تھا۔ مکہ کے در و دیوار سے وابستہ آپ ﷺ کی یادیں ستانے لگیں۔ عزیز و اقارب کی محبتوں نے بھی دل میں رین بسیرا کیا۔ کعبہ کا طواف کیے ہوئے ایک مدت بیت گئی تھی، بہت سے صحابہ کرامؓ کی کیفیت بھی سرکارِ دو عالم ﷺ جیسی تھی۔

نظر بے نور ہوتی جا رہی ہے
تیرا دیدار لازم ہو گیا ہے

اس لیے صاحبِ لوح و قلم، سیدِ عرب و عجم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے مشاورت فرمائی اور یوں ذیقعدہ ۶ ہجری میں نبیٔ پاک ﷺ نے عمرہ کی سعادت کا عزم کیا۔ مسلمان مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اہلِ قریش نے اپنی مجلسِ شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق لشکرِ اسلام کو روکنے کی کوشش کی۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کی سفارت، اُنؓ کی شہادت کی افواہ اور پھر بیعتِ رضوان کا مرحلہ آ پہنچا۔ ''بیعتِ رضوان'' کوئی معمولی عہد نہیں تھا۔ بیعتِ رضوان کی وجہ سے مسلمانوں نے سروں سے کفن باندھ لیے، تلواریں نیام سے باہر آ گئیں، چاروں طرف نعرۂ تکبیر بلند ہونے لگا۔ مسلمان مجاہدین نے مارنے یا کٹ مرنے کا جو عہد کر لیا وہی مشرکین کے لیے خوف کا باعث بنا۔ جونہی بیعتِ رضوان کے ولولہ انگیز معاہدے اور جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں، کا علم ہوا تو کفارِ مکہ کانپ اُٹھے۔

Marfat.com

المختصر اہلِ قریش نے جنگ کا خطرے بھانپ کر صلح کی طرف راغب ہوئے۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو معاملات طے کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہی معاملات کا نام ''معاہدہ حدیبیہ'' ہے۔ جب معاہدہ تحریر کرنے کا مرحلہ آپہنچا تو فوجِ اسلام کی سپہ سالار نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت علیؓ کو معاہدہ تحریر کرنے کے لیے فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' تو سہیل نے کہا: ٹھہریئے: ''میں ''الرحمٰن الرحیم'' کو نہیں جانتا بل کہ آپ (ﷺ) باسمك اللّٰهم لکھوائیے۔''

سحابِ کرم ﷺ نے فرمایا: ''لکھیئے: باسمك اللّٰهم''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لکھیئے: هذا ماصالح عليه محمد رسول اللّٰه و سهيل بن عمرو۔''

ترجمہ: ''یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو صلح کر رہے ہیں۔''

سہیل پھر بول پڑا کہ: ''اگر آپ کو رسول اللہ ہی تسلیم کرلیں تو آپ کے ساتھ ہماری جنگ کا مقصد کیا رہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیے۔''

تو منبع خوبی و کمال ﷺ نے سیدنا حضرت علیؓ سے فرمایا: لکھیئے: ''هذا ما صالح عليه محمد بن عبداللّٰه''

ترجمہ: ''یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ صلح کر رہے ہیں۔''

معاہدہ حدیبیہ کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ فریقین ایک دوسرے سے دس سال تک کے لیے جنگ نہیں لڑیں گے۔

۲۔ قریش مکہ میں سے اگر کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔

۳۔ مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر مکہ آ جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ فریقین اگر کسی سے معاہدہ کریں گے تو دوسرا فریق رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

۵۔ اس سال مسلمانوں کو طواف اور زیارت کعبہ کے بغیر واپس جانا ہوگا۔

۶۔ مسلمان اگلے سال زیارت کے لیے آ سکتے ہیں ان کی تلواریں نیام میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

معاہدہ حدیبیہ آپ ﷺ کی داخلی و خارجی حکمت عملی کا آئینہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے معاہدے کی تحریر کے دوران جس صبر و تحمل اور جذبات پر قابو رکھنے کا مظاہرہ کیا، وہ ہر عہد کے سپہ سالار کا نصب العین ہونا

Marfat.com

چاہیے۔آپ ﷺ نے حال کے جذباتی فیصلوں کو بہتر مستقبل پر قربان کیا۔اس معاہدے کی ایک شق تھی کہ اگر کوئی مکہ کا مکین مسلمان پناہ کے لیے مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے اہل مکہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔معاہدہ طے پاچکا تھا۔حضرت ابوجندلؓ کسی نہ کسی طرح قریش کی قید سے رہائی پا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔اُس وقت سہیل بن عمرو بھی وہاں پہنچ گیا اور حضرت ابوجندلؓ کی واپسی کا تقاضا کیا۔آپ ﷺ کیوں کہ معاہدہ طے کر چکے تھے۔اس لیے اس کی پابندی کی خاطر حضرت ابوجندلؓ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے واپس کر دیا۔

معاہدے کی پہلی شق کے مطابق فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔مسلمانوں کے لیے پسِ پردہ ایک کامیابی کا عندیہ تھا۔نبیٔ پاک ﷺ نے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے،اسلام کی نشرواشاعت کے دائرے کو وسیع کر دیا۔گردونواح کی بڑی حکومتوں روس اور فارس اور دیگر بادشاہوں کی طرف قاصد روانہ کیے۔ہرقل قیصرروم،کسریٰ شاہ ایران خسرو پرویز،نجاشی شاہ حبشہ،مقوقس عزیز مصرواسکندریہ،جیفر وعبدشاہان عمان،ھوذہ بن قیس رئیس یمامہ،منذر بن سادی رئیس بحرین،حارث بن ابی شمر الغسانی رئیس غسان،حارث حمیری رئیس یمن اور دیگر کو دعوتِ اسلام پہنچادی گئی۔اسی دوران خیبر کے یہودیوں کی منفی سرگرمیوں کی خبر پا کر آپ ﷺ نے اہلِ خیبر پر چڑھائی کا فیصلہ کرلیا۔اس لشکر میں وہی پُرعزم مجاہدین تھے جو حدیبیہ کے مقام پر پُرجوش تھے۔یہودیوں کے قلعوں پر آپس کے ایک معاہدے کے تحت مسلمانوں نے چڑھائی کی یہودیوں کی تمام صف بندی اور دفاعی کارروائیاں ناکام ہوئیں۔حضرت علیؓ شیر خدا نے پُرجوش انداز میں حملہ کیا اور یہودیوں کا صفایا کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچے۔مجاہدینِ اسلام جنگی نعرے بلند کرتے ہوئے،یہودیوں کے قلعوں پر فتح درفتح حاصل کرتے رہے۔اُن کا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔نبیٔ پاک ﷺ نے یہاں بھی حکمت سے کام لیا اور جونہی مکار،دغاباز یہودی فوجِ اسلام کے سپہ سالار ﷺ کے حضور صلح کے لیے حاضر ہوئے،آپ ﷺ نے مفتوحہ زمین پر اُنھیں کاشتکاری کرنے کی اس شرط پر اجازت دے دی کہ وہ جنس کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیں گے۔اہلِ خیبر سے صلح کے معاہدہ کے بعد چند اُمور سامنے آئے۔

۱: مسلمان فاتحِ خیبر بن گئے اور یوں یہودیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ ٹل گیا۔

۲: یہودیوں کو کاشت کاری کرنے کی اجازت دینا،دوراندیش ثابت ہوا کیوں کہ خیبر میں وسیع اور سرسبز چراگاہیں تھیں۔کھجوروں کے باغات اور زرعی زمین دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔جس کی نگرانی کرنا اور

Marfat.com

کاشت کاری کر کے پیداوار حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے مشکل تھا۔ لہٰذا یہ کام یہودیوں ہی سے لینا بہت بڑی حکمتِ عملی اور حضور پاک ﷺ کی سیاسی اور اُمورِ خارجہ میں دلچسپی کا باعث ہے۔

۳: ریاستِ مدینہ سے خیبر بہت دور تھا۔ یہاں مسلمانوں کا کاشت کاری کے لیے آنا دقت طلب تھا، کیوں کہ مسلمان تو مدینہ میں اپنی ذاتی زمین کاشت کر کے آمدنی حاصل کر رہے تھے۔

۴: مسلمان کاشت کاری سے اس لیے دور رہنا چاہتے تھے کیوں کہ اُنھیں جہاد کے لیے مدینہ میں رہنا ضروری تھا۔

۵: حضورِ پاک ﷺ نے ایک مفتوحہ قوم کو کاشتکاری کا حق دے کر اُن پر احسانِ عظیم کیا۔

۶: صاحبِ جود و کرم ﷺ نے مسلمانوں کو تورات کے جو نسخہ جات ملے تھے، یہودیوں کی درخواست پر اُنھیں واپس کر دیے۔

۷: روم کے مسیحوں نے یروشلم کی فتح کے بعد تورات کے نسخہ جات جلا دیے۔

۸: یہ بات بھی تاریخی کتب میں درج ہے کہ جب عیسائیوں کو بار دگر اُندلس پر فتح حاصل ہوئی تو اُنھوں نے یہودیوں کے نسخہ جات کے ساتھ پھر وہی سلوک کیا۔

۹: یہودیوں کو اُن کی سرزمین پر کاشت کاری کی اجازت دے دی گئی تھی۔ نصف پیداوار کا حصہ مسلمانوں کو دینے کے بغض میں یہودیوں نے اپنی بدنیتی کا مظاہرہ کیا۔ اُنھوں نے کاشت کاری میں تساہل کرتے ہوئے سرسبز اور زرخیز زمین کو بنجر بنا دیا۔

۱۰: فدک کے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی یا پھر اپنا مال مسلمانوں کے سپرد کرنے کو کہا گیا۔ مکار یہودی اسلام قبول کرنے کے بجائے اپنے مال کا نصف حصہ دینے پر معاہدہ کر گئے۔

حضور پاک ﷺ کی داخلہ اور خارجہ حکمتِ عملی کا ثمر سامنے آیا کہ عرب میں اُن کا وقار ختم ہو گیا، عزت خاک میں مل گئی۔ یہودی بالآخر مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گئے۔ شاہِ حبشہ کے ساتھ مسلمانوں کا عہد ثمر ور ثابت ہوا۔ وہاں مسلمان پُر امن طور پر زندگی گزارتے رہے۔

حبیبِ غفار، محبوبِ ستار، محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیاسی بصیرت کسی ایک خطے کے لیے مخصوص نہیں تھی۔ آپ ﷺ عالمِ انسانی کے لیے سوچتے اور راہِ ہدایت کے طریقے نکالتے۔ آپ ﷺ کی نظر میں صرف مسلمانوں کی بہتری نہیں تھی بل کہ آپ ﷺ ہر ذی روح کے لیے رحمت ہی رحمت تھے۔ امن و سلامتی کا

Marfat.com

پیغام ہر کس و ناکس تک منتقل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے تمام ذرائع استعمال کیے۔ صاحبِ جود و کرم، محمد عربی ﷺ نے امن و سلامتی کا عالمی چارٹر قرآن کریم کی روشنی میں تیار کیا۔ اُس وقت مسیحی لوگ کسی نہ کسی طور اسلام سے متاثر ہو رہے تھے۔ خورشید امن و سلامتی، نبی پاک ﷺ نے دنیا بھر کے سربراہان کو اسلام کا ابدی پیغامِ امن پہنچایا۔ اس ضمن میں جو خطوط حکمرانوں کو ارسال کیے گئے اُسے درج ذیل سانچے میں ڈھالا گیا۔ عیسائی ممالک کو بھیجے گئے خطوط میں قابلِ ذکر بات ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ا۔ ترجمہ: ''اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے۔''

۲۔ ''دین کے معاملے میں کوئی زور جبر نہیں۔''

۳۔ ''تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔''

ریاستِ مدینہ کے استحکام کے بعد آپ ﷺ نے تقریباً تین سو کے قریب خطوط قرب و جوار ممالک میں ارسال کیے۔ ان خطوط کا مقصد بالا سطور میں موجود ہے۔ اِن مکاتیب کی ترتیب و تدوین میں جن اُمور کا خاص خیال رکھا گیا وہ قابلِ ذکر ہیں۔

ا: خط کا آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲: بحثیت مرسل رسول اللہ ﷺ کا اسمِ گرامی

۳: مکتوب الیہ کا نام معہ لقب۔

۴: امن و سلامتی ادا کرنے والے خصوصی کلمات (نفسِ مضمون)

۵: نامۂ مبارک کا مختصر لیکن جامع خلاصہ

۶: خط کے اختتام پر: مہرِ نبوت ﷺ

پڑوسی ریاستوں کے حکمرانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ پہلی اسلامی ریاستِ مدینہ یک جہتی کا نمونہ پیش کر رہی ہے۔ شمعِ رسالت ﷺ اپنے پروانوں کی تعداد میں اتحاد و یگانگت کے لیے اضافہ فرما رہے ہیں۔ حسنِ کائنات ﷺ کی خواہش ہے کہ عرب اور اس کے قریبی ممالک ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر فلاحِ انسانیت کے لیے کام کریں۔

Marfat.com

پیغامِ الٰہی دوسروں تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے جبر، تشدد اور ظلم کا راستہ اختیار نہ کیا۔ صبر وتحمل، برداشت اور عقل وشعور سے دوسروں کو قائل کیا۔ جب اسلام فاتح کی حیثیت اختیار کر رہا تھا اُس وقت بھی آپ ﷺ نے محکوم گروہوں کو مسلمان ہونے کی دعوت دی یا جزیہ ادا کرنے کو کہا یا پھر محکومیت میں رہتے ہوئے جنگ کے لیے تیاری کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے جہاں مدِ مقابل کی طرف سے مسلمانوں کے جان و مال کے خطرے کو محسوس کیا وہاں مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ ساقیِ کوثر، شافعِ محشر، محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصی عظمت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی شرافت، صداقت، امانت، دیانت، جرأت، شجاعت، ایثار، قربانی، ثابت قدمی، ایفائے عہد، عفوو درگزر، حلیم الطبع اور دیگر خصوصیات کے بارے میں روئے زمین پر سب معترف ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی وہ انسانی سلوک کیا کہ وہ آپ ﷺ پر جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے۔ ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ فوجِ اسلام کے سپہ سالار نے مسلم قبائل کے تحفظ کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی آزادی کا ہمیشہ خاص خیال رکھا۔ آزادی کا یہ تصور صرف آپ ﷺ کی ذات سے ہی شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے جتنے معاہدے کیے، آپ ﷺ اُن پر سختی سے کاربند رہے۔ وقت و وعدے کی پابندی نے آپ ﷺ کی شخصیت کو کندن بنا دیا۔

اگر آپ ﷺ معاہدہ حدیبیہ کے بعد مشرکین مکہ کے انتشار کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے تلوار بلند کرتے اور طاقت کے زور پر مکہ پر قابض ہو جاتے تو یہ ممکن ہو سکتا تھا لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت ابو جندلؓ کا واقعہ ایفائے عہد کی بہت بڑی مثال ہے۔ آپ ﷺ نے طاقت کے استعمال سے گریز کیا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتی تلوار سے کوئی قتل سرزد نہ ہوا۔ کسی بھی حکمران کی خوبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک جابر حکمران ہمیشہ یہ نعرہ لگاتا ہے۔ ''میں سپہ سالار آگے بڑھتا ہوں اور فاتح ہوں'' لیکن انسانوں سے محبت کرنے والا نعرہ یوں بلند کرتا ہے۔ ''آیئے مل کر آگے بڑھتے ہیں، اللہ کی فتح و نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔'' تاجدارِ کائنات ﷺ نے اجتماعی جدوجہد سے پیغامِ الٰہی اللہ کے بندوں تک پہنچایا۔ اُن کی خارجہ اور داخلہ حکمتِ عملی، اُن کی کامیابی کا بیّن ثبوت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان بھی آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی اور داخلی حکمتِ عملی ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

جنگ، امن، سفارت، تجارت، خارجہ اُمور کے بین الاقوامی تعلقات

انسان دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات کے بل بوتے پر ہی اپنا انفرادی وجود بطریقِ احسن قائم رکھ سکتا ہے۔ خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ نے اشاعتِ اسلام کے لیے جنگ، امن، سفارت کاری، تجارت، اُمورِ داخلہ اور اُمور خارجہ کے لیے بہترین حکمتِ عملی کا مظاہرہ کیا۔ زمانۂ امن اور زمانۂ جنگ میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی مقامی سطح تک محدود نہ تھی بل کہ آپ ﷺ کے نزدیک اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ آپ ﷺ نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے معاہدات کی بھرپور پاس داری فرمائی۔ انہی اُصولوں کی بنا پر آج ہم زندگی کے سانس لے رہے ہیں۔ یہ سانس مخزنِ کائنات محمد عربی ﷺ کی امانت ہیں۔ آپ ﷺ کی عسکری، سماجی اور اخلاقی زندگی کا کوئی مقابل نہیں۔

جو کچھ بھی میسر ہے تبسم کو جہاں میں
سب کچھ ہے حقیقت میں شہ دیں کی عنایت

سرورِ کائنات ﷺ نے عالمگیر محبت واخوت کا پیغام دیا۔ آپ ﷺ نے اُصولوں کی جنگ میں کسی سودے بازی کو قبول نہ کیا۔ آپ ﷺ اپنے معاہدات اور اُصولوں پر کاربند رہے۔ لوگ، آپ ﷺ کو اپنے لیے رول ماڈل بنانے لگے اور آج بھی کائنات کے ہر کونے میں آپ ﷺ کا ذکر جاری ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جا رہا ہے۔ عالمی قوانین کی سوچ وسعتِ نظری کی آئینہ دار ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے خارجہ و داخلہ حکمتِ عملی کا فروغ لازمی امر ہے۔ فخرِ جہاں، محمد مصطفیٰ ﷺ نے عالمی شباب ہی سے ایک نقطے پر مرکوز رہنے کے بجائے اپنی سوچ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر رکھا۔

Marfat.com

مدینہ میں پہلی اسلامی مملکت کے قیام کے بعد رسول کریم ﷺ نے قُرب و جوار کے غیر مسلم قبائل اور اہل مکہ کے ساتھ حالتِ امن اور حالتِ جنگ کے دوران تعلقات میں جن اصولوں پر عمل شروع کیا، ان سے بین الاقوامی قانون کے بارے میں انسان کے اندازِ فکر کی واضح شکل سامنے آئی ہے۔ عالمی امن و سلامتی کے لیے سوچنا وسعتِ خیال اور دور اندیشی کی علامت ہے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے ایسی حکمتِ عملی اپنائی کہ جیو اور جینے دو کا راستہ ہموار ہوتا چلا گیا۔ پڑوسی علاقہ جات میں آپ ﷺ نے بلا جواز مداخلت کی اور نہ ہی کسی کو اپنے علاقے میں دخل اندازی کرنے کی اجازت دی۔ جیسا کہ جنگِ بدر میں آپ ﷺ نے طرزِ عمل اپنایا کہ قریش کا تجارتی قافلہ آپ ﷺ کی حدود میں آ رہا تھا، آپ ﷺ اُس پر حملہ کر کے مال و اسباب چھین سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی بہت سے اُمور کو خراب کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے بہت گریز کیا۔ جہاں ضرورت پڑی سپہ سالار اسلام محمد عربی ﷺ نے جذبۂ جہاد کا مظاہرہ کیا۔ جس کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی کی تکمیل کے لیے آگے بڑھنا تھا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اسی فلسفے پر زور دیا کہ مسلمان کا ہاتھ صرف احکاماتِ الٰہی کی تکمیل کے لیے اُٹھتا ہے۔ یہ اُٹھنے والا ہاتھ، یہ چلنے والے پاؤں، یہ سوچنے والا ذہن، رضائے الٰہی کے سائبان تلے ہی کامیابی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ مدِ مقابل مسلح جدوجہد یا کارروائیوں کے خلاف آواز بلند کرنا عین جہاد ہے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے اس ضمن میں جو حکمتِ عملی اپنائی وہ ہمیشہ کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے جس خیر سگالی کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً اخوت و مروت اور بھائی چارے کے باب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہودیوں کی خفیہ سرگرمیوں کی سرکوبی کے لیے آپ ﷺ کا طرزِ عمل تاریخی رہا۔ جب میدان بدر میں مسلمانوں نے فتح و نصرت کا پرچم بلند کیا تو سب سے زیادہ چبھن اور حسد یہودیوں کے دلوں میں پیدا ہوا اور وہ مسلمانوں سے بلا وجہ دشمنی کرنے لگے۔ یہی نہیں یہودی فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اخلاق سے گری ہوئی حرکات کر کے یہودی ایک تہذیبی وقار سے محروم ہوتے گئے۔ یہودی اپنی منافقانہ روش کی بناء پر دوسرے قبائل کی نظروں میں گرتے گئے۔ نبیٔ پاک ﷺ نے اپنا طرزِ زندگی کسی موڑ پر بھی متزلزل ہونے نہ دیا۔ یہود کے قبیلوں میں سے بنی قینقاع نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ میثاقِ مدینہ اور انسانی اُصولوں پر قائم معاہدے توڑنے میں پہل کی اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرنے لگے۔

یہودیوں نے اپنی پراگندہ ذہنیت کا مظاہرہ اس انداز سے کیا کہ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے

Marfat.com

بازار سے گزر رہی تھی یہودیوں نے مسلمان عورت پر تشدد کیا۔ایک مسلمان یہ دیکھ کر سیخ پا ہو گیا اُس نے متشدد یہودی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔جس کے جواب میں یہودی اکٹھے ہو گئے اور اُنھوں نے اُس غیرت مند مسلمان کو جان سے مار ڈالا۔آپ ﷺ اس قتل اطلاع پا کر وہاں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو سمجھانے لگے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو جو حال مشرکین کے ساتھ میدان بدر میں ہوا تمھارا بھی وہی حال ہو گا۔یہودیوں نے آپ ﷺ کی نرمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا کہ قریش پر آپ ﷺ نے جو فتح پائی تو اس کے گھمنڈ میں نہ رہیں، وہ جنگ و پیکار سے ناواقف تھے۔ہم یہودیوں سے سابقہ پڑے گا تو ہم بتلا دیں گے کہ لڑائی کیسے کہتے ہیں۔

معاملہ بڑھا تو سپہ سالارِ اسلام ﷺ نے یہودیوں پر لشکر کشی کر دی۔یہودی قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔آخر مدینہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی تجویز کے مطابق جو در پردہ یہودیوں کا ہم راز تھا۔یہ فیصلہ کیا کہ بنی قینقاع کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔یہودی شرم و ندامت میں ڈوبے مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

عرب کے دو قبیلوں خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان مدت سے عداوت چلی آ رہی تھی۔صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہو گئے اور بنی بکر نے قریش کے ساتھ دوستی اور اتحاد کا رشتہ استوار کر لیا۔بنی بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کے گھمنڈ میں خزاعہ سے لڑنے کی تیاری کی اور اپنے پرانے مقتولوں کا بدلہ لینا چاہا۔قریش نے انھیں ہتھیار فراہم کیے اور ان کے بعض سردار لڑائی میں بنی بکر کے ساتھ شامل ہوئے۔خزاعہ نے شکست کھا کر حدودِ حرم میں پناہ لی۔بنی بکر نے یہ جان کر کہ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا پناہ گزینوں کو حرم ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا حالاں کہ وہاں خونریزی حرام تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اس صورتِ حال میں اپنا قاصد تین شرائط کے ساتھ بھیجا اور کسی ایک کو قبول کرنے کی دعوت دی۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنی بکر کی حمایت چھوڑ دیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا ہے۔

قریش مکہ نے اپنی کم فہمی کی مظاہرہ کرتے ہوئے جوش میں آ کر تیسری شرط تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔چناں چہ رمضان ۸ ہجری میں رسول اللہ ﷺ دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے

Marfat.com

اور بغیر کسی مزاحمت کے شہر پر قابض ہو گئے۔ عالمی تاریخ گواہ ہے کہ سپہ سالارِ اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔

سفیروں کا تقدس

کسی ریاست کی مضبوطی اور اُس کے استحکام کے لیے سفارت کاری لازمی امر ہے۔ سفیر ریاستوں کے تعلقات مستحکم کرنے میں ایک پُل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ممالک کے علاوہ مختلف قبائل اور متحارب گروہوں میں بہتر تعلقات کے لیے بھی سفیروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اس ضمن میں سفارت کاری کو بڑی اہمیت دی۔ دعوتِ اسلام کا فریضہ بھی سفیروں نے ادا کیا۔ اگر ہم عام دعوتِ حق کا تجزیہ کریں تب بھی یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے پیغامِ الٰہی کی ترویج میں بہترین سفارت کاری کا مظاہرہ کیا۔ ہجرتِ حبشہ کی کامیابی بھی نبیٔ پاک ﷺ کی سرپرستی میں بہترین سفارت کاری کا مظہر ہے۔ آپ ﷺ نے قریش مکہ کے سفیروں کے مال وجان کی حفاظت کا حکم دیا اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت دی۔ سفیر کسی بھی قبیلے، شہر، ریاست یا مملکت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے سفیروں کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا۔ سفیروں کو اُن کے عقائد کے مطابق مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ عیسائی وفود قائد اسلام ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرتے تو آپ ﷺ اُنھیں مسجد نبوی میں مذاکرات کی دعوت دیتے۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں کو خود مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسلام سفارت کاروں کو صرف غیر معمولی حالات میں قید کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش کی طرف سے آئے ہوئے سفیروں کو صرف اس وقت تک روکے رکھا جب تک مسلمانوں کے سفیر حضرت عثمانِ غنیؓ کو قریش مکہ نے واپس نہ بھجوا دیا۔ سفارت کاری میں ایک اہم بات یہ ہے کہ سفیروں کو درآمدی ٹیکسوں کی ادائیگی سے مستثنیٰ تصور کیا جائے۔ غیر مسلموں کا بھی فرض ہے کہ وہ مسلمان سفیروں کے ساتھ یہی سلوک کریں۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

فوج اسلام کے سپہ سالار نبی پاک ﷺ نے جو رویہ اختیار کیا اُس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے قیدیوں سے محنت مزدوری، مشقت نہیں کروائی۔ قیام وطعام کا بہتر بندوبست فرمایا۔ بیت

Marfat.com

المال سے اُن کی مدد میں کمی آنے نہ دی۔ بدر کے قیدیوں کے ساتھ رواداری اور انسان دوستی کی زندہ مثال یہ ہے کہ پڑھے لکھے قیدیوں کو بچوں کی تعلیم پر مامور کر دیا۔ متحارب قیدیوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا رویہ انسانیت کے تقاضوں پر پورا اُترتا ہے۔ فدیہ کی ادائیگی پر قیدیوں کی رہائی۔ دورانِ قید اُنھیں نشانۂ ظلم وستم بنانے سے گریز، قیدیوں کو قتل کرنے کی ممانعت نبی پاک ﷺ کے اہم اقدامات تھے۔ کئی غزوات میں اسیرانِ جنگ کے پاس لباس تک موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اِن اسیرانِ جنگ کو لباس فراہم کیا۔ صحابہ کرامؓ کو ہدایت کی کہ وہ اِن قیدیوں کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ مشرکین مکہ سے معاملات طے ہونے تک انھیں اپنی دسترس میں رکھیں۔ مشرکین کے علم بردار ابوعزیز کا بیان ہے کہ میں جس انصاری کے حوالے کیا گیا تھا وہ روٹی تو مجھے کھلا دیتے اور خود کھجور کھا کر گزارا کرتے۔ میں مارے ندامت کے روٹی اُن کے سامنے رکھتا تو وہ بڑے اصرار سے مجھے اپنے حصے کی روٹی کھلا دیتے۔ ایک مشاورت میں فخرِ موجودات محمد عربی ﷺ نے جنگی قیدیوں کا مسئلہ محفل میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے قیدیوں کو قتل کرنے کی رائے دی۔ جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے قتل کی تجویز پسند نہ کی۔ مشترکہ رائے تھی کہ قیدیوں کو فدیہ کے بدلے چھوڑ دینا مناسب ہوگا۔ روحِ جہاں، فخرِ عالم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی یہی رائے پسند فرمائی کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ ہر قیدی کا فدیہ چار ہزار درہم مقرر ہوا۔ اہل مکہ نے فدیہ دے کر اپنے عزیز رہا کروا لیے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان سے کہا گیا کہ مدینہ کے دس دس بچوں کو کتابت سکھائیں اور فدیہ کے بغیر ہی رہائی حاصل کر لیں۔

کامیاب سفارت کاری کے لیے انسانیت کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے۔ بادشاہ ہو یا رعایا، سپہ سالار ہو یا سپاہی، فاتح ہو یا مفتوح، امیر ہو یا غریب، خواہ وہ کچھ بھی ہو سب سے پہلے وہ انسان ہوتا ہے۔ ریاستی استحکام کے لیے انسانیت کا دفاع بہت ضروری ہے۔ ہمیں ہر شخص سے اللہ کی مخلوق سمجھ کر سلوک کرنا چاہیے۔

حدیث شاہِ اُمم سے چراغ جلتے ہیں
انھی کے لوح و قلم سے چراغ جلتے ہیں
ہر ایک ذرّہ ہے تابانیوں میں لپٹا ہوا
غبار خاک حرم سے چراغ جلتے ہیں

☆-☆-☆

Marfat.com

بشارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"پاکستان"

Marfat.com

بشارتِ رسول ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔ پاکستان

لفظ ''بِشارت'' کئی معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ موقع محل کے مطابق بِشارت اپنے حسنِ معانی سے مفہوم ادا کرتا ہے۔ فیروز اللغات کے صفحہ نمبر ۲۰۵ میں بِشارت کے معانی یہ ہیں:

بِشارَت: (بِ۔شا۔رَت) (ع۔ا۔مث) (۱) خوشخبری۔ مژدہ (۲) الہام۔ غیبی آواز۔ القاء۔ جمع بشارات۔ بشائر۔

بِشارَت کو فرہنگ آصفیہ میں مولوی سید احمد دہلوی نے یوں پیش کیا ہے:

بِشارَت۔ (ع۔ اِسم مؤنث) (۱) نوید۔ خوشخبری۔ مُژدہ (۲) الہامِ غیبی۔ دی مُکاشفہ +وہ خوشخبری جو کوئی ولی یا پیغمبر کسی کو خواب میں دے۔ یا منجانب اللہ کوئی امر رؤیا میں نظر آئے۔ (بول چال میں بفتح ہائے موحدہ اور صحیح بضم یا بکسرء

بِشارت کوئی عام لفظ نہیں ہے۔ قرآن وسنّت میں بِشارت کی بہت اہمیت ہے۔ قرآنِ حکیم فرقانِ حمید میں بِشارت کے حوالے سے کہا گیا ہے۔

O اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انھیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیے جائیں گے اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ البقرہ: ۲۵)

O تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو O ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں O یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے رستے پر ہیں O (سورۃ البقرہ: ۱۵۵۔۱۵۷)

O (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم خدا تم کو اپنی

Marfat.com

طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں با آبرو اور (خدا کے) خاصوں میں سے ہوگا ○ (سورۃ آل عمران: ۴۵)

○ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خبر سنا دو ○ (سورۃ التوبہ: ۳۴)

۵۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ○ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے ○ (سورۃ یونس: ۶۳۔۶۴)

○ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ○ (سورۃ الحج: ۳۴۔۳۵)

○ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ ○ (سورۃ الاحزاب: ۴۷)

○ اور جنھوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور خدا کی طرف رجوع کیا ان کے لیے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو ○ جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں ○ (سورۃ الزمر: ۱۷۔۱۸)

○ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں۔ (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ (سورۃ الصف: ۶)

فخر موجودات، محسن انسانیت، رونق بزم کائنات، مقصودِ کائنات، حُسنِ کائنات، روحِ جمالِ عالم، نبی مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ، المولود، ۲۲، اپریل ۵۷۱ء تا ۸ فروری ۶۱۰ء بمطابق ۹ ربیع الاوّل ۵۲ قبل ہجرت تا ۱۲ ربیع الاوّل گیارہ ہجری سسکتی، دم توڑتی دکھی انسانیت کو رب العالمین کے عالمگیر پیغام سے نوید زندگی دے کر عالم انسانیت کو راہ مستقیم دکھاتے رہے۔ ”مدینہ“ سب سے پہلی اسلامی ریاست منظر عام پر آئی۔ فخر انسانیت، بقائے انسانیت ﷺ نے خداداد بصیرت و بشارت سے پہلی اسلامی ریاست کا منشور اس انداز سے مرتب کیا کہ آج کے بڑے بڑے مفکرین، مفسرین اور فلاسفہ انگشت بدنداں ہیں۔ فتح مکہ کا روح پرور منظر، تاریخ عالم کسی طرح

Marfat.com

بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ سیدِ کائنات ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے جو قربانیاں دیں اُن پر لاکھوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ گزشتہ صفحات میں عالم اسلام کے سب سے پہلے سپہ سالار، تاج دارِ کائنات ﷺ اور عالم انسانیت کے پہلے خلانورد حاملِ خلائق جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے مکہ اور مدینہ میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے جو اقدامات کیے اُنھیں کسی طور بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حجۃ الوداع کا خطبہ عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے لیے آج بھی قابل تقلید و عمل ہے۔ حرا سے حرم تک، حرم سے مدینہ تک اور پھر مدینہ سے عرب کی ہر وادی سے گزرتی ہوئی روشنی نے تاریکیوں میں گھری ہوئی انسانیت کو اپنے نور سے منور کر دیا۔

محبوب الٰہی ﷺ دین اسلام کی ترویج اور پہلی اسلامی ریاست مدینہ کی توسیع کے لیے جہد مسلسل کرتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور پاک ﷺ نے تبلیغ دین کی تحریک شروع کر دی۔ قرب و جوار کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں کے سربراہان کو کئی خطوط لکھے۔ ان خطوط کا تذکرہ قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں چشمِ فلک گواہ ہے کہ تاج دارِ ارض وسماء، محمد مصطفیٰ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا محسوس ہو رہی ہے''

صحابہ کرامؓ نے استفسار فرمایا کہ ہند کس طرف ہے؟ وہ انگشتِ پاک جو شق القمر کا معجزہ رکھتی ہے، ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کناں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہند اس جانب ہے۔'' اس پہاڑی کو آج ''جبلِ ہند'' کہتے ہیں۔

اسلامی جذبوں کے عظیم شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء) نے حضرت محمد ﷺ کی اس بشارت کو لفظوں کا جامہ کچھ یوں پہنایا ہے۔

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
پھر تاب دے کر جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

۶۳ سال اور چار دن آپ ﷺ عالم انسانیت کو رب اللعالمین کا پیغام پہنچاتے رہے۔ تکمیل دین

Marfat.com

کے بعد مقصود کائنات ، خاتم النبیین ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ مقصد کائنات ، حسن کائنات ، رحمت للعالمین ﷺ نے پیغام الٰہی کا حرف حرف امانت سمجھ کر مخلوق خدا کو پہنچانے کے لیے جو انداز اپنایا اُس کا ثانی کوئی نہیں ہے۔

وہ شہرِ علم ہے اُس ﷺ کا احاطہ ہو نہیں سکتا
در محشر تلک پھیلی ہوئی اُس ﷺ کی رسالت ہے

شمع رسالت کے پروانے اپنے پیارے نبی ﷺ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وقت رُک گیا، جذبوں کی شام ڈھل گئی، آنکھوں کا نور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، جس کا چہرہ دیکھ کر چہروں پہ نور آتا تھا آج یہ نور فلک کو پُر نور کرنے چلا، جاں نثار صحابہ کرامؓ غموں کی تاب نہ لا رہے تھے۔ اہل عرب آج صادق وامین سے صدمہ جدائی میں بے قرار تھے۔ حضور پاک ﷺ کی تعلیمات اُن پروانوں کو حوصلہ و تشفی سے بہرہ ور کر رہی تھیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

درسی اور تاریخی کتب کے مطابق برعظیم پاک و ہند میں اسلام کا آغاز ۷۱۲ عیسوی بمطابق ۹۳ ہجری سمجھا جاتا ہے ۔ یہ تاثر اور مفروضہ غلط ہے ۔ اس خطے میں اسلام کا پودا اُس روز پروان چڑھا جب فخر موجودات، مقصود کائنات، منبع فیضات، ارفع الدرجات، چشم علم و حکمت، محمد ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔ سرگودھا تبلیغی مرکز کے امیر جناب ڈاکٹر اعجاز احمد نے ۱۹ ستمبر ۲۰۱۵ء کو اپنی ڈائری اور مختلف تبلیغی مراکز پر آنے والے ہندوستانی دانش وروں اور مؤرخین کی گفتگو کے حوالے سے بتایا کہ شق القمر کا واقعہ تو سرزمین عرب پر رونما ہوا لیکن چاند کے یہ دو ٹکڑے ہندوستان کے ایک علاقہ ''کرالا'' کے بادشاہ چیرامن پرومل نے بھی دیکھے۔ کرالا کو خیر الانام کا نام دیا گیا تھا پھر اسے خرلا کہا جانے لگا اور آہستہ آہستہ یہ ''کرالا'' میں بدل گیا۔ بادشاہ نے اپنے وزراء کو چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کی بابت بتایا اور حکم دیا کہ اس کی بھرپور تحقیق کی جائے۔ وزراء سرگرداں رہے۔ انھوں نے دوڑ دھوپ کے بعد بادشاہ کو بتایا کہ سرزمین عرب میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے محمد مصطفیٰ ﷺ نے اہل قریش کی طعنہ زنی کے بعد چاند کی طرف انگلی اٹھائی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ ﷺ کے اشارے پر چاند پلٹ آیا۔

Marfat.com

کنگ چیرامن پرومل اپنے وفد کے ساتھ سرزمین حجاز پہنچا اور اس نے اسلام قبول کیا۔ اس کا مسلم نام ''تاج الدین'' کی صورت سامنے آیا۔ قبول اسلام کے بعد دارالحکومت کا نام بھی تبدیل کر کے ''قانون نور'' رکھا گیا جو بعد ازاں ''کرنگا نور'' ہو گیا۔ پھر یہ بادشاہ اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ یمن کی طرف گیا جس کا دارالحکومت ''سری کنڈاپورم'' تھا۔ اس بات کی روایات بھی ملتی ہیں کہ ۵ ہجری میں حبیب بن مالکؓ، مالک بن دینارؒ، عدی بن حاتمؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ ہند تک تبلیغ دین کے لیے تشریف لائے۔ یہ احباب ہند سے خوشبوئیں اور گرم مسالا جات اپنے ساتھ لے گئے۔ ڈاکٹر اعجاز احمد نے ۳۰ منٹ کی گفتگو میں عرب سے آنے والے تبلیغی وفود کے بارے اہم معلومات فراہم کیں۔ پاکستان کے موقر روزنامہ ایکسپریس ۱۴۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ کے صفحہ نمبر ا کی خبر بھی قارئین اور محققین کے لیے پیش ہے:

''نہ گنبد نہ مینار، یہ ہے بھارت کی قدیم ترین مسجد''

نئی دہلی (نیٹ نیوز) کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی پہلی مسجد پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کے دوران ہی کیرالہ کے کوڈنگلور علاقے میں قائم کی گئی تھی۔ یہ مسجد کئی مرتبہ تعمیر کے عمل سے گزر چکی ہے لیکن اب اس کی پرانی شکل بحال کرنے کی تیاری ہے۔ یہ مسجد اپنے سیکولر نظریے کے لیے مشہور راجہ چیرامن پیرومل کے نام سے منسوب ہے۔ مقامی روایات کے مطابق راجہ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انھی کے حکم پر یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد کی منتظم کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر محمد سعید کے مطابق موجودہ عمارت کا اندرونی حصہ پندرہویں صدی کا ہے۔ پہلے اس جگہ بدھ مت کی عبادت گاہ تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق ہند، مالابار کے ایک راجہ ''زمورا'' نے بھی خاتم النبیین ﷺ کے معجزہ شق القمر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا کیوں کہ خطہ عرب کے علاوہ ہند کے مالابار علاقہ سے تعلق رکھنے والے راجہ زمورا نے بھی چاند کو دو ٹکڑوں کی شکل میں دیکھا۔

فاروقِ اعظم حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں لنکا کے راجہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

(بحوالہ: القمی، غرائب القرآن در غائب الفرقان، منشورات الرضی قم)

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں تبلیغی وفود بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن علاقہ جات میں وفود بھیجے گئے اُن میں ہند بھی شامل تھا۔ واپسی پر خلیفۂ دوم کو بتایا گیا کہ ہند کے لوگ مشقت پسند، بہادر اور جفاکش ہیں لیکن پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے وفود کا اس علاقے میں آنا اور رہنا مشکل تصور کیا گیا۔ الحمدللہ! صحابہ کرامؓ کی تعداد

Marfat.com

بہت زیادہ تھی۔ وہ کسی ایک جگہ مقیم نہیں رہ سکتے تھے۔ اُنھیں تو دین کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے مختلف علاقوں میں تقسیم ہونا تھا۔ وفود کی شکل میں پیغامِ حق لے کر نکلنا تھا۔ شمس الضحیٰ، عشقِ نورِ خدا، بدرالدجیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس خطے کی طرف ٹھنڈی ہوا کی بشارت دی اُس طرف صحابہ کرامؓ کا آنا ایک فطری امر تھا۔ برعظیم پاک وہند کی پاکیزگی اور طہارت کا دارومدار اللہ کے نیک بندوں کی اس خطہ میں آمد کی وجہ سے ہے۔ ربِ کائنات نے خاتم النبیین، محمد عربی ﷺ پر اپنا دین مکمل کر دیا جو تا حشر انسانوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ اس دین کو اللہ کے بندوں تک منتقل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔

جب مکرم اسرارِ حرا، قبلہ اغنیاء، سرورِ انبیاء، حسن صبر و رضا، محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری حج ادا فرمایا تو حجتہ الوداع کی ادائیگی کے وقت شرکاء کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی۔ ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تو وہاں جمع نہیں تھے۔ مدینہ اور اس کے قرب و جوار کے مسلمانوں کی تعداد کا تعین کرنا مشکل ہے۔ راہی لامکانی، مہرِ نبوت، محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال ربیع الاوّل میں ہوا۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حجتہ الوداع کے بعد ذوالحج، محرم اور صفر کے تین ماہ میں چشمۂ علم و حکمت نبی پاک ﷺ کے سامنے اسلام قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ دنیا کے کونے کونے سے وفود مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت مفتی تقی عثمانیؒ کے مطابق یہ تعداد پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ برعظیم پاک وہند میں بہت سے صحابہ کرامؓ دفن ہیں۔ پنج گور، سکھر، شکار پور، ٹھٹھہ، رحیم یار خان اور بلوچستان کے علاقہ جات میں صحابہ کرامؓ کی قبروں کے نشانات ملتے ہیں۔ وسط ایشیاء سمرقند کی مسجد کے قریب حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت قثم بن عباسؓ کی قبر کا پتہ چلا ہے۔

اہل بیت کی کئی خواتین بھی برعظیم پاک وہند کے مختلف علاقہ جات میں دفن ہیں۔ اگر پنجاب کے دارالحکومت لاہور کے مرکزی قبرستان کا جائزہ لیا جائے تو وہاں اُن پاک دامن خواتین کے مزارات ملتے ہیں۔ مزارات و مقابر نہایت قدیم اور متبرک مشہور ہیں گو کہ ان کی قدامت کا ہر کوئی قائل ہے مگر اس کا ابھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یہ بیبیاں لاہور کب آئیں اور کس ملک سے آئیں؟ مزارات کے مجاوروں کے بقول ایسی باتوں کے شواہد ملے ہیں کہ جن کو عقل قبول کرنے سے قاصر ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ چھ لڑکیاں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی شہباز مسلم بن عقیل کی تھیں جو علی المرتضیٰؓ (پیغمبر اسلام ﷺ کے داماد) کا بھائی تھا اور جب حضرت امام حسینؓ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تو اس مصیبت کے وقت کچھ خواتین مکے سے نکل کر ہند کی طرف چلی آئیں اور لاہور پہنچ کر قیام پذیر ہوئیں اور یہاں ہی

Marfat.com

فوت ہو کر مدفون ہوئیں۔ مگر جو مصنف ''حدیقۃ الاولیاء'' بہ حوالہ ''تذکرہ حاکمیہ'' لکھتا ہے کہ وہ بات البتہ قرین قیاس ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک شخص سید خدا پرست، عابد، زاہد، ولی اللہ سید احمد تختہ نام، لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوا۔ اس کے گھر چھ لڑکیاں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی شہباز تھیں اور وہ چھ تارک الدنیا، مجردہ، عابدہ، زاہدہ تھیں۔ سن ۶۰۲ھ میں سید احمد مر گیا اور لاہور کے اندر محلہ چہل بیبیاں میں مدفون ہوا اور اب تک اس کی قبر موجود ہے۔ پہلے اس کی قبر پر سنگ مرمر کا ایک بڑا مقبرہ تھا۔ جسے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اتروالیا تو مقبرہ گر گیا۔ اس کے گرد و نواح کے قبرستان کو مسمار کر کے غلام محی الدین شاہ پیرزادہ رتانے اپنی حویلی بنالی اور وہ قبر اب ایک طویلے کے اندر پختہ بنی ہوئی موجود ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیاں لاہور کے حصار سے باہر جا کر قیام پذیر ہوئیں اور لوگوں سے الگ بہ عبادت حق مصروف رہیں۔ آخر جب ۶۱۵ ہجری میں کفار نے بہ تعاقب سلطان جلال الدین خوارزمی کے پنجاب پر لشکر کشی کی اور لاہور کی رعایا بہ جرم مقابلہ و مجادلہ کے قتل ہوئی تو یہ بیبیاں بھی کہ مستورہ و مخدرہ تھیں، نہایت گھبرائیں کہ اب نامحرم لوگ آ کر ہم کو بے پردہ کریں گے اور سب نے مل کر دست دعا خدا کے حضور میں اٹھائے اور کہا کہ یاالٰہی ہم کو زمین کا پیوند کر لے چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ زمین جگہ جگہ سے پھٹ گئی اور وہ ساری بیبیاں اپنی خادمہ سمیت زمین میں سما گئیں اور ان کی اوڑھنیوں کے پلے ذرا ذرا سے زمین سے باہر نکلے رہ گئے اس واقعہ کے بعد لوگوں نے وہاں قبریں بنا دیں۔

یہ مقدس قبریں لاہور سے دو میل کے فاصلہ گوشہ ککی میں واقع ہیں۔ تاریخ لاہور اور تاریخ پنجاب کی مختلف کتب میں کئی ایک مقدس قبروں کے بارے میں معلومات موجود ہیں۔ اس قبرستان کے بارے میں بھی تصوف اور اہل بیت سے تعلق رکھنے والے بہت سے احباب نے روایات کر رکھی ہیں۔ لوگوں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے کئی قبریں زمین بوس ہو گئیں کیوں کہ ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ گوشہ ککی کے مین دروازہ میں آمد و رفت کا سلسلہ مغرب کی سمت ہے۔ جب اس سے کچھ آگے چلیں تو بطور کوچے کے راستہ طے کر کے ایک اور دروازہ سامنے آتا ہے۔ اس کے شمال میں یہ مقدس مزارات موجود ہیں۔ یہ مزارات تین احاطے (کذا) میں ہیں۔ ایک احاطہ بیرونی، اس میں بیبیوں کی خدمت گار خواتین (کذا) کی قبریں ہیں اور ایک پختہ مسجد گنبد دار نور ایمان بنائی گئی ہے۔ دوسرے احاطہ کلاں میں بی بی حاج و بی بی تاج و بی بی نور کی اور تیسرے احاطے میں بی بی حور و بی بی گوہر و بی بی شہباز کی پختہ جو کہ چونے سے بنائی گئی قبریں موجود ہیں۔

Marfat.com

قبروں کے گردونواح میں ایک مقبرہ پختہ گنبد کے ساتھ موجود ہے۔اس دور میں چونا اور گاچی سے یہ کام کیا جاتا تھا۔ یہ گنبد ۱۰۱۶ھ میں تعمیر ہوا جس میں سید جلال الدین حیدر بخاری، میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کا بھائی دفن ہے۔اہل بیت سے عقیدت رکھنے والے اس علاقے کو متبرک گردانتے ہیں۔

وجودِ پاکستان کی کرنیں

پاکستان کا معرض وجود میں آنا واقعی ایک معجزہ اور نعمت خداوندی ہے۔علاقہ ہند میں اسلامی فکر وفلسفہ کی ترویج کے حوالے سے کئی کتب اپنا دامن اس رحمت سے مالا مال کیے ہوئے ہیں کہ اس خطے کی خوش بختی ہے کہ یہاں اسلام کی کرنوں نے جہالت کے اندھیرے کو اُجالا بخشا۔ڈاکٹر جاویدہ حبیب کی کتاب ''تاریخ اولیاء ٹمل ناڈو'' مارچ ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آئی۔جس کی اشاعت کا اہتمام ٹمل ناڈو، اُردو پبلی کیشنز چنئی نے کیا۔حیدرآباد، دہلی، بہار، علی گڑھ، یو پی اور کئی علاقوں میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔یہ کتاب ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اولیاء کرام کے حالات زندگی کے علاوہ اس کتاب کا دیباچہ بعنوان ''جائزہ'' کتاب کی مصنفہ جاویدہ حبیب کے والد گرامی علیم صبا نویدی نے تحریر کیا ہے۔علیم صبا نویدی معروف دانش ور، نقاد اور شاعر ہیں۔فروغ اسلام پر بھی ان کی گہری نگاہ ہے۔ان کے دیباچہ ''جائزہ'' کا مطالعہ اسلام کی ہند میں اشاعت کے بارے میں تفصیلاً معلومات فراہم کرتا ہے۔راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے حیات النبی ﷺ سے اس خطے میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کو مدنظر رکھتے ہوئے صفحہ نمبر ۱۱ سے یہ ایک طویل اقتباس حاصل کیا ہے۔

> ''ہندوستان میں عربوں کی آمد ''حیات النبی ﷺ'' ہی کے دور میں شروع ہو چکی تھی (ٹمل ناڈو میں صحابہ کرامؓ کی آمد ہی کو اوّلیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔حضرت عکاشہؓ نے محمود بندر کو اور حضرت تمیم انصاریؓ نے کولم شریف نزد مدراس کو اور حضرت مالک بن دینارؒ تابعی مغربی ساحل (ملابار) کو اپنا مستقر بنایا اور نور ہدایت سے کفر کو پامال کیا) مگر باقاعدہ طور پر عرب تاجروں کے گروہ جب ہندوستان آنے لگے تو ان کے قدم شمال سے پہلے جنوب ہی میں پڑے اور جنوب میں ان کی آمد بندرگاہوں کے شہروں میں ہوئی کیوں کہ وہ بحری راستوں سے ہندوستان آئے

Marfat.com

تھے۔ عبداللہ بن انور نامی ایک اسلامی مبلغ کا نام لیا جاتا ہے جو چولا دورِ حکومت میں ٹمل ناڈو کے مشہور شہر ترچناپلی (یہ موجودہ نام ہے) میں آئے تھے۔ ترچناپلی کا قدیم نام اورے یور (Uraiyur) تھا جو چولاؤں کا پایہ تخت تھا۔ اس مقام پر عبداللہ بن انور کے زمانے کی ایک قدیم مسجد بھی ہے جو آج کھنڈروں میں تبدیل ہوگئی ہے۔ یہیں ہمیں یہاں کے ابتدائی دور کے بزرگ حضرت مظہر ولی (عرف حضرت مظہر اولیا طبل عالم بادشاہ) سے روشناسی ہوتی ہے جن کی وفات ۶۷۳ھ م ۱۲۷۴ء میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر شعیب عالم نے اپنی انگریزی تصنیف ''عربک اروی اینڈ پرشین ان سرندیپ اینڈ ٹمل ناڈو'' میں یہ اطلاع دی ہے کہ ۴۴۲ھ میں دو عرب مسلم عالم مالک الملک اور علی شاہ ٹمل ناڈو آئے اور مدورئی میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس وقت سندرا پانڈیا المعروف بہ ''کن پانڈین'' کی حکومت تھی انھوں نے بادشاہ سے دس ہزار سونے کے سکوں کے عوض چھ گاؤں خریدے تھے جہاں مسلم آبادی قائم ہوئی۔ مراوانا سزر پانڈین ثانی کے دورِ حکومت (۶۳۶ تا ۶۴۹ھ م ۱۲۳۸ء تا ۱۲۵۱ء) میں لوگوں کے اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنے کی مثال ملتی ہے۔ ان میں ایک مشہور شخصیت یعقوب سارنگی تھی۔ جس کا نام قبول اسلام سے پہلے ''رام دیوا'' تھا۔ سوال یہ ہے کہ ان کو اسلام کی طرف رغبت دینے میں کون سے عناصر کارگر ہوئے تھے یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شمال میں جب محمد بن قاسم کی آمد ہوئی اور سندھ میں اسلام کی روشنی پہنچی تھی تو اس سے پہلے ہی جنوب کے ساحلی علاقوں میں نہ صرف اسلام پھیل چکا تھا بلکہ اس کی جڑیں بھی مضبوط ہو چکی تھیں ۱۳۰۰ھ م ۱۸۸۲ء میں جب ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کا سفر کیا تھا تو ساحل ملابار سے لگے ہوئے علاقوں کا اس نے بھرپور جائزہ

Marfat.com

لیا اس کا حیرت تھی کہ یہاں کے لوگ اتنے وسیع النظر اور زود اثر پذیر تھے۔ انھوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیا تھا نہ صرف مسلمانوں کی آبادی بڑھ گئی تھی بل کہ مسلم سلاطین کا بھی دور شروع ہو چکا تھا نیز ان کے سکے بھی رائج الوقت تھے۔

تاریخ کی مختلف کتابوں میں عرب، ہند تعلقات کے بہت سارے تاریخی واقعات مل جاتے ہیں ساحل کرناٹک اور ساحل ملابار وغیرہ میں ان عربوں کے تعلقات نہ صرف تجارتی تھے بل کہ مذہبی اور عملی بھی تھے۔ آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہی قرآن پاک کے تراجم کئی زبانوں میں ہوگئے تھے ''نقوش سلیمانی'' میں سید سلیمان ندویؒ نے بہت سے عرب جہاز رانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عراقی النسل عربوں کی آمد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور اس تذکرے میں آپ نے ایک شہر منصورہ کے بادشاہ عبداللہ اور ''الرا'' (الور) کے راجہ کے درمیان ۲۷۰ھ م ۸۸۳ء میں تعلقات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس راجہ کو اسلام کی دعوت بھی دی گئی تھی اور اسی کے دور میں قرآن شریف کا ہندی (ہندوستانی) میں ترجمہ ہوا تھا۔ عرب ہندوستان کو براہ راست نہیں آئے تھے بل کہ تجارتی غرض سے دیگر ممالک سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اس وجہ سے ان کے ساتھ دیگر ممالک کے افراد بھی ہندوستان میں آنے کا باعث بنے۔ مثلاً ایرانی، ترکی، فلسطینی، مصری، یمنی، شامی، عراقی وغیرہ۔

شمال کے مدبرین اور صوفیا کرام نے خصوصی طور پر محمد بن تغلق کے دور میں جنوبی ہند کے ٹمل تلگو اور ملیالم بولنے والے علاقوں کا جائزہ لیا ہے۔ حضرت امیر خسرو (خلیفہ حضرت محبوب سبحانی خواجہ نظام الدین اولیاؒ) نے اپنے سفر نامہ میں ٹمل علاقوں میں

Marfat.com

مسلمانوں کی بودوباش کا ذکر کیا ہے۔آپ نے ملابار کے سلسلے
میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

بہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوار است ...... بیا دبیں کہ خرابش چوں ملابار است......''

کتاب ''تاریخ اولیا کرام ٹمل ناڈو'' کی مصنفہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب کتاب میں ''وجہ ترقیم'' کے تحت کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں لکھتی ہیں:

''میرے آگے ''تاریخ ادب اُردو'' کے قابل ترین مصنف ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ قول بار بار آتا رہا اور اسی نے مجھے اس کتاب کی تصنیف کی طرف مائل کیا۔موصوف کے قول کا ماخذ یہ ہے کہ جنوبی ہند کی سرزمین ایک ایسی متبرک سرزمین ہے جس میں جید علماء،بزرگ ترین صوفیاء،قدسی صفات عارفین اور نور باراں مشائخین سلاسل کلیہ نے سانسیں بھی لیں اور آسودہ خواب بھی ہوئے۔ان بزرگوں کے آستانے ٹمل ناڈو کے چپے چپے میں موجود ہیں۔یہ وہ بزرگ ہیں جن کے وجود سے کفرستان،اسلام کی روشنی پا کر پاک سرزمین بنا۔اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو اس برصغیر کا یہ علاقہ آج بھی کفر کی تاریکی میں ڈوبا رہتا۔ان ہی کے طفیل سے ہم سب مسلمان ہیں۔''

کتاب ''تاریخ اولیا کرام ٹمل ناڈو'' کی مصنفہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب نے کتاب کے صفحہ نمبر ۹۳ میں حضرت سید عکاشہ ابن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ٹمل ناڈو میں دفن ہیں۔اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں:

'' حضرت سید عکاشہ ابن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔آپؓ نے جنگ بدر میں شریک ہو کر جہاد کیا تھا۔آپؓ کو حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں ہندوستان روانہ کیا گیا تھا۔آپؓ ''محمود بندر'' آئے تھے۔جسے ''فرنگی پیٹ'' اور ''مچھلی بندر'' بھی کہا جاتا ہے۔اس کا

Marfat.com

قدیم تمل نام ''مسولی پٹنم'' ہے جو آج بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ ''مسولی'' سے ہی شاید ''مچھلی'' بنایا گیا ہو۔ یہاں کثیر تعداد میں مچھلیاں پکڑنا لوگوں کا تجارتی پیشہ تھا۔ لوگ کثیر تعداد میں یہاں آ کر بس گئے تھے اور وہ اسلام سے نابلد تھے۔ یہ دورا سلام کا آغازی دور تھا۔ اللہ کی رحمت جب حرکت میں آئی تو عرب سے اسلام کی روشنی ہندوستان میں پہلے پہل اس کی ضیا پاشیاں محمود بندر پر بھی ہوئیں۔ ایک صحابی رسول ﷺ کا اسلام کی اشاعت کرنا واقعی یہاں کے لوگوں کے نصیب کی بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس حقیقت کا احساس جسم میں ایک بجلی سی دوڑا دیتا ہے۔ آپؓ کے آستانہ مبارک پر ایک قدیم ترین عمارت آج بھی موجود ہے جو بالکل ''کوفی'' طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ اس کے چاروں طرف وسیع صحن ہیں۔ جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور صحابی رسول ﷺ کی بارگاہ میں دعاؤں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

اسی آستانے سے تھوڑے فاصلے پر حضرت عکاشہؓ کے شاگرد رشید اور پیر و حضرت سیدنا صاحب گنج کا آستانہ ہے۔ یہ دونوں آستانے تھوڑے فاصلوں پر ہیں مگر دونوں کی احاطہ بندی ایک ہی ہے یہ دونوں آستانے ساحل سمندر سے دو فرلانگ پر واقع ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا عرس گیارہ ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔

نوٹ: فرانسیسیوں کی آمد کے بعد اس شہر ''محمود بندر'' کا نام (فرنگی پیٹ۔ پرنگی پیٹائی) سے موسوم ہوا۔ یہ علاقہ چدمبرم ڈسٹرکٹ میں آتا ہے۔ محمود بندر کو ایک بزرگ عالم مولانا عبدالعالم صدیق نے ''بغداد ثانی'' کہا ہے۔ چدمبرم بذات خود صوفیوں کی پائندہ آرام گاہ ہے۔ محمود بندر کی راہ سے عربوں کی تجارت سارے ہندوستان میں ہوا کرتی تھی تو سب سے پہلے چدمبرم کو اسلام کی روشنی ملی تھی۔

مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر مصنفہ جاویدہ نے حضرت تمیم انصاریؓ کا ذکر یوں کرتی ہیں:

''حضرت تمیم انصاریؓ صحابی رسول ﷺ آپؓ کا روضہ مبارک

Marfat.com

شہر مدراس سے تقریباً ۴۰ کلو میٹر کے فاصلے پر کولم (شریف) نام گاؤں میں ساحل خلیج بنگال سے بہت قریب واقع ہے۔ روایت ہے کہ آپؓ عرب تاجروں کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے اور آپؓ نے تبلیغ و اشاعت کے لیے کولم (Kollam) کو پسند فرمایا تھا۔ اس دور میں پلوارا جاؤں کی حکومت تھی جس کا ایک مشہور پایۂ تخت مہابلی پورم اور اس کی بندرگاہ اس دور میں بہت مشہور تھے۔ مہاپلوا (Great Pallava) کے نام پر اس شہر کا نام ماملا پورم پڑا جس کو مہابلی پورم کہا جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق یکم صدی ہجری میں آپؓ یہاں آئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ حضور پرنور ﷺ کی وفات کے بعد یہاں آئے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ بعض شر پسند لوگ اُن کے وجود ہی کو مشکوک بتاتے ہیں جو کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اس لیے کہ قدرت کسی جھوٹ کو زیادہ دنوں تک پنپنے نہیں دیتی اور خصوصی طور پر ایک ایسی مقدس ہستی کے معاملے میں جو اپنے حبیب ﷺ کے صحابی ہوں۔ اللہ ان کا جھوٹ انھی کے منہ پر مارے اور ان پر لعنت بھی بھیجی جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ آپؓ سے متعلق ایک روایت بہت مشہور ہے کہ آپؓ کے والد محترم کا نام گرامی احمد انصاریؓ تھا اور آپؓ مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔ آپؓ (حضرت تمیم انصاریؓ) ہندوستان جب آئے تھے تو پہلے کراچی میں قیام کیا تھا۔ جہاں آپؓ کا وصال ۵۷ھ میں ہوگیا۔ آپؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کے جسد مبارک کو ایک چوبی تابوت میں بند کر کے بحر عرب کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اسے جس کنارے پر لگائے وہیں آپؓ کی تدفین عمل میں آئے۔ یہ تابوت مختلف سمندروں میں بہتا رہا اور آخر کار یہ خلیج بنگال کے ساحل پر واقع چھوٹے سے قریہ ''کولم'' پر آ لگا۔

Marfat.com

ماہی گیروں نے اسے سمندر میں کوئی خزینہ سمجھ کر جال بھی پھینکے تھے مگر وہ تابوت بچتا بچاتا آیا تھا۔ آپؓ کی تدفین وہیں عمل میں آئی اس روایت کو اگرچہ مقبولیت حاصل ہے مگر اس کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ بھی ہے۔

آپؓ کا روضہ (جسے درگاہ کہنا بھی مناسب نہیں کیوں کہ یہ صحابی رسول ﷺ کا معاملہ ہے) بہت ہی قدیم طرز کا ہے جس پر ایک گنبد بھی ہے جسے عرب طرزِ تعمیر پر مکمل کیا گیا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک مسجد بنام مسجد مالک بن دینارؒ ہے (اور کہا جاتا ہے کہ یہاں آپؓ کا مزار بھی ہے۔ (واللہ عالم) اور ایک خانقاہ ہے۔ ہر دن صبح سے شام تک زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور آپؓ کا عرس ۳۰ ذی القعدہ کو منایا جاتا ہے۔''

حضور پاک ﷺ کے علاوہ اسلام کی اشاعت میں صحابۂ کرامؓ کا کردار سنہری حروف سے رقم ہے ۔ڈاکٹر مشرف حسین انجم کا یہ قطعہ ملاحظہ ہو۔

ہر جنگ میں صحابہؓ کی جرأت کے نقش پر
سایہ فگن تھا پرچم ہدایت کے نُور کا
غزوات میں خدا کی حمایت کے ساتھ ساتھ
شامل تھا خاص حُسنِ تدبُّر حضور ﷺ کا

ممتاز محقق نصیر الدین ہاشمی کی کتاب ''دکن میں اُردو'' محتاجِ تعارف نہیں۔ اُردو کی ابتداء کے حوالے سے شائع شدہ کتب میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے اُردو کی ابتداء کو دکن سے شروع کیا ہے۔ اُردو کا مسکن دکن کو قرار دیتے ہوئے اُنھوں نے اس دلیل کا سہارا لیا ہے کہ ہندوستان فتح کرنے سے بہت پہلے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی مسلمان دکن میں وارد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ نصیر الدین ہاشمی اپنی کتاب ''دکن میں اُردو'' کے صفحہ نمبر ۳۳ پر رقم طراز ہیں:

''جو تحقیق ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں ہوسکتا کیوں کہ ان فاتحوں کی اصلی زبان عربی تھی اس لحاظ سے جو زبان عالمِ وجود میں

Marfat.com

آتی وہ عربی اور سوراسنی سے مشترک ہوتی مگر چوں کہ اس میں فارسی کا حصہ زیادہ ہے اس لیے ہم یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ اُردو کی ابتدا سندھ سے نہیں ہوئی۔ سندھ کے بعد مسلمانوں کی آمد سواحل ملیبار اور کرناٹک پر ہوئی۔ شیوخ عرب اور سرداران آل ہاشم تجارت اور تبلیغ دین کی دھن میں صدہا میل سمندر کی راہ طے کر کے پُرامن طریقہ سے سواحل ہند پر پہنچے اور اپنی کوشش وجدوجہد سے سواحل کے ہندوؤں میں خاص رسوخ حاصل کرلیا۔ اپنی ملنساری اور نیک مزاجی سے ان کے دلوں میں گھر کرلیا اور وہ سواحل سے گذر کر اندرونِ ملک میں دور تک پہنچ گئے۔ اپنی مسجدیں تعمیر کیں اپنی حکومتیں قائم کیں۔ اپنے مذہب کی اشاعت کی۔ اپنی تعلیم کی تلقین کی۔''

اس بات کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ ۶۱۶ عیسوی میں مالابار کا راجہ زمورا المعروف سامری مسلمان ہو گیا تھا۔ مشہور مسلمان جغرافیہ دان مسعود ۹۱۶ عیسوی میں ہندوستان سے گزرا۔ اس کے مطابق اس وقت ہندوستان میں دس ہزار سے زیادہ مسلمان آباد تھے۔ ممتاز محقق ومؤرخ ابوالفداء کے مطابق مالابار کے مقام پر ایک خوب صورت مسجد اور مسلمانوں کا چوک تھا۔ اس بات کا تذکرہ ابن بطوطہ کے سفرنامہ میں بھی موجود ہے۔

ممتاز دانش ور، ڈاکٹر تارا چند کی کتاب ''Influence of Islam on Indian Culture'' ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں منظرعام پر آیا۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ محمد مسعود احمد نے ۱۹۵۸ء میں کیا۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مجلس ترقی ادب نے جون ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے کتاب کا پیش لفظ لکھتے ہوئے، پروفیسر محمد مسعود احمد کی کاوش کو سراہا۔ مؤلف ڈاکٹر تاراچند نے صفحہ نمبر ۱۸ پر مختلف کتب کے حوالوں سے سرزمینِ ہند پر اسلام کے اثرات اور ترویج اسلام کے بارے میں لکھا ہے:

''مسلمانوں نے سرزمین ہند پر پہلی صدی ہجری میں قدم رکھا۔ اگرچہ وہ یہاں بیگانے تھے مگر بیگانوں کی طرح رہے اور غیروں کو اپنا بنایا۔ فاتح ومفتوح جب اس طرح شیر وشکر ہو کر رہیں تو پھر باہمی اثر پذیری اور شدت اختیار کر جاتی ہے اور پھر اس سرزمین پر مذہب

Marfat.com

اسلام کوئی اجنبی نہ تھا، توریت و انجیل کی طرح یہاں کی مقدس کتابوں میں آں حضرت ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ چناں چہ "رگھوید" میں "اسم احمد" اور "اتھروید" اور "یجروید" میں اسم "محمد" موجود ہے۔ دامن ہمالیہ میں "کپل وستو" کا رہنے والا گوتم بدھ جس کو شاید قرآن عظیم نے "ذوالکفل" سے تعبیر کیا ہے، اپنے خادم نندا کو آں حضرت ﷺ کی بشارت دیتا ہے کہ وہ آنے والا نبی اپنے وقت پر آئے گا اور اس کو "میتریا" (رحمۃ للعالمین) کہا جائے گا۔ چناں چہ جب وہ رحمت عالم (ﷺ) آیا تو سب سے پہلے لنکا والوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔ حالات و تعلیمات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے یہاں سے دو آدمی مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ نامساعد حالات کی وجہ سے یہ لوگ آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں پہنچے۔ فاروق اعظمؓ کے پیکر قدسی کو دیکھا اور گدڑی پوش جہاں آراء و جہاں باں سے متاثر ہو کر چلے۔ جب لنکا واپس پہنچ کر سیرت فاروقؓ بیان کی تو وہاں کے باشندوں نے فاروق اعظمؓ کی یاد میں پیوند لگے کپڑے پہننے شروع کر دیئے۔ خلفائے راشدین میں یہ وہی خلیفۂ قوم ہیں جن کا ذکر بیاس جی نے راسنگ رام میں کیا ہے۔ سرزمین سندھ پر جب مسلمانوں کا تسلط ہو چکا تو تیسری صدی (۲۷۰) ہجری میں کشمیر کے راجا مہروک نے ایک عراقی الانسل سندھی عالم کو اپنے دربار میں بلا کر قرآن کریم کی ہندی زبان میں تفسیر لکھوائی۔ مفسر نے جب ایک آیت کی تفسیر پڑھ کر اس کو سنائی تو وہ زمین پر سجدہ ریز ہو گیا، زار و قطار رونے لگا حتیٰ کہ سارا چہرہ خاک آلود ہو گیا، سر اٹھایا تو توحید الٰہی کا اعلان کر رہا تھا۔

بہر حال آں حضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد سرزمینِ ہندوپاک میں ایک بیداری پیدا ہو گئی اور دینِ محمدی ﷺ کی آمد

Marfat.com

کی خوشیاں ہونے لگیں۔ ایسے دین کے اثرات کتنے گہرے ہوں
گے جس کے استقبال کے لیے یہاں سب چشم براہ تھے اور جس کو
اس سرزمین پر تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔ تاریخِ ہند کا اہم تقاضا تھا
کہ ہندو تمدن پر اسلامی اثرات کا جائزہ لیا جائے۔"

عرب، اسلام اور ہند

قرآن، احادیث، سنن اور مختلف روایات سے عرب، اسلام اور ہند کا تعلق بڑا واضح ہے۔ چند مثالیں عربی اور ترجمہ کے ساتھ پیش ہیں۔

☆ **عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ قال: قال رسول ﷺ: "عصابتان من اُمتی احرزھما اللہ من النار: عصابة تغزو الھند، وعصابة تکون مع عیسی ابن مریم علیھما السلام"** (سنن النسائی: ۳۱۷۵)

۱) حضرت ثوبانؓ جو نبئ پاک ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں سے روایت ہے۔ اُنھوں نے فرمایا: فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے، میری اُمت کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جن کو محفوظ رکھیں گے اللہ تعالیٰ آگ سے، ایک جماعت جو جہاد کرے گی ہندوستان میں اور ایک جماعت جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔

☆ **عن ابنِ عباسؓ: "اَن آدم علیہ السلام حج علی رجلیہ من الھند اَربعین حجة** (شعب الایمان: ۳۷۰۲)

۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: آدم علیہ السلام نے چالیس مرتبہ ہندوستان سے پیدل حج کیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ایک ہزار مرتبہ ہندوستان سے پیدل چل کر حج ادا کیا۔ (فضائل حج: شیخ زکریاؒ)

☆ **عن ابی ھریرةؓ قال: وَعَدَنَا رَسُولُ اللّٰہ ﷺ غَزْوَةَ الھِنْدِ، فان اُدْرِکْھَا اَنفِدُ فِیھا نَفْسِی ومالی فَاِنْ اُقْتَلْ کُنْتُ مِنْ افضلِ الشُّھَدَاء، واِنْ اَرْجِع فانا ابو ھریرة المُحَرر** (السنن الکبری للنسائی: ۴۳۶۷)

۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: وعدہ لیا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان میں جہاد کا۔ لہٰذا اگر میں اس جہاد کو پالوں تو اس میں اپنی جان و مال کو کام میں لاؤں گا اور اگر میں قتل کر دیا

Marfat.com

جاؤں۔تو میں شہداء میں سے افضل ہوں گا اور اگر لوٹ آؤں تو میں آزاد کیا ہوا ابوھریرہؓ ہوں گا۔

☆ عبدالرزاق عن بن عيينة عن فرات القزاز عن أبي الطفيل عن علي قال خير واديين في الناس ذي مكة ووادفي الهند هبط منه آدم عليه السلام فيه هذا الطيب الذي تطيبون به وشرواديين في الناس وادي الأحقاف وواد بحضرموت يقال له برهوت وخير بئر في الناس زمزم وشر بئر في الناس بلهوت وهي بئر في برهوت تجتمع فيه أرواح الكفار (مصنف عبدالرزاق:۹۱۱۸)

۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: لوگوں کی وادیوں میں سے سب سے بہتر مکہ ہے اور ہندوستان کی وہ وادی جس میں آدم علیہ السلام کو اُتارا گیا، یہ وہ خوشبو ہے، جس کے ذریعے تم خوشبو حاصل کرتے ہو اور لوگوں کی وادیوں میں سے سب سے بری وادی احقاف اور وادی حضرموت ہے۔جس کو برھوت کہا جاتا ہے اور لوگوں کے کنوؤں مین سے سب سے بہتر زم زم ہے اور سب سے بُرا کنواں بلھوت ہے اور وہ کنواں برھوت میں ہے۔جس میں کفار کی روحیں جمع کی جاتی ہیں۔

☆ وبهذا الاسناد حدثنا يونس ، عن ثابت بن دينار ، عن عطاء ، قال: " أُهبط آدم بالهند، فقال : يارب مالي لا اسمع صوت الملائكة كما كنت اسمعها في الجنة ؟فقال له: بخطيئتك يا آدم ، فانطلق فابن له بيتا فتطوف به كما رايتهم يتطوفون ، فانطلق حتى اتى مكة ، فبنى البيت ، فكان موضع قدمي آدم قرى و أنهارا وعمارة ، وما بين خطاه مفاوز ، فحج آدم عليه السلام البيت من الهند اربعين سنة "(شعب الايمان:۳۷۰۱)

۵) بیان کیا ہمیں یونسؒ نے ثابت بن دینارؒ سے اُنھوں نے عطاء سے وہ فرماتے ہیں: اُتارا گیا آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں، تو انھوں نے فرمایا: اے میرے رب مجھے کیا ہو گیا۔ میں فرشتوں کی آواز نہیں سن پا رہا، جیسا کہ میں جنت میں سنتا تھا۔تو اللہ نے فرمایا: تیری لغزش کی وجہ سے ہے۔اے آدم، جا کر اللہ کے لیے ایک گھر تعمیر کرو۔ پھر تو طواف کر اس کا جیسا کہ میں نے دیکھا ان کو طواف کرتے ہوئے۔پس وہ چلے یہاں تک کہ وہ مکہ آئے، پھر تعمیر کیا بیت اللہ کو، پھر آدم علیہ السلام کے قدم جہاں جہاں لگے وہاں پر بستیاں، باغات آباد ہوئے اور نہریں جاری ہوئیں۔اُن کے قدموں کے درمیان بیابان اور جنگل اُگے۔ پھر آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج ہندوستان سے چالیس سال کیا۔

Marfat.com

☆ حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ، ثنا الحسن بن علی بن عفان العامری، ثنا ابو يحيى الحمانی ، ثنا النضر ابو عمر الخزاز ، عن عكرمة ، عن ابن عباس، قال: " كان بين نوح وهلاك قومه ثلاث مائة سنة ، وكان قد فار التنور فی الهند وطافت سفينة نوح بالكعبة أسبوعا" هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه (مستدرک للحاکم:۳۳۱۱)

۶) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا نوح علیہ السلام اوران کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سوسال کا عرصہ تھااور تندور کے اُبلنے کا واقعہ ہندوستان میں پیش آیا تھا۔حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے کعبہ کے سات چکر لگائے۔

☆ حدثنا محمد بن الحسن الكارزی ، ثنا علی بن عبدالعزيز ، ثنا حجاج بن منهال، ثنا حماد بن سلمة ، عن حميد، عن يوسف بن مهران ، عن ابن عباس رضی الله عنهما ، قال : قال علی بن ابی طالب: " أطيب ريح فی الارض الهند، أهبط بهاآدم عليه الصلاة والسلام فعلق شجرها من ريح الجنة " هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه (مستدرک للحاکم:۳۹۹۵)

۷) حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے: حضرت علیؓ نے فرمایا: ''زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ خوشبو ہندوستان کی ہے۔ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اُتارا گیا۔جس کے درختوں میں جنت کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔

☆ عن ابن عباسؓ، عن النبی ﷺ ، قال: أجرى الله عزوجل من الجنة الى الارض خمسة أنهار : سيحون، وهو نهر أهل الهند، وجيحون، وهو نهر بلخ ، ودجلة والفرات، وهما نهرا العراق، والنيل، وهو نهر أهل مصر ، أنزلها من عين واحدة من عيون أهل الجنة، من أسفل درجة من درجاتها على جناحی جبريل عليه السلام ، فاستودعها الجبال، واجراها فی الارض ، وجعل فيها منافع للناس فی أصناف معايشهم (الکامل فی ضعفاء الرجال)

۸) حضرت ابن عباسؓ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: جاری کی اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین کی طرف پانچ نہریں۔سیحون یہ ہندوستان کی نہر ہے اور جیحون یہ بلخ کی نہر ہے۔دجلہ اور فرات دونوں

Marfat.com

عراق کی نہریں ہیں اور نیل مصر والوں کی نہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن (پانچ نہروں) کو جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ بنایا۔ جو جنت کا سب سے نچلا درجہ ہے، جبرائیل علیہ السلام کے دو پروں پر ہے۔ پھر ان کے پاس پہاڑوں کو گاڑا اور زمین میں اُن نہروں کو بہایا اور اُن پانیوں میں لوگوں کے کئی قسم کے منافع بخش روزگار وابستہ کر دیے۔

☆ وحدثني أبو العباس قال: ثنا عبدالله، عن عمرو، عن أسباط، عن السدي قال: "هبط آدم عليه السلام بالهند وأنزل معه الحجر الأسود، وأنزل معه قبضة من ورق الجنة فنثرها بالهند فنبت شجر الطيب، فأصل مايؤتى به من الطيب من الهند من الورق، وانما قبض آدم عليه الصلاة والسلام القبضة أسفا على الجنة حيث أخرج منها" (اخبار مکۃ للفاکھانی:۱۸)

۹) حضرت سدیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اُتارا گیا۔ ان کے ساتھ حجرِ اسود کو بھی اتارا گیا اور اُن کے ساتھ مٹھی بھر جنت کے پتے جنھیں ہندوستان میں پھیلا دیا گیا۔ جس سے خوشبو کے درختوں کی پیداوار ہوئی۔ ہندوستان سے درآمد شدہ خوشبو کا سرچشمہ یہی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے جانے پر اظہارِ افسوس کے طور پر ایک مٹھی پتوں کی ساتھ لے آئے تھے۔

مذکورہ روایات سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ برِعظیم پاک و ہند کا یہ علاقہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کا مسکن ہے۔ یہاں نبی پاک ﷺ کی بشارتوں اور اشارتوں کے تمام اثرات نظر آتے ہیں۔ اس خطے پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ایک فطری بات ہے۔ خالقِ کائنات نے اشاعتِ توحید و رسالت کے لیے اس خطے کا انتخاب کیا۔ جیسا کہ اُوپر سطور میں تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی خطے سے کئی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ برِعظیم پاک و ہند کی خوشبو کو جنت کے باغوں کی خوشبو سے تعبیر کیا گیا۔ اس اعتبار سے یہ جنت ارضی ہے۔ اس جنتِ ارضی پر اللہ کا پیغام، اللہ کے بندوں کے ذریعے عالمِ انسانیت تک پہنچا۔ اللہ کے نیک بندے خالقِ کائنات کا پیغام لیے یہاں گھومتے پھرتے رہے۔ ترویجِ حق کے لیے محسنِ انسانیت ﷺ نے مشرق اور اہلِ مشرق کے حوالے سے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ کئی کتابوں میں بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کا قیام بشارتِ رسول ﷺ کا ثمر ہے۔ وسعتِ مطالعہ اور دینِ متین سے محبت رکھنے والے اِن امور کی نشانیاں ڈھونڈنے میں مستغرق رہتے

Marfat.com

ہیں۔ نشانِ منزل اُنھی لوگوں کو ملتا ہے جو اُس کی خواہش رکھتے ہیں۔ حضرت احمد بن حنبل، المسند میں رقم طراز ہیں:

''میری اُمت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور ان میں سے شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا وہ (فوجی آپریشن کی صورت میں) ختم کر دیا جائے گا۔ ان میں سے شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا (ریاستی ادارے) ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ (قطع کے معنی مرادی ہے۔ قطع کر دیئے جانے کی معنوی مناسبت فوجی آپریشن کے ساتھ زیادہ بنتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یوں بھی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا اور فرمایا ان میں سے شیطانی گروہ جب بھی نکلے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل میں دجال نکلے گا۔''

(احمد بن حنبل، المسند)

فخرِ موجودات ﷺ نے اسلام کی آبیاری کے لیے چار مقامات کا تذکرہ فرمایا:

۱) ہند ۲) سندھ ۳) مشرق ۴) عرب

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں عرب ہوں لیکن عرب مجھ میں نہیں۔ میں ہند نہیں لیکن ہند (برعظیم یعنی پاکستان) مجھ میں ہے۔ (الطبرانی، ال اسٹ)

''اِس اُمت کے دستے سپہ سالاری کرتے ہوئے سندھ اور ہند کی جانب بڑھیں گے۔ (المسند)

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ فخرِ انسانیت نے فتوحات کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوا۔ سرایا ہوں یا غزوات، منصوبہ بندی ہو یا معاہدے، اُن کے دور رس نتائج سامنے آئے۔ اسلامی تعلیمات ایک نقطہ پر مرکوز نہیں ہیں بل کہ یہ زندگی کے ہر دور میں ہمارے لیے مشعلِ آفاق ہیں۔ جن لوگوں نے تعلیماتِ رسول ﷺ کو حرزِ جاں بنایا کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ راقم الحروف کی اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ دنیا کو باور کروایا جائے کہ یہ خطہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بصیرت اور بشارت کے آئینے میں منظرِ عام پر آیا۔ اس خطے کی حفاظت، اسلام کی حفاظت ہے۔ اس خطے کا دفاع، دفاعِ اسلام ہے۔ اس

Marfat.com

خطے (پاکستان) کا پرچم، پرچمِ اسلام ہے۔ زندگی مسلسل امتحان ہے، تجربات، ٹھوکریں اور ہر قلب میں ذکرِ رسول ﷺ مسلمان کی کامیابی کے زیور ہیں۔ ہر موڑ پر ایک امتحان، ہر مرحلے پر ایک سبق اور ہر کام میں ایک تجربہ اہلِ اسلام کو کشتیِ مراد تک لایا۔ حسن و جمالِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

> ”تمھارے خزانے پر تین افراد لڑیں گے اور تینوں بادشاہوں کے بیٹے ہوں گے۔ پھر وہ خزانہ ان میں سے کسی کو نصیب نہ ہوگا۔ اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ علم بردار برآمد ہوں گے پھر وہ تم سے ایسی جنگ لڑیں گے کہ کبھی کسی قوم نے نہ کی ہوگی۔“ (ابوداؤد)

اذا رایتم الرایات السود جائت من قبل خراسان فاتوها ولو حبوا علی الثلج فان فیها خلیفة الله المهدی (رواہ احمد والبیہقی)

جب تم دیکھو سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آرہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے کیوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

مسلمانوں کا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا۔ اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان ہندوؤں کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس جہادِ عظیم کی برکت سے) ان (مجاہدین) کی مغفرت فرمادے گا۔ پھر جب وہ مسلمان واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریم کو شام میں پائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ”اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا کردی اور ہم واپس پلٹ آئے، تو میں ایک آزاد ابو ہریرہؓ ہوں گا۔ جو ملک شام میں (اس شان سے آئے گا) کہ وہاں عیسیٰؑ ابن مریم کو پائے گا۔

یارسول اللہ ﷺ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ ان کے پاس پہنچ کر انھیں بتاؤں کہ میں آپ ﷺ کا صحابی ہوں۔“ (راوی کا بیان ہے) کہ حضور ﷺ مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا: ”بہت مشکل، بہت مشکل“ (کتاب الفتن، نعیم بن حماد رح)

علماء و مشائخ نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اللہ کا دین پھیلانے کے لیے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ تصوف اور اہلِ تصوف کے بارنے میں لاتعداد کتب منظرِ عام پر ہیں۔ برِعظیم پاک و ہند میں نغمۂ حق انہی

Marfat.com

بزرگانِ دین کے دم قدم سے ہوا۔ شاعرِ مشرق، شاعرِ اسلام، مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن اور ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے آزاد پاکستان تو نہیں دیکھا لیکن اُنھوں نے برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کی عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑانے کا فریضہ انجام دیا۔ انھوں نے جہاں عالمِ انسانیت کو اخوت و مروت کا پیغام دیا وہاں مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ یاد دلوا کر آزادی کا درس دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

ایک غیبی قوت مسلمانوں کے ساتھ رہی۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی ہندوستان سے پاکستان ہجرت کے ایک ہی مقاصد ہیں۔ اسلامی ریاست اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا قیام۔ ریاستِ مدینہ اور اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے مقاصد میں غضب کی مماثلت ہے۔ دونوں کا مقصد پرچمِ اسلام اور نظریۂ اسلام کا فروغ ہے۔ مدینہ سے مکہ تک مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر کے باطل کو نیست و نابود کر دیا۔ برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے ایک اللہ تعالیٰ، ایک ختم الرسل ﷺ اور ایک کتاب قرآن پاک کے نام پر دس لاکھ سے زیادہ جانوں کا نذرانہ دے کر اسلامی فتح و نصرت کا پرچم بلند کیا۔ مدینہ اور مکہ میں اہم تر فتوحات رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں ہوئیں اور پاکستان بھی ۲۶۔۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ میں معرضِ وجود میں آیا۔ دنیا لاکھ انکار کرے لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ پاکستان کا قیام کالی کملی والے ﷺ کے حسبِ منشاء ہوا۔ تاریخ کا یہ باب بھی اہم ہے کہ پاکستان سے غداری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں عبرت ناک سزا دی ہے۔ مجیب الرحمٰن، بھاشانی، لارڈ ماؤنٹ بیٹن، ریڈکلف، روی شاستری، اندرا گاندھی، راجیو گاندھی اور ایسے ہی پاکستان سے بغض رکھنے والے اپنے انجام کو پہنچے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے سوال کیا گیا کہ آپؒ نے قائداعظمؒ کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھائی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ قائداعظمؒ کا جب انتقال ہوا تو میں نے رات کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قائداعظمؒ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ قائداعظمؒ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرا مُجاہد ہے۔ حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"جب جنگوں پر جنگیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ غیر عرب اقوام میں
سے ایک قوم کو اُٹھا کر کھڑا کرے گا۔ وہ شہ سواری میں عربوں سے

Marfat.com

بہتر اور اسلحہ میں ان سے برتر ہوں گے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا۔'' (داؤد شریف)

ممتاز صحافی اور دانش ور ملک محمد معظم توصیف نے اپنے ایک مضمون (نوائے وقت، تجارت، وفاق میں شائع شدہ) میں لکھتے ہیں کہ

''میں بابائے قوم محمد علی جناحؒ کی روحانی عظمت کا ایک ایسا واقعہ قلم بند کر رہا ہوں جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ شاید یہ پہلے بہت کم لوگوں کے علم میں ہے۔ میں سیال شریف میں حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ میرے ہمدم دیرینہ ممتاز عارف، ہارون الرشید تبسم اور صاحبزادہ محمد سعید کاظمی بھی موجود تھے۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ نے اپنی گفتگو کا رخ تحریک پاکستان کی طرف کیا تو مجھے موقع مل گیا کہ میں کئی سالوں سے اپنے دل میں کلبلاتے ہوئے ایک سوال کا جواب حاصل کر سکوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور خانوادہ سیال شریف کی تحریک پاکستان کے لیے خدمات اظہر من الشمس ہیں اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے قیام پاکستان کے لیے عملی جہاد فرمایا۔ آپ نے پنجاب اور صوبہ سرحد کے طول و عرض کے طوفانی دورے فرمائے۔ اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کو قیام پاکستان کے لیے متحرک فرمایا۔ حتیٰ کہ سلہٹ کے ریفرنڈم میں قیام پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ مسلم لیگ ضلع سرگودھا کے صدر رہے۔ لیکن جب حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کی قیام پاکستان کے دوران تقاریر اور محمد علی جناحؒ کے نام آپ کی خط و کتابت پڑھتا اور دیکھتا ہوں تو آپ نے کہیں بھی محمد علی جناحؒ کو قائداعظم نہیں لکھا خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ میرے اس سوال پر قدرے تبسم آویز ہوئے تو مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔ حضرت خواجہ فخر الدین سیالویؒ نے فرمایا کہ چلو تمہیں اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے اور محمد علی جناحؒ کی روحانی عظمت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ دن رات مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر سرگرم عمل تھے تو اس وقت ضلع سرگودھا خوشاب اور سرگودھا پر مشتمل تھا اور یہاں سیال شریف کے مریدوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی خاص طور پر موجودہ تحصیل شاہ پور ہمارے مریدین کا گڑھ تھی اور یہاں سے یونینیسٹ پارٹی کا سربراہ اور متحدہ پنجاب کا وزیر اعظم ملک خضر حیات ٹوانہ ۱۹۴۶ء کے

Marfat.com

انتخابات میں حصہ لے رہا تھا۔ شیخ الاسلام صاحب کی مسلم لیگ کی قیادت وحمایت کرنے پر اسے اپنی شکست اور مسلم لیگ کی جیت یقینی نظر آ رہی تھی۔ ملک خضر حیات ٹوانہ نے اس سے قبل بھی حضرت صاحب کو مسلم لیگ کی حمایت سے روکنے کے لیے تمام حربے استعمال کئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کے فیصلے پر چٹان بن کر ڈٹے رہے۔ ٹوانہ خاندان کی کثرت کثیرہ سیال شریف کے مریدین پر مشتمل تھی۔ اس طرح ملک خضر حیات ٹوانہ کو اپنی برادری کے اندر سے مخالفت کا سامنا تھا۔ چناں چہ اس نے آخری حربے کے طور پر اپنے خاندان کی خواتین کو میلہ کی صورت سیال شریف بھیجا۔ (پنجاب کی ایک روایت ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی بات منوانی ہو یا اس کی ناراضی دور کرنی ہو تو بہنوں اور بیٹیوں کو بھیجا جاتا ہے جسے بہنوں، بیٹیوں کا میلہ کہا جاتا ہے) ملک خضر حیات ٹوانہ کی طرف سے بھجوائے گئے اس میلہ میں شریک خواتین ننگے پاؤں سیال شریف آئیں اور حضرت صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہم سب آپ کی مرید ہیں۔ بیٹیاں اور بہنیں ہیں آپ مہربانی فرمائیں اور ملک خضر حیات ٹوانہ کی الیکشن میں حمایت کا اعلان کریں یا حمایت کا وعدہ فرمائیں یا پھر آپ مسلم لیگ ن کی حمایت نہ کریں اور قیام پاکستان کی تحریک میں حصہ نہ لیں اور خاموشی فرمالیں۔ اس پر حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کی آنکھیں بھر آئیں اور آپ نے خواتین سے فرمایا کہ پیر سیال کی بارگاہ میں آنے والا کبھی خالی نہیں گیا۔ کبھی کوئی نامراد نہیں لوٹا۔ اپنی چادریں سروں پر لے لو، میں مجبور ہوں کہ تمہیں آج خالی جھولی اور خالی ہاتھ ہی جانا ہوگا۔ تم میری بچیاں ہو، بہنیں ہو، میں تمہیں کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتا لیکن آج تمہیں خالی ہاتھ بھیجنے کی وجہ بھی بتا دیتا ہوں کہ تمہیں تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے لیے میری حمایت کے اٹل فیصلہ کی اصل وجہ بھی معلوم ہو سکے۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ نے فرمایا کہ میں رات کو سیال شریف میں اپنے حجرے میں محوِ خواب تھا کہ میں نے دیکھا کہ میں اور ہندوستان کے تمام زعماء، علماء، فضلاء، اولیاء اور لاکھوں عوام کا اجتماع میدان عرفات میں ہے اور ہم سب ایک اونچے بنے ہوئے سٹیج کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے ہم سب کو کسی کی آمد کا انتظار ہے۔ پھر اس سٹیج پر آقائے دو جہاں سرور کائنات محبوبِ خدا نبی پاک ﷺ اپنے چاروں خلفائے راشدینؓ کے ہمراہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ سب سے آگے آپ قیام فرما ہیں اور آپ ﷺ سے پیچھے ہٹ کر

Marfat.com

دائیں جانب خلفائے راشدینؓ ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک میں ایک جھنڈا ہے۔ چند لمحوں کے بعد حضور نبی کریم صاحب لولاک ﷺ فرماتے ہیں کہ محمد علی جناحؒ کہاں ہیں؟ ہم سب مجمع میں دیکھنے لگ جاتے ہیں جیسے ہمیں معلوم ہو کہ محمد علی جناحؒ ہم میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دفعتاً محمد علی جناحؒ مجمع کو چیرتے ہوئے اس اونچے بنے ہوئے سٹیج کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ہم سب ان کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ نبی پاک ﷺ کے سامنے نگاہیں نیچی کر کے باادب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سرکار دو عالم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے ہیں کہ جھنڈا لاؤ ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ آپ ﷺ وہ سبز ہلالی پرچم پرچم محمد علی جناحؒ کو عطا فرماتے ہیں۔ میری آنکھ کھل گئی اور اگلی صبح میں نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔"

قبل ازیں نبی پاک ﷺ کی روایت کے مطابق "ہند کی جانب سے ٹھنڈی ہوا کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ آپ ﷺ نے چار الفاظ اس خطے کے لیے استعمال فرمائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لفظ "ہند" استعمال فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بڑی مشہور حدیث مبارکہ ہے کہ "میں عرب ہوں لیکن عرب مجھ میں سے نہیں ہے۔ میں ہند میں سے نہیں ہوں لیکن ہند مجھ میں سے ہے۔"

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔" (مسلم)

تو ہند کی ایک اصطلاح ہے جو رسول اللہ ﷺ استعمال فرماتے رہے ہیں۔ غزوۂ ہند آپ ﷺ نے استعمال فرمائی دوسری اصطلاح جو آپ ﷺ نے اس خطے کے لیے استعمال فرمائی وہ سندھ ہے۔

ایک حدیث شریف ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "میری فوج کے لشکر سندھ اور ہند پر حملے کریں گے۔"

محمد بن قاسم (۹۳ ہجری بمطابق ۷۱۲ عیسوی) سندھ پر آئے تھے۔ اس وقت سندھ تقریباً آدھا پاکستان تھا۔ محمد بن قاسم ملتان تک فتوحات کرتے چلے گئے اور یہ علاقہ آپ نے فتح کیا تھا۔

پھر جو لفظ آپ ﷺ نے اس خطے کے لیے استعمال فرمایا وہ مشرق ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا "اسلامی لشکر اٹھیں گے کہ جن میں امام مہدی ہوں گے۔"

Marfat.com

آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کئی فتنے بھی یہیں سے اُٹھیں گے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ غیر اسلامی اور انتہا پسندی کے فتنے اسی علاقے سے اُٹھ رہے ہیں اور پاکستانی فوج اِن کی سرکوبی کر رہی ہے۔

اذا رایتم الرایات السود جائت من قبل خراسان فاتوھا و لو حبوا علی الثلج فان فیھا خلیفة اللّٰہ المھدی (رواہ احمد والبیہقی)

جب تم دیکھو سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آ رہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا اگر چہ برف کے اُوپر گھٹنوں کے بل چلنا ہی کیوں نہ پڑے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوں گے۔

قبل: پہلے، پہلے سے (ایک اسم جو وقت ظاہر کرتا ہے اور کبھی کبھی جگہ کے لیے استعمال ہوتا ہے)

قِبَلَ: (اسم) طرف، جہت، طاقت، سامنے

یعنی خراسان سے پہلے یا خراسان کی جانب یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں اور ایک حدیث میں خراسان کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جو پاکستان کا شمالی حصہ ہے سو اگر تینوں طرح سے ترجمہ لے لیں۔ خراسان لے لیں۔ خراسان کی جانب لے لیں۔ خراسان سے پہلے لے لیں۔ جو بھی ترجمہ آپ لیتے ہیں اس میں سارا شمالی پاکستان شامل ہو جاتا ہے اور مشرق جب وہ کہتے ہیں تب بھی پاکستان شامل ہوتا ہے۔ ہند جب کہتے ہیں تب بھی پاکستان شامل ہوتا ہے کیونکہ ہند اب تقسیم ہو کر مشرک ہند اور مسلم ہند میں تبدیل ہو گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا خراسان کی جانب پھر آپ ﷺ نے فرمایا مشرق کی جانب پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہند کی جانب کیوں کہ خراسان کی احادیث مبارکہ کو آپ غزوہ ہند کی احادیث سے الگ نہیں کر سکتے یہ علاقہ پاکستان میں ہے۔ آپ کسی صورت میں رسول اللہ کی وہ احادیث مبارکہ جو رسول اللہ ﷺ نے ہند کے بارے میں فرمائی ہیں۔ ان کو الگ نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ سارا علاقہ ایک ہی ہے۔ ہند، مشرق اور خراسان کی احادیث مبارکہ آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔

ہند کے بارے میں بڑی مشہور حدیث مبارکہ ہے: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان کا تذکرہ کیا اور فرمایا ضرور تمہارا لشکر ہندوستان سے جنگ کرے، اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان ہندوؤں کے بادشاہوں (حکمرانوں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس جہادِ عظیم کی برکت سے) ان مجاہدین کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر جب وہ مسلمان پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریمؑ کو شام میں پائیں گے۔'' (کتاب الفتن، نعیم بن حمادؒ)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے واضح کر دیا ہے کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں کیا ہوگا۔ مسلمانوں کی ایک فوج ہندوستان سے جنگ کرے گی اور پوری دنیا اس بات سے واقف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فوج پاک فوج ہے۔ یہ پاکستان رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا یہ بات ہم اعتماد سے کہتے ہیں۔ بہت سے پاکستانیوں، علمائے کرام اور زائرین حرم شریف کا کہنا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کے گردونواح کا عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے اور حرم شریف کے قرب و جوار میں موجود مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا مشاہدہ کریں تو اِن کے رخ مجموعی طور پر مشرق یعنی پاکستان کی طرف نظر آتے ہیں۔ حرم شریف کا دروازہ تو بالکل ہی مشرق کے روبرو ہے۔ اِن مقاماتِ مقدسہ کے سامنے جو بھی پاکستانی جاتا ہے اُسے یقیناً یہ خیال بھی دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اِن کی شعاعیں پاکستان کو بقعہ نور بنا کر رکھتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ حرم، اہلِ حرا کا تعلق سرزمینِ پاک (پاکستان) سے ہے۔ گنبدِ خضریٰ اور پاکستانی پرچم کا رنگ بھی ایک یعنی سبز ہے۔ گنبدِ خضریٰ کے قرب و جوار میں جو ستارے بنائے گئے ہیں۔ اُن کی مماثلت بھی ہمارے چاند تاروں سے ہے۔

بلوچستان کے کئی سردار آزادی کا پرچم بلند کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اُنھیں بلوچی ہونے پر زیادہ فخر تھا۔ کچھ ایسے احباب بھی تھے۔ جنھوں نے قیامِ پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا کیوں کہ اُن کا سرداری نظام سخت متاثر ہو رہا تھا لیکن سچے کھرے مسلمانوں نے یہاں شمعِ اسلام کو گل نہ ہونے دیا۔ تاریخ نے دیکھا ہے کہ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء میں پاکستان کا ایٹمی تجربہ بلوچستان کی پہاڑیوں کے لیے باعثِ اعزاز ہوا کیوں کہ یہ عالمِ اسلام کا پہلا ایٹم بم ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر، ڈاکٹر ثمر مبارک اور اُن کی پوری ٹیم نے مجاہدینِ اسلام کی طرح اسی خطے سے عالمِ اسلام کو ایٹمی قوت بنایا۔ وہ لوگ بھی زندہ ہیں۔ جنھوں نے بابائے قوم محمد علی جناحؒ کے مسکن کو نذرِ آتش کر دیا۔ خان آف قلات بلوچستان، پاکستان سے الگ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اُنھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اب اُن کے پوتے نے ایکسپریس نیوز چینل پر مبشر لقمان کے پروگرام میں کھل کر کہا کہ ہمیں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ بلوچستان کو پاکستان سے ملاؤ پاکستان بن رہا ہے۔ بلوچستان کا صوبہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے جڑا ہے۔

بابائے قوم محمد علی جناحؒ کو نبی معظم ﷺ کی زیارت ہوئی جس میں حضورِ پاک ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر مسلمانوں کی آزادی کے لیے کام کریں۔ ایک دانش ور نے بابِ قوم محمد علی جناحؒ سے استفسار کیا کہ کیا آپ علامہ اقبالؒ کے خطوط سے متاثر ہو کر برعظیم پاک و ہند آئے ہیں۔ محمد علی جناحؒ نے

Marfat.com

کہا کہ ایک وجہ تو اقبالؒ کے خطوط ہیں لیکن اُس سے بڑی وجہ میں اُس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ بات کسی اور تک نہ پہنچے۔ قائداعظم نے اُس دانش ور کو بتایا کہ ایک دن وہ (قائداعظم) لندن کے ایک ہوٹل میں گہری نیند سوئے ہوئے تھے کہ اچانک اُن کی چارپائی کو جھٹکا لگا، وہ بے دار ہو گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ قائداعظم بارِ دیگر بسترِ استراحت پر دراز ہو گئے کہ پھر چارپائی ہلتے ہوئے محسوس ہوئی۔ قائداعظم باہر نکلے زلزلے کے بارے میں استفسار بھی کیا لیکن چارپائی ہلنے کا معمہ حل نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ چارپائی ہلی اور ایک غیبی آواز نے قائداعظم محمد علی جناح کو بیدار کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے ہندوستان چلے جائیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تمام تر سرگرمیاں معطل کر کے سایۂ رحمت اللعالمین ﷺ میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ، خودمختار اور اسلامی مملکت کے قیام کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ پروفیسر حنیف شاہد ماہر تعلیم، ماہرِ اقبالیات اور مخلص پاکستانی دانش ور ہیں۔ اُنھوں نے ''عید میلادُ النبی ﷺ اور قائداعظمؒ'' اور ''قائداعظمؒ اور قرآن فہمی'' میں قائداعظم اور روحانی اقدار کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ صفحات کی تنگ دامنی کے پیشِ نظر اُن کی تمام تحریریں کتاب میں شامل نہیں کی جاسکتیں۔ پروفیسر حنیف شاہد کی تحریروں میں سے چند معلومات نذرِ قارئین کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

محترم ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی، سابق پروفیسر علوم اسلامیہ، (جامعہ ملک سعود ریاض، سعودی عرب)، اپنے جدامجد مولانا نصر اللہ شاہ صدیقی سابق انسپکٹر آف سکولز، علی گڑھ (جو علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے) سے روایت کرتے ہیں کہ انھیں ان کے جدِ امجد نے بتایا (اور مولانا نصر اللہ صدیقی کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے بتایا) کہ جن دنوں مَیں (علامہ شبیر احمد عثمانی) حیدرآباد دکن میں حدیث نبوی ﷺ پر کام کر رہے تھے۔ تو متعدد بار قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ان سے پیغامات اور خط و کتابت کے ذریعے ملنے کی کوشش کی لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی، قائداعظمؒ کو مغربی تعلیم یافتہ تصور کرتے ہوئے نظر انداز کرتے رہے۔ اُنھوں نے پیغامات اور خطوط کا جواب بھیجا اور نہ ہی ان کی ملاقات کی خواہش کا کوئی خاطر خواہ جواب دیا۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر قائداعظمؒ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ اور سرورِ کائنات حضور اکرم ﷺ کے حضور علامہ صاحب کی اس بے رخی کو سامنے رکھتے ہوئے گڑگڑا کر دُعا کی ہوگی۔ چناں چہ ان کی یہ ''دُعا'' مستجاب ہوئی۔ کس قدر خوش قسمت ہیں ہمارے قائداعظمؒ کہ ایک رات آقائے نامدار، تاجدارِ دو عالم، حضور اکرم ﷺ سے ''شرفِ ملاقات'' حاصل کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ قائداعظمؒ کو تسلی و تشفی

دیتے ہیں اور بالکل اسی رات حضور اکرم ﷺ علامہ شبیر عثمانی کو (جو حیدر آباد دکن میں مقیم تھے) خواب میں شرف ملاقات بخشتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ''ہمارا ایک اُمتی آپ سے ملنا اور رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ بمبئی جائیں اور اُن سے ملاقات کریں اور ان کی رہنمائی کریں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم ہو اور انسان پس وپیش کرے، ایک مومن اور مسلمان تو کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا اور پھر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور قائداعظمؒ جیسے ''عاشقانِ رسول ﷺ'' تو سمجھتے تھے کہ انھیں دونوں جہاں کی دولت مل گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ''دیدار'' اور نبی آخر الزماں ﷺ کی ''بشارت'' انھوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ان کی خوش قسمتی کا کوئی حساب نہ تھا۔ شاداں وفرحاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سب کچھ چھوڑ کر اپنی پہلی فرصت میں بمبئی پہنچتے ہیں اور جب قائداعظمؒ کے درِ دولت پر پہنچتے اور ملازم کو اپنی آمد اور قائداعظمؒ سے ملاقات کی خبر دیتے ہیں تو قائداعظمؒ سراپا آنکھیں بچھائے ان کے انتظار میں اپنے ''لان'' میں منتظر ہوتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اندر تشریف لاتے ہیں تو قائداعظمؒ کو ''سراپا انتظار'' دیکھتے ہیں اور پھر دونوں ''عاشقانِ رسول ﷺ'' کے درمیان مندرجہ ذیل ''مکالمہ'' ہوتا ہے:

قائداعظمؒ: حضور والا! میں مسلسل آپ کو پیغامات اور خطوط ارسال کرتا رہا اور آپ سے ملاقات اور رہنمائی کا متمنی رہا تو آپ نے توجہ نہیں فرمائی لیکن جب ''اُن'' (حضور اکرم ﷺ) کا حکم ہوا ہے تو تشریف لائے ہیں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ: ''کیا آپ کو بھی حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی ''بشارت'' ہوئی ہے؟''

قائداعظمؒ: ''میں تو آپ (حضور اکرم ﷺ) کے ''ارشاد'' کے مطابق ہی آپ سے ملاقات کے لیے کوشش کرتا رہا ہوں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ: ''کیا یہ سچ ہے؟''

قائداعظمؒ: ''یہ حقیقت ہے۔''

اس ''مکالمے'' کے بعد دونوں ''عاشقانِ رسول ﷺ'' ملاقات کرتے ہیں۔ مختلف اُمور زیرِ بحث آتے ہیں لیکن سب سے اہم مسئلہ ''سفید بنیا'' اور ''سیاہ بنیا'' (یعنی انگریز اور ہندو، قائداعظمؒ انھیں ایسے ہی پکارتے تھے) سے آزادی حاصل کرنا اور مملکت خداداد پاکستان کا قیام تھا۔ چناں چہ تفصیلی ملاقات اور تبادلۂ خیالات کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظمؒ کو ہر ممکن تعاون اور رہنمائی کا یقین دلایا۔ اس کے بعد آزادی

Marfat.com

کے حصول کے لیے یہ "کارواں" قدم بہ قدم منزل کی طرف بڑھتا گیا اور بلآخر مملکت خداداد پاکستان عالم وجود میں آ گئی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کو رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا قائداعظم میرا سپاہی ہے۔ اس کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ نعمت اللہ شاہ ولی نے آج سے چھ سو سال پہلے جو بشارتیں دی ہیں اس خطے کے حوالے سے تو انھوں نے مومنانِ غربی کا ذکر کیا ہے۔ غرض مغربی پاکستان کے مسلمان ہندوستان پر فاتحانہ، غازیانہ قبضہ کریں گے۔ تو اس میں کسی کو شک نہیں کہ یہ پاکستان رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں تیار فرمایا ہے۔ جس کو غزوۂ ہند کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بالکل واضح کر دیا تھا یہی لشکر ہو گا، یہی پاکستان آرمی ہو گی۔ جو شام جائے گی۔ اس وقت جب آخری زمانے میں اسرائیل سے حتمی جنگ ہو گی پاکستان آرمی کی تربیت اس کام کے لیے پچھلے کئی برسوں سے اللہ تعالیٰ کروا رہا ہے۔ مسلمان آرمی (پاکستانی) دنیا کی واحد فوج ہے جو کئی محاذوں پر برسرِ عمل ہے۔ جو غزوۂ ہند بھی لڑ رہی ہے۔ بھارت کے خلاف نبرد آزما ہے، کشمیر میں ڈٹی ہوئی ہے، غیر مسلم قوتوں کا مقابلہ بھی کر رہی ہے۔ داخلی محاذ پر شرپسندوں کی سرکوبی کے لیے چوکس کھڑی ہے۔ دہشت گردوں کی گرد جھاڑ کر اُن کے چہرے بے نقاب کر رہی ہے۔ الحمد للہ! سبحان اللہ! اس ضمن میں پاکستان کے معروف روزنامہ جنگ مورخہ ۱۲، اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز پیر کی یہ خبر غیروں کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

دنیا کی بہترین دس افواج میں پاک فوج سرفہرست

کراچی (رفیق مانگٹ) دنیا کی بہترین ۱۰۔ افواج میں پاکستان سرفہرست ہے، پاکستانی فوج امریکہ سے بھی بہتر ہے اور یہاں تک کہ برطانیہ سے بھی جنگی گیمز جیتے ہیں۔ امریکی ویب سائٹ "The Top Ten" کے مطابق دنیا کی بہترین افواج میں پاکستان پہلے، امریکہ دوسرے، بھارت تیسرے نمبر پر ہے۔ اس کے علاوہ Top Ten فہرست میں بالترتیب چین، روس، برطانیہ (جو سکاٹ لینڈ، انگلینڈ، ویلز اور آئر لینڈ کا مجموعہ ہے)۔ جرمنی، فرانس، اسرائیل ہے۔ پاک فوج دنیا کی بہترین افواج میں سے ایک کیوں ہے؟ اور وہ کیسے بھارت کو شکست دے سکتی ہے؟ ویب سائٹ نے اس کی دس وجوہات بتائی ہیں:

۱۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۴۷ء میں پہلی جنگ میں پاکستان کے پاس بندوق کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں تھا اور بھارت کے پاس ٹینکوں کی کافی تعداد اور بھاری جنگی ساز و سامان تھا۔ یہ جنگ ہار جیت

Marfat.com

کے بغیر ختم ہوئی، دونوں طرف مجموعی فوجی ہلاکتیں ۱۵ سو تھیں۔

۲۔ کہا جاتا ہے کہ دوسری جنگ میں پاکستان بھارت سے ہار گیا لیکن حقیقتاً پاکستان کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ کے وقت پاکستان کی فوجی تعداد ۲ لاکھ ۶۰ ہزار جب کہ بھارتی فوج ۷ لاکھ تھی، اس جنگ میں بھارت کے پاس ایٹمی ہتھیار تھے جب کہ پاکستان کے پاس نہیں تھے۔

۳۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستان کو مشرقی پاکستان کی وجہ سے نقصان ہوا۔ اس وقت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے آزادی چاہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ مغربی پاکستان کا مقابلہ دو حریفوں بھارت اور مشرقی پاکستان سے تھا۔

۴۔ پاکستان ۱۹۹۹ء کی کارگل جنگ جیت چکا تھا۔ حالاں کہ کارگل جنگ میں پاکستان نے فضائیہ اور بحریہ کو استعمال نہیں کیا تھا جب کہ بھارت نے فضائیہ اور انفنٹری کو استعمال کیا۔ اس جنگ میں پاکستان کے پانچ ہزار فوجی شہید ہوئے جب کہ بھارت کے ۳۰ ہزار مارے گئے۔

۵۔ پاک فوج ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۲ء میں ورلڈ وائڈ مقابلوں میں پہلے نمبر رہی۔

۶۔ ۲۰۰۸ء کے بعد سے پاکستان کی جوہری طاقت میں ۴۰ فیصد اضافہ ہوا اور پاکستان کی جوہری طاقت بھارت سے زیادہ مضبوط ہے۔

۷۔ پاکستان کے خلاف جنگ میں بھارت کو بہت زیادہ نقصان اُٹھانا پڑے گا کیوں کہ اُس کی آبادی زیادہ ہے۔

۸۔ پاکستان آرمی کمانڈوز اس کرۂ ارض پر سب سے سخت ترین فورس تصور کیے جاتے ہیں۔ پہلے نمبر امریکی، دوسرے پر برطانوی اور تیسرے پر پاکستانی کمانڈوز ہیں۔

۹۔ پاکستانی فوج تعداد کے اعتبار سے دنیا کی چھٹی بڑی فوج ہے۔

۱۰۔ پاک کمانڈوز سائز بہت خاص اہمیت کا حامل ہے۔ پاک فوج نے بہادری کے کئی تمغے حاصل کیے ہیں۔

۱۲۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء کی اس خبر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاک فوج دفاعِ وطن کے لیے چوکس و بے دار رہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طاقت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت شامل ہے۔ پاکستان چوں کہ بشارتِ رسول ﷺ ہے اس لیے پاک فوج دراصل فوجِ اسلام ہے۔ جس کے پہلے سپہ سالار محمد عربی ﷺ تھے۔

Marfat.com

پاکستانی فوج کی عالمی خدمات

حرم شریف پر میلی نگاہ اُٹھانے والوں کی سرکوبی کے لیے بھی پاکستانی کمانڈوز ہمہ وقت تیار ہیں۔ اہل عرب کو جب بھی ضرورت پیش آئی تو اُن کی نظر کا انتخاب پاکستانی نوجوان رہے۔ کئی مرتبہ یہودیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں پاکستانیوں کے جذبات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ فلسطین کی بے آسرا، بے سہارا اور یہودیوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی خواتین کی پکار میں پاکستان آرمی سرِ فہرست ہوتی ہے۔ کشمیر کے نہتے مسلمان بھی پاکستانی سپاہیوں کے منتظر رہتے ہیں۔ اخبارات نے اِن اُمور کو بھی اپنی شہ سرخیوں میں شامل رکھا کہ پاکستان آرمی یہودیوں کے خلاف شام میں لڑ چکی ہے۔ پاکستان ایئر فورس شام جا کر اسرائیلی طیاروں کو گرا چکی ہے۔ ہم پاکستانی امن چاہتے ہیں یہ ملک امن کے نام پر قائم ہوا لیکن اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نام پر ہر پاکستانی اور ہر پاکستانی سپاہی کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ فلسطین کی ماؤں، بیٹیوں نے ہمیشہ پاکستانی آرمی کو دعوت دی کہ وہ اُنھیں (فلسطینی) آزادی کی نعمت سے سرفراز کریں۔ یاد رہے اس خطے سے خراسان، مشرق سے، ہند سے دو فوجیں شام نہیں جائیں گی۔ حضور ﷺ نے جب خراسان والی فوج کا ذکر کیا تو وہاں بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ خراسان سے ایک فوج اٹھے گی۔ جس کے اندر امام مہدی ہوں گے۔ وہ فوج شام میں جائے گی۔

ایک اہم حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جب جنگوں پر جنگیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ غیر عرب اقوام میں سے ایک قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے گا۔ وہ شہسواری میں عربوں سے بہتر اور اسلحہ میں ان سے برتر ہوں گے۔''

میرے آقا ﷺ نے بالکل واضح بتا دیا تھا کہ عربوں میں جنگیں در جنگیں ہوں گی۔ عرب دنیا جب تباہی کے دہانے پر ہوگی اور وہ جنگوں میں گھر جائیں گے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ غیر عرب قوم سے ایک فوج اُٹھائے گا جو اسلحہ، تجربہ اور شہسواری میں بہتر ہوگی۔ (ان شاء اللہ، یہ پاکستانی فوج ہوگی)

عالمِ اسلام میں سب سے بہترین فائٹر پاکستان میں ہیں۔ ۶ اور ۷ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ایم ایم عالم نے سرگودھا کی فضا میں بھارت کے ۷ طیارے مار گرا کر فضائی جنگ کا عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ ایم ایم عالم (۶ جولائی ۱۹۳۵ء۔ ۱۸ مارچ ۲۰۱۳ء) کا یہ ریکارڈ آج بھی قائم ہے۔ اگست ۲۰۱۵ء میں انٹرنیشنل فورسز کی

Marfat.com

تربیتی مشقوں میں پاکستان آرمی نے پہلی پوزیشن حاصل کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ دنیا کا واحد غیر عرب مسلم ملک ہے۔ جس کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں۔ عربوں کی حفاظت کے لیے یہ بشارت بھی رسول اللہ ﷺ، پاکستان ہی کے بارے میں دے چکے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد جب کبھی عرب کو کسی بیرونی قوت کا خطرہ ہوا تو ان کی حفاظت کے لیے یہی غیر عرب فوج (پاکستانی) مدد اور تحفظ کے لیے پہنچ گئی۔ سبحان اللہ، اللہ اکبر، یہ فوج، ظفر موج پاکستان کی ہے۔

ڈاکٹر عبدالرؤف ممتاز دانش ور ہیں ان کی کتاب ''علوم الحدیث'' فنی فکری اور تاریخی مطالعہ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ معروف اشاعتی ادارے نشریات اردو بازار لاہور نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ زیور طباعت میں ڈھالا۔ یہ کتاب ۹۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ''سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں دفاع پاکستان'' تو آج لکھی جا رہی ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں قرآن و حدیث اور عرب کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا جا چکا ہے اس مؤقف کی تائید ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' کے صفحہ ۶۳۰ تا ۶۳۲ پر لکھتے ہیں۔

''عرب و ہند کے تعلقات بہت پرانے ہیں ان تعلقات کی قدامت کا اندازہ مشکل ہی نہیں بل کہ ناممکن ہے البتہ اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعلقات کرہ ارض پر انسانی وجود کے ساتھ ہی قائم چلے آ رہے ہیں۔ قصص الانبیاء کی اہم کتب کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا کی طرف بھیجے گئے تو وہ ارض ہند کے جنوبی علاقہ سری لنکا میں اتارے گئے جب کہ ان کی بیوی حضرت حوا سعودی عرب کے موجودہ جدہ میں اتاری گئیں۔ حضرت آدم ہند سے چل کر حضرت حوا کو عرب کے عرفات میں جا ملے جو مکہ کے قریب ایک میدان ہے۔ یہ عرب اور ہند سے تعلق رکھنے والی ہستیوں کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد زمانہ قدیم سے اب تک اہل ہندوستان سے عربوں کے تعلقات چلے آ رہے ہیں۔ عرب لوگ تاجر پیشہ تھے وہ آس پاس کے ملکوں کی منڈیوں سے تجارتی مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ عرب و ہند میں سندھ مکران اور جنوبی عرب کے ساحل اس قدر قریب ہیں کہ ان کے درمیان تجارتی تعلقات اور دوسرے روابط قائم ہو جانا ایک ناگزیر اور فطری عمل تھا عربوں اور ہندوستانیوں میں قدر مشترک بت پرستی اور غیر اللہ کی پوجا تھی۔ عرب تاجر عموماً جنوبی ہند کی بندرگاہوں میں مال لاتے اور لے جاتے تھے۔ بعض عرب تاجروں نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ اس طرح قبل از اسلام ہی سے دونوں ممالک کے عوام ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ہندوستان اور اس کی مختلف چیزوں سے واقف تھے ان میں چیزوں میں مشک، کافور، زنجبیل (ادرک)، قرنفل (لونگ) فلفل (مرچ)، عود ہندی، قسط ہندی، ساج (ساگوان کی لکڑی)، ہندی تلواریں اور یہاں کے بعض کپڑے بھی عرب میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اکثر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہندوستانی اشیاء کو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ بھی استعمال فرماتے تھے احادیث رسول ﷺ میں بھی ہندوستان کا تذکرہ موجود ہے۔ روایات میں غزوہ ہند کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ (بحوالہ: مولانا عبدالسلام قدوائی، مولانا حید رحسن خان، مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۷۵ء)

اہل ہندوستان کو ظہور اسلام کی خبر اسی وقت ہی پہنچ گئی تھی جس اس عالمگیر دین کا دروازہ اہل مکہ پر کھلا۔ (بحوالہ: محمد مہدی سید معز الدین قزوینی، اسما القبائل وانسابھا دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۰ء) اوراق تاریخ اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ قافلے جو عرب و ہند کے درمیان بغرض تجارت رواں دواں تھے پہلے پہل اسلام نے انہی کے ہاتھوں ہندوستان کی سرحد پار کی۔ اہل عرب کے تجارتی قافلے مالا بار، لنکا، مالدیپ، انڈونیشیا اور چین کے علاقوں میں آتے جاتے تھے۔ اس وقت ایک مشہور واقعہ معجزہ شق القمر سے متاثر ہو کر مالا بار کے راجہ زمورا کا اسلام قبول کر لینا ہے پھر عہد فاروقی میں لنکا کے راجہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔"

(بحوالہ: القمی، غرائب القرآن درغائب الفرقان، منشورات الرضی قم)

ہند میں صحابہ کرامؓ کی آمد

"برصغیر میں خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہی اسلام آ گیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مغربی ہندوستان میں ممبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آ چکی تھیں۔ عام طور پر یہ تابعین تھے جو ہندوستان میں آئے اور جن کی آبادیاں برصغیر میں قائم ہوئیں۔ انہی تابعین کے ہاتھوں برصغیر میں اسلام باقاعدہ طور پر داخل ہوا۔"

(بحوالہ: قنوجی، صدیق حسن، نواب السید، ابجد العلوم، دار ابن حزم بیروت طبع اول ۲۰۰۲ء)

"سرزمین عجم پر فتوحات کا سلسلہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شروع ہوا اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت جنوب کی جانب ہرات اور بلخ تک پہنچ گئی اگر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے ان مہم جو عربوں کو چند مصلحات کو ملحوظ رکھ کر اس ملک کو فتح کرنے سے منع نہ کیا

Marfat.com

ہوتا جنھوں نے ان کے عہد خلافت میں ہند فتح کرنے کے ارادے سے ۲۳ھ/۶۴۳ عیسوی میں بری اور بحری حملے کیے تو شاید ہند میں علم حدیث کا آغاز خود صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں ہو گیا ہوتا۔ اس اہم واقعہ کے بعد اگرچہ ہندوستان کی سرحدوں پر عربوں کے اکا دکا حملے ہوتے رہے تاہم اس علاقہ کو فتح کرنے کی منظم کوشش اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان (۸۶ تا ۹۶ھ / ۷۰۵ تا ۷۱۴ء) کے عہد سے پہلے نہیں کی گئی۔ پھر اسی خلیفہ کے عہد میں سندھ فتح ہوا۔ یہی سبب ہے کہ ہندوستان کا شمار ان مسلم ممالک میں نہیں کیا جا سکتا جہاں صحابہ کرامؓ نے اپنی زبان سے احادیث بیان کیں۔''

مختلف مہمات میں جن صحابہ کرامؓ نے گرم جوشی سے حصہ لیا اُن میں سے چند نام ہم تک پہنچے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عبداللہ عتیق
۲۔ عاصم بن عمر تمیمی
۳۔ صحار بن العبدی
۴۔ سہیل بن عدی
۵۔ الحکم بن ابی علی ثقفی

تاریخ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کئی ایک صحابہ ہند آئے وہ اس ملک میں علم حدیث کی اشاعت کے چلتے پھرتے مدرسے تھے۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات ایسے تھے جن میں اشاعت حدیث کا کام پوری توجہ سے انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔

قیام پاکستان کا نقطۂ آغاز

ہند سے ٹھنڈی ہوا محسوس کرنے والی ذاتِ گرامی سید الانبیاء ﷺ کے وصال کے بعد ۱۱ ہجری بمطابق ۶۳۲ عیسوی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہلا خلیفہ چن لیا گیا۔ ۳۳ ہزار صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں خلیفۃ الرسول تسلیم کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۵۷۳ عیسوی میں پیدا ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ حُسنِ اخلاق، پاک بازی، راست بازی اور ایثار و قربانی ان کی شخصیت کے اہم اوصاف تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کر کے صدیق کا لقب پایا۔ خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ کے امراء میں بہت معزز تھے۔ آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر وہ آپ ﷺ کے یار غار رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت صدیقؓ نے اپنا سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا۔ آپؓ کے

Marfat.com

دور خلافت میں بہت سے فتنے منظر عام پر آئے۔ آپؓ نے تدبر اور بصیرت سے بہت سے مسائل حل کیے۔ طلیحہ اسدی (اسد قبیلے کا سردار)، مسیلمہ کذاب (یمامہ کے علاقے میں بنو حنیفہ کا فرد)، اسود عنسی (یمن کا باشندہ)، سجاع (عورت) نے نبوت کے دعوے کر کے لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے کی کوشش کی۔ بنو تمیم کی سر کوبی کا فریضہ انجام دیا۔ انھوں نے حضور پاک ﷺ کی اسلامی ریاست کو دور، دور تک پھیلایا عراق، عراق کی فتح، جنگ سلاسل، جنگ ندار، جنگ دلجہ، جنگ الیس، حیرہ، جنگ فراض، جنگ بابل، شام، بصری، جنگ اجنادین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدعیان نبوت اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف بحرین، عمان، یمن، اور دیگر علاقہ جات میں قابل ذکر کامیابیاں حاصل کیں۔ دو سال تین ماہ دس دن دور خلافت میں انھوں نے رسالت مآب ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انصاف و مساوات کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ وہ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری بروز پیر بمطابق ۶۳۴ عیسوی وفات پا گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رحلت کے بعد ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری (۶۳۴ عیسوی) حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے خلافت کا قلم دان سنبھالا۔ انھوں نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ حضرت عمر فاروقؓ جذباتی اور سخت طبیعت کے مالک تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے خصوصی دعا مانگی اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبوت کے چھٹے سال وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اُن کی جرأت و بہادری کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔ فاروق کا مطلب حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ آپؓ کے قبول اسلام سے مسلمانوں نے اعلانیہ نماز ادا کی۔ مدنی زندگی میں بھی آپ ﷺ اُن سے مشاورت فرماتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں وہ مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بحیثیت امیر المومنین حکومت کا مرکزی نظام بہتر کیا۔ مقبوضہ ممالک کو آٹھ نئے صوبوں مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، فلسطین اور مصر میں تقسیم کیا۔ کچھ عرصہ بعد فلسطین اور مصر کو مزید دو صوبوں میں بانٹ دیا گیا۔ ایران کے قدیم صوبوں نوشیروانی، دور سے کام کر رہے تھے انھیں بحال کر دیا۔ خراسان، آذربائیجان اور فارس صوبوں کو بہت سے اضلاع اور تحصیلوں میں تقسیم کر کے نظام حکومت کو بہتر بنایا۔

گورنر، چیف سیکرٹری، سیکرٹری افواج، کلکٹر، افسر خزانہ، قاضی، بیت المال، محکمہ پولیس، خفیہ پولیس، جیل خانہ، کرنسی اور خارجہ امور کی طرف خاص توجہ دی۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ انھوں نے تمام صوبوں کے گورنرز کو ہدایت جاری کی کہ وہ صحت مندانہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ فن سپاہ گری،

Marfat.com

شمشیرزنی، نیزہ بازی، حتیٰ کہ شعروسخن میں دلچسپی لینے کا حکم بھی دیا۔ مرادِ رسول ﷺ حضرت عمر فاروق اعظمؓ تنقیدی شعور کے حامل تھے۔ قوت فیصلہ میں یکتا تھے۔ انصاف و مساوات ان کے عہد میں پروان چڑھے۔ ان کی عسکری فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے سپہ سالاری، فخر موجودات، مبداء کمالات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھی۔ سپہ سالار اعظم نبی معظم ﷺ نے جس حکمت عملی سے سرایا و غزوات میں کامیابیاں حاصل کیں۔ انھوں نے نقش ہائے فتوحات کی پیروی کی۔ عسکری میدان میں انھوں نے وسیع رقبہ اسلامی ریاست کا حصہ بنالیا۔ مختصر یہ کہ ۶۳۴ء، ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ میں جنگ نمارق، جنگ کسکر، جنگ جسر، جنگ بویب لڑی گئیں۔ ۶۳۵ء، نومبر ۱۴ھ کے روز محرم جنگ قادسیہ شروع ہوئی۔ یہ دن یوم الامارث کہلاتا ہے۔ ایرانیوں کو عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ۶۳۵ء، ۱۴ھ میں مدائن کی فتح، قادسیہ کے بعد ایرانی بابل کے تاریخی مقام پر جمع ہوئے اور پہلے ہی حملہ میں بھاگ گئے۔ دمشق کی فتح، جنگ نمل، جنگ حمص میں کامیابی ہوئی۔ ۶۳۶ء کو جنگ یرموک اردن کی حدود میں کامیابی ہوئی۔ ۶۳۷ء ۱۶ھ کو جنگ جلولا، ایرانی سپاہ کو جلولا کے مقام پر شکست ہوئی۔ ایک لاکھ ایرانی قتل اور کم از کم ۳ کروڑ کا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ۶۳۷ء، ۱۶ھ کو شام میں بیت المقدس فتح ہوا۔ ۶۳۸ء میں جزیرہ اور خوزستان فتح ہوئے۔ ۶۴۰ء ساحل شام پر قیساریہ کا شہر فتح ہوا۔ ۶۴۲ء، ۲۱ھ میں معرکہ نہاوند ہوا، عجمی ۳۰ ہزار لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے۔

۶۴۲ء، ۲۱ھ کو ساسانی حکومت کا خاتمہ ہوا، آذربائیجان، فارس، کرمان، طبرستان، آرمینیا، مکران فتح ہوئے۔ فتوحات دریائے سندھ تک پہنچ گئیں۔ ۶۴۲ء کو سکندریہ کی فتح نصیب ہوئی۔ جب کہ ۶۴۴ء میں عمرو بن العاص نے برقہ اور طرابلس فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ انھوں نے رفاہ عامہ کے لاتعداد کام کیے۔ کوفہ اور بصرہ کو فعال بنایا۔ عراق فوجی مرکز بنا، اسلامی تمدن، اور علم و آگہی کا مرکز ثابت ہوا۔ انھوں نے ذمیوں کے ساتھ انصاف و مساوات روا رکھی۔ یاد رہے ذمی وہ لوگ تھے جنھوں نے اسلامی حکومت میں شرکت کی لیکن اسلام قبول نہیں کیا۔ ایران اور روم کی حکومتوں میں ان لوگوں کی حالت غلاموں سے کہیں ابتر تھی۔ اسلام نے انھیں پوری آزادی عطا فرمائی لیکن آہستہ آہستہ ذمیوں نے سر اٹھانے شروع کر دیے۔ سندھ اور ایران ایک دوسرے کے ہمسائے تھے لیکن ان میں چھیڑ چھاڑ جاری رہتی۔ ظہور اسلام کے بعد ایران کے ایک صوبے کا گورنر ہرمزا اپنے بیڑے کے ساتھ سندھ کے ساحل پر حملہ آور ہوا۔ عہد عمر فاروقؓ کی ایک جنگ ذات السلاسل میں سندھی جاٹ پاؤں میں زنجیریں باندھ کر ایرانی فوج کے شانہ بشانہ عربوں کے خلاف لڑے لیکن اس جنگ میں خالد بن ولید نے ہرمز کو قتل کر دیا۔ جنگ قادسیہ میں بھی سندھی جاٹوں نے ایرانیوں کا ساتھ دیا لیکن شکست

Marfat.com

کھا گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اسلام کا پرچم مکران تک لہرا چکا تھا۔ ۳۹ھ میں حضرت علیؓ شیرِ خدا نے اپنے عہدِ خلافت میں مشرقی سرحد پر شورشوں اور سازشوں کا خاتمہ کیا۔ فتوحات کا یہ سلسلہ سندھ کے قرب و جوار میں پھیلتا گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے دیگر خطوں کے علاوہ سندھ اور ہند میں اسلام کی آبیاری دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بشارت کے مطابق ہوئی۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی شرارتوں میں کمی نہ کی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے حسنِ سلوک سے یہ بغاوتیں کسی حد تک دم توڑتی رہیں۔ عالمِ اسلام کے عظیم جرنیل حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو فیروز نامی شخص نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بمطابق ۶۴۴ عیسوی صبح کے وقت شہید کر کے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو یکم محرم ۲۴ھ حضرت رسالت مآب ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ آپؓ کا سنہری دور تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یکم محرم کو عالمِ اسلام میں ان کا یومِ شہادت منایا جاتا ہے۔

۶۴۴ء یکم محرم ۲۴ ہجری حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ چنا گیا۔ آنحضرت ﷺ سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، شہنشاہ کائنات ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں رہیں، اس لیے حضرت عثمان غنیؓ ''ذوالنورین'' کے نام سے بھی مقبول ہوئے۔ ذوالنورین کا مطلب دو نور رکھنے والا ہے۔ دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بے بہا دولت سے نوازا تھا جو انھوں نے اسلام کے فروغ میں صرف کی۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی سے کسی کو انکار نہیں تھا ان کا نصف دور پرسکون گزرا، تجارت اور سلطنت کی حدود میں اضافہ ہوا لیکن بعد ازاں بنو امیہ اور بنو ہاشم کی باہمی چپقلش نے امن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ حضرت عثمان غنیؓ چوں کہ نرم مزاج، صلح جو شخصیت کے حامل تھے اس لیے بہت سی بغاوتوں نے سر اٹھا لیا۔ اہل بیت کے نام پر حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ باغیوں نے امور سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا۔ ایک یہودی عبداللہ بن سبا یمنی کہنے کو مدینہ میں بحیثیت مسلمان تھا لیکن عیار اور مکار تھا۔ اس نے طرح طرح کی من گھڑت داستانوں کا آغاز کیا۔ آتش زدگی، لوٹ مار اور بلوائیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو کام کرنے نہ دیا۔ اس کے باوجود ۲۴ ہجری کو حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں ایشیائے کوچک، ۲۷ ہجری میں شمالی افریقہ، طرابلس، تیونس، مراکش، الجزیرہ، ۲۸ ہجری میں قبرص فتح کر کے اسلامی ریاست کو مستحکم بنایا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ حکومت میں بحری فوج اور اسلامی بیڑے کا قیام عمل میں آیا۔ افریقہ میں طرابلس اور مراکش فتح

Marfat.com

کیے گئے۔ ایران کی فتح تکمیل تک پہنچی۔ ایران سے متصل مشرقی ممالک میں افغانستان، خراسان اور ترکستان کا ایک حصہ زیرنگیں ہوا۔ آرمینیا اور آذربیجان کے غیر مفتوحہ علاقے فتح ہوئے۔ ایشیائے کوچک کا وسیع علاقہ شام میں شامل ہوا۔ بحیرۂ روم کے جزیرہ قبرص پر قبضہ ہوا۔ سپین پر عسکری برتری حاصل ہوئی۔ اِن فتوحات کے نتیجہ میں اسلامی مملکت کی حدود سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحد تک مل گئیں۔ قبل ازیں برعظیم پاک و ہند میں اشاعت اسلام کا جو تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت عثمان غنیؓ کا سندھ اور کابل تک پہنچنا بطور خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں کئی سازشوں نے سر اٹھایا۔ سرکش اور باغیوں کے خلاف بارہ سال جدوجہد کرتے رہے۔ بالآخر ۳۵ھ بمطابق ۶۵۶ عیسوی بلوائیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ آپؓ کے گھر کا پانی تک بند کر دیا گیا۔ باغی شرارت پر تلے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے کہ محمد بن ابی بکر نے آگے بڑھ کر آپؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور شان میں گستاخی کی۔ دوسرے لوگوں نے تلوار سے حضرت عثمان غنیؓ کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔ آپؓ کی بیوی حضرت نائیلہؓ آگے بڑھیں تو ان کی تین انگلیاں بھی شہید کر دی گئیں۔ ۸۲ سالہ خلیفہ سوم کی لاش دو دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ آپؓ کی خلافت کا دورانیہ تقریباً ۱۲ سال تھا۔

شکستہ حالی اور شورشوں کے درمیان آشفتہ سری کا خاتمہ کرنے کے لیے حضرت علیؓ شیر خدا نے ۳۵ ہجری بمطابق ۶۵۶ عیسوی کو منصب خلافت سنبھالا۔ آپؓ کو حیدر اور مرتضٰی کے دو لقب دیے گئے۔ آپؓ کا تعلق بنو ہاشم سے تھا۔ نبی مکرم ﷺ نے آپؓ کی کفالت فرمائی۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت علیؓ شامل ہیں۔ ہجرت کی رات جب آپ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے بستر پر رات گزارنے کا شرف حاصل کیا۔ کاتب وحی کی خدمت میں بھی آپؓ پیش پیش رہے۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے آپؓ کی شادی دو ہجری میں انجام پذیر ہوئی۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر سبائیوں کی فتنہ پردازی کی وجہ سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مابین جھڑپ ہوئی جسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔ جس سے مسلم اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے اور اُسے دارالخلافہ بنایا۔ یکم صفر ۳۷ ہجری بمطابق ۶۵۷ عیسوی جنگ صفین شروع ہوئی۔ حضرت علیؓ نے شام کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہی تو خوارج کی سرگرمیوں نے سر اٹھایا۔ ابتری اور بدامنی کی وجہ سے ۳۸ ہجری بمطابق ۶۵۸ عیسوی حضرت امیر معاویہؓ نے مصر پر قبضہ کرلیا جب کہ ۳۹ ہجری ۶۵۹ عیسوی

Marfat.com

کرمان اور فارس کے لوگوں نے بغاوت شروع کر دی۔ جنگ نہروان کے بعد خوارج جنگلوں میں روپوش ہو گئے۔ کوفہ، دمشق اور فسطاط (مصر) میں سامراجی قوتیں غالب آ چکی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ نے کسی مصلحت کے تحت برعظیم پاک و ہند کی طرف لشکر کشی نہیں کی کیوں کہ اس علاقے میں پانی، پھل اور دیگر خورد نوش دستیاب نہیں تھے اور ڈاکوؤں کی سرگرمیاں بہت تیز تھیں۔ ان ساری وجوہات کے باوجود مسلمان کسی نہ کسی حوالے سے برعظیم پاک و ہند کا رخ کرتے رہے۔ انھیں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی صلح پسند نہیں تھی۔ نہروان کے مقتولین کے بعد حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ لوگ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی دونوں کی حکومت کو ناپسند کرنے لگے۔ ۱۵ یا ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری نماز فجر کے وقت فاتح خیبر، شیر خدا پر حملہ کیا گیا۔ اس حملے میں ابن ملجم اور اس کے ساتھی شیب بن بجرہ شامل تھے۔ لوگوں کے آنے پر شیب بن بجرہ بھاگ گیا اور ابن ملجم گرفتار ہوا۔

حضرت علیؓ نے اپنے فرزند اکبر حضرت حسنؓ سے فرمایا اگر میں جانبر نہ ہوسکوں تو ابن ملجم کو قصاص میں اسی طرح ایک وار سے قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے ایک وار سے کیا ہے۔ اس کے اعضا نہ کاٹنا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اگر میں بچ گیا تو اس کے معاملے پر خود غور کروں گا۔ یہ زخم کاری تھا اور زہر جسم میں اثر کر چکا تھا۔ اس لیے حالت خراب ہونے لگی۔ تو آپؓ نے حضرت امام حسنؓ و حضرت حسینؓ و محمد بن حنفیہؒ کو بلا کر باہم اتحاد و اتفاق اور دین و دنیا میں خیر و برکت کے لیے وصیتیں فرمائیں۔ اس زخم نے حضرت علیؓ کو اپنی زندگی سے ناامید کر دیا۔ اس لیے جندبؓ بن عبداللہ نے پوچھا کہ آپؓ کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ فرمایا میں تم کو نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ روکتا ہوں۔ تم خود بہتر سمجھتے ہو۔ آپؓ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری ۲۵ جنوری ۶۶۱ عیسوی بروز ہفتہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپؓ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی جب کہ آپؓ نے تقریباً پونے پانچ سال حکومت کی۔ پُر آشوب حالات کے باوجود آپؓ نے حکومت میں اسلامی روح زندہ رکھی۔ فقہ و اجتہاد اور شعری ذوق حضرت علیؓ شیر خدا میں بہت زیادہ موجود تھا۔ علم و آگہی کی بنا پر حضور ﷺ نے فرمایا ''میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ''۔

حضرت حسنؓ نصف شعبان ۱۳ ہجری بمطابق ۶۲۵ عیسوی میں حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ نبی پاک ﷺ سے شکل و شباہت میں ملتے تھے۔ اہل عراق نے حضرت امام حسنؓ کی بیعت کر لی۔ ۶۶۱ عیسوی میں آپؓ کو خلیفہ چنا گیا۔ یعنی ۴۰ تا ۴۱ ہجری آپؓ نے خلافت کا منصب سنبھالے رکھا۔ حضرت امیر

Marfat.com

معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی شہادت کا علم ہوا تو شام و مصر سے تجدید بیعت کی۔ وہ ایک لشکر لے کر عراق پر حملے کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت امام حسنؓ چالیس ہزار فوج کے ہمراہ منظر عام پر آئے۔ قیس بن سعدؓ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا۔ جب وہ مدائن کے مقام پر پہنچے تو افواہ پھیلا دی گئی کہ قیس بن سعدؓ کی فوج کو شکست ہو گئی ہے۔ اس خبر سے عراقی فوج میں مایوسی اور بددلی پھیل گئی۔ خود عراقی فوج کے کچھ باغیوں نے حضرت امام حسنؓ کے خیمہ پر حملہ کر دیا۔ یہ حالات دیکھ کر امام حسنؓ نے کسریٰ کے محل میں پناہ لے لی۔ اسی اثنا میں ایک خارجی نے حضرت امام حسنؓ پر نیزہ پھینکا جس کی وجہ سے آپؓ کی ران زخمی ہو گئی۔ مخدوش حالات کے پیش نظر آپؓ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

> "لوگو! خدا نے ہمارے اگلوں سے تمھاری ہدایت اور پچھلوں سے تمھاری خون ریزی رکوائی۔ دانائیوں میں سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا گناہ بداعمالیاں ہیں۔ خلافت ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ یا وہ اس کے واقعی حق دار ہیں یا میں ہوں۔ دونوں صورتوں میں رسول اللہ ﷺ کی اُمت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خون ریزی سے بچنے کے لیے اس خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔"

خلافت سے دست برداری کے نو سال بعد ۲۴ صفر ۵۰ ہجری کو حضرت امام حسنؓ نے مدینہ میں وصال فرمایا۔ آپؓ کے انتقال کے بارے میں جو بات مشہور ہے وہ یہ ہے کہ انھیں اُن کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے یزید کے بہکانے پر زہر دیا۔ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے اشارے سے آپؓ کو زہر دیا گیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ محض حضرت امیر معاویہؓ کے مخالفین کا پروپیگنڈہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ آپؓ کی شہادت زہر سے ہوئی۔ زہر نہایت مہلک تھا۔ اس لیے زہر کے کھاتے ہی آپؓ بیمار ہو گئے نیز زندگی سے مایوس بھی۔ حضرت امام حسینؓ نے آپؓ سے قاتل کے متعلق بارہا پوچھا تو آپؓ نے فرمایا نام پوچھ کر کیا کرو گے۔ عرض کیا قتل کروں گا۔ آپؓ نے کہا اگر میرا قیاس صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی ناکردہ گناہ گار کو سزا دی جائے۔ زہر نے اپنا اثر دکھایا اور وہ تیسرے دن رحلت فرما گئے۔ حضرت امام حسنؓ طبعاً شریف النفس اور صلح پسند انسان

Marfat.com

تھے۔ جب آپؓ کو دست برداری کے لیے کہا گیا تو آپؓ فوراً تیار ہو گئے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے انھوں نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگا کر روانہ کیا۔ حضرت امام حسنؓ نے صوبہ ہواز کا خراج طلب کرنے اور اپنے بھائی حضرت امام حسینؓ کو بیس لاکھ درہم سالانہ دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت امام حسنؓ کی خلافت صرف چھ ماہ ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ، حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ معاویہؓ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس ابن عبد مناف بن قصیٰ ماں کا نام ہندہ تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں آنحضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ جب ۴۰ ہجری میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو حضرت امام حسنؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عراق پر چڑھائی کر دی۔ قتل و غارت اور امت مسلمہ میں نفاق سے گریز کرتے ہوئے حضرت امام حسنؓ چند شرائط پر حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ اس طرح ۴۱ ہجری بمطابق ۶۶۱ عیسوی حضرت امیر معاویہؓ اسلامی ممالک کے نئے خلیفہ قرار پائے۔ عہد معاویہؓ میں کافی ترقی ہوئی لیکن بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خوارج اور شیعان علی اس ضمن میں پیش پیش تھے۔ خوارج نے حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شاہی فوج کو کئی مقامات پر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کوفہ، غزنی، غور، بصرہ، کابل، بلخ اور بہت سے علاقہ جات میں بغاوتوں نے سر اٹھایا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں کئی فتوحات ہوئیں۔ ۶۶۱ تا ۶۸۰ یعنی ۴۱ تا ۶۰ ہجری حضرت امیر معاویہؓ حکمرانی کرتے رہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ نبی معظم ﷺ ہند کی جانب سے اشاعت اسلام اور ترویج اسلام کے ضمن میں ٹھنڈی ہوا محسوس کرتے تھے۔ اس بشارت کی تکمیل میں خلفائے راشدین نے برعظیم پاک و ہند پر عملی انداز میں لشکر کشی تو نہ کی لیکن پیغام حق پہنچاتے رہے۔ علاقہ سندھ کی سرحد پر کبھی کبھار بحری حملے ضرور ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں برعظیم پاک و ہند پر دو اطراف سے عسکری قوت کا استعمال ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں فتوحات کا جو سلسلہ سندھ سے ہوتا ہوا یورپ تک پہنچا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں اسے مزید تقویت ملی۔

اسلامی فوج مہلب بن ابی صفرہ کی سرپرستی میں کابل کو فتح کرتی ہوئی درہ خیبر کی راہ سے برعظیم پاک و ہند میں داخل ہوئی۔ ملتان اور کابل کے درمیان بند اور ہواز تک اسلامی پرچم لہراتے ہوئے بڑھتی گئی جب کہ دوسری فوج عبداللہ بن سوار عبدی کی قیادت میں فتح و نصرت کے جھنڈے لہراتے ہوئے قیقان پر حملہ

Marfat.com

کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ جذبہ قوت ایمانی سے سرشار سرفروشوں نے فتح کے علاوہ دشمن کے بھاری مقدار میں مال غنیمت پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کی قیمتی اشیاء بھی مسلمانوں کے تصرف میں آئیں۔ علاوہ ازیں اس مال غنیمت میں مشہور قیقانی گھوڑے بھی تھے۔ یہ گھوڑے اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ عبداللہ بن سوار یہ تحائف لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فتوحات کے بارے میں اپنے لشکر کے جوش و جذبے کے بارے میں بتایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس کارگزاری کو سنہری حروف سے لکھا۔ برعظیم پاک و ہند میں اسلامی لشکر کی یہ کامیابی اشاعت اسلام کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی۔ عبداللہ بن سوار فتح کی داستان سناتے ہوئے کچھ دن حضرت امیر معاویہؓ کی رفاقت میں رہے۔ جب عبداللہ بن سوار دوبارہ قیقان پہنچے تو ترکوں نے انھیں شہید کردیا۔

عبداللہ بن سوار کی شہادت کے بعد فوج کی قیادت سنان بن سلمہ ہذلی کو سونپ دی گئی۔ ساحل مکران پر اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈالا۔ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے سندھ کا یہ اہم علاقہ فتح کرلیا۔ مکران زیرنگیں ہوا تو غیر مسلموں میں تشویش بڑھنے لگی۔ سنان بن سلمہ ہذلی کے بعد راشد بن عمرازدی حاکم ہوئے جنھوں نے قیقان فتح کر کے مید پر حملہ کیا لیکن اس حملے میں وہ خود شہید ہوگئے۔ اُن کے بعد قیادت سنان بن سلمہ اور پھر عباد بن زیاد کے سپرد کردی گئی۔ جنھوں نے بحستان کے راستے برعظیم پاک و ہند کے زرخیز اور حسین علاقے سرحد کی طرف پیش قدمی کی۔ سرحد پر اسلامی فوج نے اپنا جھنڈا گاڑ کر راستے میں حائل ایک بڑی ندی پار کرتے ہوئے قندھار پر حملہ کردیا۔ قندھاریوں کی سخت مزاحمت کا اسلامی فوج نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، قندھاری دُم دبا کر بھاگ گئے اور مسلمانوں کو قندھار پر مکمل قبضہ حاصل ہوگیا۔ بعدازاں جب حری بن حری باہلی حاکم ہوئے تو انھوں نے بڑی بڑی معرکہ آرائیوں کے بعد برعظیم پاک و ہند کی کئی آبادیوں کو زیرنگیں کرلیا اور سرحد کے بعد سندھ کے ایک بڑے علاقے پر اسلامی پرچم لہرادیا۔ ۵۴ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ بن زیاد کو خراسان شمالی کا والی مقرر کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے بڑی بہادری سے ترکستان کے قبائلی حصہ پر حملہ کر کے رامنی بے کندتک فتح حاصل کرلی۔ عبیداللہ کا جانشین سعید بن عثمان علاقہ مغد فتح کرنے میں کامیاب ہوگیا' جس کی حکمران قبق نامی خاتون تھی۔ قبق نے پہلے تو سعید بن عثمان سے مصالحت کرلی لیکن رعایا کی بغاوت پر اس نے صلح سے منہ پھیرلیا۔ رات کی تاریکی میں ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر حملہ کے لیے روانہ ہوئی۔ بخارا کے مقام پر دونوں فوجیں صف آرا ہوگئیں۔ ایک عجیب مرحلہ شوق سامنے آیا کہ عورت کی

Marfat.com

حکمرانی میں اس کی فوج کئی حصوں میں بٹ گئی۔ سعید بن عثمان لشکر اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے بخارا میں داخل ہو گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی فتح ونصرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اسلامی فوج بخارا سے سمرقند تک علاقہ جات فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتی گئی۔ شکست خوردہ ملکہ قبق نے اسلامی لشکر کی معاونت کی لیکن سمرقند کی افواج نے اسلامی فوج پر بہت تیر برسائے جس کی وجہ سے مہلب بن صفرہ اور سعید بن عثمان کی ایک ایک آنکھ تیروں کی زد میں آ گئی۔ اس کے باوجود وہ دلیری سے لڑتے رہے۔ سمرقند افواج نے سات لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کرنے کے وعدے پر صلح کر لی۔ بعدازاں لشکر اسلام ترمذ کو فتح کرنے میں کامیاب ہوا۔ بخارا' سمرقند اور ترمذ کی فتح سے دیگر علاقہ جات میں بھی اسلامی فوج کی دھاک بیٹھ گئی۔ شمالی افریقہ کے بربری باشندے نہایت چالاک اور مکار ثابت ہوئے۔ جب ان پر عسکری قوت استعمال کی جاتی تو وہ اسلامی لشکر کے سامنے جھک جاتے مگر جونہی حالات بہتر ہوتے' بغاوت پر اُتر آتے۔ ان کی منافقانہ چالوں سے اسلامی فوج کو بہت نقصان پہنچا۔ ایسے عناصر کی سرکوبی کے لیے حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافہ کو سپہ سالار بنایا' جس نے بربریوں کی بربریت کو کچل ڈالا۔ بربریوں کی سازشوں سے بچنے کے لیے عقبہ بن نافہ نے گھنے جنگل کٹوا دیے۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں بربری چھپ کر پناہ لیتے تھے۔ اس جنگل میں منگل کا ماحول پیدا کرنے کے لیے قیروان نام کا ایک نیا شہر آباد کر کے وہاں فوجی چھاؤنی قائم کی۔ فوجی چھاؤنی کے قیام سے باغی اور سرکش لوگ سرنگوں ہو گئے۔ حتیٰ کہ طرابلس' تیونس اور الجزائر کے علاقہ جات کے لوگوں نے بھی دوبارہ اطاعت کر لی۔ فتوحات کا سلسلہ اسلامی فوج کے لیے آسان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھنے والے اسلامی سپہ سالار آگے بڑھتے رہے۔ ۵۷ھ میں عقبہ بن نافہ بحر اوقیانوس کی طوفانی لہروں سے لڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ جذبۂ جہاد سے سرشار عقبہ نے بے خطر ہو کر گھوڑا سمندر میں ڈال دیا (سبحان اللہ) ساری اسلامی فوج بھی سمندر میں کود پڑی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اسلامی جرنیل نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا کہ اے اللہ! یہ بحر بے کنار میری راہ میں حائل نہ ہوتا تو میں تیرا دین پھیلاتا ہوا دنیا کے آخری کنارے تک پہنچ جاتا۔

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کے ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے؟

Marfat.com

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

اسی دور میں مغربی قوتیں زیر ہوئیں۔ شہنشاہ روم کے کئی ایشیائی ممالک پر اسلامی پرچم لہراتا رہا۔ رومیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں قسطنطنیہ زیر نگیں ہوا۔ ۴۹ ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بیزطینی (مشرقی روما) حکومت کے پایہ تخت قسطنطنیہ فتح کرنے کی منصوبہ بندی کی کیوں کہ نبی پاک ﷺ نے قسطنطنیہ کے بارے میں فتح کی بشارت دی تھی اس لیے اسلامی لشکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ عازم سفر ہوا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت امام حسینؓ ایسے متعدد اکابر صحابہ نے اس معرکہ میں شرکت کی۔ قسطنطنیہ کی فتح کے لیے بری، بحری تمام راستے اختیار کیے۔ اسی دوران حضرت ابوایوب انصاریؓ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قسطنطنیہ میں ان کا مزار مبارک موجود ہے۔ ۵۴ ھ میں جزیرہ ارواڈ، جنادہ بن ابی امیہ کی زیر نگرانی اسلامی حکومت کا حصہ بنا۔ جنادہ بن ابی امیہ نے روڈ بحیرہ روم میں اناطولیہ کے صحت افزا مقامات زیر نگیں کیے۔ کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیں۔ مغیرہ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور دیگر حالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انھیں اس مشورہ سے نوازا۔ یوں ۶۰ ھ بمطابق ۶۸۰ عیسوی میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے ولی عہد ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان ہوتے ہی یزید کی بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مدینہ میں اس اعلان کو ملوکیت قرار دیا گیا۔ اسلامی مملکت کے گوشے گوشے میں چہ مگوئیاں اور بغاوت کے جذبات اُبھرنے لگے۔ حضرت امیر معاویہؓ ۷۸ سال کی عمر میں ۲۲ رجب ۶۰ ھ بمطابق ۶۸۰ عیسوی انتقال کر گئے۔ ۱۹ سال ۳ ماہ خلافت کرنے کے بعد دمشق میں دفن ہوئے۔ یزید کے نام حضرت امیر معاویہؓ کی وصیت قابل توجہ ہے۔

> ”فرزند عزیز! میں نے تمھارے لیے تمام راستے ہموار کر دیے اور دشمنوں کو مطیع و منقاد بنا کر تیرا اطاعت گزار بنا دیا۔ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا، اہل عراق کی سب خواہشیں پوری کرنا اگر وہ حاکموں کے تبادلے کا ہر روز

Marfat.com

بھی مطالبہ کریں تو پورا کرنا کیوں کہ میرے نزدیک ایک حاکم کی تبدیلی اس سے بہتر ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تمھارے خلاف بے نیام ہو جائیں۔ اہل شام کی فلاح و بہبود کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنا، دشمنوں کے مقابلے میں انھیں اپنا مددگار بنانا لیکن مہم سے فارغ ہونے کے بعد انھیں واپس بلا لینا ورنہ دوسری جگہ رہنے سے ان کے اخلاق بدل جانے کا خدشہ ہے۔

خلافت کے معاملے میں صرف چار آدمی تمھارے حریف ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ان میں سے عبداللہ بن عمرؓ کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں کیوں کہ انھیں دنیا کی کوئی ہوس نہیں اور اپنا سارا وقت زہد و عبادت میں گزارتے ہیں۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انھیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی حوصلہ و ہمت نہیں جو ان کے ساتھی کریں گے وہ اس کی پیروی کریں گے۔ حضرت امام حسینؓ سے تمھارا قریبی رشتہ ہے۔ ان کا بہت حق ہے۔ انھیں آنحضور ﷺ سے قرابت حاصل ہے۔ مجھے گمان ہے کہ اہل عراق انھیں اُکسا کر تمھارے مقابلے میں ضرور لا کھڑا کریں گے۔ اگر واقعی ایسا ہوا اور ان پر تم غلبہ پاؤ تو چشم پوشی سے کام لینا مگر جو شخص لومڑی کی طرح چکمہ دے کر شیر کی مانند حملہ آور ہوگا وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے۔ بہت حیلہ پرور ہے اگر وہ تمھارے مقابل آ جائے تو اس سے کھل کر جنگ کرنا اور اگر اس پر قابو ہو جائے تو ہرگز رحم نہ کرنا بل کہ اس کی بوٹی بوٹی کروا دینا''۔

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے مملکت اسلامیہ میں پھوٹ کی بنیاد ڈالی۔ یزید ۲۶ ہجری یعنی ۶۴۷ عیسوی میں پیدا ہوا۔ والد چوں کہ شام کے والی تھے اس لیے یزید کی پرورش عیش و نشاط میں ہوئی۔ یزید نے زندگی پھولوں کی سیج پر گزاری۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عنان اقتدار محبت کی طشتری میں

Marfat.com

اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یزید کے حوالے کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو بیٹے کی یہ محبت بہت مہنگی پڑی۔ ان کی زندگی اور بعد از وصال اسلامی مملکت منتشر ہوگئی۔ یزید نے اقتدار سنبھالتے ہی بیعت کا سلسلہ شروع کر لیا۔ اس فکر میں اس کے حواریوں نے اسے غلط مشوروں میں اُلجھا دیا۔ حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ کی بیعت یزید کے لیے پریشان کن تھی۔ مدینہ کے سابق عامل مروان بن حکم نے مشورہ دیا اور کہا:

''عبداللہ بن عمرؓ تو حکومت کے طلب گار ہی نہیں اگر وہ بیعت نہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں۔ اگر خطرہ ہو سکتا ہے تو حضرت حسین ابن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے ہے۔ اس لیے انھیں اسی وقت بلاؤ اور بیعت پر مجبور کرو اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ انہیں زندہ باہر نہ جانے دیا جائے۔''

مروان بن حکم کا یہ مشورہ، دانش مندانہ نہیں، ایسی تجاویز نے سانحہ کربلا کی راہ ہموار کی۔ حضرت امام حسینؓ ابن علیؓ کے خلاف ایسے الفاظ سے بھڑکانے کے مترادف تھے۔ حالات کے ایسے پیچ تاؤ میں تو ہم عصروں کو ایک ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ مروان بن حکم کو یہ تجویز نہیں دینی چاہیے تھی۔

نواسہ رسول ﷺ اور دیگر احباب کو جبراً بیعت کے لیے کہنا نہ صرف اُن کی شان کے خلاف تھا بلکہ اسلامی روایات سے روگردانی تھی۔ اہل کوفہ کئی گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ کوفہ کے امیر نعمان بن بشیر نے یزید کے احکامات کی تعمیل نہ کی۔ مسلم بن عقیل کو جعلی خطوط کے ذریعے کوفہ بلایا گیا۔ یزید کو نعمان بن بشیر کی عدم دلچسپی کا پتہ چلا تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ وہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو وہاں سے نکال کر قتل کر دے۔ عبیداللہ بن زیاد نے جامع مسجد میں لوگوں کے اجتماع کے سامنے اپنا تقرر نامہ پڑھ کر سنایا۔

''امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے، انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوموں سے انصاف، فرمانبرداروں پر احسان اور غداروں اور نافرمانوں پر سختی کروں۔ میں یہ حکم بجا لاؤں گا دوستوں سے میرا سلوک مشفق اور مہربان باپ جیسا ہوگا لیکن جو شخص میرے احکام سے سرتابی کرے گا اسے تلوار کی دھار اور کوڑے کی مار کا مزا چکھاؤں گا اس لیے ہر شخص کو اپنی جان پر رحم کرنا چاہیے۔''

Marfat.com

سانحہ کربلا

محمد بن اشعث کے ستر آدمی مسلم بن عقیل کو گرفتار کر لائے۔ جب انھیں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو سازشی اور خودغرض گروہ نے مسلم بن عقیل اور ہانی دونوں کو شہید کر دیا۔ نواسۂ رسول، حضرت امام حسینؓ ان تمام حالات سے لاعلم تھے۔ احباب نے انھیں کوفہ جانے سے منع کیا۔ امامِ عالی مقام، حضرت امام حسینؓ ۸ ذوالحجہ ۶۰ ہجری اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گئے۔ ثعلبہ کے مقام پر محمد بن اشعث کے قاصد نے امام عالی مقام، حضرت امام حسینؓ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کے بارے میں بتایا۔ ابن زیاد کی آنکھوں پر پردہ چھا چکا تھا اُس نے حضرت امام حسینؓ کو روکنے حتیٰ کہ قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر لی تھی۔ حضرت امام عالی مقامؓ کی ملاقات ''حُر'' سے ہوئی۔ جس نے ان کا راستہ روک کر انھیں بتایا کہ وہ کسی آزمائش میں پڑنا نہیں چاہتا۔ آپ کوئی اور راستہ اختیار کر لیں جو عراق اور حجاز دونوں کے درمیان ہو اور جو نہ آپؓ کو کوفہ پہنچائے اور نہ ہی مدینہ واپس لے جائے۔ جگر گوشۂ بتولؓ نے شمال کی طرف رخ کر کے نینوا کو عازم سفر ہوئے۔ نواسۂ رسولؓ حضرت امام حسینؓ نے بیضا کے مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

> ''اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کرنے والے حکمران کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس حاکم کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔
>
> لوگو! خبردار ہو جاؤ، ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انھوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اس لیے مجھے غیرت آتی ہے۔ میرے پاس تمھارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے

Marfat.com

کہ تم نے بیعت کر لی اور تم ہمیں بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ تم اگر اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے۔ میں حسین ابن علیؓ اور ابن فاطمہؓ بنت رسول ﷺ ہوں، میری جان تمھاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمھارے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑ دو گے تو واللہ یہ بھی تمھاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے بن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو، وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمھارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمھاری مدد سے بے نیاز کر دے گا۔"

حضرت امام حسینؓ اہل کوفہ کی بے وفائی سے دل برداشتہ ہوئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہ نینوا پہنچ گئے۔ "حر" کے اندر کا انسان نواسہ رسول ﷺ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں تھا۔ دوسری طرف یزید اور ابن زیاد، حضرت امام حسینؓ کے خلاف ہر قسم کے اقدامات کرنے کے لیے تیار تھے۔ ۲ محرم ۶۱ ہجری امام عالی مقامؓ کربلا کے میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ تین محرم عمرو بن سعد ابن ابی وقاص چار ہزار فوجیوں سمیت کربلا پہنچ گیا۔ ابن سعد چوں کہ حضرت امام حسینؓ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھا اس لیے ان کے سامنے آنے سے گریز کر رہا تھا۔ ابن زیاد کے سخت سے سخت اقدامات کے سامنے سب مجبور تھے۔ نواسۂ رسول ﷺ کے میزبان بھاگ چکے تھے۔ خطوط لکھنے والوں نے منہ موڑ لیا تھا۔ ابن زیاد کے حکم پر ۷ محرم کو ۵۰۰ سوار دریائے فرات پر تعینات کر دیے گئے تا کہ حوض کوثر کے مالک ایک بوند پانی حاصل نہ کریں۔ جب پیاس کا غلبہ ہوا تو امام عالی مقامؓ کے سوتیلے بھائی حضرت عباسؓ بن علیؓ کچھ پانی لانے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک طرف اللہ کی راہ پر قربان ہونے کا جذبہ دوسری طرف نواسۂ رسول ﷺ کے دشمنان کی ستم ظریفیاں اپنے عروج پر تھیں۔ لڑائی سے گریز کے باوجود ابن زیاد کی زیادتیوں میں کمی نہ آئی۔ ۹ محرم کو امام عالی مقامؓ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور

Marfat.com

کیا گیا۔امام عالی مقامؓ کسی صورت بھی یزید کی بیعت کرنے کو راضی نہ تھے۔حضرت امام حسینؓ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور پھر اپنے تمام ساتھیوں سے مخاطب ہوئے۔

"اے ساتھیو! تم نے ہم سے نیکی کی اور ہماری مدد کی۔کل کا دن میرے اور دشمنوں کے درمیان آخری فیصلے کا ہے۔انھیں صرف میری ضرورت ہے۔اس لیے میں تمھیں بخوشی واپسی کی اجازت دیتا ہوں۔کوئی شکایت نہ ہوگی۔رات ہو چکی ہے۔میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو۔تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اِدھر اُدھر چلے جاؤ اور اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ۔یہ سن کر آپ کے بھائیوں ،بیٹوں، بھتیجوں اور تمام عزیزوں ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا ہم آپؓ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔اللہ ہمیں اس دن کے لیے باقی نہ رکھے۔"

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

اقبال

شب عاشور چراغ بجھا دیا گیا۔عزیز واقارب کو اجازت ہے جا سکتے ہو۔وہ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں۔جواب ملتا ہے۔خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپؓ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔حضرت زہیرؓ نے کہا کہ ہزار بار آرے سے چیرا جاؤں لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔اس کے سامنے مقصد کتنا عظیم تھا کہ اپنی جان کی کوئی اہمیت نہیں۔شمع امامتؓ پر آپؓ کے عزیز واقارب اور ساتھی پروانے کی طرح قربان ہوئے کہ وہ منزل کو پا چکے تھے۔تاریخ چین میں جیمز کا کرن نے لکھا ہے "رستم بہادری کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہے لیکن ایسے بہادر لوگ دنیا میں ہو گزرے ہیں جن کے سامنے رستم کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔کس کے قلم میں طاقت ہے کہ امام حسینؓ اور آپؓ کے ساتھیوں کی شجاعت اور استقلال کو بیان کرے۔۷۲ نفوس کی قربانی بیس ہزار کے مقابلے میں دست بدست جنگ دنیا میں کوئی مثال نہیں۔دنیا کے بہادروں کو چاہیے کہ حسینؓ کے قدموں کی خاک اپنی آنکھوں پر لگا کر فخر محسوس کریں۔"

Marfat.com

یوم عاشور کی گذشتہ رات امام عالی مقامؓ کے ساتھیوں نے عبادت میں گزاری۔ آپؓ نے خیموں کے قریب جا کر بچوں کا حوصلہ دیکھا۔ حضرت زینبؓ اپنے کم عمر بچوں کو کہہ رہی تھیں کہ میں نے تمھیں ماموں پر قربان ہونے کے لیے ہی پالا تھا۔ حضرت اُم فروہؓ، حضرت قاسمؓ کو امام حسنؓ کی وصیت بتا رہی تھیں کہ تمھارے چچا پر ایک وقت آئے گا۔ قربان ہو جانا۔ بچے بے تابی سے کہہ رہے تھے کہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے گویا کہ ہر فرد روحِ حسینؓ کا مظہر تھا اور امامؓ کے مقصد کے لیے قربان ہونے کے لیے بے تاب تھا۔ ہندوؤں کی متبرک کتابوں میں آیا ہے آخری سمے کا (پیشوا) جس کا نام چارا کھروں والا (محمد ﷺ) اس کے گھر والے پرماتما کی ایکانت کا سنسار میں پرچار کریں گے۔ ان میں سے ہر پرش سر سے پاؤں تک دھرم بن جائے گا تا کہ جگت سے ادھرمی دور ہو۔ (رگ وید منڈل ۱۸ منتر ۹ اور اشلوک ۳)

امام عالی مقامؓ کے ساتھیوں کا مضبوط قوت ارادی اور یقین کامل کتنے عظیم مقصد کی نشاندہی کرتا ہے حضور ﷺ کبھی امام حسینؓ کی گردن پر بوسہ دیتے تھے اور کبھی کندھے پر سواری کراتے اور فرماتے کتنا اچھا سوار ہے جب امام حسین طفلی کے ایام میں سرخ کپڑوں میں ملبوس گرتے پڑتے حضور ﷺ کو جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے یا ''جدی'' کہہ کر پکارا۔ تو حضور ﷺ ''لبیک یا ابی'' کہتے ہوئے منبر سے نیچے اترے اور اٹھا لیا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کرب وبلا کا منظر سامنے تھا۔ حسنین کریمینؓ اگر سجدے میں حضور ﷺ کی پشت پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ سجدہ لمبا کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایک کھیلتے ہوئے بچے سے بہت پیار کیا اور فرمایا میں نے اس بچے کو اپنے بچے حسینؓ کے ساتھ کھیلتے دیکھا ہے۔ حضرت امام حسینؓ بچپن میں جب روتے تو حضور ﷺ فرماتے مجھے حسینؓ کے رونے سے دکھ ہوتا ہے۔ حضرت اُم فضلؓ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی پیدائش کے وقت آپ موجود تھیں۔ جب بچے کو حضور ﷺ کی گود میں دیا تو آپ ﷺ نے کان میں اذان دی اور منہ میں لعاب دہن ڈالا اور حضور ﷺ روئے۔ پیدائش کی خوشیوں کے ساتھ شہادت کی خبر بھی دی گئی تھی۔ حضرت اُم سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے کرب وبلا کی مٹی آپؓ کے سپرد کی تو حضور ﷺ رو رہے تھے۔ حضور ﷺ دعا مانگتے کہ اے اللہ! تو اُس سے پیار کر جو حسینؓ سے پیار کرتا ہے۔

۱۰ محرم ۶۱ ہجری ستمبر ۶۸۰ عیسوی کا سورج لہو رنگ طلوع ہوا۔ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ نے فرمایا:

''لوگو! میرا حسب ونسب یاد کرو، سوچو، میں کون ہوں؟ پھر اپنے

Marfat.com

گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، کیا تمھارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی ﷺ کی لڑکی کا بیٹا اور اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حضرت حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تم نے جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے نہیں سنا۔ ''سید الشباب اھل الجنتہ'' جنت کے نوجوانوں کے سردار۔

اگر میرا بیان سچا ہے اور یقیناً سچا ہے کیوں کہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتلاؤ کیا تمھیں یوں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات کا یقین کرتے ہو تو میرے قول کی تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو، ابوسعید خدریؓ سے پوچھو، سہیل بن سعدؓ سے پوچھو، زید بن ارقمؓ سے پوچھو، انس بن مالکؓ سے پوچھو، وہ تمھیں بتائیں گے۔ انھوں نے میرے بھائی اور میرے بارے حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے یا نہیں کیا یہ بات تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی۔ واللہ! اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی بیٹی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ مجھے کس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟''

مظلوم کربلا امام حسینؓ کے ساتھ ۲۳ سوار اور چالیس پیدل تھے۔ حضرت عباسؓ نے علم سنبھالا حضرت امام حسینؓ کی تمام تقریریں اہل کوفہ اور ان کے سرداروں کے سامنے بے اثر ہوئیں۔ انسانی ہمدردی سے عاری، اہل بیت سے بے زاری اور نواسہ رسول ﷺ سے غداری کے جذبے لیے ابن زیاد کے ہزارہا فوجی نہتوں پر

Marfat.com

ٹوٹ پڑے۔ انفرادی لڑائی میں شامی فوج کو بہت سا جانی نقصان ہوا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اپنے ساتھی میسرہ کے ساتھ مل کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ ۵۰۰ تیر اندازوں کا دستہ گلشنِ فاطمہؓ کے پھول کی جان لینے پر تُل چکا تھا۔ جانثاران اہلِ بیت رسم شہادت ادا کرتے رہے۔ اس وقت آسمان بھی خون کے آنسو رو رہا ہوگا جب حسنِ کائنات ﷺ کے شانوں کا سوار حضرت امام حسینؓ اپنے شیر خوار بچے عبداللہ المعروف علی اصغر کو گود میں لے کر پانی کی التجا کے لیے آگے بڑھنے والے تھے کہ بنی اسد کے ایک بدبخت کا تیر حضرت علی اصغرؓ کے نازک حلق سے ہوتا ہوا حضرت امام حسینؓ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ پھر وہ دل خراش منظر چشم فلک نے دیکھا کہ شمر بن ذی الجوشن کا خنجر نواسۂ رسول ﷺ کی شمع زندگی گُل کر گیا۔ طاقت، اسلحہ، اختیار، اقتدار کے غرور میں مست فوج یزید نے جمعۃ المبارک ۱۰ محرم ۶۱ھ بمطابق ستمبر ۶۸۱ عیسوی شہید انسانیت کا سر نیزے پر لٹکا دیا۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؓ
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت امام عالی مقامؓ کی شہادت کے بعد تیسرے روز شہداء کے جسد خاکی کی تدفین ہوئی۔ نواسۂ رسول ﷺ کی نعش بغیر سر کے دفن ہوئی کیوں کہ ان کا نہ جھکنے والا سر عمرو بن سعد، ابن زیاد کو دکھانے کے لیے کوفہ لے گیا تھا۔

تاریخ، مثال ایسی کوئی ڈھونڈ کے لائے
سر تن سے جدا بھی ہو مگر موت نہ آئے

اعزاز احمد آزر

گلشنِ اہلِ بیت کا خزاں رسیدہ اور ستم زدہ قافلہ شام کے بازار سے ہو کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے نواسہ رسول ﷺ کے سر اقدس کو ایک چھڑی سے چھیڑنا شروع کیا اور پھر دیگر شہداء کے سر بھی دمشق میں یزید کے دربار میں کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یزید، امام عالی مقامؓ کا سر دیکھ کر بولا ''اگر تم لوگ حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔'' جگر گوشہ بتول امام عالی مقامؓ کی شہادت کے بعد

Marfat.com

اسلامی تاریخ نے ایک نیا موڑ اختیار کیا۔

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مولانا محمد علی جوہر

شہادتِ امام حسینؓ کے بعد

حضرت زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ نے علم و فن کی ترویج کے لیے خود کو وقف کر لیا۔ اہل مکہ اور مدینہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا آغاز کیا۔ قاتلین حسینؓ اپنے انجام کو پہنچنے لگے۔ کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ مختار بن ابی عبید نے ایک دن میں ۲۴۰ قاتلین حسینؓ کا کام تمام کیا۔ شمر کوفہ سے بھاگ گیا لیکن اسے فدایان حسینؓ پکڑ لائے اور اسے اذیت ناک موت دی۔ کئی ظالم شامی سرداروں کے سر قلم کر دیئے گئے اور اس طرح سانحہ کربلا کے بعد شیعان علیؓ کا اقتدار بڑھنے لگا۔ بنو عباس اس سارے پس منظر میں منظر پر آ گئے۔ اہل بیت سے محبت کا اظہار کر کے عباسیوں نے زور پکڑا اور اموی خلافت زمین بوس ہو گئی۔

ممنون التفات ہے، انساں حسینؓ کا
راہ خدا میں یاد ہے احساں حسینؓ کا
قرآں سنا رہا ہے سر نیزہ یزید
خاموش کب ہے ساز رگ جاں حسینؓ کا
لازم ہے ہم پر پیروی سنت حسینؓ
ہر اک عمل ہے حاصل قرآں حسینؓ کا

یزیدی افواج نے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف فوج کشی شروع کر دی۔ ۱۲ ہزار شامیوں نے مدینہ میں تباہی مچائی جب کہ مکہ کا محاصرہ کر کے حرم شریف کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ خانہ کعبہ کی عمارت کو بہت نقصان پہنچا۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ہجری بمطابق نومبر ۶۸۸ عیسوی ۳۹ سال کی عمر میں خوران کے مقام پر یزید دار فانی سے کوچ کر گیا۔ تین سال ۹ ماہ کی حکومت میں کتنے انسانوں کا لہو بہایا گیا اس پر انسانیت آج تک آنسو بہا رہی ہے۔ ملت اسلامیہ کا اتحاد یزید کے دور میں ہی پارہ پارہ ہوا۔ من مانی خلافت اور ملوکیت کے خلاف حضرت امام حسینؓ

Marfat.com

میدانِ کربلا میں ظاہری شکست کے باوجود تا حشر فاتح ہیں جب کہ یزید میدانِ کربلا میں ظاہری فتح کے باوجود نشانِ نفرت ہے۔

شاہ ہست حسین پادشاہ ہست حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد ، دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

حضرت زینبؓ کے ہم تا حشر احسان مند ہیں جنھوں نے سانحۂ کربلا کو آنے والی نسل کے لیے ایک تحریک کی صورت میں پیش کیا۔ کوفہ و شام کے بازاروں میں حضرت امام حسینؓ، حضرت عباسؓ، حضرت علی اکبرؓ، حضرت قاسمؓ اور حضرت علی اصغرؓ کے سر مبارک نیزوں پر دیکھ کر بھی دل برداشتہ نہ ہوئیں۔ دربارِ یزید میں حضرت زینبؓ کا خطبہ اسلام اور شہادتِ امامِ حسینؓ کے مقاصد پر روشنی ڈالتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ حضرت زینبؓ کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

۶۴ ہجری ۶۸۸ عیسوی میں یزید نے اپنے بیٹے معاویہ ثانی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ ۲۱ سالہ نوجوان نے تین ماہ بعد ہی خلافت سے دست برداری اختیار کر لی۔ خرابی صحت کی وجہ سے وہ جلد فوت ہو گیا۔ عالم اسلام ان واقعات کی وجہ سے انتشار کا شکار رہا۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور مروان بن حکم نے دو امتیازی خلافتوں کا اعلان کر دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ مشہور صحابی حضرت زبیرؓ کے بیٹے تھے۔ کم عمری میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی دو ہجری ۶۲۴ عیسوی کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے بڑی جرأت مندی سے اسلام کی خدمت کی۔ یزید کی موت کے بعد سارے حجاز نے ابن زبیرؓ کی خلافت تسلیم کر لی۔ عراق پر اس وقت عبیداللہ بن زیاد کی حکومت تھی۔ عراقیوں کی منافقت سے تنگ آ کر وہ شام کی طرف چلا گیا۔ اہل عراق نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کو حکمران مان لیا۔ مروان بن حکم، بنو اُمیہ کی دوسری شاخ کے طور پر سامنے آئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں انھیں مدینہ کا والی مقرر کیا گیا۔ مروان بن حکم رشتہ میں حضرت عثمانؓ کے چچا زاد

Marfat.com

تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شام میں بنواُمیہ کے کئی اہم شخصیات میں اختلافات بڑھنا شروع ہو گئے۔ شاید ان اختلافات کی وجہ سے خاندان مروان کی حکومت صرف ۶۴ تا ۶۵ ہجری قائم رہی۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی طاقت کمزور ہو رہی تھی جب کہ عبدالملک بن مروان مسندِ اقتدار پر رونما ہوا۔ اُس نے ۷۲ ہجری کے آخر میں حجاج بن یوسف ثقفی کو مکہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ شعبان ۷۲ ہجری بمطابق جنوری ۶۹۲ عیسوی حجاج بن یوسف ۷ ہزار فوجی ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا لیکن طائف پہنچ کر اس نے ہتھیار ڈالنے کی شرط پر عبداللہ بن زبیرؓ کو امان کی درخواست کی جسے شرف قبولیت حاصل نہ ہوا۔

ایک عرصہ تک حجاج بن یوسف کے لشکری طائف سے نکل کر چاند ماری کرتے رہے۔ میدان عرفات میں عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ اکا دکا جھڑپیں جاری رہیں۔ بالآخر عبداللہ بن زبیرؓ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ حجاج بن یوسف نے عبدالملک کو اپنی فتوحات سے آگاہ کیا۔ مزید برآں اُس نے تازہ دم فوج کا مطالبہ بھی کیا۔ عبدالملک نے درخواست منظور کرتے ہوئے ایک دستہ روانہ کر دیا۔ حجاج بن یوسف نے پہلے مدینہ کو قابو کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تازہ دم دستہ تھا جس نے فتح حاصل کرتے ہوئے حجاج بن یوسف کو کمک پہنچائی اور پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو حرم میں گھیر لیا۔ قسمت کی ستم ظریفی کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے متعدد جوان ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ حجاج بن یوسف نے ابن زبیرؓ کو امان کی پیش کش کی، لیکن عبداللہ بن زبیرؓ بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے ۷۳ ہجری بمطابق ۶۹۲ عیسوی شہید کر دیے گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کے سر عبدالملک بن مروان کے پاس دمشق بھیج دیئے گئے اور لاش قریش کی عبرت کے لیے بیرون شہر ایک بلند مقام پر لٹکا دی گئی۔ عبدالملک بن مروان کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو لاش وارثوں کو دلوا دی گئی۔ ابن زبیرؓ ۹ سال خلافت کرتے رہے اور ۷۲ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ اہل عراق نے غداری کی وہ عراق، ایران اور دیگر علاقہ جات سے مدد حاصل کرنے میں ناکام ہوئے۔ ان کا پر آشوب دور ملت اسلامیہ کے انتشار کا باعث ہوا۔ عبدالملک بن مروان ۸۵ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اموی حکومت کے پاس اس وقت شام اور مصر کے صوبے تھے۔ باقی عالم اسلام عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھا۔ عراق میں کئی تحریکیں جنم لے رہی تھیں جب کہ خوارج نے ہر جگہ سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ عبدالملک بن مروان کو کئی محاذوں پر لڑنا پڑتا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُس کا دورِ حکومت دو حصوں پر مشتمل رہا۔ پہلے حصے میں ۶۵ ہجری سے ۷۳ ہجری تک عبدالملک اور عبداللہ

Marfat.com

بن زبیرؓ آدھے آدھے ملک کے خلیفہ تھے۔عبدالملک نے اپنی حکمت عملی سے عبدالملک بن زبیرؓ کو شہید کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور یوں دوسرا دور ۷۳ ہجری سے ۸۲ ہجری تک محیط ہے۔

حجاج بن یوسف کو کئی بغاوتوں کا سامنا رہا۔مصعب بن زبیر نے عراقی فوج کو فعال بنانے کے لیے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا لیکن حجاج بن یوسف نے اس میں کمی کردی جس کی وجہ سے بصرہ میں مقیم فوج نے عبداللہ بن جارود (۷۵ ہجری) کی سرپرستی میں بغاوت کردی۔باغیوں نے حجاج کے خیمے لوٹ لیے۔حجاج نے ہمت سے کام لیا۔حجاج اور ابن جارود، دست وگریباں رہے۔حجاج شکست کے دہانے پر تھا کہ ابن جارود کو ایک تیر لگا اور وہ اُس کی تاب نہ لا سکا۔اس طرح حجاج بن یوسف کو اپنا کھویا ہوا اقتدار مل گیا۔شبیب خارجی کی طرح صالح تمیمی، کوفہ اور اس کے گردونواح میں مقبول شخصیت کے حامل تھے۔۷۶ ہجری میں اس نے بنواُمیہ کے مظالم کے خلاف جہاد شروع کیا تو شبیب خارجی اس کے ساتھ مل گیا۔صالح کو شکست ہوئی جب کہ خوارج منظر عام پر آگئے۔شبیب خارجی کو ایک قلعے میں بند کردیا گیا۔وہ ہوشیاری کے ساتھ رات کے وقت قلعہ سے باہر نکلا اور حارث کی فوج پر حملہ آور ہوا۔حارث کی فوج کو شکست ہوئی اور خوارج نے مال غنیمت پر قبضہ کرلیا۔اس کامیابی کے بعد شبیب نے عراق کے دارالحکومت کوفہ کا رخ کیا۔اس نے لاتعداد افراد قتل کیے۔حجاج بن یوسف نے کئی دستے فوج زحر بن قیس کی سرپرستی میں شبیب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے لیکن انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔پھر حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو ۶ ہزار تجربہ کار سپاہی دے کر روانہ کیا۔دونوں فوجیں مختلف مقامات پر خیمہ زن ہوتی رہیں۔عیدالاضحی کے موقع پر دونوں افواج میں عارضی صلح ہوگئی۔حجاج بن یوسف اس اقدام پر ناراض ہوا اور اس نے اشعث کی جگہ عثمان بن قطن کو سپہ سالار بنایا اور اسے بھی شکست سینے سے لگانا پڑی۔یکے بعد دیگرے ناکامیوں کے بعد حجاج بن یوسف نے اہل کوفہ کو اپنی تقریروں سے بیدار کیا۔پچاس ہزار کوفی عتاب بن ورقہ کی قیادت میں نکلے۔شبیب خارجی کی فوج ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔شبیب نے رات گزارنے کے لیے دریا عبور کرکے دوسری طرف جانا چاہا لیکن عین وسط میں وہ دریا بُرد ہوگیا۔۷۷ ہجری بمطابق ۶۹۷ عیسوی شبیب خارجی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا۔

خوارج کے خلاف کامیابی نے حجاج بن یوسف کا سر فخر سے بلند کردیا۔اس نے مہلب سپہ سالار کی صلاحیتوں کو سلام پیش کیا۔اموی افواج خوارج سے بھی گئی۔نیز کئی گروہوں میں منقسم ہوگئی، جنھیں شکست دینا کوئی مشکل نہیں تھا۔۷۹ ہجری میں والی خراساں اُمیہ بن عبداللہ نے اپنے لڑکے کو سیستان کے فرمانروا رتبیل

Marfat.com

اور دیگر باغیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ رتبیل نے بڑی بہادری سے عبداللہ کا محاصرہ کرلیا اور آئندہ فوج کشی نہ کرنے کا معاہدہ کر کے عبداللہ کو جانے دیا۔ سزا کے طور پر عبداللہ کو معزول کر دیا گیا۔ ۷۸ ہجری میں حجاج نے عبیداللہ بن بکرا کو رتبیل کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ رتبیل نے انھیں بھی اپنے جال میں پھنسالیا۔ ۷ لاکھ درہم ادا کرنے پر عبیداللہ بن بکر کو واپسی کا راستہ ملا۔ رتبیل کی حکومت میں افغانستان، بدخشاں اور کافرستان کے پہاڑی علاقے تھے جس کی وجہ سے ان کا مقابلہ کرنا سخت مشکل تھا۔ حجاج بن یوسف مہم ساز شخصیت کا حامل تھا لہٰذا اس نے اپنے سپہ سالار عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعت کی سربراہی میں فوج بھیجی۔ جس نے رتبیل کی نصف سلطنت فتح کرلی۔ تاریخ نے نیا موڑ اختیار کیا اور ابن اشعت نے حجاج کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔ کئی نامور دانشوروں نے ابن اشعت کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور پھر آہستہ آہستہ عراق میں سازشوں نے سر اٹھایا۔ ابن اشعت اور رتبیل کے درمیان صلح ہوگئی۔ عراقیوں نے ابن اشعت کی خلافت قبول کرلی۔ ذوالحجہ ۸۱ ہجری جنوری ۷۰۱ عیسوی میں ابن اشعت بصرہ میں قابض ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا۔ حالات نے پھر کروٹ بدلی حجاج بن یوسف، زاویہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے میں کامیاب رہا۔ حجاج منصوبہ بندی میں بہت ماہر تھا۔ اس نے اپنے دلیر ساتھیوں کے ساتھ ابن اشعت کے خلاف عسکری قوت کا مظاہرہ جاری رکھا حجاج کی عدم موجودگی میں عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بصرہ کا امیر تھا۔ حجاج نے بصرہ میں داخل ہو کر گیارہ ہزار خوارج کو صفحہ ہستی سے خارج کر دیا۔ عراق جنگ و جدل کا مرکز رہا۔ یکے بعد دیگرے جھڑپیں ہوتی رہیں، کوئی آتا رہا کوئی جاتا رہا۔ ابن اشعت کے خاتمہ کے بعد عراق میں کچھ امن ہوا۔ ۹۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے زہیر بن قیس کو افریقی علاقہ جات کی بازیابی کے لیے تعینات کیا۔ اسلامی افواج نے بربریوں اور رومیوں کی متحدہ افواج کو شکست فاش دی۔ قیصر روم نے عسکری قوت استعمال کی۔ عبدالملک کو دنیا اسلام کا واحد خلیفہ تسلیم کرلیا گیا۔ کیسلہ، سازشی ذہنیت رکھتا تھا۔ زہیر بن قیس کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا گیا۔ رومیوں نے برقہ پر قبضہ کرلیا اور اسلامی لشکر کو شکست ہوئی۔ حجاج بن یوسف نے تابعین میں سے سعید بن جبیر کے علاوہ تمام بزرگوں کو معاف کر دیا اور ایک عرصہ بعد سعید بن جبیر کو ولید بن عبدالملک کے دور میں شہید کر دیا۔ عبدالملک نے قیصر روم کو شکست دی۔ زندگی کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے عبدالملک ۱۵ شوال ۸۶ ہجری بمطابق ۷۰۷ عیسوی میں دارفانی سے آزاد ہو گئے۔ انھیں دمشق میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

عبدالملک کی وصیت کی چند سطور ملاحظہ ہوں:

Marfat.com

''خدا کا خوف ہمیشہ کرنا کہ یہ سب سے خوب صورت زیور اور سب سے مضبوط جائے پناہ ہے۔تم میں سے جو بڑا ہو، اس کو چھوٹے کے ساتھ لطف سے پیش آنا چاہیے اور چھوٹے کو بڑے کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہیے۔اپنے بھائی مسلمہ کا ہمیشہ خیال رکھنا اس کی رائے ومشورہ پر عمل کرنا، کہ وہ تمھارا قوت بازو اور تمھاری ڈھال ہے حجاج بن یوسف کا احترام کرنا۔اس نے دشمنوں کو زیر کر کے ملک کو تابع فرمان بنایا ہے۔تم میں اختلاف نہ ہونے پائے خطاداروں کی خطاؤں کو نگاہ میں رکھنا۔اگر وہ معافی چاہیں تو معاف کر دینا اور جب وہ دوبارہ خطا کریں تو سزا دینا۔''

ان کے دور میں خانہ کعبہ پر سنگ باری، بعض اصحابہ اور تابعین کی تذلیل اور بے حرمتی ہوئی۔ عبدالملک کے بعد ان کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ولید بن عبدالملک کے ۱۰ سالہ دور میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ ولید کی تخت نشینی کے بعد حجاج بن یوسف نے یزید بن مہلب کو خراسان کی ولایت سے معزول کر کے قتیبہ بن مسلم کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔قتیبہ نے ترکستان سمیت کئی علاقے فتح کیے۔کاشان اور فرغانہ کے علاقے بھی ان کے قبضہ میں آئے۔قتیبہ نے ۸۷ ہجری میں بخارا کا شہر بیکند، ۸۸ ہجری میں ترکستان، خاقان، ۹۰ ہجری میں بخارا فتح کر لیا۔قتیبہ نے مختلف مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۹۱ ہجری میں دریائے جیجوں کو پار کر کے طالقان، فاریاب، جوز جان، طخارستان، کو دوبارہ فتح کر کے بلخ تک پہنچ گیا۔بلخ سے نیزک کا پیچھا کرتا ہوا خلم کی دشوار گزار گھاٹیوں میں محصور ہو گیا تھا۔ایک جاننے والے کی مدد سے مسلمانوں نے قلعہ کی پشت کی جانب ایک راستہ تلاش کر لیا اور یوں اچانک حملہ آور ہوئے۔نیزک کے بہت سے ساتھی کام آئے لیکن وہ خود جان بچا کر زکی گھاٹی جا پہنچا۔قتیبہ اس کے پیچھے زکی گھاٹی روانہ ہوا اور دو ماہ تک محاصرہ جاری رکھا اس دوران نیزک کی رسد ختم ہو گئی اور وہ جان بخشی کے وعدہ پر قتیبہ کے سامنے حاضر ہوا مگر بعد ازاں حجاج بن یوسف کے اذن پر اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

قتیبہ نے ۹۳ ہجری خوارزم پر دھاوا بولا۔اس علاقے کا بادشاہ خوارزم شاہ کہلاتا تھا۔مسلمانوں نے خوارزم پر چڑھائی کر کے خرزاد کو شکست دی لیکن اطاعت اور جرمانہ ادا کرنے پر خوارزم شاہ کو دوبارہ تخت نشیں کر دیا۔خوارزم بہت کمزور شاہ تھا۔جب قتیبہ وہاں سے کوچ کر گیا تو اس کی رعایا نے اسے قتل کر دیا۔قتیبہ نے

Marfat.com

اپنے بھائی عبید اللہ کو خوارزم کا حاکم تعینات کیا اور اس طرح قتیبہ کی کوششوں سے یہ علاقہ مسلم حکومت میں شامل کرلیا گیا۔۹۳ھ میں ہی مسلمانوں نے سمرقند پر نہ صرف قبضہ کرلیا بلکہ بہت سا مال غنیمت بھی ان کے ہاتھ آیا۔ سمرقند کے رہائشی بت پرست تھے۔ مسلمانوں نے بت شکنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہر میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی۔ شاش اور فرغانہ کے حاکموں نے مسلمانوں کے خلاف حکمت عملی اختیار کیے رکھی۔ قتیبہ نے ۹۴ھ میں شاش پر نہ صرف قبضہ کرلیا بلکہ آگے بڑھتے ہوئے چین کی سرحد تک فتوحات حاصل کرلیں۔ خاقان چین نے ترکستان کی عسکری مہمات میں مسلمانوں کے خلاف بار بار کارروائیاں کیں۔ ۹۶ھ میں قتیبہ فوج کے ساتھ چین تک جا پہنچا۔ فرغانہ سے کاشغر تک کا راستہ ٹھیک کرتے ہوئے مسلمان فوج چین میں داخل ہوگئی۔ خاقان چین اطاعت کرنے پر مجبور ہوگیا اور اس طرح دیگر فتوحات کے راستے بھی آسان ہوتے چلے گئے۔ علامہ اقبال نے شاید اسی لیے کہا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

۷۰۳ھ میں قبیلہ بنی آثار کے سردار محمد بن حارث علائی نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم بن زرعہ قلابی کو قتل کردیا۔ اس نے قتل چھپانے کے لیے اپنے قبیلے کے تقریباً ۵۰۰ ساتھی لے کر راہ فرار حاصل کی۔ وہ مختلف راستوں سے سندھ کے راجہ داہر کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ سندھ میں راجہ داہر کے ظلم وستم عام تھے۔ لنکا کے راجہ نے خلیفہ اسلام سے راہ رسم دوستی کے لیے تجارت اور تحائف پر مشتمل کچھ سامان آٹھ جہازوں پر روانہ کیا۔ جب یہ جہاز سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب پہنچا تو راجہ داہر کے غنڈوں اور لٹیروں نے سامان لوٹ لیا۔ بچوں کو گرفتار کرلیا جب کہ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ ایک خاتون یہ حالات حجاج بن یوسف تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئی۔ حجاج بن یوسف یہ خبر پاکر بہت سیخ پا ہوا۔ اس نے راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے ۱۷ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کو تیار کیا تاکہ وہ راجہ داہر اور اس کے ساتھیوں کو سبق سکھا سکے۔ محمد بن قاسم ایک غیور نوجوان تھا۔ اسے ابتدا ہی سے عسکری سرگرمیوں میں دلچسپی تھی۔ وہ سچا، کھرا مسلمان تھا۔ مسلم قافلے پر ہونے والے ظلم وستم اور مسلمان لڑکی کی فریاد اس کی سماعتوں کو چھو رہی تھی۔ اس ضمن میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کی حکمت، دانائی اور فراست سے فائدہ حاصل کرنے کا سوچ لیا۔

Marfat.com

سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد

محمد بن قاسم اپنی فوج کے ہمراہ جمعۃ المبارک ۱۰ محرم ۹۳ء بمطابق ۷۱۲ عیسوی کو مکران اور ارما بیل کے راستے دیبل پہنچا۔ نوجوان جرنیل محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کو کچھ فاصلے پر دیبل کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ کھدائی کے دوران ہی حجاج بن یوسف کی طرف سے سامان حرب لیے ایک جہاز لنگر انداز ہوا۔ جس میں رسد، اسلحہ اور پیادہ فوج تھی۔ محمد بن قاسم نے فوج کو خندق کے اردگرد ترتیب دینے کے بعد لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کی شناخت کے لیے ایک علم مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ لوگ اپنا اپنا پرچم لہراتے ہوئے منجنیقوں کے قریب پہنچ جائیں۔ عسکری قوانین کے مطابق نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے دیبل کے گورنر کو اطاعت کرنے، ہتھیار ڈالنے اور صلح و آشتی قبول کرنے کی دعوت دی لیکن راجہ داہر نے ہٹ دھرمی سے اس پیغام کو ٹھکرا دیا اور قلعہ بند ہو کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اہل شہر کی مدافعانہ پالیسی کی وجہ سے دیبل کے محاصرے نے کئی ماہ تک طول کھینچا اور جلد کسی فیصلہ کن جنگ کی نوبت نہ آ سکی۔ دیبل کی آبادی زیادہ تر بدھ مت کے پیروؤں پر مشتمل تھی اور شہر کے عین وسط میں ان کا ایک عظیم الشان مندر تھا جس کے گنبد پر ایک بہت بڑا پرچم لہراتا رہتا تھا۔ مندر کی عمارت ۴۰ گز بلند تھی اور اس کے اُوپر جھنڈے کی اونچائی بھی اتنی ہی تھی۔ محمد بن قاسم کو یہ بتایا گیا کہ جب تک یہ جھنڈا سرنگوں نہ ہوگا، اہل شہر کے حوصلے پست نہ ہوں گے کیوں کہ اس جھنڈے کا سرنگوں ہونا ان کے نزدیک بہت بدشگونی کی علامت تھی۔

محاصرے کی طوالت اور فیصلہ کن پیغام نہ ملنے پر حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو ایک خط کے ذریعے مندر پر نصب جھنڈا گرانے کا طریقہ سکھایا۔ دونوں کی حکمت عملی اور مشاورت جاری رہی۔ محمد بن قاسم نت نئے طریقے اپناتا رہا۔ دوسری جانب حجاج بن یوسف کی تشویش بڑھ رہی تھی اور وہ کسی اچھی خبر سننے کے لیے بے تاب تھا۔ محمد بن قاسم نے حجاج کی ہدایت کے مطابق ''عروس'' کو اس طرح نصب کرایا کہ اس کا ایک پایہ کاٹ کر چھوٹا کر دیا گیا اور سورج کو پشت پر رکھا گیا تا کہ اس کی روشنی سے آنکھوں میں چکا چوند پیدا نہ ہو۔ جب ''عروس'' پر مقررہ ۵۰۰ آدمیوں نے دفعتاً سنگ باری کا آغاز کیا تو مندر کا گنبد تھوڑی دیر میں چیخ کر رہ گیا اور جھنڈے کے پرخچے اُڑ گئے۔ مسلمانوں نے وفورِ جوش میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پوری قوت کے ساتھ شہر کی فصیل پر حملہ آور ہوئے۔ جھنڈا گرتے ہی اہل شہر کی ہمت ٹوٹ گئی اور انھوں نے مایوسی کے عالم میں شہر سے باہر نکل کر

Marfat.com

لڑنے کا فیصلہ کیا لیکن مسلمان جانبازوں کی یلغار کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ چند مجاہد آناً فاناً کمندیں ڈال کر شہر کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اپنی فوج کو پسپا ہوتے دیکھ کر راجہ داہر کا گورنر بھاگ نکلا اور شہر پر لشکرِ اسلام کا قبضہ ہو گیا۔

شہر میں امن و امان قائم کرنے کے بعد محمد بن قاسم کو سب سے پہلے اپنے ان مظلوم عرب قیدیوں کی فکر دامن گیر ہوئی جنھیں دیبل کے قزاقوں نے قیدی بنا لیا تھا۔ وہ اپنی چشمِ تخیل سے کئی بار ان کو دشمن کی قید سے چھڑاتے دیکھ چکا تھا۔ عالمِ خیال میں اس کے کانوں نے اس عصمت مآب لڑکی کی فریاد کئی بار سنی تھی جس نے بے بسی کے عالم میں حجاج کو مدد کے لیے پکارا۔ اس کی آنکھیں اس کے تصور سے اب تک کتنی دفعہ نمناک ہو چکی تھیں۔ محمد بن قاسم کی سماعتوں میں مظلوم لڑکی کی فریاد بازگشت بنی ہوئی تھی۔ وہ حجاج بن یوسف کے حکم کی تکمیل کے لیے جذبۂ جہاد سے سرشار، انتقامی خیال ذہن میں بسائے آگے بڑھ رہا تھا۔ محمد بن قاسم کے سامنے دیبل کے ایک بڑے پُروہت کو لایا گیا جو راجہ داہر کا ایک اہم مشیر تھا اور جس کے قبضے میں سراندیپ کے جہاز والے مسلمان تھے۔ اس نے قیدیوں سے اپنے حسنِ سلوک کا واسطہ دے کر جان بخشی کی درخواست کی۔ محمد بن قاسم نے اس سے کہا ''جب تک قیدی خود اس بات کی گواہی نہ دیں ہم تمھیں معاف نہیں کر سکتے''۔

یہ ایک رقت انگیز منظر تھا۔ محمد بن قاسم نے بہت عزت و احترام کے ساتھ مردوں کو اپنے سامنے جگہ دی اور عورتوں کو پردے کے پیچھے بٹھایا۔ ان تمام قیدیوں نے پروہت کے حسنِ سلوک کی گواہی دی اور بتایا کہ وہ انھیں لشکرِ اسلام کی آمد کی اُمید دلا کر ان کی ہمت بندھاتا رہا اور ان کی ہر طرح کی دل جوئی کرتا رہا ہے۔ پروہت کے حسنِ سلوک کی گواہی ملنے پر اُسے معافی مل گئی نیز قیدی خواتین و حضرات کو بھی رہا کر دیا گیا۔

محمد بن قاسم نے ان سب کو رہائی پر مبارک باد دی اور اپنی اس بہن کا شکریہ ادا کیا جس نے دینِ حق کے پرستاروں کی غیرت و حمیت کو جھنجوڑ کر مجبور کر دیا کہ وہ اس بتوں کی سرزمین میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے سعی کر گزریں۔ اس ایک مظلوم لڑکی کی فریاد کے نتیجہ میں سندھ اسلام کا گہوارہ بن گیا۔ یہاں بتوں کو پاش پاش کر کے اسلام کا پرچم بلند کر دیا گیا۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ پاکستان اس وقت ہی معرضِ وجود میں آ گیا تھا جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر لیا تھا۔ ان کی اس بات کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ سندھ کی فتح یابی ہی دراصل ان علاقوں میں پاکستان کی نرسری کی ابتداء ہے۔

سندھ میں اشاعتِ توحید و رسالت ﷺ کی روانی و فراوانی میں
محمد بن قاسم کا اہم کردار ہے۔ بحیثیت فاتح محمد بن قاسم نے مفتوح

Marfat.com

علاقہ میں مستقل بالذات سلطنت کا دارالحکومت قائم کیا۔ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ عرب فوج میں قرآن مجید کے بہت سے قاری تھے جن کو حجاج نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ قرآن کی قرأت پابندی سے کیا کریں۔ سندھ کے علاوہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ کی جانب سے سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ/۱۰۰۲ء میں داخل ہو کر اسلام کے فروغ واشاعت کی راہ ہموار کی۔ غزنوی عہد حکومت میں اسلام کی جڑیں لاہور اور گردونواح میں مستحکم ہو گئیں۔ ابتدائی چار صوبوں میں ہندوستان میں لوگوں کا رجحان صرف حدیث نبوی ﷺ کی طرف تھا کیوں کہ جب اسلام ہندوستان میں داخل ہوا تو قرآن وحدیث کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ لوگ علماء اور محدثین کا بہت احترام کرتے تھے۔ چناں چہ ابو القاسم مقدسی جس نے سلطان محمود غزنوی کے حملہ سے پہلے ۳۷۵ھ/ ۹۸۵ء میں سندھ کو دیکھا۔ وہ اس خطہ کے متعلق لکھتا ہے "ان میں سے اکثر لوگ حدیث کی طرف رجحان رکھنے والے ہیں۔" (بحوالہ: کتانی، محمد بن جعفر، الرسالہ المستطرفتہ، دارالفکر دمشق ۱۹۷۹ء)"

راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ برہمن آباد کی طرف بھاگ گیا مگر رانی نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جب سنگ باری کی وجہ سے قلعہ راور کی دیواریں مسمار ہو گئیں تو رانی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ چتا میں جل مری۔ یوں مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران راجہ داہر کا وزیر سی ساکر محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اور ہتھیار ڈالتے ہوئے وہ تمام عورتیں رہا کر کے لوٹا دیں جنھیں راجہ داہر کے بحری قزاقوں نے لوٹ کر قیدی بنا لیا تھا۔

ہندو افواج کی کثیر تعداد برہمن آباد سندھ کی راج دھانی یہاں راجہ داہر کے لڑکے جے سنگھ کی قیادت میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ جے سنگھ چالاک آدمی تھا وہ کچھ سواروں کے ہمراہ شہر سے باہر چلا گیا لیکن جونہی مسلمان شہر میں داخل ہوئے اس نے مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا تا کہ بندی کی وجہ سے مسلمانوں کو خورد ونوش اور دیگر ضروریات زندگی سے محروم رہے۔ محمد بن قاسم نے اپنی حکمت

Marfat.com

عملی سے راجہ موکا سے مدد لی ۔ جے سنگھ کو شکست ہوئی اور وہ کشمیر فرار ہو گیا۔ برہمن آباد کا محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے شہریوں نے دروازے کھول دیے۔ محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے ۹۴ ہجری میں برہمن آباد فتح ہو گیا اور پھر محمد بن قاسم شمالی ہند کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔ بابیا کے مقام پر راجہ کسکر جو داہر خاندان سے تعلق رکھتا تھا نے محمد بن قاسم کے سامنے اطاعت قبول کر لی۔ پھر مسلمانوں نے قدیم قلعہ سکہ جو کہ ملتان کے بالمقابل دریائے راوی کے دوسرے کنارے واقع ہے حاکمِ بجرا کو شکست دے کر قلعہ مسمار کر دیا۔ ملتان کا محاصرہ دو ماہ جاری رہا۔ ۹۵ ہجری میں مسلمان فتح و نصرت سے ہم کنار ہوئے۔ اپنے حسن واخلاق کی دولت بانٹتے ہوئے وہ دلوں کے قفل کھولتا چلا گیا۔ محمد بن قاسم نے مالِ غنیمت اور کشور کشائی سے بالاتر ہو کر اسلام کا پرچم لہرایا۔ ملتان کے بعد شمال سے ہوتا ہوا جہلم تک علاقہ فتح کر لیا۔ حجاج بن یوسف عراق کا والی تھا۔ ایران، خراسان، ترکستان اور سندھ کے مفتوحہ علاقے اس کے زیرنگیں تھے۔ وہ ملتان سے ارور چلا گیا تاکہ دارالخلافہ کے قریب رہے۔ حجاج بن یوسف کی اچانک موت محمد بن قاسم کے لیے پریشانی کا باعث بنی۔ صرف آٹھ ماہ بعد خلیفہ ولید اول بھی دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اسی طرح ایشیائے کوچک کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ قسطنطنیہ کی حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ دشمنی کے اعتبار سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔ شام کی مغربی سرحدوں پر رومیوں کے حملے کا خطرہ منڈلاتا رہتا تھا۔ ولید نے اپنے بھائی مسلمہ اور اپنے بیٹے عباس کو رومیوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے تعینات کیا۔ عسکری اعتبار سے یہ تمام علاقے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ ۸۰ ہجری میں مسلمہ نے کچھ قریبی علاقے زیرنگیں کیے۔ ۸۸ ہجری میں خون آشام جھڑپ کے بعد عباس بن ولید نے قلعہ طوانہ فتح کیا۔ ۸۹ ہجری میں اردلیہ کو بھی قبضے میں لے لیا۔ ۹۳ ہجری طرطوس اور ۹۴ ہجری میں انطاکیہ فتح ہوا۔ مسلمان کلمہ طیبہ کا ورد کرتے اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے مختلف علاقہ جات پر اپنی فتوحات بڑھاتے رہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۸۹ ہجری میں حسان بن نعمان کی جگہ موسیٰ بن نصیر کو افریقی مقبوضات کا والی مقرر کیا۔ مسلمان شمالی افریقہ اور جزائر بحیرہ روم کی فتوحات کے لیے منصوبہ بندی میں مصروف رہے۔ موسیٰ ابن نصیر کے والد ایک عجمی غلام تھے جنھیں خالد بن ولید گرفتار کر کے لائے تھے۔ جب موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کا والی مقرر کیا گیا تو بربری لوگ اس زعم میں تھے کہ وہ اپنی ولایت میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ لیکن موسیٰ ابن نصیر نے اپنی حکمت عملی سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ بربری اپنی تباہی کو دعوت

Marfat.com

دینے لگے۔موسیٰ نے ان کا دارالحکومت طنجہ فتح کرلیا۔اس علاقے میں اسلامی تعلیمات کوفروغ حاصل ہوا۔ حسن اخلاق کے بل بوتے پر موسیٰ نے بحیرہ روم کے علاقے بھی اسلامی ریاست میں شامل کر لیے۔موسیٰ بن نصیر نے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کوشمالی افریقہ کے مغربی حصے کا حاکم بنا کر طنجہ کوصدر مقام کا درجہ دیا۔ اسلامی تاریخ میں طارق بن زیاد کی سپین کے حوالے سے فتح محتاج تعارف نہیں ہے۔

طارق بن زیاد بہادری کے اعتبار سے اسلامی تاریخ کا اہم نام ہے۔رجب ۹۲ ہجری بمطابق اپریل ۷۱۱ عیسوی میں اسے موسیٰ بن نصیر نے ۷۰۰۰ بربری فوج کے ہمراہ سپین روانہ کیا۔سپین کا ساحل اپنی خوب صورتی کے اعتبار سے بہت مقبول ہے۔اس مہم کے لیے جہاز جولین فراہم کیے گئے۔طارق بن زیاد جس مقام پر لنگر انداز ہوا اسے انگریزی میں جبرالٹر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔دراصل یہ نام جبل الطارق ہے۔ اس پہاڑی مقام پر اترنے کے بعد طارق نے اپنی کشتیاں جلادیں۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

علامہ محمد اقبالؒ

طارق بن زیاد نے اپنے جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آگے دشمن ہے اور پیچھے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔فتح یاب ہوئے تو غازی اور اگر دشمن نے پیچھے دھکیل دیا تو شہید......کشتیاں جلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم پختہ عزم کرلیں کہ یہ بازی جیت کر جانا ہے۔یہ بہادری اور شجاعت کی بھی علامت ہے۔سپین کی ریاست مرسیہ کے حاکم تھیوڈ میر نے طارق بن زیاد سے مقابلہ کیا لیکن مختصر وقت میں شکست اس کا مقدر ثابت ہوئی۔ان دنوں شاہِ سپین راڈرک شمالی علاقوں میں ایک بغاوت کے خاتمہ کے لیے مصروف تھا۔تھیوڈ میر نے

Marfat.com

راڈرک کو ایک خط لکھ کر اطلاع دی:

"ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے نہ ان کا وطن معلوم
ہے نہ اصلیت کہ کہاں سے آئے ہیں۔ زمین سے نکلے ہیں یا
آسمان سے اُترے ہیں۔"

جب راڈرک کو مسلمانوں کے بارے میں پتہ چلا تو وہ ایک لاکھ لشکر کے ساتھ قرطبہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ اتنی بڑی فوج کی اطلاع پا کر موسیٰ بن نصیر نے ۵ ہزار سپاہی مزید روانہ کیے۔ مسلمان جان توڑ کر لڑے اور اُندلس کے سپاہیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد دیکھ کر راڈرک بھاگ نکلا۔ جان بچاتے بچاتے دریائے گواڈلٹ میں ڈوب کر مرا۔

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست
دور یم از سواد وطن باز چوں رسیم
خندید دوست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ، ملک ما است کہ خدائے ما است

راڈرک خود بھی ڈوبا اور پچیس ہزار لاشیں چھوڑ کر بھاگا۔ سپین مسلمانوں کی فتوحات کا مرکز بن گیا۔ ۹۳ ہجری میں موسیٰ بن نصیر بھی طارق بن زیاد سے آملا۔ اس کے ساتھ ۱۸ ہزار نوجوان تھے۔ موسیٰ کی فوج میں نہ صرف یمنی عرب بل کہ صحابہ زادوں کی کافی تعداد شامل تھی۔ یہ لوگ جذبۂ جہاد سے آگے بڑھتے رہے۔ وہ علاقہ جات جو ابھی مفتوحہ نہیں تھے ان پر یلغار شروع ہو گئی۔ جولین کے ساتھیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اشبیلیہ تاریخی شہر جو کبھی سپین کا پایۂ تخت تھا، فتح کر لیا گیا۔ کچھ علاقوں میں بغاوت بھی دیکھنے کو ملی کیوں کہ محاصرے کی وجہ سے لوگ تنگ آچکے تھے۔ موسیٰ بن نصیر کے بیٹے عبدالعزیز نے اسے کچل دیا۔ شمالی سپین کے بعد فرانس کی باری آئی۔ فرانس فتح کرنے کے بعد اٹلی پر عسکری اثر ڈالنے کے بعد رومی بھی خوف زدہ ہو گئے لیکن موسیٰ بن نصیر نے پیش قدمی نہ کی اور بہت سے علاقے فتح ہونے سے رہ گئے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور ولید اوّل کا دور ہمیشہ یاد رہے گا۔ سندھ میں محمد بن قاسم، اور اندلس میں موسیٰ بن

Marfat.com

نصیر اور عبدالعزیز کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ حجاج بن یوسف نے ۹۵ ہجری بمطابق ۷۱۴ عیسوی میں وفات پائی۔ حجاج بن یوسف کی خدمات جلیلہ ہمیشہ یادرہیں گی۔

ولید اوّل کی وفات کے بعد مسلم اقتدار کا ایک نیا عہد شروع ہوا۔ ولید اول کے انتقال کے بعد جمادی الثانی ۹۶ ہجری میں سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک، ولید کا حقیقی بھائی تھا۔ سلیمان بن عبدالملک کے دل میں حجاج بن یوسف اور ان کے اہل خانہ کے خلاف تعصب موجود تھا۔ حجاج بن یوسف کا قریبی ساتھی قتیبہ بن مسلم تھا۔ یزید بن مہلب کو معزول کر کے خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا۔ یزید بن مہلب کافی عرصہ تک حجاج بن یوسف کی حراست میں رہا اور پھر قید سے بھاگ کر سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچ گیا۔ سلیمان کی تخت نشینی کے بعد قتیبہ کا سرقلم کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس سے خطے کے حالات کشیدہ ہوگئے ۔ محمد بن قاسم فتوحات در فتوحات کرتے ہوئے مغربی پاکستان کے بہت بڑے حصے پر قابض ہوگیا۔ محمد بن قاسم، سلیمان بن عبدالملک کے برسر اقتدار آتے ہی عراق روانہ ہوگیا۔ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی ان کی روانگی پر زاروقطار روتے رہے۔ عراق کے والی صالح بن عبدالرحمٰن نے محمد بن قاسم کو جیل میں ڈال دیا اور جیل میں ان کی موت واقع ہوئی۔ محمد بن قاسم کے بعد یزید بن ابی کبشہ سندھ کا والی مقرر ہوا جس کے انتقال کے بعد سندھ کی باگ ڈور حبیب بن مہلب کے ہاتھ آ گئی۔ موسیٰ بن نصیر کا بیٹا عبدالعزیز اپنے ہی فوجیوں کے ہاتھوں قتل ہوا کیوں کہ سپین کے راڈرک کی بیوہ نے عبدالعزیز سے شادی رچالی تھی ۔ یزید بن مہلب نے ۹۸ ہجری میں طبرستان اور جرجان کے علاقے فتح کیے۔ سلیمان بن عبدالملک نے فتوحات کا سلسلہ ایک بار پھر جاری کیا۔ اس نے بزنطینی (رومی) حکومت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کی فتح کا منصوبہ بنایا کیوں کہ نبی پاک ﷺ کی حدیث شریف تھی کہ قسطنطنیہ کا فاتح ایک ایسا شخص ہوگا جس کا نام ایک پیغمبر کا نام ہوگا۔ لہٰذا سلیمان کے نام میں حضرت سلیمانؑ کی مناسبت پائی جاتی تھی۔ جب سلیمان بن عبدالملک حملے کی تیاری میں مصروف تھا تو بزنطینی حکومت انتشار میں مبتلا ہوئی۔ ۹۸ ہجری میں بڑے سازوسامان کے ساتھ مسلمہ بن عبدالملک کی سپہ سالاری میں فوج روانہ ہوئی۔ لیون بھی اس میں شامل ہوگیا۔ بحری فوج کی مدد بھی حاصل ہوگئی۔ تھیدوس سوم کو قتل کر دیا گیا۔ پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول نے لیون کی سازش اپنی کتاب ''تاریخ اسلام'' کے صفحہ نمبر ۲۸۶ پر یوں بیان کی ہے:

''اس اثنا میں تھیدوس سوم کو قتل کر دیا گیا اور اہل شہر نے لیون سے

Marfat.com

ساز باز کر کے اسے شہر میں بلایا اور قیصر کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا ۔ یہ شخص مسلمانوں کی کمزوریوں سے واقف تھا اس لیے اس نے بڑی ہمت سے مدافعت شروع کر دی ۔ ادھر سردی کا موسم شروع ہو گیا ۔ اس سال غیر معمولی برف باری ہوئی اور موسم کی شدت سے ہزاروں مسلمان مرنے لگے ۔ ان کا سامان رسد بھی ختم ہونے لگا ۔ خلیفہ بروقت رسد اور کمک روانہ نہ کر سکا ۔ ان مشکلات کے باوجود مسلمہ کے عزم میں کوئی فرق نہ آیا ۔ مگر صفر ۹۹ ہجری (ستمبر ۷۱۷ء) میں سلیمان نے وفات پائی اور نئے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امدادی فوج روانہ کر کے مسلمہ کو واپسی کا حکم دیا چناں چہ یہ مہم ناکام لوٹ آئی ۔"

وابق نامی جگہ پر سلیمان ایک جان لیوا بیماری میں مبتلا ہو گیا ۔ اس کا صاحبزادہ ایوب جسے اپنا جانشین مقرر کیا گیا تھا وہ رحلت کر گیا ۔ دوسرا بیٹا جس کا نام داؤد تھا وہ قسطنطنیہ میں مقیم تھا اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا گیا ۔ جو ۴۵ برس کی عمر میں ۲ سال ۸ ماہ برسر اقتدار رہنے کے بعد انتقال کر گیا ۔ سلیمان انتہائی رحمدل اور اپنی رعایا پر احسان کرنے والا حکمران تھا اس نے حجاج بن یوسف سے عوام کو نجات دلائی ۔ مکہ معظمہ تک میٹھے پانی کا اہتمام کیا ۔ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اس کا لقب مفتاح الخیر (بھلائی کی کنجی) مشہور ہوا ۔ اس نے عرب قبائل کی گروہ بندی کو خوب ہوا دی ۔ بحیثیت مجموعی اس کا زمانہ ایک ناکام عہد ہے ۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جانشین مقرر کرنا تھا ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، اموی حاکم مروان بن حکم کے پوتے تھے ۔ ان کی والدہ حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں ۔ ۶۳ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے ۔ ممتاز سیرت نگار علامہ شبلی نعمانیؒ نے علامہ ابن جوزی کی تصنیف سیرت العمر بن سے ماخوذ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان اوصاف حمیدہ کو موضوع بنایا ہے جو ان کے اعلیٰ اخلاق، عدل و انصاف اور غیر مسلموں سے ان کے طرز عمل سے متعلق ہیں ۔ ان کے یہ رویے

Marfat.com

اسلام کے قائم کردہ اُصولوں کے مطابق تھے۔عمر بن عبدالعزیزؒ غیر مسلموں کے ساتھ انصاف اور عدل کے تقاضوں کا خاص خیال رکھتے۔ایک دفعہ حمص کے ایک عیسائی نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بیٹے عباس کے خلاف شکایت کی کہ اس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے۔انھوں نے قرآن کے فیصلے کے مطابق یہ جاگیر عیسائی کو واپس دلائی۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ بنواُمیہ کی تمام جاگیریں ضبط کر کے عوام کو واپس لوٹا دیں کہ وہی ان کے مالک تھے۔اس سلسلے میں ان کے خاندان نے آپ کی پھوپھی ام عمر کو سفارش کے لیے آپ کے پاس بھیجا لیکن آپ نے کوئی سفارش قبول نہ کی۔ان کے غلام مزاحم نے بھی جاگیروں سے دست بردار ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانے۔اس معاملے میں ان کے بیٹے عبدالملک نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا بل کہ بلا تاخیر، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو منبر پر لا بٹھایا جہاں انھوں نے خاندانی جاگیر کو تقسیم کرنے کا اعلان کیا اور اپنی جاگیر کی دستاویزات کو قینچی سے کتر کتر کر پھینک دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مکہ مدینہ اور طائف کے والی بھی رہے۔انھوں نے ۹۹ ہجری بمطابق ۷۱۷ عیسوی تا ۱۰۱ ہجری بمطابق ۷۱۹ عیسوی ایک بہترین دور گزارا۔وہ چالیس سال کی عمر میں جنوری ۷۲۰ء میں فوت ہوئے۔کچھ کتابوں میں یہ روایت درج ہے کہ بنوامیہ نے اپنے غلام کے ذریعے انھیں زہر دے کر راستے سے ہٹایا۔شاہ روم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے انتقال کی خبر سن کر کہا:

> ''اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کرسکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہوتے۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہوکر عبادت خانہ میں جابیٹھے ہیں۔میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہے اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یعنی عمر ثانی کے انتقال کے بعد یزید ثانی بن عبدالملک خلافت پر فائز ہوا۔عاشق مزاج ہونے کی وجہ سے اپنا سب کچھ ایک مغنیہ کے عشق میں لٹا بیٹھا۔۱۰۳ ہجری میں عباس بن ولید نے ایشیائے کوچک میں دلسہ کو زیر نگیں کیا جب کہ ۱۰۵ ہجری میں مروان بن محمد نے قونیا فتح کیا۔یزید ثانی بن عبدالملک صرف چار سال ایک ماہ مسند اقتدار پر رہا۔جس کی وفات کے بعد اس کے بھائی ہشام بن عبدالملک نے خلافت سنبھالی۔اس دور میں ترکستان کی مہم قابل ذکر ہے۔۱۱۲ ہجری میں خراسان کی ولایت پر عاصم بن

Marfat.com

عبداللہ ہلالی کا تقرر ہوا۔ خراسان پہنچتے ہی امیر حارث بن شریح نے بغاوت کھڑی کر دی۔ اس طرح علاقہ میں بدامنی پیدا ہوئی۔ محمد بن قاسم نے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ ہشام کے دورِ اقتدار میں از سرِ نو شروع ہوا۔ ۱۰۷ ہجری میں ہشام نے جنید بن عبدالرحمٰن ال مری کو سندھ کا حاکم مقرر کیا۔ خالد القسری نے بھی اس کی تائید کی۔ جنید نے دریائے سندھ کے کنارے فتوحات کا آغاز کیا۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ اسلام قبول کرنے کے بعد مقامی ریاست کا سربراہ بنا۔ دونوں میں غلط فہمی ہوئی۔ خون ریز جھڑپ میں جے سنگھ گرفتاری کی حالت میں قتل کر دیا گیا۔ ۱۱۱ھ میں جنید کی جگہ تمیم داری سندھ کا حاکم مقرر رہا۔ سندھ کی بدامنی ختم کرنے کے لیے حکم بن عوانہ کو حاکم مقرر کیا گیا۔ حاکم کے انتقال کے بعد عمرو بن محمد قاسم کو سندھ کا حاکم مقرر کیا گیا جس نے سندھ کی ساکھ بہتر بنائی۔

سندھ میں مسلمانوں کی آمد سے انقلاب برپا ہوا۔ اسلام نے اپنی کرنوں سے سرزمین عرب جو کہ ریگستان پر مشتمل ہے اسے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ یہ براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ تین اطراف سے بحیرہ روم، خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے حصار میں ہے۔ قبل ازیں بھی یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ تاجدار کائنات کی آمد سے پہلے یہاں کے باشندے خانہ بدوش اور اخلاقی اقدار سے ناآشنا تھے۔ کھاؤ، پیو اور عیش کرو، ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ بت پرستی، ان کا شیوہ تھا۔ مکہ کے بارے میں مفصل تحریر کیا جا چکا ہے کہ بتوں کا گہوارہ کعبہ لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ سرورِ کائنات ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ آپ ﷺ نے پیغامِ حق کا اعلان کیا تو چاروں طرف سے مخالفتوں کی آندھیاں شروع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ اہلِ قریش کی عداوتوں اور مخالفتوں کے باعث ہجرت حبشہ کا مرحلہ آیا۔ آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اسی وقت سے سن ہجری کا آغاز ہوا۔ ہجرت کے گیارہ سال بعد تاریخ عالم کا وہ واقعہ پیش آیا کہ دنیا آج تک حیران ہے یعنی مکہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گیا۔ چشمِ فلک نے سپہ سالارِ اعظم نبی معظم ﷺ کو بحیثیت فاتح مکہ سر جھکائے حمد و ثنا کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست مدینہ کو قابلِ تقلید اور قابلِ تکریم بنایا۔ آج بھی دنیا پہلی اسلامی ریاست مدینہ کے اُصولوں کو ترستی ہے۔ بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری بمطابق ۸ جون ۶۳۲ محسنِ انسانیت ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے رفقاء نے آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ انھوں نے ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن پر رنگ و نسل اور ذات پات سے بالاتر معاشرے کی بنیاد رکھی۔ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز سے تقریباً سو سال میں شمع

Marfat.com

رسالت کے پروانوں نے مغرب میں ایشیائے کوچک، شمالی افریقہ، جزیرہ نما ہسپانیہ اور مشرق میں عرب وعجم (ایران) افغانستان اور ترکستان کو زیرنگیں کر کے وہاں پرچم اسلام لہرا کر اسلامی فتح ونصرت کی داغ بیل ڈالی۔ نیز بازنطینی اور ساسانی جیسی دو عظیم سلطنتوں کو نیست ونابود کر کے سطوت اسلام سے مزین کیا۔ اسلام ایک نقطہ پر مرکوز نہیں رہ سکتا۔ یہ دین الٰہی ہے یہ اپنا راستہ خود تلاش کرتا ہے۔ رکاوٹوں، مخالفتوں اور اذیتوں کے واقعات اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔ اپنی صفوں میں انتشار کی وجہ سے تاریخ کا کچھ حصہ سیاہ ضرور ملتا ہے لیکن اجالے ہمیشہ اندھیروں کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ فخر موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلتے ہوئے مسلمانوں نے راستے میں حائل تمام رکاوٹیں چشم زدن میں عبور کر لیں لیکن جہاں مالی مفادات، اقتدار اور انا پرستی آئی، غیر اسلامی قوتوں نے اس سے فائدہ حاصل کیا۔ نبی پاک ﷺ نے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آپ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین کے ادوار میں بھی جاری رہا جیسا کہ قبل ازیں تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ اسلامی فتوحات کا یہ سلسلہ بنوامیہ کے دور اقتدار میں کمال کو پہنچا اور اسلامی سلطنت کی حدود ملتان اور کاشغر سے لے کر پرتگال تک پھیل گئیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے شاید اسی لیے کہا تھا:

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں اِمروز نہیں ہے!

۷۰۶ء تا ۷۱۵ء خلیفہ الولید اول کے دور اقتدار میں عربوں نے سندھ پر حملہ کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ برعظیم پاک وہند اور اہل عرب کے مابین تجارتی تعلقات تو قبل از اسلام بھی جاری رہے۔ کئی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عرب تاجر مصر وشام کے شہروں سے ہوتے ہوئے خشکی کی راہ بحیرہ احمر کے کنارے کنارے حجاز طے کر کے یمن تک پہنچتے، وہاں سے بادبانی کشتیوں میں بیٹھ کر کچھ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے اور کچھ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت، عمان، بحرین اور عراق کے کنارے عبور کر کے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گزر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں لنگرانداز ہوتے یا پھر کچھ آگے جا کر سندھ کی بندرگاہ دیبل (سندھ یعنی موجودہ کراچی) تک آ جاتے۔ مزید برآں آگے بڑھ کر گجرات اور کاٹھیاوار کی بندرگاہ تھانہ اور کھبائت تک رسائی کرتے۔ حتیٰ کہ سمندر کالی کٹ اور راس کماری میں قیام کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ وہ تاجر ساحل معبر پر خیمہ زن ہو جاتے۔ علاوہ ازیں سراندیپ (لنکا) اور انڈیمان سے ہوتے ہوئے خلیج بنگال میں پناہ لیتے۔ بنگال کی بندرگاہوں سے فیض یاب ہوتے ہوئے برما، سیام اور چین تک رسائی کر لیتے۔ المختصر

Marfat.com

عرب تاجر برعظیم پاک وہند سے ہوتے ہوئے یورپی ممالک میں بھی تجارتی سامان فروخت کر لیتے۔ روایات میں تجارتی سامان کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

بہت سے عرب تاجر برعظیم پاک و ہند سے صندل، کافور، لونگ، جائفل، کباب، چینی، ناریل، روئی کے مخملیں کپڑے اور ہاتھی دانت، سراندیپ کے موتی، یاقوت، بلور اور مالابار سے سیاہ مرچ، گجرات سے سیسہ، دکن سے بکم، سندھ سے کٹھ بانس اور بیدار اور راس ہیلی سے الائچی بڑی بھاری مقدار میں خریدتے اور اپنے علاقہ جات میں فروخت کر کے زرمبادلہ کماتے۔ علاوہ ازیں نارنجی، لیموں، ریوند چینی، جاوتری، کیلے، دارچینی، توتیا، ساگوان کی لکڑی، تلواریں، کافور، سونٹھ، چھالیہ، ہلیلہ، بلیلہ، بھلانوہ، نیل، باریک کپڑے، گینڈے کی کھال اور لاتعداد دوسری چیزیں برصغیر عظیم پاک و ہند سے برآمد ہوتی تھیں۔ اس کے بدلے میں برعظیم کے تاجر مصر سے زمرد کی انگوٹھیاں، مرجان وبنج (ایک قیمتی پتھر) شراب، روم سے ریشمی کپڑے، سمور، پوستین اور تلواریں، فارس سے گلاب کا عرق، بصرہ سے کھجوریں اور عرب سے گھوڑے منگوایا کرتے تھے جب کہ برعظیم پاک و ہند میں عربوں کے تجارتی مراکز سراندیپ، مالابار، کارومنڈل، گجرات اور سندھ میں توجہ کا مرکز تھے۔ جنوبی ہند اور ساحلی علاقے بھی عرب تاجروں کی آماجگاہ تھے۔ ان تجارتی منڈیوں میں عراق اور عرب کے تاجروں کی رونق رہتی۔

باب الاسلام

سندھ کی فتح نے اشاعت اسلام کا راستہ ہموار کر دیا۔ فتح دیبل، فتح نیرون، فتح راوڑ قلعہ، برہمن آباد کی فتح، ارور کی فتح، فتح باتیہ، فتح ملتان اور قرب و جوار تسخیر کرنے کی وجہ سے ان علاقہ جات میں اسلامی فتوحات نے زور پکڑا۔ گزشتہ صفحات میں محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کے حوالے سے سندھ اور ہند پر اسلامی اثرات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ ان مسلمان سپہ سالاروں نے برعظیم پاک و ہند میں علم ریاضی، علم طب، علم ہیئت، علم نجوم، علم عدد، علم عروض، فلسفہ ویدانت، علم موسیقی، اور عربی ادب روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۷۱۲ء میں سندھ پر محمد بن قاسم کا حملہ، ۷۱۴ء میں حجاج بن یوسف کی وفات، ۷۱۵ء میں خلیفہ بن عبدالملک کی وفات، اور سلیمان بن عبدالملک کا مسند خلافت پر بیٹھنا، محمد بن قاسم کی سندھ میں گورنر کے عہدے سے معزولی نیز سندھ سے واپسی ۷۱۷ء میں سلیمان بن عبدالملک کا انتقال اور عمر بن عبدالعزیز کا مسند خلافت سنبھالنا اس دور کے اہم ترین واقعات ہیں۔

Marfat.com

خلافتِ عباسیہ

خلافت عباسیہ نے برعظیم پاک و ہند پر کوئی خاص اثر نہ چھوڑا۔ ان کی سیاسی قوت کمزور ہونے کی وجہ سے امین الرشید اور مامون الرشید رسہ کشی میں مبتلا رہے۔ خلیفہ ہارون الرشید شنبہ کی رات ربیع الاول ۱۷۰ ہجری ۲۰ ستمبر ۷۸۶ عیسوی عیسیٰ آباد کے مقام پر تخت نشین ہوا۔ یہ بھی عجیب رات تھی جب ایک خلیفہ (موسیٰ ہادی) نے وفات پائی اور دوسرا ہارون تخت نشین ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے خراسان کے ایک عامل کو معطل کر کے ایک نہایت ظالم ہرثمہ کو وہاں کا عامل بنا دیا۔ ہارون الرشید نے تقرر کے وقت یہ حکم جاری کیا:

> ''میں تم کو خراسان اور اس کے تمام ماتحت علاقوں کا حاکم مقرر کرتا ہوں اور تم کو خدا کے خوف، اس کی اطاعت، اس کے احکام کی رعایت اور ان کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں، جملہ امور میں کتاب اللہ کو اپنا رہنما بناؤ، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، مشتبہ امور میں خود فیصلہ نہ کرو بلکہ دین کے واقف کاروں اور کتاب کے عالموں سے پوچھو اور علی بن عیسیٰ اور اس کے متعلقین کے پاس حکومت، عام مسلمانوں اور ذمیوں کا جس قدر مال ناجائز ہو اس کو وصول کر کے ان کے مستحقین کو واپس پہنچا دو، اور مجرمین کو موٹے کپڑے پہنا کر میرے پاس بھیج دو۔ میں نے اس حکم میں اپنے نفس کی خواہش کے مقابلے میں (ہارون علی بن عیسیٰ کو بہت مانتا تھا) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی حرمت کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے تم بھی اس کی تعمیل کرو اور جن جن علاقوں سے تمہارا گزر ہو وہاں کے حکام کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرو کہ وہ تم سے متوحش، مشتبہ اور خوفزدہ نہ ہوں۔ خراسان کے سرحدی علاقہ کے باشندوں کی خواہش کو پورا کرو اور ان کی معذرت قبول کر کے ان کو امان دو (سرحدی علاقوں کے باشندے علی بن عیسیٰ کے ظلم و جور کی وجہ سے آمادۂ بغاوت ہو گئے تھے) اور ایسا طرز عمل اختیار کرو کہ جس سے اللہ تعالیٰ، خلیفہ اور رعایا سب کی خوشنودی اور رضامندی

Marfat.com

حاصل ہو۔"

۱۹۲ ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید خراسان جانے کے لیے رقہ سے بغداد روانہ ہوئے۔ اُس نے اپنے بیٹے القاسم کو رقہ کی حکومت سونپ دی۔ اپنے دوسرے بیٹے المامون کو بغداد کا گورنر مقرر کیا۔ طوس کے قریب پہنچ کر ہارون الرشید نے کچھ عرصہ قیام کیا جہاں اُس کی صحت نے جواب دے دیا۔ یہ بات قابل حیرت ہے کہ اس نے اپنے تمام ملازمین کو حکم دیا کہ اس مقام پر اس کی قبر کھود دی جائے جہاں وہ قیام پذیر ہے۔ اس نے تمام حفاظ کرام کو بلوایا اور تین تین پارے قرآن پڑھنے کی فرمائش کی۔ انتقال سے پہلے ہارون الرشید نے اپنے وزراء کو ایسے اشعار سنائے جن میں دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ تھا۔ کمبل اوڑھ کر ہارون الرشید نے اپنے ملازم سہل بن سعد کی کمر پر سہارا لیا اور وہ مرحلہ کتنا دل دوز ہوگا جب خلیفۂ وقت نے اپنے وزراء، درباریوں اور ملازمین کے سامنے آخری سانس لی ہوگی۔ ۳ جمادی الاخریٰ ۱۹۳ ہجری بمطابق ۲۲ مارچ ۸۰۹ء ہفتہ کی شب بمقام طوس وفات پائی اور انھیں وہیں دفن کیا گیا۔ سلاطین غزنہ کے بارے میں ڈاکٹر ایم کبیر نے لکھا ہے:

> "بنواُمیہ کے عہدِ خلافت میں عربوں کے ہاتھوں سندھ کی تسخیر اسلامی فتوحات کے اوّلین سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ برصغیر کی تسخیر کے دوسرے دور کا آغاز تقریباً تین صدی کے بعد ترکوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد ہوا، جنھوں نے پاک و ہند کی جانب مزید اسلامی فتوحات کا بیڑا اٹھایا غزنی اور غوری کے ترک حکمرانوں نے پاکستان اور شمالی ہند پر یلغار کر کے ان علاقوں کو زیرِ نگیں کیا۔"

غزنوی حکمران

سبکتگین ترکستان کے سردار جق کا فرزند تھا اس کا نام ابو منصور سبکتگین تھا جس نے ۹۷۷ تا ۹۹۷ء میں اپنی انصاف پسندی اور حاضر دماغی سے حکمرانی کی۔ ایک مضبوط اور مربوط سلطنت کی بنیاد رکھی جو مغربی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ برعظیم پاک و ہند میں پھیل گئی۔ اگست ۹۹۷ء میں لوگوں کی محبتیں سمیٹتے ہوئے شہنشاہ غزنی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سبکتگین کا بڑا بیٹا سلطان محمود غزنوی یکم نومبر ۹۷۱ء کو پیدا ہوا۔ ۹۹۷ء میں حکمرانی کے منصب پر فائز ہوا۔ وہ بڑا بہادر اور جری قوت کا مالک تھا۔ کم عمری میں ہی مہمات سر کیں۔ اس نے سومنات کا مندر فتح کرنے کے لیے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ اہم بات یہ ہے کہ سرزمین پنجاب کے علاوہ محمود غزنوی

Marfat.com

نے برعظیم پاک وہند کا کوئی حصہ اپنی سلطنت میں شامل نہ کیا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے دربار کے ایک جید عالم ابومنصور عبدالملک محمد بن اسماعیل الثعلبی کو سفیر مقرر کر کے دربار خلافت میں بھیجا اور خلیفہ القادر باللہ سے مراسم بڑھا کر غزنی، خراسان اور سیستان کو زیرنگیں کرنے کی اجازت حاصل کی۔ نومبر ۹۹۹ء میں خلیفہ نے محمود غزنوی کو یمین الدولہ کے خطاب سے نوازا۔ محمود غزنوی نے برسر اقتدار آ کر امیر کے پرانے لقب کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے سلطان کا لقب حاصل کیا۔ یہ ایشیاء کا پہلا حکمران تھا جسے سلطان کے لقب سے نوازا گیا۔ سلطان کی فوجی برتری، درہ خیبر کی فتح، جے پال سے جنگ، ملتان کی فتح، نواسہ شاہ (سکھ پال راجہ جے پال کا نواسہ) سے جھڑپ، تسخیر پنجاب، کانگرہ اور نگر کوٹ کی فتح، حاکم ملتان ابوالفتح داؤد سے جھڑپیں، ہندوؤں کے بت تھانیسر کی تسخیر، نندی فتح، سنگرام راجہ اور تسخیر کشمیر، تسخیر قنوج، کالنجر کی فتح، گوالیار اور کالنجر کا الحاق سلطان محمود غزنوی کے سنہری کارنامے ہیں۔ برعظیم پاک وہند کی عسکری تاریخ میں محمود غزنوی سومنات میں حملے کی وجہ سے مقبول ہے۔ سومنات کے معانی ''چاند دیوتا'' ہیں۔ شو جی مشہور زمانہ مندر تھا۔ سومنات میں شو جی کو تمام بتوں پر برتری حاصل تھی۔ یہ کاٹھیاواڑ کے علاقے میں سمندر کے کنارے واقع تھا۔ محمود غزنوی ۹ نومبر ۱۰۲۵ء ملتان پہنچا۔ ایک لشکر جرار اور خورد نوش کے کثیر سامان کے ساتھ وہ ۶ جنوری ۱۰۲۶ء کو سومنات پہنچا۔ سومنات کے معرکہ میں کم از کم ۵۰ ہزار ہندو مارے گئے۔ سلطان محمود نے مندر میں داخل ہو کر بت شکنی کا تاریخی مظاہرہ کیا۔ ۱۵ دن قیام کے بعد مال غنیمت کے ساتھ غزنی کی طرف عازم سفر ہوا۔ واپسی پر راجہ پرم دیو کی سپہ سالاری میں محمود غزنوی پر حملے کی منصوبہ بندی ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے سلطان محمود غزنوی، اجمیر کا راستہ ترک کر کے سندھ جا پہنچا۔ ۲ اپریل ۱۰۲۶ء کو بھکر، ملتان سے گزرتے ہوئے غزنی پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ سندھی جاٹوں نے محمود غزنوی کے مال و اسباب کو لوٹنے کی خاطر مہم شروع کر دی۔ محمود غزنوی نے ۱۴۰۰ کشتیوں کے ذریعے دریائے سندھ میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ سندھی جاٹ بھی ۴ ہزار کشتیاں لے کر مقابلے کے لیے آ گئے۔ اس بحری جھڑپ میں جاٹوں کو شکست ہوئی۔ سندھ کی اس عظیم فتح کے بعد اسلام کا یہ سپوت ۳۰ اپریل ۱۰۳۰ء کو اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔ محمود غزنوی کو فیروزی باغ میں دفن کیا گیا۔ اسلام کی سربلندی اور علم و دانش کے ارتقاء میں بھی محمود غزنوی کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انھی دانش وروں نے برعظیم پاک وہند میں اسلام کی آبیاری کے علاوہ علم و آگہی اور ادب شناسی کو فروغ دیا۔ مثلاً ''شاہنامہ'' کے خالق فردوسی، جس کا تعلق طوس سے تھا۔ شاعر و ادیب اور دانش ور کی حیثیت سے آج بھی مقبول ہے۔ وہ سلطان محمود غزنوی کے دربار سے وابستہ رہا۔ سیستانی ممتاز

Marfat.com

شاعر ابوالحسن علی فرخی کا تعلق بھی سلطان محمود غزنوی کے دربار سے تھا۔ حکیم ابونصر احمد بن منصور اسدی کا تعلق طوس سے تھا اور فردوسی کا استاد اور بہنوئی تھا۔ شاعر فطرت منوچہری بھی سلطان محمود کے دربار سے وابستہ تھا۔ ابوالقاسم حسن عنصری فن شعر گوئی میں یکتا اور فی البدیہہ گوئی کا استاد تھا۔ ابوریحان البیرونی کی پہچان بھی دربار سلطان محمود غزنوی سے ہوئی۔ وہ علماء وفضلا میں ممتاز مقام رکھتا تھا۔ اُس نے تاریخ، ریاضی، ہیئت، جغرافیہ، طبعیات، کیمیا، اور علم معدنیات پر قابل قدر کتب لکھیں۔ اس کی شہرۂ آفاق کتاب ''کتاب الہند'' آج بھی مقبول ہے۔ ابو العباس فضل بن احمد اسفرائین کا رہائشی کئی علوم پر دسترس رکھتا تھا اور امور سلطنت کا ماہر تھا۔ امیر ناصر الدین سبکتگین وزارت عظمیٰ کے اہم ترین عہدوں پر فائز رہا۔ ابوالقاسم احمد بن حسن میمندی علم وادب شناس تھا۔ عربی اور فارسی زبان کا ممتاز شاعر تھا۔ ابوالمنصور عبدالمالک محمد بن اسماعیل الثعلبی دانش ور، مؤرخ اور ممتاز عالم دین تھا۔ وہ بطور سفیر دربار خلافت بغداد رہا۔ ابونصر مشکان یہ ایک ادیب تھا۔ ابوالفضل بیہقی کا استاد تھا۔ ابوالخیر خمار نصرانی علم طب، منطق اور فلسفہ کے حوالہ سے بزمِ محمود غزنوی میں اہمیت کا حامل تھا۔ تاریخ یمینی کے مصنف ابو نصر عتبی کی شہرت طرز اسلوب کی وجہ سے ہے۔ حدیث وتفسیر اور علم فقہ کے عالم ابومحمد عبداللہ بن حسین الناصحی بھی سلطان محمود کا منظور نظر رہا۔

سلطان محمود غزنوی نے ایک مسلمان جرنیل کی حیثیت سے عوام الناس کے اذہان تسخیر کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کیا۔ اس کی حکمت عملی سے اسلامی تعلیمات کی ترویج کا راستہ ہموار ہوا۔ محمود غزنوی کے دو بیٹے مسعود اور محمد ہم عصر تھے۔ وہ ایک ہی دن دو مختلف ماؤں کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۰۳۰ء میں سلطان مسعود تخت نشین ہوا۔ اس نے دس سال حکمرانی کی۔ سلطان مسعود نے اپنے بیٹے مودود کو پنجاب کا صوبیدار مقرر کیا۔ یاد رہے سلطان محمد نابینا تھا۔ ۱۰۴۰ء میں سلطان مسعود ترکوں کے سامنے بے بس ہوگیا۔ اس نے اپنے باپ کی روایات کو برقرار رکھا۔ جب سلطان مسعود، حسن ابدال اور راولپنڈی کے قریب مارگلہ کے مقام پر پہنچا تو اس کے محافظ دستے اور ہندو فوج نے اس کا تمام سامان لوٹ لیا۔ حالات کی ستم ظریفی کہ محمد کے بیٹے احمد نے سلطان مسعود کو قتل کر دیا۔ مسعود کی موت کے بعد مودود ۱۰۴۲ء سے ۱۰۴۹ء برسرِ اقتدار رہا۔ اُس نے لاہور تک رسائی کرنے کی کوشش کی۔ اپنے دو بیٹوں محمود اور منصور کو لاہور اور پشاور کا گورنر نامزد کیا۔ مودود نے علاقہ میں موجود کئی باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ وہ ۲۴ دسمبر ۱۰۴۹ء کو دار فانی سے کوچ کر گیا۔ مودود کا تین سالہ بیٹا مسعود ثانی ۱۰۴۹ء میں تخت نشین ہوا۔ امراء کی بڑی تعداد نے اسے سلطان تسلیم کرنے سے انکار کر

Marfat.com

دیا۔ جس کے بعد ابوالحسن علی نے حکمرانی کا تاج اپنے سر پر سجالیا۔ ۱۰۵۱ء میں عزالدولہ عبدالرشید نے اسے معزول کر کے غزنی کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ سلطان نے طغرل سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اسے سیستان کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ۱۰۵۳ء میں طغرل نے شاہی خاندان کے نوشہزادوں کو قتل کر کے غزنہ کے تخت پر قبضہ کرلیا مگر حکومتی سازشوں کا شکار ہو کر اپنے ہی محافظوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ۱۰۵۳ء سے ۱۰۵۹ء تک سلطان فرخ زاد ۶ سال تک برسر اقتدار رہا۔ اس کی وفات کے بعد سلطان ابراہیم مسند حکومت پر فائز ہوا۔ اس نے اپنی فہم و فراست اور ادب دوستی کی بدولت ۴۰ سال حکمرانی کی۔ ۱۰۹۹ء میں اس کی رحلت کے بعد اس کا صاحبزادہ مسعود سوم مسند اقتدار پر فائز ہوا۔ ۱۶ سالہ اقتدار کے بعد ۱۱۱۴ء میں فوت ہوا۔ جس کے بعد اس کا فرزند شیرزاد تخت شاہی پر براجمان ہوا۔ اُس کو ۱۱۱۵ء میں چھوٹے بھائی ارسلان نے قتل کر دیا۔ ۱۱۱۷ء میں ارسلان، بہرام شاہ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد قتل ہوا۔ بہرام شاہ کے بیٹے خسرو شاہ نے ۱۱۵۲ء میں غزنی کا اقتدار سنبھالا۔ نامساعد حالات کی وجہ سے سلطان خسرو شاہ غزنی سے بھاگ کر لاہور پہنچ گیا۔ اُس نے ۱۱۶۰ء میں موت سے شکست کھائی۔ خسرو شاہ کے بیٹے خسرو ملک نے ۱۱۶۰ء میں لاہور کی تخت نشینی حاصل کرلی۔ پنجاب کو مسخر کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ خسرو ملک خواتین کا رسیا تھا جس کی وجہ سے حسن و عشق اُس کی کمزوری بن گئے۔ اس کے اس عمل کی وجہ سے سلطنت کے مختلف حصوں میں بغاوتوں نے سر اُٹھایا۔

غوری خاندان

۱۱۷۳ء میں غیاث الدین محمد غوری نے غزنی پر اپنا اقتدار جما کر اپنے بھائی شہاب الدین محمد غوری کو حاکم مقرر کیا جس نے پشاور اور سندھ پار کے علاقہ جات فتح کر لیے۔ ۱۱۸۶ء میں وہ لاہور پر بھی قابض ہو گیا۔ مختلف کارروائیوں میں یمینی خاندان کے ہاتھوں اقتدار ختم ہوگیا۔ غوری خاندان منصہ شہود پر آ گیا۔ ۵ سال بعد غیاث الدین محمد نے خسرو ملک اور ان کے اہل خانہ کو ختم کر کے غزنوی خاندان کے چراغ سے اقتدار کا تیل ختم کر دیا۔ یمینی دورِ حکومت میں پنجاب مبلغین اسلام کا مرکز بن گیا اور قرب و جوار کے علاقہ جات اسلام کی دولت سے مالامال ہوتے رہے۔ دورِ غزنہ میں سعد سلیمان کی شعری کاوشیں بہت مقبول ہوئیں۔ فارسی شاعر ابوالفرج رونی کا مجموعہ کلام شائع ہوا۔ حضرت شاہ یوسف گردیزی ۱۱۵۲ء میں صوفیوں کی سرزمین ملتان میں دفن ہوئے۔ انھوں نے اسلامی علوم کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لاہور میں حضرت اسماعیل بخاری حدیث و تفسیر

Marfat.com

کے لیے کام کرتے رہے۔ ہال روڈ لاہور پر ایک چھوٹے سے چبوترے پر ان کا مزار ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے پیر بھائی حضرت فخر الدین حسین زنجانی ؒ لاہور میں اسلام کی ترویج کے لیے کام کرتے رہے۔ اسلام کی شمع فروزاں کرنے کے لیے حضرت مخدوم علی ہجویری کی خدمات کون فراموش کر سکتا ہے؟ آپ کی وجہ سے ہزار ہا لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کو ''شیخ ہندی'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ (حضرت داتا گنج بخشؒ) ۱۰۷۲ء میں انوار اسلام بکھیرتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ''کشف المحجوب'' اسلامی تصوف پر ان کی اہم کتاب ہے۔ ملک ایاز گو سلطان محمود کا غلام تھا لیکن ادب شناس اور بڑی خوبیوں کا حامل تھا۔ اسے پنجاب کا پہلا مسلمان گورنر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ محمود غزنوی سے اس کی عقیدت ناقابل فراموش ہے۔ عباس شنسب غوریوں کے سالار اول تھے جس نے اسلام قبول کیا اس کے خاندان کو ''شنسبانی'' کہا جاتا ہے۔ موصوف نے غزنی خاندان کے آخری پُر آشوب دنوں میں غزنی کے پہاڑی علاقوں پر قبضہ کر لیا اسے ''غورستان'' بھی کہتے ہیں۔ غوری سرداروں کے ہاتھوں غزنی حکمرانوں کو شکست در شکست ہوئی۔ امیر علاؤ الدین جان سوز نے ۱۱۵۱ء میں بہرام شاہ کو شکست دے کر غزنی پر قبضہ کیا اور ہزاروں لوگ امیر علاؤ الدین کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے۔ انسانیت سوز مظالم کی وجہ سے اسے جان سوز کا لقب دیا گیا۔ ۱۱۶۱ء میں علاؤ الدین کا بیٹا سیف الدین مسند اقتدار پر بیٹھا جس نے ۱۱۶۳ء میں وفات پائی۔ اس طرح امیر غیاث الدین کا بھتیجا مسند فیروز کوہ پر فائز ہوا۔ شہاب الدین محمد غوری کو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا بانی تصور کیا جاتا ہے جس نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی سلطان محمود کے نقش قدم پر چلنا شروع کیا۔ اس نے ۱۱۷۵ء میں ملتان فتح کیا۔ ۱۱۷۵ء ہی میں اُچ کے بھٹی راجپوتوں کے خلاف فوجی کارروائی کی۔ ۱۱۷۸ء میں شہاب الدین غوری نے سندھ پر حملہ کر کے دریائے سندھ کا کافی علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ اُس نے پھر گجرات تک پیش قدمی کر لی لیکن اسے گجرات میں کامیابی نہ ہو سکی۔ تاہم وہ ۱۱۸۲ء میں دیبل اور سندھ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۱۸۶ء میں اُس نے پنجاب میں موجود غزنوی سلطنت کے خلاف عسکری قوت استعمال کی۔ اُس نے پنجاب پر حملہ کر کے لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ سیالکوٹ پر قبضہ جما کر واپس غزنی پہنچا۔ ۱۱۹۱ء میں اس کا پنجاب پر مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔ محمد غوری نے پھر تبرہندہ کا قلعہ فتح کیا۔ پرتھوی راج چوہان کو جب محمد غوری کی سرگرمیوں کا پتہ چلا تو وہ دو لاکھ فوج اور لاؤ لشکر لے کر قلعہ کی بازیابی کے لیے آگے بڑھا۔ محمد غوری غزنی جانے کے بجائے پرتھوی راج کا مقابلہ کرنے کے لیے لوٹ آیا۔ راجپوتوں نے غوری فوج کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ محمد غوری شدید زخمی ہوا لاہور سے

Marfat.com

ہوتا ہوا غزنی پہنچ گیا اور تبر ہنڈہ پر راجپوتوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۱۹۲ء میں غزنی پہنچ کر اس نے ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو تیار کیے۔ راجپوت اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے۔ ترائن کے مقام پر یہ دوسرا پڑاؤ تھا۔ پرتھوی راج نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر مارا گیا۔ ترائن کی فتح کے بعد محمد غوری نے ہانسی، کہرام، سرسوتی، اجمیر اور کوہ شوالت پر قبضہ کر کے فوجی مرکز قائم کر لیا۔ شہاب الدین غوری کو برِعظیم پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

قطب الدین ایبک

قطب الدین ایبک کو نائب السلطنت بنا کر مزید فتوحات کا راستہ ہموار کیا۔ ۱۱۹۴ء میں قنوج جب کہ ۱۲۰۲ء میں شمالی اور وسطی ہند میں اسلامی حکومت کو استحکام حاصل ہوا۔ قطب الدین ایبک کے جرنیل بختیار خلجی نے فتوحات میں اہم حصہ لیا۔ ۱۱۹۷ء اور ۱۱۹۹ء میں بختیار خلجی نے بہار اور بنگال فتح کیے۔ ۱۲۰۵ء میں پنجاب کے کھوکھروں کی سرکوبی کے لیے سلطان محمد غوری آگے بڑھا۔ جہلم کے کنارے سلطان محمد غوری اور قطب الدین ایبک نے کھوکھروں کو خوب سزا دی۔ فروری ۱۲۰۶ء میں لاہور میں منعقدہ ایک جشن میں قطب الدین ایبک کو نائب اور ولی عہد سلطنت بنانے کا اعلان کیا گیا۔ ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء بروز بدھ بوقت نمازِ مغرب چند حملہ آوروں نے سلطان محمد غوری کو شہید کر دیا۔ سلطان محمد غوری بہت سی فتوحات اور کارناموں کی وجہ سے تاریخ کا حصہ بن گیا۔ شہاب الدین محمد غوری کی اولاد نہیں تھی۔ غزنی سلطنت محمد غوری کے بھتیجے محمود بن غیاث الدین کو سونپ دی گئی۔

خاندانِ غلاماں

قطب الدین ایبک برِعظیم پاک و ہند میں بطور ولی عہد کا اعلان ہو چکا تھا۔ قطب الدین ایبک پاک و ہند کا پہلا مسلمان حکمران تصور کیا جانے لگا۔ سلطان قطب الدین ایبک کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے جواہر عطا کیے تھے۔ وہ سلطان محمود غزنوی کا غلام تھا۔ اُس کا بیٹا آرام شاہ بھی برسرِاقتدار رہا اس طرح وہ غلام ابن غلام تھا۔ آرام شاہ کے بعد ایلتتمش دہلی کی مسند پر جلوہ فروز ہوا وہ قطب الدین ایبک کا غلام تھا۔ ایلتتمش کے وصال کے بعد اس کی بیٹی رضیہ سلطانہ کے چار بیٹے بھی یکے بعد دیگرے حکمران بنے۔ گویا ۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ تک خاندان غلاماں کی حکمرانی رہی۔ سلطان قطب الدین ایبک اپنی ذہانت، قابلیت، فہم و فراست، قوت فیصلہ کی وجہ سے ایک کامیاب حکمران ثابت ہوا۔ سلطان شمس الدین ایلتتمش کا نام سلاطین دہلی میں اہمیت کا حامل ہے ۱۲۱۰ء سے

Marfat.com

۱۲۳۶ء تک اس کی حکمرانی کے چرچے رہے۔ منگول، تاتار اپنے سردار تموچن (چنگیز خان) کی سپہ سالاری میں جلال الدین خوارزم کا پیچھا کرتے ہوئے دریائے سندھ پہنچ گیا۔ چنگیز خان نے خوارزم کو شکست فاش دی۔ ناصرالدین قباچہ بھی سلطان غوری کا غلام تھا۔ اُس نے قطب الدین ایبک کی دو بیٹیوں سے شادی رچالی۔ تاتاری سردار چنگیز خان نے خوارزم کی حکومت کے ساتھ ساتھ کئی علماء اور دانش وروں کو قتل کیا۔ قباچہ کی طاقت بہت کمزور ہوئی اور اس طرح قرب و جوار کے علاقے جنگ و جدل کی زد میں رہے۔ مختلف علاقہ جات میں اقتدار کی جنگ جاری رہی۔ ۱۲۰۶ قطب الدین ایبک کے ہاتھوں سلطنت دہلی کا قیام (خاندان غلاماں کی حکومت، کا آغاز)، ۱۲۱۰ء سلطان شمس الدین ایلتتمش کی تخت نشینی، ۲۲-۱۲۲۱ء برصغیر پر چنگیز خاں کا حملہ، ۱۲۲۷ء چنگیز خاں کی وفات، ۱۲۲۹ ایلتتمش کے لیے بغداد سے منشور خلافت کا پہنچنا، ۱۲۳۶ ایلتتمش کی وفات اور رکن الدین فیروز شاہ کے بعد سلطان رضیہ کی تخت نشینی۔ ۱۲۴۰ء (اگست) سلطان رضیہ اور حاکم بٹھنڈہ التونیہ کی شادی اور بعد میں ہندو ڈاکوؤں کے ہاتھوں دونوں کی ہلاکت۔ ۱۲۴۶ء ناصرالدین محمود کا سریر آرائے سلطنت ہونا۔ ۱۲۶۶ء (فروری) ناصرالدین محمود کی وفات اور غیاث الدین کا تخت دہلی پر بیٹھنا۔ ۹۶-۱۲۷۱ء مشہور سیاح مارکو پولو کا سفر دنیا۔ ۱۲۸۵ء شہزادہ محمد خان شہید کی منگولوں کے ہاتھوں ہلاکت، ۱۲۸۷ء سلطان غیاث الدین بلبن کی وفات اور معز الدین کیقباد کا تخت دہلی پر متمکن ہونا۔ ۱۲۹۰ء معز الدین کیقباد کی وفات اور جلال الدین فیروز خلجی کی تخت نشینی ایسے اہم ترین واقعات نے اسلامی تعلیمات کا فروغ کم اور اقتدار بچاؤ مہم تیز کردی۔

خلجی خاندان

پاک و ہند کی تاریخ میں خاندان خلجی کا برسر اقتدار آنا بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ خلجی ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا خاص علاقہ خلج افغانستان کے دریائے ہلمند کے قریب واقع ہے۔ ۱۲۱۹ء میں سلطان کیقباد کی ہلاکت کے بعد جلال الدین فیروز خلجی نے سلطنت پر قبضہ جما لیا۔ سلطنت دہلی پر عوامی نمائندگی ابھرنے لگی۔ سلطان جلال الدین فیروز خلجی ۱۳ جون ۱۲۹۰ء کو مسند اقتدار پر جلوہ فروز ہوا۔ اسے امور سلطنت میں گہری دلچسپی تھی۔ ہند کی سیاست میں اسے خاص اہمیت دی گئی۔ رنتھمبور کو ۱۲۹۱ء میں جلال الدین فیروز شاہ نے اپنے زیر نگیں کیا۔ ۹۲-۱۲۱۹ء میں ہلاکو خان کے پوتے عبداللہ کی سربراہی میں برعظیم پاک و ہند پر حملہ ہوا۔ جس میں منگولوں کو شکست ہوئی۔ جلال الدین فیروز شاہ ۲۰ جولائی ۱۲۹۶ء میں ایک سازش کا شکار ہو کر قتل کر دیا گیا۔ اپنے

Marfat.com

محافظ کے ہاتھوں سلطان جلال الدین کا قتل مسلم سلطنت کے لیے ناقابل تلافی نقصان تھا کیوں کہ جلال الدین انسان دوست اور ادب شناس شخصیت کا حامل تھا۔ اسی طرح سلطان علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۶ء سے ۱۳۱۶ء تک اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ اس کے دور میں بھی منگولوں کے حملے جاری رہے۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷ء۔ ۱۲۹۹ اور ۱۳۰۳ء میں منگولوں کے حملے جاری رہے۔ آخری حملے کے دوران منگولوں کی افواج تین ماہ خیمہ زن ہونے کے بعد خود ہی لوٹ گئیں۔ عوام الناس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی دعاؤں کے ثمر یہ واقعہ رونما ہوا۔ منگولوں نے ۱۳۰۵ء۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷ اور ۱۳۰۸ء میں بھی برعظیم پاک و ہند پر چڑھائی کی لیکن قسمت نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ منگولوں کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ لاتعداد قیدی بنے۔ علاؤ الدین خلجی کا گجرات، رنتھمبور، چتوڑ، جالور، مالوہ، مارواڑ، دکن، دیوگڑھی، ورنگل، دوارسمدر، مدورا ایسے اہم ترین علاقہ جات پر اثر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی جنوری ۱۳۱۶ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ علاؤ الدین کی وفات کے بعد ملک کافور نے اس کے چھ سالہ بیٹے عمر و خان کو شہاب الدین کے لقب سے تخت پر بٹھایا اور خود اس کا نائب بن کر حکومت کرنے لگا۔ اس نے علاؤ الدین کے بیٹوں خضر خان اور شادی خان کو بینائی سے محروم کروا دیا نیز ملکہ جہاں کو پس دیوار زنداں بھجوا دیا۔ صرف ۳۵ دن اقتدار کا مزہ لوٹ کر ملک کافور، علاؤ الدین کے ساتھیوں کی وجہ سے کافور ہو کر قتل ہوا۔ سلطان قطب الدین مبارک خلجی ۱۳۱۶ء تا ۱۳۲۰ء برسر اقتدار رہا۔ اس نے رعایا کو کھلی چھٹی دی اور عیش و نشاط کی محفلیں گرم ہونے لگیں۔ خود قطب الدین مبارک خلجی بھی رقص و سرور کی محافل میں شریک ہو کر اپنے ذوق کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اپریل ۱۳۲۰ء کو خسرو نامی شخص نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ خسرو خان نے تخت پر قبضہ کر کے سلطان ناصر الدین خسرو خان کے نام سے تخت شہرت پر نام لکھا۔ خسرو خان ۶ ستمبر ۱۳۲۰ء کو اسی جگہ پر قتل کر دیا گیا جہاں اس نے قطب الدین مبارک کو صفحہ ہستی سے مٹایا تھا۔ خاندان تغلق کا دور سلطنت دہلی کے حوالے سے شہرت کا حامل ہے۔ غیاث الدین تغلق ۶ ستمبر ۱۳۲۰ء کو تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی شرافت سے لوگوں کے دل مسخر کیے۔ ورنگل کی فتح، تسخیر بنگال کے بعد اس نے ترہٹ کا قلعہ فتح کیا۔ سلطان غیاث الدین جولائی ۱۳۲۵ء کو محل کی چھت گرنے سے یا گرائی جانے سے جاں بحق ہوا۔ سلطان غیاث الدین کی وفات کے بعد محمد تغلق نے شاہی تخت سنبھالا۔ اس نے ۱۳۲۷ء میں دہلی کے بجائے دیوگڑھی کو دارالسلطنت بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی طبیعت میں جدت پسندی تھی۔ اس نے خراسان فتح کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی طرح قراچل کی مہم بھی ناکام رہی۔ اس نے چین سے سفارتی تعلقات قائم کیے۔

Marfat.com

۱۳۲۹ء میں تورانیوں نے برعظیم پاک وہند پر حملہ کیا۔اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ ملتان لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی تک آ پہنچا۔محمد تغلق ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء سوندا کے مقام پر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔محمد بن عبداللہ المعروف ابن بطوطہ (۱۳۰۴ء تا ۱۳۷۸ء) ۸ سال دہلی کا قاضی رہا۔اسے ۱۳۴۲ء میں چین کا سفیر بھی بنایا گیا۔سلطان فیروز خان تغلق نے سلطنت کی ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دینے کی کوشش کی۔وہ ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء تک تخت نشین رہا۔ بنگال، جاج نگر، نگرکوٹ، ٹھٹھہ، پر فوجی مہمات اس کے اہم کارنامے ہیں۔اس نے علماء ومشائخ کی بڑی قدر کی۔ ۲۰ ستمبر ۱۳۸۸ء کو تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔فیروز خان تغلق کے کئی جان نشین وقتاً فوقتاً کرسی اقتدار پر نظر آئے۔سلطان تغلق ثانی (۱۳۸۸ء تا ۱۳۸۹ء) ابوبکر شاہ تغلق (۱۳۸۹ء تا ۱۳۹۰ء) ناصرالدین محمد شاہ (۱۳۹۰ء تا ۱۳۹۴ء) ناصرالدین محمود شاہ (۱۳۹۴ء تا ۱۳۹۸ء) یکے بعد دیگرے سلطنت کے مزے لوٹتے رہے۔ان کمزوریوں اور سیاسی اُتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امیر تیمور نے ۱۳۹۸ء میں برعظیم پاک و ہند پر چڑھائی کردی۔ناصرالدین محمود شاہ تغلق ۱۴۲۲ء کو راہی ملک عدم ہوا۔امیر تیمور نے دریا سندھ عبور کر کے اُچ اور ملتان پر قبضہ جمالیا۔

امیر تیمور ایک بڑے لشکر کے ساتھ اپریل ۱۳۹۸ء میں سمرقند سے روانہ ہوا۔دریائے سندھ، جہلم، چناب اور راوی کو عبور کرتے ہوئے ستمبر ۱۳۹۸ء کو لاہور پہنچ گیا۔۱۸ دسمبر ۱۳۹۸ء کو امیر تیمور فتح ونصرت کا علم لہراتے ہوئے دہلی میں داخل ہوگیا۔وہ صرف ۱۵ دن کے بعد یکم جنوری ۱۳۹۹ء کو واپس سمرقند روانہ ہوا۔امیر تیمور نے طوفان بلاخیز کی طرح علاقہ جات فتح کیے۔امیر تیمور کے آنے سے خاندان تغلق کے اقتدار کا چراغ گل ہوگیا۔خاندان سادات نے ۱۴۱۴ء سے ۱۴۵۱ء تک سلطنت دہلی پر حکمرانی کی۔سید خضر خاں (۱۴۱۴ء تا ۱۴۲۱)، مبارک شاہ (۱۴۲۱ء-۱۴۳۴ء)، سید محمد شاہ (۱۴۳۴ء تا ۱۴۴۵ء)، علاؤالدین عالم شاہ (۱۴۴۵ء تا ۱۴۵۱ء) تخت دہلی کو سہارا دیتے رہے۔

تخت دہلی ہمیشہ سے حملہ آوروں کی نگاہ کا مرکز رہا۔امیر تیمور کے آنے سے ایک طوفانی شکست و ریخت ہوئی۔خاندان سادات نے ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دینے کی کوشش کی۔اس کے علاوہ خاندان لودھی نے بھی حتی المقدور دہلی پر نظر جمائے رکھی۔پہلی افغان سلطنت دہلی کا بانی بہلول لودھی افغانستان کے پٹھان قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔اُس کا دادا ملک بہرام، سلطان فیروز شاہ کے دور حکومت میں ملتان پہنچا تھا۔بہلول ۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۹ء شمع اقتدار روشن کرتا رہا۔سلطان بہلول لودھی کے بعد ۱۴۸۸ء-۱۵۱۷ء تک سکندر لودھی نے تخت سجایا۔اسی کے دور میں آگرہ کی تعمیر ہوئی لیکن افسوس ۶ جولائی ۱۵۰۵ء میں زلزلہ کی وجہ سے آگرہ تباہ ہوگیا۔

Marfat.com

مغلوں کی آمد

سکندر لودھی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان ابراہیم لودھی ۱۵۱۷ء ۱۵۲۶ء تک مسند اقتدار پر رہا۔ دہلی پر جس نے ڈالی نظر بری ڈالی۔ دولت خان لودھی لاہور کا حاکم تھا اس نے ظہیر الدین بابر کو برعظیم پاک و ہند پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ ۱۵۲۶ء میں ظہیر الدین بابر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دہلی پر حملہ آور ہوا۔ ۲۱، اپریل ۱۵۲۶ء کو پانی پت کا میدان لہو رنگ ہوا۔ مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا کے مصداق ابراہیم لودھی خوب لڑا لیکن ظہیر الدین بابر کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مغلوں نے دہلی کا رخ کرتے ہی اپنے پاؤں جمانا شروع کر دیے۔

نبی پاک ﷺ نے ریاست مدینہ میں جو اُصول نافذ فرمائے تھے اس کی تقلید کے لیے کئی حکمرانوں نے بہت کوشش کی۔ اللہ کی حاکمیت کے بعد انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ سرور الانبیاء ﷺ نے حاکمیت الٰہی کی تعمیل میں خدا کے نائب کی حیثیت سے عالم اسلام کو جس نظام سے سرفراز کیا وہی ہماری دنیا و آخرت میں نجات کا باعث ہے۔ دہلی کی سلطنت کا نظام چلانے والوں نے جزئیات پر توجہ دی۔ علم و فضل کی قدردانی میں چند سلطانوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسلامی افکار کی ترویج میں علماء و مشائخ کا کردار قابل تعریف ہے۔ مخدوم علاؤ الدینؒ (بابا فرید گنج شکرؒ کے خلیفہ)، شیخ نظام الدین اولیاؒ، نصیر الدین محمد چراغ دہلوی، سید محمد گیسو درازؒ، شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ، شیخ صدر الدین عارفؒ، شیخ رکن الدینؒ ابو الفتح ملتانی، مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، سید محمد غوث گیلانی قادریؒ، حضرت بو علی قلندرؒ، شیخ عثمان لال شہباز قلندرؒ، پیر منگھوؒ اور دیگر اولیاء کرام نے برعظیم پاک و ہند کے کئی خطوں میں دعوت اسلام پھیلائی۔ کئی غیر اسلامی تحریکوں نے اسلامی تحریک کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ برعظیم پاک و ہند کے کئی علاقہ جات میں مختلف حکمرانوں کی وجہ سے اقتدار کو مرکزی حیثیت ملنے میں بہت سے مسائل پیدا ہوئے مثلاً کشمیر ہی کو لیجیے ۱۳۳۹ء میں شاہ مرزا نے اسے آزادی سے ہمکنار کیا۔ ان کے ساتھ دین بلبل شاہؒ، میر سید علی ہمدانیؒ اور کئی دیگر بزرگوں نے اسلام کی کرنیں پھیلانے کا فریضہ انجام دیا۔ اسلام کی فطرت میں قدرت نے یہ لچک دی ہے اسے جتنا دبایا جائے یہ اتنا پھیلتا ہے۔ زین العابدین نے ۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء کشمیر کو علمی، ادبی اور اسلامی فکر کا گہوارہ بنایا۔ پنجاب، ملتان، سندھ، بہار، جون پور، بنگال، مالوہ، گجرات، کاٹھیاوار، خاندیش، گول کنڈا، جے نگر، اڈیسا، راجپوتانہ کی ریاستیں، پرتگیز چھوٹی بڑی ریاستوں میں منقسم تھے۔ مرکزیت کی کمی محسوس کی جا رہی تھی۔ اگر ہم ظہیر الدین بابر کی کتاب "تزک بابری" کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے کن نامساعد حالات میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بابر پہلا حکمران تھا جسے اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست اور عسکری مزاج سے سرفراز فرمایا تھا۔ بابر کی اہم ترین فتوحات

Marfat.com

میں سمرقند پر ۱۴۹۷ء اور ۱۵۰۰ء میں قبضہ، ۱۵۰۴ء میں کابل کی تسخیر شامل ہیں۔ ظہیر الدین بابر، برعظیم پاک و ہند پر پانچ بار حملہ آور ہوا۔ پہلی بار ۱۵۰۵ء، دوسری بار ۱۵۱۹ء، تیسری بار ۱۵۱۹ء، چوتھی بار ۱۵۲۰ء، پانچویں بار ۱۵۲۴ء۔ یاد رہے کہ پنجاب کے لودھی حاکم دولت خان نے بابر کو ۱۵۲۳ء میں حملہ کی دعوت دی۔ ۱۵۲۴ء میں بابر کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ اس نے لاہور پر قبضہ کر کے تباہی و بربادی مچا دی۔ اس نے منٹگمری، دیپالپور کی فوجی چھاؤنیوں کو بھی فتح کیا۔ پانی پت کا میدان لہو آشام رہا۔ ۲۱، اپریل ۱۵۲۶ء میں بابر نے اہم حکمت عملی اپنائی۔ ۲۱-۲۰، اپریل ۱۵۲۶ء کی نصف شب بابر نے ابراہیم لودھی کے کیمپ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ جس کے جواب میں ابراہیم لودھی نے اپنی فوج کو جوابی کارروائی کا حکم دیا۔ بابر کی تازہ دم اور منظم فوج کے سامنے ابراہیم لودھی کے جنگی ہاتھی بھاگ گئے۔ سلطان ابراہیم لودھی ۱۵ ہزار سپاہیوں سمیت دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اس فتح کے بعد بابر ۱۰ مئی ۱۵۲۶ء کو اپنے بیٹے ہمایوں کے پاس آگرہ پہنچا۔ بابر کو فتوحات کا شوق تھا۔ اسی لیے وہ سر سے کفن باندھ کر میدان عمل میں رہا۔ پانی پت اور جنگ کنواہہ کی وجہ سے بابر علاقہ کا مقبول ترین حکمران بن گیا۔ ۱۵۲۸ء میں چندیری کے مقام پر اس نے راجپوتوں اور افغانوں کے سازشی ٹولے کو شکست دی۔ ۱۵۲۹ء میں گھاگرا کا معرکہ ہوا جس میں فتح و نصرت نے اس کے قدم چومے۔ بابر نے فتوحات کرتے ہوئے ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو موت کو گلے سے لگا لیا۔ بابر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا نصیر الدین محمد ہمایوں ۳۰ دسمبر ۱۵۳۰ء کو مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوا۔ ہمایوں نے اپنے بھائیوں کو شریک اقتدار رکھا۔ مرزا کامران کو کابل اور قندھار، مرزا عسکری کو سنبھل اور مرزا ہندال کو الور اور میوات کے علاقوں پر حکمرانی سونپ دی۔ ہمایوں کی تخت نشینی کے وقت ماحول گرما گرم تھا۔ جنگ و جدل کے نقارے بج رہے تھے۔ بابر کے انتقال کے بعد شکست خوردہ عناصر نے اپنی منتشر قوتیں جمع کرنے کے لیے سر جوڑ لیے تھے۔ مزید برآں خزانے کی حالت بھی بہت کمزور تھی۔ اس لیے ہمایوں کو بہت سے محاذوں پر لڑنا پڑا۔ مشرقی علاقوں میں شیر خان سوری نے افغانوں کی معاونت حاصل کر لی تھی۔ اکتوبر ۱۵۳۷ء سے جون ۱۵۴۰ء تک ہمایوں اور سوری میں رسہ کشی جاری رہی۔ بنگال، چونسہ، قنوج کی لڑائیوں میں ہمایوں ناکامی کا منہ دیکھتا رہا۔ اس کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء کو سلطنت دہلی مغلوں کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ قنوج کی لڑائی کے بعد نصیر الدین محمد ہمایوں اور دیگر تیموری سرداروں کے ہمراہ پناہ ڈھونڈتا رہا۔ ایران کے بادشاہ شاہ طہماسپ نے ہمایوں کو دو سال شاہی مہمان رکھا۔ ایرانی بادشاہ نے ہمایوں کو چودہ ہزار فوجی دیے اور کئی شرائط بھی پیش کیں۔ ایرانی فوج کی مدد سے ہمایوں نے ستمبر ۱۵۴۵ء کو قندھار فتح کیا اور یہ مملکت ایران کے حوالے کر دی۔ ہمایوں نے نومبر ۱۵۴۵ء میں کامران کو شکست دے کر کابل پر قبضہ جمایا۔ کابل پر اقتدار کا رد و بدل جاری رہا۔ شیر شاہ سوری ۱۵۴۵ء میں موت سے شکست کھا

Marfat.com

گیا۔ شیر شاہ سوری کے جانشینوں میں جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمایوں نے ۱۵۵۴ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا۔ جب ہمایوں دریائے سندھ کے قریب تھا تو جنرل بیرم خان اپنی فوج سمیت ہمایوں سے آ ملا۔ ۲۴ فروری ۱۵۲۵ء کو ہمایوں نے لاہور کا تخت بھی سنبھال لیا۔ ۱۵ سال بعد ہمایوں نے تخت دہلی کا حسن حاصل کیا تھا کہ وقت کی نظر لگ گئی اور وہ ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء اپنے محل میں کتب خانہ سے اترتے ہوئے مغرب کی اذان سنتے ہوئے سیڑھیوں پر بیٹھا ہی تھا جب اٹھنے لگا تو پاؤں پھسلنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ تین دن بعد ۲۷ جنوری ۱۵۵۶ء کو اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔

شیر شاہ سوری نے اپنی بہادری کی مثالیں قائم کیں۔ فرید خان المعروف شیر شاہ سوری نے افغانوں کے ساتھ مل کر مضبوط فوج بنائی وہ ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء بطور شہنشاہ ہند اپنا سکہ جماتا رہا۔ شیر شاہ نے قلعہ کالنجر کو جب تسخیر ہوتے دیکھا تو ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء بمطابق ۱۰ ربیع الاول ۹۵۲ھ کو حکم دیا کہ بارود سے قلعہ کالنجر کی دیواروں کو اڑا دیا جائے۔ خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا کے مصداق، بارود کا کچھ حصہ دیوار سے ٹکرا کر شیر شاہ کے کیمپ کو آ لگا۔ قلعہ تو تسخیر ہو گیا لیکن شیر شاہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

جلال الدین محمد اکبر

جلال الدین محمد اکبر کا شمار مغلیہ سلطنت کے مضبوط ترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ اس نے ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو مسند اقتدار سنبھالی۔ نصف صدی پر محیط یعنی ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء بمطابق ۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ جاہ و جلال سے تخت حکمرانی پر براجمان رہا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد اکبر کے اتالیق بیرم خان نے اس کی رسم تاج پوشی کی۔ بادشاہت ملتے ہی جلال الدین اکبر نے اپنے اُستاد کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ جلال الدین اکبر نے مادی ترقی کو اپنی کامیابی تصور کیا۔ فتوحات نے کامیابیاں بھی سمیٹیں لیکن بے ربط زندگی کی وجہ سے شہزادہ سلیم کی بغاوت کا شکار بھی ہوا۔ اکبر کے درباریوں نے اسے راہ حق سے دور کر دیا۔ دین الٰہی اور خود ساختہ اجتہاد کی وجہ سے مذہبی جماعتیں اس کے خلاف ہو گئیں۔ اڑیسہ، قندھار، بلوچستان، سندھ، کابل، کشمیر، گجرات، رنتھمبور، کالنجر، بہار، بنگال، مارواڑ، چتوڑ، گونڈوانہ، جے پور، کانپور، مالوہ اور دیگر علاقہ جات کی فتوحات کی وجہ سے تکبر آ جانا فطری امر تھا۔ یہی تکبر اکبر کی اولاد میں نفاق کا باعث بنا۔ اولاد باہم دست و گریبان رہی اور علماء کرام اس کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اکبر کا دین الٰہی اس کے گلے کا ہار بن گیا۔ ۲۵ اور ۲۶ اکتوبر ۱۶۰۵ء کی درمیانی شب روشن خیال اکبر زمین کے اندھیروں میں دفن ہو گیا۔ اکبر کا بڑا بیٹا نور الدین محمد جہانگیر

Marfat.com

المعروف شہزادہ سلیم ۳۶ سال کی عمر میں ۲۴، اکتوبر ۱۶۰۵ء مسند اکبر پر جلوہ فگن ہوا۔ جہانگیرِ عدل اس کی شناخت بنی۔ شہنشاہ جہانگیر نے ۱۶۱۱ء میں مہر النساء سے شادی کی۔ شادی کے وقت مہر النساء کی عمر ۳۴ برس جب کہ جہانگیر ۴۲ برس کا تھا۔ مہر النساء جسے پہلے نور محل اور پھر نور جہاں کے خطاب دیئے گئے۔ نور جہاں امور سلطنت میں دخل دیتی رہیں۔ جہانگیر سلطنت سے تقریباً لاتعلق سمجھا جانے لگا۔ جہانگیر کے دور میں شاہ جہان اور مہابت خان کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے جہانگیر کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔ بائیس سال حکمرانی کے بعد وہ ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء کو دارِفانی سے کوچ کر گیا۔ شہاب الدین محمد شاہ جہان ۴ فروری ۱۶۲۸ء کو تخت پر براجمان ہوا۔ نور جہاں نے سیاست میں حصہ لیا لیکن ۲ لاکھ سالانہ وظیفہ ملنے پر وہ سیاست سے دستبردار ہوگئی۔ اسی وظیفے کے ساتھ اُس نے ۱۶۴۵ء میں وفات پائی۔

جلال الدین اکبر کے دینِ الٰہی کی وجہ سے جو اسلامی تحریکیں جنم لے رہی تھیں انھوں نے اس دور میں پروان چڑھنا شروع کر دیا۔ شاہ جہان کا دور بغاوتوں میں تبدیل ہوگیا۔ جگت سنگھ اور خان جہان لودھی کی بغاوتیں شاہ جہان کے لیے مصیبت کا باعث بنیں۔ شاہ جہان کی بیگم ارجمند بانو، ممتاز محل کے نام سے مشہور ہوئیں۔ آگرہ کا تاج محل آج بھی شاہ جہان اور ممتاز محل کی محبتوں کی نشانی ہے۔ شاہ جہان نے مغلیہ سلطنت کی گرتی ہوئی ساکھ سنبھالنے کی کوشش کی لیکن مجموعی طور پر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس نے قندھار، بلخ، احمد نگر، گولکنڈہ اور بیجاپور پر چڑھائی کی۔ شاہ جہان نے ۱۴ جولائی ۱۶۳۶ء کو شہزادہ اورنگزیب عالم گیر کو دکن کا اقتدار سونپ دیا۔ تعمیرات کے حوالے سے شاہ جہان کو مغلیہ سلطنت کا انجینئر کہا جاتا ہے۔ قلعہ آگرہ، تاج محل، موتی مسجد آگرہ، جامع مسجد دہلی، لال قلعہ لاہور، مقبرہ جہانگیر، شالامار باغ، مسجد وزیر خان، ٹھٹھہ کی عمارات، تخت طاؤس (دہلی)، اور کئی دیگر عمارات شاہ جہان کے فنِ تعمیر کی گواہ ہیں۔ ۷۴ سال کی عمر میں ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء کو راہیِ ملکِ عدم ہوا۔ اُسے، اُس کی بیگم ممتاز محل کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ محی الدین اورنگزیب عالمگیر ۱۵ مئی ۱۶۵۹ء کو تختِ دہلی پر براجمان ہوا۔ اس نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک احیائے دین کو حرزِ جاں بنایا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی طرزِ زندگی اپنانے کی بھرپور کوشش کی۔ گردونواح کے کئی علاقوں پر فوج کشی بھی کی لیکن سازشوں کا شکار رہا۔ مرہٹوں کی سازشوں نے اسے گھیرے رکھا۔ مرہٹے اِدھر اُدھر سے فوج جمع کر کے اورنگزیب عالمگیر کے خلاف نبرد آزما ہوگئے۔ انھیں مختلف محاذوں پر عبرتناک شکست ہوئی اور پھر وہ چوری چھپے خانہ بدوشوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہے۔ اورنگزیب عالمگیر ۹۰ سال کی عمر میں ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو

Marfat.com

داغ مفارقت دے گئے۔ ان کا دورِ اقتدار ۵۰ سال اور اڑھائی ماہ تک محیط رہا۔ ان کی وصیت اسلامی حکمرانوں کے لیے ایک آئینہ ہے جس میں وہ اپنا احتساب کر سکتے ہیں۔

> ''چار روپے دو آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے محنتانہ میں سے بچے ہیں اور جو اعیاز بیگ محل دار کے پاس ہیں میری تکفین پر خرچ کیے جائیں اور تین سو پانچ روپے جو میں نے قرآن پاک کی کتابت کر کے کمائے ہیں میری وفات کے دن فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کیے جائیں۔ میرے جسد خاکی کو دولت آباد کے قریب خلد آباد میں شیخ برہان الدینؒ کے پاؤں کی طرف دفن کیا جائے اور میرے مدفن پر کوئی پختہ قبر یا مقبرہ تعمیر نہ کیا جائے۔''

اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد ان کا بڑا بیٹا محمد معظم شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء شاہ عالم بہادر اوّل کے نام سے اپنے کارنامے انجام دیے۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا اقتدار متزلزل رہا۔ اقتدار کے لیے بھائی بھائی کا دشمن بن گیا۔ اپنوں کی جنگ سے غیروں نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ جہاندار شاہ اپنے بھائیوں عظیم الشان، رفیع الشان اور جہان شاہ کو شکست دے کر ذوالفقار خان کے تعاون سے ۲۷ مارچ ۱۷۱۲ء کو تخت پر براجمان ہوا۔ جہاندار شاہ نے صرف ایک سال حکومت کی۔ بعد ازاں ۱۱ جنوری ۱۷۱۳ء میں فرخ سیر ۳۰ سال کی عمر میں چھ سال کے لیے اقتدار میں حصہ دار ہوا۔ رفیع الدرجات (۲۷ فروری تا ۴ جون ۱۷۱۹ء) رفیع الدولہ شاہ جہان ثانی (۶ جون تا ۱۷ ستمبر ۱۷۱۹ء) محمد شاہ رنگیلا (۲۸ ستمبر ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) حکمرانی کے جواہر دکھاتے رہے۔ اورنگزیب عالمگیر کے بعد عیش و نشاط کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی دوران ۱۷۳۹ء میں ایران کا حکمران نادر شاہ برعظیم پاک و ہند پر چڑھائی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ نادر شاہ کے حملوں نے دہلی میں پھر ہلچل مچا دی۔ وہ ۱۵ مئی ۱۷۳۹ء تک دہلی میں رہا۔ اُس نے اربوں روپے کا ساز و سامان جمع کیا اور پھر خاموشی سے ایران کوچ کر گیا۔ محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ مغل ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء عیش و نشاط کے مزے لوٹتا رہا۔ اس لیے ۷ جون ۱۷۵۴ء کو جہان دار کے بیٹے عزیز الدین نے تخت سنبھالتے ہی اورنگزیب عالمگیر کے دور کی یاد تازہ کر دی۔ عزیز الدین نے عالمگیر ثانی کا لقب اپنا کر مختلف علاقہ جات میں اصلاحات کی کوشش کی لیکن ۱۷۵۹ء میں اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ شاہ عالم ثانی، اکبر شاہ ثانی اور پھر بہادر شاہ ظفر کو تخت دہلی پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ بہادر شاہ ظفر ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۷ء تک مسند اقتدار پر رہا۔ شعر

Marfat.com

وطن سے گہری دلچسپی تھی۔ مرزا اسد اللہ خان غالب نے بہادر شاہ ظفر کے بارے میں ایک قصیدہ بھی تحریر کیا۔

برعظیم پاک و ہند میں ایک طرف تو اقتدار کی ہوس کا سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف یورپی اقوام برعظیم میں داخل ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہی تھیں۔ یورپ نے مفاد پرستی میں ہمیشہ اپنی برتری کا جھنڈا بلند رکھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب پورا یورپ برعظیم کی مختلف اشیاء ہاتھوں ہاتھ لینے لگا۔ یہاں کی تیار شدہ اشیاء کی مانگ بڑھنے لگی۔ خشکی اور سمندری ہر دو راستوں سے یہ مال باہر جانے لگا۔ ترکوں کے عروج کی وجہ سے مختلف راستے بند ہونے لگے۔ یورپ جانے کے نئے راستوں کی تلاش شروع کر دی گئی۔ اس سلسلہ میں پرتگیزیوں نے پہل کی۔ پرتگال کے بادشاہ شہزادہ ہنری (۱۳۹۴ء تا ۱۴۶۵ء) نے اس ضمن میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس نے کئی ملاحوں کی سرپرستی اور جہاز رانوں کی تربیت کا اہتمام کیا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے افریقہ کا سارا ساحل پرتگیزی علاقوں میں بدل گیا۔ پرتگیزیوں نے بڑی محنت مشقت سے ۱۴۷۱ء میں استوائی علاقہ سے گزر کر ۱۴۸۱ء میں کانگو دریا تک رسائی حاصل کر لی۔ ۱۴۸۷ء میں ڈیاز طوفان کی زد میں آ کر کیپ آف گڈ ہوپ تک چلا گیا جس کی سرپرستی شہنشاہ جان دوم نے کی۔ ۱۴۹۷ء میں بادشاہ عمانویل کی سرپرستی میں واسکوڈے گاما نے اپنی بحری مہم کا آغاز کیا۔ وہ ڈیاز کے راستے سے ہوتا ہوا کیپ آف گڈ ہوپ پہنچا۔ پھر زمبیق آیا۔ اپریل ۱۴۹۸ء میں ایک ہندی کی رہنمائی میں وہ کالی کٹ پہنچ گیا۔ بادشاہ زمورین نے اس کی کافی مدارت کی۔ تین ماہ تک ہندوستان میں رہ کر واسکوڈے گاما واپس چلا گیا۔

بقول ڈاڈویل پرتگیزوں کو ہند میں پہنچ کر کئی باتوں کا ادراک ہو گیا۔ وہ پس پردہ حالات سے بھی آگاہ ہو گئے۔ وہاں پر موجود کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے طریقے بھی سوچنے لگے۔ انھیں پتہ چلا کہ شہزادگان اور راجے باہمی جھگڑوں میں گھرے ہوئے ہیں، ایک شہزادہ سے دشمنی دوسرے سے دوستی ہو گی۔ دوسری بات یہ سامنے آئی کہ چین اور کالی کٹ کے باشندوں کی ضروریات کے لیے چاول خاطر خواہ مقدار میں میسر نہ تھا۔ انھوں نے ریاستی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے تجارتی منصوبہ بندی کر لی۔ پرتگیزی جان گئے کہ ریاست کا نفاق ان کے لیے سود مند ثابت ہو گا اور وہ تجارتی منڈیوں میں بہت سا منافع کما سکیں گے۔ ان کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع فراہم کی کہ بیرونی حملے آسانی سے ریاست کو فتح کر سکیں گے۔

۱۵۰۱ء میں ممتاز مؤرخ اور سیاح واسکوڈے گاما ایک بار پھر ہندوستان آیا۔ اس نے کنانور میں ایک

Marfat.com

فیکٹری قائم کرلی۔ عربوں کی بھرپور مخالفت کے باوجود کالی کٹ، کوچین اور کنانور میں تجارتی مراکز قائم ہوتے گئے۔ واسکوڈے گاما واپس چلا گیا تو بادشاہ زمورین نے پرتگیزوں پر کوچین میں حملہ کر دیا مگر شکست کھائی۔ اس طرح پرتگیزوں کی طاقت برتر ثابت ہوئی۔ پہلا پرتگیزی وائسرے ڈی المیڈا (۱۵۰۵۔۰۹ء) جو ہندوستان کے مقبوضہ علاقہ جات پر حاکم تھا۔ اُس نے پرتگیزیوں کو بحری راستے سے روشناس کروایا۔ اس نے اندازہ کرلیا کہ بحری قوت سے وہ ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ۱۵۰۹ء میں مصریوں نے اسے اور اس کے فرزند ارجمند کو قتل کر دیا۔ برعظیم پاک و ہند میں پرتگالی سلطنت کا بانی البوقرق (۱۵۰۹۔۱۵ء) دوسرا وائسرائے تھا جس نے کئی ایک اصلاحات نافذ کیں۔ ولندیزیوں کے تاجر بھی اس علاقہ میں دخل اندازی کرتے رہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد

برعظیم پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی چالاکیاں ناقابل فراموش ہیں۔ جب ہسپانوی جہاز آرمیڈا کو ۱۵۸۷ء میں شکست ہوئی تو انگریزوں نے انگلستان کو عظیم سے عظیم تر، مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا عزم کیا۔ اس طرح اُنھوں نے اپنے خوابوں کی تعبیروں کے لیے محنت کی رتوں کا انداز اپنایا۔ مشرق میں تجارتی سہولیات دیکھ کر ان کی رال ٹپکنے لگی۔ حکمرانوں کی غفلت کی وجہ سے انگریزوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مغل حکمرانوں کو تحائف دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ بڑھتے بڑھتے تجارتی راستے ہموار ہوتے گئے۔ فرنگیوں نے انگلستان کے لیے مشرقی تجارت کو اپنانے اور فروغ دینے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس طرح ۱۵۹۹ء میں تاجروں کے ایک گروہ نے جہاز ''کوئین الزبتھ'' پر مشرقی تجارت کے لیے چارٹر مانگا۔ ۱۶۰۰ء میں اجازت ملنے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد پڑ گئی۔ پندرہ سال تک ہندوستان میں کھلی تجارت کرنے کی اجازت ملنے پر کمپنی نے اپنے پایہ استقامت مضبوط کر لیے۔ مغل حکمران عیش و عشرت میں مبتلا رہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کمپنی چور دروازے سے آ کر حاکموں کو ایک دن محکوم بنا لے گی۔ اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو اپنا حسن اور زیبائش دکھا کر کسی گھر میں آگ لینے آئے اور پھر گھر کی مالک بن بیٹھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا تجارتی جہاز ۱۳ فروری ۱۶۰۱ء کو ہندوستان روانہ ہوا۔ تجارتی قافلہ اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ ۱۱ ستمبر ۱۶۰۳ء کو واپس انگلستان پہنچا۔ تاجِ برطانیہ کی یہ اوّلین فتح تھی۔ سورت کی بندرگاہ پر ایک اور تجارتی جہازوں کا قافلہ ۱۶۰۹ء میں کپتان ولیم ہاکنس کی رہنمائی میں لنگر انداز ہوا۔ ہاکنس سورت سے ہوتا ہوا آگرہ میں نورالدین محمد

Marfat.com

جہانگیر المعروف شہزادہ سلیم کے دربار پہنچا اور سورت میں ایک کارخانہ قائم کرنے کی اجازت طلب کی۔ جہانگیر نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ ۱۶۱۲ء میں ہاکنس وطن لوٹ گیا۔ انگریز اپنی ناکامی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ انھوں نے حیلے بہانوں سے مغل حکمرانوں کو قائل کر لیا اور بالآخر سورت میں کارخانہ قائم کرنے کا اجازت نامہ مل گیا۔ کمپنی کے پاؤں اس خطے میں مضبوط ہونے کی طرف یہ اجازت نامہ انگریزوں کے لیے سنگ میل ثابت ہوا۔ ہندوستان پر قبضہ جمانے کے لیے انگریز مختلف حکمت عملی اپناتے رہے۔ سازشوں کے جال بنتے رہے۔ قسمت نے انگریزوں کا ساتھ دیا کہ جنوری ۱۶۱۵ء میں سوالی کے مقام پر انگریزوں اور پرتگالیوں کے درمیان سمندری جنگ چھڑ گئی۔ انگریز لہروں پر رقص کرنے لگے اور ان کی فتح و نصرت نے ہندوستان کا ساحل ان کے زیر نگیں کر دیا۔ سمندر پر اس انداز سے قبضہ در حقیقت برعظیم کی محکومیت کا پہلا قدم ثابت ہوا۔

تاج برطانیہ کو سمندری فتح کے بعد بہت تقویت حاصل ہوئی یوں سمجھ لیجیے کہ ملکہ الزبتھ کی فتوحات کے بعد جیمز اوّل نے اس فتح کو اپنے لیے ایک اہم حق تصور کیا۔ اس نے دھیرے دھیرے نہ صرف کمپنی بل کہ ہندوستان کے سیاسی و سماجی حالات میں دلچسپی ظاہر کرنا شروع کر دی۔ ۱۶۲۳ء میں تو اس نے کمپنی کا بہت سا انتظام و انصرام اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس نے ایک حکم کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کو مشرق میں اپنا تجارتی اڈا حتیٰ کہ پوری پوری اجارہ داری قائم کرنے کو کہہ دیا۔ جیمز اوّل نے ۳۱ مئی ۱۶۲۳ء کو شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں اپنا نمائندہ تامس بھیجا۔ تامس نے دو تین سال ہندوستان میں قیام کرنے کے بعد سورت میں قائم کارخانے کی وسعت کے لیے جہانگیر کو رام کرنے کی کوشش کی۔ یعنی پائنچہ پکڑتے پکڑتے ۔۔۔۔۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ پہلے کارخانہ، پھر کارخانے کی وسعت، پھر کارخانے کے گرد باڑ لگانے کی اجازت، اس سے بڑھتے بڑھتے کارخانے میں انگریز ملازمین درآمد کرنے کی اجازت بھی حاصل کر لی گئی۔ شاہی محل سے سورت میں کارخانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو کھلی چھٹی دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو زنجیر جہانگیر نے عدل کے لیے لٹکا رکھی تھی وہ زنجیر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ جہانگیر نے انگریزوں کی اس کمپنی کو مغلیہ سلطنت میں اجازت دے کر اپنی رخصتی کے پروانے پر دستخط کر دیے۔ جس طرح دریا کے ٹھہرے پانی میں ایک کنکر پھینکا جائے تو وہ دائرہ در دائرہ پھیلتا ہے اسی طرح انگریزوں نے مغل حکمرانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں کو ملازمتوں کے مواقع فراہم کیے اور پھر مختصر سے وقت میں آگرہ، اجمیر، احمد آباد، بھراچ اور مسولی پٹم میں انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم ہو گئیں۔ ان کوٹھیوں میں رات کے وقت رقص و سرور کی محفلیں گرم ہوتیں۔ ہندوستانیوں کو

Marfat.com

چائے اور نشے کا عادی بنانے کی مہم جاری رہتی۔ انگریزی پایۂ تجارت نے ہندوستان پر قبضے کے راستے ہموار کر دیے۔ تجارتی فروغ نے کمپنی کا دائرہ اثر بڑھانا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ۱۶۳۳ء تک بلاسپور اور ہری ہار پور میں بھی کمپنی نے کارخانے قائم کر دیے۔ ۱۶۳۹ء میں ایک شخص فرانسس ڈے نے ساحل کورمنڈل پر کوم ندی کے قریب ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر سنٹ جارج نامی قلعہ تعمیر کرایا جو توسیع و ترقی کے بعد جدید شہر مدراس معرض وجود میں آ گیا۔ سینٹ جارج قلعہ درحقیقت ہندوستان پر قبضے کا پہلا پرچم تھا۔ آہستہ آہستہ تجارت کے بل بوتے پر کمپنی ہندوستان کی سیاست میں پس پردہ دلچسپی لینے لگی۔ کمپنی درحقیقت سازشی گڑھ ثابت ہوئی۔ کوٹھیاں، کارخانے اور محافل کا انعقاد درحقیقت حکمرانی کے خواب بُننے کی کوشش تھی۔ انھوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے بحری ترقی کو ترجیح دی۔ پرتگالیوں اور ولندیزیوں کے بعد انھوں نے عرب تاجروں خصوصاً ساحل پر موجود ملاحوں اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طاقت اور تشدد سے زیر اثر کر لیا۔ اسی دبدبہ اور رعب کی وجہ سے کمپنی ملازمین اپنی مرضی سے جب چاہتے اور جہاں چاہتے بحری سفر کر سکتے تھے۔

انگریزوں نے ایک اور چال سے مغلوں کو اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش کی۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے اکبر اور جہانگیر کے جہاز ''جنگ'' کا استعمال بھی شروع کر دیا جو بحری سفر کا گرین کارڈ تھا۔ اس پروانہ راہداری کے بل بوتے پر انگریز پورے ہندوستان اور ہندوستان سے یورپ کا سفر بڑی آزادی کے ساتھ کر سکتے تھے۔

مگر مغلوں نے کبھی یہ محسوس نہ کیا کہ ان کی اس کمزوری کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے؟ شہنشاہ جہانگیر کا عہد مخالف گروپ سے غفلت کا عہد تھا۔ اس دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنی بحری قوت پر بڑا ناز ہو گیا۔ اس لیے مخالف گروپ سے جنگ کا عزم کر لیا۔ فریقین تذبذب کا شکار تھے۔ کمپنی کو شاہی خاندان کے ملازمین سے خود ساختہ شکایت تھی کہ وہ درآمد شدہ تجارتی مال پر محصول بہت زیادہ وصول کرتے ہیں ان کا رویہ ناگفتہ بہ ہے، رشوت لینا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہی نہیں بل کہ عملہ پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا کہ وہ ساحلی علاقہ کے بچوں کو اغوا کرتے ہیں۔ اغوا شدہ بچے سمندری راستے کہیں سے کہیں دور دراز علاقے میں پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ کمپنی نے ہندوستانی تاجروں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ کمپنی کی بہانہ سازیاں یہاں تک بڑھ گئیں کہ انھوں نے سورت اور کلکتہ کے مقامات پر اورنگزیب عالمگیر سے بھی لڑائی مول لے لی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا اصل مقصد برعظیم پاک و ہند پر قبضہ جمانا تھا۔ ''گنجی سوائی'' مغلیہ سلطنت کے دور میں مقبول جہاز تھا۔ ۱۶۹۸ء میں انگریزوں نے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے جہاز لوٹنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطنت

Marfat.com

کا شاہی جہاز ''گنجی سوائی'' بھی انگریزوں نے بڑی دلیری سے لوٹ لیا۔

انگریزوں نے جہاز لوٹنے کے علاوہ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ بوڑھوں اور بچوں کے ساتھ تشدد روا رکھا۔ اورنگ زیب نے شکایت ملنے پر انگریزوں کو معاف کر دیا۔ اس معافی سے مجرموں کے حوصلے مزید بڑھ گئے۔ انگریزوں نے برعظیم پاک و ہند پر قبضہ جمانے کے لیے تاجروں کے روپ میں اپنے فوجی ہندوستان میں اتار دیے۔ اب ان کا مقصد تجارت نہیں بل کہ ہندوستان پر حکمرانی بن گیا۔

پرتگالیوں، ولندیزیوں، انگریزوں کے بعد فرانسیسیوں نے بھی ہندوستان کا رخ کیا۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں جب انگریزوں اور فرانسیسیوں کے سیاسی اور معاشی مفادات ایک دوسرے سے ٹکرائے تو دوسرے مقامات کے علاوہ ہندوستان میں بھی انگریز اور فرانسیسی آپس میں لڑنے لگے۔ ان کی سب سے پہلی چپقلش دکن اور کرناٹک کے قضیہ وراثت پر ہوئی۔ ۱۷۴۸ء میں نظام الملک کے بعد اس کے بیٹوں میں جھگڑا شروع ہوا۔ انگریز نہ صرف جنگ کے معاون بنے اور فرانسیسی مظفر جنگ کے۔ کرناٹک میں انگریز محمد علی کے طرف دار تھے اور فرانسیسی چندا صاحب کے۔ یہ لڑائیاں محض ہندوستانی امراء کی لڑائیاں نہ رہیں یہ دونوں قوموں کے تنازعات ثابت ہوئے۔ فرانسیسی کامیاب نہ ہو سکے اور انگریزوں نے ہوس اقتدار کے لیے ۱۷۵۴ء میں ہندوستان پر قبضہ جمانے کی مہم تیز سے تیز کر دی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کا دور انحطاط زور پکڑ گیا تھا۔ سیاسی و اخلاقی ابتری عام ہو گئی تھی۔ یاد رہے کہ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کا حملہ سیاسی اعتبار سے بہت نقصان دہ ثابت ہوا۔ بنگال میں مرشد قلی خان، اودھ میں برحان الملک، سعادت خان، بھی اپنی قوتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ۱۸۵۶ء تک تمام علاقہ جات انگریزوں کے زیر نگیں آ گئے۔ برعظیم پاک و ہند کی ایک بہت بڑی قوت پر انگریز براجمان ہو گئے۔ سراج الدولہ جنگ پلاسی میں میر جعفر اور میر صادق کی غداری سے شکست میں ڈوب گیا۔ ٹیپو سلطان ۴ مئی ۱۷۹۹ء سرنگاپٹم کے مقام پر جام شہادت نوش کر گیا لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے اعلان کر دیا ''اب ہندوستان ہمارا ہے'' اس ابتری کے دور میں علماء و مشائخ کی ایک جماعت نے مسلمانوں کو دین متین کی طرف راغب کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ مجاہدین کی تحریکیں، تحریک جہاد اور دیگر علماء حق نے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لیے اپنا فریضہ انجام دیا۔ ۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک آخری مغل فرمانروا نے اسلامی اقدار حیات کے فروغ کو پس پشت ڈالتے ہوئے

Marfat.com

اپنی کرسی کے دفاع کو مقدم جانا۔ مغلیہ دور میں طاؤس ورباب، رقص وسرور، عشق وعاشقی اور اسی نوعیت کی سرگرمیوں کو فروغ حاصل رہا۔ مغلوں نے اپنی محبوباؤں کے لیے محل بنوائے۔ سیر گاہیں بنوائیں حتیٰ کہ پاؤں دھونے کے لیے بھی خصوصی مقامات تعمیر کروائے۔ اگر مغل حکمران سکولوں، کالجوں، یونی ورسٹیوں اور دینی مدارس کی طرف توجہ دیتے تو اپنے ہی ملک میں محکومیت کے دن نہ گزارتے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد چند مغل حکمرانوں کی حکمرانی کی کہانی کچھ یوں ہے۔

۱۔ معظم یا بہادر شاہ اول یا شاہ عالم اول ۱۷۰۷ تا ۱۷۱۲ء......۲۔ جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء......۳۔ فرخ سیر ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء......۴۔ رفیع الدرجات ۱۷۱۹ء......۵۔ رفیع الدولہ ۱۷۱۹ء......۶۔ محمد شاہ ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء

۷۔ احمد شاہ۔ ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء......۸۔ عالمگیر ۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء......۹ شاہ عالم ثانی ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء

۱۰۔ اکبر ثانی ۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء......۱۱۔ بہادر شاہ ثانی ۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء سے پہلے ہی مغل حکمرانوں کی اولاد شکست کے خوف سے اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ اس سلطنت کے ٹکڑے ہوئے کوئی اِدھر گرا کوئی اُدھر گرا۔ شاہ جہان کا دوسرا بیٹا شاہ شجاع سرگودھا سے نو میل دور دھریمہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اورنگ زیب کی شکست کے بعد جب جان بچا کر بھاگنے کا عمل شروع ہوا تو دھریمہ کے میاں حبیب سلطان جو کہ نیک بزرگ تھے ننگیانہ خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے بدقسمت شاہ شجاع کو پناہ دی۔ اس ضمن میں نامور مؤرخ پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول نے اپنی انگریزی کتاب "The History of Sargodha" کے صفحہ نمبر ۱۲۲ پر شاہ شجاع کے مدفن کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔

برعظیم پاک و ہند میں اسلامی فکر و فلسفہ کی تحریکوں میں شامل کئی علماء کرام نے لاتعداد ظلم و ستم برداشت کیے لیکن انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کی وجہ سے برعظیم پاک و ہند کے دور دراز علاقوں تک حکمرانی کا دائرہ پھیلا چکے تھے۔ انگریز تجارت کی غرض سے آئے اور خطے کے مالک بن بیٹھے۔ ۱۶۰۰ء میں مغلیہ سلطنت کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے انگریز فیکٹریاں، کوٹھیاں، اور تجارتی مراکز بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ جب انگریزوں نے محسوس کیا کہ مغلیہ سلطنت بدنظمی اور مسلسل بدانتظامی کا شکار ہے تو انھوں نے برعظیم کے ساحلی علاقے بھی ہتھیا لیے۔ ۱۷۵۷ء میں بنگال اور ۱۸۵۶ء میں اودھ کا الحاق ہو چکا تھا۔ مغل حکمران تو صرف لال قلعے کی چار دیواری تک مقید تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی مکارانہ چالوں سے برعظیم پر قابض ہو چکی تھی۔ یاد رہے کہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے نعرہ بلند کر دیا تھا کہ "اب

Marfat.com

ہندوستان ہمارا ہے۔'' ان فتوحات کے بعد تو ان کے اقتدار کا سورج ڈھلتا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ظلم و جور کی عمر زیادہ نہیں ہوتی ۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں کے معاشرتی معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی تھی ۔ مذہبی، سیاسی، معاشی، عسکری، اور معاشرتی مسائل کی وجہ سے مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر اقوام میں انگریزوں کے خلاف نفرت اُبھر رہی تھی ۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پادریوں کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی ۔ انگریز جنرل نے کہا کہ:

''ہندوستان کے باشندوں کو باہمت اور جدید بنانے کے لیے عیسائیت کے اصولوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔''

ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے صدر مسٹر مینگلز (Mangles) نے برطانوی پارلیمنٹ میں کہا:

''قدرت نے ہمیں ہندوستان کی وسیع سلطنت اس لیے عطا کی ہے کہ ہم یسوع مسیح کا پرچم اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرا دیں ۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہندوستان کو عیسائی بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔''

۱۸۵۴ء تک ہندوستان میں گرجا گھروں کی تعداد ۱۴۲ تک پہنچ گئی ۔ مندر، مساجد، گردوارے اور دیگر عبادت گاہوں کو ویران کرنے کے لیے پس پردہ کارروائیاں جاری تھیں ۔ مغل حکمرانوں کے رائج شدہ قوانین پس پشت ڈالے جا رہے تھے ۔ اسلامی قوانین ختم کرنے کی سازش زوروں پر تھی ۔ ہندوؤں کی رسومات میں مداخلت سے انگریز ان کی ہمدردیوں سے محروم ہو رہے تھے ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی چادر سے کہیں زیادہ پاؤں پھیلا رہی تھی ۔ گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی تو دونوں ہاتھوں سے علاقہ جات لوٹ رہا تھا ۔ اس نے بہت سے قوانین ختم کر کے جنگل کا قانون نافذ کر رکھا تھا ۔ شیش ناگ کی طرح اس نے پھن پھیلائے ستارہ (۱۸۴۸ء)، جیت پور اور سنبل پور (۱۸۴۹ء)، بگھ (۱۸۵۰ء) اودے پور (۱۸۵۲ء)، جھانسی (۱۸۵۳ء) او رناگ پور (۱۸۴۹ء) کی ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔

تقریباً ایک سو سال سے انگریز حکمران برعظیم پاک و ہند کے عوام کو زر خرید غلام تصور کرنے لگے تھے ۔ اگر کوئی گروہ انگریزی اقتدار کے خلاف آواز بلند کرتا تو اس کی آواز نہ صرف دبا دی جاتی بل کہ اس کے

Marfat.com

خاندان کو تہ تیغ کر دیا جاتا۔ برعظیم کے مقامی باشندے اپنی حکمرانی بحال کروانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ مسلمان خصوصی طور پر غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالنے کے لیے سروں سے کفن باندھے تیار رہتے۔ تقدیر کی ستم ظریفی کہ مسلمان اپنے ہی خطے میں حکمرانی سے محکومی تک پہنچ چکے تھے۔ سر جھکا کر زندگی گزارنا مسلمان کی سرشت میں نہیں۔ وہ غلامی کا طوق گلے سے اتارنے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ مقامی باشندوں نے سر جوڑنے شروع کیے۔ جس طرح شمع بجھتے ہوئے ایک بار آخری ہچکی ضرور لیتی ہے اسی طرح انگریزوں سے انتقام لینے کے جذبات بار بار بھڑک رہے تھے۔ دہلی کے مغل حکمرانوں کی دم توڑتی قیادت سے امیدیں لگائے مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے کچھ نمائندے مل بیٹھے اور انھوں نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ حکومت ہند انگریزی فوج پر ۵۶ لاکھ پاؤنڈ سالانہ خرچ کرتی تھی جب کہ دیسیوں کی تعداد گوروں سے دس گنا تھی اس پر صرف ۴۱ لاکھ پاؤنڈ خرچ کیے جاتے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی

جنگ آزادی کا آغاز یوں تو ۳ مئی ۱۸۵۷ء کو ہو گیا تھا۔ مختلف چھوٹی بڑی کارروائیوں کے بعد ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو حریت پسندوں نے میرٹھ جیل پر ہلہ بول کر اپنے ساتھی آزاد کروا لیے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے ہندوؤں کا ایک اور چہرہ بے نقاب کر دیا۔ اس تحریک آزادی کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دے دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں مارشل لاء نافذ کر کے مسلمانوں کو اذیت ناک سزائیں دی گئیں یہ جنگ درحقیقت پیغام بیداری ثابت ہوئی۔ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو صلیب اور ہلال یعنی عیسائیت اور اسلام کے مابین جنگ قرار دیا۔ انگریز مؤرخین نے اسے اسلام کی شکست ٹھہرایا۔ ولیم میور نے اپنی کتاب میں لکھا:

> ''قرآن اور محمد (ﷺ) کی تلوار تہذیب، آزادی اور سچائی کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔''

ایک اور انگریز نے لکھا :

> ''اگر ہم ہندوستان پر اپنی حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ کیوں کہ اسلام ہی لوگوں کو ہمارے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔''

Marfat.com

بعض غیر جانب دار انگریز مؤرخین نے اپنی حکومت کے مظالم پر نکتہ چینی کی۔ انگریز مؤرخ لکھتا ہے

> ”دہلی کا بازار مسلمانوں کی لاشوں سے لبریز تھا۔ میری بگھی کے خچر بازار میں داخل ہوتے ہی مڑ گئے۔ میں نیچے اترا تو بھیانک منظر سامنے تھا۔ مسلمانوں کی کچھ لاشوں پر گدھ بیٹھے انھیں نوچ رہے تھے تو کچھ کو کتے کھا رہے تھے۔ انسانیت کی ایسی تذلیل تاریخ میں نظر نہیں آتی۔“

انگریز میلسن رقم طراز ہیں:

> ”پھانسی دینے والے رضا کار دستے اور غیر پیشہ ور جلاد بڑے مصروف تھے۔ ایک آدمی بڑے فخر سے کہہ رہا تھا کہ میں نے نہایت چابکدستی کے ساتھ اتنے آدمیوں کو ختم کیا ہے۔ لوگوں کو آم کے درختوں کے ساتھ لٹکا کر پھانسی دی جاتی یا ہاتھی کے پیروں تلے کچل دیا جاتا۔ ہر طرف ہندوستانی جنگل کے وحشیانہ قانون کے شکار نظر آتے تھے۔ جیسے اس قتل و غارت کا مقصد محض تفریح ہے اور بس۔“

برعظیم پاک و ہند کی اس بے ربط اور غیر منظم جنگ آزادی کے بعد مسلم اقتدار کا ۹۰۰ سو سالہ دور اقتدار جاتا رہا۔ لاتعداد مسلمانوں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ مسلمان ملازمین کو ملازمتوں سے ہٹا دیا گیا۔ مسلمانوں کی جائیدادیں چھین لی گئیں۔ میجر ہڈسن، میجر ہارڈی اور کرنل برن نے ہلاکو خان اور چنگیز خان کے ادوار زندہ کر دیے۔ میجر ہڈسن اور میجر ہارڈی نے مسلمانوں کے لہو سے اپنے ہاتھ خوب رنگے۔ یوں تو صنعتی طور پر پورا علاقہ تباہی و بربادی کا شکار تھا لیکن بھاری ٹیکسوں نے مقامی مصنوعات تباہ کر دیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مقامی کاروبار حیات مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ روزگار کے مواقع ختم کر دیے گئے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۸۳۵ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے فارسی زبان کے بجائے انگریزی کو تعلیمی، سرکاری اور دفتری زبان بنا دیا۔ مسلمان انگریزی سے بہت دور تھے اس لیے ملازمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تہذیب، ثقافت، مذہب، اور زبان کی وجہ سے نسلی امتیازات بڑھنے لگے۔ فوجی مراعات صرف انگریزوں کے لیے تھیں۔ برطانوی فوجیوں کے لیے ریٹائرمنٹ کی عمر ۷۰ سال جب کہ ہندوستانیوں کے لیے ۵۵ سال مقرر کی گئی۔ اس امتیازی سلوک سے

Marfat.com

ہندوستانی فوجیوں میں نفرت کے جذبات ابھرنے لگے۔ انگریزوں نے ایک نئی بندوق این فیلڈ تیار کی جس کے لیے جو کارتوس بنائے گئے ان میں گائے اور سؤر کی چربی شامل تھی۔ بندوق میں کارتوس بھرنے سے پہلے اس کے ایک سرے کو دانت سے کاٹنا پڑتا تھا۔ مسلمان فوجی سؤر کی چربی کی وجہ سے جب کہ دیگر ہندوستانی گائے کی چربی کی وجہ ان کارتوسوں کے خلاف تھے۔ ۲۹ مارچ ۱۸۵۷ء کو بارک پور رجمنٹ کے ایک نوجوان سپاہی منگل پانڈے نے ان کارتوسوں کے خلاف احتجاج کیا۔ اس ہنگامہ آرائی میں منگل پانڈے کی ایک گولی نے سارجنٹ میجر کا خاتمہ کر دیا۔ کمانڈنگ آفیسر جنرل ہیری نے اسے گرفتار کر کے ۱۸ اپریل ۱۸۵۷ کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ انگریزی کارتوسوں کے خلاف ہندوستانی نفرت کے کارتوس چلنے لگے۔ ہندو مسلم یکجہتی کارتوسوں کی میز پر نظر آنے لگی۔ ۲۴، اپریل ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کے مقام پر فوجیوں نے چربی والے کارتوس چلانے سے انکار کیا تو ۹ مئی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے ۸۵ سپاہیوں کو دس سال قید اور دیگر اذیتوں کا تحفہ دیا۔ میرٹھ چھاؤنی کے فوجیوں نے ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو انگریز افسروں کو قتل کر کے اپنے قیدی چھڑا لیے اور دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ ۱۱ مئی کو ان حریت پسندوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اعلان آزادی کے بعد ہندوستانی فوجی دہلی کی طرف بڑھنے لگے۔ انھوں نے بہادر شاہ ظفر شہنشاہ ہند کے ایک بیٹے مرزا مغل کو کمانڈر انچیف اور دوسرے کو کمانڈر بنایا۔ اس صورت حال میں بجنور، روہیل کھنڈ اور اودھ مسلمان امراء اور حکمرانوں نے بہادر شاہ ظفر کو اپنی ہمدردی، وفاداری اور تعاون کا یقین دلایا۔ جنرل محمد بخت خان تقریباً چودہ ہزار فوجی لے کر دہلی پہنچ گیا۔ اس کے پاس جذبہ تو موجود تھا لیکن ساز و سامان اور سرمایہ کی کمی تھی۔ اس نے اپنے ذاتی تمام اثاثے بیچ کر فوج کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ انگریزوں نے منافقانہ روش اختیار کی، جاسوسوں کے ذریعے مرزا مغل اور جنرل بخت کے درمیان شکوک و شبہات پیدا کر دیے۔ مسلمان فوجیوں کے پاس اسلحہ کم تھا انگریزوں نے ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء توپ خانہ کے استعمال سے دہلی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ ایک انگریز کی چال بازی کی وجہ سے بہادر شاہ ظفر، ہمایوں کے مقبرہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ جنرل بخت اودھ چلا گیا۔ میجر ہڈسن کی قیادت میں بہادر شاہ ظفر کی بے حرمتی کی گئی ان کے دو بیٹوں اور ایک پوتے کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ بہادر شاہ ظفر پر بغاوت کا مقدمہ چلا کر رنگون جلاوطن کر دیا گیا۔ جہاں وہ ۷ نومبر ۱۸۶۲ء کو اپنی مغلیہ شہنشاہت سمیت سپرد خاک ہوئے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مختلف علاقہ جات میں مختلف مسائل کا شکار ہوئی۔ اودھ میں اس کی قیادت نواب واجد علی شاہ کی بیگم حضرت محل نے کی۔ لکھنؤ کے حریت پسندوں نے انگریزوں پر بھرپور حملہ کیا۔ لکھنؤ میں مولوی احمد اللہ شاہ کی قیادت میں انگریزوں کو بھاری نقصان

Marfat.com

ہوا۔ سرہنری لارنس قتل کر دیا گیا۔ اس طرح انگریز لکھنؤ سے نکل گئے لیکن یکم مارچ ۱۸۵۸ء کو جنرل کولن کیپ بیل لکھنؤ میں دوبارہ داخل ہو گیا۔ حضرت محل اپنا وطن چھوڑ کر نیپال چلی گئیں جب کہ مولوی احمد اللہ شاہ شہید کر دیے گئے۔ میرٹھ، دہلی، اودھ اور دیگر علاقہ جات کی خبریں دیگر حصوں میں بھی گردش کرنے لگیں۔ بدنظمی اور دہشت گردی کے حالات رونما ہوئے۔ انگریزوں نے سندھ، سرحد اور پنجاب کے کئی بڑے شہروں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ بہت سے انگریز اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کئی مقامات پر انگریزی دفاتر، رہائش گاہوں اور جیلوں کو نذر آتش کیا گیا۔ روہیل کھنڈ کے مسلمان کلمہ طیبہ کا پرچم اٹھائے جنگ آزادی میں شامل ہو گئے۔ حافظ رحمت خاں کے پوتے نے انگریزوں کو مار بھگا کر شاہ جہان پور سمیت علاقوں پر قبضہ کر لیا لیکن انگریزوں نے تازہ دم فوج کی مدد سے جون ۱۸۵۸ء میں روہیل کھنڈ پر اپنا اقتدار بحال کر لیا۔ کان پور جنگ آزادی ۱۰ جون ۱۸۵۷ء کو شروع ہوئی پیشوا باجی راؤ دوم کے متبنیٰ نانا صاحب نے قیادت کی۔ نانا صاحب انگریزوں کو کانپور سے نکال کر اپنے پیشوا ہونے کا اعلان کر بیٹھے۔ انھوں نے بہادر شاہ ظفر کو بادشاہ اور خود کو اس کا گورنر ہونے کا اعلان کر دیا لیکن ۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے علاقے پر قبضہ کر لیا اور نانا صاحب نیپال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ علاقہ جھانسی میں بھی جنگ آزادی کے اثرات پہنچ چکے تھے۔ جھانسی کی رانی ۲۳ سالہ بیوہ لکشمی بائی ۲۰ ہزار فوجیوں کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑیں۔ رانی نے تانتیا ٹوپے کی مدد سے گوالیار پر قبضہ کر لیا۔ رانی لکشمی بائی جھانسی کے حکمران گنگا دھر راؤ کی دوسری منقوحہ تھیں۔ ۱۸۵۳ء میں اس کا شریک سفر بچھڑ گیا تو انگریزوں نے رانی کی ریاست پر قبضہ کر لیا تھا۔

ہم زندگی کی دوڑ میں ہارے ضرور ہیں
لیکن کسی محاذ پر پسپا نہیں ہوئے

رانی بہادری سے لڑتی ہوئی زندگی کی بازی ہار گئی۔ تانتیا ٹوپے بغاوت کے جرم میں ۱۸، اپریل ۱۸۵۹ء کو تختہ دار پر جھول گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی غیر منظم تھی۔ طے شدہ پروگرام سے پہلے آغاز کرنا حماقت ثابت ہوا۔ سکھوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ جنگ آزادی کے حریت پسند فوجی تربیت سے نا آشنا اور نا تجربہ کار تھے۔ مجاہدین کے پاس مالی اور افرادی قوت کی کمی تھی۔ کئی خود ساختہ علماء دین نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو درست قرار نہ دیا۔ مسلمان مجاہدین کی رابطہ لائن کمزور تھی۔ انگریزوں کے پاس منظم فوج، جدید اسلحہ اور ذرائع مواصلات موجود تھے۔ بہادر شاہ ظفر کے ساتھ منافقوں کا ٹولہ تھا۔ اس جنگ کے بعد یکم نومبر

Marfat.com

۱۸۵۸ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی ختم کر کے ہندوستان کو برطانیہ کا حصہ بنا لیا گیا۔ حکومت ہند کی ہر کارروائی برطانوی پارلیمنٹ کا حصہ بن گئی۔ ملکہ وکٹوریہ کو ہندوستان کا سرتاج مان لیا گیا۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان کو اپنی حکومت کا حصہ بنا کر نت نئے اقدامات شروع کر دیے۔ انگریزی عمل داری میں مسلمانوں کو نشانہ ستم بنایا گیا۔ کلیدی اسامیوں پر انگریز قابض ہو گئے ان کے معاون سٹاف میں ہندوؤں اور سکھوں کو اہمیت دی گئی۔

مسلم اقتدار کا چراغ گل کر دیا گیا۔ انگریز حکمرانوں نے مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبہ جات میں کچل کر رکھ دیا۔ یوں تو برطانوی آئین ۱۶۰۰ء سے برسر عمل تھا۔ جس کے مطابق ایک تجارتی ادارے نے برعظیم پاک و ہند میں قدم جمائے۔ مغلیہ سلطنت کا سورج آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی آئین ۱۷۷۳ء سے عملی طور پر نظر آتا ہے۔ بعد ازاں ۱۷۸۱ء میں ایک ترمیمی بل بھی پیش کیا گیا۔ ۱۷۸۳ء میں معروف دانش ور اور سیاست دان مسٹر فاکس نے پارلیمنٹ کو ایک بل دیا تاکہ کمپنی کا انتظام براہ راست بادشاہ اور وزراء کے ہاتھ میں ہو۔ برطانوی وزیر اعظم ولیم پٹ نے ۱۷۸۳ء کو پارلیمنٹ میں ایک اور ترمیمی بل پیش کر دیا جسے قانون ہند مجریہ ۱۷۸۴ء کہا جاتا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا تجارتی ٹھیکہ بیس سال کے لیے ۱۷۷۳ء میں دیا گیا تھا۔ جس میں مزید توسیع کے لیے ۱۷۹۳ء میں پارلیمنٹ نے ایک چارٹر جاری کر دیا۔ یہ معیاد ۱۸۱۳ء میں ختم ہوئی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط قائم رکھنے کے لیے بیس سال کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ اسی تناظر میں پھر ۱۸۳۳ء کے چارٹر ایکٹ کے تحت بیس سالہ اضافے کی تجدید کر دی گئی۔ ۱۸۵۳ء آخری ایکٹ ثابت ہوا۔ اس ایکٹ کے تحت پارلیمنٹ کو مناسب ترامیم و تنسیخ کے اختیارات سونپ دیے گئے۔ بیس سالہ معیاد کی شرط کو ختم کر دیا گیا۔

ہم نئے رنگ سے تاریخ کو دہراتے ہیں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہو گیا۔ اگست ۱۸۵۸ء میں ''گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ'' برطانوی پارلیمنٹ میں منظور کر لیا گیا۔ جس کے تحت برطانوی حکومت نے ہندوستان کو بھی اپنے تاج تلے چھپا لیا۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ منتشر مسلمان کسی مسیحا کے متلاشی تھے۔ ان حالات میں سر سید احمد خاں (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء) میدان عمل میں آئے اور انھوں نے ظلم و جور کی چکی میں پستے ہوئے مسلمانوں کو راہ نجات دکھائی۔ مسلمانوں میں عظمت رفتہ بیدار

Marfat.com

کرنے کے لیے سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو انگریزی سیکھنے اور انگریزوں کے قریب ہونے کا اشارہ دیا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے ناعاقبت اندیش لوگوں نے سر سید احمد خاں کی مخالفت کی۔ انھوں نے مخالفت کی آندھیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

وہ اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

کاروانِ سر سید احمد خان پھلنے پھولنے لگا۔ علی گڑھ علم و آگہی کا مرکز بنا۔ قومی فکر رکھنے والے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ مل گئی۔ سر سید احمد خاں، مولانا الطاف حسین حالیؔ، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا محمد حسین آزادؔ اور علامہ شبلی نعمانی اردو کے عناصرِ خمسہ کا پیرہن لیے ادب برائے زندگی کا پرچم لہراتے ہوئے مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ اور جینے کی امنگ لیے میدانِ عمل میں آئے۔ پانچ ستاروں نے آسمانِ ادب کو منور کر دیا۔ سر سید احمد خاں کے دیگر ساتھیوں میں مولوی چراغ علی، نواب محسن الملک، مولوی محمد سمیع اللہ خان، نواب وقار الملک ایسے احباب تھے جنھوں نے سنجیدگی کے ساتھ مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دیا۔ ۱۸۵۹ء میں فارسی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۶۴ء میں انگریزی، اردو، فارسی، عربی، سنسکرت اور دیگر زبانوں کی ترویج کے لیے غازی پور میں وکٹوریہ سکول بنایا گیا۔ ریاضی طبعیات اور دیگر علوم کی کتب کے تراجم کے لیے ۱۸۶۳ء میں سر سید احمد خاں نے سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی۔ ۱۸۶۴ء میں سوسائٹی کا دفتر علی گڑھ میں بنا دیا گیا۔ سوسائٹی کے تحت ۳ مارچ ۱۸۶۶ء کو ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کا آغاز ہوا۔ ۲۳ سال کی اشاعت میں اسے سہ روزہ کر دیا گیا۔ اردو اور انگریزی مضامین کے ذریعے مسلمانوں کی بھرپور نمائندگی کی جاتی۔ ۱۰ مئی ۱۸۶۶ء کو برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی گئی۔ یکم اگست ۱۸۶۷ء کو گورنر جنرل سر جون لارنس سے ورنا کیولر یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' جاری ہوا جس نے چھ سال میں مسلمانوں کی ذہنی پستی دور کرتے ہوئے اُن کے سامنے چراغِ اُمید رکھ دیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۷۰ء کو بنارس میں کمیٹی خواست گار ترقی تعلیم قائم ہوئی۔ مسلمانوں کے لیے ایک کالج کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو ایم اے او سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو وائسرے ہند لارڈ لیٹن نے کالج کی بنیاد رکھی۔

سر سید کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دینا چاہتے تھے۔ اُنھوں نے فرمایا:

''دوستو! ہماری پوری تعلیم اس وقت ہوگی جب ہماری تعلیم

Marfat.com

ہمارے ہاتھوں میں ہوگی۔ یونیورسٹی کی غلامی سے ہم آزاد
ہوں گے۔ ہم اپنی تعلیم کے خود مالک ہوں گے اور بغیر یونیورسٹی
کی غلامی کے ہم آپ اپنی قوم میں علوم پھیلائیں گے۔ فلسفہ
ہمارے داہنے ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ
میں ہوگی اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا تاج ہمارے سر پر۔"

۲۷ دسمبر ۱۸۸۶ء کو آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ جس نے مسلمانوں میں تعلیمی شعور بیدار کیا۔ مسلمانوں اور انگریزوں میں کچھ غلط فہمیاں ختم کرنے یا کم کرنے میں تحریک علی گڑھ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ سر سید احمد خاں متحدہ قومیت کے نظریہ کے بعد دو قومی نظریے کی طرف آئے۔ انگریزوں نے اپنی تنگ نظری کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۸۶۷ء کو اردو ہندی تنازعہ کے سلسلہ میں سر سید، انگریزوں کے عزائم بھانپ رہے تھے۔ ۱۸۷۱ء میں سرکاری ملازمتوں میں ۱۱۷ ہندو اور مسلمان صرف ۹۲ تھے۔ سر سید نے مسلمانوں کو مقابلے کے امتحانات کے لیے دعوت فکر دی۔ سر سید نے ۱۸۸۲ء میں طالب علموں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"یاد رکھو کہ سب سے سچا کلمہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اسی پر
یقین کرنے سے ہماری قوم "قوم" ہے۔ اے عزیز بچو! اگر کوئی
آسمان کا تارا ہو جائے مگر مسلمان نہ رہے تو ہمیں کیا۔ وہ تو ہماری قوم
میں نہ رہا۔ پس اسلام کو قائم رکھ کر ترقی کرنا قومی بہبودی ہے۔"

اسلام کی فطرت میں ابھرنا ہے کیوں کہ

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

سر سید احمد خاں ۱۸۹۸ء کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور بیداری میں گراں قدر حصہ لیا۔ وہ اپنے خوابوں کی تعبیریں نہ دیکھ سکے لیکن ان کی قومی بیداری کی تحریک نے اَن مٹ اثرات چھوڑے۔ ایک بات قابل ذکر ہے کہ علی گڑھ کالج میں اسلامی تربیت کا خاص اہتمام کیا جاتا۔ کالج کی مسجد میں شیعہ اور سنی طلباء اپنے اپنے انداز پر نماز ادا کرتے۔ پہلے شیعہ اور پھر سنی طالب علم سجدہ ریز ہو

Marfat.com

جاتے۔احباب کا کہنا ہے کہ یہ سلسلہ وہاں آج بھی جاری و ساری ہے۔

معرکے میں ہاتھ قاتل کی کمر پہ ڈالیے
کھینچئے دامن سر میداں گریباں گیر کا

سرسید احمد خاں کی خدمات کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ان کی علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ بہت سے احباب نے سرسید احمد خان کی زندگی میں ان کی بہت مخالفت کی، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سرسید اور ان کے رفقاء کار نے برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں میں شعوری انقلاب برپا کیا۔ یہی پیغام بیداری دھیرے دھیرے دور دور تک پھیلتا گیا۔ مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ کا احساس ہونے لگا اور یوں کئی ادارے منظر عام پر آنے لگے۔ ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد قاسم نانوتویؒ نے اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا۔ دس سال مسجد مدرسہ کی صورت کام چلتا رہا اور ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم کی صورت اختیار کر گیا۔ اسلامی روایات کی پاسداری اور لوگوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند پیش پیش رہا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اشرف تھانویؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور احتشام الحق تھانویؒ ایسے جید علماء کرام تحریک آزادی کے حق میں میدان عمل میں رہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کئی مساجد کے ''مولوی حضرات'' تقسیم ہند کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ قدرت جب کسی خطے پر مہربان ہوتی ہے تو وہاں ایسی شخصیات کا ظہور ہوتا ہے جو مخلوق خدا کی رہنمائی کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو محمد علی جناح نے ایک تاجر پونجا جناح کے ہاں جنم لیا جو بعد ازاں مسلمانوں کی ڈگمگاتی کشتی کو ساحل مراد تک لے آئے۔ انھیں قائداعظم اور بابائے قوم کے خطابات سے نوازا گیا۔ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو درویش صفت شیخ نور محمد کو اللہ تعالیٰ نے محمد اقبال ایسا نورِ نظر عطا فرمایا جس نے مایوس اور نا اُمید قوم کو نوید زندگی عطا کی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ خوابیدہ قوم کو بیدار کرنے میں ہیرو ثابت ہوئے۔ وائسرے لارڈ لیٹن نے ۱۸۷۶ء۔ ۱۸۸۰ء میں ایسے قوانین جاری کیے۔ جس نے عوام کے جذبات نہ صرف مجروح کیے بلکہ اس اقدام سے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آریہ سماجی تحریک سامنے آئی۔ پہلے پہل یہ مذہبی نوعیت کی تحریک تھی جس نے بعد میں سیاسی رنگ اختیار کیا۔ اس تحریک کا بانی سوامی دیانند تھا۔ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''ہندوستان ہندوؤں کا ہے''۔ علاوہ ازیں ۱۸۸۲ء میں ایک تنظیم ''نیشنل لیگ'' بنگال میں معرض وجود میں آئی۔ نیشنل لیگ نے ایک پمفلٹ شائع کیا

Marfat.com

جس کے درج ذیل جملے قابل توجہ ہیں:

''اے آسمان کیا اُمید اور انصاف دونوں مر گئے ہیں؟ کیا کبھی کوئی نیا دن نمودار ہوگا۔ آہ! اے بچو تمھاری ماں (ہندوستان) عبث منتوں پر منتیں کیے جائے گی۔ نہیں ایک ستارہ (نیشنل لیگ) مشرق کی طرف سے شفاف اُفق پر نمودار ہوا اور اے ہندوستان تیرے بچے جو جادو کے زور سے ایک عرصے تک پڑے سوتے رہے تیرے جگانے کی آواز، ان کے کانوں تک پہنچ گئی ہے۔''

سوامی دیانند کی خواہش تھی کی ہندو راج رواں دواں ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کالج کی خدمات کا دائرہ پھیل رہا تھا۔ مشرقی و مغربی علوم میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ مولانا محمد علی کان پوری نے اپریل ۱۸۹۳ء میں ''ندوۃ العلماء'' ایک انجمن قائم کی۔ سرسید احمد خاں کے قریبی ساتھیوں نے ندوۃ العلماء کے مشن کی تائید کی۔ نواب محسن الملک، شاہ سلیمان پھلواری، نواب حبیب الرحمٰن شیروانی، مولانا مونگیری دیگر ساتھی اس تحریک کو بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے۔ ۱۸۹۴ء میں انجمن ندوۃ العلماء نے اپنا دفتر لکھنؤ میں قائم کر لیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء منصۂ شہود پر آیا۔ علامہ شبلی نعمانی بھی ۱۹۰۴ سے ۱۹۱۳ء رئیس ندوۃ العلماء رہے۔ نواب بہاول پور کے تعاون سے نئی عمارت لکھنؤ یونیورسٹی سے ملحق منظر عام پر آ گئی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے برعظیم کے ہزاروں طالب علموں نے تعلیم حاصل کی۔ سید سلیمان ندوی، سید نجیب اشرف ندوی، سید ابوالحسن علی ندوی، عبدالسلام ندوی، مولوی ابوظفر ندوی، ریاست علی ندوی ایسے شہرت یافتہ دانش وران، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شناخت بنے۔ لکھنؤ کے علاوہ مولانا احمد رضا بریلوی (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے ۱۹۰۴ء میں بریلی کے مقام پر ''مدرسہ منظر الاسلام'' قائم کیا۔ مولانا حامد رضا خان جو کہ مولانا احمد رضا کے فرزند تھے انھوں نے مولانا امجد علی اعظمی، مولانا رحم الٰہی، مولانا ظہور الحسن کے علاوہ دیگر علماء کرام نے درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے ہوئے اسلامی زاویہ نظر سے مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ شیخ محمد نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم نعیمیہ قائم کیا۔ برعظیم پاک و ہند میں بریلوی تحریک کا یہ بڑا مرکز تھا۔ آج بھی مراد آباد کے کئی جید علماء اپنی علمی و ادبی

Marfat.com

خدمات کی وجہ سے مقبول ہیں ۔ مولانا احمد رضا بریلوی دو قومی نظریہ کے مبلغ تھے ۔ تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۴ء) کے دوران انھوں نے گاندھی کی مکاریوں اور چالاکیوں کو بھانپ کر اس کی بھرپور مخالفت کی۔

دنیا میں بلائیں دو ہی تو ہیں ، اک ساورکر اک گاندھی ہے
اِک ظلم چلتا جھکڑ ہے ، اِک مکر کی چلتی آندھی ہے

مولانا احمد رضا بریلوی نے تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ انھوں نے جو پودا لگایا تھا اس کی شاخیں آج بھی مختلف علاقہ جات میں موجود ہیں ۔ پنجاب علمی ، ادبی ، سماجی ، سیاسی ، مذہبی ، معاشی اعتبار سے برعظیم پاک وہند میں مرکزی حیثیت رکھتا رہا۔ علماء کرام ، شاعروں وادیبوں اور دانش وروں نے پنجاب کو تحریک آزادی کا مرکز بنائے رکھا۔ ''انجمن حمایت اسلام'' کی خدمات اس ضمن میں کسی طرح بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں ۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو مسجد بکن خان میں انجمن حمایت اسلام کا پودا لگایا گیا۔ اس کے بانی صدر خلیفہ محمد حمید الدین اور سیکرٹری مولوی غلام قصوری تھے ۔ انجمن حمایت اسلام نے غیر اسلامی سرگرمیوں کے خلاف جہاد کیا۔ نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات اور اسلامی ثقافت سے روشناس کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کی ۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر ، محبوب عالم ، مرزا ارشد گورگانی ، منشی عبدالرحیم دہلوی ، منشی چراغ دین ، منشی پیر بخت ، حاجی میر شمس الدین ، علامہ شبلی نعمانی ، سرسید احمد خاں ، ڈپٹی نذیر احمد ، محسن الملک ، مولانا محمد حسین آزاد ، مولانا الطاف حسین حالی ، وقار الملک ، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور ایسے ہی نامور شاعروں وادیبوں اور دانش وروں نے انجمن حمایت اسلام کی حمایت کی طلبا و طالبات کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے ۔ چھوٹے بڑے تقریباً چالیس ادارے اسلامی فکر و فلسفہ کی اشاعت کے لیے کام کرتے رہے ۔ ماہنامہ ''حمایت اسلام'' ، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اور کئی دیگر تحریکوں نے انجمن حمایت اسلام کے پلیٹ فارم سے جنم لیا۔ علامہ اقبال نے ۲۴ فروری ۱۹۰۰ء میں پہلی مرتبہ اپنی نظم ''نالہ یتیم'' سے حاضرین کو خوب اشک بار کیا۔ اس نظم کے بعد حاضرین نے انجمن کو دل کھول کر چندہ دیا۔ بعدازاں علامہ اقبال انجمن کے جلسہ میں جو بھی نظم پڑھتے اس کی کاپیاں تقسیم کی جاتیں اور اس کی آمدنی انجمن حمایت اسلام کو دی جاتی۔

مسلم اکابر کے نزدیک ظلم وستم کی سیاہ رات ختم کرنے کے عزائم قابل ستائش رہے ۔ انھوں نے پس ماندگی کا گھٹاٹوپ اندھیرا اسلامی تعلیمات کے نور سے روشنی میں بدلا۔ دانش وروں کا قول ہے کہ ''اُجالے ہمیشہ اندھیروں کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں'' اسلام ایک مکمل ضابطہ زندگی ہے ۔ اپنے ماننے والوں کی رہنمائی میں

Marfat.com

قرآن ساتھ ساتھ چلتا ہے۔عرش سے فرش تک تعلق جوڑنے کے لیے ایمان وایقان کی دولت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔مشائخ عظام اور اکابر تحریک پاکستان نے اللہ تعالیٰ اور کعبہ قدسیاں حبیب الزماں ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے اپنائے جہالتؔ میں گھرے مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلوایا۔غلامی میں گھرے مسلمانوں کو نوید زندگی عطا کی۔انگریزوں کی حاکمیت اسلحہ کے زور پر تھی۔وہ برطانوی سامراجیت سے تنگ تھے۔انھوں نے انگریزی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے تعلیم کو ہتھیار بنایا۔سچے کھرے مسلمان تاجدار مدینہ ﷺ کے فرمودات کے مطابق غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے صف آراء ہو گئے۔تحریک علی گڑھ ہو یا دارالعلوم دیو بند ندوۃ العلماء ہو یا مدرسہ منظر الاسلام، انجمن حمایت اسلام ہو یا دیگر مدارس، مساجد اور انجمنیں سب کا ایک ہی مقصد تھا کہ اسلام کا پرچم لہرایا جائے۔طاغوتی طاقتوں کو علم وفضل سے شکست دی جائے۔

''سندھ مدرسۃ الاسلام'' کراچی کا نام بھی شعوری انقلاب برپا کرنے والوں کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔حسن علی آفندی نے ۱۶ مارچ ۱۸۸۴ء کو ''سندھ محمڈن ایسوسی ایشن'' کی بنیاد رکھی۔اللہ بخش ابوجھا اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔مشہور ماہر قانون سید امیر علی کی سرپرستی انھیں حاصل رہی۔یکم ستمبر ۱۸۸۵ء کو سندھ مدرسۃ الاسلام نے کام شروع کیا۔اس مدرسہ کا اعزاز ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح بھی اس ادارے میں زیرتعلیم رہے۔اے کے بروہی، ڈاکٹر داؤد پوتا، غلام حسین ہدایت اللہ، شیخ عبدالمجید سندھی ایسے نامور دانش وروں نے بھی اسی ادارے سے اکتساب فیض کیا۔مذکورہ ادارہ نے تعلیم کی ترویج کے ساتھ ساتھ نوجوانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔قیام پاکستان کے بعد بھی اس ادارہ کے زیر سرپرستی اضافی ادارے کام کرتے رہے۔تحریک آزادی کی آبیاری میں سندھ مدرسۃ الاسلام نے نرسری کا فریضہ انجام دیا۔آزادی کی یہ تڑپ برعظیم پاک وہند کے کونے کونے میں پھیلتی گئی۔صوبہ سرحد میں بھی پیغام آزادی کی نشرواشاعت کے لیے کئی مسلمان میدان عمل میں آ گئے۔یاد رہے انگریزوں کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ مسلمان حاکمیت کھونے کے باوجود اپنی حاکمیت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اپنا حق سمجھتے ہیں۔ہندوؤں میں بھی یہ جذبہ کسی حد تک موجود تھا کہ وہ انگریزی عمل داری سے نجات حاصل کریں۔برطانوی حکمرانوں نے اپنا عنان اقتدار بڑھانے اور اسے مستحکم کرنے کے لیے کئی آئینی اقدامات سے کام بھی لیا۔آئین کی آڑ میں انگریزوں نے مسلم دشمنی کا فریضہ بھی انجام دیا۔ہندو لیڈر بال گنگا دھر تلک نے کانگرس کے پلیٹ فارم سے اسلام اور مسلمان دشمنی کا اظہار کیا۔برطانوی حکومت کے ایک ریٹائر اے او ہیوم (ایلن

Marfat.com

آکٹوین ہیوم) نے تاج برطانیہ سے اپنی وفاداری کا پورا ثبوت دیتے ہوئے "انڈین نیشنل کانگریس" کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ وہ حقوق کا تحفظ تو نہ کر سکا البتہ تعلیم کے فروغ میں اس کی خدمات قابل تعریف ہیں۔ کانگرس کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے سید امیر علی نے ۱۸۷۷ء میں "نیشنل محمڈن ایجوکیشنل ایسوسی ایشن" کی بنیاد رکھی۔ جس نے مسلمانوں کے مؤقف کی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ہندوستان میں اس تنظیم کی ۵۳ شاخیں قائم ہوئیں اور اس کا نیا نام "سنٹرل محمڈن نیشنل ایسو سی ایشن" رکھ دیا گیا۔ امیر علی ۲۵ سال بطور سیکرٹری کام کرتے رہے۔ سید امیر علی نے برطانوی اعلیٰ قیادت سے رابطے کیے اور مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی حالت بہتر بنانے کی تجاویز پیش کیں۔

بابو غلام حیدر اور میاں عبدالکریم نے ۱۸۹۰ء میں اسلامیہ ہائی سکول پشاور کی بنیاد رکھی۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے ۱۹۱۳ء میں صوابی سے "انجمن حمایت اسلام" کے مشن کو بڑھانے کے لیے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد ان کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ اسلامیہ کالج پشاور میں اسلامی تعلیمات کو خاص اہمیت دی گئی۔ مسلمان اساتذہ نے انگریزوں کی عمل داری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اساتذہ نے نوجوانوں سے توقع ظاہر کی کہ وہ آزادی کے امین ہیں اور ان سب کو اظہر من الشمس ہو کر غلامی کا طوق گلے سے اتارنا ہوگا۔ اسلامیہ کالج پشاور نے تاریخی نوعیت کے دانشور پیدا کیے۔ سردار عبدالرب نشتر، ڈاکٹر عبدالجبار خان، ڈاکٹر قادر بخش اور ایسے ہی کئی نامور اکابر کا تعلق اس ادارے سے ہے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم نے شعوری انقلاب کے لیے سرحد میں وہی کردار ادا کیا جو علی گڑھ میں سرسید نے کیا تھا۔ سرسید احمد خان ۱۸۹۸ء میں ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

سرسید احمد خان کے وصال کے بعد برعظیم پاک و ہند کی سیاست میں ردوبدل شروع ہو گیا۔ انگریزوں نے اپنے قدم مضبوط کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے شروع کر دیے۔ انڈین نیشنل کانگریس اپنے قیام کے فوراً بعد جانبدارانہ رویے کی وجہ سے اپنی اہمیت کھو بیٹھی۔ مسلمان ذہنی طور پر کانگریس کے خلاف ہو گئے۔ ان کے جلسوں میں مسلمانوں کی شرکت نہ ہونے کے برابر ہوگئی۔ انگریزوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کی ہمدردیاں لیے بغیر وہ برعظیم پاک و ہند میں اپنے قدم مضبوط نہیں کر سکتے۔ اس لیے انھوں نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے بنگال کو ۱۹۰۵ء میں دو حصوں میں تقسیم کر دیا، مشرقی بنگال اور مغربی بنگال۔ تقسیم بنگال پر مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا، مغربی بنگال میں مسلمان زیادہ تعداد میں تھے جس کا دارالحکومت ڈھاکہ بنا دیا گیا۔ ہندوؤں نے بنگال کی تقسیم پر ۱۶، اکتوبر ۱۹۰۵ء کو یوم ماتم منایا۔ ہندوؤں کے ردعمل کی وجہ سے حکومت بہت پریشان ہوئی۔ برطانیہ کے شاہ جارج پنجم جب اپنی اہلیہ کے ساتھ ہندوستان آرہے تھے تو انھیں

Marfat.com

ہندوؤں نے بائیکاٹ کی دھمکی دے دی جس کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو جارج پنجم نے تاج پوشی کے موقع پر تقسیم بنگال کا حکم منسوخ کر دیا اور دہلی کو دارالحکومت قرار دے کر بہار اور اڑیسہ کو شامل کر کے ہندوستانی اکثریت کا صوبہ بنا دیا۔ دوسری جانب دسمبر ۱۹۰۵ء میں برطانیہ میں ہونے والے الیکشن کے نتیجہ میں لبرل پارٹی نے اقتدار سنبھال لیا۔ لارڈ جان مارلے کو سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند اور لارڈ منٹو کو وائسرائے کا عہدہ دے دیا گیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ۳۵ مسلم قائدین کا ایک وفد آغا خان سوم سر سلطان محمد شاہ کی قیادت میں شملہ کے مقام پر وائسرائے ہند سے ملا۔ انھیں بہت سے مطالبات پیش کیے گئے۔ جس کے بعد ۱۹۰۹ء میں منٹو مارلے اصلاحات نافذ ہوئیں جس میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کو ایک الگ قوم تسلیم کر لیا اور مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق مل گیا۔ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے خوابیدہ قوم کو جگانے کے لیے اپنے تخلیقی جواہر دکھائے۔

اقبالؒ اور انجمنِ حمایت اسلام

۱۹۱۰ء میں انھوں نے اپنے ایک لیکچر "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" پیش کر کے قوموں کے عروج و زوال کے اسباب پر روشنی ڈالی۔ بعدازاں انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں کئی نظمیں پڑھیں۔ ان کی طویل نظموں میں شکوہ ۱۹۱۱ء، جواب شکوہ ۱۹۱۳ء، شمع و شاعر ۱۹۱۲ء، والدہ مرحومہ کی یاد میں ۱۹۱۴ء، خضرِ راہ ۱۹۱۲ء، طلوعِ اسلام ۱۹۲۳ء، ذوق و شوق ۱۹۳۱ء، مسجد قرطبہ ۱۹۳۳ء، ساقی نامہ ۱۹۳۵ء، ابلیس کی مجلس شوریٰ ۱۹۳۶ء بہت مقبول ہوئیں۔

تقسیم و تنسیخِ بنگال

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی تھی جس کی وجہ سے ان کی سیاسی سرگرمیاں عروج پر تھیں وہ کانگریس سے نالاں تھے اس لیے آل انڈیا مسلم لیگ منصۂ شہود پر آئی۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں منعقدہ اجلاس میں اس کا وجود تسلیم کر لیا گیا۔ مسلم لیگ کے قیام کے پیچھے کئی ایک محرکات تھے جن میں دو قومی نظریہ، اردو کے بجائے ہندی زبان کا نفاذ، آریا سماج تحریک، سوامی کی پس پشت سرگرمیاں، مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم کرنا، انگریزوں کا مسلمانوں کے خلاف خفیہ معاہدہ، ہندوؤں کی مکارانہ پالیسیاں بطور خاص عوامل تھے۔ مسلم لیگ کے وجود میں آنے سے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم ملا جہاں وہ مشترکہ مفادات کے بارے میں خیال آرائی کر کے عملی اقدامات کر سکیں۔ ۱۹۱۳ء میں قائداعظم محمد علی جناح

Marfat.com

بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کے شروع ہوتے ہی انگریز اپنی پریشانیوں میں اُلجھ گئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلامی جذبوں کے شاعر مولانا الطاف حسین حالی اور ممتاز سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی بھی ہمیں ۱۹۱۴ء میں داغ مفارقت دے گئے۔۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی دھلائی ہوتی رہی اور وہ برعظیم پاک و ہند کے حالات پر توجہ نہ دے سکے۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے سنجیدہ حلقوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے کوششیں کرنے کا منصوبہ تیار کیا، اس ضمن میں دسمبر ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنو ہوا۔ میثاق لکھنو میں مسلمانوں کی اکثریت اور ان کی اہمیت منظر عام پر آئی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانوی راج کے خلاف ہندوستان میں سرگرمیاں سر اٹھانے لگیں۔ جنگ سے فارغ ہو کر برطانوی حکومت نے ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء کو ایک نیا قانون ''رولٹ ایکٹ'' نافذ کر دیا۔ یہ ایکٹ مسلمانوں اور ہندوؤں کو قبول نہیں تھا۔ گاندھی نے ۲۴ فروری ۱۹۱۹ء کو احمد آباد کے مقام پر ''ستیہ گرہ'' مہم شروع کی۔ ۲۳ مارچ کو اس قانون کے خلاف ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہندو مسلم اتحاد کی وجہ سے فرنگی سرکار بہت پریشان ہوئی۔

جلیانوالہ باغ کا سانحہ

جلیانوالہ باغ امرتسر کے جلسے نے ایک نئے سانحہ کو جنم دیا۔ ۴، اپریل ۱۹۱۹ء کو ڈاکٹر سیف الدین کچلو پر پابندی لگائی گئی۔ اسے ۱۰، اپریل کو شہر بدر بھی کر دیا گیا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ میں منعقدہ پر امن اجلاس پر جنرل ڈائر کے حکم سے حاضرین پر فائرنگ کر دی گئی۔ تقریباً ۳۰ ہزار کا جم غفیر جلسہ میں موجود تھا۔ جنرل ڈائر نے باغ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ۱۶۵۰ گولیاں فائر کی گئیں جس کے نتیجہ میں تقریباً ۴۰۰ افراد جاں بحق اور ۱۲۰۰ زخمی ہوئے۔ بعض تاریخی کتب میں مرنے والوں کی تعداد ۶۰۰ سے ۱۰۰۰ بتائی جاتی ہے۔ اس واقعہ نے عوامی ردعمل کو ہوا دی۔ لاقانونیت کے بہت سے واقعات رونما ہوئے جس کے نتیجہ میں پنجاب کو مارشل لاء نے گھیر لیا۔ انگریز اپنے مظالم میں رنگے ہاتھ ابھی دھو نہ پائے تھے کہ تحریک عدم تعاون نے انھیں آ گھیرا۔ اگر گاندھی جی یہ تحریک ختم نہ کرتے تو شاید اسی دوران انگریز یہ ملک چھوڑ جاتے۔ گاندھی جی کی سیاست نے اچانک کروٹ بدلی اور انھوں نے تحریک عدم تعاون ختم کر دی۔ پہلی عالمی جنگ میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا اور جرمنی کی شکست کے بعد انگریزوں کا ہدف ترکی بھی بن گیا۔ ترکی میں خلافت کے تحفظ کے لیے ۵

Marfat.com

جولائی ۱۹۱۹ء کو بمبئی میں خلافت کمیٹی منظر عام پر آئی۔ گاندھی بھی اس کا حصہ بن گئے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مولانا شوکت علی کی صدارت میں مختلف جماعتوں کا اجلاس ہوا۔ یہ وفد اٹلی سے ہوتا ہوا، ۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو لندن پہنچا۔ ۱۴ مئی ۱۹۲۰ء کو اتحادیوں نے ''معاہدہ سیورے'' کے تحت ترکی کو عرب ممالک سے محروم کر دیا اور یوں ۱۰ اگست ۱۹۲۰ء کو اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت ترکی میں اُبھر آئی۔

سرسید احمد خان علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنتے نہ دیکھ سکے لیکن اُن کی وفات کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی معرض وجود میں آئی۔ ۲۹، اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم ہوئی۔ اس کی بنیاد علی گڑھ کالج کی عمارت کے سامنے رکھی گئی۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ ملیہ کو دہلی منتقل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور دیگر ماہرین نے مسلم نوجوانوں میں جذبہ آزادی بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور فرمایا۔ انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزادی کی لَو دھیرے دھیرے پروان چڑھ رہی تھی۔ مسلمانوں کے شعور میں حسن کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی جہد مسلسل تحریک بن رہی تھی۔ جس طرح آپ ﷺ نے پیغام حق پہنچانے کے لیے لاتعداد صعوبتیں برداشت کیں اسی طرح اُمت مسلمہ کے نوجوانوں کو پیغام الٰہی کی ترویج کے لیے دعوت دی جانے لگی۔ فرنگی ثقافت کے خلاف مسلسل جدوجہد کا سلسلہ جاری رہا۔

تحریک عدم تعاون و تحریک خلافت

تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت اور مسلمانوں کی بیداری نے برعظیم پاک و ہند میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا رجحان پیدا کر دیا۔ ۸ جون ۱۹۲۱ء کو مولانا محمد علی جوہر نے مسلمان سپاہیوں کو باور کروایا کہ انگریز فوج کی ملازمت ان پر حرام ہے کیوں کہ انگریز فوجیوں نے مسلمانوں کا بے دریغ قتل کیا۔ گزشتہ ابواب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزۂ شق القمر سے متاثر ہو کر کیرالہ (مالابار) کے بادشاہ چرمن مویل نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ صحابہ کرامؓ کی آمد بھی اسی دور میں اس خطہ میں ہوئی۔ مذکورہ علاقہ میں بھی حکومت برطانیہ نے موپلوں کو ان سرگرمیوں سے دور کرنے کی کوشش کی۔ ۲۶ اگست ۱۹۲۱ء کو کیرالہ میں مارشل لا لگایا گیا۔ ۲۲۲۶ مسلمان ہلاک اور ۱۶۱۵ مضروب ہوئے۔ اسی طرح ۵ فروری ۱۹۲۲ء کو یو پی کے ضلع گورکھ پور کے ایک نواحی قصبہ ''چورا چوری'' میں تشدد کے واقعات ہوئے۔ حریت پسندوں نے

Marfat.com

تھانے کو آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں ۲۲ پولیس والوں کو جلا دیا گیا۔ گاندھی بہت چال باز انسان تھا۔ حسن و عشق کا دلدادہ اور جنس پرستی کا رسیا تھا۔ کسی لالچ میں آ کر اس نے انگریزوں کے خلاف بیداری کی اس تحریک سے کنارہ کشی کر لی۔ حکومت برطانیہ نے ان حالات کا جائزہ لینے کے لیے سر جان سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ ۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو ۷ رکنی وفد ہندوستان پہنچا۔ سائمن کمیشن کے تمام اراکین انگریز تھے اس لیے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ اس کمیشن کی ناکامی کے بعد پنڈت موتی لعل نہرو (۱۸۶۱ء۔۱۹۳۱ء) نے برعظیم پاک و ہند کے مختلف علاقہ جات میں انتشار کی کیفیت ختم کرنے کے لیے اپنا فارمولا المعروف ''نہرو رپورٹ'' ۱۹۲۸ء میں پیش کی۔ ابھی رپورٹ کے بارے میں بحث و تکرار جاری تھی کہ قائداعظم محمد علی جناح نے نہرو رپورٹ کا جواب دینے کے لیے دو روزہ کانفرنس کا اہتمام کیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء اور یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی میں سر آغا خان سوم کی سربراہی میں مسلم آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے شرکا نے مسلم قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی جس میں مسلمانوں کے لیے وفاقی نظام، جداگانہ انتخاب، مسلم اکثریت صوبوں میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی اور مرکز میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نمائندگی کا مطالبہ شامل تھا۔ مسلم لیگ کا اگلا اجلاس دہلی میں مارچ ۱۹۲۹ء میں منعقد ہوا جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔ مسلم لیگ کے اس اجلاس میں سر محمد شفیع بھی شریک ہوئے۔ مسلمان عمائدین کے سامنے پہلی مرتبہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے افکار و نظریات میں یکسانیت منظر عام پر آئی۔ مشاورت اور مثبت گفتگو کے بعد مسلمانوں کے تمام مطالبات کو ۱۴ نکات کی صورت میں اکٹھا کیا گیا۔ حکومت برطانیہ سے اپیل کی گئی کہ وہ ان ۱۴ نکات کو مسلمانوں کا منشور تصور کرے۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

خطبہ الٰہ آباد

ابھی ۱۴ نکات کی بستی آباد ہوئی تھی کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی اس تجویز میں نئے رنگ کا اضافہ کیا۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو مسلم لیگ کا ۲۱ واں سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ شاعر مشرق نے اپنے تجربات کی روشنی میں اس اجلاس کو پاکستان کے خواب کی تعبیر کے لیے پہلی اینٹ بنا دیا۔ اسی

Marfat.com

اجلاس میں انھوں نے مسلمانوں کے لیے ایک خودمختار اسلامی مملکت کا تصور پیش کیا۔ خطبہ الہ آباد اسلام کے تصورِ حیات اور فلسفہ زندگی پر ایک تاریخی دستاویز ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے یہ تصور پیش کر کے مصورِ پاکستان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ سائمن کمیشن کی ناکامی کے بعد برطانوی حکومت نے گول میز کانفرنس منعقد کرنے کا عزم کیا۔ انگلستان میں منعقدہ گول میز کانفرنسوں کے لیے کافی دوڑ دھوپ ہوئی۔ برطانوی حکومت نے پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء کو بلائی۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ کی نمائندگی سر آغا خان، قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، سر محمد شفیع، سر محمد ظفر اللہ اور اے کے فضل الحق نے کی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے اہم لیڈر مولانا محمد علی جوہر ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو داغ مفارقت دے گئے جنھیں بیت المقدس میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

دوسرا اجلاس ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء سے یکم دسمبر ۱۹۳۱ء تک جاری رہا۔ لندن میں منعقدہ اس اجلاس میں گاندھی جی کانگریس کی طرف سے جب کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مسلم لیگ کی طرف سے شریک ہوئے۔ گاندھی چوں کہ اپنے متعصبانہ، ہندوانہ رویہ کو ویٹو پاور سمجھتے تھے اس لیے ان کی ہٹ دھرمی ہر مسئلے میں آڑے آتی رہی۔ یہ اجلاس بغیر کسی نتیجہ کے اختتام پذیر ہوا۔ فرقہ ورانہ تصفیہ کے لیے وزیراعظم ریمز میک ڈونلڈ نے ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء کو کمیونل ایوارڈ کا اعلان کیا۔ ہر چند مسلمانوں کو اس سے فائدہ نہ ہوا لیکن وہ اسے تسلیم کرنے پر مجبور تھے۔ گاندھی نے حکومت برطانیہ پر الزام لگایا کہ وہ ہندو قوم سے جانبدارانہ سلوک کر رہی ہے۔ گول میز کانفرنس کا تیسرا اجلاس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء بھی بغیر کسی فیصلہ کے اوراقِ پارینہ کا حصہ بن گیا۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر علامہ اقبال کے پیش کردہ خاکے کو چودھری رحمت علی نے ''پاکستان'' کا نام دیا۔ چودھری رحمت علی نے لندن میں ایک جماعت ''پاکستان نیشنل موومنٹ'' بنائی اور اس کے تحت ۱۹۳۲ء میں آزاد اور خودمختار مملکت کا نام ''پاکستان'' تجویز کیا۔ گول میز کانفرنس کے تینوں اجلاس کی رپورٹ نومبر ۱۹۳۴ء میں تیار کی گئی جس کی شکل گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی صورت سامنے آئی۔ مذکورہ ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں انتخابات ہوئے جس کی رو سے کانگریس کو بھرپور کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگریس نے وزارتیں سنبھالتے ہی مسلمان دشمنی کا وہ مظاہرہ کیا جسے تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ ہندوؤں نے ہندو مذہب کی ترویج، بت پرستی، ہندی زبان کے فروغ اور ہندو تہذیب کی اشاعت کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔

پاکستان چوں کہ بشارت رسول ﷺ ہے۔ مسلمانوں نے ریاست مدینہ کی طرز پر ایک اللہ، ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کے نام پر ایک آزاد اور خودمختار اسلامی مملکت کے حصول کا عزم کیا تھا، اس لیے

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیبی امداد اور فتح ونصرت مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ مصورِ پاکستان اور اسلامی جذبوں کے عظیم شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء بروز جمعرات اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مسلم اکابرکو ان کے بچھڑنے سے ذہنی کرب محسوس ہوا۔ ان کے کلام نے مسلمانوں میں آزادی کی جو روح پھونکی تھی وہ چنگاری بن کر سامنے آئی۔ علامہ اقبال کے خاکہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت نے حقیقت کا رنگ بھر دیا۔ ۱۹۳۷ء میں بننے والی ہندو ذہنیت کی حامل کانگریسی ٹیم مسلمانوں پر ظلم وتشدد روا کیے ہوئے تھی کہ دوسری عالمگیر جنگ ۱۹۳۹ء میں شروع ہو گئی۔ اکتوبر اور نومبر ۱۹۳۹ء میں کانگریسی وزارتیں ختم کر دی گئیں۔ سبحان اللہ! مسلمانوں کو سکھ کا سانس آیا۔ عظیم قائد محمد علی جناح نے ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو اعلان کیا کہ جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات منایا جائے۔ یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں نے نوافل ادا کیے اور برعظیم پاک وہند کے کونے کونے میں محمد علی جناح کے نعرے بلند ہونے لگے۔ مسلم لیگ کے پرچم لہرانے لگے۔ آزادی کی تحریک کو زبردست تقویت حاصل ہوئی۔ برطانوی سرکار جنگ وجدل کی دلدل میں گھری ہوئی تھی تو مسلمانوں کو اپنے اٹل فیصلے کا موقع مل گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے سندھ کو بمبئی سے الگ کرنے نیز ۱۹۳۵ء میں سکھوں کی طرف سے مسجد شہید گنج کے انہدام کی خبریں موصول ہو چکی تھیں۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو ان کا حق دلوانے کے لیے مزید سرگرم ہو رہے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح لاہور تشریف لے آئے۔

ہمارا نشانِ منزل قراردادِ پاکستان

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء بروز ہفتہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس اجلاس کو ناکام بنانے کے لیے ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں کی قوتیں متحد ہو گئیں۔ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو خاکساروں کے ایک جلوس پر فائرنگ کر دی گئی۔ ۳۲ خاکسار شہید اور متعدد زخمی ہو گئے جس کی وجہ سے لاہور میں امن وامان کی صورتحال مخدوش ہو گئی۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ قائداعظم اجلاس میں شریک نہ ہو پائیں گے۔ قائداعظم محمد علی جناح ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء بروز جمعرات فرنٹیئر میل سے لاہور پہنچے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں مسلمان اپنے عظیم قائد کے استقبال کے لیے جمع تھے۔ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ وہ ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ قائداعظم کو ممدوٹ لے جائیں گے لیکن قائداعظم نے ریلوے اسٹیشن پر آئے ہوئے ہزاروں مسلمانوں سے کہا کہ ''آج لاہور اداس ہے اس لیے استقبالیہ جلوس زیب نہیں دیتا''۔ مسلمانوں کو قائداعظم کے اصولوں کا پورا ادراک تھا۔ اس لیے وہ وہاں سے چلے گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح ریلوے اسٹیشن سے میو ہسپتال پہنچے۔ انھوں نے زخمی خاکساروں کی عیادت کی نیز شہید خاکساروں کے لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا اور ان کے دکھ درد میں

Marfat.com

شرکت کا یقین دلوایا۔ قائداعظم کے اس رویہ سے خاکسار بہت متاثر ہوئے۔ اگلے دن جمعۃ المبارک ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء بعداز نماز جمعہ اقبال پارک لاہور میں قائداعظم محمد علی جناح نے دوقومی نظریہ پر ایک تاریخی خطاب فرمایا۔ پنجاب یونی ورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد نے ایک ملاقات پر اس اجلاس میں اپنی شرکت کے بارے میں بتایا۔ قائداعظم کی آمد، ان کی چال ڈھال، وقت کی پابندی، لوگوں کا جم غفیر، قائداعظم کی اردو میں تقریر، مسلم ثقافت کی بھرپور نمائندگی اور ایک آزاد، خودمختار اسلامی مملکت کے حصول کی ضرورت پر قائداعظم کے خطاب کا حال سن کر بہت حیرت ہوئی۔ کاش! پاکستان کے موجودہ حکمران بھی اسی نوعیت کا انداز اپنالیں۔ یہ ضمنی بات تھی جس کا تذکرہ بھی ضروری تھا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء بروز ہفتہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بنگال کے وزیراعلیٰ مولوی اے کے فضل الحق نے ایک تاریخی قرارداد پیش کی جسے ''قرارداد لاہور'' کہا گیا۔ ہندو اخبارات نے واویلا مچایا کہ یہ قرارداد لاہور نہیں، یہ قرارداد پاکستان ہے۔ قرارداد کا متن کچھ یوں ہے۔

> ''قرار پایا کہ غور وخوض کے بعد اس اجلاس کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ملک میں وہی آئینی منصوبہ قابل عمل اور مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہوگا جو مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں کے مطابق تیار کیا جائے گا یعنی یہ کہ جغرافیائی اعتبار سے ملحق و متصل اکائیوں (Units) کی خطوں (Regions) کی صورت میں مناسب علاقائی رد و بدل کے بعد اس طرح حد بندی کی جائے کہ وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں (Zones) میں ہیں، آزاد مملکتوں کی شکل اختیار کرلیں اور ان کی مختلف اکائیاں خودمختار اور حاکمیت کی حامل ہوں...... حسب ضرورت مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات خصوصاً ان اکائیوں میں اقلیتوں کے لیے فراہم کیے جائیں تاکہ ان کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دیگر حقوق ومفادات کا تحفظ ہوسکے''۔

اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں یوپی سے چودھری خلیق الزماں، سید ذاکر علی، بیگم مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالحامد بدایونی، سی پی سے سید عبدالرؤف شاہ، بہار سے نواب محمد اسماعیل خان، بمبئی سے آئی آئی

Marfat.com

چندریگر، سندھ سے جناب عبداللہ ہارون، بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ، صوبہ سرحد سے سردار اورنگزیب خان، پنجاب سے مولانا ظفر علی خان اور ڈاکٹر محمد عالم شامل تھے۔ اس قرارداد سے پہلے چودھری رحمت علی خطبہ الہ آباد کو پاکستان کا نام دے چکے تھے۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس اجلاس میں شریک بیگم مولانا محمد علی جوہر نے قرارداد لاہور کی تائید میں اسے ''قرارداد پاکستان'' کہا تھا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پر دستخط کیے گئے جسے اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ قرارداد پاکستان کی منظوری اور یورپ کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر وائسرائے ہند لارڈ لنلتھ گو نے حکومت برطانیہ کی طرف سے ۸، اگست ۱۹۴۰ء کو اعلان کیا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں دستور ساز اسمبلی بنائی جائے گی۔ قرارداد پاکستان کے بعد کانگریس نے 17 اکتوبر ۱۹۴۰ء کو حکومت کے خلاف سول نافرمانی شروع کی، اس کے ہزاروں کارکن جیل بھیج دیے گئے۔ ان حالات سے کانگریس کی کارروائیاں ماند پڑ گئیں۔ مسلم لیگ کا مشن کامیابی سے آگے بڑھنے لگا۔ جاپانی فوجوں نے انڈونیشیاء، ملایا، سنگاپور اور برما پر قبضہ کرلیا۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں سیاسی سرگرمیوں کو اپنے حق میں ڈھالنے کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں شروع کردیں۔ انھوں نے ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء کو سر اسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا جس نے مختلف سیاسی جماعتوں سے مشورہ کے بعد ۲۹ مارچ ۱۹۴۲ء کو کچھ تجاویز پیش کیں جنھیں مسلم لیگ نے مسترد کر دیا۔ کانگریسی وزارتوں کے خاتمہ، قرارداد پاکستان کی منظوری، کرپس مشن کی ناکامی کے بعد ہندوستانی سیاست نے نیا موڑ اختیار کرلیا۔ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے ہندوستان چھوڑ دو، تحریک شروع کی تو آتش زنی، لوٹ مار کے واقعات رونما ہوئے۔ ۱۰۰۰ افراد ہلاک اور کروڑوں روپے کی املاک کو بہت نقصان پہنچا۔ مختلف تحریکوں کو دبانے کے لیے وائسرائے کو تبدیل کر دیا گیا۔ ۲۰، اکتوبر ۱۹۴۲ء لارڈ ویول نے نئے وائسرائے ہند کا عہدہ سنبھال لیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کو کانگریسی تحریک سے دور رکھا۔ ہندوستان چھوڑ دو کے بجائے ''پہلے تقسیم کرو پھر چھوڑ دو'' کا نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں کے جوش و جذبہ کو دیکھتے ہوئے مدراس کے ایک کانگریسی لیڈر چکرورتی راج گوپال اچاریہ نے ۱۹۴۲ء میں اپنا فیصلہ سنایا کہ پاکستان کا قیام ناگزیر ہے۔ ۱۷ جولائی ۱۹۴۴ء کو گاندھی نے قائد اعظم کو ایک خط لکھا۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء تا ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ء مالابار ہل ''بمبئی'' میں قائد اعظم اور گاندھی میں مذاکرات ہوئے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے دو قومی نظریے پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ ۱۴ جون ۱۹۴۵ء کو وائسرائے لارڈ ویول نے ہندوستان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال بہتر بنانے کے لیے اپنی تجاویز پیش کیں اور پھر ۲۵ جون ۱۹۴۵ء کو شملہ میں ۲۱ قائدین پر مشتمل ایک شملہ کانفرنس کا اہتمام کیا۔ شملہ کانفرنس جاری تھی کہ امریکہ نے جاپان کے مشہور شہروں کو ایٹم بم کا نشانہ بنایا۔ ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما اور ۹ اگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی کو بموں کی بارش سے نیست و نابود کر دیا۔ ونسٹن چرچل کو انتخابات میں شکست ہوئی۔ لیبر پارٹی کے کلیمنٹ اٹیلی

Marfat.com

بحیثیت وزیراعظم نئے سیاسی اُفق پر نمودار ہوئے۔

انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی

۱۹۴۵ـ۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے کلین سویپ سے میدان مار لیا۔ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء میں ایک بڑا کنونشن منعقد ہوا، جس میں ۵۰۰ سے زیادہ اراکین نے شرکت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کردیا کہ اب پاکستان بن کر رہے گا اور اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ الیکشن میں کامیابی کے بعد تاج برطانیہ ہل چکا تھا۔ پاکستان کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ، لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان کے واشگاف نعروں نے ہندوؤں اور انگریزوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ مخالف قوتیں مختلف اقدامات کر کے مسلمانوں کو مرعوب کرتی رہیں لیکن

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

مسلمان حصول آزادی کے لیے سروں سے کفن باندھ چکے تھے، اب ان کے سامنے کوئی مشن، کوئی منصوبہ رکاوٹ نہیں تھا۔ مسلم لیگ نے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ۱۶، اگست ۱۹۴۶ء "یوم راست قدم" منانے کا اعلان ہوگیا۔ پورے ملک میں جلسے جلوسوں کا سلسلہ اس قدر پروان چڑھا کہ کلکتہ فرقہ واریت کا مرکز ثابت ہوا۔ ۵۰۰۰ کے قریب لوگ مارے گئے اور ۱۵۰۰۰ سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ انسانی لاشوں پر سیاست کرنے والے وائسرائے لارڈ ویول نے ۲۲ جولائی ۱۹۴۶ء کو ایک عبوری حکومت بنانے کا اعلان کیا۔ عبوری حکومت میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو نمائندگی دی گئی۔ قائداعظم یہ سوچتے تھے کہ یہ عبوری حکومت قیام پاکستان کے لیے ایک رکاوٹ ثابت ہوگی۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو برطانوی وزیراعظم مسٹر اٹیلی نے محسوس کیا کہ فسادات، جنگ وجدل اور قتل وغارت میں حکومت نہیں چل سکتی لہٰذا جون ۱۹۴۸ء تک ہندوستان اور پاکستان کو اقتدار سونپ دیا جائے گا۔ انگریزوں نے تاش کا ایک اور پتہ پھینکا۔ لارڈ ویول کی جگہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے ہند بنا دیا۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کا پلان اسی کا تیار کردہ ہے۔ ۲۳ جون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو دونوں ملکوں کا مشترکہ گورنر جنرل بنانے کی پیشکش کی، جسے قائداعظم نے ٹھکرا دیا۔ الحمدللہ! ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعرات ۲۶ـ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی درمیانی شب پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

Marfat.com

پائندہ باد پاکستان

فطرت قوموں کی اجتماعی کاوشوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتی۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور حسنِ کائنات کی بشارت کے طفیل اسلام کے نام پر شروع ہونے والی تحریک منزلِ مراد تک پہنچی۔ چشم فلک نے دیکھا کہ اسلامی انقلاب دبانے والے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام قوت اسلام کا مظہر ثابت ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو لاتعداد نعمتوں سے سرفراز کیا۔ مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں جتنی قربانیاں دیں؛ اللہ پاک نے اس سے کہیں زیادہ انعام و اکرام سے نوازا۔ اللہ، محنت کرنے والوں کا دوست ہے۔ اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ انگریز، ہندو اور سکھ پاکستان کے مطالبے کو خواب کہتے تھے لیکن یہ خواب حقیقت ثابت ہوا جسے دنیا نے تسلیم کیا۔ اس خواب کی تعبیر کے لیے جو قربانیاں دی گئیں وہ انسانی تاریخ کا اہم باب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حسنِ عنایت سے پاکستان میں سبھی کچھ ہے۔ لہلہاتی فصلیں، سرسبز کھیت، دل فریب و دل پذیر نظارے، فلک بوس چوٹیاں، پُرکشش وادیاں، برف پوش پہاڑیاں، گنگناتی ندیاں، گیت گاتی آبشاریں، صحت افزا مقامات، قیمتی معدنیات، جواہرات، سوئی گیس، ٹھاٹھیں مارتا سمندر، رواں دواں دریا، مسکراتی فضائیں، آزاد ہوائیں، مست خرم بہاریں، نکھرتی چاندنی، مجاہدین کا بانکپن، گلوں کا حسین پیرہن، حقیقتوں کی نغمگی، درختوں کی شگفتگی، جذبہ زندگی، تابندگی، حقِ بندگی، پُرلطف راتیں، صبح روشن میرے وطن کی مانگ کا سندور ہیں۔

پاکستان غیرت ملی کا پاسباں ہے، یہ وطن جنت نشاں ہے، یہ اپنی ذات میں گلستاں ہے، یہ نور کا پیامبر، ایک مسکراتی کہکشاں ہے، یہ رحمت یزداں کا دلکش ارمغاں ہے، یہ کوشش پیہم کا اک سِرِ نہاں ہے، یہ عدو کے سر پر لہراتی تیغِ برّاں ہے۔ پاکستان جذب و عمل کی داستاں ہے، یہ میرے ماضی کا ترجماں ہے، یہ جانبِ منزل مثل کارواں ہے، پاکستان ہر پاکستانی کا امتحاں ہے، یہ ایک سائباں ہے، یہ ہمارا اپنا مکاں ہے۔

آزادی کے بعد پاکستان نے مجموعی طور پر اپنا تشخص بڑی تیزی کے ساتھ پوری دنیا میں قائم کیا۔ بلا مبالغہ عالم اسلام پاکستان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ مغربی دنیا ہماری صلاحیتوں کا اعتراف کر رہی ہے۔ ہماری جیو اور جینے دو کی حکمتِ عملی، کامیابی سے کاروانِ حیات رواں دواں ہے۔ خارجہ پالیسی کے بل بوتے پر لاتعداد

Marfat.com

پاکستانی دنیا کے مختلف خطوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مشرق وسطیٰ وسط ایشیا اور دنیا کے دیگر خطوں میں پاکستان نے ایک پُرامن ملک کی حیثیت سے اپنا سکہ منوایا۔

عرب' الجزائر' کشمیر' کویت' شام' اردن' افغانستان' ایران' چیچنیا اور دیگر ممالک میں جہاں بھی کبھی پاکستانیوں کی ضرورت پیش آئی تو پاکستانیوں نے سروں سے کفن باندھ کر جذبہ اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدمت کے لیے پیش کر دیا۔

پاکستان نے حالات کی رنگینی اور سنگینی میں بحیثیت مجموعی قومی یک جہتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ 1965ء کی جنگ میں اپنے سے دس گنا بڑے دشمن ملک سے نبرد آزما ہو کر مجاہدوں نے میدان بدر کی یاد تازہ کر دی۔ 1971ء کی جنگ میں بھی جرات وشجاعت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کمی نہیں تھی۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی ایک سیاسی چال اور بھارتی جارحیت کی وجہ سے ہوئی۔ اپنوں اور بیگانوں نے مل کر پاکستان کا ایک بازو کاٹ دیا۔ بصورت دیگر فوج یا عوام کے جذبہ بہادری سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے غیر ملکی تسلط میں مسلمان اقتصادی طور پر کچلے ہوئے تھے۔ یہ پاکستان کا کمال ہے جس نے ہمیں اپنی معیشت دی' کارخانے اور فیکٹریاں عطا کیں۔ آج ہم بھارت کے مقابلہ میں زیادہ خوشحال اور فعال ہیں۔ پاکستان کے طفیل ہی لمبی لمبی اور قیمتی کاریں' بنک ڈیپازٹ' آسماں سے باتیں کرتی کوٹھیاں' بڑے بڑے عہدے' اُونچے اُونچے مرتبے' شاہی انداز زندگی اور آزاد فضا میسر آئی۔ ہندو کی سرشت ہے کہ جہاں وہ اقلیت میں رہے نہایت بااخلاق' سگھڑ' حلیم الطبع رہے لیکن جہاں اکثریت میں رہے وہاں انھوں نے وہ ظلم ڈھائے کہ ہلاکو خان اور چنگیز خان بھی مات کھا گئے لیکن پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ ہمارے ملک کے کئی بڑے عہدوں پر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افسران موجود ہیں۔ اِسی ملک پاکستان نے ہمیں تعلیم دی' ہماری ملازمتیں اسی ملک کی وجہ سے ہیں۔ آج مجموعی طور پر ہر پاکستانی دولت کی فراوانی میں پاکستان سے آگے نکل چکا ہے۔ اخبارات میں شائع ہونے والے پاکستان اور بھارت تقابلی جائزوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبے میں بھارت سے زیادہ خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ ہماری معیشت بھارت کے مقابلے میں بہت زیادہ مضبوط ہے۔

قیامِ پاکستان سے آج تک پاکستان میں ثقافت' سیاست' تجارت' کھیل' تعمیرات' صحافت' سیاحت' سفارت' مواصلات' بلدیات' معدنیات' نوادرات' ابلاغیات' اقبالیات' ادبیات' لسانیات' ماحولیات

Marfat.com

اور دیگر شعبہ جات میں بے مثل ترقی ہوئی ہے۔نادرا نے اعداد و شمار کے ساتھ ساتھ قومی شناختی کارڈ از سرِ نو جاری کرنے کے لیے ۲۰۰۰ء میں کام شروع کیا اور صرف ۱۵ سال میں حیرت انگیز کام کر دکھائے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان ایٹمی قوت بنا اور ۲۸ مئی 1998ء کو بھارت میں صفِ ماتم بچھ گئی۔پاکستان کی بری، بحری اور فضائیہ تینوں افواج کا اشتراک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔دفاعی صنعت کی وجہ سے آج پاکستان بہت سا زرِ مبادلہ کما رہا ہے۔انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ، ایدھی ویلفیئر ٹرسٹ، شوکت خانم کینسر ہسپتال، سہارا فاؤنڈیشن، فاؤنٹین ہاؤس، اخوت (بلاسود قرضوں کا ادارہ)، آئی ایس او، ہلالِ احمر، فاطمیز ویلفیئر ٹرسٹ، چھیپا ٹرسٹ کراچی، الحجاز اسپتال لاہور، احساس فاؤنڈیشن، کلوبل ہیلپ لائن ویلفیئر، حسینی فاؤنڈیشن، عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ، انڈس ریسورس سنٹر، انڈس ارتھ ٹرسٹ، داؤد خورشید میموریل فاؤنڈیشن، آغا خان فاؤنڈیشن، پاکستان بیت المال، دارالسکون، ٹی ٹرسٹ، پاکستان لائیو سیونگ، گرین کریسنٹ ٹرسٹ، روٹری کلب، قسم کے اداروں نے عالمی شہرت حاصل کر رکھی ہے۔صنعتی میدان میں چھوٹی بڑی فیکٹریاں منظرِ عام پر ہیں۔لائیو سٹاک اور ڈیری صنعت نے بھی ترقی کی منازل طے کی ہیں۔پاکستان میں موجود بیراج اور دریاؤں نے بجلی پیدا کرنے کے لیے اپنا فریضہ انجام دیا ہے۔توانائی کے میدان میں بہت سے مسائل درپیش ہیں لیکن اُمید ہے کہ اِن مسائل پر قابو پا لیا جائے گا۔۲۰۱۵ء میں توانائی کے کئی منصوبہ جات پر عمل درآمد جاری ہے۔خارجہ پالیسی کے اعتبار سے عالمی امن کے لیے پاکستان کی کاوشوں کو سراہا جا رہا ہے۔نمک، کرومائیٹ، لوہا، خام تانبا اور معدنیات کے کئی ذخائر پاکستان کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔۲۰۱۴ء میں چنیوٹ کی پہاڑیوں سے لوہا برآمد کرنے کی نوید سامنے آئی ہے۔کچھ ماہرین سرگودھا کی پہاڑیوں سے بھی ایسی ہی توقع رکھتے ہیں۔اللہ کرے چنیوٹ اور سرگودھا سے لوہا برآمد ہو جائے تو پاکستان خود کفیل ہو جائے گا۔محکمہ جنگلات، آبپاشی، ماہی گیری، ذرائع مواصلات، درآمد برآمد، سمندری وسائل، پاکستان کے ذرائع آمدنی ہیں۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں لاتعداد حسین نظارے ہیں۔قدرتی حسن پاکستان پر مہربان ہے اس لیے سیاح، سیر و سیاحت کے لیے پاکستان کا انتخاب کرتے ہیں۔

۱۱ جنوری ۱۹۹۲ء کو موٹروے کی تعمیر شروع ہوئی نامساعد حالات کے باوجود ۳۳۹ کلومیٹر موٹروے کا افتتاح ۲۶ نومبر ۱۹۹۷ء کو وزیرِ اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے کیا۔موٹروے کی تعمیر سے فاصلے کم ہوئے، وقت کی بچت ہوئی، موجودہ موٹروے کو وسعت دینے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔نومبر ۲۰۱۵ء میں لاہور اور

Marfat.com

کراچی کے درمیان بھی موٹروے کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس سے تجارتی انقلاب آنے کی توقع ہے' کئی بڑی بڑی شاہراہوں پر کام مکمل ہونے سے معیشت مزید مستحکم ہو سکتی ہے۔ ۲۰۰۶ء میں ریسکیو ۱۱۲۲ کے قیام سے حادثات، ایمرجنسی اور ریسکیو سروس میں بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ پاکستان کے تمام اضلاع میں ریسکیو ۱۱۲۲ کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ تنظیم شہری دفاع زمانہ امن اور زمانہ جنگ میں رضائے الٰہی کے لیے خدمات انجام دے رہی ہے۔ پاکستان سٹیل محتاجِ تعارف نہیں ہے کراچی سے دنیا بھر کو سٹیل مصنوعات کی فراہمی اس ادارے کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔ آئی اے اور پاکستان سٹیل میں سیاسی مداخلت نہ ہو تو یہ دونوں ادارے بہت کامیاب ہیں۔ پاکستان ریلویز ہر چند کہ پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کی سبک رفتاری کے سامنے سرنگوں ہے لیکن پھر بھی مسافروں کو منازل تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

کالا باغ ڈیم کو اگر سیاسی آنچ نہ دی جائے تو اس کی تعمیر کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ ملک کے کئی بڑے شہروں میں پل' کارخانہ جات اور تعلیمی اداروں کی تعمیر ہو رہی ہے۔ سمندری تجارت کے علاوہ ڈرائی پورٹ کی وجہ سے بہت سی سہولتیں میسر ہیں۔ ہوائی سروس نے پوری دنیا کو پاکستان سے رابطے کی زنجیر میں جکڑ رکھا ہے۔ کھیلوں کی دنیا میں بھی پاکستان کسی سے کم نہیں ہے۔ ہاکی، کرکٹ، سنوکر، سکواش، کبڈی، باکسنگ اور کئی دیگر کھیلوں میں پاکستان اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ سیاسی بدامنی، دنیا کے کس ملک میں نہیں ہے؟ چند ایک منفی سوچ رکھنے والے احباب نے پاکستان کو کمزور اور بدنام کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ محبانِ وطن آج بھی وطن کی آن پر قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ پاکستان پائندہ باد کا نعرہ لگا کر مملکت خداداد کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیے میں جان ہو گی وہ دیا رہ جائے گا

اس روشن پاکستان کو مزید روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری سوچوں میں مثبت اندازِ فکر ہونا چاہیے۔ اہل وطن کا فرض ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کو پاکستان کے نام منسوب نہ کریں۔ اپنی کوتاہیوں کا احتساب کرتے ہوئے روشن پاکستان کے لیے کام کریں۔ ہم پاکستان کا موازنہ مغربی ممالک سے کرتے ہیں' اپنی ملت پر قیاس نہیں کرتے۔ ہم میں لاکھوں خرابیاں ہیں' ہم غافل و کاہل ہیں لیکن اس میں قصور پاکستان کا نہیں' ہمارا اپنا ہے۔ ہم نماز ادا نہیں کرتے' ہم اسلامی اقدار حیات پر عمل نہیں کرتے' قرآن پاک کی تلاوت نہیں

Marfat.com

کرتے' حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعمیل نہیں کرتے' اس میں قصور اسلام کا نہیں' اس میں قصور ہمارے طرزِ عمل کا ہے۔ قیامِ پاکستان سے آج تک جتنی کامیابیاں وکامرانیاں ہم نے حاصل کیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ ہیں۔ جتنی ناکامیاں ہوئیں وہ ہماری کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں۔ ہمیں کسی طور پر بھی پاکستان کو بُرا نہیں کہنا چاہیے۔ کوئی طعنہ، کوئی مذاق اور کوئی الزام وطن کے نام نہیں کرنا چاہیے۔ ہم خود احتسابی کر کے ارضِ وطن کو گلزار بنا سکتے ہیں۔ آیئے! اپنا سب کچھ وطن کے نام کرنے کا عزم کر لیں کہ ہماری انفرادی بقا پاکستان کی بقا سے وابستہ ہے۔ پاکستان ہمیں اپنی ماں کی طرح عزیز جان ہونا چاہیے۔ ماں بیمار ہو تو اس کے ساتھ ہمارا سلوک نازیبا نہیں ہونا چاہیے۔ ماں جس بھی حالت میں ہو اس کا احترام ہم پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی قرض کی طرح ادا کرنا ضروری ہے۔ آج پاکستان کا سیاسی پیش منظر و پس منظر مخدوش ہے۔ طرح طرح کی بولیاں سن رہے ہیں لیکن ان آوازوں میں پاکستان کی آواز سب سے بلند ہونی چاہیے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خاور کی امیدوں کا یہ خاک ہے مرکز
اقبالؒ کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب

پاکستان سب کے لیے ہے۔ یہاں سماجی انصاف اور قوت برداشت کی کمی نے مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ یہ قوم بہادر ہے، زلزلے میں تباہ شدہ علاقہ جات کی تعمیر، سیلاب زدگان کی بحالی، خشک سالی میں گھرے ہوئے افراد کی امداد، دہشت گردوں کے ستائے ہوئے لاکھوں افراد کی کفالت، بیماروں کی صحت یابی کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر ہم حق مانگتے ہوئے اپنا فرض بھی ادا کریں تو پاکستان جنت نظیر بن سکتا ہے۔

جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا
جدھر سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقیں ہے کہ چشمہ یہیں سے نکلے گا

لوگوں میں آزادی کا شعور بیدار کرنے اور اسلامی افکار کی ترویج کے لیے علماء کرام، مشائخ عظام، اہلِ صحافت، دانشوروں اور ایسے ہی احباب نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ علماء و مشائخ میں محمد صادق قصو… کی کتاب "تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار" میں شامل شدہ اسمائے گرامی کچھ یوں ہیں۔

Marfat.com

مولانا عبدالباری فرنگی محلی	وفات ۱۹۲۶ء	مولانا عبدالماجد بدایونی	وفات ۱۹۳۱ء
مولانا محمد علی جوہر	وفات ۱۹۳۱ء	مولانا شوکت علی	وفات ۱۹۳۸ء
مولانا محمد مظہر الدین شیرکوٹی	وفات ۱۹۳۹ء	مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی	وفات: ۱۹۴۱ء
نواب بہادر یار جنگ	وفات: ۱۹۴۴ء	مولانا عبدالعلی خاں اخوندزادہ	وفات: ۱۹۴۴ء
مولانا یار محمد بندیالویؒ	وفات: ۱۹۴۷ء	مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ	وفات: ۱۹۴۸ء
مولانا سید نعیم الدین مرادآبادیؒ	وفات: ۱۹۴۸ء	مولانا حکیم معراج الدین امرتسریؒ	وفات: ۱۹۴۸ء
ڈاکٹر سید ظفر الحسن انبالویؒ	وفات: ۱۹۴۹ء	مولانا محمد شفیع داودیؒ	وفات: ۱۹۴۹ء
مولانا سید حبیبؒ	وفات: ۱۹۵۱ء	مولانا حسرت موہانی	وفات: ۱۹۵۱ء
مولانا میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ	وفات: ۱۹۵۲ء	سید عبدالرؤف شاہ براریؒ	وفات: ۱۹۵۴ء
مولانا قطب میاں فرنگی محلی	وفات: ۱۹۵۴ء	مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی	وفات: ۱۹۵۴ء
مولانا آزاد سبحانی	وفات: ۱۹۵۷ء	مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی	وفات: ۱۹۵۷ء
مولانا غلام محمد ترنم امرتسری	وفات: ۱۹۵۹ء	مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش	وفات: ۱۹۵۹ء
مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ	وفات: ۱۹۶۱ء	مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی	وفات: ۱۹۶۴ء
مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلیؒ	وفات: ۱۹۶۴ء	مولانا مفتی محمد صاحب داد خاں	وفات: ۱۹۶۵ء
مولانا سید محمد ناصر جلالی	وفات: ۱۹۶۵ء	مولانا محمد ابراہیم علی چشتیؒ	وفات: ۱۹۶۸ء
مولانا عبدالکریم آف کوئٹہ	وفات: ۱۹۶۹ء	مولانا عبدالحامد بدایونی	وفات: ۱۹۷۰ء
مولانا عبدالغفور ہزارویؒ	وفات: ۱۹۷۰ء	مولانا غلام الدین اشرفیؒ	وفات: ۱۹۷۰ء
مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقیؒ	وفات: ۱۹۷۱ء	مولوی فرید احمد شہید	وفات: ۱۹۷۱ء
مولانا کرم علی ملیح آبادی	وفات: ۱۹۷۲ء	مولانا ظہور الحسن درس صدیقی	وفات: ۱۹۷۲ء
مولانا سید حامد جلالی	وفات: ۱۹۷۳ء	مولانا سید امیر الدین قدوائی	وفات: ۱۹۷۳ء
مولانا محمد ذاکر جھنگوی	وفات: ۱۹۷۶ء	مولانا حکیم محمد انور بابری	وفات: ۱۹۷۷ء
مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی	وفات: ۱۹۷۹ء	مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادریؒ	وفات: ۱۹۷۹ء
مولانا غلام قادر اشرفی	وفات: ۱۹۷۹ء	مولانا شائستہ گل مردانی	وفات: ۱۹۸۱ء

Marfat.com

مولانا عبدالباقی برہان الحق جبلپوری	وفات:۱۹۸۴ء	مولانا عبدالقدیر نعمانی	وفات:۱۹۸۶ء
مولانا سید احمد سعید کاظمی	وفات:۱۹۸۶ء	مولانا محمد بخش مسلم لاہوری	وفات: ۱۹۸۷ء
مولانا سید محمود شاہ گجراتی	وفات:۱۹۸۷ء	مولانا بشیر احمد اخگر	وفات:۱۹۹۴ء
مولانا علامہ محمد یعقوب خان سیالکوٹیؒ	وفات:۱۹۹۷ء	مولانا محمد عبداللہ قصوریؒ	وفات:۱۹۹۹ء
مولانا عبدالستار خان نیازی	وفات:۲۰۰۱ء	مولانا جمال میاں فرنگی محلی	-------
شاہ محمد سلیمان پھلواری	وفات:۱۹۳۵ء	پیر محمد اسمٰعیل روشن سرہندیؒ	وفات: ۱۹۴۲ء
پیر محمد حسن جان سرہندیؒ	وفات:۱۹۴۶ء	پیر محمد حسین جان سرہندی	وفات:۱۹۴۸ء
پیر محمد مقبول الرسول للّٰہی	وفات: ۱۹۴۹ء	مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی	وفات:۱۹۴۹ء
خواجہ عبدالصمد	وفات:۱۹۵۰ء	پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری	وفات:۱۹۵۱ء
سید سجاد حسین شاہ سیکری	وفات:۱۹۵۲ء	پیر فضل حق کربوغوی	وفات:۱۹۵۲ء
سید ستار بادشاہ پشاوریؒ	وفات:۱۹۵۴ء	خواجہ حسن نظامی دہلویؒ	وفات:۱۹۵۵ء
ملا شور بازار کابلی	وفات:۱۹۵۶ء	میاں غلام اللہ شرقپوری	وفات:۱۹۵۷ء
پیر معصوم بادشاہ چوراہی	وفات:۱۹۵۷ء	پیر محمد شاہ بھیروی	وفات: ۱۹۵۷ء
پیر غلام مجدد سرہندی	وفات: ۱۹۵۸ء	خواجہ غلام صمد انبالوی	وفات: ۱۹۵۹ء
پیر محمد امین الحسنات مانکی	وفات:۱۹۶۰ء	خواجہ غلام سدیدالدین تونسوی	وفات:۱۹۶۰ء
فقیر نور محمد سروری کلاچوی	وفات:۱۹۶۰ء	پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈوی	وفات: ۱۹۶۰ء
سید محمد حسین علی پوری	وفات: ۱۹۶۱ء	سید محمد طاہر اشرف جیلانی	وفات:۱۹۶۱ء
پیر سید محمد محدث کچھوچھوی	وفات: ۱۹۶۱ء	خواجہ عبدالرشید پانی پتی	وفات:۱۹۶۲ء
سید علی احمد شاہ کیتھلی	وفات:۱۹۶۲ء		

تحریک پاکستان کی کامیابی مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ ہر مکتبہ فکر نے اللہ پاک کے نام پر اس تحریک میں حصہ لیا۔ کسی بھی شعبہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بچوں، جوانوں، خواتین، بوڑھوں سب ہی اپنے اپنے طور تحریک پاکستان کا حصہ بنے۔ کچھ لوگوں میں قائدانہ صلاحتیں بھی تھیں۔ محمد صادق قصوری کی طرح تحریک پاکستان میں حصہ لینے والوں کے اسمائے گرامی یک جا کرنے میں محمد علی چراغ

Marfat.com

کا حصہ بھی شامل ہے۔ اُنھوں نے اپنے زاویہ نظر کے مطابق اپنی کتاب ''اکابرین تحریک پاکستان'' میں جو نام شامل کیے ہیں، وہ کچھ یوں ہیں:

حضرت مجدد الف ثانیؒ	حضرت شاہ ولی اللہؒ	حیدر علی آف میسور
نواب سراج الدولہ	میر نصیر خاں	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ
ٹیپو سلطان	نواب مظفر خاں	تیتو میر شہید
حاجی شریعت اللہ	شاہ اسماعیل شہید	سید احمد شہید
مولانا نصیر الدین	مولانا ولایت علی	علامہ فضل حق خیر آبادی
ہوش محمد قنبرانی	سر سید احمد خاں	حاجی امداد اللہ مہاجر المکیؒ
دودو میاں	خاں بہادر برکت علی خاں	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	جعفر تھانیسری	نواب محسن الملک
مولانا الطاف حسین حالی	سید جمال الدین افغانی	سید جماعت علی شاہ
نواب وقار الملک	مولانا تاج محمود امروٹیؒ	سید امیر علی
حاجی ترنگ زئی	مولانا محمود الحسنؒ	مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ
مولانا حسرت موہانیؒ	پیر مہر علی شاہؒ	صاحبزادہ عبدالقیوم
حکیم اجمل خاں	نواب علی چودھری	مولانا اشرف علی تھانویؒ
سر عبدالرحیم	حبیب الرحمٰن خاں شروانی	سر میاں محمد شفیع
مولوی عبدالحق	مولانا شوکت علی	حاجی سر عبداللہ ہارون
مولانا عبیداللہ سندھیؒ	میاں عبدالعزیز مالواڈا	ظفر علی خاں
مولوی فضل الحق	شیخ عبدالقادر	مفتی کفایت اللہؒ
خلیفہ حمید الدین	سر ذوالفقار علی خاں	ڈاکٹر محمد ضیاالدین احمد
قائداعظم محمد علی جناح	میر غلام بھیک نیرنگ	میاں فضل حسین
علامہ محمد اقبال	سر آغا خاں	جسٹس شاہ دین
مولانا محمد علی جوہر	غلام حسین ہدایت اللہ	مختار احمد انصاری

Marfat.com

مہاراجہ محمود آباد	نواب شاہ نواز خاں ممدوٹ	نواب سلیم اللہ
سید سلیمان ندوی	عبدالرحمٰن پشاوری	ڈاکٹر سیف الدین کچلو
ملک برکت علی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	مولانا احمد علی لاہوریؒ
عبدالمجید سندھی	چودھری خلیق الزماں	مولانا ظفر علی عثمانیؒ
نواب حمید اللہ خاں	سر سکندر حیات خاں	خلیفہ عبدالحکیم خاں
حسین شہید سہروردی	سر ظفر اللہ خاں	میاں عبدالباری
خواجہ ناظم الدین	چودھری رحمت علی	لیاقت علی خاں
راجہ غضنفر علی خاں	مفتی محمد شفیعؒ	آئی۔ آئی چندریگر
نواب محمد خاں جوگیزئی	مولانا عبدالحامد بدایونی	سردار عبدالرب نشتر
میر جعفر خاں جمالی	نواب صدیق علی خاں	میر احمد یار خاں
نواب بہادر یار جنگ	نواب افتخار حسین خاں ممدوٹ	صاحبزادہ رشید علی خاں
قاضی محمد عیسیٰ	حمید نظامی	پیر صاحب مانکی شریف

قیام پاکستان کے بعد صوبائی اور قومی سطح پر بہت سے نظریاتی ادارے معرض وجود میں آئے۔ آبروئے صحافت مجید نظامی نے ''نظریۂ پاکستان ٹرسٹ'' اور ''تحریک کارکنان پاکستان'' کی بنیاد رکھی۔ لاہور میں شارع قائداعظم پر تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ، ایوانِ کارکنانِ تحریک پاکستان کا دفتر قائم کیا۔ ۱۹۸۷ء میں منصۂ شہود پر آنے والا ادارہ ''تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ'' نے اپنی کارگزاری سے محبان پاکستان کے دلوں میں اپنی جگہ بنالی۔ بانی ٹرسٹی ڈاکٹر مجید نظامی کی کاوشوں سے ملک بھر کے تحریک کارکنان پاکستان کے کوائف جمع کیے گئے۔ کرنل جمشید احمد ترین چیئرمین، جے اے زمان، میاں فاروق الطاف، کرنل (ر) راجہ سلطان ظہور کیانی، بریگیڈئر (ر) ایم اقبال شفیع، ولید اقبال اور شاہد رشید کی مساعی جمیلہ سے کارکنوں کی چھان بین کے بعد انھیں طلائی تمغوں سے نوازا گیا۔ مرکزی دفتر میں ہر سال گولڈ میڈل دینے کی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ تادمِ تحریر گولڈ میڈلز حاصل کرنے والوں کی سال بہ سال فہرست کچھ یوں ہے۔

Marfat.com

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۸۷ء

امان اللہ خان نیازی	ابو سعید انور	انور علی قریشی
آغا ذوالفقار علی خان	ایم اے رشید ایڈووکیٹ	اختر میر وارثی
بیگم سلمیٰ تصدق حسین	بیگم خالدہ منیر الدین چغتائی	بیگم احسن
پیر جماعت علی شاہ	پیر صاحب سیال شریف	چودھری کلیم الدین ایڈووکیٹ
پیر سید غلام محی الدین گیلانی	چودھری رحمت اللہ	جسٹس ذکی الدین پال
چودھری عبدالکبیر	چودھری رحمت علی علوی	چودھری عبدالکریم
حکیم اللہ دتہ ملک	حکیم عبدالکریم ثمر	حمید نظامی
حاجی اللہ دتہ عرف بابا نعرہ	حکیم محمد شریف	حکیم آفتاب احمد قرشی
حکیم عنایت اللہ سوہدروی	خلیفہ امام دین بقا	خواجہ نسیم حسن انصاری
خواجہ اشرف احمد	خواجہ محمود احمد منٹو	ڈاکٹر ضیاء الاسلام
ڈاکٹر صادق حسین طور	ڈاکٹر محمد الیاس مسعود	راجہ خیر مہدی
سید مصطفیٰ شاہ گیلانی	سالار سید فیاض حسین غازی	سید میر احمد شاہ ایڈووکیٹ
سید علی حسین گردیزی	سید محمد قاسم رضوی	سید شمیم حسین قادری
آنجہانی سیمسن مناوہا	سید امیر حسین شاہ	سردار عطا محمد بزدار
سید عالم علی سید	عبدالرؤف شباب مفتی	شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ
طالب جالندھری	ظہیر نیاز بیگی	ظہور عالم شہید
علی محتشم	محترمہ فاطمہ صغریٰ	قاضی مرید احمد
مولانا بشیر احمد اخگر	میاں فیروز الدین احمد	مولوی عرفان احمد انصاری
مولانا محمد بخش مسلم	محمد شفیع (م۔ش)	محمد شریف مجیٹھیا شہید
محمد ایوب خان	محمد مصطفیٰ	ملک غلام نبی
مولانا عبدالستار خان نیازی		

Marfat.com

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۸۸ء

اُستاد عشق لہر (چراغ دین)	ایم کے میر	ابوالاثر حفیظ جالندھری
ایم عبدالحئی لاہوری	بیگم جہاں آرا شاہنواز	بیگم فرخ حسین
بیگم کریم داد خان	پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی	پیر محی الدین لال بادشاہ
پروفیسر عنایت اللہ ملک	چودھری عطاء اللہ جہانیاں	چودھری عزیز الدین
چودھری علی اکبر	چودھری عبدالکریم	چودھری نصر اللہ خان
چودھری محمد اقبال چیمہ	چودھری صلاح الدین چٹھہ	چودھری ظفر اللہ خان
خان رب نواز خان	خواجہ گل محمد بٹ	خان محمد عبداللہ خان
خواجہ حافظ غلام سدید الدین	خان عبدالوحید خان	ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز الدین
ڈاکٹر عطاء الرحمٰن ممتاز	ڈاکٹر مرزا حمید اللہ بیگ	ڈاکٹر کے۔ایم۔نزیل
ڈاکٹر عمر حیات ملک	ڈاکٹر محمد عظیم خان نیازی	رائے اقبال احمد
راجہ سید اکبر خان	راجہ حسن اختر	راؤ خورشید علی خان
رانا نصر اللہ خان	سید رضا شاہ گیلانی	سید ابوطاہر جعفری
سردار محمد حسین	سردار محمد ظفر اللہ خان	سید میر خلیل الرحمٰن
سردار رشید احمد	سید مرید حسین شاہ	سید ناصر محمود
سید غلام بھیک نیرنگ	سید عظمت واسطی	سرتاج عزیز
شیخ خورشید احمد	شیخ عنایت اللہ	جسٹس شیخ محمد شریف
شیخ محمد یامین	صاحبزادہ نوازش علی	صوفی عبدالحمید خان
ظہیر الاسلام فاروقی	علامہ علاؤ الدین صدیقی	عزیز بیگ
جسٹس عطاء اللہ سجاد	فاطمہ بیگم	کے۔ایچ خورشید
کنور شفیق اللہ	مولوی فیضان محمد انصاری	محمد عارف خان سیال
میاں عبدالحق	مہر محمد صادق	محمد عبداللہ شاہ قریشی
محمد یعقوب ہاشمی	محمد اقبال پن	ملک شوکت علی

Marfat.com

میاں بشیر احمد	محمد بخش بھٹی (فوٹوگرافر)	مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش
محمد مالک شہید	میاں شمس الحق	محبوب احمد قریشی
محمد شریف طوسی	میاں ضیاالحق	ممتاز احمد خان
محمود علی	میاں منظور حسن	ملک لعل خان
نواب زادہ افتخار احمد انصاری	نواب زادہ محمد سعید قریشی	نواب زادہ رشید علی خان
امیر عبداللہ خان روکھڑی		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۸۹ء

احمد بشیر	اخوند عبدالکریم	اقبال احمد خان
اکبر ملک ایڈووکیٹ	شیخ ریحان الدین صدیقی	اخوندزادہ بہرور سعید
آدم منیار	پروفیسر منظور الحق صدیقی	پروفیسر محمد اسحاق قریشی
جمیل حسین رضوی	اکرم علی خان	چودھری حبیب احمد
چودھری صاحب داد خان	چودھری محمد سرفراز گورایہ	چودھری میاں خان
حاجی صورت خان ایڈووکیٹ	خلیفہ عبدالوحید	خواجہ عبدالرحیم
خواجہ محمد صدیق شہید	خواجہ محمد صفدر	خواجہ محمد طفیل
خان بخت جمال خان	خواجہ حبیب اللہ ککرو	خواجہ ناظم الدین
ڈاکٹر نصراللہ جان	ڈاکٹر صبیح الدین طور	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی
راجہ افتخار اللہ خان	زیڈ اے سلہری	راجہ غضنفر علی خان
زین نورانی	سردار بہادر خان دریشک	سردار عبدالحمید دستی
سید بہاؤالدین احمد گیلانی	سید ہلال احمد لدھیانوی	سید عاشق حسین شاہ
سید نذیر نیازی	سکندر خان نیازی	شیخ صادق حسین
شیخ ظفر حسین	شیخ کرامت علی	شیخ محبوب الٰہی
شیخ منظور الحسن	صاحب الدین	عبدالمجید سچ
علامہ غلام احمد پرویز	عبدالواحد خان	جسٹس (ر) قدیر الدین احمد

Marfat.com

کرنل سید اقتدار علی دارا	محمد خان نقشبندی	مرزا عبداللہ انور بیگ
کامریڈ عبداللطیف چوہان	کرنل سید زین العابدین گیلانی	مرزا مظہر حسین
مرزا عبدالحمید	مہر غلام فرید کپلانہ	میر انور سعید محمود
مہتاب خان	مشتاق احمد گورمانی	ملک محمد انور
ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ	ملک نور الٰہی	ممتاز محمد خان دولتانہ
مولانا داؤد غزنوی	مولانا مظہر الدین	مولانا غلام مرشد
مولوی سراج الدین پال	میاں امیر الدین	میاں الٰہی بخش
میاں عبدالباری	میاں غلام رسول	میاں نور اللہ
میاں نور احمد لالیکا	میجر خورشید انور	میجر میاں کفایت علی
محمد علی خان ہوتی	مفتی محمد ادریس	مولانا عبدالکریم
مولانا محمد اسماعیل ذبیح	نذیر احمد غازی	نواب افتخار حسین ممدوٹ
نواب زادہ محمود علی خان	یوسف ہارون	

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۰ء

ابوالہاشم	اے ٹی ایم مصطفیٰ	پروفیسر محمد صادق
پروفیسر دلاور حسین (سابق پرنسپل ایم اے او کالج لاء)		پیر احسن الدین
تاج الدین زیں رقم	جسٹس (ر) شیخ دین محمد	چودھری نذیر احمد خان
چودھری نصر اللہ خان	حاجی صالح محمد صدیق	حافظ محمد عثمان
حکیم محمد سعید	خلیفہ امام دین	خواجہ امیر الدین سالار
خواجہ عبدالکریم قاصف	خواجہ محمد شفیع	خورشید احمد وائیں
خواجہ افتخار	ڈاکٹر بریگیڈیئر (ر) منظور احمد	ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ
ڈاکٹر عبدالغنی قریشی	ڈاکٹر ولی محمد	راجہ سلطان ظہور اختر کیانی
رانا محمد جہانگیر	راؤ عبدالمنان خان	سعادت نواز خان
سید ذاکر حسین مشہدی	سید سلطان محمد شاہ	سید محمد صابر جعفری

Marfat.com

شاہ عزیز الرحمٰن	شمس ملک	شمیم افزا شمیم جالندھری
شیر محمد خاں سیال	علامہ حافظ کفایت حسین	عبدالعزیز قریشی
غلام حیدر پتھر	فضل القادر چودھری	محمد اعظم چشتی
محمد اسد اللہ میکری	محمد حمید بھٹی	محمد ریاض صابر
محمد رفیع بٹ	مخدوم محمد سجاد حسین قریشی	مولانا مفتی محمد شفیع
ملک نذیر احمد	مولانا سید محمد احمد قادری	مولانا راغب حسن
مولانا محمد اکرم خان	مولوی تمیز الدین خان	مولوی مقبول احمد قریشی
میاں ظفیر احمد	محمد اسماعیل قریشی	میاں محمد اقبال نسیم
نواب محمد ممتاز خان ٹوانہ	ولی مظہر	عبدالمنعم خان
سید شمس الرحمٰن	الحاج قاضی عبدالقادر	الحاج محمد سراج الدین
الحاج ایم اے سلام	الحاج سراج الاسلام چودھری	الحاج نور الانور چودھری
خان اے صبور	قاضی اسد الزمان	ایم اے ماجد
سعید الرحمٰن	ابو الحسن	ابراہیم حسین
چاند میاں		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۱ء

بیگم ناصرہ کیانی	پروفیسر کرم حیدری	حافظ عبداللہ
ڈاکٹر حسن آراء	چودھری فضل الٰہی	سردار راجہ کالے خان
چودھری محمد علی	زیڈ ایچ لاری	رانا عبدالمجید خان
پیرزادہ عبدالحمید جالندھری	چودھری ظفر الحق	چودھری بہاول بخش
سید امیر الدین قدوائی	میاں افتخار الدین	ابوبکر اے حلیم
بریگیڈیئر (ر) ظفر اقبال چودھری	منظر احمد عالم	مختار زمن
محمد رفیق خان پراچہ	چودھری راج محمد تارڑ	میاں عبدالعزیز مالواڈہ
خواجہ مظہر جمیل	ملک عبدالعزیز ایڈووکیٹ	پروفیسر اشفاق علی خان

Marfat.com

کرنل (ر) ڈاکٹر جمشید احمد ترین	مجید احمد تاثیر	علامہ محمد عبداللہ منہاس
سید سجاد حیدر شاہ	سید محسن شاہ	سید محمد عثمان
حافظ محمد شریف المعروف حافظ امرتسری	میاں عبدالغنی	فیض محمد کھوسہ
میاں سرفراز محمود	شیخ مجید افضل پراچہ	حاجی محمد سعید
مسعود غزنوی	طفیل ہوشیار پوری	ڈاکٹر محمد ریاض الحسن
سید سرور شاہ	محمد مرتضیٰ خان	حمایت علی خان
محمد عثمان نانجی	مرزا نسیم انور بیگ	اخوند عبدالمجید خان
ثناءاللہ شیداء	کرنل (ر) آصف خورشید افضل	سید یاور حسین کیف بنارسی
ملک شاہ جہاں خان	سید محمد شریف	خواجہ بہاؤالدین میر
سید رضا محمد	اُستاد غلام نبی	شیخ عبدالعزیز ایڈووکیٹ
جسٹس (ر) شیخ آفتاب حسین	رشیدہ احسن	کامریڈ عبداللہ خلدی
ایس ایم حسین عرف سائیاں	الحاج عبدالرشید خان	نواب زادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی
جسٹس (ر) چودھری یعقوب علی خان	ماسٹر بشیر اختر	محمد یوسف خٹک

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۲ء

مولانا محمد اسحاق	محمد یوسف عباسی	محمد صادق مرزا
مولانا عبدالقیوم کانپوری	ملک حبیب اللہ نصیر	شوکت حیات کہلانہ
الحاج محمد جمال الدین درویش	قادر شریف	اسداللہ خان
ڈاکٹر جان محمد علوی	سید سعادت علی شاہ شہید	شیخ اقبال احمد
چودھری عبدالمتین	منور علی	اجمل علی چودھری شہید
بیگم اختر جہاں	ایف۔ای۔چودھری	سید محمد حسن گیلانی
ڈاکٹر ضیاء الدین احمد	خان طارق اسماعیل خان	چودھری احمد ضیاء
ارباب نور محمد خان (سابق سینٹر)	خان بہادر سعداللہ خان	سردار اورنگ زیب خان
پروفیسر خواجہ محمد سلطان	عبدالحمید بھٹی ایڈووکیٹ	محمد حنیف منیار

Marfat.com

محمد اقبال کھوکھر	اے کیو ایم شفیق الاسلام	اورنگ زیب خان
مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی	کرنل (ر) محمد جلات خان	غلام محمد خان
کرنل (ر) نور الٰہی ملک	میاں عبدالعزیز پاکستانی	حاجی غازی عبدالمجید بٹ
کرنل (ر) محمد سلیم ملک	سراج الدین ذکی	ایس ایم خرم واسطی ایڈووکیٹ
ڈاکٹر غلام علی چودھری	نواب مشتاق احمد خان	ظفر اللہ ملک
نور الصباح بیگم	چودھری ظفر اللہ	ڈاکٹر میاں محمد سعید
علی حسن شیخ	حافظ عبدالقادر روپڑی	مولانا عبدالحامد بدایونی

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۴ء

اقبال احمد خان	سید دلاور حسین ہمدانی	عبداللطیف پیرزکوڑی شریف
حاجی لطیف احمد چشتی	مولانا حافظ خلیل الدین (المعروف مولانا آزاد صمدانی)	
محمد عمر	محمد جلال الدین (المعروف خان جلال بابا)	تاج محمد ملک
خواجہ احمد حسن جوش	مولانا مدرار اللہ مدرار	بیگم ہمدم کمال الدین
بیگم زری سرفراز	مولانا غلام فرید قریشی	بیگم طاہرہ گلزار
کرنل سید عابد حسین	پیر ذکاء اللہ	محمد بدیع الزمان
چودھری غلام عباس	محمد شفیع میر	آنجہانی چودھری چندو لعل
ڈاکٹر محمد امین (علیگ)	گل محمد خوگیانی	شیخ فاروق احمد
آغا شیر احمد خاموش	سید فضل خدا	عبدالسلام خورشید
خاور سلطانہ	خواجہ غلام حسن بقال	

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۵ء

مولانا سلیم اللہ	خورشید احمد بٹ	بیگم مرزا بیضا خان
خواجہ ایم صدیق الزمان بٹ	عبدالحی قصوریہ	بریگیڈیئر اقبال محمد شفیع
ایم نسیم اللہ خان ائیر کموڈور (ر)	بشیر احمد سالار	

Marfat.com

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۶ء

مولانا محمد شعیب	خورشید احمد خان یوسفی	بیگم امینہ غنی گھمن
شیخ محمد یوسف	کیپٹن (ر) احسان اللہ دانش	ملک زمان خان مہدی
حکیم ابوالریاض معراج دین	غلام نبی المعروف استاد گام	

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۷ء

حکیم انور بابری	آنسہ فہمیدہ علیکوزئی	ملک فتح محمد
سید مظہر علی گیلانی	حاجی اسد اللہ خان	الحاج امام بخش سیفی
غازی سید شمشاد الحق بخاری	سید محمد صادق شاہ	ڈاکٹر عزیز علی عزیز
منظور احمد بٹ	حکیم محمد علی جوئیہ	جسٹس (ر) مولوی مشتاق حسین
ڈاکٹر محمد عبداللہ	محمد محسن انصاری ایڈووکیٹ	چودھری حمید اللہ وڑائچ
کرنل (ر) امجد حسین سید	مولوی فرقان احمد انصاری	محمد سعید خان
مفتی محمد طفیل گوئندی	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	محترمہ مجیدہ وائیں

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۸ء

محمد یوسف خان نیازی شہید	دوست محمد خان نیازی شہید	امداد الطاف حسین
بیگم حبیبہ حسن خالق	بیگم کلثوم سیف اللہ خان	محمد اقبال خان سنبل
چودھری علاؤالدین	عبدالرؤف خان سیماب	نثار علی صدیقی
غلام حسین بابے	سید عبداللہ شاہ	بیگم سروری عرفان اللہ
میاں غلام رسول	چودھری احمد خان	حکیم فضل حکیم فیضی
امیر باز خان	خلیل اے پاکستانی	ڈاکٹر چودھری عبدالکریم
طالب حسین	نصیر احمد چودھری	محمود الحسن اختر جالندھری
خواجہ عبدالرشید	میاں محمد صدیق قریشی	ڈاکٹر منظور حسین مرزا
صلاح الدین اسلم	محمد اکبر خان	حاجی محمد صادق
شیخ مبارک علی	بشیر احمد مجاہد	قاضی اسلم اقبال

Marfat.com

چودھری علی محمد	ڈاکٹر میاں عبدالخالق	آغا بشیر
ضیاء الحسن		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۹۹ء

مرزا ابوالحسن اصفہانی	شیخ ابراہیم یوسف زین علی رضا	ڈاکٹر پروفیسر عزالدین پال
اے۔ کے فضل الحق	سردار محمد خان جوگیزئی	بیگم سعیدہ واحد قاضی
مسماۃ جمیلہ شریف حسین	بیگم شیریں وہاب	پروفیسر حیدر جعفر
عبدالکریم صدیقی	حاجی ظہیر اللہ خان آفریدی	بابو عبدالروف علیکوزئی
میاں نورالدین قریشی	سید غوث علی شاہ	شیخ غلام رسول بخش
آغا غلام نبی پٹھان	شہید آل حسن بلگرامی	محمد ابو محمد مختار
خالد شمس الحسن	ماسٹر افضل حسین	سید محمد وہاب احمد الخیری
بیگم رقیہ جعفری	حاجرہ محمود	بیگم ممتاز حسین
محمد ارشد چودھری	سردار شوکت حیات خان	محمد اکرم بوسن
ڈاکٹر علی محمد شاہ	چودھری محمد یعقوب	جسٹس (ر) آفتاب فرخ
مولانا محمد ابراہیم میر	افتخار علی شیخ	بیگم محمودہ رزاق
محمد اسلم زنجانی	میاں بدالدین بم باز	شیخ عنایت اللہ گوئندی
عبدالمنان خلجی	مظہر رشید	غفور خان درانی
میر رحیم بخش برنی	ڈاکٹر آفتاب احمد خان	ڈاکٹر عبدالوحید/ بیگم سعیدہ وحید
فیروز خان نون و بیگم وقار النساء نون	بیگم گیتی آراء بشیر	الفیض حکیم محمد طارق
شیخ الطاف احمد	شیخ عبدالقدیر	سردار شجاع الدین خان
قریشی روشن ضمیر	ڈاکٹر رفیق احمد	

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۰ء

قاضی محمد عیسیٰ	سردار غلام محمد خان ترین	یحییٰ بختیار
بشیر فاروق	سید داؤد شاہ شہید	خان فدا محمد خان

Marfat.com

خواجہ اللہ بخش سیٹھی	ملک غلام حبیب	خان عبدالقیوم خان
جسٹس (ر) میاں برہان الدین	اقبال ریاض	ملک شاد محمد خان
پروفیسر امداد حسین بیگ	ملک عیسیٰ خان اورکزئی	محمد اسماعیل سیٹھی
حاجی عبداللہ ہارون	جی۔اے۔الانہ	محمد علی حبیب
سید شریف الدین پیرزادہ	بیگم شائستہ اکرام اللہ	محمد جمال الدین عبدالوہاب فرنگی محل
محمد امین خان ترین	جناب قاسم علی شاہ	ملک ڈوگر خان
شیخ رفیق احمد	ڈاکٹر عبدالعزیز	پروفیسر محمد بشیر چٹھہ
حاجی محمد ایرج میاں	سردار علی احمد خان	الطاف پرواز بیگم نسیم الطاف
احمد سعید کرمانی	اسلم کاشمیری	حاجی دوست محمد
خواجہ محمد افضل	سید وزارت حسین نقوی ایڈووکیٹ	رائے انور علی
ڈاکٹر سید ارشاد نوحی گردیزی	الحاج عبدالغنی میر	سیدہ مختار مجید
چودھری غلام نبی	میجر (ر) غلام صادق نسیم	چودھری غلام حسین
محمد چودھری بی اے	بشیر نظامی	محمد انور پاشا
جمیل الدین احمد	وقار احمد زبیری	سید محمد اکبر کاظمی

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۱ء

محمد امیر شاہ قادری	الحاج غلام غوث صحرائی	تاج علی خان
محمد امین جان خان	میاں محمد اقبال	محمد ظفر علی خان
حبیب ابراہیم رحمت اللہ	محمد ایوب کھوڑو	حاجی غلام رسول خان جتوئی
الطاف حسین (صحافی)	نواب محمد حیات قریشی	چودھری نیاز علی خان
مولانا محمد اسماعیل غزنوی	محمد نواز ہاشمی	عبدالرشید ترین
چودھری عبدالرشید	آغا فراست علی	خواجہ ضیاالدین
بریگیڈیئر (ر) عبدالرفیق خان برکی	محمد ظہور الدین	بیگم سرور صدیقہ
آغا نصیر احمد	ظفر اللہ باجوہ	گروپ کیپٹن (ر) عثمان بیگ

Marfat.com

مصطفیٰ کمال پاشا	محمد عظیم خان سدوزئی	حکیم سلطان احمد داؤدی

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۲ء

مفتی وزیر احمد جان	عبدالعزیز خوش باش	خان پیر بخش خان
ملک تاج محمد	ارباب غلام محی الدین	بیگم راحت آغا
فیض محمد خان بابوزئی	حکیم عبدالعزیز چشتی	نبی بخش زہری
نعمت اللہ قریشی	مولانا مظہر علی کامل	فصیح الدین احمد زبیری انجینئر
محمد نعمان	مصطفیٰ صادق	ثریا پروین مرزا
سید اسد حسین	محمد ایوب سرور خان	ڈاکٹر محمد سلیم فاروقی
ریاست علی باجوہ	ایم اے لطیف صوفی	عبدالعزیز خان
حکیم سید مفتی محمد یاسین شاہ	معراج حسین	خان رازق نواز خان
خواجہ محمد رفیق شہید	کرنل (ر) ایم ظہور الحق	سید لیق حسین شاہ
حسین صابر علیگ	ایس ایم انعام نجمی علیگ	بیگم فہمیدہ اصغر خان
محمد نواز چغتائی	امجد حمید دتی	محمد شفیع ملک
ڈاکٹر آغا یمین		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۳ء

میر جعفر خان جمالی	لیڈی ڈاکٹر ممتاز حسن	الحاج خان میر ہلالی
محمد ابراہیم خان جھگڑا	سالار محمد ایوب خان	پیر سید گوہر شاعر امین
ملک نور حدین خان	خان حمید اللہ خان لونڈ خوڑ	خان امیر سلطان خان بابوزئی
خان عبدالرازق خان	قاضی حبیب الحق پرمولی	سعود احمد
بیرسٹر میاں ضیاء الدین کاکاخیل	شیخ عبدالمجید سندھی	حاجی ملک عبدالعزیز
جسٹس (ر) محمد ظہور الحق	کمانڈر (ر) سید ہارون ابن علی	بیگم امتل الکریم اسحاق
ملک کریم بخش	ڈاکٹر میاں عبدالرؤف	خان دانشمند خان شیروانی
رانا محمد صادق ادیب	چودھری اکرام اللہ راٹھور	سید ریاض حسین بخشو

Marfat.com

لیفٹیننٹ جنرل (ر) سید رفاقت	شیخ ایف ای نصیر الدین	نواب زادہ زاہد علی خان
ملک ابراہیم خان	غازی میاں چراغ دین	بابا عزیز الدین
نذیر الدین احمد شیخ	پری سید بڈھن شاہ کھگہ	عبدالرشید غازی
الحاج اکرم علی خان ایڈووکیٹ	سلمیٰ کشور جان	پروفیسر خواجہ صادق حسین

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۴ء

جسٹس (ر) چودھری اے ٹی ایم مسعود	سید حسین شاہ	نذیر نیاز (مسٹر طلاء محمد)
حاجی فضل محمود	سر عسکر سالار طلاء محمد خان	دوست محمد خان کامل
ارباب عبدالغفور خان	بیگم سعیدہ محمد احمد	سید مبارک علی شاہ شہید
محمد ظفر شہید	حاجی سیفور خان بابا	محمد شیر خان ایڈووکیٹ
ملک دمساز خان	محمد امین الحسنات (مانکی شریف)	بریگیڈیئر (ر) سکندر
ڈاکٹر غلام سرور غیاث یوسف زئی	سعد راشد الخیری	بیرسٹر ثمین خان
مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی	محمد الیاس خان	سراج الدین احمد
ڈاکٹر مولا بخش منہاس	لیفٹیننٹ جنرل (ر) ڈاکٹر محمد ناصر	سید محمد احسن عباسی
چودھری امام دین مجاہد	رائے محمد اسلم خان	عبدالحمید ملک
محمد اشرف خان غوری	محترمہ عفت محمد اقبال	فقیر محمد بٹ شہید
ادریس محمد خان	چودھری محمد اقبال	چودھری کرم رسول وڑائچ
سعید اختر سلیمانی	امام دین	اصغر سودائی
پیر صلاح الدین	کرنل محمد زمان صوفی	

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر احمد حسین قریشی	محمود الحسن ذوقی	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید الزمان
حاجی صوفی محمد احسن مجاہد	اکرام اللہ قریشی	گروپ کیپٹن (ر) خان اعجاز سکندر
بشیر موجد	پیر سید رنگ علی شاہ	چودھری محمد سرور خان
ظفر اللہ ڈار	جمیل احمد خان	مولوی محمد شریف

Marfat.com

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۶ء

میاں محمد شفیع	سید احمد علی شاہ بخاری	آغا سید قمر الزمان شاہ
الحاج سید ظفر علی شاہ	مولانا محمد اشرف	ارباب شیر علی خان
محمد طہماسپ ملک	خواجہ محمد نثار سیٹھی	قاضی عبدالاکبر خان
سید عبدالخالق	محمد نظیف خان	محمد عباس خان (ہزارہ)
نواب مہابت علی خان	صغرا ہدایت اللہ	غلام حسین ہدایت اللہ
پیر علی محمد راشدی	طالب المولیٰ مخدوم محمد زمان	حاتم اے علوی
میر بندے علی	غلام محمد وسان	غلام محمد خان، بھرگڑی
عبدالحمید خان جتوئی	میر غلام علی تال پور	محمد ہاشم گزدر
صدیق علی اے میمن	عبدالستار اسحاق سیٹھ	محمد حفیظ یزدانی
ڈاکٹر عبدالمجید	عثمانی عیسیٰ بھائی میمن	وسیم انصاری
ڈاکٹر طاہر حسین	ملک حامد سرفراز	میاں عبدالخالق
سید سلیم حسین قادری	میاں صلاح الدین	اشفاق احمد المعروف تلقین شاہ
چودھری عبدالحفیظ	نواب ذوالفقار علی ممدوٹ	کرنل (ر) محمد اکرام اللہ خان
ڈاکٹر محمد احسان خان	میاں محمد حسن	ڈاکٹر جان محمد
رشید احمد ڈار ایڈووکیٹ	مولانا قاری سید محمد ادریس ہاشمی شہید	سید شیر عالم شاہ
محمد مسکین مغل	رانا شان الٰہی	خالد اختر افغانی (علیگ)
زین العابدین	غازی صلاح الدین	سید عظمت علی شاہ شہید
محمد ظفر اللہ راٹھور	نواب مہدی علی خان	حاجی غلام احمد جراح
عبدالسلام بٹ ایڈووکیٹ	چودھری ناصر الدین ایڈووکیٹ	چودھری محمد رفیع

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۷ء

ڈاکٹر یوسف علی	سالار قدرت اللہ خان	محمد اشرف خان
سید سعادت علی شاہ گیلانی	خواجہ فضل محمود فینسی	خان طماس خان

Marfat.com

یونس صابر مسیح	خان حبیب اللہ خان	محمد ہارون بادشاہ
مولانا عبدالغنی اویسی	میاں بصیر الدین قریشی	نواب زادہ نصر اللہ خان
چودھری محمد سلیم ایڈووکیٹ	سید عبدالستار شاہ	ماسٹر الطاف حسین (قومی پرچم ساز)
اللہ بخش یوسفی	نصرت خانم	محمد ابراہیم خان لودھی
جسٹس (ر) محمد الیاس	راجہ تجمل حسین	محمد اسلم خان
بشیر ایم اختر	سید علی احمد	ڈاکٹر زیڈ۔اے۔چودھری
عبدالحمید کھوکھر	آفتاب عالم	غلام یزدانی خان
محترمہ زاہدہ حیات	مسز تسنیم مرزا	بیگم شفیع احمد
غلام محی الدین بٹ	حاجی شیخ محمد دین	برکت حسین شیخ
چودھری خیرات اللہ راٹھور	مرغوب احمد خان	رانا منظور احمد خان
محمد خالد گوہر	چودھری ظہور الدین	خواجہ محمد بشیر بٹ
محمد اشرف خان غوری	شیخ بشیر احمد	میجر (ر) شوکت ملک
آنجہانی دیوان بہادر ایس پی سنگھا	سید محمد احمد وہاب خیری	بیگم تزئین فریدی
عبدالعزیز راجوڑی	تمین جان خان	شیخ محمد حیات
میاں ایزد بخش		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۰۸ء

ممتاز محل قریشی	کرنل (ر) محمد اختر شیخ	سید سجاد مہدی
صوبیدار پیر محمد شہید	بشیر اے ملک	رانا تاج خان
مرزا محمد اسلم	عبدالرؤف ملک	سید علمدار حسین گیلانی
حاجی صفدر علی	کرنل (ر) الطاف الٰہی ملک	حضرت پیر حیدر شاہ گیلانی
حکیم محمد اکبر	پیر سید قلندر حسین شاہ	گروپ کیپٹن (ر) ملک غلام سرور خان

Marfat.com

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۱۰ء

ملک برکت علی	سید غلام محمد شاہ	چودھری محمد حسین چٹھہ
رائے شہادت خاں	سید نو بہار شاہ	شیخ فضل حق پراچہ
چودھری غلام رسول تارڑ	راجہ سرفراز علی خاں	سردار نصر اللہ خاں جتوئی
مہر خان محمد کاٹھیا	چودھری عطاء محمد	میاں غلام جیلانی گورمانی
عبدالغفور قمر	چودھری محمد اشرف خاں	ایم کے انور بغدادی
پیر صوفی حاجی محمد عبداللہ خان ندیم نیازی		شیخ مختار احمد
کیپٹن عبدالعزیز خان نیازی	شیخ محمد حسین	حاجی عبدالعزیز
محمد عظیم خان	چودھری ظفر اللہ خان	حاجی عبداللطیف انصاری
قاضی محمد ذکی الدین	چودھری عبدالحق	رانا عبدالوحید خان (علیگ)
آغا شیر نواب خان درانی	چودھری محمد علی جٹ	مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی
بریگیڈیئر (ر) سعد اللہ خان	انور حسین قادری	قاضی معین الدین احمد
ڈاکٹر ایس اے ایچ اختر	کیپٹن (ر) ڈاکٹر عنایت اللہ	مولانا عبدالغفور ہزاروی
چودھری سردار خان باگھوڑوی	حاجی بابا عبدالکریم خان	بابو محمد اقبال بٹ
الحاج شمیم الدین	محمد عثمان ہاشمی (عثمان غنی)	بریگیڈیئر (ر) قمر السلام خان
سید محی الدین قادر محیط	پروفیسر شریف المجاہد	پروفیسر حسنین کاظمی
وزیرزادہ گل محمد خان سدوزئی	ڈاکٹر ایم اے صوفی	سردار عبدالعزیز بنگش
عمادالدین انصاری	پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر	نسیم حجازی (محمد شریف)
سید فصیح اقبال		

مشرقی بنگال سے تعلق رکھنے والے کارکن گولڈ میڈلسٹ ۲۰۱۰ء

محمد افضل الباری	میاں محمد منظور علی	سردار احمد علی
الطاف حسین سکدر	محترمہ رضا اللہ بیگم امتہ الحمید	محترمہ بیگم انجمن آراء
محترمہ اے ٹی سعدی	سید حسن ریاض	جسٹس محمود الرحمٰن
حمید الحق چودھری	نواب صدیق علی خان	عبدالرحمٰن صدیقی

Marfat.com

ماسٹر عبدالعزیز	عبدالعلول خان	مولانا عبدالقدوس بہاری
ڈاکٹر عبدالمطلب مالک		

گولڈ میڈلسٹ کارکنان تحریک پاکستان ۲۰۱۱ء

شیخ محمد امین	سردار ممتاز علی خان	انوری بیگم (لیڈی عبدالقادر)
بیگم امیر النساء (لیڈی شفیع)	محمد یوسف غازی	مولانا بشیر احمد
سید محمد رحمت اللہ قادری پھلواروی	سید محمد یسٰین قادری	چودھری محمد نواز جونده
عبدالسلام کلیم	سید شمس الحسن	خواجہ سید ملک علی شاہ
قاضی محمد رحمت الٰہی	حاجی رنگ الٰہی	افضل منہاس
رانا ظفر اللہ خان	محمد اقبال پرویز	بشیرالدین مرزا
سید عبدالمجید	عظمت شیخ	مولانا سید حبیب اللہ شاہ
مفتی عبدالحمید لدھیانوی	رشید احمد خالد	سید نیاز الحق شاہ علیگ
حاجی حکیم عطاالحق	ڈاکٹر صلاح الدین	ملک گل محمد سیکرٹری
ضیاالله خان	فدا احمد کاردار	چودھری محمد طفیل کلو
چودھری محمد عاشق بھٹی	شوکت علی قریشی	سید عبدالقدیر
ملک عبدالقیوم خان	نذیر احمد جنجوعہ	مہر کبیر علی گھگ
ایم سرور خان (اقبال سرور)	چودھری لال دین باجوہ	شیر محمد پاکستانی
محمد سعید صدیقی	غلام نبی خان	محمد صادق
حسن خان کھیتران	شماس خان	محمد انور خان لالہ
حاجی عبدالغنی سالار	خواجہ غلام دین وانی	

مشرقی بنگال سے تعلق رکھنے والے کارکن گولڈ میڈلسٹ ۲۰۱۱ء

عاشق حسین وارثی	ڈاکٹر حبیب الرحمٰن الٰہی علوی	محمد حبیب اللہ بہار
نیر الدین احمد	چودھری شیر محمد مدھاں والے	جسٹس صدیق
سلطان احمد	الحاج مولوی سلطان احمد	شہاب الدین
مولوی روح الامین	رئیس الدین احمد	

Marfat.com

تعمیراتِ پاکستان کا سنگِ میل

ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول خاتم النبیین ﷺ کے نام پر تحریک آزادی نے علامہ اقبالؒ کے خطبہ الٰہ آباد کے بعد تحریک پاکستان کا روپ دھار لیا۔ شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے آزاد اور خود مختار مملکت کے خواب کو چودھری رحمت علی نے ''پاکستان'' کا نام دیا۔ مختلف حالات و واقعات سے گزرتے ہوئے اس تحریک نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو ایک نیا موڑ اختیار کیا۔ کانگریسی وزارتوں کے دوران مسلمانوں پر ہندو ذہنیت نے جو مظالم ڈھائے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی دنیا میں نیست و نابود کیا۔ انگریز سرکار بھی دوسری عالمگیر جنگ میں لاشیں اٹھانے میں مصروف رہی۔ آزادی کا نعرہ مسلمانوں نے لبوں سے نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے بلند کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا مسکن ہمارے دل میں ہے۔ وہ نیتوں کو جانتا ہے۔ ہماری نیت میں سچائی اور خلوص تھا اس لیے راستے کی رکاوٹیں دور ہوتی گئیں۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلمان سروں سے کفن باندھ کر آزادی یا موت کا نعرہ لگا کر میدان عمل میں کود پڑے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک ہندوؤں نے خون سے ہولی کھیلی۔ انسانیت کے تمام تقاضے پس پشت ڈال کر مسلمانوں پر اتنے ظلم ڈھائے کہ ہلاکو خان اور چنگیز خان کے مظالم ماند پڑ گئے۔ درندگی کا وہ مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ جس کے سامنے درندگی، شرمندگی محسوس کرنے لگی۔ تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ پانچ بڑے دریاؤں کے ساتھ مسلمانوں کے لہو کا چھٹا دریا بہہ گیا۔ عورتوں کی بے حرمتی ہوئی، بزرگوں کا بڑھاپا موت کا پیرہن بن گیا۔ وہ مرحلہ تو چشم فلک نے ضرور دیکھا ہوگا کہ ایک ماں کے سامنے اس کے بچے کو نیزے کی نوک پر اچھالا گیا، اس نے اپنی ممتا، کلمہ طیبہ کے نام پر قربان کر دی لیکن پاکستان کے مطالبے سے دستبردار نہ ہوئی۔ ایسی ماؤں کو وقت بھی سیلوٹ کرتا ہے اور پاکستان کی دھرتی کا ذرہ ذرہ ان کی عظمت کو سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔ آگ کا دریا عبور کر کے ہم آزادی کی دہلیز تک پہنچے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ ایک طرف حرم شریف میں بیٹھ کر رحمت اللعالمین ﷺ ہند کی جانب سے ٹھنڈی ہوا محسوس کر رہے تھے، تو رب العالمین نے آپ ﷺ کی وہ خواہش پوری فرما دی کہ ۲۶۔۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ لیلۃ القدر یعنی برعظیم پاک و ہند کی تمام مساجد تلاوت کلام پاک سے گونج رہی تھیں اور آسمان سے رحمتیں برس رہیں تھیں تو پاکستان بھی نعمت خداوندی کے طور پر مسلمانان برعظیم پاک و ہند کو نصیب ہوا۔ جمعتہ الوداع ۱۵ اگست

Marfat.com

۱۹۴۷ء کو محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ چیف جسٹس عبدالرشید نے ان سے حلف لیا۔ پاکستان کا پہلا گزٹ شائع کیا گیا۔ پاکستان کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد ۱۸، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستانیوں نے پہلی عیدالفطر منائی۔ ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد سے کانگریسی حکومت ختم کر دی گئی۔ پاکستان نے اپنا دفاع مضبوط کرنے کے لیے ابتداء ہی سے اقدامات شروع کر دیے۔ جو لوگ ہندوستان کے مختلف حصوں میں گھرے ہوئے تھے انھیں پاکستان لانے کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت نے بحریہ کا ہیڈ کوارٹر کراچی میں قائم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ نے پاکستان کو نمائندگی عطا کر دی۔ مہاجرین کی آبادکاری کے لیے قائداعظم نے امدادی فنڈ قائم کر دیا جس میں لوگوں نے دل کھول کر حصہ لیا۔ قرب و جوار کی چھوٹی ریاستیں بھی پاکستان میں شامل ہوتی گئیں، خصوصی طور پر ۷، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست بہاولپور نے پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ تنازعہ کشمیر نے بھی سر اٹھایا۔ ۲۵، اکتوبر ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ پاکستان میں پہلی عید قربان جذبۂ قربانی کے ساتھ منائی گئی۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ختم کر کے صرف ''پاکستان مسلم لیگ'' زندہ رکھنے کا تاریخی فیصلہ منظر عام پر آیا۔ تحریک پاکستان میں سب سے بڑا نعرہ ''اسلام'' تھا، اس لیے اسلامی ذہن رکھنے والوں نے اپنے مورچے سنبھال لیے۔ اسلامی نظریۂ حیات اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بھرپور کوششوں کا آغاز ہو گیا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کچھ مفاد پرست لوگ اس نام پر لوٹ کھسوٹ کرنے لگے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمعیت طلبہ نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ پاکستان میں پہلی عید میلاد النبی ﷺ ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کا اعلان فرمایا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو انھوں نے پاکستان بحریہ کے افسروں کو اپنے پیشہ وارانہ معیار کو بہتر بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ پاکستان کا قیام، ہجرت مدینہ کے بعد دوسری بڑی ہجرت ثابت ہوا۔ پاکستانی سرحد کے دوسری جانب بھارت نے نہتے مسلمانوں پر ظلم روا رکھا تو پاکستان میں بھی ہندو مسلم فسادات میں کمی نہ آئی۔ کشمیر کے حوالے سے دنیا بھر میں بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ سلامتی کونسل نے ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو کشمیر کمیشن بھی قائم کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے دستور ساز اسمبلی میں ۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی قومی زبان اردو قرار دی۔ قائداعظم کے بعد لیاقت علی خان ۱۵ اپریل ۱۹۴۸ء کو ساحلی جہاز ''قاسم'' کی افتتاحی تقریب میں تشریف لے گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۱ فروری ۱۹۴۸ء کو پاک

Marfat.com

فوج کی یونٹ ۵ لائٹ کی تقریب میں شرکت کی۔ آج بھی ہر سال توپ خانہ کی یونٹ ۵ لائٹ ۲۱ فروری کو ''ڈے آف آنر'' کے طور پر مناتی ہے۔ یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو قائداعظم محمد علی جناح اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب میں بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ یہی وہ تقریب ہے جس میں وقت کی پابندی نہ کرنے پر قائداعظم نے تمام وزراء کی نشستیں اُٹھوا دیں اور تاخیر سے آنے والے وزراء کو دورانِ تقریب کھڑے ہونا پڑا۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں قائداعظم علیل ہو گئے۔ کوئٹہ میں قیام کے دوران ان کی حالت بگڑتی گئی اور وہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء بروز ہفتہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انھیں ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بھارت نے پاکستان کے قیام سے ہی ہماری سرحدی خلاف ورزی شروع کر دی تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ء کو اڑی سیکٹر پر دشمن کے حملے کا مقابلہ کرتے ہوئے کیپٹن محمد سرور نے جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کیا اور انھیں حکومت وقت نے نشان حیدر سے سرفراز کیا۔ نوابزدہ لیاقت علی خان اسلامی ذہن رکھنے والے پاکستانی تھے، انھوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ قائداعظم کے دست راست تھے۔ مختلف حلقوں کا اصرار تھا کہ پاکستان کو اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے لیے قانون سازی کی جائے اور عملی اقدامات کیے جائیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سب سے پہلے محرک لیاقت علی خان تھے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو انھوں نے پاکستان کی مجلس دستور ساز سے ''قرارداد مقاصد'' کی منظوری حاصل کی۔ قرارداد مقاصد کا مقصد یہ تھا کہ حاکمیت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور ہم بحیثیت نائب الٰہی اس مقدس امانت کو جمہوریت کے ذریعے استعمال کرتے ہوئے پاکستان کو اسلامی، فلاحی مملکت بنائیں گے۔ عوام الناس اور اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

پاکستان میں فضائی حادثے قیام پاکستان سے ہی شروع ہو گئے تھے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو فضائی حادثے میں پاک فوج کے میجر جنرل افتخار خان، بریگیڈیر شیر خان اور کئی غیر ملکی جاں بحق ہو گئے۔ پاکستان کو تسلیم کرنے والا پہلا ملک ایران تھا۔ شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی یکم مارچ ۱۹۵۰ء کو پاکستان پہنچے۔ ان کا قیام ۱۴ دنوں پر مشتمل تھا۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء کو جنرل محمد ایوب خان پاکستان آرمی کے پہلے مسلمان کمانڈر ان چیف مقرر ہوئے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۰ء کو انڈونیشیا کے صدر عبدالرحیم سوئیکارنو نے پاکستان کا دوروزہ دورہ کیا۔ ملٹری

Marfat.com

اکیڈمی کا کول کی پہلی پاسنگ پریڈ ۴ فروری ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ خان لیاقت علی خان نے پریڈ کی سلامی لی۔ یاد رہے کہ راجہ عزیز بھٹی نے اس موقع پر اعزازی شمشیر اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ یہ وہی راجہ عزیز بھٹی ہیں جنھوں نے ۱۹۶۵ء میں بھارت کے ایک بہت بڑے حملے کو پسپا کرتے ہوئے بی آر بی نہر کے قریب جام شہادت نوش کیا اور نشان حیدر کا اعزاز حاصل کیا۔ ۳ مئی ۱۹۵۰ء کو خان لیاقت علی خان نے امریکہ کا دورہ کیا۔ وہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۰ء کو پاکستان لوٹے۔ کینساس یونیورسٹی امریکہ میں "پاکستان اینڈ ماڈرن ورلڈ" موضوع پر خصوصی لیکچر دیا اور ترقی یافتہ ممالک سے توقع ظاہر کی کہ وہ پاکستان کی ترقی میں دست تعاون بڑھائیں۔ امریکی دورہ کے بعد وہ سرگودھا تشریف لائے۔ انھوں نے بذریعہ ٹرین سفر کیا۔ سرگودھا میں کچھ وقت قیام کے دوران انھیں بتایا گیا کہ پاکستانی روپے کے علاوہ دنیا بھر کی تمام کرنسی کی قیمت گر چکی ہے۔ لیاقت علی خان نے اہلِ سرگودھا کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ یہ پاکستان کی بہت بڑی فتح ہے۔

۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو پاکستان کے پہلے دستور کا خاکہ تیار کیا گیا۔ ۳۵ علماء کرام نے مسودہ کی تیاری میں حصہ لیا۔ فروری ۱۹۵۱ء کو پاکستان کی پہلی مردم شماری ہوئی۔ راولپنڈی سازش کیس پاکستان کی تاریخ کا پہلا بڑا المیہ ہے۔ پاکستان میں غیر یقینی کیفیت اور لاقانونیت پیدا کرنے کے لیے میجر جنرل اکبر خان، بریگیڈیر ایم اے لطیف اور بہت سے سول افسران، مدیران کو ۱۵ جون ۱۹۵۱ء کو سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ بھارت نے راولپنڈی سازش کیس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا بھر میں یہ شور برپا کیا کہ پاکستان بھارت پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس ضمن میں بھارت نے ۴ اگست ۱۹۵۱ء کو ایک وائٹ پیپر بھی شائع کیا۔ راولپنڈی کیس کی سماعت کا آغاز ہو رہا تھا کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو سید اکبر نے لیاقت علی خان کو گولیاں مار کر شہید کر دیا جب کہ سید اکبر کو ایک سب انسپکٹر پولیس محمد شاہ نے گولیوں کا نشانہ بنایا۔ اس سانحہ کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم اور غلام محمد گورنر جنرل بنے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزیروں، مشیروں کی تبدیلیوں کا موسم شروع ہو گیا۔ کرسی اقتدار کے حصول میں سرگرداں لوگوں نے حصولِ پاکستان کے مقاصد فراموش کر دیے۔ جو کرسی پر بیٹھا اُس نے اقرباء پروری کا مظاہرہ کیا۔ شب و روز ایک نیا تماشا ہونے لگا۔ اس سیاسی رسہ کشی اور بدانتظامی کی وجہ سے ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے عنانِ اقتدار سنبھال کر منتشر عوام کو سیدھا کرنے کا عزم کیا۔ ایوب خان کے دس سالہ دور میں امن کی صورت حال بہت مستحکم ہوئی۔

Marfat.com

جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ خان، جنرل ضیاء الحق، جنرل پرویز مشرف کے ادوارِ اقتدار میں فوج نے تعمیر پاکستان میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ سرحدی دفاع کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر شعبہ جات میں بھی فوج کا اہم کردار رہا۔

مسلح افواج تعمیر پاکستان میں

یوں تو قیام پاکستان کے بعد ہی مسلح افواج کو بہت سے کاموں میں شامل کر لیا گیا تھا۔ جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کے قافلے پاکستان داخل ہو رہے تھے تو مسلح افواج نے اُن کی آباد کاری میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیا۔ بھارت سے آنے والے لاتعداد مسلمانوں کی دیکھ بھال اور انھیں محفوظ مقامات پر پہنچانے کا فریضہ فوج نے بخوبی انجام دیا۔ لاہور پہنچنے والے قافلوں کو فوری امداد دینے کے لیے فوجی جوان ہمہ وقت مستعد رہے۔ فوج کی فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن پاکستان آرڈیننس فیکٹری، فوجی فاؤنڈیشن، پاکستان لاجسٹک سیل، سگنل کور، آرٹلری، آرمی ایجوکیشن کور، پاک بحریہ اور فضائیہ سے تعلق رکھنے والے ہزاروں جوانوں نے پناہ گزینوں کے لاتعداد مسائل حل کیے۔ آرمی انجینئرنگ میں فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن کو تعمیرات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نوزائیدہ ملک کی تعمیر اتنی ہی مشکل ہے جتنا ایک نوزائیدہ بچے کی پرورش مشکل ہوتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اہم تعمیراتی منصوبہ شاہراہِ قراقرم کی تعمیر تھا۔ اس سڑک کی تعمیر کے لیے فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن کو کٹھن حالات میں پہاڑ کاٹنے، برف پوش پہاڑیاں سر کرنے اور بدلتے موسم کا مقابلہ کرنے کے بعد ۱۹۷۸ء میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس اہم شاہراہ کی تکمیل کے بعد حکومت نے اس آرگنائزیشن کو قومی اہمیت کے کئی اور اہم ترقیاتی منصوبوں پر کام کرنے کے لیے کہا۔ پاک فوج کے اس شعبہ میں لاتعداد منصوبہ جات مکمل کیے، ڈیم، عمارات، ہوائی اڈاوں اور دیگر قومی نوعیت کی تعمیرات میں فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن نے قابلِ تقلید خدمات انجام دی ہیں۔ پاکستان کی زمین سرسبز و شاداب ہونے کے ساتھ ساتھ کئی مقامات پر سیم و تھور کا شکار ہے۔ پاکستان کے کئی علاقہ جات میں سیم و تھور کے خلاف فوج نے کئی نالہ جات کی تعمیر سے بنجر زمین کو کاشت کے قابل بنایا۔ ناکارہ زمینوں پر کئی تعمیراتی کام فوج کے رہنِ منت ہیں۔ جن مقامات پر تیل نکالے جانے کی توقع تھی پاک فوج کے جوان وہاں دن رات محنت کرتے رہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے تیل کی فراہمی یقینی بنانے میں فوج نے اپنا کردار ادا کیا۔

Marfat.com

ٹیوب ویل کی تنصیب میں بھی پاک فوج قدم بہ قدم کام کر رہی ہے۔ چھوٹے ڈیم پاک فوج نے ہی تعمیر کیے۔ کوئٹہ کے نزدیک پکھ ڈیم اور سراکھولہ ڈیم آرمی انجینئرز کا شاہکار ہیں۔ ان ڈیموں سے پینے کے پانی کے علاوہ آبپاشی بھی کی جا رہی ہے۔ بگٹی مری میں پانی کا منصوبہ کامیابی سے ہم کنار ہے۔ سرداروں اور لبریشن فرنٹ کی مزاحمت کے باوجود پاک فوج نے بہت سی اراضی کاشت کے قابل بنائی۔ ۱۹۷۵ء میں کہان ڈیم تعمیر کر کے علاقہ جات کی مختلف بستیوں کو پانی فراہم کیا۔ اسلام آباد کو پانی کی فراہمی کے لیے فوج نے خان پور ڈیم اور سملی ڈیم بھی تعمیر کیے۔

دفاعِ وطن کے استحکام کے لیے ہتھیار اہم ضرورت ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک دوسرے ممالک کو بھاری قیمتوں پر ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان کو ہتھیاروں میں خود کفیل کرنے کی ضرورت تھی۔ واہ کینٹ میں پاکستان آرڈیننس فیکٹری کی تعمیر اہم ترین منصوبہ ہے۔ ۲۴، اکتوبر ۲۰۱۴ء کو راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے واہ کینٹ میں منعقدہ ایک سیمینار میں دفاع کے حوالے سے ایک مقالہ پیش کیا۔ تبسم ریحان نے ملاقات پر بتایا کہ پاکستان آرڈیننس فیکٹری (پی او ایف) ملک کا سب سے بڑا صنعتی کمپلیکس ہے۔ جو مختلف اہم دفاعی ہتھیار تیار کرتا ہے۔ ہزاروں کارکن جذبہ ملی سے سرشار دفاعی صنعت کے فروغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ جدید ترین ٹیکنالوجی سے عصرِ حاضر کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جدید ہتھیار تیار کر کے یہ ادارہ کثیر زرِمبادلہ کما رہا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہتھیار پی او ایف میں تیار کیے جاتے ہیں۔ پاک فوج کے تربیت یافتہ انجینئر اس اہم قومی ادارے کو فعال بنا رہے ہیں۔ پاکستان اور دیگر ممالک میں پی او ایف کے تیار کردہ سامان کی نہ صرف مانگ بڑھ رہی ہے بل کہ کئی ممالک اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

پاکستان آرڈیننس فیکٹری کا کام اسلحہ کی تیاری ہے لیکن اسلحہ کی مرمت، درستی اور اُسے دوبارہ کارآمد بنانے کے لیے ایک ادارہ ''ایچ آر ایف'' ہیوی ری بلڈ فیکٹری ٹیکسلا میں کام کر رہا ہے۔ یہ فیکٹری جزوی پرزہ جات تیار کر کے فوج کے علاوہ نجی صنعتی اداروں کو مال فراہم کرتی ہے۔ تجربہ کار ٹیکنیشنز اس ادارے میں ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔ فنی اعتبار سے اس ادارے کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ ادارہ اُن ہتھیاروں کو کارآمد بناتا ہے جو وقت کے ہاتھوں ٹھکرا دیے گئے ہوں۔ پرائیویٹ اداروں کو مختلف نوعیت کے ہتھیاروں کی تنصیب اور تکنیکی اعتبار سے ایچ آر ایف کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔

Marfat.com

یوں تو پاکستان میں خیر سگالی اور بھلائی کے منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے کئی ایک فاؤنڈیشنز کام کر رہی ہیں لیکن فوجی فاؤنڈیشن کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ کئی چھوٹے بڑے کارخانے، ٹیکسٹائل ملز، گنے اور کھاد کے کارخانے اسی فاؤنڈیشن کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ بنیادی طور پر فوجی فاؤنڈیشن ایک فلاحی اور امدادی ادارہ ہے لیکن اپنے کاموں کی وجہ سے ملک بھر میں اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام کئی سکول و کالج تعلیم کی روشنی بانٹ رہے ہیں۔ اِن اداروں کے نتائج نظم وضبط مثالی ہیں۔ طالبات کے لیے ووکیشنل ادارے بھی محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ سلائی، کڑھائی، زیبائش اور کمپیوٹر ایسے پروگراموں کی تکمیل سے ادارہ کی مقبولیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔

مواصلات پاکستان کی تعمیر وترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ساز وسامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ جو سامان بروقت منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکے وہ خراب ہو جاتا ہے۔ ساحلِ سمندر پر بیرونِ ملک سے آنے والا خورد ونوش کا سامان چند دنوں میں بدبودار ہو جاتا تھا۔ پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کی عدم دستیابی کی وجہ سے گندم اور دیگر اجناس کا ناقابلِ تلافی نقصان دیکھ کر پاک فوج نے نیشنل لاجسٹک سیل قائم کیا۔ یہ ادارہ ۱۹۷۸ء کو پاکستان کے یومِ آزادی کے موقع پر معرضِ وجود میں آیا۔ جنرل ضیاء الحق اور اُن کی ٹیم نے یہ ادارہ قائم کر کے بہت سی سہولیات فراہم کیں۔ بندرگاہوں کے علاوہ اس ادارہ نے ملک کے کونے کونے سے سامان ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۴، اگست ۱۹۷۸ء کو کابینہ کے اس فیصلہ کو پاک فوج نے بہت سراہا۔ اس ادارے کو نئی گاڑیاں فراہم کی گئیں اور پھر اس ادارہ نے اپنی کارگزاری سے ٹرانسپورٹ کا نظام بطریقِ احسن سنبھالا۔ مویشی اور اجناس کی ترسیل میں نیشنل لاجسٹک سیل کے جوانوں نے بندرگاہوں پر آئے ہوئے سامان کو ضائع ہونے سے بچا کر بہت بڑی قومی خدمت انجام دی۔ پاکستان کی اوّلین بندرگاہ چوں کہ کراچی میں ہے اس لیے وہاں پر آنے والا ساز وسامان فی الفور رابطے اور اہلیت کا تقاضا رکھتا ہے۔ پاک فوج کے جوانوں کی وجہ سے نیشنل لاجسٹک سیل کراچی بندرگاہ کی کارگزاری کافی حد تک بہتر ہو چکی ہے۔ این ایل سی نے کئی جزوی ادارے بھی قائم کیے۔ گاڑیوں کی دیکھ بھال، ٹائر ٹیوب تیار کرنے اور مواصلاتی ٹیکس کا حساب رکھنے کے ادارے کامیابی سے رواں دواں ہیں۔

پیغام رسانی دورِ جدید کی اہم ضرورت ہے۔ ماضی میں پاک فوج کی سگنل کور نے تاروں کے

Marfat.com

ذریعے محاذِ جنگ اور دیگر مقامات پر رابطہ قائم کرنے کی خدمات انجام دیں۔تاروں کے بعد وائرلیس منظرِ عام پر آیا اور آج کل سگنل کور موبائل، نیٹ اور دیگر جدید ذرائع سے پاکستان اور دنیا بھر میں رابطے کا ذریعہ ہے۔سگنل کور نے تمام جنگوں میں رابطہ لائن بحال کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

پاکستان کی فضاء میں دشمن کے طیاروں کے خلاف آرٹلری اور ایئر ڈیفنس کے شعبہ جات کی خدمات سے کون واقف نہیں ہے؟ ان دونوں شعبہ جات نے دشمن کے بہت سے طیارے زمین بوس کر کے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔پاک فوج نے اپنے لاتعداد اداروں میں تعلیم سے استفادہ کرنے کے لیے آرمی ایجوکیشن کور کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔فوج سے تعلق رکھنے والے بہت سے جوان علم وشعور کی روشنی بانٹ رہے ہیں۔پیشہ ورانہ مہارت میں علم اور تجربے سے فیض یاب ہونا کامیابی کی دلیل ہے۔ایجوکیشن کور میں بہت سے دانش ور، شاعر وادیب اور مفکر موجود ہیں۔آرمی کا اپنا مجلّہ ''ہلال'' بھی پاک فوج اور عوام کے درمیان رابطے کا باعث ہے۔بہت سی چھاؤنیوں میں ہر سال تحریر وتقریر کے مقابلے منعقد کیے جاتے ہیں۔جوانوں میں جذبۂ حب وطنی اُجاگر کرنے میں بھی فوج کا کردار قابلِ ستائش ہے۔علم پھیلانے کی مہم میں ''آرمی پبلک سکول'' فوج کی زیرِ نگرانی کام کر رہے ہیں۔تقریباً ہر ضلع میں آرمی پبلک سکول تعلیم کے فروغ میں مصروفِ عمل ہیں۔

پاک بحریہ سمندر، زمین اور بالائے زمین کام کرتی ہے۔لہروں سے نبرد آزما ہونے والے جوانوں نے ہمارے ساحل کے دفاع میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ہمارا سمندری کنارہ آج بحریہ کی وجہ سے اہم ترین تجارتی مرکز ہے۔پاک بحریہ نے ملکی دریاؤں اور ساحلوں کا سروے کر کے ترقیاتی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اس نے بحری تجارت کے فروغ کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کی، پانی اور سمندروں سے متعلق تحقیق اور جہاز رانی کو بہتر بنانے کا سہرا بھی نیوی ہی کے سر ہے۔کراچی کی بندرگاہ کی توسیع اور نئی بندرگاہ پورٹ قاسم کا قیام بھی ہماری بحریہ کا کارنامہ ہے۔فٹی کریک میں نئی بندرگاہ قاسم کے قیام سے سمندری سروے، لہروں کے مشاہدے جہاز رانی کے لیے مناسب علاقوں کی نشاندہی میں بھی بڑی مدد ملی ہے۔پاک بحریہ کے ڈاک یارڈ نے افراد کو فنی تربیت دے کر ملک کو صنعتی ترقی کی طرف گامزن کرنے اور جہاز سازی میں خاطر خواہ کردار ادا کیا۔پاک فضائیہ کا مسلح افواج میں مرکزی کردار ہے۔قیامِ پاکستان کے بعد دشمن نے جب بھی ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہماری فضائیہ نے اُس کا منہ توڑ جواب دیا۔۱۹۶۵ء میں شاہینوں کے شہر سرگودھا کی فضاء کو ایم ایم عالم نے بھارتی طیاروں کا قبرستان بنا دیا۔فضائی جنگ کا یہ عالمی ریکارڈ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ایئر مارشل محمد اصغر خان کا فضائی ریکارڈ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ہماری فضائیہ نے شاہینوں کی طرح بھارتی طیاروں

Marfat.com

کو کرگس سمجھ کر لوتھڑوں میں تبدیل کر دیا۔ شہری ہوابازی میں شامل ہونے والے پائلٹوں اور زمینی سٹاف، قومی ائر لائنز میں فلائنگ اور تکنیکی عملے کا تعلق بھی فضائیہ سے ہی ہے۔ پاک فضائیہ نے بہت سے اداروں کو فنی ماہرین بھی مہیا کیے ہیں۔ ان میں پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن، پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی اور ایسی فرمیں شامل ہیں جن کا تعلق یا تو موبائیل انجینئرنگ، بجلی کا ساز وسامان اور وائرلیس کے پُرزے بنانے سے ہے یا یہ شعبے ملک کی تکنیکی ترقی کا باعث ہیں۔ فضائیہ ایرونائیکل انجینئرنگ اور الیکٹرانکس کی تعلیم بھی دیتی ہے۔ سماوی آفات کے دوران فضائیہ نے دُور دراز علاقوں میں متاثرہ افراد کے لیے کھانے پینے کی اشیاء اور دوسرا سامان پہنچا کر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

عوام کو پاک فوج پر بہت اعتماد ہے۔ آج پاکستان کے استحکام میں فوج مرکزی کردار ادا کر رہی ہے۔ میاں نواز شریف کی حکومت نے چند سال قبل فوج کو سکولوں کے سروے پر تعینات کیا تو فوج نے کم از کم ڈیڑھ ہزار ایسے سکولوں کا سراغ لگایا جن کا وجود نہیں ہے۔ انھیں ''گھوسٹ سکول'' قرار دیا گیا ہے۔ بجلی کے میٹر گھروں سے باہر لگوا کر لاتعداد قومی سرمایہ محفوظ کرنے میں فوجی جوانوں کی محنت شامل ہے۔ زلزلہ متاثرین، سیلاب زدگان اور ایمرجنسی کی صورت میں بھی فوج ہی ملک کو سہارا دیتی ہے۔ کراچی میں دہشت گردی کے طوفان کو روکنے کے لیے پاکستان رینجرز نے فوج کی زیرِ نگرانی کامیابی حاصل کی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، ایٹمی پلانٹ، ہوائی اڈوں، حتیٰ کہ دیگر اہم قومی تنصیبات کے دفاع کے لئے بھی پاک فوج کے جوان ہمہ تن مستعد رہتے ہیں۔ وزراء اعلیٰ، گورنرز، صدر، وزیر اعظم پاکستان کی سیکورٹی اور دیگر اُمور کی انجام دہی میں بھی فوج کسی نہ کسی طور اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ ارضی وسماوی امتحانات میں قوم کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے والا چاق وچوبند ادارہ فوج ہی کا ہے۔ یوں تو قیام پاکستان سے لے کر اب تک فوج نے سول انتظامیہ کی خدمت میں کوئی کمی آنے نہ دی لیکن جنرل راحیل شریف کی قیادت میں تو فوج نے سول کے ساتھ ہر محاذ پر قومی تحفظ اور بقاء کے لیے تاریخی خدمات انجام دی ہیں۔ سانحہ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء، ۱۸ ستمبر ۲۰۱۵ء، زلزلہ اکتوبر ۲۰۱۵ء اور وزیرستان میں دہشت گردوں کے خاتمہ کے لیے ضربِ عضب میں ہزاروں فوجی جوانوں نے جامِ شہادت نوش کر کے قومی خدمت کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ دہشت گردوں کے خلاف فوری کارروائی کے لیے فوجی عدالتوں کا قیام جنرل راحیل شریف کا ہی کارنامہ ہے۔ نیشنل ایکشن پلان اور سیکورٹی کونسل آف پاکستان کو فعال بنانے میں بھی فوج کا کردار قابلِ ستائش ہے۔ پاکستان کی مختلف جیلوں میں سزائے موت کے بہت سے

Marfat.com

مجرموں کو تختۂ دار تک لانے میں بھی جنرل راحیل شریف کی کاوشیں شامل ہیں۔اندرونی و بیرونی دفاع کے لیے نامساعد حالات میں فوج جس باوقار طریقے سے عصرِ حاضر (نومبر ۲۰۱۵ء) میں خدمات انجام دے رہی ہے اسے قومی حمایت اور تعاون بھرپور انداز میں مل رہا ہے۔

کتاب کو طوالت سے بچانے کے لیے اہلِ اقتدار کی فہرست شامل کی جا رہی ہے۔راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کی کتاب ''پاکستان سب کے لیے'' اور زاہد حسین انجم کی مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے آئینۂ حکمرانی حاضر ہے۔

گورنر جنرل (Governor Generals)

۱۔	قائداعظم محمد علی جناح	۱۵، اگست ۱۹۴۷ء تا ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء
۲۔	خواجہ ناظم الدین	۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء تا ۱۷، اکتوبر ۱۹۵۱ء
۳۔	ملک غلام محمد	۱۹، اکتوبر ۱۹۵۱ء تا ۱۵، اکتوبر ۱۹۵۵ء
۴۔	میجر جنرل سکندر مرزا	۶، اکتوبر ۱۹۵۵ء تا ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء

نوٹ:۔ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کے آئین کے نفاذ کے بعد پاکستان کو جمہوریہ قرار دے دیا گیا تھا۔ اس لیے گورنر جنرل کی جگہ صدر کو مملکت کا سربراہ بنا دیا گیا۔

پاکستان کے صدور (Presidents)

۱۔	میجر جنرل سکندر مرزا	۱۳ مارچ ۱۹۵۶ء تا اکتوبر ۱۹۵۸ء
۲۔	فیلڈ مارشل محمد ایوب خان	۲۷، اکتوبر ۱۹۵۸ء تا ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء
۳۔	جنرل آغا محمد یحییٰ خان	۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء تا ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء
۴۔	مسٹر ذوالفقار علی بھٹو	۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۲۳، اگست ۱۹۷۳ء
۵۔	مسٹر فضل الٰہی چودھری	۱۴، اگست ۱۹۷۳ء تا ۱۲، ستمبر ۱۹۷۸ء
۶۔	جنرل محمد ضیاء الحق	۱۶، ستمبر ۱۹۷۸ء تا ۱۸، اگست ۱۹۸۸ء
۷۔	جناب غلام اسحٰق خان	۱۷، اگست ۱۹۸۸ء تا ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء
۸۔	وسیم سجاد (قائم مقام)	۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء تا ۱۳، نومبر ۱۹۹۳ء

Marfat.com

۹۔	سردار فاروق احمد لغاری	۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء تا ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء
۱۰۔	وسیم سجاد (قائم مقام)	۲ دسمبر ۱۹۹۷ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۷ء
۱۱۔	جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ	یکم جنوری ۱۹۹۸ء تا ۲۰ جون ۲۰۰۱ء
۱۲۔	جنرل پرویز مشرف	۲۰ جون ۲۰۰۱ تا ۱۸، اگست ۲۰۰۸ء
۱۳۔	میاں محمد سومرو (قائم مقام)	۱۸، اگست ۲۰۰۸ تا ۹ ستمبر ۲۰۰۸ء
۱۴۔	آصف علی زرداری	۹ ستمبر ۲۰۰۸ تا ۸ ستمبر ۲۰۱۳ء
۱۵۔	ممنون حسین	۹ ستمبر ۲۰۱۳ تا ________

پاکستان کے نائب صدر (Vice President)

۱۔	جناب نور الامین	۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء

پاکستان کے وزرائے اعظم (Prime Ministers)

۱۔	خان لیاقت علی خان	۱۵، اگست ۱۹۴۷ء تا ۱۶، اکتوبر ۱۹۵۱ء
۲۔	خواجہ ناظم الدین	۱۹، اکتوبر ۱۹۵۱ء تا ۱۷، اپریل ۱۹۵۳ء
۳۔	محمد علی بوگرہ	۱۷، اپریل ۱۹۵۳ء تا ۱۱، اگست ۱۹۵۵ء
۴۔	چودھری محمد علی	۱۱، اگست ۱۹۵۵ء تا ۱۲، ستمبر ۱۹۵۶ء
۵۔	حسین شہید سہروردی	۱۲ دسمبر ۱۹۵۶ء تا ۱۸، اکتوبر ۱۹۵۷ء
۶۔	آئی آئی چندریگر	۱۸، اکتوبر ۱۹۵۷ء تا ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء
۷۔	ملک فیروز خان نون	۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء تا ۷، اکتوبر ۱۹۵۸ء
۸۔	جنرل محمد ایوب خان	۲۴، اکتوبر ۱۹۵۸ء تا ۲۷، اکتوبر ۱۹۵۸ء
۹۔	مسٹر نور الامین (نامزد)	۷ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء
۱۰۔	مسٹر ذوالفقار علی بھٹو	۱۴، اگست ۱۹۷۳ء تا ۵ جولائی ۱۹۷۷ء
۱۱۔	مسٹر محمد خان جونیجو	۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء تا ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء
۱۲۔	محترمہ بے نظیر بھٹو	۲ دسمبر ۱۹۸۸ء تا ۶، اگست ۱۹۹۰ء
۱۳	غلام مصطفٰی جتوئی (نگران وزیر اعظم)	۶، اگست ۱۹۹۰ء تا ۶ نومبر ۱۹۹۰ء

Marfat.com

۱۴۔	میاں محمد نواز شریف	۶ نومبر ۱۹۹۰ تا ۱۸، اپریل ۱۹۹۳ء
	= = =	اور ۲۶ مئی سے ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ تک
۱۵۔	بلخ شیر مزاری (نگران)	۱۸، اپریل تا ۲۶ مئی ۱۹۹۳ء
۱۶۔	معین احمد قریشی (نگران)	۱۸ مئی ۱۹۹۳ء تا ۱۹، اکتوبر ۱۹۹۳ء
۱۷۔	محترمہ بے نظیر بھٹو	۱۹، اکتوبر ۱۹۹۳ء تا ۵ نومبر ۱۹۹۶ء
۱۸۔	ملک معراج خالد	۵ نومبر ۱۹۹۶ء تا ۱۶ فروری ۱۹۹۷ء
۱۹۔	میاں محمد نواز شریف	۱۶ فروری ۱۹۹۷ء تا ۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء
۲۰۔	میر ظفر اللہ خان جمالی	۲۳ نومبر ۲۰۰۲ء تا ۲۶ جون ۲۰۰۴ء
۲۱۔	چودھری شجاعت حسین (نگران)	۲۷ جون تا ۲۵، اگست ۲۰۰۴ء
۲۲۔	شوکت عزیز	۲۷، اگست ۲۰۰۴ تا ۱۵ نومبر ۲۰۰۷ء
۲۳۔	محمد میاں سومرو (نگران)	۱۶ نومبر ۲۰۰۷ تا ۲۴ مارچ ۲۰۰۸ء
۲۴۔	سید یوسف رضا گیلانی	۲۵ مارچ ۲۰۰۸ء تا اپریل ۲۰۱۲ء
۲۵۔	راجہ پرویز اشرف	۲۲ جون ۲۰۱۲ تا ۲۵ مارچ ۲۰۱۳ء
۲۶۔	میر ہزار خان کھوسو (نگران)	۲۴ مارچ ۲۰۱۳ تا ۵ جون ۲۰۱۳ء
۲۷۔	میاں محمد نواز شریف	۵ جون ۲۰۱۳ء تا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نائب وزیر اعظم

۱۔	چودھری پرویز الٰہی	۲۵ جون ۲۰۱۲ء تا ۱۶ مارچ ۲۰۱۳ء

چیف ایگزیکٹو

۱۔	جنرل پرویز مشرف	۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء تا ۲۳ نومبر ۲۰۰۹ء

پاکستان کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹرز

۱۔	فیلڈ مارشل محمد ایوب خان	۷، اکتوبر ۱۹۵۸ء تا ۸ جون ۱۹۶۲ء
۲۔	جنرل آغا محمد یحییٰ خان	۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء تا دسمبر ۱۹۷۱ء

Marfat.com

۳۔	ذوالفقار علی بھٹو	۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء
۴۔	جنرل محمد ضیاء الحق	۵ جولائی ۱۹۷۷ء تا ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء
۵۔	جنرل پرویز مشرف (چیف ایگزیکٹیو)	۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء تا ۱۹ جون ۲۰۰۱ء

چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی

۱۔	جنرل محمد شریف	یکم مارچ ۱۹۷۶ء۔ نومبر ۱۹۷۸ء
۲۔	جنرل محمد اقبال	نومبر ۱۹۷۸ء۔ مارچ ۱۹۸۴ء
۳۔	جنرل رحیم الدین	۲۲ مارچ ۱۹۸۴ء۔ ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء
۴۔	جنرل اختر عبدالرحمٰن	۱۷ مارچ ۱۹۸۷ء۔ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء
۵۔	ایڈمرل افتخار احمد سروہی	نومبر ۱۹۸۸ء۔ ۷ نومبر ۱۹۹۴ء
۶۔	لیفٹیننٹ جنرل شمیم عالم خاں	۹ نومبر ۱۹۹۱ء۔ ۹ نومبر ۱۹۹۴ء
۷۔	ائیر چیف مارشل فاروق فیروز خاں	۹ نومبر ۱۹۹۴ء۔ ۹ نومبر ۱۹۹۷ء
۸۔	جنرل جہانگیر کرامت	۹ نومبر ۱۹۹۷ء۔ ۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء
۹۔	جنرل پرویز مشرف	۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء
۱۰۔	جنرل محمد عزیز خاں	۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔ ۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء
۱۱۔	جنرل احسان الحق	۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء۔ تا حال

مسلح افواج کے سربراہ

بری فوج کمانڈر انچیف

۱۔	جنرل سر فرینک میسروی	۱۵ اگست ۱۹۴۷ء۔ ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء
۲۔	جنرل سر ڈگلس گریسی	۱۱ فروری ۱۹۴۸ء۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء
۳۔	جنرل محمد ایوب خاں	۱۷ جنوری ۱۹۵۱ء۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء
۴۔	جنرل محمد موسیٰ خاں	۲۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۶ء

Marfat.com

۵۔	جنرل آغا محمد یحییٰ خاں	۱۷ ستمبر ۱۹۶۶ء۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء
۶۔	لیفٹیننٹ جنرل گل حسن	۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء۔ ۳ مارچ ۱۹۷۲ء

چیفس آف سٹاف

۷۔	جنرل ٹکا خاں	۳ مارچ ۱۹۷۲ء۔ یکم مارچ ۱۹۷۶ء
۸۔	جنرل محمد ضیاء الحق	یکم مارچ ۱۹۷۶ء۔ ۱۷، اگست ۱۹۸۸ء
۹۔	جنرل مرزا اسلم بیگ	۱۷، اگست ۱۹۸۸ء۔ ۱۶، اگست ۱۹۹۱ء
۱۰۔	جنرل آصف نواز جنجوعہ	۱۷، اگست ۱۹۹۱ء۔ ۸ جنوری ۱۹۹۳ء
۱۱۔	جنرل عبدالوحید کاکڑ	۱۲ جنوری ۱۹۹۳ء۔ ۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء
۱۲۔	جنرل جہانگیر کرامت	۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء۔ ۷، اکتوبر ۱۹۹۸ء
۱۳۔	جنرل پرویز مشرف	۷، اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ ۲۸ نومبر ۲۰۰۷ء
۱۴۔	جنرل اشفاق پرویز کیانی	۲۸ نومبر ۲۰۰۷ء۔ ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء
۱۵۔	جنرل راحیل شریف	۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء ۔تادم تحریر (۱۴ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

پاک بحریہ

۱۔	ریئر ایڈمرل جیفو روڈ جیمز ولفریڈ	۱۵، اگست ۱۹۴۷ء۔ ۲ فروری ۱۹۵۳ء
۲۔	ریئر ایڈمرل حاجی محمد صدیق چودھری	۲ فروری ۱۹۵۳ء۔ ۲۷ فروری ۱۹۵۹ء
۳۔	وائس ایڈمرل اے آر خاں	۲۷ فروری ۱۹۵۹ء۔ ۷، اکتوبر ۱۹۶۶ء
۴۔	وائس ایڈمرل ایس ایم احسن	۱۷، اکتوبر ۱۹۶۶ء۔ ۳۱، اگست ۱۹۶۹ء
۵۔	وائس ایڈمرل مظفر حسن	یکم ستمبر ۱۹۶۹ء۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء
۶۔	وائس ایڈمرل حسن حفیظ احمد	۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۵ء

چیف آف سٹاف

۷۔	ایڈمرل محمد شریف	۲۲ مارچ ۱۹۷۵ء۔ ۲۱ مارچ ۱۹۷۹ء
۸۔	ایڈمرل کے آر نیازی	۲۱ مارچ ۱۹۷۹ء۔ ۲۱ مارچ ۱۹۸۳ء

Marfat.com

۹۔	ایڈمرل طارق کمال خاں	۲۱مارچ۱۹۸۳ء۔۱۰،اپریل۱۹۸۶ء
۱۰۔	ایڈمرل افتخار احمد سروہی	۱۰،اپریل۱۹۸۶ء۔۱۰،اپریل۱۹۸۸ء
۱۱۔	ایڈمرل یستور الحق	۱۰نومبر۱۹۸۸ء۔۱۰نومبر۱۹۹۱ء
۱۲۔	ایڈمرل سعید ایم خان	۱۰نومبر۱۹۹۴ء۔۹نومبر۱۹۹۴ء
۱۳۔	ایڈمرل منصور الحق	۹نومبر۱۹۹۴ء۔۳۰،اپریل۱۹۹۷ء
۱۴۔	ایڈمرل فصیح بخاری	۲مئی۱۹۹۷ء۔۲،اکتوبر۱۹۹۹ء
۱۵۔	ایڈمرل عبدالعزیز مرزا	۶،اکتوبر۱۹۹۹ء۔۷،اکتوبر۲۰۰۲ء
۱۶۔	ایڈمرل شاہد کریم اللہ	۷،اکتوبر۲۰۰۲ء۔۷،اکتوبر۲۰۰۵ء
۱۷۔	ایڈمرل افضل طاہر	۷،اکتوبر۲۰۰۵ء۔۷ ،اکتوبر۲۰۰۸ء
۱۸۔	ایڈمرل نعمان بشیر	۷،اکتوبر۲۰۰۸ء۔ ۷،اکتوبر۲۰۱۱ء
۱۹۔	ایڈمرل محمد آصف سندھیلہ	۷،اکتوبر۲۰۱۱ء۔ ۷،اکتوبر۲۰۱۴ء
۲۰۔	ایڈمرل محمد ذکاءاللہ	۷،اکتوبر۲۰۱۴ء ۔ تادم تحریر(۱۴،اکتوبر۲۰۱۵ء)

پاک فضائیہ۔کمانڈر انچیف

۱۔	ایئر وائس مارشل ایل پیری کین	۵،اگست۱۹۴۷ء۔۸فروری۱۹۴۹ء
۲۔	ایئر وائس مارشل آر ایل ایچر لے	۱۹فروری۱۹۴۹ء۔۶مئی۱۹۵۱ء
۳۔	ایئر وائس مارشل ایل ڈبلیو کین	۷مئی۱۹۵۱ء۔۱۹جون۱۹۵۵ء
۴۔	ایئر وائس مارشل ایل ڈبلیو میکڈونلڈ	۲۰جون۱۹۵۵ء۔۲۲جولائی۱۹۵۷ء
۵۔	ایئر مارشل اصغر خاں	۲۳جولائی۱۹۵۷ء۔۲۲جولائی۱۹۶۵ء
۶۔	ایئر مارشل ایم نور خاں	۲۳جولائی۱۹۶۵ء۔۳۱،اگست۱۹۶۹ء۔
۷۔	ایئر مارشل اے رحیم خاں	یکم ستمبر۱۹۶۹ء۔۲مارچ۱۹۷۲ء

چیف آف سٹاف

۸۔	ایئر مارشل ظفر چودھری	۳مارچ۱۹۷۲ء۔۱۴،اپریل۱۹۷۴ء

Marfat.com

۹۔	ایئر چیف مارشل ذوالفقار علی خاں	۱۵، اپریل ۱۹۷۴ء۔۲۲ جولائی ۱۹۷۸ء
۱۰	ایئر چیف مارشل ایم انور شمیم	۲۲ جولائی ۱۹۷۸ء۔۵ مارچ ۱۹۸۵ء
۱۱۔	ایئر چیف مارشل جمال اے خاں	۶ مارچ ۱۹۸۵ء۔۸ مارچ ۱۹۸۸ء
۱۲۔	ایئر چیف مارشل حکیم اللہ	۸ مارچ ۱۹۸۸ء۔۹ مارچ ۱۹۹۱ء
۱۳۔	ایئر چیف مارشل فاروق فیروز خاں	۹ مارچ ۱۹۹۱ء۔۹ نومبر ۱۹۹۴ء
۱۴۔	ایئر چیف مارشل عباس ایچ خٹک	۹ نومبر ۱۹۹۴ء۔۸ نومبر ۱۹۹۷ء
۱۵۔	ایئر چیف مارشل پرویز مہدی	۸ نومبر ۱۹۹۷ء۔۲۰ نومبر ۲۰۰۰ء
۱۶۔	ایئر چیف مارشل مصحف علی میر	۲۰ نومبر ۲۰۰۰ء۔۲۰ فروری ۲۰۰۳ء
۱۷۔	ایئر چیف مارشل کلیم سعادت	۱۹ مارچ ۲۰۰۳ء۔۱۸ مارچ ۲۰۰۶ء
۱۸۔	ایئر چیف مارشل تنویر محمود احمد	۱۸ مارچ ۲۰۰۶ء۔۱۸ مارچ ۲۰۰۹ء
۱۹۔	ائیر چیف مارشل راؤ قمر سلیمان	۱۸ مارچ ۲۰۰۹ء۔۱۹ مارچ ۲۰۱۲ء
۲۰	ائیر چیف مارشل طاہر رفیق بٹ	۱۹ مارچ ۲۰۱۲ء۔۱۹ مارچ ۲۰۱۵ء
۲۱۔	ائیر چیف مارشل سہیل امان	۱۹ مارچ ۲۰۱۵ء۔

چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان

۱۔	مسٹر جسٹس میاں عبدالرشید	۲۷ جون ۱۹۴۹ء۔۲۸ جون ۱۹۵۴ء
۲۔	مسٹر جسٹس محمد منیر	۲۹ جون ۱۹۵۴ء۔۲ مئی ۱۹۶۰ء
۳۔	مسٹر جسٹس شہاب الدین	۲ مئی ۱۹۶۰ء۔۱۲ مئی ۱۹۶۰ء
۴۔	مسٹر جسٹس اے آر کارنیلئس	۱۳، مئی ۱۹۶۰ء۔۲۹ فروری ۱۹۶۸ء
۵۔	مسٹر جسٹس ایس اے رحمان	یکم مارچ ۱۹۶۸ء۔۳ جون ۱۹۶۸ء
۶۔	مسٹر جسٹس فضل اکبر	۴ جون ۱۹۶۸ء۔۱۷ نومبر ۱۹۶۸ء
۷۔	مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن	۱۸ نومبر ۱۹۶۸ء۔۳۰، اکتوبر ۱۹۷۵ء

Marfat.com

۸۔	مسٹر جسٹس یعقوب علی خاں	یکم نومبر ۱۹۷۵ء۔۲۲ستمبر ۱۹۷۷ء
۹۔	مسٹر جسٹس انوار الحق	۲۳ستمبر ۱۹۷۷ء۔۲۵مارچ ۱۹۸۱ء
۱۰۔	مسٹر جسٹس محمد حلیم	۲۵مارچ ۱۹۸۱ء۔۳۱دسمبر ۱۹۸۹ء
۱۱۔	مسٹر جسٹس محمد افضل ظلہ	یکم جنوری ۱۹۹۰ء۔۱۳،اپریل ۱۹۹۳ء
۱۲۔	مسٹر جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ	۱۸،اپریل ۱۹۹۳ء۔۱۴،اپریل ۱۹۹۴ء
۱۳۔	مسٹر جسٹس سعد سعود جان (قائم مقام)	۱۵،اپریل ۱۹۹۴ء۔۵ جون ۱۹۹۴ء
۱۴	مسٹر جسٹس سجاد علی شاہ	۵ جون ۱۹۹۴ء۔۲۳دسمبر ۱۹۹۷ء
۱۵۔	مسٹر جسٹس اجمل میاں	۲۳دسمبر ۱۹۹۷ء۔یکم جولائی ۱۹۹۹ء
۱۶۔	مسٹر جسٹس سعید الزمان صدیقی	یکم جولائی ۱۹۹۹ء۔جنوری ۲۰۰۰ء
۱۷۔	مسٹر جسٹس ارشاد حسن خاں	جنوری ۲۰۰۰ء۔۶ جنوری ۲۰۰۲ء
۱۸۔	مسٹر جسٹس بشیر جہانگیری	۷جنوری ۲۰۰۲ء۔یکم فروری ۲۰۰۲ء
۱۹۔	مسٹر جسٹس شیخ ریاض احمد	یکم فروری ۲۰۰۲ء۔۳۱دسمبر ۲۰۰۳ء
۲۰۔	مسٹر جسٹس ناظم حسین صدیقی	۳۱دسمبر ۲۰۰۳ء۔۲۶مئی ۲۰۰۵ء
۲۱۔	مسٹر جسٹس افتخار محمد چودھری	۳۰جون ۲۰۰۵ء۔ (معطلی ۹مارچ ۲۰۰۷۔بحالی ۲۰جولائی ۲۰۰۷ء)
۲۲۔	مسٹر جسٹس جاوید اقبال (قائم مقام)	۹مارچ ۲۰۰۷ء۔۲۴مارچ ۲۰۰۷ء
۲۳۔	مسٹر جسٹس رانا بھگوان داس (قائم مقام)	۲۴مارچ ۲۰۰۷ء۔۲۰جولائی ۲۰۰۷ء
۲۴	جسٹس تصدق حسین جیلانی	۳۰جون ۲۰۰۵ء۔۱۱دسمبر ۲۰۱۳ء
۲۵	جسٹس ناصر الملک	۶جولائی ۲۰۱۴ء۔ تادمِ تحریر (۱۴ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس

۱۔	مسٹر جسٹس صلاح الدین	۲۶مئی ۱۹۸۰ء۔۳۰مئی ۱۹۸۱ء
۲۔	مسٹر جسٹس آفتاب حسین	۳۰مئی ۱۹۸۱ء۔نومبر ۱۹۸۴ء

Marfat.com

۳۔	مسٹر جسٹس محمد خاں (قائم مقام)	۷ نومبر ۱۹۸۴ء۔ ۱۲، اگست ۱۹۸۵ء
۴۔	مسٹر جسٹس سردار فخر عالم	۱۲، اگست ۱۹۸۵ء۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء
۶۔	مسٹر جسٹس گل محمد خاں	۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء تا ۱۸، اکتوبر ۱۹۸۷ء
۷۔	مسٹر جسٹس فخر الدین شیخ	۱۸، اکتوبر ۱۹۸۷ء۔ ۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء
۸۔	مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن	۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء۔ ۱۷ نومبر ۱۹۹۲ء
۹۔	مسٹر جسٹس میر ہزار خاں کھوسو	۱۷ نومبر ۱۹۹۲ء تا ۱۹ جولائی ۱۹۹۴ء
۱۰۔	مسٹر جسٹس نذیر احمد بھٹی	۱۹ جولائی ۱۹۹۴ء۔ دسمبر ۱۹۹۶ء
۱۱۔	مسٹر جسٹس محبوب احمد	۴ جنوری ۱۹۹۷ء۔ جنوری ۲۰۰۰ء
۱۲۔	مسٹر جسٹس فضل الٰہی	۱۲ جنوری ۲۰۰۰ء۔ ۱۲ جنوری ۲۰۰۳ء
۱۳۔	مسٹر جسٹس اعجاز یوسف	۱۴ جنوری ۲۰۰۳ء۔ ۱۶ مئی ۲۰۰۶ء
۱۴۔	مسٹر جسٹس حاذق الخیری	۵ جون ۲۰۰۶ء۔ ۵ جون ۲۰۰۹ء
۱۵۔	جسٹس آغا رفیق احمد خان	۵ جون ۲۰۱۴ء۔ ۴ جون ۲۰۱۴ء
۱۶۔	جسٹس ریاض احمد خان	۷ مارچ ۲۰۱۵ء۔

چیئرمینز نیب

۱۔	لیفٹیننٹ جنرل سعید محمد امجد	۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۰ء
۲۔	لیفٹیننٹ جنرل خالد مقبول	یکم ستمبر ۲۰۰۰ء تا ۲۷، اکتوبر ۲۰۰۱ء
۳۔	لیفٹیننٹ جنرل منیر حافظ	اکتوبر ۲۰۰۱ء تا ۲۰، اکتوبر ۲۰۰۵ء
۴۔	لیفٹیننٹ جنرل (ر) شاہد عزیز	۱۰ نومبر ۲۰۰۵ء تا ۴ جولائی ۲۰۰۷ء
۵۔	نوید احسن	۶ جولائی ۲۰۰۷ء تا ۱۳ جون ۲۰۱۰ء
۶۔	جسٹس (ر) دیدار حسین شاہ	۱۰، اکتوبر ۲۰۱۰ء تا ۱۱ مارچ ۲۰۱۱ء
۷۔	ایڈمرل (ر) فصیح بخاری	۱۶، اکتوبر ۲۰۱۱ء تا ۲۸ مئی ۲۰۱۳ء
۸۔	قمر الزمان چودھری	۱۱، اکتوبر ۲۰۱۳ء

Marfat.com

چیئرمینز پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن

۱۔	ڈاکٹر نذیر احمد	۱۱، اپریل ۱۹۵۶ء تا ۱۴ مارچ ۱۹۶۰ء
۲۔	ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی	۱۵، مارچ ۱۹۶۰ء تا ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء
۳۔	منیر احمد	اپریل ۱۹۷۲ء تا ۱۹۹۱ء
۴۔	ڈاکٹر اشفاق احمد	اپریل ۱۹۹۱ء تا ۲۰۰۱ء
۵۔	پرویز بٹ	۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء تا ۱۵ اپریل ۲۰۰۶ء
۶۔	انور علی	۱۶ اپریل ۲۰۰۶ء تا ۱۵ اپریل ۲۰۰۹ء
۷۔	ڈاکٹر انصر پرویز	۱۷ اپریل ۲۰۰۹ء تا

☆-☆-☆

ہمیں اُس پار سے کوئی بلاوا بھی نہیں آیا
تو پھر ہم کون ہیں؟ اور کس لیے پن گھٹ پہ بیٹھے ہیں

Marfat.com

بھارت کا جنگی جنون

اور

اُس کا منہ توڑ جواب

اِدھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

Marfat.com

پاکستان کے خلاف بھارتی عزائم

مقابلۂ باطل کی اسلامی روایات

فوجِ اسلام کے عظیم سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ نے جونہی اعلانِ نبوت فرمایا اہلِ مکہ ان کے مخالف ہوگئے۔ وہ لوگ جو آپ ﷺ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے انھوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے رب العالمین کا پیغام مخلوق تک پہنچانے کے لیے صفا کی پہاڑی سے دعوتِ حق کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ کے قریبی ساتھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ چھپ چھپ کر عبادت کا سلسلہ بڑھنے لگا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے کھلے عام عبادت اور دعوتِ دین شروع ہوگئی۔ مکہ کے سرداروں نے محسنِ کائنات ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ ﷺ اور آپ کے ماننے والوں نے ہر صعوبت خندہ پیشانی سے برداشت کی۔ ہجرت حبشہ کے بعد بھی مکہ کی زمیں کو آپ ﷺ کے لیے تنگ کر دیا گیا۔ کفار نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں سے سماجی تعلق منقطع کر دیا۔ شعبِ ابی طالب کے جاں فرسا لمحات کیسے فراموش کیے جاسکتے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد تاجدارِ کائنات ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ ایسے بصیرت افروز فیصلوں نے ایک پُرامن ریاست کی فضا قائم کر دی۔ قریشِ مکہ نے مدینہ میں بھی حضور پاک ﷺ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈوں سے اہلِ اسلام کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ مخالفت، الزام تراشی اور اذیت دینے کا کوئی موقع مشرکینِ مکہ نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد ایک اور بڑی ہجرت اسلام کے نام پر برعظیم پاک و ہند میں رونما ہوئی۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب (قرآن پاک) نام پر ایک نظریاتی مملکت پاکستان ۲۶۔۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ را گست ۱۹۴۷ء ظہور پذیر ہوئی۔ دس لاکھ سے زائد کلمہ گو شہید کر دیئے گئے۔ بھارت نے ہماری آزادی کو تسلیم نہیں کیا۔ تاجِ برطانیہ کی طرف سے تقسیمِ ہند کر دی گئی۔ دو آزاد اور خود مختار

Marfat.com

ملک دنیا کے نقشے پر ابھرے ''ہندوستان اور پاکستان''۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف نے حد بندی بھی کردی لیکن ہندوستان نے ہماری خودمختاری، آزادی اور سلامتی کا احترام نہ کیا۔ پاکستان کے قیام کا اعلان ہوتے ہی ہجرت کرنے والے قافلوں پر غیر مسلموں نے تلواروں، بندوقوں، سنگینوں سے حملے شروع کر دیئے۔ پُر امن مہاجرین کا پیچھا کیا گیا۔ جس طرح نبی پاک ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہمراہ جونہی ہجرتِ مدینہ کے لیے نکلے تو کفار نے اُوباش، لالچی اور قاتل لوگ آپ ﷺ کے تعاقب میں بھیج دیے۔ یہ لالچی طبقہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ غارِ ثور میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا تین روزہ قیام، کفار کے لیے حیرت کا باعث ہوا۔ اس ہجرت کو روکنے کے لیے سیکڑوں کفار راستے میں حائل ہوئے۔ قریشِ مکہ کا سراغ رساں، سراقہ، حضور ﷺ کا پیچھا کرتے کرتے آپ ﷺ کے بالکل قریب آ گیا۔ اللہ کی فتح ونصرت سے اُس کا گھوڑا تین بار زمین پر آ گرا اور رب العالمین کا پیغام لے کر نکلنے والوں کی حفاظت خود خدا نے کی۔ اسی طرح سرفروشانِ اسلام کو ہجرتِ پاکستان کے دوران خون میں نہلا دیا گیا۔ مدینہ تک ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر نعرہ تعبیر بلند کرتے ہوئے مدینہ میں قدم رکھا تو ہجرتِ پاکستان میں مسلمانوں نے قافلے لٹا کر، بچوں کو نیزے کی انی پر لٹکتا دیکھ کر، اپنے عزیزوں کو شہادت کی دہلیز پر قربان ہوتے دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آگ اور خون کے دریا عبور کر کے ہم دہلیزِ آزادی تک پہنچے۔ ریاستِ مدینہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مسلمانانِ برعظیم کو اسلامی جمہوریہ پاکستان عطاء کیا۔ اعلانِ تقسیم کے بعد مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے گئے۔ اس حوالے سے نوجوان نقاد و شاعر ذوالفقار احسن اپنی کتاب ''تنقیدی افق'' کے ایک مضمون ''اردو افسانے پر تقسیمِ ہند کے اثرات'' میں لکھتے ہیں:

> ''برصغیر کی تقسیم پر ہندو مسلم اور سکھ فسادات کے حوالے سے اس خطے میں ایسے ایسے سفاکانہ کھیل انسانیت کے ساتھ کھیلے گئے کہ جن کا سوچ کر دل کی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہوتی ہیں۔ برصغیر کے حساس قلم کاروں نے نسلِ انسانی کے اس قتلِ عام پر ان گنت کہانیاں، واقعات، مضامین اور تجزیئے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیے ہیں جن سے ہمیں آزادی کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کیا ہے؟ ہمارے آباؤ اجداد نے آزادی کے حصول کے لیے کتنی بڑی

Marfat.com

قربانیاں دی ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں نے برصغیر کی تقسیم کا اعلان ہوتے ہی قتل وغارت کا وہ بازار گرم کیا کہ ہلاکو اور چنگیزی دور کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ مسلمان جو ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ایک عرصہ اکٹھے رہے، آپس میں بھائی چارہ بھی رہا لیکن تقسیم کے اعلان نے ہندوؤں اور سکھوں کی جھوٹی محبتوں کا بھانڈا پھوڑ کر رکھ دیا ان کے اندر کی ساری غلاظتیں ایک پل میں باہر آ گئیں اور فسادات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔"

جس طرح کفارِ مکہ نے نئی اسلامی مملکت "مدینہ" کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اسی طرح بھارت نے نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کی آزادی کو قبول نہ کیا۔ مدینہ میں پُرامن مسلمانوں کو مختلف نوعیت کی اذیتیں دی گئیں۔ اسی طرح ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہی بھارت نے ہماری سرحدی خلاف ورزیاں شروع کر دیں۔ باؤنڈری لائن پر ہندوؤں کے وحشیانہ مظالم شروع ہو گئے۔ دراندازی کا سلسلہ بڑھنے لگا۔ جس طرح مدینہ میں سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے کفارِ مکہ کی منفی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کئی لشکر روانہ کیے۔ اسی طرح شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے گروہوں اور ٹولیوں کی صورت میں بھارتی درندگی کا مقابلہ کرتے رہے۔ پاکستان اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات چاہتا تھا جب کہ بھارت نفاق اور طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کو ختم کرنے کے درپے تھا۔

عالمی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ کے کسی دور میں بھی کشمیر پاکستان کا حصہ نہیں رہا۔ مجاہدینِ کشمیر نے اس علاقے کے تحفظ کے لیے ہمیشہ قربانیاں دیں۔ تحریکِ پاکستان میں بھی کشمیریوں کی تمام تر ہمدردیاں مسلمانوں کی تحریکِ آزادی اور قیامِ پاکستان کے لیے تھیں۔ کشمیر کو متنازع بنانے کے لیے بھارت نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

کشمیر پر بھارتی جارحیت

کشمیر کی سرزمین سینکڑوں سالہ پرانی تاریخی اسلامی روایات کی امین ہے۔ یہ جنت نظیر وادی اپنا منفرد ثقافتی ورثہ رکھتی ہے۔ اس کی بنیاد صرف اور صرف اسلام پر ہے۔ یہاں کے آزاد منش مسلمانوں کے دکھوں پر اسلام کی مہر ثبت ہے۔ رنگینیٔ فطرت کے اس خطہ میں فنِ تعمیر، فنِ خطاطی، فنِ پیپر ماشی، فنِ چوب کاری، فنِ حرب، چاندی وپیتل کے ظروف پر بیل بوٹے کا کام، کڑھائی سلائی اور دیگر آلات میں اسلامی اقدار کی جھلکیاں ملتی

Marfat.com

ہیں۔وادئ کشمیر کی مساجد' خانقاہیں' مزارات وعمارات حسن وزیبائش اور کاریگری کے نمونوں میں دل پذیر ہیں۔ شادی وغمی اور دیگر مواقع پر محبت ویگانگت کے جذبات کا انوکھا اور پُرکشش اظہار اسی وادی کا طرۂ امتیاز ہے۔ سینکڑوں سالہ امن وآشتی اور پیار کی یہ وادی آج انگاروادی ہے۔جس کا ایک ایک پتا خون کے آنسو رورہا ہے' ہر سائبان لہولہان ہے اور ہر مسلمان کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے خون کے آنسو پی رہا ہے۔

کشمیر کی اس تحریکِ آزادی کا آغاز ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہوا تھا جب کشمیری فرزندانِ اسلام نے ڈوگرہ سامراج سے آزادی اور اسلام کی سربلندی وبقا کے لیے اصولوں کی جنگ لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔انھوں نے اپنے لہو سے تاریخ کا ایک باب رقم کرکے کتابِ آزادی کا دیباچہ تحریر کیا تھا۔

۲۴، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہزاروں مسلح قبائلیوں نے کشمیر کے ڈوگرہ راجہ، مہاراجہ ہری سنگھ کے خلاف جہاد میں مظفرآباد تک رسائی حاصل کرلی اور وہاں آزاد کشمیر کی حکومت کے قیام کا اعلان کردیا۔اس اعلان میں کہا گیا تھا'' چند ہفتے قبل، جموں وکشمیر کے عوام نے ڈوگرہ حکمرانوں کے ناقابلِ برداشت مظالم کے خاتمے اور ریاستی عوام کو خودمختار حکومت کا حق دلوانے کے لیے جو عبوری آزاد حکومت قائم تھی، وہ اب ریاست کے ایک بڑے حصے پر اپنی حکمرانی قائم کرچکی ہے۔یہ حکومت توقع کرتی ہے کہ ڈوگرہ سرکار کے ماتحت باقی ماندہ علاقوں کو بھی جلد آزاد کروالیا جائے گا۔ان حالات کے پیشِ نظر حکومت کی تنظیمِ نو کی گئی ہے اور پونچھ کے ایک بیرسٹرایٹ لاء، سردار محمد ابراہیم خان کو اس عبوری حکومت کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔'' ۲۵، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بروز جمعۃ المبارک پاکستان کے مسلمانوں نے پہلی عیدالاضحیٰ منائی۔اس موقع پر قائداعظم نے قوم سے اپیل کی کہ وہ اُمید حوصلے، اعتماد کے ساتھ، جذبۂ جہاد سے سرشار ہر کر پاکستان کی ترقی کے لیے کام کریں۔مشرقی پنجاب اور دیگر علاقہ جات میں لاکھوں مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔اس دن اُنھیں یاد کرنا بہت ضروری ہے۔

۲۶، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ نے اپنے مفادات کی خاطر بھارت کو مداخلت کرنے کی اپیل کی جسے بھارت نے قبول کرکے کشمیر میں فوج کشی کردی۔بھارتی چھاتہ بردار فوج کے اُترتے ہی پاکستان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔قائم مقام برطانوی کمانڈر ان چیف جنرل گریسی نے منافقت اختیار کرتے ہوئے قائداعظم تک اطلاع نہ پہنچنے دی۔دوسری جانب برطانوی کمانڈر ان جنرل ڈڈلے رسل نے بھارتی فوج کی نگرانی کی۔عجیب بات تھی کہ پاکستان اور بھارت کی فوجوں کے دونوں کمانڈر برطانوی تھے۔یہ ملی بھگت تھی بھارت کے ساتھ سازباز کی وجہ سے کشمیر میں مداخلت کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

کشمیر میں جنگ بندی

پاکستان ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ بھارت کو تاج برطانیہ نے ۱۵، اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ ریڈ کلف نے حد بندی کے سلسلہ میں بہت عجلت سے کام لیا۔ ''کشمیر'' دونوں آزاد ممالک کے مابین ایک تنازعہ بن گیا۔ جواہر لعل نہرو کی بیٹی تقسیمِ ہند کے وقت جوان تھی۔ اُس کے ڈرائیور شرما نے ایک کتاب ''جب اندرا جوان تھی'' رقم کی۔ بھارتی حکومت نے اس کتاب کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی۔ اس کتاب میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور اندرا کے کچھ خفیہ تعلقات بھی درج ہیں۔ ایک سفر کے دوران ڈرائیونگ کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ماؤنٹ بیٹن اور اندرا کی گفتگو کو شرما نے یوں بیان کیا ہے۔

''لارڈ ماؤنٹ بیٹن: مجھے کشمیر اور تمھارا حسن بہت اچھا لگا ہے۔

اندرا: تو کیا یہ دونوں حسن یکجا نہیں ہو سکتے؟

لارڈ ماؤنٹ بیٹن: اندرا، تمھارا حسن حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں لیکن کشمیر کے حسن کی خاطر ہندوستان اور پاکستان سو سال تک لڑتے رہیں گے۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن دور اندیش انسان تھا واقعی بھارت اور پاکستان ایک عرصہ سے کشمیر کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک مختصر جنگ ہوئی۔ پاکستان نے کشمیر کا ایک حصہ آزاد کروا لیا جسے ''آزاد کشمیر'' کہتے ہیں۔ کشمیر کا بقیہ حصہ بھارت کے قبضے میں ہے اسے ''مقبوضہ کشمیر'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بین الاقوامی جھگڑا یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ میں پیش کیا گیا۔ اقوام متحدہ نے کشمیر مشن کے نام سے ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیشن کے چیئرمین نے دونوں ملکوں کے اعلیٰ خارجی افسروں سے ملاقات کر کے ایک معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدے کے بعد ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کی نصف شب یعنی ۱۱ بج کر ۵۹ منٹ پر کشمیر میں جاری جنگ روک دی گئی۔ اس معاہدے کی رو سے طے پایا کہ کشمیر کا مسئلہ ریفرنڈم کے ذریعے طے ہوگا۔ ایک غیر جانبدار کمیٹی اس کا فیصلہ کرے گی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو کشمیر میں جنگ بندی ہوگئی لیکن بھارت استصوابِ رائے (ریفرنڈم) کی طرف راغب نہ ہوا۔ اہلِ کشمیر اب تک آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ کشمیر اور پاکستان کا فطری تعلق ہے۔ تہذیب و ثقافت میں ہم آہنگی ہے۔ پاکستان کے تمام دریا کشمیر سے بہتے ہیں۔ کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ بھی کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں حکومتِ پاکستان اور آزاد کشمیر کے مابین ایک تحریری معاہدہ ہوا

Marfat.com

جس پر ایم اے گورمانی، وزیرِ بے محکمہ مرکزی حکومت، چودھری غلام عباس، صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس، سردار محمد ابراہیم، صدر آزاد کشمیر کے دستخط شامل ہیں۔ اس میں تینوں اداروں کا دائرہ کار طے کیا گیا۔

حکومت پاکستان کا دائرہ کار

(۱) دفاع (۲) آزاد کشمیر کی خارجہ پالیسی (۳) اندرون ملک پبلسٹی (۴) مہاجرین کی امداد اور آبادکاری کے انتظامات کی تربیت (۵) رائے شماری کے سلسلے میں پبلسٹی (۶) کشمیر کے سلسلے میں پاکستان میں تمام سرگرمیاں مثلاً: (۷) غلہ حاصل کرنا سول سپلائز، ٹرانسپورٹ، مہاجرین کے کیمپوں کا چلانا اور طبی امداد (۸) گلگت اور لداخ کے تمام معاملات پولیٹیکل ایجنٹ کے کنٹرول میں رہیں گے۔

حکومت آزاد کشمیر کا دائرہ کار

(۱) آزاد کشمیر کے علاقے کے نظم ونسق کی پالیسی (۲) نظم ونسق کی دیکھ بھال (۳) انتظامیہ کے سلسلے میں پالیسی (۴) وزیرِ بے محکمہ کو اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند کے سلسلے میں مشورہ دینا (۵) آزاد کشمیر کے علاقے کی اقتصادی ترقی اور ذرائع

مسلم کانفرنس کا دائرہ کار

(۱) آزاد کشمیر کے علاقے میں پبلسٹی (۲) مقبوضہ کشمیر کے بارے پبلسٹی (۳) آزاد کشمیر کے علاقے میں سیاسی سرگرمیاں (۴) رائے شماری کے لیے تنظیم (۵) رائے شماری میں ابتدائی انتظامات (۶) پاکستان میں کشمیری مہاجرین میں سیاسی کام اور پبلسٹی (۷) وزیرِ بے محکمہ کو کمیشن برائے ہندوپاک سے بات چیت کے سلسلے میں مشورہ دینا۔

بلتستان کی آزادی

بلتستان کے عوام ایک عرصہ سے ظلم و جبر کی چکی میں پس رہے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد اس علاقے میں بھی آزادی کی لہر دوڑ گئی اور حسنِ اتفاق سے ڈوگرہ فوج کے کمانڈر گورکھا کرنل تھاپا نے قیامِ پاکستان کے ایک سال بعد ۱۴، اگست ۱۹۴۸ء کو بلتستان کی آزاد فوج کے مقامی کمانڈر کرنل متاع الملک کے سامنے شکست کا اعتراف کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے۔ تقریباً ۱۰۰ سال جبر و تشدد اور اسلحہ کے سایہ میں رہنے والے بلتستانیوں کو آزادی مل گئی۔ بلتستان کی آزادی پاکستان کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی۔

Marfat.com

حیدرآباد دکن پر بھارت کا شب خون:

بھارت نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈ کلف کی تشکیل کردہ باؤنڈری لائن کو عبور کرنا اپنا حق سمجھتے ہوئے قرب وجوار کی ریاستوں پر حملے کرنے شروع کر دیے۔ حیدرآباد دکن پر بھی بھارتی تشدد آمیز کارروائی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حیدرآباد دکن کا مسلمان حکمران میر عثمان علی تھا۔ جس نے نظامِ سلطنت چلانے کے لیے بہت محنت کی۔ وہاں کی آبادی میں زیادہ تر غیر مسلم تھے۔ نظام دکن، حیدرآباد دکن کو ایک آزاد اور خودمختار مملکت بنانے کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے نظام دکن کو مجبور کیا کہ وہ ایک سال کے لیے بھارت سے الحاق کر لے۔ ہر چند یہ بات تقسیمِ ہند کے خلاف تھی لیکن گورنر جنرل بھارت لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بھارت سے ہمدردی کا اظہار ثابت ہوئی۔ بھارت نے عارضی الحاق کی زبردست مخالفت کی۔ بھارت نے اس بات پر زور دیا کہ جس خطے میں ہندو اکثریت میں ہیں وہاں کا حکمران مسلمان کیوں کر ہو؟ بھارت نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

حالاں کہ نظام دکن ریاست میں استصواب رائے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن جب نظام دکن کسی طرح بھی ریاست کا الحاق بھارت سے کرنے پر تیار نہ ہوئے تو بھارت نے حیدرآباد کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی۔ ۲۷، اگست ۱۹۴۸ء کو بھارتی حکومت کے اس غیر انسانی رویے کے خلاف نظام دکن نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے دروازے پر دستک دی۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ پوری ملتِ اسلامیہ اُن کے وصال میں نڈھال تھی کہ بھارت نے سلامتی کونسل کی پروا کیے بغیر ۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کو تین اطراف سے عسکری قوت کے بل بوتے پر حیدرآباد دکن پر قبضہ جما لیا۔ اُس وقت ریاست حیدرآباد کا رقبہ ۵۲۷۰۰ مربع میل اور آبادی ۱۸ کروڑ تھی۔ حیدرآباد میں موجود مجاہدین نے علاقے کے دفاع کی کوشش کی لیکن ۱۷ ستمبر شام ۴ بجے بھارت نے ایک مسلمان ریاست پر قبضہ کر کے اپنی جارحیت کا ثبوت دیا۔

پاکستانی طیارے پر بھارت کا پہلا حملہ

۴ نومبر ۱۹۴۸ء کو پاک فوج کچھ ساز و سامان لے کر شمالی علاقہ جات کی طرف محوِ پرواز تھی کہ پاکستان کے ڈیکوٹا طیارے پر رائل بھارتی ائیر فورس کے دو طیاروں نے حملہ کر دیا۔ پائلٹ فلائنگ آفیسر ڈوگر نے جرأت اور بہادری سے طیارہ اپنی منزل تک پہنچا دیا۔ پاکستانی طیارے پر بھارت کا یہ پہلا حملہ تھا۔ حملہ کرنے کا کوئی جواز سامنے نہ آیا۔ حکومت نے فلائنگ آفیسر ڈوگر کو ستارۂ جرأت سے سرفراز کیا۔

Marfat.com

پاکستانی سرحدوں پر بھارتی فوج

بھارتی مداخلت نے آہستہ آہستہ سر اُٹھایا، پاکستان کو ابتداء ہی سے زیرِ نگیں کرنے کے حربے شروع کر دیے۔ بغیر کسی وجہ کے جولائی ۱۹۵۱ء کو بھارت اپنی فوج پاکستانی سرحدوں تک لے آیا۔ بھارتی فوج کی اچانک سرحدوں پر یلغار سے پوری قوم میں ایک پریشانی اور بھارت سے نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ تحریکِ پاکستان کے کارکنوں نے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے ملک بھر میں جلوس نکالے جس میں بھارتی فوج کے اجتماع کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ کراچی میں مسلم لیگ کا جلوس وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان کی رہائش گاہ ۱۰ وکٹوریہ روڈ تک پہنچ گیا۔ جلوس کے شرکاء نے وزیراعظم کو بھارتی فوج کی نقل و حرکت کے بارے میں بتایا۔ خان لیاقت علی خان نے پاکستانی عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے ۲۷ جولائی ۱۹۵۱ء کو اپنے ولولہ انگیز خطاب میں کہا:

''بھائیو! بھارت نے اپنی ۹۰ فیصد فوجیں ہماری سرحدوں پر جارحانہ انداز میں کھڑی کر دی ہیں جب میں نے احتجاج کیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ دراصل آپ نے کشمیر کی سرحد پر ایک بریگیڈ فوج تعینات کی ہے۔ لہٰذا ہمیں شدید تشویش اور خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ پھر قایدِ ملت نے انکشاف کیا کہ انھوں نے بھارت کے جواب میں لکھا ہے۔ اول تو وہ بریگیڈ کوئی نیا نہیں چھٹیاں گزار کر واپس آیا ہے صرف ایک بریگیڈ بھیجنے پر آپ کو اس قدر تشویش اور خطرہ لاحق ہو گیا ہے اگر میں کہیں صرف ایک ڈویژن فوج تعینات کر دیتا تو پھر لوگوں کی کیا حالت ہوتی۔ اس کے بعد قایدِ ملت نے فضاء میں اپنا مکا لہراتے ہوئے کہا بھائیو! یہ پانچ انگلیاں جب تک علیحدہ علیحدہ ہوں ان کی قوت کم ہوتی ہے لیکن جب یہ مل کر مکا بن جائیں تو یہ مکا دشمن کا منہ توڑ سکتا ہے بعد میں ان کا یہی تاریخی مکا جو تین منٹ تک لہراتا رہا جرأت و بہادری کے پیکر کی حیثیت سے ایک علامت بن گیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کا یہ شعر اس مکے کی ترجمانی کرتا ہے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

☆-☆-☆

Marfat.com

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ

چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی تک تاریخِ اسلام کے عظیم سپہ سالار اور عالمِ انسانیت کے پہلے خلانورد، انجمِ تاباں، نورِ بداماں، حبیب الزماں، شفیع الزماں، محمد مصطفیٰ ﷺ نے جرأت و بہادری کا فقیدالمثال مظاہرہ کر کے ہمارے لیے تقلید و عمل کی وہ روشنی چھوڑی ہے جو حرا سے حرم تک اور حرم سے عالمِ انسانیت تک اپنا نور بانٹ رہی ہے۔ شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے پرچمِ اسلام لہرانے کے لیے آج بھی نذرانۂ جاں دے رہے ہیں۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ تاریخِ اسلام میں حق و باطل کے معرکے اور طاغوت کے خلاف ہمارے سرفروش مجاہدین کی جنگ آزمائیاں ولولہ انگیز حیثیت رکھتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان معرکوں میں ہمارے تیغ آزماؤں کی فتح مندیوں اور کامرانیوں کا انحصار افواج کی کثرت اور سامانِ جنگ کی فراوانی پر نہیں بل کہ غازیانِ دین کی قوتِ ایمانی و اسلامی اور اخلاقیات سے ان کی والہانہ شیفتگی پر رہا۔ انہی ہتھیاروں سے کام لے کر ہم اکثر اوقات اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن پر بھی غالب رہے۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ میں یہ تابناک روایت ایک بار پھر دُہرائی گئی۔ چناں چہ دُنیا کے بڑے بڑے ماہرینِ جنگ نے اس حقیقت کا صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ پاکستانی فوج سامانِ حرب اور تعداد کے لحاظ سے دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی لیکن اُس نے بھارت کی کثیر افواج اور اس کے عسکری جاہ و جلال کو محض اپنی قوتِ ایمانی کے بل پر تہس نہس کر کے بدر و حنین کی سنت کو ازسرِ نو تازہ کر دیا۔

۶ ستمبر ہماری تاریخ کا ایک عصر آفرین اور تاریخ ساز دن ہے۔ جب بھارت نے اپنی طاقت اور برتری کے گھمنڈ میں پاکستان کی سرزمین پر اپنے ناپاک قدم رکھنے کی کوشش کی۔ بھارت کے اِس جارحانہ حملے سے قوم میں کسی قسم کا اضطراب دیکھنے میں نہیں آیا۔ بھارت کی مسلح افواج کے اچانک حملے کا جواب دینے کے لیے پوری پاکستانی قوم اپنے سرفروش مجاہدوں کی پشت پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑی ہوگئی۔

Marfat.com

قوم میں جذبۂ جہاد کی لہر

قوم کا ہر فرد اپنے اپنے محاذ پر سرفروش مجاہد بن گیا۔قوم میں جذبۂ جہاد کی لہر دوڑ گئی۔ ہر شعبۂ زندگی متحرک، توانا اور چوکنا ہوگیا۔ادیبوں کے قلم قوم میں جذبۂ حب الوطنی اور یک جہتی کے فروغ کے لیے اٹھے۔گلوکاروں کے نغمے فضا میں ملی ترانوں کی صورت میں گونجنے لگے' ڈاکٹروں کے نشتر مجاہدین کے کام آئے' شاعروں کے نغمات موسیقاروں کی تاروں اور گلوکاروں کے لبوں پر مچلنے لگے' ذرائع ابلاغ کی شہ سرخیوں میں قومی دفاع کا رنگ بھر گیا' خواتین فوری طبی امداد کے لیے میدانِ عمل میں آئیں' طالب علموں نے نیشنل سکیم کے تحت اپنے آپ کو پیش کیا' شہری دفاع کے رضا کار سروں سے کفن باندھ کر میدانِ کارزار میں کود پڑے' المختصر قوم کا ہر فرد اپنے اپنے محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی ''پاکستان اور بھارت'' جنگ میں ہمیں یہ نا قابلِ فراموش تجربہ ہوا کہ مادیت کے رنگارنگ فلسفے جن کی چمک دمک سے ہمارے ذہن مرعوب تھے، جنگ شروع ہوتے ہی اسی طرح غائب ہوئے جیسے طلوعِ سحر سے پہلے اُفق پر جمع ہونے والی گھٹائیں غائب ہوجاتی ہیں۔ہمیں اپنی بقا کی اور اپنے تحفظ کی جنگ لڑنے کا نیا تجربہ ہوا۔حالات و واقعات شاہد ہیں کہ یہ جنگ ایسی جنگ تھی جو جسموں کے ساتھ ہی نہیں' دلوں' دماغوں' ضمیروں اور ایمانوں کے ساتھ لڑی گئی۔

اس جنگ میں کارل مارکس' فرائیڈ' ولیم جیمز' لینن' ہٹلر اور میکالے کے لادینی اور مادی فلسفے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ ہماری سرگرمی جہاد کی روح رواں ایمان کی وہ ایٹمی قوت تھی جو ہمیں سرورِ کائنات، مکرمِ اسرارِ حرا، آفتابِ ھدیٰ، حضور ﷺ اور ان کے پرستاروں کے ولولۂ جان نثاری' جذبۂ سرفروشی اور قوتِ ایمانی سے حاصل ہوئی تھی۔ جنگ کے ان سترہ دنوں میں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ تاریخ اسلام کے مجاہدین کی معجزانہ شجاعت' تسخیرِ کائنات اور جنگ جوئی کی ولولہ انگیز اور ایمان افروز داستانیں ہمارے سینوں میں سمٹ آئی تھیں اور ہماری فوجیں ان کے نورِ یقین سے روشنی حاصل کر کے دشمن پر برق بن کر گرتی تھیں۔قوم کے بلند حوصلوں اور پختہ ارادوں نے مسلح افواج کے حوصلوں کو اور بلند کر دیا۔

بھارت کی خوش فہمی

یوں تو ستمبر ۱۹۶۵ء کے پہلے ہفتے میں ہی بھارتی افواج رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح پاک سرحدوں کی طرف بڑھ چکی تھیں۔ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اُن کے جرنیل ۶ ستمبر کے حملے کے بعد لاہور میں لنچ

Marfat.com

کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ٹینک، توپ اور جدید اسلحہ سے لیس بھارتیوں کا خیال تھا کہ وہ چشمِ زدن میں پاکستان کو ہڑپ کر جائیں گے لیکن جس قوم کے ارادے پختہ ہوں اور جن کا یقین خدا پر ہو وہ سنگلاخ چٹانوں سے بھی ٹکرا کر اسے پاش پاش کرسکتی ہے۔ جنگ بندی کے معاہدے کے باوجود بھارت کی افواج نے سب سے پہلے آزاد کشمیر پر حملہ کیا۔ ہماری مسلح افواج نے اس کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیے۔ فوج تو فوج ''زندہ دلانِ لاہور'' ڈنڈے، سوٹے حتیٰ کہ ہاکیاں لے کر واہگہ سیکٹر تک پہنچ گئے۔ سرحد پر متعین فوجیوں کے لیے شہریوں کا یہ لاؤ لشکر خورد نوش کا بہت سا سامان لے کر فوجیوں کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہو گئے۔ دشمن کو آزاد کشمیر کے بعد پاکستان میں بھی ہزیمت اٹھانا پڑی۔

فضائی حملوں کا آغاز

بھارتی فضائیہ نے لاہور اور سرگودھا کے ہوائی اڈوں سے اپنے حملوں کا آغاز کیا۔ لاہور کے ہوائی حملوں میں دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ سرگودھا کی فضا تو بھارتی طیاروں کا قبرستان بنی۔ سکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم نے دومنٹ میں بھارت کے پانچ طیارے جب کہ مجموعی طور پر سات طیارے گرا کر فضائی جنگ کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ محمد محمود عالم ایک غازی کی حیثیت سے ۱۸ مارچ ۲۰۱۳ء بروز پیر تک زندہ رہے۔ سترہ روزہ جنگ میں سب سے زیادہ فضائی حملے سرگودھا کے ہوائی اڈے پر ہوئے۔ شاہین صفت شہریوں نے نہایت عزم و استقلال سے دشمن کے ہوائی حملوں کا مقابلہ کیا۔ ہماری طیارہ شکن توپوں نے دشمن کے متعدد طیاروں کو مار گرایا' اور کئی طیارے ہمارے شاہین صفت ہوابازوں کو دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ ممتاز شاعر و ادیب صاحب زادہ شمشاد حسین شاہد نے ایم ایم عالم کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا:

اپنا یہ ایم ایم عالم وہ ہے فضائی ہیرو
جرات بہادری کی بنیاد جس نے ڈالی
اِک وار میں گرائے ہندی جہاز پانچوں
ترکیب خاص یہ بھی عالم نے تھی نکالی
نقشہ پلٹ دیا تھا ہندی فضائیہ کا
جونہی قیادت اُس نے اس جنگ کی سنبھالی

Marfat.com

راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) ان دنوں چھٹی جماعت کا طالب علم، مکان نمبر ۵ گلی نمبر ۲، کوٹ فرید سرگودھا میں رہائش پذیر تھا۔ حملہ کے وقت اکبری مسجد کے قریب سرگودھا کی فضاء کو بھارتی جہازوں اور طیارہ شکن توپوں کے گولوں سے پیدا ہونے والی شعلہ زنی کا عینی شاہد ہے۔ شام ہوتے ہی اہلِ محلہ ہوائی حملے کے منتظر رہتے۔ عوام کا جذبہ دیدنی تھا۔ علاقہ کے بزرگ مکانوں کی چھتوں سے بھارتی طیاروں کی تباہی کا حال دیکھتے۔ توپوں کی گھن گرج سے لطف اندوز ہوتے۔ تمام مساجد عوام الناس سے بھر جاتیں۔ مجاہدوں کے لیے دعائیں اور دفاعی فنڈ کا سلسلہ جاری رہتا۔ سول ڈیفنس کے رضا کار سروں پر ہیلمٹ لیے گھومتے دکھائی دیتے۔ فوری طبی امداد اور انسان دوستی کا عملی مظاہرہ دیکھ کر مجھے بھی سول ڈیفنس میں شمولیت کا شوق ہوا۔

لاہور پر زمینی حملہ

بھارتی پیدل فوج نے لاہور پر تین اطراف سے حملہ کیا۔ یہاں پاکستانی افواج بھارت کے مقابلے میں بہت کم تھی حتیٰ کہ واہگہ کے مرکزی محاذ پر صرف ایک پلاٹون متعین تھی۔ بھارتی فوج کو اس راستے سے بہت زیادہ اسلحہ اور دیگر سامان لانے کا موقع مل گیا۔ قلیل تعداد کے باوجود سرفروشانِ اسلام نے جواں مردی اور جذبۂ شہادت کا وہ انمول مظاہرہ کیا کہ دشمن کو واپس اپنے قدموں لوٹنا پڑا مزید براں انھیں بارڈر پر ہی اپنا اسلحہ اپنے ہی ہاتھوں ضائع کرنا پڑا۔ لاہور کے محاذ پر ہماری فوج کی زبردست کامیابی سے دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔ برکی سیکٹر میں ہمارے جوانوں کی کم تعداد نے دشمن کے ایک بڑے لشکر کے دانت کھٹے کر دیے۔ برکی محاذ پر پنجاب رجمنٹ کی ایک کمپنی میجر عزیز بھٹی کی زیرِ قیادت لڑ رہی تھی جب کہ بھارتی افواج کی تعداد ایک ڈویژن تھی لیکن ہمارے جری جوان دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ ہماری فوج کے جوانوں نے اس محاذ پر جنگِ بدر اور جنگ اُحد کی یاد تازہ کر دی۔ ایک مجاہد ایک سو کفار پر بھاری ثابت ہوا۔ میجر عزیز بھٹی نہایت عزم و استقلال سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی اس جوانمردی پر انھیں نشانِ حیدر دیا گیا۔

پاکستان اور بھارت جنگ میں فرزندانِ توحید کے اسی ولولۂ جہاد اور غیرتِ ایمانی کی بدولت ہی قلت کثرت پر غالب آئی اور پاکستان کی مٹھی بھر فوج نے بھارت کی نمرودی فوج کا صفایا کر دیا۔ یہاں پاک فوج اور اس کے جرنیلوں کی سرفروشیوں کی ایمان افروز تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں۔ آج میجر عزیز بھٹی شہید' فلائٹ لیفٹیننٹ یونس حسن شہید' بریگیڈئر شامی شہید' لیفٹیننٹ افتخار جعفر شہید اور دوسرے کتنے ہی شہیدوں اور

Marfat.com

غازیوں کے نام اوران کی جانبازی اور جان فروشی کی داستانیں پاکستان کے بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ ان میں ہماری فوجوں کے وہ ہزاروں جان نثار بھی شامل ہیں جو ناموسِ وطن کو بچانے کے لیے اپنی جان پر کھیل گئے لیکن مادرِ وطن کی عصمت پر آنچ نہ آنے دی۔

کھیم کرن کا معرکہ

ہمارے جوانوں نے جذبۂ شہادت کی تاریخی روایات کھیم کرن کے محاذ پر قائم کیں۔ کھیم کرن کے اس تاریخی قصبہ میں دشمن کی کیل کانٹے سے لیس فوج اپنے ٹینکوں اور توپوں کے باوجود ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ اس محاذ پر فرنٹیئر فورس کے سپاہی عبدالرحمٰن کی جوانمردی قابلِ ذکر ہے۔ سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر کو اس جنگ میں بڑی اہمیت حاصل رہی۔ اس پر دشمنوں نے ٹینکوں سے حملے کیے۔ متعدد حملوں میں اسے پسپا ہونا پڑا لیکن بار بار شکست کے باوجود بھارتی فوج ٹینکوں کے زبردست حملے کرتی رہی لیکن ہمارے غازیوں نے انھیں عبرتناک شکست دی۔ ۱۰ ستمبر کے منظم بھارتی حملے میں بھارت نے اپنی طاقت کا زبردست مظاہرہ کیا۔ بھارتی ٹینکوں کے مقابلے میں ہمارے ٹینکوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن ہمارے جیالے ان ٹینکوں کے نیچے اپنے جسموں پر بم باندھ کر لیٹ گئے اور جو بھی ٹینک اس مجاہد کے اُوپر سے گزرتا بم پھٹتے ہی اُس کی کرچیاں فضا میں اُچھلنے لگتیں۔ ہماری فوج کے جیالوں کی ایسی قربانی کی مثالیں تاریخ میں کہیں نہیں ملتیں' بل کہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس محاذ پر ہماری فوج نے زبردست قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ ، فقرِ بوذرؓ ، صدقِ سلمانیؓ

پاک بحریہ کا کارنامہ

فضائیہ اور بری فوج کی طرح بحریہ نے بھی دشمن کو دن میں تارے دکھائے۔ سمندر کی لہروں سے لڑنا اور پھر بے خطر کود پڑنا ہمارے بہادروں کا شیوا رہا۔ بھارت نے ہماری سمندری حدود کی خلاف ورزی میں کبھی کمی نہ آنے دی لیکن ہماری بحریہ نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جرأت، بہادری، اعلیٰ درجے کی منصوبہ بندی، خطرات سے بے نیازی اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر پاکستان نیوی نے مشکلات کے باوجود

Marfat.com

۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارتی نیوی سے آبدوز چھین کر کھلے سمندروں میں اپنی مکمل برتری قائم رکھی۔ پاکستان نیوی کے افسر اور جوان جو اپنی جنگی صلاحیتیں دکھانے کے لیے بڑے بیتاب ہو رہے تھے۔ اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ دشمن ساری جنگ کے دوران کھل کر اُن کے سامنے نہیں آیا جس سے اُنھیں اپنے جوہر دکھانے کا پورا موقع نہیں مل سکا۔ بھارت کا طیارہ بردار جہاز ''وکرنت'' اور اُس کے کروزر اپنی اپنی بندرگاہوں میں چھپے بیٹھے رہے۔ اُنھوں نے پاکستان بحریہ کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کی حالاں کہ ہمارے یونٹ ساحلوں اور تجارتی جہازوں کی دیکھ بھال کے لیے سمندری راستوں پر بے باکانہ اِدھر اُدھر آتے جاتے رہے۔

بھارت پر پاکستان نیوی کے رُعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ اُس وقت بھی جب کہ پاکستان نیوی نے دوارکا کی بندرگاہ پر حملہ کر کے وہاں کے راڈار کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیے تھے۔ بھارتی بحریہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور دُم دبائے بیٹھی رہی۔ (بھارتی نیوی نے دانش مندی کا یہی مظاہرہ کیا)۔ پاکستان نیوی نے اپنے حسن تدبر سے ہر میدان میں بھارت کا سر دبائے رکھا۔ اصل قوت کثرتِ تعداد میں نہیں ہوتی۔ پاکستان نیوی جسامت کے لحاظ سے مختصر ہونے کے باوجود اپنے جذبہ کے بَل بوتے پر بحرِ ہند پر چھائی رہی۔ دشمن فوج اور اسلحہ کی کثرت کے باوجود ناکام و نامراد رہا۔ جو چیز دشمن کے ناپاک ارادوں میں تکمیل میں جابجا حائل ہوئی وہ تھا ہمارے مجاہدین کا ناقابلِ تسخیر جذبہ۔ یہ جذبہ مادرِ وطن سے اُن کی بے پایاں محبت کے سرچشمہ سے پُھوٹ رہا تھا۔ یہی وہ واضح حقیقت تھی جس نے جنگ کا رُخ بدل کر رکھ دیا اور اس طرح پاکستان کے ساحلی نگہبانوں نے جرأت اور شجاعت کی لاثانی داستان میں اپنا نام لکھوایا۔

پاکستان نیوی کا پورا بیڑا، ۶ ستمبر کو لاہور پر عیارانہ حملہ کی خبر پاتے ہی چند گھنٹوں کے اندر اندر تیار ہو کر وطن کے ساحلوں کی حفاظت کی خاطر کُھلے سمندر میں پہنچ گیا تھا۔ نیوی کے جہاز آج کل کی انتہائی جدید اور پیچیدہ جنگی مشینری کا حصہ ہیں۔ اُن کو ہر دم اعلیٰ درجہ کی جنگی تیاری پر رکھنا ایک مسلسل عمل اور زبردست محنت چاہتا ہے۔ رَن کچھ کی جنگ کے بعد سے ہی نیوی کے افسر اور جوان سمندر پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ وہ اسی وقت سے دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بے چین تھے لیکن دشمن کے بحری جہازوں نے سمندر میں آنے کی جرأت ہی نہ کی۔ جنگی جہازوں کے دیدبانوں نے دشمن کی تلاش میں سارا اُفق چھان مارا لیکن اُس کا کوئی نشان نہ ملا۔

۶ ستمبر کا دن بھی دوسرے دِنوں کی طرح طلوع ہوا۔ اُس روز کراچی کی بندرگاہ حسبِ معمول خاموش اور پُر سکون تھی۔ مشرق میں دھیرے دھیرے پو پھٹ رہی تھی۔ مختلف ملکوں سے آئے ہوئے تجارتی جہاز

Marfat.com

بندرگاہ میں لنگر ڈالے کھڑے تھے۔ اُن کے عرشوں پر ابھی تک روشنیاں تھیں۔ رات کی شفٹ کے مزدور اہم درآمدی سامان تجارتی جہازوں سے اُتار رہے تھے جو قومی ترقی کے منصوبے کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔ پاکستان نیوی کے جہازوں کے عرشوں پر کوئی غیر معمولی نقل و حرکت نہ تھی لیکن ایک بگل کی کرخت آواز چند لمحوں میں ہر فرد کو اپنے جنگی ٹھکانے پر لانے کے لیے کافی تھی۔

ہوا میں خنکی کا اثر غالب تھا۔ افسر اور جوان جو ابھی بیدار ہوئے تھے، اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے ایک بحری جہاز کی محدود جگہ میں گھریلو سہولتیں بہت کم مہیا ہوتی ہیں اور یہ سہولتیں ''پہلے آنے والا پہلے'' کے اُصول پر ملتی ہیں۔ انھیں ناشتے کے لیے ایک گھنٹہ اور بحری مشق پر جانے سے پہلے کی تیاریوں کے لیے مزید آدھ گھنٹہ دیا جاتا ہے۔ تمام جہاز ہفتہ وار سمندر مشقوں پر جانے کے لیے بندرگاہ سے روانہ ہونے ہی والے تھے۔

۶ ستمبر کا دن بالکل عام دنوں کی طرح تھا۔ کسی شخص کو بھی اس طوفان کا خیال تک نہ تھا جو کچھ دیر میں آنے والا تھا۔ افسر اور جوان ناشتہ ہی میں مصروف تھے کہ اچانک ''الارم'' تمام جہازوں میں بجنا شروع ہو گیا۔ ناشتہ چھوڑ کر سب لوگ اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ پاکستان نیوی کے بیڑے کے کموڈور کمانڈنگ کی طرف سے جہازوں کو فوری طور پر سمندر میں پہنچنے کے حکم اور ساتھ ہی ہوائی حملے کی وارننگ بھی موصول ہوئی تھی اور چند منٹ میں پہلا جہاز آہستگی سے اپنے ٹھکانے سے نکل کر کھلے سمندر کی طرف چل پڑا۔ دوسرے جہاز بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے پُرسکون پانی میں ارتعاش پیدا کرتے ہوئے اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جب جنگی جہاز اپنی پوری رفتار سے گزرے تو اُن کی پیدا کی ہوئی لہروں سے بندرگاہ سے باہر منوڑہ کے قریب کھڑے ہوئے تجارتی جہاز ڈولنے لگے جیسے خوشی کی مدھر تانوں پر رقص کر رہے ہوں۔

پونے نو بجے تک بندرگاہ میں کوئی جنگی جہاز باقی نہ رہا تھا۔ یہ اعلان ہو چکا تھا کہ بھارت نے واہگہ، قصور اور بیدیاں سیکٹروں میں پاکستان پر حملہ کر دیا ہے۔ جہاز ''اللہ اکبر'' کے نعروں سے گونج رہے تھے اور نعروں کی صدائے بازگشت ہوا کے دوش پر ہر لحہ دور ہوتے ہوئے ساحلوں تک پہنچ رہی تھی۔ بیڑے کے ہر شخص کی بس ایک ہی تمنا تھی کہ۔۔۔ دشمن کو کچل ڈالو!

پاکستان نیوی کی آبدوز ''غازی'' دشمن کے بحری جہازوں کی تاک میں سمندر کے اندر ہی گشت کرتی رہی۔ سمندر کے نیچے ہی نیچے رواں دواں ایک آبدوز کے حملے کی محنت و مشقت اور انھیں درپیش آنے والی

Marfat.com

مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ان کے کوارٹر نہایت تنگ ہوتے ہیں اور آبدوز کے اندر ان کا چلنا پھرنا بھی محدود ہوتا ہے۔ انھیں عرشے کی کھلی فضا بھی میسر نہیں آتی۔ مختصر یہ کہ آبدوز کے اندر زندگی انتہائی اُکتا دینے والی اور کٹھن ہوتی ہے۔ آبدوز کے کمانڈر میں جرأت، خوش تدبیری اور قیادت کی صلاحیتوں کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ''غازی'' کے افسروں اور جوانوں میں یہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

''غازی''، مسلسل کئی روز سے دشمن کو تلاش کر رہی تھی جس نے اپنے سمندر میں آبدوز شکن انتظامات کیے ہوئے تھے۔ بھارتی بحریہ کے طیارے بھی اپنے سمندری علاقوں کی گشت میں نیوی کے ساتھ شریک تھے لیکن ان سے ہمارا آمنا سامنا نہ ہوا۔ ۲۲ ستمبر کی شام کو جب ''غازی'' حسبِ معمول زیرِ آب آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی تو اس کے پیری سکوپ میں دشمن کے جنگی جہاز نظر آئے۔ الارم کے ذریعے عملے کو اپنے اپنے جنگی مقام پر پہنچنے کا حکم دے دیا گیا۔ آبدوز اپنے ہدف کے قریب پہنچ گئی اور دشمن کے جہازوں کی طرف تارپیڈو چھوڑے۔ جواب میں بھارتی جہازوں نے ایک ہمہ گیر آبدوز شکن حملہ شروع کیا اور اردگرد کے سمندری علاقے میں بارود بکھیر دیا لیکن اپنے عملے کی فنی مہارت اور عملی استعداد کی بدولت ''غازی'' صاف بچ کر نکل آئی۔

جنگ بندی

۲۲ ستمبر کو جنگ بندی کا اعلان کر دیا گیا تھا لیکن بھارتی افواج نے کئی سیکٹروں میں چوری چھپے زمینی اور ہوائی حملے جاری رکھے۔ ان حالات میں یہ بات خارج از امکان تھی کہ بھارتی بحریہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے اور منہ کی سیاہی کسی قدر دھو لینے کے لیے کھلے سمندروں میں ہمارے تجارتی جہازوں پر قزاقی شروع کر دے چناں چہ اسی خدشہ کے پیشِ نظر اعلانِ تاشقند کے بعد بھی ہماری بحریہ سمندر میں دشمن کی کڑی نگرانی کرتی رہی۔

جنگ کے دوران ہماری نیوی کے تاریخی کارنامے ہمیشہ یادر ہیں گے۔ ان میں سے کچھ کا تو ذکر کیا جا چکا ہے لیکن بے شمار ایسے واقعات ہیں جو معرکہ آرائی کے ایام میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہ آسکے۔ ہماری بحریہ کی نگہبانی اور مستعدی کی ایک نمایاں مثال یہ بھی ہے کہ اس نے ملک کے ایک تجارتی جہاز ''باغِ کراچی'' کو بحیرۂ عرب سے بحفاظت اپنے وطن کی سمندری حدود میں واپس پہنچایا۔ لاہور کے محاذ پر توپوں، ٹینکوں اور طیاروں کی گھن گرج والی لڑائیوں کے برعکس پاکستان نیوی کی کھلے سمندر میں روایتی ''خاموش خدمت'' زیادہ منظرِ عام پر نہ آسکی وطن کے ساحل سے سیکڑوں میل دُور سمندر کی بے کراں وسعتوں میں اپنے فرض میں محو سفید وردی پوش مجاہدوں کے سوا کوئی پاکستانی موجود نہیں تھا جو ان کے اس کارنامے کو دیکھ سکے اور دادِ تحسین دے سکے۔

Marfat.com

جذبۂ ایمانی اور جذبۂ حب الوطنی

ہم نے اپنی اس قوت ایمانی اور جذبۂ جاں سپاری کے مظاہرے پاک بھارت جنگ کے ہر محاذ پر دیکھے۔ اگرچہ یہ قوت ہماری ظاہری نظروں سے اوجھل تھی لیکن اس کا نورانی تصرف ہمارے جنگ آزماؤں کی رگوں میں برق رو بن کر دوڑ رہا تھا اور ہمارے دل آج بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہ صرف مجاہدین کی قوت ایمانی ہی تھی جس کی بدولت ہمارا دشمن اسباب و وسائل کی فراوانی کے باوجود شکست سے دوچار ہوا۔ اسی طرح دوسرے تمام محاذوں پر دشمن کی افواج کو عبرتناک شکست ہوئی۔ یہاں تک کہ جب پاکستان کے قبضہ میں آئے ہوئے بھارتی ٹینکوں کی تلاشی لی گئی تو ان سے گڑ اور چنے برآمد ہوئے۔ پاکستان کی مسلح افواج نے ستمبر ۱۹۶۵ء کی اس جنگ میں جو مثالی کردار ادا کیا۔ اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم آج بھی ناقابلِ تسخیر ہیں۔ پاکستانی افواج نے اسلام کی نصرت' وطن کے تحفظ اور پاکستانیوں کی حفاظت کے لیے جس جوانمردی کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا گیا۔ یوں تو بری، بحری اور فضائی افواج نے بھارتی عسکری قوت کو ناقابلِ فراموش شکست دی لیکن افواج کے شانہ بشانہ عوام کی قوت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ صدرِ پاکستان نے دو ٹیڈی پیسے میں ایک فوجی ٹینک خریدنے کی مہم کا آغاز کیا تو ملک بھر کے ہر بازار میں دفاعی فنڈ کے بکس رکھ دیے گئے اور ہر شام کروڑوں روپیہ دفاعی فنڈ میں جمع ہوتا رہا۔ ملک کی کسی کونے سے بھی اس فنڈ کے بارے میں کرپشن یا بددیانتی سامنے نہیں آئی۔ لاہور، سیالکوٹ اور سرگودھا کے عوام کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے حکومت نے ہلالِ استقلال کا اہتمام کیا۔ پرچمِ ہلالِ استقلال کی منظوری مئی ۱۹۶۶ء میں ہوئی لیکن پرچم پر ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء درج ہے۔ اس کی تیاری کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے۔ مشاورت کے بعد پرچم کے نمونہ جات حاصل کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ ملک کے مختلف فن کاروں کی طرف سے ارسال کردہ تین سو ڈیزائنوں میں سے مرکزی محکمہ مطبوعات و فلم کے سینئر آرٹسٹ اقبال احمد خان کا ڈیزائن پسند کر کے منظور کیا گیا۔ انھیں حکومتِ پاکستان کی جانب سے ''تمغۂ امتیاز'' سے نوازا گیا۔ یہ اعزازی پرچم یوں تو قومی پرچم جیسا ہے لیکن اسے نمایاں فرق کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ افواجِ پاکستان کا مشترکہ نشان ''ہلال'' قومی پرچم میں موجود سفید پٹی کے اُفقی جانب ہے۔ اس نشان کے اُوپر سات ستارے ہیں۔ اس میں چاند ستارہ اسلامی تشخص کا مظہر ہے۔ اس کے گرد بیل سپریم کمانڈر کے اسٹینڈرڈ کی ترجمان ہے۔ اس کے نیچے ''ہلال

Marfat.com

استقلال‘‘ کے الفاظ درج ہیں اور ان الفاظ کے نیچے تین ستارے تینوں شہروں لاہور، سیالکوٹ اور سرگودھا کی نمائندگی اور ان ستاروں میں موجود رنگ مسلح افواج (بری، بحری اور فضائی) کی نشان دہی کرتے ہیں۔ زندہ دلانِ لاہور کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء پرچم ہلالِ استقلال سے نوازا۔ یہ پرچم شاہراہِ قائداعظم پر موجود جناح ہال پر لہرایا گیا۔ سیالکوٹ تو زندہ رہے گا، جناح ہال کی عمارت پر یہ پرچم ۶ مئی ۱۹۶۷ء کو گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ لہرایا۔’’ زندہ دلوں کا گہوارہ سرگودھا میرا شہر‘‘ میں گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ ۷ مئی ۱۹۶۷ء کو باغِ جناح سرگودھا تشریف لائے۔ موجودہ ہاکی گراؤنڈ میں تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ بشیر احمد تارڑ نے نظامت کے فرائض سنبھالے۔ پرچم کشائی کے وقت فقید المثال مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ جب پاک فضائیہ کے ایک ہیلی کاپٹر نے پرچم پر گل پاشی کی۔ لاہور اور سیالکوٹ کی طرح ہلالِ استقلال کا یہ پرچم یومِ دفاعِ پاکستان یعنی ۶ ستمبر کو لہرایا جاتا ہے۔ پرچم سلامی کے یادگار لمحے سارا سال اہلِ سرگودھا کو اُن کی بہادری کی یاد دلاتے ہیں۔ راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کو یہ یادگار تقریب دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی یہ الگ بات ہے کہ سٹیج تک پہنچنے کے لیے اہلِ پولیس کے دو چار تھپیڑے سہنے پڑے۔ المختصر ۱۹۶۵ء کی جنگ اور جنگِ بدر میں بہادری کی مماثلت موجود ہے۔ ہر سال جب ۶ ستمبر آتا ہے تو قوم کا بچہ بچہ قومی جذبہ سے سرشار ہو جاتا ہے۔ ہر فرد میں ایک ولولہ تازہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ممتاز شاعر و ادیب ممتاز عارف نے کیا خوب کہا ہے:

میری تاریخ کا اِک باب نرالا تُو ہے
چھ ستمبر! میری غیرت کا اُجالا تُو ہے
تیرے آنے سے مرا عزم جواں ہوتا ہے
جذبۂ شوقِ شہادت کا پیالہ تُو ہے

۱۹۶۵ء کی جنگ نے ثابت کر دیا کہ قوت ہار جاتی ہے اور جذبے جیت جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں پاکستان کے مضبوط دفاع کے لیے ہمیں ۱۹۶۵ء کے جذبے کی ضرورت ہے۔ مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر ذہن پر اُبھرتا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

Marfat.com

۱۹۷۱ء کی پاکستان اور بھارت جنگ

میدانِ بدر میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی فتح ونصرت سے مشرکینِ مکہ کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ۳۱۳ سرفروشانِ اسلام نے ہزاروں کفار کی طاقت کا گھمنڈ خاک میں ملا دیا۔ اس میدان میں قریشِ مکہ کے کئی سردار واصلِ جہنم ہوئے۔ میدانِ بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان اور دیگر سردار بدلہ لینے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ عسکری قوت میں اضافے کے ساتھ تجربہ کار تیرانداز جمع کر کے اپنی طاقت کے مظاہرے کرنے لگے۔ بھارتی حکومت کی ذہنیت کفارِ مکہ کی ذہنیت سے ہم آہنگ رہی۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کو شکست دینے کے خواب چکنا چور ہو گئے۔ دس گنا بھارتی فوج کو اُسی ندامت کا سامنا کرنا پڑا جو کفارِ مکہ کے حصے میں آئی تھی۔ ابوسفیان اور اس کی بیگم اہلِ مکہ کے مشرک سرداروں کی ہمدردیاں سمیٹتے رہے جب کہ بھارت نے اسی انداز میں اسرائیل، امریکہ اور روس سے خفیہ طور پر اسلحہ کی بھیک مانگنے کا سلسلہ شروع کیا۔

ایوب خان کی حکومت کا خاتمہ

بھارت نے یوں تو قیامِ پاکستان کے بعد سے ہی دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا لیکن ۱۹۶۵ء میں بھارت کو اپنی عبرت ناک شکست کے بعد پاکستان اس کے من میں چبھنے لگا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ہیرو محمد ایوب خان کی حکومت کے ۱۰ سالہ جشن کے موقع پر مخالف سیاسی جماعتوں نے ایک تحریک شروع کر دی جس سے ملک بھر میں ہنگامہ آرائی کا سلسلہ چل نکلا۔ راولپنڈی کے ایک طالب علم کی ہلاکت کے بعد ملک بھر میں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے طالب علم سڑکوں پر نکل آئے۔ اس ہنگامہ آرائی کی پرورش کئی ایک سیاسی جماعتیں کر رہی تھیں۔ ایوب خان نے اِن ہنگاموں کی طوالت دیکھتے ہوئے اقتدار چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ اُنھوں نے قوم سے خطاب میں اپنی غلطیوں پر معذرت کی اور ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو بری فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل یحییٰ خان کو اقتدار سونپ دیا بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ۲۶ مارچ کو جنرل یحییٰ خان نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا۔ ان کا اہم ترین کارنامہ جنرل الیکشن ہیں۔ جسٹس عبدالستار چیف الیکشن کمشنر

Marfat.com

نے ۱۹۷۰ء میں الیکشن کروائے۔ ملک کی ۲۴ سیاسی جماعتوں نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ۷ دسمبر کو قومی اسمبلی کے جب کہ ۱۷ دسمبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ بلوچستان کے عوام نے بھی الیکشن میں پہلی مرتبہ حصہ لیا۔ مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کی ۱۶۲ نشستوں میں سے عوامی لیگ نے ۱۶۰ نشستیں جیت لیں جب کہ مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی نے ۱۳۸ نشستوں میں سے ۸۰ نشستوں پر فتح حاصل کر لی۔ صوبائی اسمبلیوں میں بھی مشرقی اور مغربی پاکستان میں دونوں جماعتوں نے فتح حاصل کر لی۔ فوج نے صاف شفاف الیکشن کے انعقاد میں بھرپور معاونت کی۔ بینک ووٹ کے اعتبار سے عوامی لیگ کا پلڑا بھاری تھا۔ انتقالِ اقتدار سے پہلے ہی ملک میں ہنگامی صورت حال پیدا ہو گئی۔ پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ میں ٹھن گئی۔ اس رسہ کشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے منافقانہ کردار ادا کیا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۰ء کو قومی اسمبلی کے منتخب اراکین کا اجلاس بلانے کا اعلان ہوا۔ پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ میں مفاہمت نہ ہو سکی۔ مولانا بھاشانی اور شیخ مجیب الرحمٰن نے اتحاد کر لیا۔ ملک میں سیاسی رسہ کشی بڑھنے لگی۔ ۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان کے مختلف شہروں میں ہڑتال، آتش زدگی، لوٹ مار کے واقعات رونما ہوئے۔ کئی شہروں میں کرفیو بھی نافذ کر دیا گیا۔ سول نافرمانی شروع ہو گئی۔ حالات کی کشیدگی کے باعث ۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء کو غیر ملکیوں نے مشرقی پاکستان چھوڑنا شروع کر دیا۔ ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو کراچی کے نشتر پارک میں ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے سے روزنامہ آزاد نے اِدھر ہم اُدھر تم کے نعرے کی سرخی شائع کی۔ یہ سرخی بھٹو صاحب کے لیے ایک عرصہ تک مصیبت کا باعث بنی۔

دونوں بڑی جماعتوں کے سربراہان کو مذاکرات کی میز پر لانے کی کوشش کی گئی مگر عوامی لیگ کے ۶ نکات آڑے آئے۔ بالآخر ۲۱ مارچ ۱۹۷۱ء کو صدر یحییٰ خان اور مجیب الرحمٰن کے درمیان جب کہ ۲۲ مارچ کو بھٹو اور مجیب الرحمٰن کے مابین مذاکرات ہوئے۔ جن کا کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا۔ ۲۳ مارچ کو عوامی لیگ نے یوم پاکستان منانے کے بجائے یومِ مزاحمت منایا۔ اسی روز بنگالیوں نے پاکستانی پرچم اتار کر بنگلہ دیشی پرچم لہرا دیا۔ ۲۶ مارچ کو فوجی ایکشن شروع ہوا۔ آپریشن سرچ لائٹ میں میجر جنرل راؤ فرمان علی اور میجر جنرل خادم حسین راجہ نے ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء کو رات ۱ بجے شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔ مجیب الرحمٰن کے ساتھیوں کو بھارتی خفیہ ایجنسی نے ''را'' نے اُنھیں بھارت فرار ہونے میں مدد کی۔ نیشنل عوامی پارٹی پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ بہت سے سیاسی رہنما پسِ دیوارِ زنداں چلے گئے۔ مولانا بھاشانی نے خان عبدالغفار خان (سرحدی گاندھی) کی ہمدردیاں بھی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عوامی لیگ کا پریشر گروپ ''مکتی باہنی'' فرنٹ لائن پر آ گیا۔ اس

Marfat.com

کے انچارج کرنل عثمانی نے بھارتی معاونت سے پاکستانی فوج کا خوب مقابلہ کیا۔ مشرقی پاکستان کی اس صورت حال کو دیکھ کر بھارت میں مسرت وشادمانی کے گیت گائے گئے۔

۳/اپریل ۱۹۷۱ء کو جنرل ٹکا خان نے مشرقی پاکستان کے مختلف لیڈرز کو اس بات سے آگاہ کیا کہ بھارت اس کشیدگی سے فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن بنگالیوں پر صرف بنگلہ دیش بنانے کا بھوت سوار تھا۔ ۶/اپریل ۱۹۷۱ء کو بھارتی فوج کی سرگرمیوں سے پیدا ہونے والے حالات کے پیش نظر پاک فوج نے کئی بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے اور ۸۰۰ فوجیوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔ ۹/اپریل ۱۹۷۱ء کو جنرل ٹکا خان نے مشرقی پاکستان کے گورنر کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ بھارت کی کھلم کھلا مداخلت سامنے آ گئی۔ چین، روس اور دیگر ممالک نے اس گھمبیر مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹ مئی ۱۹۷۱ء کو بھارتی وزیر اعظم نے پاکستان کے خلاف جنگ کی دھمکی دے دی۔ مشرقی پاکستان میں موجود شر پسند عناصر اور بھارتی نژاد لوگوں کی سرگرمیوں نے سر اٹھایا۔ حکومت نے ملک بھر میں عوامی لیگ کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی نیز اخبارات پر سیاسی خبریں شائع کرنے پر پابندی بھی عائد کر دی۔ ۵/اگست ۱۹۷۱ء کو حکومت نے مشرقی پاکستان میں بھارتی مداخلت اور عوامی لیگ کے شر پسند عناصر کی سرگرمیوں پر ایک وائٹ پیپر شائع کیا۔ بھارت نے ان حالات سے مزید فائدہ اٹھاتے ہوئے روس اور امریکہ سے خفیہ معاہدے شروع کر دیئے بطورِ خاص ۹/اگست ۱۹۷۱ء کو امن معاہدہ کے تحت بھارت نے روس سے جدید اسلحہ حاصل کیا۔ ایک غدار انسٹرکٹر مطیع الرحمٰن کچھ خفیہ دستاویزات بھارت پہنچانا چاہتا تھا اس مقصد کے لیے اس نے ۲۰/اگست ۱۹۷۱ء کو پائلٹ راشد منہاس کے طیارے میں زبردستی گھس کر اسے بھارت لے جانے پر مجبور کیا لیکن راشد منہاس نے بھارت کی سرحد سے پہلے ہی اپنا طیارہ زمیں بوس کر دیا۔ غدار انسٹرکٹر اپنے انجام کو پہنچا اور بھارت اپنی جاسوسی میں ناکام ہوا۔ شہید راشد منہاس (نشانِ حیدر) ۲۱/اگست ۱۹۷۱ء کو زیرِ زمیں منتقل ہو گئے تاکہ شہید کے لہو سے وہاں بہادری کے پھول اُگتے رہیں۔

میدانِ بدر کی شکست کے بعد ایسی ہی جعل سازیاں کفار مکہ بھی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بھی اپنے جاسوس (عبداللہ بن ابی جیسے) چھوڑ رکھے تھے۔ کفارِ مکہ، ریاستِ مدینہ میں انتشار چاہتے تھے جس میں وہ ناکام ہوئے۔ بھارت بھی مشرقی پاکستان کی طرح مغربی پاکستان میں افراتفری کے خواب دیکھ رہا تھا۔ الحمدللہ! بھارت اپنے ارادے میں ناکام ہوا۔ بھارت نے سرحدوں پر افواج جمع کر دیں۔ پاکستان سے محبت کرنے والے عوام بھارتی فوج کی مداخلت کے خلاف سڑکوں پر بھی آئے۔ مشرقی پاکستان میں پاک فوج کو

Marfat.com

بھارتی فوج، بنگالیوں اور مشرقی پاکستان میں موجود بھارتی تخریب کاروں کا ایک ہی وقت میں مقابلہ کرنا پڑا۔ مشرقی پاکستان کی سرحدوں کے علاوہ بھارت نے مغربی پاکستان کی سرحدوں پر بھی فوج ہائی الرٹ کر دی۔ ان حالات کے پیش نظر مغربی پاکستان میں بھارتی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے سرگرمیوں کا آغاز ہوگیا۔ شہروں کے دفاع کو فعال بنانے کے لیے پاکستان کے ہر شہر میں موجود ''شہری دفاع'' کو بھی فوری طور پر چوکنا اور مستعد رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے ۷ نومبر ۱۹۷۰ء کو ''شہری دفاع'' میں شمولیت کی تھی۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا میں تدریس کے دوران ۱۹۷۱ء کے وسط میں ''کرش انڈیا فرنٹ'' کے کنویئنر کی حیثیت سے بھارت کے خلاف جلسے جلوسوں کا اہتمام کیا۔ طالب علموں نے پاکستان ائیر فورس میں اپنی خدمات پیش کیں۔ ریت کے تھیلے تیار کرنے، ہتھیاروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پہنچانے کا اہتمام ہونے لگا۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ینگ سپیکرز یونین کے صدر کی حیثیت سے راقم الحروف نے ایک جنگی نوعیت کا مشاعرہ منعقد کروایا جس کی صدارت صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے کی۔ شاعرِ شباب الطاف مشہدی مہمانِ خصوصی تھے۔ ریڈیو پاکستان لاہور کی خصوصی ٹیم مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے سرگودھا پہنچی۔ ایک محبِ وطن پروڈیوسر نے راقم الحروف کو بھارتی جارحیت کے خلاف اپنے جذبات کے اظہار کا موقع دیا جو ۱۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو شام چھ بجے قومی نشریاتی رابطے پر براڈ کاسٹ ہوا۔

مشرقی پاکستان پر بھارت کے حملے

پاکستانی قوم بھارتی منافقت کو بھانپ چکی تھی اس لیے مختلف محاذوں پر دفاعی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ سیاسی جماعتوں نے بھی اپنے اپنے طور پر کارکنان کو بیدار رہنے کا مشورہ دیا۔ بالآخر مشرقی پاکستان میں ''اپنوں'' کی سازشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے تمام اخلاقی، انسانی اور عالمی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان میں موجود پاکستانی فوج پر حملہ کر دیا۔ بھارت کا یہ حملہ بھی ۱۹۶۵ء کے حملے کی طرح بزدلانہ اور اچانک تھا۔ مشرقی پاکستان پر اس حملے کے خلاف مغربی پاکستان اور ڈھاکہ میں بہت جلوس نکالے گئے۔ جیسور، چٹاگانگ اور سلہٹ میں بھارت اور پاکستان کی افواج کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ بھارتی فوج کے افسران اپنے ۱۸۹ ہلاک فوجی اور ۵۰۰ زخمی فوجی تحفہ میں ساتھ لے گئے۔ بھارت کی پیدل فوج کے ساتھ اٹھارہ ٹینک بھی تھے جنہیں ہمارے جوانوں نے تباہ کر دیا۔ میرے وطن کے ۱۸ سپوت جام شہادت نوش کر گئے جب کہ ۵۰ جوانوں کو ہسپتالوں میں بھیج دیا گیا۔

Marfat.com

بھارت کے اس جارحانہ حملے کے پیشِ نظر صدر جنرل یحییٰ خان نے ۲۳ نومبر ۱۹۷۱ء کو ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ بھارت کو جن علاقوں میں شکست کا سامنا کرنا پڑا، اس نے ان علاقہ جات میں ایک بار پھر قوت آزمائی شروع کر دی۔ بھارت نے سرحد کے علاوہ ہماری فضائی حدود کو بھی اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ ''چوا گاچھا'' کی لڑائی میں بھارت اپنے دو طیاروں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عالمی سطح پر بھارتی فوج کی اس حرکت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ چین سمیت کئی دیگر ممالک نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ اقوام متحدہ کا ادارہ سلامتی کونسل اس حملے کی اطلاع پاتے ہی سرگرمِ عمل ہو گیا۔

۲۴ نومبر کو بھارتی سورماؤں نے دیناج پور کے علاقے ہلی پر زبردست ہلہ بول دیا لیکن پاک فوج کے جوانوں نے اس حملے کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے بھارتی فوجیوں کی نعشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ مجبوراً سہلٹ کے محاذ پر دشمن کو واپسی کی راہ دیکھنا پڑی۔ مختلف علاقوں جیسور، کومیلا اور چٹا گانگ میں بھی لڑائی کے واقعات ہوتے رہے۔ حکومت پاکستان نے ہنگامی صورت حال کے پیش نظر ڈھاکہ اور نرائن میں شام ساڑھے پانچ بجے سے رات ساڑھے نو بجے تک کرفیو نافذ کر دیا۔ بھارتی فوج نے ۲۵ نومبر کو جیسور، بنیا پول، ہلی، سہلٹ اور چٹا گانگ یعنی پانچوں اطراف سے حملہ کیا لیکن پاک فوج کے جوانوں نے چومکھی لڑتے ہوئے دشمن کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیے۔

۲۶ نومبر کا معرکہ جیسور اور بیلونیا کے علاقہ جات میں بھارت کے لیے ندامت کا باعث ہوا۔ بھارت کا جز وقتی قبضہ بھی پاک فوج نے واپس لے لیا۔ بھارت کی اپنی بارودی سرنگیں ان کے لیے نقصان کا باعث ہوئیں۔ ۲۷ نومبر کو بھارتی فوج اپنے پانچ حملوں میں ناکام رہی۔ اِن مشرقی محاذوں پر بھارت کو نعشوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔

جیسور کے علاوہ سلہٹ اور دیناج پور میں بھارت اپنی کثیر فوج کے ساتھ ۲۸ نومبر کو حملہ آور ہوا نتیجتاً ٹینکوں، توپوں اور طیاروں کے استعمال کے باوجود بھارت کے ۳۰ جوان واصلِ جہنم ہوئے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو بھی جیسور اور دیناج پور میں شکست بھارتی فوج کا مقدر بنی۔ یکے بعد دیگرے حملوں میں ناکامی کے باعث ۳۰ نومبر کو اندرا گاندھی نے پاکستان کو مشرقی پاکستان ''نام نہاد بنگلہ دیش'' سے اپنی فوجیں ہٹانے کی دھمکی دی۔ مشرقی محاذ کے بعد بھارت نے مغربی پاکستان کا رخ بھی کیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۱ء کو بروز بدھ بھارت کے چار طیاروں نے جونہی سیالکوٹ کے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو پاکستان کے شہبازوں کو دیکھتے ہی

Marfat.com

واپس بھاگ گئے۔ کشتیا اور سلہٹ میں بھی بھارت کا ایک زبردست حملہ نہ صرف پسپا ہوا بل کہ اس کے ۱۳۰ بھارتی فوجی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان بھارتی حملوں کے خلاف عالمِ اسلام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ مشرقی محاذوں پر مار کھانے کے علاوہ بھارت نے کئی دوسرے علاقہ جات پر بھی چڑھائی کرنے کی کوشش کی۔

راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے ۳ دسمبر ۱۹۷۱ء بعد از نمازِ جمعہ، جناح ہال سرگودھا میں بھارت کے خلاف ایک بہت بڑے سیمینار کا اہتمام کیا۔ جس کی صدارت چیئرمین تعلیمی بورڈ غالب احمد نے کی۔ اہم مقررین میں عبدالرحمٰن پنگیری، پروفیسر غلام جیلانی اصغر، پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول، سید مسعود احمد زاہدی، قاضی مقصود احمد انور، خان میاں خان، تاج الدین حقیقت اور دیگر معززین شامل تھے۔ تقریب تقریباً اذان مغرب تک جاری رہی۔ جونہی شرکاءِ تقریب جناح ہال سے باہر آئے تو خطرے کے سائرن بج رہے تھے۔ شہر میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ ہر ایک کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ بھارت نے مغربی پاکستان پر حملہ کر دیا ہے۔ کچھ ہی وقت کے بعد پتا چلا کہ بھارتی طیارے شاہینوں کے شہر سرگودھا کا رخ کر رہے ہیں۔

مغربی پاکستان پر بھارتی یلغار

بھارت نے عیاری اور مکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان کی تمام سرحدوں پر بھی اچانک زبردست حملے کیے مگر پاک فوج کے جانبازوں اور پاک فضائیہ نے دشمن کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ پاک فضائیہ کے شاہینوں نے امرتسر، پٹھان کوٹ، آگرہ، انبالہ، سری نگر، اونتی پور اور اترالی (راجستھان) کے فضائی اڈوں پر زبردست حملے کر کے انھیں ناکارہ بنا دیا۔ پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل اے رحیم خان نے فضائیہ کو حکم دیا کہ وہ دشمن کو ایسا سبق سکھا دے جسے وہ سو برس تک نہ بھلا سکے۔ بھارتی حملے کے پیشِ نظر پاکستان بھر میں براؤن آؤٹ، بلیک آؤٹ اور رات کو حفاظتی اقدامات کے احکامات صادر کر دیئے گئے۔ ۴ دسمبر کو صدر پاکستان جنرل محمد یحییٰ خاں نے مسلح افواج اور پاکستانی عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ آگے بڑھیں اور سفاک و مکار دشمن پر اللہ اکبر کی کاری ضرب لگائیں اور اس پر قہرِ خداوندی بن کر ٹوٹ پڑیں، علاوہ ازیں صدر پاکستان نے کہا کہ بھارت کی حالیہ سنگین جارحیت ہمارے خلاف اس کا سب سے بڑا اور آخری وار ہے، ہم نے بہت برداشت کیا مگر اب دشمن کا منہ توڑ جواب دینے کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ ہماری مسلح افواج اس حملہ آور کو نہ صرف سرزمینِ پاک سے مار بھگانے بل کہ اس کا پیچھا کر کے دشمن کو اسی کے

Marfat.com

علاقے میں تہس نہس کر دینے کا پختہ عزم کر چکی ہیں۔صدر نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ آپ میں سے ہر ایک کو ملک کے دفاع کے لیے کام کرنا ہے۔قومی اتحاد برقرار رکھئے اور اللہ کا یہ وعدہ یاد رکھئے کہ اگر تم ثابت قدم رہے تو اللہ فتح مبین عطا کرے گا۔

بھارت کی ناکامیاں

۵ دسمبر بھارت کے لیے ناکامیوں کا سورج لے کر طلوع ہوا۔پنجاب کی لائن آف کنٹرول، کشمیر اور دیگر مقامات پر بھارت شکست سے دوچار ہوا۔بھارت کے کئی طیارے دم توڑ گئے۔مشرقی پاکستان کے شہر اکھوڑہ ریلوے اسٹیشن پر بھی بھارت کے منہ پر شکست نے طمانچہ دے مارا۔کھیم کرن چوکی پر پاکستانی فوج براجمان ہوگئی ۔اسی دوران اسرائیل اور روس کی طرف سے پاکستان کو دھمکیاں بھی ملنے لگیں۔امریکہ دوعملی کا شکار رہا۔

بھارتی سازش

پاک فوج نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور ۶ دسمبر کو دریائے توی عبور کر لیا۔حسینی سیکٹر کے قرب و جوار کی بہت سی چوکیوں پر قبضے کے علاوہ دریائے ستلج کے پار بھی دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔سازشی بھارت نے اپنی ندامت مٹانے کے لیے اسی دن مشرقی پاکستان کو بطور ''بنگلہ دیش'' تسلیم کر کے پاکستان کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔مشرقی پاکستان میں بھارتی ساز و سامان پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔پاک فضائیہ نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہماری مسلح افواج مقبوضہ کشمیر کے اہم شہر چھمب جوڑیاں پر ۷ دسمبر کو قابض ہو گئیں۔ پاکستان کے کئی بڑے شہروں خصوصاً لاہور، سیالکوٹ، خانیوال، سرگودھا، ڈیرہ غازی خان، کراچی، پشاور، کوئٹہ، راولپنڈی میں بھارتی خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار بھی قابو میں آ گئے۔

بھارتی فوج کی ناکامی

جنگ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔مغربی محاذ پر بھارتی فوج اپنی لاشیں اٹھاتی رہی کیوں کہ پاک فوج نے مغربی محاذوں پر دشمن کو چھٹی کا دودھ یاد دلوا دیا۔واہگہ اور برکی سیکٹر میں بھارت کے متعدد دیہاتوں پر پاک فوج نے قبضہ کر لیا۔چھمب، حسینی والا اور راجستھان میں زبردست جنگ جاری رہی۔پاک فضائیہ نے جودھپور، پٹھان کوٹ، امرتسر، بھوج اور اترالی کے ہوائی اڈوں کو نشانہ بنایا۔فضائیہ نے اکھنور اور فانکا میں دشمن کے تیل اور اسلحہ کے ذخائر تباہ کر دیئے۔مشرقی پاکستان میں سلہٹ اور دیناج پور سیکٹر میں اترنے والی بھارتی

Marfat.com

چھاتہ بردار فوج کو پاک فوج نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک بھی بھارتی زندہ نہ بچا۔ جیسور اور لکشمی پور کے محاذوں پر دشمن کی پیش قدمی کو نہ صرف روکا بل کہ دشمن کے ٹینک بھی تباہ کر دیے۔ کامیابی کی داستانوں میں برّی اور فضائی قوتوں کے علاوہ بحریہ کی کاوشیں بھی کم نہ تھیں۔ کراچی کے قریب حملہ کی نیت میں آنے والی بھارتی آبدوز کو پاکستانی بحریہ نے نذرِ آب کر دیا۔ لوگوں کا جذبہ دیدنی تھا۔ انھوں نے فوج کے شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لیا۔ عوام الناس نے دفاعی فنڈ میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ پاک فوج کی پیش قدمی جاری رہی اور اس نے ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات برکی سیکٹر میں چینا بندی چک اور کلاہ نامی دو گاؤں پر قبضہ جما لیا۔ واہگہ اٹاری سیکٹر میں بھی پاک فوج نے کامیابی حاصل کی۔ مشرقی پاکستان میں پاک فوج کے ۴۲ جوانوں نے کمال پور کے محاذ پر بھارت کے ۵۴۰ سپاہی جہنم کی آگ میں دھکیل دیے۔ ۴۵ بھارتی فوجیوں نے ہتھیار ڈال کر شکست چاٹ لی۔ پاک فضائیہ نے انبالہ، آدم پور، بھوج اور اترالی کے ہوائی اڈوں پر حملے کر کے نہ صرف زمینی نقصان پہنچایا بل کہ دشمن کے چار طیاروں کو تگنی کا ناچ نچوا کر تباہ کر دیا۔ بھارت نے اپنی روایتی سرشت قائم رکھی۔ اس نے ڈھاکہ کے ایک یتیم خانہ پر آتش و آہن کی بارش کر کے ۵۰ بچوں کو جامِ شہادت کے درجہ تک پہنچا دیا۔

۱۰ دسمبر کو تمام محاذوں پر گھمسان کی جنگ میں دشمن کو زبردست جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ پاک فضائیہ نے بھارت کے مزید چودہ طیارے تباہ کر دیئے اور اس طرح ۱۰ دسمبر تک بھارت ۱۲۰ طیاروں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ راقم الحروف ۱۹۷۱ء کی جنگ میں عملی طور پر شریک رہا۔ دن شہری دفاع کی تربیت کے اصول سکھانے میں گزرتا تو رات گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج کی چار دیواری میں زمین پر نصب چار طیارہ شکن توپوں کے محافظین کے ساتھ گزرتی۔ شہری دفاع کے رضا کاروں کا جذبہ ناقابلِ فراموش تھا جو توپ خانہ کے جوانوں کو اسلحہ تک پہنچانے کی خدمات انجام دیتے رہے۔

سرگودھا پر بھارتی طیاروں کی بمباری

شاہینوں کے شہر سرگودھا پر بھارت نے ۱۰ دسمبر بروز جمعۃ المبارک دس بم گرائے۔ شہری آبادی مثلاً مسجد گول چوک، مسلم مسجد، پی ایس او پیٹرول ڈپو، ریلوے ٹریک، پولیس لائن اور قرب و جوار کے چکوک پر اپنی جارحیت کا مظاہرہ کیا۔ کوٹ فرید روڈ پر نصب چار طیارہ شکن توپوں اور پی اے ایف کی توپوں سے ہونے والی مشترکہ فائرنگ سے بھارت کے درجنوں طیارے زمیں بوس ہوئے۔ قریبی چک نمبر ۳۶۔ ۳۷ شمالی سے بھارت کا تباہ شدہ جہاز سرگودھا کے شاہین گدھا گاڑی پر اُٹھا لائے۔ فضاء میں اُڑنے والا بھارتی جہاز پاکستان

Marfat.com

کی گدھا گاڑی پر دیکھ کر عوام الناس نعرۂ تکبیر بلند کرتے رہے۔ سبحان اللہ! پورا کوٹ فرید اور قریب کے اہل محلہ سول ڈیفنس کے رضا کاروں کے ہمراہ فوجی بھائیوں کی عسکری مدد میں پیش پیش رہتے۔ سرگودھا کے شہری طیارہ شکن توپوں پر ڈیوٹی پر مامور فوجیوں کے لیے ناشتہ لانا اپنے لیے اعزاز سمجھتے۔ مغربی محاذ پر بھارت اپنی شکست کا بدلہ مشرقی پاکستان میں مداخلت کر کے پورا کرتا رہا۔ ۱۰ دسمبر کے ہوائی حملوں کے بعد بھارتی طیاروں نے سرحد کے اس پار آنے کی جرات نہ کی۔ دشمن نے ۱۱ دسمبر کو ٹیٹوال، پونچھ، واہگہ اور اٹاری پر تازہ دم فوج سے حملے کیے۔ ہماری فوج نے کھلنا پر دو بھارتی حملے پسپا اور پانچ ٹینک نیست و نابود کر دیے۔ بھارت نے ڈھاکہ کے قریب ایک بریگیڈ کمانڈوز اتار دیے۔ ان کمانڈوز نے مشرقی پاکستان کی داخلی صورتحال کو بہت خراب کیا۔ بنگالیوں کی انتہا پسند تنظیموں نے پاک فوج پر حملے شروع کر دیے۔ اس طرح پاکستانی فوج کو اپنوں اور بیگانوں نے گھیرے میں لے لیا۔ اس ساری صورتحال کے باوجود بری، بحری اور فضائی کامیابیاں پاکستان کے حصے میں آتی رہیں۔ پاک بحریہ نے ۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء کو دشمن کا ایک جنگی جہاز بحیرۂ عرب میں ڈبو دیا۔ اسی طرح میزائلوں سے لیس روسی ساخت کا ایک جہاز سمندر میں غرق کر کے پاک بحریہ نے دشمن کی کمر توڑ دی۔ ۱۲ دسمبر کو امریکی صدر نکسن نے بھارت کو جنگ بند کرنے کی اپیل کر دی۔ شکر گڑھ میں پاک فوج نے بھارت کے ۱۴ ٹینکوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ مختلف سیکٹروں میں بھی بھارت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرقی پاکستان کے کمانڈر جنرل امیر عبداللہ خان نیازی نے ۱۳ دسمبر کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

۱۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس میں پاکستان کے نامزد نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بھارت کو برصغیر کا چودھری نہیں بننے دیا جائے گا۔ پاکستان سلامتی کونسل میں امن کی بھیک مانگنے کے لیے نہیں آیا۔ ہم مشرقی پاکستان کے لیے آخری دم تک لڑیں گے اور وہاں کا ہر آدمی اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دے گا۔ انھوں نے بھارتی وزیر خارجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ڈھاکہ کو اتنی آسانی سے فتح نہیں کیا جا سکتا دریں اثناء مشرقی کمان کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل اے کے نیازی نے کہا کہ پاکستان کی شیر دل افواج دشمن کو پاک سرزمین سے نکالنے کے لیے آخری دم تک لڑیں گی۔ بھارت نے مختلف علاقہ جات میں اکا دکا فضائی حملے جاری رکھے۔ اپنے طیارے تباہ ہوتے دیکھ کر انھوں نے شہری آبادی کو نشانہ بنایا جس سے کئی شہری شہید ہو گئے۔ مشرقی پاکستان میں پاک فوج کے جیالوں نے ڈھاکہ سے پچاس میل دور تنگیل کے مقام پر بھارت کے چھاتہ بردار بریگیڈ کو گھیرے میں لے لیا۔

Marfat.com

۱۴ دسمبر کو بھارتی فضائیہ کی بزدلی ۱۲۹ پاکستانیوں کو تختۂ شہادت پر لے آئی۔ ۱۳۷ افراد زخمی ہوئے۔ اسی روز بھارت اپنے ۱۷ طیاروں اور ۲۸ ٹینکوں کی تباہی کے مناظر دیکھتا رہا۔ پونچھ سیکٹر میں بھی بھارتی اپنے ۶۱۰ فوجیوں کی لاشیں سمیٹتا رہا۔ شاہین صفت ہوابازوں نے اپنے فن سے پٹھان کوٹ اور امرتسر کے ہوائی اڈوں کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا۔

سلامتی کونسل سے بھٹو کا واک آؤٹ

۱۵ دسمبر کو ذوالفقار علی بھٹو سلامتی کونسل کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے اور انھوں نے کونسل کے ایجنڈے کو پرزے پرزے کر کے پھینک دیا اور میز کو ٹھوکر مارتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ پاکستان پر شرمناک قبضے پر فریق بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی روز پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف ائیر مارشل اے رحیم خان کی قیادت میں شاہینوں نے جیسلمیر، پٹھان کوٹ، امرتسر اور سری نگر میں دشمن کے اڈوں پر تباہی مچادی اور بھارت کے موناباؤ اور مکیریاں ریلوے اسٹیشنوں پر زبردست بمباری کر کے دشمن کی ایک گاڑی کو اڑا دیا جب کہ بھارتی طیاروں کی بمباری سے لاہور کے ۱۸ افراد شہید اور ۸۰ زخمی ہو گئے۔ دیناج پور، رنگ پور، سلہٹ، کومیلا اور کھلنا میں حملہ آوروں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

پاک افواج کے کارنامے

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں مسلح افواج نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مشرقی پاکستان میں بھارتی مداخلت، بنگالیوں کی انتہا پسند تنظیموں اور چند سیاسی کارکنوں کی شرانگیزی سے حالات بہت خراب ہوئے۔ بّری فوج کے ساتھ ساتھ فضائیہ نے دشمن کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ راشد منہاس کی فقید المثال ذہانت اور شہادت نے پاکستان کا بہت سا نقصان بچا لیا۔ راشد منہاس کی شہادت واقعی قوم کی حیات ثابت ہوئی۔ مشرقی اور مغربی محاذوں پر بھارت کو ۱۱۹ طیاروں کی تباہ شدہ کرچیاں دیکھنا نصیب ہوئیں جب کہ پاکستان کے ۲۶ طیارے کام آئے۔ پاکستان ائیر فورس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی طرح ۱۹۷۱ء میں بھی بھارت کے دانت کھٹے کر دیے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہم سقوطِ ڈھاکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی فتوحات کو فراموش کر دیتے ہیں۔ پاکستان ائیر فورس کے شاہینوں نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت سے دشمن کے کئی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔ ۱۱۹ طیارے تو مکمل تباہ ہوئے جب کہ ۲۲ طیاروں کی ہڈیاں پسلیاں تک ضائع ہو گئیں۔

Marfat.com

پاک فضائیہ کے 14Th سکواڈرن کے لڑاکا یونٹ نے اپنی بہادری کی روایات قائم رکھیں۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کے دوران ۱۴ سکواڈرن ڈھاکہ میں تعینات تھا اور مشرقی پاکستان کے اکلوتے ائربیس کا واحد لڑاکا سکواڈرن تھا جب کہ پاکستان کے مشرقی بازو پر بھارتی فضائی قوت تقریباً ۲۰۰ طیاروں پر مشتمل تھی جن میں زیادہ ترمگ ۲۱، ایس یو ے نیٹس اور ہنٹر طیارے تھے۔ ۱۹۷۱ء جنگ وسائل کے اعتبار سے بھارت کے ہاتھ تھی لیکن ہمارے شاہینوں نے جذبۂ حب الوطنی اور جذبۂ شہادت سے سرشار ہوکر بڑی فوج کی جان توڑ مدد کی اور ایک ہی دن میں بھارت کے متعدد طیارے زمیں بوس کر کے ۱۹۶۵ء میں ایم ایم عالم (۶ جولائی ۱۹۳۵ء۔ ۱۸ مارچ ۲۰۱۳ء) کی بہادری کو بازگشت بنا کر اپنی بہادری رقم کی۔ یکے بعد دیگرے بھارتی حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے ساتھ ساتھ ہمارے شہبازوں نے بھارتی تنصیبات کو تباہ کر کے پاکستان کی فتح کا پرچم بلند کیا۔

اور پاکستان دولخت ہوگیا!

۴ دسمبر کو ہی بھارت نے اپنی برتری دکھانے کے لیے لاتعداد حملے کیے۔ فضاؤں کے محافظ جان ہتھیلی پر رکھ کر جب فضائے بسیط میں پہنچے تو فتح کے نغمے گونجنے لگے۔ بھارت کو نقصان کے علاوہ ندامت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ دن بھر کے فضائی معرکوں میں شاہینوں نے دشمن کے ۱۳ طیارے مار گرائے جب کہ پاکستان کے صرف ۳ طیارے ضائع ہوئے۔ ہوابازوں کی شجاعت نے ہمارے طیارہ شکن نشانہ بازوں میں ایسا ولولہ پیدا ہوا کہ وہ بھی ہوائی اڈے کی حفاظت میں سینہ سپر ہو گئے۔ بے پناہ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھوں نے گیارہ طیارہ مار گرائے۔ اس طرح ایک دن میں دشمن کو کُل چوبیس طیاروں کی تباہی کا منظر دیکھنا پڑا۔ کئی زخمی طیارے بھارت کی سرزمین پر جا گرے۔ بھارتی فضائیہ نے اس نقصان سے بہت سبق سیکھ لیا اور اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر لی۔ بعدازاں انھوں نے تمام تر توجہ رن وے کو تباہ کرنے پر دی جو کہ جنگِ عظیم دوئم کے معیار کا تھا۔ ہوائی میدان کو اس بے پناہ بمباری سے جو نقصان پہنچا اس کے سبب سیبر طیاروں کے لیے حملے یا دفاع کے لیے اُڑنا، ناممکن ہو کر رہ گیا چناں چہ جب جنگ ختم ہوئی تو ہمارے ۱۳ طیارے صحیح سالم تھے۔ جنگ کے اختتام تک بہادر طیارہ شکن توپچیوں نے دشمن کے مزید چار طیارے مار گرائے اور سات کو نقصان پہنچایا۔ ۱۹۷۱ء جنگ کے اختتام تک پاک فضائیہ نے مغربی اور مشرقی فضائی حدود کا ولولہ انگیز دفاع کیا۔ وہ دشمن کے طیاروں پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹے۔ فضاؤں کے محافظوں نے تو اپنی کارگزاری سے فتح کے جھنڈے لہرا دیے لیکن سیاسی شعبدہ بازوں نے جیتی جنگ ایک میز پر ہار دی۔ مشرقی پاکستان میں ہماری عسکری قوت کی حیثیت

Marfat.com

میدانِ اُحد میں تیراندازوں ایسی تھی۔ جس طرح میدانِ کارزار میں ہمیں فتح نصیب ہوئی لیکن تیراندازوں کی غفلت سے ہم جزوقتی شکست میں گھر گئے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ بھی اسی نوعیت کی ثابت ہوئی۔ اسلام دشمن قوتوں نے بنگالیوں کے ساتھ مل کر بھارتی مداخلت سے پاکستان کو دولخت کر دیا۔

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات جب ہتھیار ڈالنے کا مرحلہ آ رہا تھا تب بھی پاک فضائیہ نے اپنے رن وے کی آخری دم تک حفاظت کی اور جب کچھ نہ بن سکا تو دشمن کے سامنے سر جھکانے کے بجائے برما کا رخ کیا۔ پاک فضائیہ کو ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ایک ہیرو کی حیثیت حاصل رہی۔

امریکی بے وفائی

امریکہ نے پاکستان کی مدد کے لیے ایک امریکی بحری بیڑا بھیجنے کا اعلان کیا۔ جو ۱۰ دسمبر کو ویت نام کے سمندر سے روانہ ہوا۔ پس منظر میں اس بحری بیڑے کا مقصد اُس علاقہ میں گھرے ہوئے امریکیوں کو نکالنا تھا لیکن احسان حکومتِ پاکستان پر کیا جا رہا تھا۔ وعدہ کے مطابق دھیرے دھیرے بہتا ہوا یہ امریکی ایٹمی بحری بیڑا چاٹ گام کے قریب اُس وقت پہنچا جب ہمارا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔ ''بہت دیر کی مہرباں آتے آتے''

سیاہ ترین دن

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ دن ثابت ہوا جب بھارتی مسلح افواج ایک غلط انداز میں ڈھاکہ میں داخل ہو گئیں۔ اسی دوران ہیلی کاپٹر کے ذریعے اشتہارات پھینکے گئے جن میں ہتھیار ڈالنے کا اعلان درج تھا۔ بھارت اور بنگلہ دیش کی مشترکہ کمان کے جنرل آفیسر کمانڈر ان چیف لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کے سامنے پاکستان کی ایسٹرن کمان کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی کو اپنی فوج سمیت ہتھیار ڈالنے کے لیے کہا۔ یہودی چیف آف سٹاف میجر جنرل جیکب کو بھی ڈھاکہ بلایا گیا جنرل جیکب نے سقوط کی یہ دستاویز پاکستانی حکام کے حوالے کی۔ رمنا ریس کورس گراؤنڈ میں جنرل نیازی نے اپنا ریوالور اتارا اور بھارتی جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کو پیش کیا اس طرح سقوطِ مشرقی پاکستان کی دستاویز پر دونوں جرنیلوں نے دستخط کر کے سقوطِ ڈھاکہ کی توثیق کر دی۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوطِ ڈھاکہ کی تحریر کا متن یہ ہے۔

> ''پاکستان ایسٹرن کمان نے مشرقی محاذ پر ہندوستان اور بنگلہ دیش
> کی فوجوں کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف نے لیفٹیننٹ جنرل

Marfat.com

جگجیت سنگھ اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈالنا منظور کر لیا ہے۔ اس پر اندازی کا اطلاق بنگلہ دیش میں موجود پاکستان کی تمام مسلح افواج پر ہوگا جس میں پاکستان کی بری، فضائی اور بحری افواج کی نیم عسکری تنظیمات اور سول آرمڈ فورسز شامل ہیں۔ افواج کی جو نفری جس مقام پر موجود ہے اسی مقام پر لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کی زیر کمان باقاعدہ انڈین آرمی کے قریب ترین دستوں کے سامنے ہتھیار ڈالے گی۔ اس دستاویز پر دستخط ثبت ہونے کے فوراً بعد پاکستان کی ایسٹرن کمانڈ لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کے احکام کے تحت آ جائے گی۔ دستاویز سقوط کی دفعات کے معانی یا توجیہات میں کوئی شبہ پیدا ہونے کی صورت میں لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کا فیصلہ آخری ہوگا۔

لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا یہ ضمانت دیتے ہیں کہ جو سپاہی ہتھیار ڈالیں گے ان سے عزت و احترام کا وہی سلوک کیا جائے گا جس کے وہ جینوا کنونشن کی دفعات کی رو سے مستحق ہیں۔ نیز پاکستان کی جو فوجی اور نیم فوجی نفری ہتھیار ڈالے گی ان کی سلامتی اور بہبود کی ضمانت بھی دی جاتی ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کی ماتحت فوج غیر ملکی باشندوں نسلی اقلیتوں اور مغربی پاکستان کے باشندوں کی حفاظت کرے گی۔

دستخط

امیر عبداللہ خاں نیازی

لیفٹیننٹ جنرل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی

اور کمانڈر ایسٹرن کمانڈ پاکستان ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء

دستخط

جگجیت سنگھ اروڑا

لیفٹیننٹ جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف افواج

ہندوستان و بنگلہ دیش مشرقی محاذ میں ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء ''

Marfat.com

پاکستان ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب معرضِ وجود میں آیا۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب پاکستان دولخت ہو گیا۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کا سورج پورے ملک میں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ نمودار ہوا۔ پورے ملک میں بھارتی جارحیت کے خلاف جلسے جلوسوں میں بھرپور نفرت کا اظہار کیا گیا۔ نمازِ جمعہ کے وقت بہت سے پاکستانی زار و قطار روتے رہے۔ جس طرح معرکۂ اُحد میں تیراندازوں نے غفلت کا مظاہرہ کیا تھا اسی طرح ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی اپنوں کی غفلت نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی۔ قومی دفاع میں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہر محاذ پر بھارت کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بری، بحری اور فضائی افواج نے دشمن کو ۱۹۶۵ء کی طرح نقصان پہنچایا لیکن مجیب الرحمٰن، مولانا بھاشانی اور ذوالفقار علی بھٹو کی ہوسِ اقتدار نے مشرقی پاکستان، بھارت کی آغوش میں رکھ دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر کے اپنی جان چھڑائی۔ ۱۹۷۱ء کی اس جنگ کو معرکۂ اُحد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

سیاچن

قدرت نے پاکستان کو لا تعداد صحت افزا مقامات، معدنیات، جنگلات، باغات، نباتات، حیوانات اور دیگر نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ بلتی علاقہ پاکستان کا حصہ ہے بلتستان آج اپنی افادیت و اہمیت کے اعتبار سے دنیا بھر میں مقبول ہو رہا ہے۔ سیاچن بلتی زبان کا لفظ ہے اسے جنگلی گلاب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ کے مطالعہ میں کشمیر اور سیاچن کے علاقے کبھی بھی بھارت کا حصہ نہیں تھے۔ قیامِ پاکستان سے اب تک بھارت سیاچن گلیشیر پر قابض ہونے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ دیکھنے کو تو یہاں برف کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے لیکن دفاعی زاویۂ نظر سے عالمی سطح پر بھی یہ مسئلہ زیر بحث رہتا ہے۔ برف پر گھاس پھوس، پھل پھول اگنا تو کجا سانس لینا بھی محال ہے۔ گلیشیر کے اس علاقہ میں پاکستان کو کئی مرتبہ بھارتی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس گلیشیر کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کہ یہ پاکستان، چین اور بھارت کی سرحدوں کو ملاتا ہے۔ روس بھی واکھان کی پٹی کے ذریعے پاکستان کے اس علاقے کے قریب تر ہے۔ نیز یہ شاہراہ قراقرم کے لیے درہ خنجراب کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔ محلِ وقوع کے لحاظ سے بلتستان (شمالی علاقہ پاکستان) واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۲۵۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ طول ۶۷.۵ کلومیٹر جب کہ عرض ۲۲.۳ کلو میٹر تا ۱۰ کلومیٹر ہے۔ سطح بحر سے بلندی ۶۰۰۰ میٹر یا ۱۹۶۸۰ فٹ ہے۔

شاہراہ قراقرم سے ۲۲۵ کلومیٹر یا ۱۴۰ میل (نزدیک ترین) کے ٹو کی پہاڑی چوٹی سے بذریعہ فضائی سروس ۵۶ کلومیٹر یا ۲۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سکردو سے ۱۴۴ کلومیٹر یا ۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سری نگر سے اس کا فاصلہ ۲۵۰ کلومیٹر یا ۱۵۵ میل ہے۔ بلتستان (شمالی علاقہ) میں واقع اس گلیشیر تک پہنچنے کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک لداخ کی طرف سے جو اس وقت مقبوضہ کشمیر میں ہے اور دوسرا بلتستان کی طرف سے جو اس وقت پاکستان میں ہے۔

اس کا شمار دنیا کے طویل ترین پہاڑی گلیشیروں میں ہوتا ہے۔ یہ ایشیاء کا دوسرا بڑا گلیشیر بھی ہے

Marfat.com

اور چین کی سرحد کے قریب پاکستان کی مشہور ترین پہاڑی چوٹی کے ٹو کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ دریائے شیوک کی ایک شاخ دریائے نبرا یا نوبرا (Nubra) اسی گلیشیئر سے نکلتی ہے۔ اس کے قریب ہی ہڈن پیک (۸۰۶۸ میٹر) تیرام کانگڑی (۷۴۶۴ میٹر) بالتورو کانگڑی ۷۳۱۲ میٹر) کندوس گلیشیئر پر بالتورو اور شروی کانگڑی کی پہاڑی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ تمام چوٹیاں اور گلیشیئر پاکستان کے شمالی علاقہ میں واقع ہیں۔

سیاچن کے بارے میں پاک فوج کے مجلّہ ''ہلال'' اور ''واقعاتِ پاکستان'' کے مؤلف زاہد حسین انجم کی تحقیق کے مطابق سیاچن گلیشیئر کا پس منظر کچھ یوں ہے:

۱۹۴۷ء میں جب مہاراجا نے کشمیر کا الحاق بھارت سے کر دیا تو بھارتی حکومت نے اپنے مسلح فوجی دستے ریاست میں داخل کر دیئے۔ مجبوراً پاکستان کو بھی جوابی کارروائی کرنا پڑی۔ جب دونوں ملکوں میں جنگ نے طول پکڑ لیا تو اقوام متحدہ نے یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو کشمیر میں جنگ بند کرنے کی قرارداد منظور کی۔ نومبر ۱۹۴۸ء میں کشمیر کمیشن نے دونوں حکومتوں سے ازسرِ نو بات چیت کی جس کے نتیجے میں جنوری ۱۹۴۹ء میں جنگ بندی عمل میں آئی۔ چوں کہ اس وقت بہت سی نا قابلِ عبور جگہوں پر واضح طور پر خط متارکہ جنگ کا تعین نہ کیا جا سکا البتہ زیرین وادی شیوک سے اوپر کا علاقہ جس میں سلسلہ کوہ قراقرم کا زیادہ حصہ شامل ہے اور رقبہ ۷۹ ہزار مربع کلومیٹر ہے پاکستان میں شامل ہوا۔ تاہم لداخ سے متصل نبرا اور شیوک بالا وادیوں کا کچھ شمالی حصہ بھارت کے قبضے میں ہی رہا۔ دولت بیگ اولدی کی چوکی اور وہ قراقرم کا جنوبی علاقہ عوامی جمہوریہ چین کی سرحد بناتا ہے۔ اس طرح گلیشیئر کا پورا طاس پاکستان کے حصے میں آیا۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں بھارت نے پاکستان کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا لیکن شملہ معاہدہ کی رو سے سلسلہ کوہ قراقرم اور درہ قراقرم پاکستان کے پاس ہی رہے اور یہی علاقہ سیاچن پر محیط ہے۔ ۱۹۷۲ء میں کنٹرول لائن کا تعین کیا گیا تو بھی یہ علاقہ پاکستان کے پاس رہا۔ پاکستانی علاقہ ہونے کے سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عالمی شہرت کے جریدے ''ریڈرز ڈائجسٹ'' نے جب سیاچن گلیشیئر کا نقشہ اپنے رسالے میں شائع کیا اس نے بھی پاکستان کا حصہ قرار دیا۔ علاوہ ازیں دنیا بھر میں شائع ہونے والی دائرہ المعارف میں بھی گلیشیئر پاکستانی علاقے میں شامل کیا گیا ہے۔ خود بھارت میں شائع ہونے والی ''روی ریکھے'' کی ۱۹۸۲ء میں شائع ہونے والی کتاب ''انڈیا ورسس پاکستان'' کے نقشے میں بھی اسے پاکستانی علاقے میں

Marfat.com

دکھایا گیا ہے۔ پھر ۱۹۸۴ء میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ڈیفنس سٹڈیز اور اینلیسز سے متعلقہ افسر کی کتاب ''فورتھ راؤنڈ'' شائع ہوئی اس میں بھی اسے پاکستان کا حصہ دکھایا گیا ہے۔

بھارت کے مذموم عزائم

شاہراہ ریشم (اب شاہراہ قراقرم) کی تعمیر کی وجہ سے بھارت ایک عرصے سے اس تگ و دو میں تھا کہ وہ اس شاہراہ کے قریب کسی ایسے مقام پر قبضہ کر لے جو دفاعی زاویہ نظر سے اس کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہو۔ اگر خدانخواستہ بھارت سیاچن گلیشیئر کے پورے علاقے پر قبضہ کر لیتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ صرف پاکستان بل کہ چین کے لیے بھی خطرے کا باعث بن سکتا ہے نیز اس کے ذریعے روس بھی اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس طرح بھارت پاکستان اور چین کو مسلسل خطرے کا الارم دیتا رہے گا۔

بھارت نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ۱۹۷۸ء کے اواخر میں یکا یک دریائے نبرا کی وادی سے انڈین ہائی الٹی ٹیوڈ وارفیئر سکول کے چھوٹے یونٹ جنوب کی طرف تعینات کر دیئے۔ اس کے ایک دستے نے سیاچن گلیشیئر تک رسائی کے لیے ترن کانگری دوم کا استعمال کیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۹ء میں بھی بھارت نے ایک مہم روانہ کی۔

۱۹۸۰ء میں حکومت پاکستان کی اجازت سے ایک امریکی مہم یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اگر یہ علاقہ بھارت کا ہوتا تو امریکی مہم پاکستان سے اجازت نہ لیتی۔ ۱۹۸۲ء میں بھارت نے گلیشیئر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اسی سال وزیر اعظم بھارت مسز اندرا گاندھی نے گلیشیئر پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وزیر اعظم کے حکم پر ۱۹۸۳ء میں کماؤن رجمنٹ کے دستے تعینات کر دیئے گئے۔ اپریل ۱۹۸۴ء میں ایک سو ہندوستانی فوجی دستوں نے سیاچن گلیشیئر کے شمالی سرے کے تین دروں پر قبضہ کر لیا اور ۱۷ اپریل ۱۹۸۴ء کو ان دستوں نے اس علاقے میں پاکستان کے ایک ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ بنایا۔ جواباً بھارت کو بھی خاصا جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

۲۳ جون ۱۹۸۴ء کو بیلا فاؤنڈ لا کے علاقہ میں شدید لڑائی ہوئی۔ جون کے بعد اگست اور ستمبر ۱۹۸۵ء میں بھی شدید جھڑپیں ہوئیں۔ بھارتی جرنیل نے دعویٰ کیا کہ اب تک کی لڑائی میں پاکستان کے ۱۱۰ اور بھارت کے ۲۸ فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ غیر ملکی اطلاعات کے مطابق ۲۰ ستمبر کی جنگ میں بھارتی فضائیہ

Marfat.com

نے بھی حصہ لیا۔ لیکن ۲۱ ستمبر 1985ء کو پاکستان کی وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ حال ہی میں سیاچن کے علاقے میں کوئی فوجی جھڑپ نہیں ہوئی۔

دونوں ملکوں کے فوجی کمانڈروں نے ۱۶،۱۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے باہمی مذاکرات کیے لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ادھر بھارت نے پاکستان پر الزام لگایا کہ اس علاقے میں چینی فضائیہ نے بھی کارروائی کی ہے لیکن بھارت اس بے سروپا الزام کا کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکا۔

''سری نگر ٹائمز'' نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا ہے کہ بھارت اپنے عوام کی ذہنی طور پر جنگ کے لیے تیاری کرا رہا ہے کیوں کہ جنگ سے پہلے ایک اشتعال انگیز صورت حال کا ہونا ضروری ہے جس میں عوام پوری طرح اُلجھ جائیں۔ بھارت بڑی حد تک ایسا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

پاکستان کی امن پسندی

پاکستان چوں کہ امن پسند ملک ہے اور اس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے ہمسایہ ملک سے اچھے تعلقات رکھے اور باہمی معاملات کو افہام و تفہیم کے جذبے کے تحت حل کرنے کی کوشش کرے۔ پاکستان نے کبھی بھی اشتعال انگیزی سے کام نہیں لیا۔ اسی جذبے کے تحت پاکستان نے یہ کوشش کی کہ بھارت سے یہ علاقہ مذاکرات کے ذریعے خالی کرا لے۔

پاکستان نے ابتداء میں سفارتی سطح پر بات چیت کی لیکن پھر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۷ دسمبر ۱۹۸۵ء کو نئی دہلی میں بھارتی وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے ملاقات کی۔ صدر پاکستان نے بھارتی وزیر اعظم کو باور کرایا کہ پاکستان جارحانہ عزائم نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ مسئلہ بات چیت کے ذریعے ہی حل کیا جانا چاہیے۔ چناں چہ بھارتی وزیر اعظم نے اس پر رضا مندی کا اظہار کیا۔

راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) نے جانباز فورس کے کمانڈنگ افسروں کی تربیت کے دوران سیاچن کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کیں۔ کمانڈوز ٹریننگ کے مراحل میں بھی سیاچن زیر بحث رہا۔ چوں کہ بھارت نے پاکستان کو اس کے قیام سے ہی ذہنی طور پر قبول نہیں کیا اس لیے سیاچن پر بھی اس کی ذہنیت جارحانہ رہی۔ برف کے تودوں پر جھگڑا کرنا اور اسے طول دینا بھارتی ذہنیت کا پرانا اظہار ہے۔ ۱۹۸۶ء

Marfat.com

میں دفاعی سیکرٹری آمنے سامنے ہوئے۔ شملہ معاہدہ یاد دلایا گیا لیکن بھارتی ہٹ دھرمی اس مسئلہ کے حل میں رکاوٹ رہی۔ پاکستان نے اپنی امن پالیسی کو سامنے رکھتے ہوئے بارہا بھارتی حکومت کو مذاکرات کی میز پر لانے کی کوشش کی لیکن ''میں نہ مانوں'' کی روش رکاوٹ بن گئی۔ ایک بار فریقین نے اس مسئلے کو معاہدہ شملہ کی روشنی میں طے کرنے کا فیصلہ کیا۔ وزیر اعظم پاکستان محمد خان جونیجو نے ۳ جون ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پاکستان اپنی مقدس سرزمین کے ایک انچ پر بھی کسی دوسرے ملک کو قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ سیاچن پر بھارتی قبضے کی کوشش کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔

بھارتی میڈیا نے عالمی میڈیا کی توجہ ہٹانے کے لیے سیاچن پر بھارتی فوج کے قبضے کی خبریں شائع کیں۔ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو جنرل ضیاء الحق ایک فضائی حادثہ میں شہید ہو گئے۔ بھارت نے اس موقع پر بھی سیاچن کے بارے میں افواہ سازی کا سلسلہ جاری رکھا۔ چوں کہ یہ گلیشیئر بہت بلند ہے۔ عالمی میڈیا کی وہاں تک رسائی بہت مشکل ہے اس لیے مستند خبروں کا حصول مشکل مرحلہ ہے۔ کئی ممالک کی خبر رساں ایجنسیاں دونوں ملکوں کی جھڑپوں کو ہوا دیتی رہتی ہیں۔ پاکستان کے دوست ممالک اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ گلیشیئر پاکستان کا حصہ ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

یومِ تکبیر

چراغِ مصطفوی ﷺ، بادِ مخالف کے باوجود ازل سے تا امروز منور ہے اور جب تک آخری کلمہ گو زندہ ہے، ان شاء اللہ منور رہے گا۔ عالمی امن وسلامتی، خیر وآشتی کا پیامبر، یہ نورِ حق تا حشر عالمِ انسانیت کو روشن و تاباں رکھے گا۔ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ باطل قوتوں کو جب بھی موقع ملا انھوں نے انفرادی واجتماعی طور پر اہلِ حق (مسلمانوں) کو دبانے یا ختم کرنے کی کوشش کی۔ قیامِ پاکستان سے آج تک ہمارے ہمسایہ ملک بھارت نے ہمیں تسلیم نہیں کیا۔ یہود وہنود کو جب بھی موقع ملا انھوں نے مکاری وچالبازی کا مظاہرہ کیا۔ کسی بھی خطے میں اہلِ اسلام کے ساتھ جب بھی کوئی زیادتی ہوئی تو انھوں نے مدد کے لیے پاکستان سے ہی رابطہ کیا۔ بفضلِ تعالیٰ اہلِ پاکستان خواہ ان کا انفرادی کردار کچھ بھی ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر فوراً ہی مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ عالمِ اسلام پاکستان ہی کو اپنا مدد و معاون سمجھتا ہے۔ عالمِ اسلام میں پاکستان کی مرکزی حیثیت کی وجہ سے پاکستان کا مستحکم اور مربوط ومبسوط ہونا لازمی امر ہے کیوں کہ دنیا کے خطے پر یہ واحد مملکت ہے جس کا تشخص نظریاتی طور پر ابھرا ہے۔ نظریۂ اسلام ہی نظریۂ پاکستان ہے۔ اس کی بقاء وسلامتی کا تحفظ دراصل عالمِ اسلام کا تحفظ ہے۔

پاکستان کے مقابلے میں بھارت کئی گنا بڑا ملک ہے۔ ایٹمی توانائی، مادی وسائل، آبادی اور بیرونی امداد کے حوالے سے بھارت پاکستان سے کہیں آگے ہے۔ لیکن جذبۂ جہاد، جذبۂ حریت اور جذبۂ حُبِ اسلام کے اعتبار سے پاکستان، بھارت پر چھایا ہوا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے آج تک بھارت نے جب بھی اپنے ناپاک عزائم کے لیے پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا، اسے منہ کی کھانا پڑی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ نے میدانِ بدر کی یاد تازہ کر دی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ، دراصل جارحیت تھی۔ اہلِ بنگلہ دیش کو آج بھی اپنی غلطی کا احساس ہے۔ مجیب الرحمٰن اور بھاشانی ایسے لیڈروں نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنی سزا بھگت چکے ہیں۔ آج بھی پاکستان، بنگلہ دیش کو بھارت کے مقابلے میں اپنے زیادہ قریب سمجھتا ہے۔

Marfat.com

بھارت کا جنگی جنون

۱۹۷۴ء میں بھارت نے ایٹمی تجربات کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۹۹۸ء تک وہ خفیہ طور ایٹمی قوت بننے کے لیے پَر تولتا رہا' بالآخر ۱۱ مئی اور ۱۳ مئی ۱۹۹۸ء کو اس نے چھٹی ایٹمی قوت بننے کا اعلان کرنے کے لیے ایٹمی دھماکہ کر دیا۔ بھارت کے پانچ ایٹمی دھماکوں نے نہ صرف پاکستان کو بل کہ عالمِ اسلام کو بہت پریشان کر دیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کی طرح پوری قوم بھارتی ایٹمی سرگرمیوں کا جواب دینے کے لیے متحد اور سینہ سپر ہوگئی۔ اس صورت حال کے پیش نظر امریکہ، برطانیہ، چین، فرانس، جرمنی اور دیگر بڑی قوتوں نے سر جوڑ لیے۔ پاکستان کو دبانے، دھمکانے، لالچ دینے اور دیگر کارروائیوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ کئی اپنوں نے کہا کہ ایٹمی تجربہ کرنا پاکستان کے حق میں نہیں ہے' قلم فروش' ضمیر فروش اور ادب فروش طبقہ نے پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کرنے کو انسان دشمنی قرار دیا۔ حکومت نے عالمی دباؤ اور پابندیوں کے خوف کے باوجود بھارت کے ایٹمی دھماکے کا منہ توڑ جواب دینے کا عزم کر لیا۔

پاکستان کے ایٹمی دھماکے

آخر وہ لمحہ آن پہنچا' جب نصرتِ خداوندی نے پوری قوم کے اذہان پر دستک دی۔ یکم صفر ۱۴۱۹ھ' ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء جمعرات سہ پہر ۳ بج کر ۱۶ منٹ پر فخرِ پاکستان' ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بٹن دبایا نعرۂ تکبیر' اللہ اکبر سے جو روح پرور منظر سامنے آیا۔ اس پر فرشتے بھی عش عش کرنے لگے وقت ٹھہر گیا۔ تاریخ کے اوراق نے کروٹ بدلی' چشمِ زدن میں بلوچستان کی چاغی پہاڑیاں اپنی قسمت پر ناز کرنے لگیں۔ دھماکہ ہوتے ہی پہاڑیاں' پہاڑوں سے جا ٹکرائیں' پہاڑیوں کی رنگت بدل گئی' فضا روشن ہوئی' رحمت و نصرتِ خداوندی نے سائنس دانوں کے چہرے چوم لیے۔ وقت نے اس مقام کے گرد محنت کی پرکار سے دائرے کھینچ لیے یہ دائرے تا حشر قائم رہیں گے۔

حکومت نے ۲۸ مئی کو "یومِ تکبیر" کا نام دیا۔ جمہوری انداز سے اس نام کا انتخاب کیا گیا۔ جمہوریت میں سب کچھ ہی ممکن ہے۔ لہٰذا یومِ تکبیر کا ہی اعلان ہوا۔ یومِ تکبیر دراصل یومِ بقا' یومِ استحکام' یومِ وفا' یومِ تجدید عہد' یومِ سلامتی' یومِ فتح اور یومِ یک جہتی ہے۔ مسلمان جب بھی میدان کارِزار میں اُترتا ہے تو نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہے۔ نعرۂ تکبیر جتنی بار بھی بلند کیا جائے کم ہے کیوں کہ اگر اللہ کی کبریائی بیان کرنا ہی ہماری زندگی

Marfat.com

کا مقصد ہے تو ہمیں یہ ورد ہمہ وقت کرنا چاہیے۔ ۲۸ مئی کو یومِ تکبیر منا کر ہمیں یکجہتی کا اظہار کرنا چاہیے۔

جب نبیٔ پاک ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے باہر قیام فرمایا تو آپ ﷺ نے لشکر کے تمام شرکاء کو حکم دیا کہ وہ اپنے چولہے روشن کریں۔ جب ۱۰ ہزار چولہے روشن ہوئے تو اُس کی ہیبت سے کفار کانپ اُٹھے۔ جب لشکرِ اسلام مکہ میں داخل ہوا تو کسی کو مزاحمت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یومِ تکبیر کے تقاضے

یومِ تکبیر کے سنجیدہ تقاضے ہیں۔ لیکن ایٹمی تجربے کے چند سال بعد یہ دن عجیب وغریب انداز سے منایا گیا۔ یومِ تکبیر نے یومِ تکبر کی شکل اختیار کر لی۔ اسے یومِ تشکر کے بجائے یومِ غرور بنا دیا کیوں کہ ڈھول کی تھاپ پر رقص' بینڈ باجے "ہے جمالو" کا انداز یومِ تکبیر کی توہین ہے۔ ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء میاں نواز شریف کی حکومت کے بعد تو یہ دن فراموش کر دیا گیا میاں نواز شریف کی حکومت نے ۲۱، اپریل یومِ اقبال اور ۱۱ ستمبر یومِ قائد اعظم، ۶ ستمبر یومِ دفاع کی چھٹیاں منسوخ کر کے پاکستانی اہم دن بھلا دیے تھے۔ اسی طرح آنے والی حکومت نے یومِ تکبیر کی چھٹی منسوخ کر دی۔ اسلامی و قومی فتوحات نیز اپنے اکابر کے دن منانا نسلِ نو کے لیے تحریک کا باعث ہوتے ہیں۔ ۲۸ مئی کو کوئی بھی نام دے دیا جائے' یہ دن جہاں ہمیں اپنی فتح کی یاد دلاتا ہے۔ وہاں ہمیں سوچنے پر مجبور بھی کرتا ہے کہ ہمیں دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ بھارت اگنی' پرکاش' پرتھوی' استرا اور اسی طرح کے کئی میزائل عالمی سطح پر بطور تجربہ دکھا چکا ہے۔ عالمی برادری تو خاموش رہی لیکن پاکستان نے بھارت کے میزائلوں کے خلاف غوری اور شاہین میزائلوں کے تجربات کر کے بھارت کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ قوم کو دفاعِ وطن سے کسی طور بھی غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ مئی ۲۰۰۳ میں بھارتی وزیر اعظم واجپائی کو پاک بھارت مذاکرات کا خیال آیا ہے۔ "ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا" ایک طرف بھارت مذاکرات کے لیے دعوت دے رہا ہے تو دوسری طرف میزائلوں کے تجربات جاری ہیں۔ ہمیں ۲۸ مئی کو اپنے ایٹمی تجربے کی یاد ضرور منانی چاہیے۔

خطرات کے پیش نظر ہمیں اپنی سلامتی و بقاء کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ دنیا میں وہی قومیں پروان چڑھتی ہیں جو اپنا قومی دفاع مضبوط رکھتی ہیں۔ حکومتیں تو تبدیل ہوتی رہتی ہیں لیکن ریاست قائم رہنے والی ہے۔ ریاستِ مدینہ کے بعد پاکستان ایک اسلامی ریاست بن کر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ سپہ سالار

Marfat.com

☆-☆-☆

Marfat.com

معرکۂ کارگل ۱۹۹۹ء

پاکستان کی بقاو سلامتی پڑوسی ملک بھارت کی نظر میں ہمیشہ سے کھٹکتی چلی آ رہی ہے۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہی بھارت نے پاکستان دشمنی میں کمی آنے نہ دی۔ ۱۹۴۷ء میں ہی کشمیر سیکٹر پر فوج کشی کر دی۔ حیدر آباد پر غاصبانہ قبضہ کی کوشش کی، ۱۹۵۱ء میں جارحانہ بزدلی دکھائی، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں اپنے ناپاک عزائم کا اظہار کیا۔ سیاچن پر بھارت کی جھڑپوں کا تسلسل قائم رہا۔ ایٹمی قوت کا حامل بھارت ہمیں ہر موڑ پر زیرِ نگیں کرنے کی کوشش میں رہا۔ سیاچن کے بعد کارگل کی فلک بوس پہاڑیوں پر بھی بھارت کی میلی نگاہ رہی۔ پاکستان سے دشمنی میں بھارت نے مکاری کا مظاہرہ کیا۔ کارگل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بھارت نے کئی قسم کے حربے، بہانے اور عسکری انداز اپنائے مثلاً ۷ مارچ ۱۹۹۹ء کو بھارت نے پاکستانی سرحد کے قریب ایٹمی تجربات کے علاقے ''پوکھران'' میں فضائی مشقوں کی تاریخ رقم کی۔ ان مشقوں میں سو لڑاکا، مگ ۲۹، سکوٹی ۳۰، اور ۲۰۰۰ میراج طیاروں نے حصہ لیا۔ ۹۰ منٹ تک طیارے اور میزائل آگ برساتے رہے۔ کچھ ہی دنوں بعد بھارت نے ۱۱ر اپریل ۱۹۹۹ء کو اگنی دوم میزائل کا تجربہ کر کے اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کیا۔ اگنی میزائل کے اس تجربے کے بعد پاکستانی عسکری قوتوں نے ۱۴ر اپریل ۱۹۹۹ء کو حتف پنجم (غوری دوم) کا کامیاب تجربہ کیا۔ غوری میزائل دوم کی رینج دو ہزار کلومیٹر ہے۔ یہ میزائل ۱۰ بج کر ۴۵ منٹ پر ضلع جہلم کے مقام ٹلہ جوگیاں کے فائرنگ رینج سے داغا گیا۔ اس نے آٹھ منٹ میں ۱۳۸۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے بلوچستان کے ساحلی علاقے جیوانی میں مقررہ ہدف کو نشانہ بنایا۔ ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صورت میں اس کی رینج تین سو کلومیٹر تک بڑھ سکتی ہے۔ اس تجربے کے فوراً بعد اگلے ہی روز یعنی ۱۵ر اپریل ۱۹۹۹ء کو پاکستان نے زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائل شاہین کا کامیاب تجربہ بھی کر دیا۔ سالڈ فیول موٹر سے چلنے والا یہ میزائل ہر قسم کا جنگی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسے کراچی کے قریب سو

Marfat.com

نمویاتی سے داغا گیا۔ چھ کلومیٹر دور جاگنی میں ہدف سے جاٹکرایا۔ امریکی وروسی سیاروں نے بھی ٹیسٹ ریکارڈ کیا یہ ۵۰ ے کلومیٹر تک مار کرسکتا ہے۔

کارگل سیکٹر پر بھارتی فوج کا اجتماع

۱۴ مئی ۱۹۹۹ء کو بھارت نے لائن آف کنٹرول کے کارگل سیکٹر پر لاتعداد فوج جمع کر دی۔ پاک فوج نے بھارتی فوج کا ایک اسلحہ ڈپو تباہ کر دیا جس کے شعلے آسمان کو چھوتے رہے یہی نہیں بل کہ بھارتی فوج کی ایک کمپنی جہنم رسید ہوئی۔ بھارتی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام سیکٹرز پر پاکستانی فوج ہائی الرٹ ہوگئی۔ کارگل اور جموں کشمیر کنٹرول لائن پر بھارت کی اشتعال انگیزیوں کے بعد ۱۵ مئی ۱۹۹۹ء کو جموں وکشمیر میں کنٹرول لائن پر بٹالک کی پہاڑیوں میں واقع بھارتی فوج کی پانچ اہم چوکیوں پر قبضے کے بعد پاک فوج نے جموں کارگل روڈ کا ۲۵ کلومیٹر ٹکڑا فتح کر کے سیاچن سے بھارت کا زمینی رابطہ منقطع کر دیا۔ جس کی وجہ سے پورے بھارت میں خوف وہراس پھیل گیا جب کہ کنٹرول لائن کی دوسری طرف کارگل چھاؤنی براہِ راست پاک فوج کی گولہ باری کی زد میں آئی بھارت نے بارڈر پر پاکستانی قبضہ تسلیم کر لیا۔ اگلے روز بھارت نے کارگل سیکٹر کی چوکیاں اپنے قبضہ میں واپس لے لیں۔ ۱۷ مئی ۱۹۹۹ء کو بھارت گن شپ ہیلی کاپٹر، توپ خانہ، اور دیگر جدید اسلحہ سے کارگل سیکٹر پر چڑھ دوڑا۔ پاک فوج کی جوابی کارروائی سے بھارتی کیپٹن اور ان کے پانچ فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔ بھارتی فوج اپنا اسلحہ اور گاڑیاں تک چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئی۔ کارگل سیکٹر کے قریب جزوی محاذ بھی نظر آنے لگے۔ بھارتی فوج کو مقبوضہ کشمیر میں ۳۵ کلومیٹر تک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ فائرنگ کے تبادلے میں پاک فوج برتری حاصل کر گئی۔ جب بھارت کو کارگل کے جزوی محاذوں پر شکست ہوئی تو اس نے اڈہ مقام پر بھی ایک محاذ کھول لیا۔ ۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کو بھارتی فوج نے گولہ باری کا نیا سلسلہ شروع کیا جس سے بہت سی عمارات کو نقصان پہنچا۔ اسی روز بھارت کی کارگل میں موجود دو چوکیاں پاک فوج کے ہاتھوں نیست ونابود ہوگئیں۔

کارگل سے سیاچن تک

۲۲ مئی ۱۹۹۹ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا یہ سلسلہ کنٹرول لائن سے سیاچن محاذ تک پہنچ گیا۔ سیالکوٹ میں ورکنگ باؤنڈری بھی فائرنگ کی زد میں آئی۔ بھارتی سیکورٹی فورس کے ۶ جوان مارے

Marfat.com

گئے۔کارگل سیکٹر پر بھارت کو متواتر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔مجاہدین نے بھارتی ہیلی کاپٹر گرادیا جب کہ ستر بھارتی فوجی، موت کے من موجی بنے۔کارگل کی پہاڑیوں پر دوبارقبضہ کرنے کے لیے بھارت نے تمام قوتیں جمع کرلیں۔اس دوران سیاچن پر بھی لڑائی کا سلسلہ بڑھنے لگا۔۲۴ مئی کو بھارتی ایئرفورس نے مختلف مقامات پر بم برسائے۔بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر ملک بھر میں پاک فوج کو چوکنا کردیا گیا۔پوری قوم بھارتی ممکنہ حملوں کے لیے تیار ہوگئی۔وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف نے ۲۶ مئی ۱۹۹۹ء کو ہنگامی اجلاس بلا لیا اور بھارتی حملوں کے خلاف پوری قوم کو تیار رہنے کا عندیہ دیا۔اس دوران بھارتی فضائیہ نے کارگل سیکٹر میں اپنے قدم مضبوط کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگادی۔نہتے شہریوں کو بمباری کا نشانہ بنایا گیا لیکن مجاہدین کے مقابلے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔اس اثناء میں پاکستان نے دو بھارتی طیارے مار گرائے ایک پائلٹ ہلاک جب کہ دوسرا پاکستان کا جنگی قیدی بنا۔کشمیری مجاہدین نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہوکر ۲۸ مئی کو بھارت کے دوگن شپ ہیلی کاپٹر اس کے عملہ سمیت مار گرائے۔بھارت نے کارگل کے علاوہ بھمبر سیکٹر پر ایک نیا محاذ کھول لیا۔پاکستان نے کچھ ممالک کے تعاون سے بھارت کو اپنی سرگرمیاں ختم کرنے کا مشورہ دیا۔حسبِ عادت بھارت نے کارگل پر حملے بند کرنے سے انکار کردیا۔مجاہدین بے سروسامانی کے باوجود بھارتی فوج پر حملہ آور ہوتے رہے۔۳۰ مئی کو بھارتی طیارے آزاد کشمیر تک رسائی کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

۳۱ مئی ۱۹۹۹ء کو بھارت نے کارگل سیکٹر میں مجاہدین کے خلاف زمینی اور فضائی حملے جاری رکھے۔ بری فوج کے مزید دستے بھی کارگل بھیج دیئے گئے۔بھارتی فوج نے کارگل میں گولہ باری شروع کردی کارگل کے ساتھ ساتھ بھارتی فوج نے پوری کنٹرول لائن پر جنگ چھیڑدی۔اور آزاد کشمیر کے دیہاتوں پر بھی گولہ باری کی بھارتی طیاروں کے کئی بم فضا میں ہی پھٹ گئے۔پاک فوج نے کھوئی رتہ اور عباس پور کے محاذ پر دشمن کے مورچے تہس نہس کردیئے، مجاہدین کے حملوں میں درجنوں بھارتی فوجی ہلاک ہوگئے۔دوسری طرف چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے بھارت کو تنبیہ کی کہ مسلح افواج جنگ کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔

بھارتی حملوں کی پسپائی

یکم جون ۱۹۹۹ء کو پاک فوج نے لائن آف کنٹرول کے ساتھ تین بڑے حملے کامیابی کے ساتھ پسپا کردیئے اور بھارت کو بہت بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔بھارتی فوج اپنے ہلاک شدگان کو لاوارث

Marfat.com

چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئی۔ بھارتی فضائیہ کی بزدلی سے ۱۰ بچے شہید اور ۲۵ زخمی ہو گئے۔ کارگل جنگ کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کے کھلاڑی اور فن کار بھی میدان میں کود پڑے انھوں نے دفاعی فنڈ کی بھیک مانگنے کے لیے طرح طرح کے حربے اور طریقے استعمال کیے۔ آکاش وانی اور دوردرشن ادارے جھوٹ بولنے کے لیے وقف کر دیئے گئے۔ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق بھارت کو کنٹرول لائن پر بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بھارتی مورچوں میں آگ لگ گئی۔ ریڈیو، ٹی وی اور اہم بھارتی تنصیبات کو نقصان پہنچا۔ بٹالک اور دراس سیکٹر میں بھارتی فوج کو ندامت اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان نے دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارتی فضائیہ کے پائلٹ ناچی کیتا کو ۳ جون ۱۹۹۹ء کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا۔

مجاہدین کی کارروائیاں

مجاہدین نے مقبوضہ کشمیر میں اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ انھوں نے بھارت کی سپلائی لائن کاٹ کر بہت سے بھارتیوں کو قیدی بنا لیا لیکن آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں پر بھارتی طیاروں نے بمباری کا سلسلہ جاری رکھا۔ حریت پسندوں نے بھارت کے سات مراکز پر زبردست حملے کیے ان حملوں میں ایک بھارتی میجر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ کنٹرول لائن پر بھی جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۷ جون ۱۹۹۹ء کو بھارت نے پاکستان کی دفاعی چوکیوں پر حملے کیے۔ پاکستانی فوج نے جوابی کارروائی سے دشمن کو بہت نقصان پہنچایا۔ دراس کارگل سیکٹر میں بھارتی توپ خانے نے کنٹرول لائن کے چھ کلومیٹر کے اندر تک گولہ باری کی جب کہ بمباری کے دوران دو بم پاکستانی علاقہ میں گرے۔ بھارتی بمباری کا سلسلہ پھیلتا گیا۔ اس نے مقبوضہ کشمیر کے بعد دیگر علاقہ جات پر حملے بڑھا دیئے۔ پاکستانی فوج نے سیالکوٹ سے کارگل تک تمام بھارتی حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ آزاد کشمیر اور سکردو میں بھارتی گولہ باری سے سات شہری شہید متعدد زخمی، کارگل اور دراس پر مسلسل بمباری، لیزر گائیڈڈ میزائل بھی برسائے۔ میراج ۲۰۰۰/ طیارے بھی حملے میں شامل تھے۔ سیالکوٹ باؤنڈری پر نو اور دراس میں تین بھارتی فوجی مارے گئے۔ وادیٔ نیلم پر بھی بھارتی حملہ پسپا، مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے حملے کئی بھارتی فوجی ہلاک ہو گئے۔ کارگل اور بٹالک کے محاذوں پر بھی بھارت کو نقصان کا سامنا کرنا پڑا او اجپائی حکومت بھارتی فوج کا نقصان دیکھ کر مذاکرات کی میز پر آئی لیکن ہٹ دھرمی کی وجہ سے ۱۲ جون ۱۹۹۹ء کو نئی دہلی میں ہونے والے مذاکرات ناکام ہو گئے۔ پاکستان کے سرحدی علاقوں میں بھارتی

Marfat.com

کارروائیوں سے تشویش بڑھ گئی۔ پاک فوج اور رینجر نے کنٹرول لائن پر اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ بھارتی حکومت نے اٹاری، کھیم کرن، گورداسپور، فیروز پور اور چھمب کے سینکڑوں دیہات خالی کرا لیے۔ کارگل دراس سیکٹر میں پاک فوج نے بھارت کی خوب خبر لی۔ مجاہدین نے ۱۹ جون ایک بھارتی فوجی چھاؤنی اڑا کر اپنی برتری کا ثبوت دیا۔ پاک فضائیہ تمام ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار ہوگئی۔ بھارتی فوج عجیب کشمکش میں تھی۔ اس نے مختلف محاذ کھول کر اپنے لیے مسائل پیدا کر لیے۔ اس نے سیاچن پر بھی گولے برسا کر برفانی تودوں کے سکون کو تباہ کیا۔ فضائیہ کے ساتھ ساتھ پاک بحری بھی حرکت میں آ گئی۔ طاقت کے نشے میں چُور بھارت نے ورکنگ باؤنڈری پر ۳۹ ہزار فوجی تعینات کر دیئے۔ لگا تار حملوں میں ناکامی کے بعد بھارت نے پاکستان پر حملے کی دھمکی دے دی۔ امریکہ نے بھارت کی پشت پناہی میں دستِ تعاون بڑھا دیا۔ ۲۳ جون ۱۹۹۹ء کو امریکی سینٹرل کمانڈ کے کمانڈر انچیف جنرل انتھونی زینی اور امریکی نائب وزیر خارجہ مسٹر گبسن لیفر پاکستان آئے اور کارگل سے مجاہدین واپس بلانے پر زور دیا۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ امریکی پیش کش قبول کرنے سے امریکہ مسئلہ کشمیر کے حل میں پاکستان کی معاونت کرے گا۔ امریکی کمانڈر انچیف حریت پسندوں کے جذبوں سے بہت حیران ہوا۔ کیوں کہ مجاہدین سے مختلف جھڑپوں میں لیپا سیکٹر میں موجود بھارت کا اسلحہ ڈپو اور پانچ مورچے تباہی کی تصویر بن گئے۔ بھارت کا توپ خانہ اور جنگی طیارے مجاہدوں کے حوصلوں کو شکست نہ دے سکے۔ ۳۰ جون کو بھارتی فوج نے ٹائیگر ہلز پر ایک ناکام حملہ کیا۔ ندامت کی وجہ سے زخمی اور ہلاک شدہ فوجی میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

بھارتی چھاؤنی کی تباہی

یکم جولائی کا سورج بھارتی چھاؤنی کی تباہی کی نوید لے کر نمودار ہوا۔ مجاہدین نے مقبوضہ کشمیر جانے والی سیاچن تک سڑک کا ایک پل بم سے اڑا دیا۔ دوٹرالر بارودی سرنگ سے تباہ۔ ۳ جولائی ۱۹۹۹ء کو مجاہدین نے بھارت کے چھ لڑاکا طیاروں اور پانچ ہیلی کاپٹروں کا صفایا کر دیا۔ بھارتی فوج ٹائیگر ہلز پر درجنوں لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئی۔ ساہنی اور کھوئی رتہ میں بھارتی گولہ باری سے ۷ شہری شہید ہو گئے۔ ۳ جولائی ۱۹۹۹ء کو وزیراعظم نواز شریف اس سلسلہ میں واشنگٹن روانہ ہوئے اور اگلے روز انھوں نے امریکی بل کلنٹن سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں پاکستان کارگل سے مجاہدین بلانے اور شملہ معاہدے کے تحت کنٹرول لائن بحال کرنے پر رضا مند

Marfat.com

ہو گیا۔اس معاہدے کو اعلانِ واشنگٹن کہتے ہیں۔۱۱ جولائی ۱۹۹۹ء کو پاکستان کے وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے اعلان کیا کہ لائن آف کنٹرول کی کشیدگی کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات شروع کر دیے گئے ہیں دونوں ملکوں کے ملٹری آپریشنز کے ڈائریکٹر ز نے واہگہ کے مقام پر ملاقات کی جس میں کشیدگی کے خاتمے (Debsclation) کے طریق کار پر متفق ہو گئے جس میں زمینی اور فضائی آپریشنوں کا خاتمہ شامل تھا تا کہ مجاہدین کو پوزیشنوں سے نکلنے (Disengagement) میں سہولت میسر آ سکے۔ادھر دونوں ملکوں نے لڑائی بند کر کے مجاہدین کی واپسی کا سلسلہ شروع کر دیا۔۱۲ جولائی تا ۱۸ جولائی ۱۹۹۹ء مجاہدین کی واپسی جاری رہی۔ دریں اثناء قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو کارگل سیکٹر خالی کرنے کے خلاف آواز بلند کرنے لگیں۔۱۱ جولائی ۱۹۹۹ء کو عالمی خبر رساں ایجنسی این این آئی نے تجزیہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کارگل دراس سیکٹر میں دو ماہ کے دوران بھارت کے ۶۷۰ فوجی ہلاک ہوئے جب کہ ۳۲۷ پاکستانی فوجیوں اور ۱۵۰ مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔زخمی ہونے والے بھارتی فوجیوں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ رہی جب کہ پاکستان کے ۴۹۳ مجاہدین زخمی ہوئے۔بھارتی اخبار کے مطابق تو پاکستان کے شہداء کی تعداد ۵ ہزار جب کہ بھارت کے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد ۳۰ ہزار بتائی جاتی ہے۔میرے شہر سرگودھا کے کرنل محمد حنیف نے ۱۰ جون ۱۹۹۹ء جب کہ کیپٹن احسن وسیم نے ۲۰ جون ۱۹۹۹ء کو اسی معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

نواز شریف کی دانش مندی

۱۲ جولائی ۱۹۹۹ء کو میاں نواز شریف نے قوم سے اپنے دانش مندانہ خطاب میں کہا کہ کارگل کا مسئلہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جا سکتا تھا لیکن بھارت نے اسے ایک بڑی جنگ میں تبدیل کرنے کے لیے طاقت استعمال کی اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ پاکستان اور بھارت کے افق پر ایٹمی جنگ کے بادل انتہائی گہرے ہو گئے جس سے جنوبی ایشیاء کے باسیوں کو بچانے کے لیے انھوں نے یہ اقدام کیا کیوں کہ ایٹمی جنگ کوئی معمولی بات نہیں اس میں فتح کا منہ دیکھنے کے لیے کوئی باقی نہیں رہتا۔اسی تناظر میں بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کو ایک مرتبہ پھر دعوت مذاکرات دیتے ہوئے کہا کہ آئیے بات کریں، آخر ہم کب تک بچوں کا مستقبل بیچ کر توپوں کے گولے بناتے رہیں گے۔وزیر اعظم نے یہ بھی واضح طور پر کہا کہ کارگل سے کشمیر کی سمت کوئی راستہ نہیں رہ جاتا اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کارگل پر قبضہ برقرار رکھ کر وہ مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرا

Marfat.com

سکتے تھے وہ فریب خوردگی کا شکار ہیں، اسی سیاق میں انھوں نے پاکستان کو معاشی طور پر عظیم طاقت بنانے کو اپنی اولین ترجیح قرار دیا۔ وزیر اعظم نے مزید کہا کہ جنگ ہمیشہ اندازوں کی غلطی سے ہی ہوتی ہے اور اسی نقش فکر سے بچنا دانش مندی ہے، یہ بڑی صحیح اور درست بات ہے کہ پاکستان اور بھارت کو اربوں ڈالر سالانہ نت نئے جنگی ہتھیار خریدنے پڑتے ہیں۔ ہتھیاروں کی تیاری اور خرید پر خرچ کرنے کے بجائے انھیں فلاحِ عامہ کے منصوبوں پر خرچ کرنا چاہیے۔ وزیر اعظم کے خطاب کے بعد معرکۂ کارگل ایک عرصہ تک زیرِ بحث رہا۔ ان چہ میگوئیوں کا جواب دیتے ہوئے چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ اس طرح کی خبریں کہ کابینہ مقبوضہ کشمیر میں کارروائی سے بے خبر تھی ڈس انفرمیشن ہیں جن کا مقصد حکومت اور فوج میں اختلاف پیدا کرنا ہے ہم سب اکٹھے تھے اور وزیر اعظم نواز شریف نے کارگل کارروائی کی منظوری دی تھی۔ انھوں نے پہلی بار یہ بات تسلیم کی کہ پاکستانی فوج نے بھی کنٹرول لائن پار کی۔ اِس جارحانہ گشت (Aggressive Patrolling) کا مقصد بھارت کے زمینی اور فضائی حملے بند کرنا تھا۔ کارگل معرکہ فتح و شکست کے بغیر اپنے انجام کو پہنچا۔ اس معرکہ میں بھارت کو اعصاب شکن شکست ہوئی جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بعینہ غزوۂ خندق میں مشرکینِ مکہ کو حملے کا موقع نہ ملا اور انھیں اپنے نقصان کا سامنا کرتے ہوئے واپس جانا پڑا۔ غزوۂ خندق زمینی معرکہ تھا جب کہ معرکۂ کارگل پہاڑی دامن اور برفانی تودوں کے درمیان مزاحمتی جنگ کی ایک شکل تھی۔ خواہ کچھ بھی ہو معرکۂ کارگل میں بھارتی اور امریکی ساز باز بے نقاب ہوگئی اور پاکستان کسی بڑی تباہی سے بچ گیا۔

☆-☆-☆

Marfat.com

را(RAW) کی سرگرمیاں

دفاعی اعتبار سے خفیہ اداروں کی اہمیت سے سب واقف ہیں۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کے پاس مختلف اداروں کے حوالے سے کئی خفیہ ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ امریکہ، روس، اسرائیل، فرانس، جاپان، چین، بھارت اور پاکستان سمیت کئی ممالک کے خفیہ اداروں نے داخلی و خارجی حالات کے بارے میں بہت سے کام انجام دیئے ہیں۔ امریکی، ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی (DIA)، سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی (CIA)، برطانوی، ملٹری انٹیلی جنس سیکشن (MI6)، افغانی، نیشنل ڈائریکٹریٹ آف سیکورٹی (NDS)، روسی، USSR کی KGB (Komitet Gausoderstavenovay Bozopasnostay) کچھ انتشار کا شکار ہے۔ بھارتی، ریجنل اینلےسس ونگ (RAW)، اسرائیلی، موساد (Has Less Ingress)، آسٹریلوی، آسٹریلیا سیکریٹ انٹیلی ایجنسی (ASIS)، ایک متحدہ خفیہ ایجنسی (Five Eyes) بھی اپنا وجود رکھتی ہے جسے FVEY کہتے ہیں۔ جس میں آسٹریلیا، کینڈا، نیوزی لینڈ، برطانیہ اور امریکہ شامل ہیں۔ UKUSA معاہدے کے تحت یہ بڑی ایجنسی کام کرتی ہے۔

گزشتہ دہائی میں الیکٹرانکس میڈیا کی بھرپور آزادی نے خفیہ ایجنسیوں کی کارروائیوں کو مزید ہوا دی ہے۔ کئی ایک اخباری رپورٹر، نامہ نگار، اینکرز، ایڈیٹرز اور کالم نویس بھی خفیہ ایجنسیوں کے آلہ کار ثابت ہوئے ہیں۔

برین واشنگ کی سازش

ہمارے پڑوسی ملک بھارت کی خفیہ ایجنسی 'را' نے اپنے داخلی حالات سے بالاتر ہو کر بیرونی ممالک میں اپنی کارروائیوں سے بھارتی دفاع میں اپنا حصہ ادا کیا ہے۔ 'را' نے اپنے ایجنٹوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے ہی بھارت کے بہت سے جاسوس پاکستان میں در آئے تھے۔ بعدازاں یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ مشرقی پاکستان، سرحد (خیبر پختون خواہ)، بلوچستان، کراچی، کشمیر اور دیگر علاقہ جات میں چھوٹے بڑے جاسوس بڑی تعداد میں اپنی کارروائیاں کرتے ہوئے پائے گئے۔ پنجاب میں بھارتی جاسوس بڑی کارروائیوں میں مجموعی طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں تو بھارت کے کمانڈوز، جاسوس اور

Marfat.com

’را‘ کے خفیہ ایجنٹ مختلف اشکال میں پائے گئے۔اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۹۷۱ء میں بھارت کی مشرقی پاکستان میں مداخلت اپنے مفاد کے لیے تھی۔ بھارت مشرقی پاکستان کو نوآبادیاتی حصہ بنانے کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہا تھا۔نظریاتی طور پر بھارت نے لاتعداد اساتذہ کرام کی خدمات حاصل کیں۔مشرقی پاکستان میں متعدد اساتذہ کرام ہندو تھے۔خفیہ ایجنسی ’را‘ نے ان تعلیمی اداروں میں جو نصابِ تعلیم متعارف کروایا، وہ ناپختہ ذہنوں کو ہندو بنانے کی پیش رفت تھی۔صفہ کالج سرگودھا کے ڈائریکٹر پروفیسر چودھری عبدالحمید مشرقی پاکستان میں پڑھائے جانے والے نرسری کے قاعدے کی فوٹو کاپی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔نرسری سطح پر پڑھائی جانے والی ABC کا آغاز ہی ہندوانہ تہذیب کے گرد گھومتا تھا۔’را‘ کی اس نظریاتی مہم کو ہندو اساتذہ نے کامیابی سے ہم کنار کیا۔چند لفظ بطور مثال حاضر ہیں۔

G - Ghandi:	**Ghandi was a brave leader.**
I - Indra:	**She is a nobel women.**
M - Mohan:	**Mohan is a good boy.**
M - Mehmood:	**Mehmood was a dacoit.**
T - Tipu:	**Tipu is a dog.**
P - Pig:	**Pig is delicious.**

برین واشنگ کا یہ سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا۔سلام کرنے کی جگہ ”نمسکار“ اور ”آشیرباد“ ایسے لفظوں اور انداز سے معصوم بچوں کو اسلام سے دور کیا گیا۔مشرقی پاکستان میں نومبر، دسمبر ۱۹۷۱ء کی ’را‘ مداخلت تو صرف رسمی تھی۔اخلاقی، سماجی اور نظریاتی دیواریں تو ایک عرصہ پہلے ہی منہدم ہو چکی تھیں۔’را‘ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔محمد زین العابدین نے اپنی کتاب ”را، اینڈ بنگلہ دیش“ میں بھارتی خفیہ ایجنسی کا چہرہ بے نقاب کیا ہے۔ یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔بنگلہ دیش کا قیام ’را‘ کی دور اندیشی اور بنگالیوں کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔مشرقی پاکستان میں ۸۵ فیصد مسلمان تھے۔اسلام ذات پات سے بالاتر ہو کر زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔پاکستان ریاستِ مدینہ کے بعد دنیا کی سب سے پہلی اسلامی مملکت ہے جس کا ظہور ایک نظریہ کی صورت میں ہوا۔بنگلہ دیش کے پہلے صدر ضیاء الرحمٰن نے اسلامی نظریۂ حیات کو سیکولر خنجر سے نقصان پہنچایا۔بھارت خاموش تماشائی بن کر اُسی خنجر سے بہت سے مسلمانوں کے

Marfat.com

نظریات کو نقصان پہنچاتا رہا۔ خفیہ ایجنسی 'را' نے خودغرض، مطلب پرست، دولت کے ہوس پرست اور بنگالی قوم پرست، اکٹھے کیے اور انھیں بھارتی اغراض و مقاصد کی سولی پر لٹکا دیا۔ محمد زین العابدین نے قومیت کے حوالے سے اپنی کتاب میں اپنے مشاہدات اور تجربات سے خفیہ ایجنسی را کے نیٹ ورک کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

قومی زبان کا مسئلہ

قیامِ پاکستان کے وقت ۴۶-۱۹۴۵ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے بابائے اُردو مولوی عبدالحق سے انجمن ترقی اُردو کے دفتر میں ملاقات کے وقت پاکستان کی قومی زبان ''اُردو'' قرار دی۔ جب فیروز خان نون انگریزی میں تقریر کرنے لگے تو شرکائے جلسہ بولے اُردو، اُردو جس کے جواب میں فیروز خان نون نے کہا کہ قائداعظم بھی تو انگریزی میں تقریر کرتے ہیں۔ یہ جواب سنتے ہی قائداعظم اپنی نشست سے کھڑے ہوئے اور مائیک پر پہنچ کر بولے ''فیروز خان نون نے میرے کندھے پر بندوق رکھ کر فائر کیا ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کی قومی زبان، اُردو، اُردو اور اُردو ہوگی۔

قومی زبان اُردو کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ علاقائی زبانیں اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں۔ بنگلہ زبان بھی علاقائی درجہ رکھتی تھی۔ 'را' نے بنگالیوں کو اس امر پر اُبھارا کہ بنگالیوں کی قومی زبان بنگلہ ہونی چاہیے۔ حکومت نے مجبور ہوکر بنگلہ کو بھی سرکاری زبان کا درجہ دے دیا۔ یہ اقدام تو ایسے ہی تھا کہ جیسے ایک نیام میں دو تلواریں۔ پھر وہ وقت آیا کہ قومی نشریاتی رابطے پر اُردو، انگریزی، بنگلہ اور پنجابی میں خبریں نشر ہونے لگیں۔ ایک ہی ملک میں دو قومی زبانوں کا وجود ملک کے دو ٹکڑوں کی صورت میں نمودار ہوا۔

برعظیم پاک و ہند میں سیکڑوں زبانیں اور ہزاروں بولیاں ہیں۔ قیامِ پاکستان کی تحریک میں اسلام کے بعد دوسرا بڑا نعرہ قومی زبان کا تھا۔ یہ ملک اسلام اور اُردو کے نام پر حاصل کیا گیا۔ بھارت نے ہماری آزادی میں ہمیشہ مداخلت کی۔ خفیہ ایجنسی 'را' نے وطن دوستی اور ہندوازم کے فروغ کے لیے جو خفیہ سرگرمیاں جاری رکھیں وہ کسی طرح بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

بھارتی میڈیا کی یلغار

نسلِ نو کسی بھی ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ 'را' کے نمائندوں نے سرحد کے

Marfat.com

اس پار ایسی سرگرمیوں کا جال بچھایا جس میں نوجوان مچھلیوں کی طرح گرفتار ہوتے گئے۔ بھارتی میڈیا نے مخرب الاخلاق فلموں، گانوں اور ڈراموں سے پاکستان کے ہر گھر میں رسائی حاصل کر لی۔ 'را' کے دانش وروں نے وہ کام دکھایا جو بھارتی بمبار طیارے نہ کر سکے۔ 'را' کی ان کارروائیوں کا اندازہ کرتے ہوئے ایک دفعہ سونیا گاندھی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ ''ہمارے میڈیا نے پاکستان کے گھر گھر میں ہماری ثقافت پہنچا دی ہے۔ اس لیے ہمیں پاکستان پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

آج کل تو جگہ جگہ ہمارے نوجوان لیپ ٹاپ، موبائل اور اسی قسم کے ذرائع سے بھارتی عریانی اپنا کر قوم کو عریاں کر رہے ہیں۔ خیبر پختون خواہ کے سرحدی علاقہ جات میں طالبان کا لبادہ اُوڑھ کر را کے ایجنٹوں نے مساجد اور دیگر عبادت گاہوں کو فائرنگ کا ہدف بنا کر اپنے مقاصد پورے کیے۔ تخریب کاری کا مقصد ہیجان پیدا کرنا، خوف و ہراس پیدا کرنا نیز قومی ترقی کے اصل مقاصد سے قوم کی توجہ ہٹانا ہے۔ را اس ضمن میں اپنے مقاصد پورے کر رہی ہے۔ جس طرح مشرقی پاکستان میں مفاد پرست طبقہ نے را کی نمائندگی کا حق ادا کیا اسی طرح کراچی سمیت کئی بڑے شہروں میں را کے لیے کام کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ پیسے کے بل بوتے پر کام کرنے والے میر جعفر اور میر صادق ہر دور میں پائے جاتے ہیں۔

منشیات کی تقسیم کے لیے بھی را نے اپنی سرگرمیوں کو سکولوں، کالجوں کے علاوہ بسوں، گاڑیوں اور پلیٹ فارمز کا انتخاب کر رکھا ہے۔ ایسے حقائق بھی اخبارات کی زینت بنے ہیں جن سے بچوں اور خواتین کے اغواء، میں بھی غیر ملکی ہاتھ ملوث نظر آئے۔ خودکش حملوں میں کئی معصوم لالچ کی بھینٹ چڑھ گئے۔ را کے تربیت یافتہ کارکن مختلف طریقوں سے نوجوانوں کو اپنے چنگل میں پھنسا کر اُن سے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ انسٹرکٹر مطیع الرحمٰن کا پائلٹ راشد منہاس کے طیارے کو ہندوستان لے جانے کی ناکام کوشش کوئی کم واقعہ نہیں۔ غدار مطیع الرحمٰن نے اہم دستاویز بھارت پہنچانے کی کوشش کی جسے راشد منہاس نے بھانپ لیا اور اپنی جان کی پروا کیے بغیر جہاز زمین پر دے مارا۔

نوجوانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی سازش

مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے والے بچے یقیناً ایک اسلامی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں۔ بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' نے اپنا سب سے پہلا مشن مسلمان نوجوانوں کو اسلام سے منحرف کرنا بنایا۔ اگر مسلم معاشرے سے روحِ محمد ﷺ نکل جائے تو وہ بے جان ہو جاتا ہے۔ بھارت نے اس مقصد کے لیے بہت سا

Marfat.com

فنڈ مختص کیا۔ پشاور میں منعقدہ موتمر عالمِ اسلامی کی ایک تقریب میں بہت بڑے دانش ور نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ بھارت اور اسرائیل نے مخرب الاخلاق لٹریچر اسلامی ممالک میں تقسیم کرنے کے لیے ۸ بلین امریکی ڈالر مختص کیے۔ پاکستان ان میں سرِ فہرست رہا۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے انعامی سکیمیں شروع کیں۔ قلمی دوستی کے نام پر رسائل و جرائد شائع کیے۔ خطوط لکھنے والوں کو انعام واکرام سے نوازا گیا۔ آج اُس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ اسلامی رواج کے بجائے شادیوں کے مواقع ہندوانہ رسوم کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ بسنت کا پاکستان میں فروغ 'را' کی کارروائیوں میں سے ایک ہے۔ عراق اور کویت کے جھگڑے کو ہوا دینے میں بھی را، نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ مسلمان کیمپوں تک نیم عریاں رسائل پہنچائے گئے یہی نہیں اُس علاقے میں تعینات غیر مسلم فوجیوں نے مسلمان خواتین کو بے ہودہ لٹریچر مہیا کرنے کے لیے ایکسٹرا ڈیوٹی انجام دی۔ را، کی کارروائیاں میٹھا زہر ہیں جس کے نتائج کچھ عرصہ بعد سامنے آتے ہیں۔ را، کے زیر اثر کچھ تنظیمیں ایسی ہیں جو فنکاروں، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور کھلاڑیوں کے تبادلے ایک ملک سے دوسرے ملک کرنے کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ ان تنظیموں کو معقول رقم سے نوازا جاتا ہے۔ سرحد پر مذکورہ شعبہ سے تعلق رکھنے والے احباب کا زبردست استقبال کیا جاتا ہے پھر اُن کے اعزاز میں تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ممتاز علمی و ادبی بھارتی شخصیات اُنھیں پروٹوکول دیتی ہیں۔ پاکستان سے ایسے افراد کا چناؤ کرنے کے لیے روشن خیال اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ذہین ترین اور باصلاحیت پاکستانیوں کو اُن کی خدمات کا اعتراف کروانے کے لیے بھارت لے جانے کے کیا مقاصد ہوسکتے ہیں؟ را، کا مقامی نیٹ ورک اس مقصد کے لیے صحافیوں اور دیگر ثقافتی تنظیموں کے ارکان پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔ اگر متعلقہ افراد کے حوالے سے نرم شکار ثابت ہو تو اسے (چاہے مرد ہو یا عورت) کسی بھارتی تنظیم کی تقریبات میں شرکت کے بہانے بھارت لے جایا جاتا ہے۔ بھارت کی اعلیٰ قیادت، سیاسی اکابر اور انتہا پسند ہندو ایسے پاکستانیوں کو رام کرنے کے لیے خود کو وقف کر لیتے ہیں۔ انھیں قیمتی تحائف اور میڈلز سے نوازا جاتا ہے۔ نتیجتاً ایسے افراد کے دل میں بھارت کے لیے خود بخود نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سے زیادہ ''کارآمد'' افراد کے لیے نقد رقوم اور ماہانہ الاؤنسز کا بندوبست بھی 'را' کی ذمہ داری ہے۔ عورت، مرد کی ضرورت ہے۔ 'را' اپنے معزز مہمانوں کو گائیڈ کی شکل میں خواتین کو اُن کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے۔ تنہا پہنچنے والے مندوبین کے لیے ''ہم راہی'' بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

امن کا جھانسہ

امن کے نام پر بہت سے اخبارات، رسائل، جرائد اور ٹی وی چینل را، کی طرف سے پھنسائے ہوئے افراد کے انٹرویو نشر کر کے اُن کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہیں۔ بنگلہ دیش کی صورت حال بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ کئی بھارتیوں کو بنگلہ دیش کی تقریبات میں بطور مہمان خصوصی مدعو کرنے میں 'را' کا خاص حصہ ہوتا ہے۔ یہ بھارتی مہمان پورے بنگلہ دیش میں نہایت آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور مختلف سیمیناروں اور پروگراموں میں اپنے زہر آلود خیالات کا اظہار کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ان بھارتی مہمانوں کے خیالات اور تاثرات بنگلہ دیش کی آزادی اور اس کے اقتدارِ اعلیٰ کے منافی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۲۵ اگست ۱۹۹۱ء سے ۱۶ فروری ۱۹۹۲ء کے ساڑھے پانچ مہینوں میں سولہ بھارتی ثقافتی وفود نے بنگلہ دیش کے دورے کئے۔ ان کے دوروں کی وسیع پیمانے پر تشہیر بھی کرائی جاتی ہے۔ 'را' کی زیرِ سرپرستی شائع ہونے والے روزناموں اور ہفت روزوں کے خصوصی ضمیمے بھی شائع ہوتے ہیں۔

ہندوانہ کلچر کا فروغ

'را' کی ایک بڑی کامیابی یہ بھی ہے کہ جب حسینہ واجد حزبِ اختلاف میں تھی تو انھوں نے بنگلہ اکیڈمی کی ایک تقریب کا آغاز ہندوانہ پوجا پاٹ سے کیا۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے ہندوؤں کا مخصوص گھنٹہ بجا کر آغاز کیا تھا...... اسی طرح ایک اور ثقافتی تنظیم ''شلپا کلا اکیڈمی'' جو فنونِ لطیفہ کے فروغ کے لیے قائم کی گئی تھی، مکمل طور پر را، کے قبضے میں کام کرتی رہی۔ مذکورہ تنظیم کے کارکنوں اور عہدیداران کو معقول معاوضے اور مراعات سے نوازا جاتا رہا۔

یہ سلسلہ پاکستان میں بھی جاری ہے۔ اسلام آباد میں منعقدہ ایک ادبی اجلاس میں ایک ہندو سکالر نے ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے خلاف برملا خطاب کیا۔ تقریب میں موجود بہت سے بے حس لوگ اُس خطاب سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ حکومتِ پاکستان نے کئی بھارتیوں کو اعزازات سے بھی نوازا۔ پاکستان کے عوام معصوم اور حکمران خوشامد پسند ہیں۔ خوشامد کے پس منظر میں بھارتی وفود کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں۔ پاکستان کو ایسے وفود کی خاص نگرانی کرنی چاہیے۔ جو ہندوستانی ادارے پاکستانی ادیبوں اور شاعروں کی کتب شائع کر کے حق دوستی ادا کرتے ہیں اُس کے پیچھے بھی را، کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں۔ پاکستان سے امن کی

Marfat.com

آشا، پروگرام نیک نیتی سے شروع کیا گیا لیکن اس کے نتائج بے راہ روی کی صورت ہمارے سامنے آئے۔ کئی بھارتی کھلاڑیوں، فنکاروں اور دانشوروں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ دونوں ممالک میں معاشرت مشترک ہے۔ سوچ ایک جیسی ہے اور مسائل بھی ایک جیسے ہیں۔ اس لیے سرحدی حدود و قیود ختم کر دینی چاہئیں۔ یہ جملہ کہنے والے مسلمان دانشور اُن شہداء کے لہو کی توہین کرتے ہیں جنھوں نے حصول آزادی کے لیے قربانیاں دے کر ہمیں یہ ملک عطا کیا۔ پاکستان پر سائبانِ الٰہی موجود ہے۔ توحید و رسالت کے پروانے اپنے نظریۂ حیات کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔

الحمد للہ! پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں بھی عقاب کی نظر رکھتی ہیں۔ را کا راستہ روکنے کے لیے ہمارے جوان مستعد ہیں۔ ہماری ایجنسیاں امن و سلامتی، قومی یکجہتی، نظریہ پاکستان، اندرونی و بیرونی مداخلت پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔ پاکستان کا مطمعِ نظر مثبت اور دفاعی ہوتا ہے۔ 'را' کا مقصد تخریب کاری اور قتل و غارت کے گرد گھومتا ہے۔ 'را' اپنے ملک بھارت کی دیکھ بھال کم جب کہ پاکستان میں دراندازی کو اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔ پشاور میں ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء اور ۱۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کے واقعات کے پس منظر میں بھی را کی مداخلت کے شواہد نظر آ رہے ہیں۔ کراچی کی بدامنی تو خالصتاً را، نواز لوگوں کی کارستانیاں ہیں۔

پاکستان دوقومی نظریے پر منصۂ شہود پر آیا۔ اس قومی نظریے کی تقویت نے ہماری آزادی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا خاتمہ کیا۔ صوبائی تعصب کو اُبھارنے میں را، کا بہت ہاتھ ہے۔ چاربل کہ پانچ قومیتوں کا نعرہ لگانے والے کبھی بھی پاکستانی نہیں ہو سکتی۔ پاکستان نعمتِ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ ریاستِ مدینہ میں یہودیوں کے کارندوں نے اسلام کے فروغ میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ اسی طرح پاکستان میں بھی 'را' کے ایجنٹوں کو راستہ دینے والے موجود ہیں۔ جو پاکستانیوں کے لہو پر اپنی خوشیوں کے تاج محل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیاست، تجارت، ثقافت، صحافت، حکومت اور تعلیم و تعلم میں ایسے احباب کو میدانِ عمل میں آنا چاہیے جو پاکستانیت کے فروغ کے لیے کام کریں نیز را، ایسی ایجنسیوں پر کڑی نظر رکھیں۔

سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہمیں پاکستان میں موجود آستین کے سانپ تلاش کرنے ہوں گے۔ چہرے پر چہرہ چڑھا کر ہماری تنصیبات تک پہنچنے والوں کو عبرت ناک سزائیں ملنی چاہئیں۔ وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف نے اکتوبر ۲۰۱۵ء میں اقوامِ متحدہ کو بھارتی مداخلت اور 'را' کی خفیہ کارروائیوں کی جو رپورٹ مہیا کی ہے اُسے منظرِ عام پر آنا چاہیے تاکہ عام شہری

Marfat.com

بھی خطرات سے آگاہ ہو سکے۔ بھارت نواز، پاکستانی جو کھاتے پاکستان کا ہیں اور بھارت کے گیت گاتے ہیں اُن کا محاصبہ بہت ضروری ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وطن کے ہوں اگر کانٹے سجا لو اپنی پلکوں پہ
اگر ہوں پھول پردیسی، نا چھونا بے وفا ہوں گے

بھارت نے آج تک کسی معاہدے کی پاس داری نہیں کی۔ اُسے جارحیت کا جب بھی موقع ملا اُس نے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ پاکستان جس اندرونی تخریب کاری کا شکار ہے اس میں 'را' کی کارروائیوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ دفاعِ پاکستان کا تقاضا ہے کہ ہم سماج دشمن عناصر کے علاوہ اپنی صفوں میں خودغرض اور پاکستان دشمن عناصر پر بھی کڑی نظر رکھیں۔

☆-☆-☆

Marfat.com

اسرائیلی ''موساد'' کی خفیہ کارروائیاں

عالمِ اسلام کی مشترکہ سوچ میں اسرائیل، امریکہ اور بھارت کو پاکستان کا خیرخواہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہر کڑے وقت میں مذکورہ ممالک نے پاکستان کو ہدفِ تنقید بنایا۔ بھارت اور اسرائیل کا مسئلہ تو بالکل ہی منفرد ہے۔ خصوصاً ہمارے پڑوسی ملک بھارت نے ہمیشہ ہمارے خلوص کی قدر نہیں کی۔ بھارت کو جب بھی موقع ملا اُس نے ہمارے خلوص میں خنجر گھونپ کر اپنی منافقت کا ثبوت دیا۔ بھارت کا جب بھی موڈ خراب ہوا وہ فوجیں سرحد پر لے آیا جب کہ سرحدی دفاع کے لیے بارڈر سکیورٹی فورسز پہلے سے موجود ہیں۔ بھارتی سکیورٹی گارڈز ''را'' کے نمائندگان کو کسی نہ کسی جگہ سے پاکستان کی حدود میں دھکیل دیتے ہیں۔ اسرائیل ہر چند پاکستان سے بہت دور ہے لیکن بھارت دوستی کا پاس رکھتے ہوئے پاکستان سے دشمنی کا حق ادا کرتا ہے۔ اسرائیلی خفیہ تنظیم ''موساد'' کا دائرہ کار یوں تو عرب ممالک تک محدود ہے لیکن صیہونی عزائم کی تکمیل میں موساد کو دنیا کے کونے کونے میں بھیجا جاتا ہے۔ ایک عام اندازے کے مطابق دنیا کی دیگر خفیہ ایجنسیوں کے مقابلے میں ''موساد'' ایک خطیر رقم اپنے مقاصد کی تکمیل پر خرچ کرتی ہے۔ مسلم ممالک کو نظریاتی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے ''موساد'' نے ایک تحریک کا کام کیا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم روی شاستری ''موساد'' سے بہت متاثر تھا۔ بعد ازاں ''موساد'' کی سرگرمیاں دیکھتے ہوئے ''را'' نے اُن کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر دیا۔ مسز اندرا گاندھی نے ''موساد'' کو اپنا آئیڈیل بنا لیا۔ یوں تو ''را'' ۱۹۶۸ء میں رامیشور ناتھ کاؤ کے زیر اثر بنادی گئی تھی لیکن اس کی سرگرمیوں کو اندرا گاندھی نے عروج بخشا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد بھارت نے انتقامی کارروائیوں میں بہت تیزی پیدا کی۔ پاکستان دشمن عناصر کو یکجا کر کے اندرا گاندھی حکومت نے کئی ایک منصوبے بنائے۔ اُس کی خواہش تھی کہ ''موساد'' اور ''را'' کے تعاون سے پاکستان کو کسی نہ کسی طور کمزور کیا جائے۔

بھارت اسرائیلی گٹھ جوڑ

بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ ایک عرصہ سے چلتا رہا۔ بھارت کے شہر ممبئی میں اسرائیل کا سفارت خانہ ۱۹۵۰ء میں قائم ہو گیا تھا۔ اسلام دشمنی میں اسرائیل اور بھارت کی سوچ ایک جیسی ہے۔ پاکستان چوں کہ

Marfat.com

اسلامی جمہوریہ ہے اس لیے بھارتی حکومت ہمیشہ اسرائیل سے مدد حاصل کرتی رہی ہے۔ المختصر بھارت اور اسرائیل کی سوچ اسلام دشمنی میں ایک جیسی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرب شہزادے بھارت کی خفیہ سرگرمیوں سے واقف کیوں نہیں ہیں؟ کویت اور عراق کے جھگڑے میں جب سعودی عرب کو شعلوں میں دھکیلا جارہا تھا تو اُس وقت بھی سعودی عرب نے پاکستان کے بجائے امریکی فوج سے مدد حاصل کی۔ اسرائیل کی ''موساد'' کو جب موقع ملا اُس نے عرب ممالک کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ اِن سارے حالات میں ''را'' کا تعاون ''موساد'' کے ساتھ چلتا رہا۔ دہلی میں اسرائیل کا سفارت خانہ آج بھی سازشوں کا گڑھ ہے۔ ''را'' نے ''موساد'' سے الحاق کر کے ہماری عسکری سرگرمیوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی جب اپنے ہی محافظوں کے ہاتھوں قتل ہوئیں اُس وقت بھی مغربی ممالک کے اخبارات ''موساد'' اور ''را'' تعلقات کی نشاندہی کرتے رہے۔

جنرل ضیاء کا ایکشن پلان

جنرل ضیاء الحق نے عالمِ اسلام کو متحد کرنے کے لیے ایک ایکشن پلان شروع کیا۔ سعودی عرب سے تعلقات بہت مستحکم کیے۔ اُس وقت مرار جی ڈیسائی بھارتی وزیر اعظم ''موساد'' کی اطلاعات پر ہی پاکستان سے تعلقات کو مخدوش بناتے رہے۔ الحمدللہ! حکومت کوئی بھی برسرِ اقتدار آئی اُس نے پاکستانی نیوکلیئر منصوبہ کو سبوتاژ ہونے دیا اور نہ ہی کسی بھی ملک کو اس منصوبہ میں مداخلت کی جرأت ہوئی۔ جمی کارٹر ایسے امریکی صدر بھی ''را'' اور ''موساد'' کی خفیہ سرگرمیوں کو نہ بھانپ سکے۔ ''را'' نے کئی ایک مقام پر دوغلی پالیسی اختیار کی۔ اُس میں ''موساد'' کو ایک ٹیشو پیپر کی صورت دے رکھی تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ''را'' کا مرکزی کردار ہے۔ اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے ''را'' نے مختلف خفیہ ایجنسیوں سے مدد حاصل کر کے اپنی برتری واضح کر دی۔

''را'' اور ''موساد'' کا گٹھ جوڑ

مرار جی ڈیسائی اور جنرل ضیاء الحق طبعاً امن پسند تھے۔ اِن کی امن پسندی سے ''موساد'' اور ''را'' نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ اسرائیل اور بھارت کی خفیہ ایجنسیوں کا اصل نشانہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام تھا۔ غیر مسلم قوتیں پاکستان کے جوہری توانائی کے پروگرام کو اپنے لیے خطرہ گردانتی تھی۔ اسرائیل اور بھارت کے تھنک

Marfat.com

ٹینک ہر وہ قدم اُٹھانے کا مشورہ دے رہے تھے جس سے پاکستان کا جوہری توانائی کا منصوبہ اُن کے نرغے میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے اپنے ملک کو دشمنوں کی منفی سرگرمیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ جنرل ضیاء الحق بہت ذہین ثابت ہوئے۔ جنھوں نے افغانستان میں روسی مداخلت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ امریکہ اور روس کشمکش کا شکار تھے اور دوسری طرف ''موساد''، ''را'' اور امریکن ''سی آئی اے'' اپنی حکومتوں کو پاکستان کے جوہری توانائی منصوبے کے بارے میں آگاہ کر رہی تھیں۔ امریکی اور روسی بگڑتے ہوئے حالات سے ہماری ''آئی ایس آئی'' نے ملکی مفاد میں اپنا کردار بطریق احسن ادا کیا۔ آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل نے جہادِ افغانستان کی نگرانی کرتے ہوئے جوہری پروگرام کی بھی حفاظت کی۔ آئی ایس آئی نے ایک مقام پر ''موساد'' کے افسران سے ملاقات کرکے اُسے اپنے قابو میں کرلیا۔ جونہی ''را'' کو اس بات کا علم ہوا تو حالات یک دم تبدیل ہوگئے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ کشمیر میں مجاہدین کی کارروائیاں تیز ہوگئیں۔ اسرائیلی سفارت خانہ سازشوں کا گڑھ بن گیا۔ ۱۹۹۲ء کے بعد تو یہ تعلقات عجیب موڑ پر آگئے۔ جنرل پرویز مشرف نے اپنے دور میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانے کی کوشش لیکن عوامی احتجاج کے سامنے اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

''را'' اور ''موساد'' کی جب عسکری سرگرمیاں ناکام نظر آنے لگیں تو ان ایجنسیوں نے مسلمان نوجوانوں کو غیر اخلاقی اور جنسی سرگرمیوں میں ملوث کرنے کے لیے اپنا جال پھیلا دیا۔ پاکستانی نوجوانوں کو ثقافتی سرگرمیوں کا لالچ دے کر بھارت جانے کے مواقع عام کیے گئے۔ اُن میں سے کئی ایک کو جعلی کرنسی دے کر بھارت بھیجا گیا۔ کھلاڑیوں، گلوکاروں اور فنکاروں کے روپ میں کئی نوجوان بھارتی حکومت کے حسنِ سلوک اور مہمان نوازی کے گن گاتے رہے اور بعد ازاں اُن کے اصل چہرے بے نقاب ہوئے۔

''را'' اور ''موساد'' کی مشترکہ کارروائیوں کا ہدف صرف پاکستان نہیں بل کہ مسلمان اور اسلام ہے۔ تحریکِ آزادی کشمیر میں بھی ''را'' اور ''موساد'' نے اپنا منفی کردار ادا کیا ہے۔ ۲۰۱۵ء کے آغاز ہی سے اہلِ کشمیر ایک نئے ولولے کے ساتھ منظرِ عام پر آئے ہیں۔ سانحۂ پشاور ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کے بعد نیشنل ایکشن پلان نے قوم کو دہشت گردی اور اس میں ملوث لوگوں کے خلاف بے دار کر دیا۔ ۲۳ مارچ 2015ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر دھمکیوں کے باوجود پریڈ کا منعقد ہونا قومی یکجہتی کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ غزہ کی پٹی پر اسرائیلی حملے، مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور بیت المقدس میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد سے اسرائیلی عزائم ہمارے سامنے ہیں۔

Marfat.com

بھارت نے اسرائیل کے خلاف یا اُس کے اقدامات کے خلاف مذمتی بیان جاری نہیں کیا۔ اسرائیلی اور بھارتی سربراہوں کی ملاقاتوں کا مقصد پاکستان کے خلاف منصوبہ بندی ہے۔ بھارتی سفارت خانوں کے ذریعے مسلم ممالک کی اہم ترین معلومات مختلف جگہ پر پہنچائی جاتی ہیں۔ ''بلیک واٹر'' کی سرگرمیوں نے بھی ہمارے اندرونی محاذ کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ امریکی ادارہ عراق، افغانستان، کویت، آذربائیجان اور روس میں اپنی سرگرمیاں انجام دے چکا ہے۔ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد اس تنظیم کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ صوبہ کے پی کے میں ''بلیک واٹر'' کی سرگرمیوں نے عدم تحفظ کی فضاء قائم کی۔ اس تنظیم کا پھیلتا ہوا دائرہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا انداز رکھتا ہے۔

دفاعِ پاکستان کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ''موساد'' اور ''را'' کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اس کے علاوہ بھی اُن قوتوں سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے جو چہرے پے چہرہ چڑھا کر لالچ کی آڑ میں ہمارا دفاع کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ایسے آستین کے سانپ ہر دور میں ہمیں ڈستے رہے ہیں۔ مسلمان امن پسند ہے اور پاکستان کے امن پسند ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یہود و ہنود سے محفوظ رہنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ نریندر مودی حکومت آنے کے بعد بھارت کا جنگی جنون ایک بار پھر سر اُٹھا رہا ہے اسے سرنگوں کرنے کے لیے جذبۂ جہاد کی بہت ضرورت ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

فری میسن، خفیہ صیہونی سازشیں

بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' کے علاوہ دنیا کی بہت سی ایجنسیاں کام کر رہی ہیں لیکن صیہونی ایجنسی فری میسن (ماسونیت) اس میں سرفہرست ہے۔ امریکی، روسی اور صیہونی خفیہ عناصر نے اسلام کے خلاف جو گل کھلائے وہ ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ۱۸۹۷ء میں یہودی سربراہوں کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا جس کا مقصد اسلامی دنیا میں انقلاب برپا کرنا تھا۔ اُن کے تین بڑے نکات میں یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن کا قیام، دنیا کے مالی وسائل پر قبضہ اور اسلامی ممالک کی تباہی شامل تھی۔ صیہونیت کے اس خفیہ چارٹر کو "پروٹوکول" کا نام دیا گیا۔ یہ خفیہ مسودہ ایک عیسائی خاتون نے یہودیوں کی خفیہ تنظیم "فری میسن" کی کارکن کے گھر سے چرا لیا جسے ۱۹۰۲-۳ء دو روسی اخبارات نے شائع کیا۔ روسی پادریوں نے اس مسودے کو عیسائیوں کے خلاف ایک مذموم سازش قرار دیتے ہوئے ۱۹۰۵ء میں اسے کتابی شکل دی۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۰۵ء سے برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ موتمر عالم اسلامی نے پروٹوکول کے حوالے سے دنیا بھر میں اجلاس کیے، موتمر عالم اسلامی سرگودھا شاخ نے پریس کلب سرگودھا میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر قاضی ایم محی الدین ایڈووکیٹ موتمر کے صدر اور راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) بطور سیکرٹری کام کرتے رہے۔ مقررین نے پروٹوکول کی روشنی میں فری میسن تنظیم پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ ملک بھر میں احتجاج سے متاثر ہو کر حکومت پاکستان نے ۱۶ جون ۱۹۸۳ء کو فری میسن تنظیم پر پابندی کا مارشل لاء ریگولیشن نمبر ۵۶ جاری کیا۔ جس کے تحت ملک بھر میں موجود فری میسن تنظیم کے دفاتر بند کر دیے گئے۔ ان کے کارکنان منظر سے پس منظر پر چلے گئے۔ پروٹوکول کتاب کے کئی تراجم ہوئے۔ اردو میں اس کا ترجمہ بعنوان صیہونی سازش مصباح الاسلام فاروقی نے کیا۔ بعد ازاں اس کا اردو ترجمہ "یہودی پروٹوکولز" کی شکل میں محمد یحییٰ خان نے شائع کیا۔ یہ دستاویز یہودیوں کا ایک ایسا منصوبہ ہے جو پوری دنیا میں انتشار پھیلانے کے لیے کیا گیا۔ ان پروٹوکولز کی تعداد ۲۴ ہے۔ اردو ترجمہ ڈاکٹر ایم محی الدین قاضی کی کتاب "محسن کائنات ﷺ اور موجودہ مسائل" سے استفادہ کرتے ہوئے پروٹوکولز کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

Marfat.com

O پروٹوکول:1 بنیادی نظریہ:(The Basic Doctrine)

دنیا میں طاقت اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے تصورات کے تحت کام ہو رہا ہے۔ تاہم اس ضمن میں ہمارے یعنی ہم یہودیوں کے تصورات، غیر یہودی اقوام کے تصورات سے مختلف اور منفرد ہیں۔ ہم طاقت کو حق یا غلبہ حاصل کرنے کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک حق طاقت کے اندر ہی پوشیدہ ہے۔ بنابریں ان پروٹوکولز (دستاویزات) میں ہم مروجہ تصورات کے عمومی معنوں سے ہٹ کر اپنے مقاصد کے تحت ان کے معنی متعین کریں گے اور الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہیں اُلجھیں گے۔ چناں چہ اہم اُمور ذیل کے تصورات کی نئی تعریف متعین کریں گے۔

اقتدار، حق اور طاقت، سیاسی آزادی، قوتِ زر، مطلق العنان استبدار، عوامی رہنمائی، اخلاقی اقدار و استحقاق، عوام کی کمزوری، عیاشی و فحاشی، فریب کاری، ذرائع اور وسائل اور اسبابِ نصرت۔

O پروٹوکول:2 معاشی جنگ(Economic War)

''اقتصادی جنگیں، یہودی غلبے کی بنیاد، دکھاوے کی حکومتیں اور خفیہ مشیر، تباہ کن نظریات کی کامیابی، سیاست میں موزونیت، پریس کا کردار، سونے کی قیمت اور یہودیوں کی گراں بار قربانیاں۔''

O پروٹوکول:3 فتح کے طریقے:(Methods of Conquest)

علامتی سانپ اور اس کی اہمیت، دستوری پیمانے، دہشت گردی، طاقت اور ہوس، اقتصادی غلامی، عوامی حقوق، اجارہ دارانہ نظام اور ارسٹوکریسی، فوجی یہود، گویم (غیر یہود) کا خاتمہ، بھوک اور سرمایہ کے حقوق، عوام اور دنیا کے حاکمِ اعلیٰ کی تاجپوشی، مستقبل کے صیہونی قومیت کے سکول پروگرام کے بنیادی نظریہ کی روح، معاشرتی نظام کی تعمیر کی سائنس کا راز، عالمی معاشی بحران، یہودیوں کا تحفظ، صیہونیت کی تشہیر، صیہونیت اور فرانس کا عظیم انقلاب، یہودیوں کا عظیم خون بہا، صیہونیت کی ناقابلِ تسخیری کی وجوہات، صیہونیت کے خفیہ ایجنٹوں کا کردار اور آزادی۔

O پروٹوکول:4 مذہب پر مادے کی فوقیت (Materialism Replaces Religion)

جمہوریت کی منزلیں، خفیہ ہاتھ اور تخریب کاری، آزادی اور ایمان، بین الاقوامی صنعتی مقابلہ، سٹہ بازی اور جوئے کا کردار، بے ضمیر اور بے رحم معاشرہ

O پروٹوکول:5 آمریت اور جدید ترقی (Despotism & Modern Progress)

Marfat.com

حکومت میں انتہائی مرکزیت، صہیونیوں کے اقتدار پر قبضے کے طریقے، مملکتوں کے درمیان عدم اتفاق کی وجوہات، یہود کی مملکت، زر، مملکتوں کی مشینری کا محور، تنقید کی اہمیت، دکھاوے کے ادارے، الفاظ کے گورکھ دھندے، رائے ہموار کرنے کے طریقے، شخصی آراء کا استیصال، اعلیٰ حکومت کا تصور

O پروٹوکول:6 حصولِ اقتدار کی تکنیک (Take Over Technique)

اجارہ داریاں اور غیر یہود کا مستقبل، زمینداروں سے ان کی املاک ہتھیانے کا فلسفہ، صنعت و تجارت اور سٹہ بازی کی صنعت، ضروریاتِ زندگی کی گرانی، انارکی کا رجحان، شراب نوشی، معاشی نظریات کے خفیہ معنی۔

O پروٹوکول:7 عالمی جنگیں (Worl Wide Wars)

اسلحہ اور فوج میں اضافہ، عالمی پیمانے پر انتشار، تشدد اور اشتعال انگیزی، غیر یہود کے مقابلے کے لیے جنگوں کی ابتداء کا فلسفہ، سیاست میں رازداری، پریس اور رائے عامہ، امریکہ، چین اور جاپان کی توپیں۔

O پروٹوکول:8 عبوری حکومت (Provisional Government)

الفاظ کی جادوگری، فری میسنز کے معاونین، خصوصی سکولوں کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کی تربیت، ماہرین معیشت اور کروڑ پتی لوگ، اہم سرکاری عہدوں پر کن افراد کا تقرر ہونا چاہیے۔

O پروٹوکول:9 دوبارہ تعلیم کی ضرورت (Re-Education)

اقوام کو فری میسن اصولوں کی تعلیم دینے کی ضرورت، فری میسن کے شناختی الفاظ، غیر سامی ہونے کا مطلب و مفہوم، میسزی آمریت، دہشت انگیزی، میسزی کے خادم کون ہیں، غیر یہودی ریاستوں کی صاف بینی اور اندھی قوتوں کا مفہوم، حاکمیت اور عوام کا تعلق، بے راہ روی، تعلیم و تربیت پر کنٹرول، غلط نظریات، قوانین کی تشریح و توضیح، زیرِ زمین تحریکیں۔

O پروٹوکول:10 اقتدار کے لیے تیاری: (Preparing for Power)

سیاست میں ظاہرداری اور بدمعاشانہ ذہنیت، فری میسن کے فوجی انقلاب کا فائدہ حق رائے دہندگی، خودستائش اور فری میسن کے لیڈر، عبقری رہنما ادارے، سیاسی رواداری کا زہر، آئین سیاسی پارٹیاں، جمہوریت کا دور، صدور فری میسن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی، صدور کی ذمہ داری، ''پانامہ'' کا صدر اور اس کے ساتھیوں کا کام، فری میسن تحریک، قانون ساز قوت، نیا جمہوری آئین، ''شہنشاہِ عالم'' کے اعلان کا وقت، فری میسن کا بیماریاں پھیلانا اور اس کی دیگر چالیں۔

O پروٹوکول:11 کلیت پسند ریاست (The Totalitarian State)

Marfat.com

نئے آئین کا پروگرام، مجوزہ انقلاب کی بعض خصوصیات، غیر یہودی بھیڑوں کا ایک گلہ، فری میسزی، دکھاوے کی اجتماع گاہیں۔

O پروٹوکول:12 پریس پر کنٹرول (Control of the Press)

فری میسن کے نزدیک لفظ "آزادی" کا مفہوم، فری میسن سلطنت میں پریس کا مستقبل، خبر رساں ایجنسیاں، ترقی کا مطلب ومفہوم، صوبوں میں عوامی مطالبات اُبھارنا، منزہ عن الخطا ہونا، بے داغ نئی حکومت کا قیام۔

O پروٹوکول:13 اہم راہیں (Distraction)

پیٹ کے ایندھن کی ضروریات، نظامِ سیاست کا مسئلہ، صنعتی اُمور، تفریحات، عوامی طاقت ایک حقیقت ہے۔

O پروٹوکول:14 مذاہب کے خلاف جنگ (Assault on Religion)

مستقبل کا مذہب، مستقبل کے زرعی مزدور، مذہبی معلومات کی راہ میں دشواریاں، فحش لٹریچر اور شائع شدہ مواد

O پروٹوکول:15 مستبدانہ دباؤ (Ruthless Supression)

تمام دنیا میں یک روزہ انقلاب، قتل وغارت گری، فری میسن کے غیر یہودیوں کا مستقبل، حاکیت کا جاہ وجلال، فری میسن کی اجتماع گاہوں میں اضافہ، فری میسن رہنماؤں کا مرکزی کنٹرول، خفیہ انجمنوں کے رہنما، عوامی خوشنودی کی اہمیت، فری میسن کارکنوں کا قتل، خدا کی محبوب قوم کی حیثیت سے ہماری پوزیشن، اختیارات کا غلط استعمال، سخت سزائیں، ججوں کی عمر کی حد، دنیا بھر کی دولت، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، اسرائیل کا بادشاہ تمام دنیا کا باپ۔

O پروٹوکول:16 برین واشنگ (Brain Washing)

یونی ورسٹیوں کی کمزوری، کلاسیک کا نعم البدل، تعلیم وتربیت، سکولوں میں حکمران کے اختیارات کی تشہیر، تعلیمی آزادی کا خاتمہ، نئے نظریات، آزادیٔ فکر، مشاہداتی اور عملی طریقۂ تعلیم۔

O پروٹوکول:17 اتھارٹی کا غلط استعمال (Abuse of Authority)

پیشہ وکالت، غیر یہودی مذہبی رہنماؤں کے اثرات، آزادی ضمیر، مذہبی عدالتیں، یہودیوں کا بادشاہ بحیثیت مقدس پوپ، موجودہ چرچ کا کیسے مقابلہ ہونا چاہیے؟ معاصر پریس کا کردار، پولیس کی تنظیم،

Marfat.com

رضا کار پولیس، جاسوسی نظام، اقتدار کا غلط استعمال۔

O پروٹوکول:18 مخالفین کی گرفتاریاں (Arrest of Opponents)

خفیہ دفاع کے لیے اقدامات، سازشوں کی داخلی نگرانی، اقتدار کی تباہی، شاہ یہود کی حفاظت، اقتدار کا الوہی وقار، گرفتاریوں کا منصوبہ۔

O پروٹوکول:19 حاکم اور محکوم (Rulers & Peoples)

اپیل کا حق اور باغیانہ پروپیگنڈہ، سیاسی جرائم پر مقدمات، سیاسی جرائم کی تشہیر۔

O پروٹوکول:20 مالیاتی پروگرام (Financial Programmo)

مالیاتی پروگرام، ترقیاتی ٹیکس، سٹیمپ ڈیوٹی، سودی دستاویزات، کاؤنٹنگ کا طریقہ، فضول رسموں کا خاتمہ، سرمائے کا انجماد، کرنسی نوٹوں کا اجراء، زر کا معیار، افرادی قوت کا معیار، سرکاری قرضے، صنعتی حصص، غیر یہودی حکمران، درباری تملق پر نوازشات، فری میسن کے ایجنٹ۔

O پروٹوکول:21 قرضے اور سرمایہ (Loans & Credit)

ملکی قرضے، واجبات اور ٹیکس، مبادلہ، دیوالیہ، سیونگز بنکس اور سرکاری سود، زر کی منڈیوں کا خاتمہ اور مصنوعات کی قیمتوں کا تعین۔

O پروٹوکول:22 قوت زر (Power of Gold)

مستقبل کا راز، بہت سے ممالک کی موجودہ برائیاں آئندہ کی بہبود کی بنیاد ہیں، طاقت کا دائرہ اور اس کی متصوفانہ پرستش۔

O پروٹوکول:23 اطاعت پر آمادگی (Instilling Obedience)

اشیائے تعیش کی پیداوار میں کمی، چھوٹے پیمانے کی کثیر المقدار پیداوار، بے روزگاری، شراب نوشی کی ممانعت، پرانے سماج کا خاتمہ اور تعمیر نو، خدا کا محبوب کون؟

O پروٹوکول:24 حکمران کی اہلیت (Qualities of the Ruler)

شاہ داؤد کی حکومت کا استحکام، بادشاہ کی تربیت، براہِ راست ورثا کا تعین، بادشاہ اور اس کے تین نائب، بادشاہ بالکل آزاد ہوگا اور ہر قسم کی خارجی اور اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہوگا۔

یہودیوں نے دنیا تسخیر کرنے کے لیے جو چارٹر تیار کیا وہ آج بھی اُسی پر عمل درآمد کر رہے ہیں۔

Marfat.com

اس سازش کے تحت بیت المقدس اور اُس کے قرب وجوار میں مسلم آبادیوں پر بھارتی مظالم پوری دنیا کے سامنے ہیں۔ اگر ہم ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکن ٹریڈ سنٹر پر ہونے والے دہشت گردی کے واقعہ کا تجزیہ کریں تو یہ کسی نہ کسی طور فری میسن سے جاملتا ہے ہفت روزہ ٹائمز کے مطابق امریکی حکام کو اطلاع ملی کہ دہشت گردوں نے ۱۰ کلوٹن کا ایٹم بم حاصل کرلیا ہے۔ جسے نیویارک سمگل کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ اس رپورٹ کے بعد امریکی نائب صدر نے اپنے تمام عملہ ودفاتر وائٹ ہاؤس کو کسی خفیہ جگہ منتقل کر دیا تھا۔ ممکنہ خطرہ سے نبرد آزما ہونے کے لیے صدر جارج ڈبلیو بش نے یہ خبر شہریوں سے پوشیدہ رکھی۔ مبینہ ایٹم بم کے بارے میں انٹیلی جینس رپورٹ ایک امریکی ایجنٹ جس کا کوڈ نام ''ڈریگینو فائر'' تھا۔ اس ایک خفیہ اطلاع پر مبنی تھی جس کو روسی جنرل کے اس انکشاف سے تقویت ملی جس میں کہا گیا تھا سن ۹۰ کی دہائی میں روس کے خفیہ ایٹمی اسلحہ خانوں سے کچھ ایٹمی ہتھیار غائب ہوگئے تھے اور خصوصاً ایک دس کلوٹن ایٹم بم کا سراغ نہ مل سکا ہفت روزہ ''نیوز'' کے مطابق مین ہٹن (نیویارک) میں اگر اتنے وزنی ایٹم بم سے زیر زمین دھماکہ کیا جائے تو اس سے ایک لاکھ افراد ہلاک ہوسکتے ہیں اور سات لاکھ افراد تابکاری کا شکار ہوسکتے ہیں جب کہ نصف میل تک ہر چیز ملبے کا ڈھیر بن جائے گی۔ خفیہ طور پر انتہائی زبردست تفتیش کے بعد جب کوئی سراغ نہ مل سکا تو اطلاع مذکور کو غلط قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح امریکی انٹیلی جینس نے القائدہ سے تعلق رکھنے والے ایک رکن کو گرفتار کیا ہے کہ اس نے ایک نیوکلیائی ڈرٹی بم بنا کر تخریب کاری کرنے کی سازش کی۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو نیویارک اور واشنگٹن کے حملوں میں ملوث ہونے کے شبہ میں امریکی اعلیٰ حکام نے اپنے ملک میں موجود ۱۲۰ اسرائیلی جاسوس گرفتار کر کے انھیں ملک بدر کر دیا تھا۔ یہ جاسوس امریکی ریاستوں ارکنساس، ٹیکساس، کیلیفورنیا اور فلوریڈا میں پھیلے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسرائیل میں محکمہ انٹیلی جینس کے ایماء پر فوجی تربیت حاصل کی تھی اور منشیات ایجنسیوں میں شامل ہوکر محکمہ دفاع اور محکمہ انصاف میں خفیہ فائلوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ انٹیلی جینس امور میں مہارت رکھنے والی فرانسیسی ویب سائٹ ''انٹیلی جینس آن لائن'' کی رپورٹ کے مطابق امریکی محکمہ انصاف کے انسدادِ جاسوسی سروس نے ان اسرائیلی جاسوسوں کے عزائم کو ناکام بنادیا۔ یہ انتہائی خفیہ اپریشن اپریل ۲۰۰۱ء میں شروع کیا گیا جو تاحال جاری ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ نیٹ ورک چار سے آٹھ جاسوسوں پر مشتمل تھا جس میں ۲۲ سے ۳۰ سال کے عمر کے افراد شامل تھے۔ اس سازش کے جرم کی سزا افغانستان، عراق، ایران اور پاکستانی آج تک بھگت رہے ہیں۔ عالمی

Marfat.com

امن کے لیے ضروری ہے کہ ہر حکومت اپنے ملک میں موجود ایسے احباب پر کڑی نظر رکھیں جو دولت کی ہوس میں انسانیت کو تباہ کر رہے ہیں۔

دہشت گردی کے واقعات میں ملوث کئی احباب کی شناخت آج تک نہ ہو سکی۔ مساجد، امام بارگاہوں اور تعلیمی اداروں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ فری میسن کے حوالے سے روزنامہ ''اسلام'' پاکستان نے کئی ایسے مضامین شائع کیے جن میں یہودی لابی کی طرف سے عالمِ اسلام میں انتشار پیدا کرنے والوں کی مالی اعانت کرنے کے تذکرے ملتے ہیں۔ میڈیا کے عالمی تناظر میں بھی اس بات پر تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ دہشت گردی میں ملوث ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

بھارتی انتہا پسند تنظیم شیوسینا

برِعظیم پاک و ہند پر مسلمانوں نے ایک طویل عرصہ تک حکمرانی کی۔ اُنھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اقلیتوں کے حقوق کا بہت احترام کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اختیارات کے باوجود مسلمانوں نے کبھی بھی اقلیتوں کو اُن کے حقوق سے محروم نہ کیا۔ جلال الدین اکبر نے اقلیتوں کو خوش کرنے کے لیے ''دینِ الٰہی'' تک مرتب کر دیا۔ کئی غیر مسلموں میں شادیاں رچا کر اقلیتوں کو قریب لانے کی کوشش کی۔ ساری جدوجہد کے باوجود ہندوؤں نے وفا نہ کی۔ ہندوؤں نے مسلمانانِ برِعظیم کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جو عبداللہ بن اُبی نے مدینہ میں مسلم ریاست کے سالارِ اوّل، تاجدارِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ''تفریق ڈالو اور حکمرانی کرو'' کی حکمتِ عملی اپنا کر ہندوؤں کو جب اپنے قریب لانے کی کوشش کی تو ہندوؤں نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاؤں برِعظیم پاک و ہند میں مستحکم کرنے کے لیے ہندوؤں کی مسلمانوں کے خلاف تنگ نظری انگریزوں کے لیے کامیابی کی نوید ثابت ہوئی۔ پروفیسر منور مرزا کی کتاب ''The Hindu Mentalty'' (ہندو ذہنیت) پڑھنے کے قابل ہے۔ پروفیسر موصوف نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی خفیہ سرگرمیوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ ذات پات کی تمیز کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیا۔ اگر کوئی مسلمان کسی ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کی کوشش کرتا تو وہ اپنے برتن مسلمان سے الگ کر لیتا۔ اگر ہندوؤں کے برتن کو مسلمان کا ہاتھ لگ جاتا تو وہ اُسے ملیچھ قرار دیتا۔ مسلمان کے قدم جس زمین پر پڑ جاتے تو ہندو اُسے کچی مٹی سے دھو کر پاک کرتا۔ یہی نہیں جب قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بڑے اجلاس میں اپنے گلاس کا پانی گاندھی کو پیش کیا تو گاندھی نے اُسے پینے سے انکار کر دیا کہ وہ مسلمان کے برتن میں پانی نہیں پی سکتا۔ سر آغا خان سوم بھی اُس تقریب میں موجود تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے گاندھی سے کہا کہ ''جب ایک ہندو لیڈر مسلمان لیڈر کے گلاس میں پانی نہیں پی

Marfat.com

سکتا تو برعظیم پاک و ہند میں ہندو اور مسلمان اکٹھے کیسے رہ سکتے ہیں۔" ہندو ذہنیت کی وجہ سے دوقومی نظریے کو فروغ حاصل ہوا۔

ہند میں اسلام کی آمد سے بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ تہذیب وثقافت اور رہن سہن پر اسلام نے گہرا اثر چھوڑا۔ اسلام پیغامِ انقلاب ہے۔ اسلامی تعلیمات اور خصوصاً مسلمانوں کا ذاتی کردار غیر مسلموں کو بہت متاثر کرتا ہے۔ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد تو کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اِن سب تبدیلیوں کے باوجود ذہنیت میں تبدیلی نہ آئی۔ ڈاکٹر تارا چند کی کتاب "Influence of Islam on Indian Culture" کا اُردو ترجمہ پروفیسر محمد مسعود احمد نے "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات" کی صورت کیا ہے۔ وہ کتاب کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مجموعی تبدیلی کا تذکرہ کچھ اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

> "قومی زندگی کے ہر شعبے میں بڑی بڑی کامیابیاں ہوئیں۔ مذہب میں ہندومت نے اپنی مکمل ترقی یافتہ صورت اختیار کی۔ شیو (Savia) اور وشنو (Visnu) کی پرستش کا مذہب غالب ہوگیا۔ شکتی مت (Saktim) بھی اسی عہد میں نمودار ہوا لیکن ویدک (Vedic) رسوم قربانی غیر مستعمل ہوتی چلی گئیں۔ بدھ مت اور جین مت کی ترقی بالکل رک گئی، رفتہ رفتہ یہ مذاہب ختم ہوگئے۔ ہندو مذہبی ادب میں، مہا بھارت (Mahabharata) بشمول ھری ونش (Harivamsa) اور رامائن (Ramayana) کی آخری تدوین ہوئی اور پورانوں (Puranas) کو دوبارہ مرتب کیا گیا۔ فلسفے میں چھ درشنوں (Darsanas) کو مکمل طور پر منظم و منضبط کر دیا گیا۔ اسی دور میں ونشو (Vaisnava) اور شیو (Savia) کے مکاتب فلسفہ (پنکراترسمہتا) (Pancaratra Samhita) اور شیو آگم (Saiva Agamas) اور دوسرے فرقہ پرست تانترک (Tantrika) قدامت پسند مکاتب رونما ہوئے۔ نظم میں کالی داس (Kalidas)، ڈنڈن (Dandin)،

Marfat.com

بان (Bana)، بھاروی (Bharavi) اور دوسرے شعراء نے منظومات کہہ کر اس دور کو چار چاند لگائے اور نثر میں پنچ تنترا (Pancahtantra) اور دوسری فرضی داستانیں مرتب ہوئیں جو بعد میں دنیا کی داستانوں کا ذخیرہ بن گئیں۔

فنون میں، آریا بھٹ (Aryabhatta)، برہم گپتا (Brahmagupta) اور وراہ مہیر (Varaha-Mihira) نے فلکیات اور ریاضیات کو ترقی دی اور واگ بھٹ (Vagbhatta) نے تلخیصِ طب مرتب کی۔ فنون مصوری، سنگ تراشی اور تعمیر میں اجنتا (Ajanta) الورا (Ellora)، باغ (Bagh)، بادامی (Badami)، سارناتھ (Saranath) اور دوسرے مقامات کو صناعیاں تیار کی گئی۔

سلطنت ہرش (Harsa) کے زوال کے بعد عہدِ قدیم کا آخری دور ختم ہو گیا اور ایک نیا دور جس کو ہم صحیح معنوں میں قرونِ وسطیٰ کہہ سکتے ہیں، شروع ہوا۔ عہدِ قدیم سے عہدِ وسطیٰ کی جانب بڑی وسیع تبدیلی ہوئی۔ سیاسی اعتبار سے اس تبدیلی نے اُس شہنشاہیت کا خاتمہ کر دیا جو عملاً خود مختار ریاستوں کے غیر مستحکم وفاق (Confederation) پر مبنی تھی اور کسی بالا دست طاقت (Suzerain power) کو تسلیم کرتی تھی۔ اسی تبدیلی کے ساتھ راجپوت قبیلوں کی جاگیردارانہ آزادوفاقیت (Particularism feudal) قائم ہوئی۔ یہ قبیلے آپس میں مسلسل برسرِ پیکار رہے اور مسلمانوں کی فتحِ ہند کے لیے راستہ ہموار کرتے گئے۔ مذہب میں اس تبدیلی سے بدھ مت (Buddhism) اور جین مت (Jainsim) اپنی جائے مولود سے تقریباً نیست و نابود ہو گئے۔ تمام ہندوستان میں فرقہ پرست ہندومت قائم ہو گیا اور پھر اسلام کی تحریکات کے زیرِ اثر اس کی ترقی ہوئی۔ فن میں اس تبدیلی سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے فنونِ تعمیر و مصوری کی تدریجی ترقی

Marfat.com

ہوئی۔ادب میں سنسکرتی تعلیمات پر زوال آیا اور دیسی زبانوں کو فروغ ہوا، جن میں اُردو بھی شامل تھی اور علم وحکمت میں ہندو طب ، ریاضیات اور فلکیات میں عرب تصورات سرایت کر گئے۔ المختصر معاشرتی زندگی کے تمام شعبوں کی مجموعی تبدیلی اتنی عظیم تھی کہ ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔"

المختصر اسلام نے ہندوستان کے غیر مسلموں پر گہرے اثرات مرتب کیے جو مختلف ادوار میں رونما ہوتے رہے۔ اگر ہم اس دور کو پانچ پانچ سو سال کے دو برابر کے ادوار میں تقسیم کریں تو پہلا دور ۸ صدی عیسوی سے شروع ہو کر تیرہویں صدی عیسوی میں ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا دور ۱۳ ویں صدی عیسوی سے ۱۸ ویں صدی تک محیط ہے۔ ہم پہلے دور کو ابتدائی عہدِ وسطیٰ اور دوسرے کو بعد کا عہدِ وسطیٰ کہہ سکتے ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ انقلاب کا یہ پہلا دور جنوبی ہند میں دھیرے دھیرے اور پُر امن انداز میں پھیل گیا۔ سندھ اور شمال مغربی ہند میں اسلام فاتحانہ انداز میں نظر آیا اور دوسرے دور میں اسلام عملاً تمام جزیرہ نمائے ہند پر ایک بڑی قوت حاکمانہ انداز میں لے کر چھا گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقاصد پورے ہندوستان پر غالب ہونے کے تھے۔ ہندو قائدین اور مختلف کارکنوں نے کمپنی کی ملازمت میں خوب عیش کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد ہندوؤں نے اس کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں کے کندھوں پر ڈال دی۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنایا۔ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں کانگریس وجود میں آئی۔ جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی کا نعرہ لگایا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد کانگریس کا اصل چہرہ سامنے آ گیا اور مسلمانوں کو اپنی الگ جماعت بنانے کی ضرورت پڑی۔ ۱۹۰۵ء میں انگریزوں نے تقسیمِ بنگال سے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ ۱۹۰۹ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں مسلمانوں کو جداگانہ ووٹ کا حق حاصل ہو گیا۔ مسلمانوں کی اہمیت اُجاگر ہونے لگی۔ ہندوؤں کی آنکھ میں مسلمانوں کا وجود کب اچھا لگتا تھا؟ ۱۹۱۱ء میں تنسیخ بنگال پر ہندوؤں نے گھی کے چراغ روشن کیے اور اسے ہندوازم کی کامیابی قرار دیا۔ پہلی جنگِ عظیم ۱۸۔۱۹۱۴ء میں کانگریس کے کچھ سنجیدہ اکابر نے محسوس کیا کہ وہ مسلمانوں کے تعاون کے بغیر اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مسلم لیگ

Marfat.com

اور کانگریس میں میثاقِ لکھنو منظرِ عام پر آیا۔ رولٹ ایکٹ ۱۹۱۹ء کے نفاذ کے خلاف مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ جلیاں والہ باغ کے سانحہ میں مسلمانوں نے جنرل ڈائر کی گولیوں کا سینہ کھول کر مقابلہ کیا۔ تقریباً ۶۰۰ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر کے اپنے جذبۂ جہاد کا اظہار کیا۔ اس موقع پر بھی ہندوؤں کا رویہ مثبت ثابت نہ ہوا۔ تحریکِ خلافت میں گاندھی اپنے مفادات کے تناظر میں منظرِ عام پر آئے۔ تحریکِ عدم تعاون کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ بعد خاموشی سے اپنی تحریک کا خود ہی گلا دبا دیا۔ تاریخ کے جس دور میں بھی ہندوؤں کو موقع ملا اُنھوں نے مسلمانوں کے حقوق نظر انداز کیے۔ ہندوانہ تعصب کو ہوا دی۔ ۱۹۲۸ء کی نہرو رپورٹ اسی مقصد کا شاخسانہ ثابت ہوئی۔ ۱۹۳۷ء میں کانگریسی وزارتیں معرضِ وجود میں آئیں تو اُنھوں نے مسلمانوں سے چن چن کر بدلے لیے۔ مسلمانوں سے دوستی کا دم بھرنے والے ہندوؤں نے ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' کا عملی مظاہرہ کیا۔ اگر دوسری عالم گیر جنگ کا آغاز نہ ہوتا تو ہندو مسلمانوں کو تختۂ دار پر دیکھنے کے متمنی ہوتے۔ نصرتِ الٰہی نے مسلمانوں کی مدد کی اور ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ کانگریس کے خواب چکنا چور ہوگئے۔ مسلمانوں پر حکمرانی کا آئینہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ ہر ریزہ پر ہندوؤں کا الگ چہرہ نظر آنے لگا۔ منافقت کے تمام چہرے ٹوٹے آئینے پر ماتم کناں تھے۔ الحمدللہ! ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ لاہور پاس ہوئی تو ہندوؤں نے اسے قراردادِ پاکستان سے تعبیر کیا اور پھر سات سال بعد پاکستان نعمتِ خداوندی کے طور پر دنیا کے نقشہ پر اُبھرا۔ یوں تو اعلانِ تقسیم ہند کے بعد ہی ہندوؤں نے قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان آنے والے قافلوں پر ظلم و تشدد اور بربریت کا بازار گرم ہونے لگا۔ اندھا دھند قتلِ عام کو خود ہندو دانشوروں نے انسانیت کا قتل قرار دیا۔ متعصب ہندوؤں نے مسلمانوں کے قافلے لوٹے اور نہتے مسلمانوں کو تلواروں اور نیزوں پر لٹکا کر شیطانی قہقہے بلند کیے۔ ۱۹۴۷ء۔ ۱۹۴۸ء۔ ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۱ء میں بھارتی جارحیت ہماری سرحدوں پر نظر آنے لگی۔ بھارت نے ہمیں ایک خود مختار اسلامی ریاست کے طور پر قبول نہ کیا۔ ہندوستان میں موجود مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک تاریخ پاک و ہند کا سیاہ باب ہے۔ ہندوؤں کے مسلمانوں پر مظالم کبھی ختم نہیں ہوئے۔ مساجد پر حملے، عید الضحیٰ پر مسلمانوں کا قتل کس آزادی کا اظہار ہے؟ کئی ہندو قائدین نے مسلمانوں پر ظلم ڈھا کر اپنی سیاست چمکائی۔ بھارتی میڈیا نے ہندوؤں کی ترجمانی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ ریڈیو آکاش وانی اور ٹی وی دوردرشن نے ہندو ازم کے پرچار میں اپنا فرض نبھایا۔

کئی ایک انتہا پسند تنظیموں نے اپنی مدد آپ کے تحت مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے۔

Marfat.com

اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف لٹریچر تقسیم کر کے نسلِ نو کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی۔ جزوی تنظیموں کے علاوہ مہاراشٹر کی انتہا پسند تنظیم ''شیوسینا'' نے اپنے سربراہ بال ٹھاکرے (۱۹۲۷ء۔۲۰۱۲ء) کی سرپرستی میں مسلمان دشمنی کا جو کردار ادا کیا وہ ظلمت کدہ کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ بال ٹھاکرے پیدائشی طور پر برہمن انتہا پرست شخصیت کا حامل تھا۔ ابتدائی عمر میں وہ برش اور رنگ کے امتزاج سے کارٹون بنا کر روزی کمایا کرتا تھا۔ باغیانہ ذہنیت کی وجہ سے اُس نے ہندو انتہا پسندی کو فروغ دیا۔ اُس نے کارٹون کی زبان کو گویائی دینے کی کوشش کی۔ مختلف اخبارات میں کارٹون بناتا رہا۔ ہر کام میں حاکمیت اُس کی سرشت کا حصہ بن گئی۔ مالکان سے تنخواہ کے سلسلہ میں آئے دن کے جھگڑے اُس کی راہ میں رکاوٹ بنے تو نوکری چھوڑ کر دیگر سرگرمیوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اُس نے بمبئی سے غیر مراٹھی لوگوں کو باہر رکھنے کے لیے ایک تحریک شروع کی۔

بال ٹھاکرے نے ۱۹۶۶ء میں ''شیوسینا'' ہندو انتہا پسند تنظیم شروع کی۔ نوجوانوں کو تنظیم میں شامل کرنے کے لیے اُس نے مذہبی، صوبائی، لسانی اور خاندانی بنیادوں پر روزگار سکیم کا آغاز کیا۔ کئی نوجوان اس پیش کش سے متاثر ہو کر بال ٹھاکرے کے شانہ بشانہ چلنے لگے۔ بال ٹھاکرے نے یہ تنظیم مراٹھی ہندو راجہ شیوا جی کے نام سے منسوب کر کے شروع کی۔ بال ٹھاکرے نے اعلان کیا کہ صرف مراٹھی نوجوان ہی اس تنظیم سے استفادہ کر سکیں گے۔ غیر مراٹھیوں کے خلاف تشدد آمیز اقدامات ''شیوسینا'' کے مقاصد کا حصہ بن گئے۔ مسلمان دشمنی میں بال ٹھاکرے نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مشرقی پاکستان میں ہندوازم منتقل کرنے میں اُس کا کردار بھیانک ہے۔ بال ٹھاکرے نے دولت و ثروت کا سہارا لے کر بھارتی اساتذہ کو مسلمان طالب علموں کے اذہان ماؤف کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ شیوسینا کے کارکنوں نے مشرقی پاکستان کے تعلیمی اداروں میں کھلم کھلا مداخلت کی۔ بال ٹھاکرے کا کہنا تھا کہ ہماری زندگی کا مقصد ہندوازم کا فروغ ہے۔ ہندوازم کی اشاعت کے لیے بال ٹھاکرے نے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر اپنا مقصدِ حیات پورا کیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد سیاچن اور کارگل معرکوں میں بال ٹھاکرے کے اخباری بیان پاکستان دشمنی کے آئینہ دار ہیں۔ یہ بھی بات قابلِ ذکر ہے کہ اگر کوئی پاکستانی وفد بال ٹھاکرے کے علم میں نہ آ سکا تو اُس نے حکومت سے دو دو ہاتھ کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔

بال ٹھاکرے اس تنظیم کا بے تاج بادشاہ تھا۔ جمہوریت کا نعرہ لگانے والا بال ٹھاکرے ایک آمر اور ڈکٹیٹر ثابت ہوا۔ اُس نے کبھی بھی اپنی تنظیم کے انتخابات نہیں کروائے اگر کسی نے اس سلسلے میں بات کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی تو اُسے تنظیم سے نکال دیا گیا۔ تنظیم سے نکالے جانے والوں میں چھگن بھجبل نائب وزیراعلیٰ مہاراشٹر بھی شامل ہیں۔ بال ٹھاکرے کی جماعت انتہا پسندی اور تشدد کے بل بوتے پر ہر حکومت کو دبانے کی کوشش کرتی رہی۔ ۱۹۹۵ء میں مہاراشٹر کی حکمرانی شیوسینا اور بی جے پی کے ہاتھ رہی۔ اگرچہ بال ٹھاکرے حکومت میں شامل نہیں تھا لیکن حکومت کی پوری مشینری کا ریموٹ کنٹرول اُسی کے ہاتھ میں تھا۔ بال ٹھاکرے نے تمام سیاہ سفید قوانین اپنی مرضی کے مطابق چلائے۔

مرکزی حکومت میں شیوسینا کے کئی ممبران شامل تھے۔ بال ٹھاکرے نے وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی پر اپنا اثر قائم کرنے کے لیے اپنے ایک رکن پارلیمنٹ کی طرف سے اٹل بہاری واجپائی پر کرپشن کے اتنے الزامات لگوائے کہ واجپائی استعفیٰ دینے پر بھی آ گیا۔ کچھ ممبران بال ٹھاکرے کی آمریت کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ بال ٹھاکرے کے حقیقی بھتیجے سمیت بہت سے ممبران نے شیوسینا سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء میں شیوسینا میں شدید اختلافات کی وجہ سے بال ٹھاکرے کے بھتیجے نے علیحدہ ہو کر ایک نئی جماعت بنائی۔ شیوسینا کے چارٹر کے مطابق ہندوستان میں رہنا صرف ہندوؤں کا حق ہے۔ ہندوستان کی تہذیب و ثقافت ہندوانہ ہے۔ غیر ہندو کو ہم پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بال ٹھاکرے نے ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد مسمار ہوتے وقت نعرہ لگایا تھا کہ یہ کام ہماری تنظیم شیوسینا نے انجام دیا ہے۔ اس اہم کارنامہ پر نا صرف مجھے بلکہ پورے ہندوستان کو فخر کرنا چاہیے۔ بال ٹھاکرے کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہٹلر کو اپنا سیاسی اور نظریاتی پیشوا مانتا تھا۔ اُس کے خیال میں جرمنی کے حقوق کی پاس داری میں ہٹلر کی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ بال ٹھاکرے کی پوری سیاست اسی نظریہ کے اردگرد گھومتی رہی۔ اُس نے مسلمانوں کی مخالفت کر کے اپنی سیاست چمکانے کی کوشش کی۔ ہندو انتہا پسند اُس کی حمایت کرتے رہے۔ بال ٹھاکرے ۸۶ سال کی عمر میں ۱۷ نومبر ۲۰۱۲ء کو سپردِ چتا ہوا لیکن اُس کی جماعت شیوسینا اُس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام اور مسلمان دشمنی کا حق ادا کر رہی ہے۔ پاکستانی کھلاڑی ہوں، فنکار ہوں یا اور کوئی وفد، شیوسینا نے ڈرانے دھمکانے اور حملہ کرنے کی روش اختیار کی۔ بال ٹھاکرے کے بعد شیوسینا کی سرگرمیوں نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ ۲۰۱۵ء میں شیوسینا کی پاکستان دشمنی زوروں پر رہی۔

۱۳،اکتوبر ۲۰۱۵ء کے پاکستانی اور بھارتی اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں سے شائع ہوئی
''خورشید قصوری کی کتاب کی تقریب رونمائی کے آرگنائزر پر شیوسینا کا حملہ، تشدد، منہ کالا کر دیا''

Marfat.com

پاکستان سے نفرت نے بھارتیوں کو جنونی بنا دیا، پاکستانی غزل گائیک غلام علی کا کنسرٹ کینسل کرانے کے بعد بھارتی ہندو انتہا پسند تنظیم ''شیوسینا'' نے سابق وزیر خارجہ خورشید قصوری کی کتاب کی تقریب رونمائی سے چند گھنٹے پہلے آرگنائزر آبزرور ریسرچ فاؤنڈیشن کے چیئرمین و سابق بھارتی وزیر سدھندرا کلکرنی کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا اور چہرے پر کالا رنگ پھینک دیا۔ بھارتی میڈیا رپورٹس کے مطابق ممبئی میں خورشید قصوری کی کتاب کی تقریب رونمائی سے پہلے ''Neither a Hawk Nor a Dove'' شیوسینا کے غنڈوں نے خورشید قصوری کو کتاب کی رونمائی نہ کرنے کے دھمکی آمیز پیغامات دے رکھے تھے۔ شیوسینا کے غنڈوں نے سدھندرا کلکرنی کو اس وقت پکڑ لیا جب وہ اپنے گھر سے تقریب کی رونمائی کے لیے جا رہے تھے۔ شیوسینا کے غنڈوں نے سدھندرا کلکرنی کو کار سے اُتار کر سخت زدوکوب کرنے کے ساتھ چہرے پر سیاہ رنگ پھینک دیا اور کتاب کی رونمائی سے باز رہنے کی دھمکی دی۔ اس سے قبل شیوسینا نے وارلی نہرو سنٹر کے ڈائریکٹر کو تقریب کی منسوخی کے لیے خط بھی لکھا تھا تاہم مقامی پولیس نے سدھندرا کلکرنی کو مکمل سکیورٹی کی یقین دہانی بھی کرائی تھی۔ خورشید محمود قصوری کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے ہوئے سدھندرا کلکرنی نے کہا ہم شیوسینا کی دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ میں نے بھارت کے پرچم کے رنگ کا لباس پہنا ہے، رنگ پھینک کر میری نہیں بھارت کے پرچم کی بے حرمتی کی گئی۔ سدھندرا کلکرنی نے کہا کہ ہم دونوں ملکوں کے درمیان امن قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم ڈرنے والے نہیں۔ خورشید محمود قصوری نے کہا کہ پاکستان کے عوام بھارت سے بہتر تعلقات چاہتے ہیں۔ ممبئی میں ایسی دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں، کلکرنی کے ساتھ جو کچھ ہوا افسوسناک ہے، خطے میں قیام امن کے لیے ممبئی آیا ہوں، شمالی وزیرستان سے دہشت گردوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ پاکستان اور بھارت ۹ مرتبہ جنگ کے دہانے پر آ چکے، مسئلہ کشمیر کا حل چاہتے ہیں، دونوں ممالک کے روابط ختم ہونے سے تباہی آ جائے گی۔ دونوں ممالک کے عوام کو مثبت پیغام دیکر امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان نے طالبان کا وہ حشر کیا جو انگریز بھی نہ کر سکے، شمالی وزیرستان سے طالبان کا صفایا کر دیا۔ وزیر اعلیٰ مہاراشٹر نے کہا ہے کہ کتاب کی رونمائی کے دوران خورشید قصوری کو مکمل سکیورٹی فراہم کی جائے گی۔ سدھندرا کلکرنی نے کہا کہ یہ بھارتی ثقافت، جمہوریت اور آئین کی مخالفت ہے، ہم اس طرح کی حرکتوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور ہم پروگرام طے شدہ وقت کے مطابق کریں گے۔ قصوری نے کہا کہ انھیں اس سے تکلیف ہوئی۔ احتجاج کا حق سبھی کو حاصل ہے لیکن یہ پُر امن طریقے سے ہونا چاہیے۔ آئی این پی کے مطابق شیوسینا نے پاکستان بھارت

Marfat.com

انڈیا فیسٹیول کے آرگنائزر کو بھی دھمکی دے ڈالی ہے۔ بعدازاں شیوسینا کی غنڈہ گردی کے باوجود نہرو سنٹر میں کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی۔ بھارتی اداکار نصیر الدین شاہ بھی تقریب میں موجود تھے۔ سدھندرا کلکرنی نے تقریب سے خطاب میں کہا کہ ممبئی وہ جگہ ہے جہاں جناح اور گاندھی نے کام کیا۔ خورشید قصوری سے اس وقت سے تعلقات ہیں جب میں بی جے پی میں تھا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈائیلاگ ہونا چاہیے۔ خورشید قصوری نے کہا کہ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کی جانب سے سکیورٹی فراہم کرنے پر شکر گزار ہوں۔ ممبئی غیر منقسم ہندوستان سے ہی اہم شہر رہا ہے۔ میرے دادا انڈین نیشنل کانگرس کے صدر تھے، ہم نے پاکستان اور بھارت میں تاریخ کو مکمل طور پر قتل کر دیا، کتاب لکھنے کا مقصد کچھ بڑی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ سدھندرا کلکرنی پر حملہ کرنے والے شیوسینا کے کارکنوں کے خلاف رات گئے مقدمہ درج کر لیا گیا۔ شیوسینا کارکنوں کے خلاف ایف آئی آر سدھندرا کلکرنی کی بیٹی نے درج کرائی۔ ممبئی پولیس نے ۱۶ افراد کو گرفتار کر لیا ہے۔

گائے کشی کے خلاف بھارتی حکومت میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ ہندوؤں کو جب بھی موقع ملا انھوں نے گائے ذبح کرنے والے مسلمانوں پر تشدد روا رکھا۔ دوقومی نظریہ میں یہ بات بھی مرکزی حیثیت رکھتی ہے کہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں جب کہ ہندو گائے کی پرستش کرتے ہیں۔ یہی نہیں بھارتی وزیر اعظم ڈیسائی تو گائے کا پیشاب تک پیتے تھے۔ فطری بات ہے کہ یہ دو قومیں کسی طور بھی ایک نہیں ہو سکتیں۔ شیوسینا نے اپنی روش ترک نہ کی۔ موقر روزنامہ نوائے وقت کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو۔

گائے ذبح کرانے کا الزام ”بھارت میں ایک اور بے گناہ مسلمان جنونی ہندوؤں کی بھینٹ

۱۷، اکتوبر ۲۰۱۵ء: شملہ بھارتی ریاست ہماچل پردیش کے ضلع سہارنپور میں جنونی ہندوؤں نے مسلمان نوجوان ٹرک ڈرائیور کو گائے ذبح کرانے کا الزام لگانے کے بعد بہیمانہ تشدد کر کے پولیس کی موجودگی میں مار ڈالا۔ بھارتی میڈیا کے مطابق ۲۸ سالہ محمد نعمان جو سہارنپور کے گاؤں رامپور کا رہائشی اور ٹرک میں مویشی لانے لے جانے کا کام کرتا تھا گزشتہ روز اتر پردیش سے ٹرک میں گائے اور بھینسیں ہماچل پردیش لا رہا تھا کہ سہارنپور ضلع کے قریب بجرنگ دل کے غنڈوں نے دیہات کے ہندوؤں کو بھڑکا کر ٹرک کے پیچھے لگا دیا کہ ٹرک میں مسلمان گائے ماتا ذبح کرانے کے لیے لے کر جا رہا ہے۔ ماتا کو بچاؤ، بجرنگ دل کے غنڈے اور دیہاتی پولیس اہلکاروں کے ساتھ مل کر پیچھا کرتے رہے، ہجوم کو پیچھے آتا دیکھ کر ڈرائیور محمد نعمان سے گھبراہٹ میں حادثہ ہو گیا جس میں جمپ لگنے پر ایک گائے ٹرک سے نیچے گر کر مر گئی۔ جنونی ہندوؤں نے نعمان کو ٹرک

Marfat.com

سے اُتار کر بُری طرح مارنا پیٹنا شروع کر دیا جب کہ پولیس کھڑی تماشہ دیکھتی رہی، پھر نعمان کے بے ہوش ہو جانے پر خون میں لت پت نوجوان کو اٹھا کر سہارنپور کے ہسپتال میں پہنچایا جہاں وہ دم توڑ گیا۔ پولیس نے محمد نعمان کے ۴ ساتھیوں محمد نیشو، گلزار، سلمان اور گلفام کے خلاف جانوروں کی سمگلنگ کا مقدمہ درج کر کے انھیں گرفتار کر لیا۔ یہ چاروں بھی رامپور کے رہائشی ہیں جب کہ محمد نعمان کے قتل کا مقدمہ ''نامعلوم افراد'' کے خلاف درج کر کے شملہ میں پوسٹ مارٹم کے بعد میت نعمان کے ورثاء کے حوالے کر دی حالاں کہ پولیس اہلکار حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ تھے جب کہ نعمان اور اس کے ساتھیوں کو گائے کے سمگلرز قرار دیا جا رہا ہے۔ یہی نہیں شیونا تا کے انتہا پسندوں نے جوتا بنانے والی ایک کمپنی سے نا صرف گائے کی چمڑی سے تیار شدہ جوتے اُٹھا لیے بل کہ دکان داروں کو زدوکوب کیا نیز ایسی دکانوں کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا جو گائے کے چمڑے سے جوتے تیار کرتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اس افسوسناک واقعہ پر سہارنپور اور گردونواح میں شدید کشیدگی پھیل گئی۔ امن وامان کی صورت حال برقرار رکھنے کے لیے پولیس کی بھاری نفری متعین کر دی گئی۔ اتر پردیش کے ضلع دادری میں ۱۲ روز قبل ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمان محنت کش محمد اخلاق کے بہیمانہ قتل کے بعد یہ دوسرا واقعہ ہے جسے متعصب بھارتی میڈیا گول مول کر کے دبانے کی کوشش کرتا رہا۔

کرکٹ ٹیم پر بھارتی انتہا پسند تنظیم شیوسینا کے کئی حملے اخبارات کی زینت بن چکے ہیں۔ بہت سے ہاکی اور کرکٹ کے میچوں کے درمیان تو شیوسینا کے غنڈوں نے بھارتی کھلاڑیوں پر پتھر پھینکنے کی رسم بھی ادا کی ہے۔ میچ کے دوران شیوسینا کے غنڈوں کی مداخلت روکنے کے لیے متعدد بار میچ بھی روکنا پڑا۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ بھارتی گراؤنڈ پر جب بھی پاکستانی ٹیم نے فتح حاصل کی تو بھارتی ناظرین نے نا صرف ہماری ٹیم کو تشدد کا نشانہ بنایا بل کہ گراؤنڈ میں موجود قیمتی اشیاء کو نذرِ آتش کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ ۲۰۱۵ء میں ورلڈ ٹوئنٹی کرکٹ میچ کا انعقاد بھارت میں روکنے کے لیے شیوسینا کے ممبران نے سرتوڑ کوشش کی۔ درج ذیل اہم خبریں ملاحظہ ہوں۔

ممبئی: شہریار کی آمد، شیوسینا کا بھارتی کرکٹ بورڈ آفس پر دھاوا

۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء، ممبئی، بھارت میں ہندو انتہا پسند تنظیم شیوسینا کی دہشت گردی کا راج رہا، جس نے پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ شہریار خان کی موجودگی میں ممبئی میں بھارتی کرکٹ بورڈ کے دفتر پر دھاوا بول دیا اور پاکستان سے کرکٹ تعلقات بحال نہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ بھارتی کرکٹ بورڈ کے حکام نے انتہاء پسندوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور خوف زدہ ہو کر بھی بی سی سی آئی کے صدر کی پی سی بی کے چیئرمین کے

Marfat.com

ساتھ طے شدہ ملاقات منسوخ کردی، دفتر پر حملے کے بعد گرفتار کیئے گئے ۱۰ انتہا پسندوں کو کچھ ہی دیر بعد ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان کرکٹ تعلقات کی بحالی کے تمام تر امکانات مخدوش ہو گئے ہیں۔ یہ دھاوا ایسے وقت بولا گیا جب پاکستانی کرکٹ بورڈ کے چیئرمین شہریار خان کی صدارت میں ایگزیکٹو کمیٹی کے چیئرمین نجم سیٹھی مذاکرات کے لیے بی سی سی آئی کے ممبئی میں واقع ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے۔ شیوسینا کے درجنوں کارکنوں نے دفتر کے باہر پاکستان مخالف نعرے لگائے۔ بھارتی بورڈ کے خلاف بھی نعرے بازی کی۔ وہ کہہ رہے تھے ''شہریار خان واپس جاؤ''

اس دھاوا نے مذکرات سبوتاژ کر دیے۔ شیوسینا کے غنڈے مرکزی گیٹ توڑ کر کرکٹ ہیڈ کوارٹر کے اندر داخل ہوئے۔ ''شہریار واپس جاؤ'' اور پاکستان مخالف نعرے لگائے، بھارتی بورڈ کے صدر شاشانک منوہر کو گھیرے میں لے کر ہلڑ بازی، دفتر میں توڑ پھوڑ کی۔ شیوسینا کے غنڈوں نے پاکستان مخالف بینرز اٹھا رکھے تھے۔ غلام علی، خورشید محمود قصوری اور اب شہریار خان کے ساتھ روا رکھا جانے والا رویہ افسوسناک ہے۔ کیا مہمانوں کے ساتھ اس طرح پیش آیا جاتا ہے؟ شیوسینا نے پاکستان دشمنی کا کھلم کھلا اظہار کر دیا جب کہ وزیر اعظم نریندر مودی خاموش تماشائی بنے رہے۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان دسمبر ۲۰۱۵ء میں کرکٹ سیریز متوقع تھی۔ بھارت کرکٹ بورڈ شیو سینا کے پریشر گروپ کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور انھوں نے ۲۱ اکتوبر کو سیریز منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ وطن واپسی پر پاکستان کرکٹ بورڈ کی ایگزیکٹو کمیٹی کے سربراہ نجم سیٹھی اب بھی پاکستان بھارت کرکٹ سیریز کے لیے بے چین دکھائی دیتے ہیں اور انھوں نے سوشل میڈیا پر اپنے پیغام میں بھارت سے درخواست کی کہ کرکٹ کو سیاست سے نہ جوڑا جائے۔ واضح رہے انتہا پسند جماعت شیوسینا نے بھارتی کرکٹ بورڈ کے آفس پر حملہ کر کے کرکٹ بورڈ حکام کی ملاقات منسوخ کرادی تھی۔ ادھر وسیم اکرم اور شعیب اختر نے بھی بھارتی رویہ پر احتجاجاً بھارت، جنوبی افریقہ کے باقی میچوں میں کمنٹری کرنے سے انکار کر دیا اور وہ وطن واپس آرہے ہیں۔ ادھر بھارتی انتہا پسند تنظیم شیوسینا کی دھمکیوں اور کرکٹ بورڈ پر حملے کے بعد بھارت میں ہونے والا کبڈی ورلڈ کپ بھی منسوخ کر دیا گیا۔ کبڈی ورلڈ کپ ۱۴ سے ۱۸ نومبر ۲۰۱۵ء تک امرتسر میں ہونا تھا جب کہ دوسری طرف ڈپٹی وزیر اعلیٰ بھارت پنجاب سکھبیر سنگھ بادل کا کہنا ہے کہ سکھوں سے اظہار یکجہتی کے لیے کبڈی ورلڈ کپ منسوخ کیا گیا۔ یاد رہے گزشتہ کئی روز سے سکھ برادری اپنی مذہبی کتاب گروگرنتھ کی بھارت میں بے حرمتی

Marfat.com

کئے جانے کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ نہ صرف بھارت بل کہ پوری دنیا میں سکھ برادری اس توہین پر انتہائی دکھی اور افسردہ ہے۔ یہ احتجاج اس وقت شروع ہوا جب برگاری گاؤں کے ایک گردوارے کے قریب سکھوں کی مقدس کتاب گروگرنتھ صاحب کے ۱۰۰ مسخ شدہ صفحات ملے۔ ہندو اِزم کے فروغ میں شیوسینا کے انتہا پسندوں نے پاکستانیوں کے علاوہ ایک طرف سکھوں کو نشانہ بنایا اور دوسری طرف عیسائیوں کے ساتھ بھی زیادتی کی۔ ہندو انتہا پسندوں نے ۲۱، اکتوبر ۲۰۱۵ء کو بھارتی ریاست ہریانہ میں نچلی ذات کے ہندو دلت کے گھر کو آگ لگادی۔ مشتعل افراد نے اچانک دلت کے گھر پر دھاوا بول دیا اور پٹرول چھڑک کر آگ لگا کر بھاگ گئے۔ دلت کے ۲ بچوں سمیت ۴ افراد جھلس کر ہلاک ہو گئے۔ نریندر مودی کی خاموشی اور بے بسی پر کئی سوالیہ نشان اُٹھتے ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر بھارت کی اشتعال انگیزیوں اور شیوسینا کی سرگرمیوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

شیوسینا کی جنونیت کے بعد پاکستانی کھلاڑیوں کی سیف گیمز میں شرکت بھی مشکوک ہوگئی۔ وزارت بین الصوبائی رابطہ اور سپورٹس بورڈ پاکستان نے بھارت میں قومی کھلاڑیوں کی سکیورٹی کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں بھارت نہ بھیجنے کے حوالے سے غور شروع کر دیا۔ حکومت کا موقف ہے کہ اگر حالات ایسے ہی رہتے ہیں اور میزبان ملک فول پروف انتظامات کی یقین دہانی نہیں کراتا تو قومی دستے بھارت نہیں بھیجے جاسکتے۔ بھارتی اپوزیشن جماعت کانگریس نے پے در پے انتہا پسندی کے واقعات کا ذمہ دار نرنید مودی حکومت کو قرار دیا ہے۔ سیکرٹری (پی او سی) پاکستان اولمپک کمیٹی خالد محمود نے سکیورٹی کا یہ مسئلہ ایسوسی ایشن آف نیشنل اولمپک کمیٹی کے اجلاس میں پیش کرنے کا عزم کیا۔ ساؤتھ ایشین گیمز آئندہ برس بھارت کے شہر گوہاٹی میں متوقع ہیں۔ اس ضمن میں ۳۰، اکتوبر ۲۰۱۵ء کو واشنگٹن میں اجلاس منعقد ہوگا۔ مودی حکومت کی انتہا پسندی کے خلاف پاکستان کی سندھ صوبائی اسمبلی میں قرارداد پیش کی گئی۔ نند کمار نے قرارداد میں کہا ہے کہ شیو سینا کی دھمکیوں پر کرکٹ بورڈ کا اجلاس منسوخ کرنا قابلِ مذمت ہے۔ یہ اقدام سیکولر بھارت کے لیے سوالیہ نشان ہے۔ کرکٹ دونوں ملکوں کے تعلقات کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔ شیوسینا کی غنڈہ گردی، کھیل، ثقافت، مسلمانوں، سکھوں، مسیحی برادری پر تشدد اور مذہبی مقامات پر حملوں کے خلاف نیشنل پریس کلب کی کال پر سول سوسائٹی، تاجر تنظیموں، چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، ہائی کورٹ اینڈ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن و دیگر تنظیموں کے نمائندگان پر مشتمل ایک وفد بھارتی ہائی کمشن بھی گیا۔ سوموار ۲۶، اکتوبر ۲۰۱۵ء تقریباً سوا دو بجے

Marfat.com

سہ پہر افغانستان، پاکستان اور بھارت شدید زلزلے کی زد میں آگئے۔ پاکستان میں اس زلزلے کی شدت 8.1 ریکٹر سکیل تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد زلزلہ تھا۔ حکومت اور عوام متاثرینِ زلزلہ کی امداد میں مصروف تھے۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ پوری دنیا پاکستان سے اظہارِ ہمدردی میں مصروف تھی۔ مودی حکومت نے میاں نواز شریف کو ہمدردانہ فون بھی کیا لیکن لائن آف کنٹرول کے کئی سیکٹر پر پاکستانی حدود میں فائرنگ بھی جاری رکھی۔ ''تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو''۔ تادمِ تحریر بھارتی اشتعال انگیزیاں اور شیوسینا کی پاکستان، اسلام اور اقلیتوں کے ساتھ دشمنی کی کارروائیاں جاری ہیں۔

☆-☆-☆

Marfat.com

دہشت گردی

انسان کی سرشت میں خیر وشر دونوں جذبات پائے جاتے ہیں۔رب العالمین نے کائنات کا نظام دوسروں کے لیے قابلِ تقلید، قابلِ سبق اور قابلِ عبرت بنانے کے لیے کئی ایک واقعات ہمارے سامنے رکھ دیے ہیں۔رب کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سکھا کر اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز کیا اور پھر انھیں انواع واقسام کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تاکہ ابنِ آدمؑ یقین کر لیں کہ اللہ کو ماننے والے ایسی نعمتوں کے حامل ہوں گے۔دانۂ گندم کھا کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرنے کی سزا بھی انسانوں کے لیے مقامِ عبرت ثابت ہوئی۔حضرت آدمؑ کو جنت الفردوس سے نکال دیا گیا۔جنت سے نکالے جانے کے بعد معافی کا عمل سامنے آ گیا۔انسان اور شیطان کا فرق ظاہر ہوا کہ شیطان اپنی غلطی پر ڈٹا رہتا ہے جب کہ انسان غلطی تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کا خواستگار بھی رہتا ہے۔اللہ غفور الرحیم ہے،وہ اپنے بندے کی غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔رب العالمین نے حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی معاف کر دی اور انھیں لنکا (ہند) میں اُتار دیا۔

قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل

حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور یوں قتل و غارت کی ابتداء ہوگئی۔وقت کے ساتھ ساتھ اس قسم کے واقعات بڑھتے گئے،انسانی سرشت کا حصہ بن گئے اور آج دہشت گردی کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے سامنے ہیں۔۱۴،اگست ۱۹۴۷ء کے بعد مفاد پرست طبقہ ہماری سرزمین پر قدم رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔بھارت کی خفیہ ایجنسی 'را' یہودی تنظیم فری میسن، بلیک واٹر، سی آئی اے، کے بی جی، اور سی تنظیموں کی سرزمینِ پاکستان پر سرگرمیاں رونما ہوئیں۔خصوصی طور پر ''را'' اور ''فری میسن'' نے ہمارے معاملات میں مداخلت کو اپنا حق سمجھتے ہوئے انتشار کا راستہ اختیار کیا۔اگر ہم تحقیقی، ادبی اور علمی اعتبار سے دہشت گردی کا احاطہ کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ دہشت گردی سے مراد طاقت کے گھمنڈ میں کسی شخص یا قومی سطح پر اپنے مذموم مقاصد کا حصول ہے۔دہشت گردی انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں سامنے آتی

Marfat.com

ہے۔اپنے مذموم مقاصد کے لیے خوف اور دہشت کی ایک فضا کو قائم کرنا ہوتا ہے۔اگر خوف اور دہشت سے کام نہ بنے تو پھر جدید ترین اسلحہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔جس کی زد میں بہت سے بے گناہ اور معصوم لوگ آجاتے ہیں۔ہر دور میں دہشت گردی کا انداز بدلتا رہا ہے مگر وحشیانہ پن ہر مقام پر قائم رہا ہے۔

عصرِ حاضر میں مذموم مقاصد کے بہت سے طریقے اور انداز ہیں۔جب کہ ایک جائز اور قانونی طریقے سے انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعے بھی جمہوری انداز اپنا کر ہم اپنا حق حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن دہشت گردی اپنے غلط یا صحیح مقاصد کے حصول کا ایک ناجائز اور گھناؤنا طریقہ ہے اور یہ انداز وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جن کے سامنے اخلاقی اقدار کی کوئی وقعت نہ ہو۔انھیں مذہبی رواداری اور قانونِ فطرت کا ادراک نہ ہو۔پتھر صفت لوگ ہی خود کو ضوابط و قوانین سے بالاتر کر کے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے گھٹیا طریقے استعمال کرتے ہیں۔

تاریخ کی ورق گردانی کریں تو یہ بات بھی منظرِ عام پر آتی ہے کہ بہتر مقاصد کے لیے بھی دہشت گردی ہوتی رہی ہے۔۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی سے لے کر ۱۹۴۷ء کی کامیاب جنگ آزادی تک گاہے گاہے ایسے بھی سرفروش گروہ ملتے ہیں جو وطنِ عزیز کی آزادی اور اس کی بقا کے لیے خود تو مٹ گئے لیکن ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچاتے رہے۔اُن کے خزانے لوٹ کر، اُنھیں مثبت انداز میں استعمال کرتے۔ایسا بھی ہوا کہ وہ لمبے عرصہ تک جنگلوں میں پناہ گزیں رہے اور انگریزوں کے لیے خوف و ہراس کا باعث بنے۔اسے سرفروشی کہا جاتا ہے۔ایسے عوامل جن میں اجتماعی مقاصد کا حصول ہو وہ دہشت گردی کے باب میں شامل نہیں ہوتے۔کیوں کہ مسلمان ہر عمل اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تابع ہوتا ہے۔سرفروشوں، جانبازوں اور مجاہدوں نے پاکیزہ مقاصد کے حصول کے لیے جو جدوجہد کی وہ جہاد ہے۔جہاد اور فساد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔جہاد کا مقصد کسی کام میں یا کسی منصوبہ میں بھرپور جدوجہد کرنا ہے۔فساد کا مطلب اللہ کی زمین کو، اللہ کے بندوں کے لیے تنگ کر دینا ہے۔

عصرِ حاضر میں اسلحہ عام ہو چکا ہے۔ہر قسم کا، ہر انداز کا اور ہر ملک کا اسلحہ آج پوری دنیا کو اپنی نوک پر نچا رہا ہے۔انفرادی اور گروہی مقاصد کے لیے گن پوائنٹ پر یہ اسلحہ استعمال کر کے انسانوں کا نہ صرف سکون لوٹا جاتا ہے بل کہ اُن کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔اسلحہ کے زور پر ہی بھتہ خوری، معصوم بچوں کا اغواء برائے تاوان اور اسی قسم کے انسانیت سوز مقاصد پورے کیے جاتے ہیں۔سیاسی مقاصد کے لیے بسوں،

Marfat.com

ہوائی جہازوں حتیٰ کہ گاڑیوں تک کو یرغمال بنا کر سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے حکومت پر پورا دباؤ ڈالا گیا تا کہ وہ دہشت گردی کے خوف سے اُن کے مطالبات تسلیم کر لے۔ ۲۰ ویں صدی میں دہشت گردی نے زور پکڑا۔ انفرادی دشمنیاں بھی دہشت گردی کے پسِ منظر سے منظرِ عام پر آنے لگیں۔ آہستہ آہستہ حضرتِ انسان دولت اور اختیار کے بل بوتے پر دوسرے انسان کی جبینِ شرف اپنی چوکھٹ پر جھکانے لگا ہے۔

انساں ہے گرفتار فسوں کاریٔ انساں
بنتے ہوئے بندوں کو خدا دیکھ رہا ہوں

حیرت

اس دہشت گردی کی وجہ سے پتھر کے دور کا انسان ایک بار پھر نمایاں ہونے لگا ہے۔ طفیل ہشیار پوری نے اِن حالات کی ترجمانی کچھ یوں کی ہے۔

ظاہر تو شگفتہ ہے گُلِ تر کی طرح ہے
پرکھو تو نیا دور بھی پتھر کی طرح ہے
دس بیس نہیں ایک ہی انسان دکھا دو
ایسا کہ جو اندر سے بھی باہر کی طرح ہے

طاقت، تشدد اور اسلحہ کے زور پر تقریباً ہر ملک میں جاسوسی کے محکمے قائم ہو چکے ہیں۔ جن کے ذمہ دہشت پھیلانے کے منصوبہ جات تیار کر کے اُنھیں عمل میں لانا ہے۔ تجربہ کار کمانڈوز اور جاسوس یہ فرائض انجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف خوف و ہراس پیدا کرتے ہیں بل کہ بوقتِ ضرورت ظلم و تشدد سے گریز نہیں کرتے۔ انسان کے ہاتھوں، انسان کی تباہی کے منصوبہ جات پر اتنا خرچ آتا ہے جس سے پوری دنیا کئی سال تک خوراک حاصل کر سکتی ہے۔ امریکن خلائی ادارے کی رپورٹ کے مطابق ایک خلائی جہاز کی تیاری پر اتنا خرچ اُٹھتا ہے جس سے دنیا کی پوری آبادی ۳ سال تک فکرِ معاش سے آزاد ہو سکتی ہے۔ جاسوسی اور دہشت گردی کے ضمن میں جو احباب دوسرے ممالک کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اُن کے قبضہ سے اہم دستاویزات کے ساتھ ساتھ خطرناک اسلحہ بھی برآمد ہوتا ہے۔

یہ کیسی دھند میں ہم تم آغازِ سفر کر بیٹھے
تمھیں آنکھیں نہیں ملتیں ہمیں چہرہ نہیں ملتا

Marfat.com

قیامِ پاکستان کے بعد کئی میر جعفر اور میر صادق مختلف شکلوں میں پاکستان داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ بھارتی حکومت چوں کہ ابتداء ہی سے ہمیں ختم کرنے کا منصوبہ رکھتی تھی اس لیے اُن کی مداخلت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ سرحدی جھڑپوں کے ساتھ ساتھ باؤنڈری لائن کے قرب وجوار اور پھر اندرونِ ملک بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے ہم وحشت اور دہشت کا شکار ہوگئے۔

لیاقت علی خان کی شہادت

۱۶، اکتوبر ۱۹۵۱ء کو پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے ایک جلسۂ عام میں سید اکبر نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ حالات کی ستم ظریفی کہ سید اکبر کو بھی موقع پر گولی سے اُڑا دیا گیا۔ پھر یہ سلسلہ صوبائی تعصب، لسانی تعصب اور فرقہ واریت میں تبدیل ہوگیا۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب کو ماننے والے مختلف فرقوں اور مسالک میں بٹ گئے۔ مذہبی رواداری ختم ہوگئی۔ پاکستان کا قومی اتحاد عدم برداشت سے پارہ پارہ ہوگیا۔ اندرونی انتشار سے بیرونی قوتوں نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ تادمِ تحریر (اکتوبر 2015ء) لاتعداد پاکستانی دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات کی بھینٹ چڑھ گئے۔ دہشت گردی کے واقعات کو قلم بند کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ پاکستان میں یوں تو لاتعداد واقعات ایسے رونما ہوئے جن میں اہم ترین شخصیات بھی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اہم واقعات کا تذکرہ ضروری ہے:

معروف دانش ور اور عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر ۳۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ وہ یومِ پاکستان کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان تقریب منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو لاہور کے ایک جلسۂ عام میں خطاب کر رہے تھے۔ اس جلسہ میں زبردست بم دھماکہ ہوا جس میں وہ شدید زخمی ہوگئے۔ اُنھیں علاج کے لیے سعودی عرب لے جایا گیا لیکن زندگی نے اُن سے وفا نہ کیا۔ انھیں مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ پاکستان کے عام شہری تو کجا، اعلیٰ عہدوں پر فائز احباب بھی دہشت گردی سے محفوظ نہ رہے۔

صدر جنرل ضیاء الحق نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر اقتدار حاصل کیا تھا۔ اندرونی سازشوں کے علاوہ اُنھیں بھارت، روس اور امریکہ کی کئی دھمکیوں کا مقابلہ بھی کرنا پڑا۔

جنرل ضیاء الحق کا فضائی حادثہ

جنرل ضیاء الحق بروز بدھ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو علی الصبح اسلام آباد سے سی ۱۳۰ طیارے کے ذریعے

Marfat.com

امریکہ سے آئے ہوئے ایم ون اے ون ٹینکوں کا معائنہ کرنے کے لیے ساڑھے نو بجے بہاول پور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ، ماسٹر جنرل آف آرڈی ننس میجر جنرل حمید نیاز او رڈائریکٹر جنرل ملٹری آپریشنز میجر جنرل جہانگیر کرامت نے ان کا استقبال کیا۔ تقریباً اڑھائی گھنٹے مذکورہ ٹینکوں کا عملی مظاہرہ دیکھنے کے بعد اُنھوں نے واپسی کا سفر اختیار کیا۔ وہ اپنے اہم ترین رفقاء کے ساتھ محوِ پرواز ہوئے۔ پرواز کے کچھ ہی وقت کے بعد اُن کا جہاز جونہی دریا ستلج کے پاس بستی لال کمال پہنچا تو جہاز دھماکے سے پھٹا اور زمیں بوس ہو گیا۔ ضیاء الحق اپنے ساتھیوں سمیت اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جہاز میں کوئی بھی تباہی کی داستاں سننانے والا زندہ نہ بچ سکا۔ جہاز کے شہداء میں جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے چیئر مین جنرل اختر عبدالرحمٰن، چیف آف جنرل اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل میاں محمد افضال، میجر جنرل محمد شریف ناصر، میجر جنرل عبدالسمیع، میجر جنرل محمد حسین اعوان، بریگیڈیئر نجیب احمد، بریگیڈیئر معین الدین خواجہ، بریگیڈیئر صدیق سالک، بریگیڈیئر محمد لطیف، بریگیڈیئر عبدالماجد، کرنل صفدر محمود، اسکواڈرن لیڈر راحت مجیب صدیقی، کیپٹن زاہد رانا، امریکی سفیر آرنلڈ رافیل، امریکی سفارت خانے کے بریگیڈیئر جنرل واسم، ونگ کمانڈر مشہود فرخ، اسکوارڈن لیڈر ذوالفقار علی چوہدری، فلائٹ لیفٹیننٹ ساجد، فلائٹ لیفٹیننٹ عصمت، چیف وارنٹ آفیسر دوریز، چیف ٹیکنیشن رفیق، سینئر ٹیکنیشن حبیب، سینئر ٹیکنیشن راشد، سینئر ٹیکنیشن عزیز، سینئر ٹیکنیشن فردوس، سینئر ٹیکنیشن منظر، سینئر ٹیکنیشن اظہر، جونیئر ٹیکنیشن شفقت اور نائب صوبیدار محمد شفیق شامل تھے۔ اس فضائی دہشت گردی کی کئی مرتبہ انکوئریاں ہوئیں لیکن کوئی نتیجہ تا حال منظرِ عام پر نہ آسکا۔ شاعر، ادیب، صحافی، دانش ور، علمائے کرام کسی بھی طبقہ کو دہشت گردوں نے معاف نہ کیا۔

ممتاز شاعر و ذاکرِ اہلِ بیت محسن نقوی ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء سرگودھا میں منعقدہ ایک محفل مسالمہ میں تشریف لائے۔ لاہور واپسی پر ۱۵ جنوری ۱۹۹۶ء کو نامعلوم دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حکومت نے اس بڑھتی ہوئی دہشت گردی کے لیے کئی اقدامات شروع کیے۔ ۷ مئی ۱۹۹۷ء کو حکومت پنجاب نے انسدادِ دہشت گردی کی خصوصی عدالتیں اور خصوصی فورس قائم کرنے کا اعلان کیا۔

شر پسند عناصر نے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے یوں تو کئی مذہبی تنظیموں کو آپس میں دست و گریباں کرنے کی سازش کی لیکن شیعہ سنی فسادات کو زیادہ ہوا دی۔ محرم الحرام شروع ہونے سے پہلے ہی کسی مسجد، امام بارگاہ یا جلوس کو کسی نہ کسی طور نشانہ بنایا۔ لاہور کے مومن پورہ قبرستان میں ۱۱ جنوری ۱۹۹۸ء کو ایک

Marfat.com

مجلس منعقد ہو رہی تھی جس پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ۲۴۔افراد کو شہید اور ۶۰ کو زخمی کر دیا۔۱۲ جنوری کو جب مومن پورہ میں شہداء کے جنازے ناصر باغ پہنچے تو لاہور میں زبردست ہنگامے شروع ہو گئے۔۹۰ سے زائد گاڑیاں، متعدد سرکاری دفاتر، ضلع کچہری، جنرل پوسٹ آفس، ایوانِ عدل، ایک پولیس چوکی اور سینما گھر کو آگ لگا دی گئی۔سرکاری املاک اور ریکارڈ جل کر راکھ ہو گیا۔تمام ٹریفک سگنل بھی توڑ دیے گئے جب کہ دو صوبائی وزراء پر بھی حملہ کیا گیا انھوں نے بھاگ کر جان بچائی۔جو کام دہشت گرد کرنا چاہتے تھے وہ ہمارے امن پسندوں نے انجام دے کر اُن کا مقصد پورا کیا۔اسی طرح دہشت گردوں نے ۴ جولائی ۱۹۹۸ء کو سابق صوبائی وزیر زہیر اکرم ندیم کو اورنگی ٹاؤن کراچی میں قتل کر دیا۔یاد رہے کہ زہیر اکرم ندیم قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے تھے مزید برآں ۱۶ جولائی ۱۹۹۸ء کو سنی تحریک کے رہنما سلیم رضا قادری رنچھوڑ لائن میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔سپاہِ صحابہ کے مرکزی رہنما علامہ شعیب ندیم ۱۴ ستمبر ۱۹۹۸ء کو جب ایک کانفرنس کے لیے مری تشریف لے جا رہے تھے تو اسلام آباد کے قریب ہائی وے پر مسلح افراد نے اُن پر حملہ کر دیا۔ان کی کار پر کلاشن کوف سے اندھا دھند فائرنگ کی گئی جس کی وجہ سے علامہ شعیب ندیم، مولانا حبیب صدیقی اور ڈرائیور ثناء اللہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔

عالمی شہرت یافتہ طبیب، دانش ور، محقق اور انسان دوست حکیم محمد سعید ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ اپنے مطب میں حسبِ معمول مریضوں کا مفت معائنہ کر رہے تھے کہ چند حملہ آور مطب میں داخل ہوئے اور اُنھیں شہید کر دیا۔اخباری خبروں کے مطابق یہ بات عام ہو چکی تھی کہ اُنھیں ایک بار پھر صوبہ سندھ کا گورنر بنایا جا رہا تھا۔کچھ لوگوں کو اُن کا یہ منصب آنکھوں میں کھٹک رہا تھا۔راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کی ان سے آخری ملاقات ۶/اگست ۱۹۹۸ء کو میریٹ ہوٹل اسلام آباد کی ایک تقریب میں ہوئی جہاں وہ مہمانِ خصوصی تھے۔شہید حکیم محمد سعید ۱۰/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو سرگودھا آنے کی دعوت قبول کر چکے تھے۔ہمدرد دواخانہ سرگودھا کے خواجہ مونس نے اُن کے استقبال کو حتمی شکل بھی دے دی تھی۔۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء کو کراچی پولیس نے چھاپہ مار کر حکیم محمد سعید قتل کیس کے ایک ملزم شاکر لنگڑا کو ۵۲ دیگر افراد کے ساتھ گرفتار کر لیا۔شاکر لنگڑا کو تقریباً ۱۷ سال بعد ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۵ء کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔

دہشت گردوں کے ہاتھوں اور خودکش حملہ آوروں کی کارروائیوں میں کئی رنگ سامنے آتے رہے۔ اس آڑ کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کئی لوگوں نے آپس کی دشمنیاں بھی پوری کر لیں۔کئی مذہبی گروہ خفیہ طور پر ان

Marfat.com

سرگرمیوں کا حصہ بن گئے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۹۹ء کو این سی اے کے پروفیسر ظہور الحق اپنی بیٹی جہاں آراء کے ساتھ نامعلوم دہشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے جب کہ ممتاز عالم دین جمعیت علمائے اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے مرکزی نائب صدر مولانا عبید اللہ چترالی کو ۱۹ راگست ۱۹۹۹ء کو شہید کر دیا گیا۔ اسی طرح ۲۲ راکتوبر ۲۰۰۰ء کو کراچی میں لشکرِ طیبہ کی ریلی پر بم پھینکا گیا جس سے تین افراد موقع پر شہید اور ۳۰ شدید زخمی ہو گئے۔

یہ واقعہ دلچسپی سے خارج نہیں جب ۶ نومبر ۲۰۰۰ء کو کراچی میں ایم اے جناح روڈ پر مزارِ قائد اعظمؒ کے سامنے ایک نامعلوم خاتون ۱۲ بج کر ۳۹ منٹ پر روزنامہ نوائے وقت کے دفتر میں آئی وہ اپنے شوہر کی جائیداد کا اشتہار شائع کرانا چاہتی تھی اس پر شعبہ اشتہارات کے جنرل منیجر نجم الحسن زیدی نے کہا اس کے لیے وراثت کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اشتہار بک نہیں ہوگا اور اسی دوران نجم الحسن زیدی نے چوکیدار محمد اسلم سے چائے لانے کو کہا وہ اپنے کمرے سے دو تین قدم ہی چلا تھا کہ اچانک دھماکہ ہوا جس کی شدت کی وجہ سے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے، دیوار کے ٹکڑے بھی دور دور پھیل گئے۔ دھماکے کے باعث بکنگ آفس میں آگ لگ گئی خاتون اور ایک ملازم کے چیتھڑے اڑے گئے اس دھماکے سے اطراف کی عمارتیں بھی لرز اٹھیں۔ دفتر میں موجود ایک کار اور دو موٹر سائیکلیں تباہ ہو گئیں اور قریب سے گزرنے والا ایک موٹر سائیکل سوار زخمی ہو گیا اخبار کی انتظامیہ کے مطابق انھیں عرصہ سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ پاکستان کی تاریخ میں کسی پاکستانی کے ہاتھوں ہونے والا یہ پہلا خودکش حملہ تھا۔ قتل و غارت کے اس ریلے میں پیپلز پارٹی کی رہنما اور سابق وزیر بیگم ریحانہ سرور ۲۱ نومبر ۲۰۰۰ء کو جب کہ سابق وزیر مملکت اُمورِ خارجہ صدیق خان کانجو ۲۸ جولائی ۲۰۰۱ء کو دہشت گردوں کی فائرنگ کا نشانہ بنے۔ یکم اکتوبر ۲۰۰۱ء کو مقبوضہ کشمیر اسمبلی پر خودکش بمباری کی وجہ سے ۳۰ افراد شہید اور ۱۰۰ سے زیادہ زخموں سے چور ہو گئے۔

امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ

عالمی سطح پر دہشت گردی کا تذکرہ زبان زدِ عام ہو چکا ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردی کے سانحہ کے بعد پوری دنیا دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ پاکستان میں بابائے قوم محمد علی جناحؒ کی برسی عقیدت و احترام کے ساتھ منائی جا رہی تھی کہ اچانک پوری دنیا کے ٹی وی چینل امریکن ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گان پر دہشت گردوں نے اغوا شدہ طیاروں سے اچانک حملہ کر کے نہ صرف امریکن ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ کر دیا بل کہ پینٹا گان کو بھاری نقصان پہنچایا۔ اس حملے سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر قیامتِ صغریٰ ٹوٹ پڑی۔

Marfat.com

مضبوط ترین عمارت زمین بوس ہو گئی۔ شعلے آسمان کو چھونے لگے۔ قرب و جوار کے مکینوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ٹی وی پر گرد و غبار، افراتفری اور تباہی کے مناظر نظر آنے لگے۔ بوکھلاہٹ کا شکار امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے اس دہشت گردی کو نہ صرف القاعدہ کی کارروائی قرار دیا بلکہ طالبان کی طرف سے امریکی حکومت کے خلاف جنگ قرار دیتے ہوئے اپنی حکومت کو صلیبی جنگ لڑنے کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ بعدازاں ہوش کی حالت میں انھیں اپنے الفاظ واپس لینا پڑے۔ افغانستان کی طالبان حکومت کو دھمکی بھی دے دی گئی کہ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرے۔ عالمی سطح پر دہشت گردوں کے اس حملے کی بھرپور مذمت کی گئی۔ امریکہ نے اسامہ بن لادن کا بہانہ کر کے القاعدہ کو ختم کرنے کے لیے لنگوٹ کس لیا۔ اگر حقیقت کے تناظر میں دیکھا جائے تو امریکہ اُسامہ بن لادن کی لاش پر قدم رکھ کر نیو ورلڈ آرڈر کے تحت افغانستان پر قبضہ جمانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

جنرل پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں ان تمام دھمکیوں کا تذکرہ کیا ہے جو امریکہ پاکستان کو دیتا رہا۔ افغانستان تک رسائی کے لیے پاکستانی فضا سے گزرنا بہت ضروری تھا۔ طاقت کے بل بوتے پر امریکہ اور اس کی حلیف افواج نے افغانستان پر آتش و آہن کی وہ بارش کی کہ انسان تو کجا پہاڑ بھی لرز اٹھے۔ پاکستان نے مختلف حوالوں سے اس مصیبتِ ناگہانی سے نکلنے کی کوشش کی لیکن طالبان کے کئی گروہ پاکستان کے خلاف ہو گئے اور انھوں نے پاکستان میں خودکش حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بارہا کوشش کے باوجود دہشت گردی ناسور کی صورت سامنے آئی۔

دہشت گردوں نے مساجد، امام بارگاہوں اور دیگر عبادت گاہوں پر فائرنگ کر کے خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی۔ وفاقی دارالحکومت میں ۱۷ مارچ ۲۰۰۲ء کو ڈپلومیٹک انکلیو کے انٹرنیشنل چرچ پر دہشت گردوں نے دستی بموں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک امریکی سفارت کار کی اہلیہ اور بیٹی سمیت پانچ افراد ہلاک اور ۴۶ زخمی ہوئے۔ صدر پرویز مشرف نے کہا کہ چرچ پر حملہ دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی کوششوں کو سبوتاژ کرنا ہے۔ متحدہ قومی موومنٹ کے مرکزی رہنما اور سابق سینٹر مصطفیٰ کمال رضوی، سابق رکن قومی اسمبلی کے صدر ڈاکٹر نشاط ملک کو نامعلوم دہشت گردوں نے ۲۶ راپریل ۲۰۰۲ء کو شہید کر دیا۔ اسی طرح ۶ مئی ۲۰۰۲ء معروف ماہرِ تعلیم پروفیسر ظفر مہدی دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ کراچی میں اہم ترین سرکاری مقامات، گورنر ہاؤس سندھ کے بالکل سامنے ایک خودکش بم دھماکے میں ۱۱ فرانسیسی انجینئروں سمیت ۱۶، افراد جاں بحق ہو گئے۔ یہ واقعہ ۸ مئی ۲۰۰۲ء کو صبح ۷ بج کر ۴۵ منٹ رونما ہوا۔

Marfat.com

پاکستان کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات میں رخنہ ڈالنے کے لیے بھی خودکش حملوں اور فائرنگ سے کام لیا گیا۔ کئی غیر ملکیوں کو تختۂ ستم دیکھنا پڑا۔ مثلاً ۸ مئی ۲۰۰۲ء کو کراچی میں شیرٹن اور پرل کانٹی نینٹل ہوٹل کے سامنے والی سڑک پر ایک خودکش بمبار نے بم دھماکے میں فرانسیسی بحریہ کے ۱۲ ماہرین اور خاتون سمیت تین پاکستانی ہلاک اور ۲۶ زخمی ہوئے۔ ہوٹلوں میں مقیم فرانسیسی عملہ پاکستان کے لیے آگسٹا آبدوزوں کی تیاری اور معاونت میں مصروف تھا جب کہ نامعلوم دہشت گردنے جسٹس (ر) آفاق کاظم کے فرزند عباس کاظم کو ۱۲۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو شہید کر دیا۔ صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف دہشت گردی کا خصوصی ہدف تھے۔ اُنھیں کئی بار نشانے پر لانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بچتے رہے۔ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد کے آرمی کنٹونمنٹ ایریا میں اُن پر ایک بار پھر خودکش بمبار چڑھ دوڑا۔ پولیس کے ایک جوان نے جان ہتھیلی پر رکھ کر جنرل پرویز مشرف کی جان لینے کا خطرہ ٹال دیا۔ دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات کی بازگشت قومی اسمبلی تک جا پہنچی۔ تمام منتخب نمائندوں نے اس پر تشویش کا اظہار کیا۔ ۱۰ ویں اجلاس منعقدہ ۱۱ نومبر ۲۰۰۳ء میں دہشت گردی کے خلاف ہر قسم کی کارروائیوں کی نہ صرف مذمت کی گئی بل کہ اُن کے خلاف کارروائیوں پر زور دیا۔ القاعدہ کی کھلم کھلا دھمکیوں اور حملوں کے پیشِ نظر پاک فوج نے ۲۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو وزیرستان میں القاعدہ کے خلاف کامیاب آپریشن کیا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق ۱۲ غیر ملکی اور ۲ پاکستانی شہید ہوگئے۔ دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے رجحان اور پاکستان کو درپیش خطرات کے پیشِ نظر ۴ ستمبر ۲۰۰۳ء کو فرانس، جرمنی، برطانیہ اور چین نے اقتصادی اور تکنیکی تعاون اور امداد کی پیش کش کی۔ پاکستان کو دہشت گردی کی آگ میں جلتا دیکھ کر کئی ممالک نے پاکستان کی طرف دستِ تعاون بڑھایا۔ اس ضمن میں ۶ ستمبر ۲۰۰۳ء کو پاکستان اور فرانس کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس میں طے پایا گیا کہ افغانستان سے پوست، نشہ آور اشیاء، کی اسمگلنگ روکنے کے لیے فرانس پاکستان کو جدید آلات فراہم کرے گا۔ پڑوسی ملک بھارت میں بھی اس قسم کے واقعات ہوتے رہے لیکن افسوس بھارت نے دہشت گردی کے ان واقعات میں پاکستان کو ملوث کرنے کی مذموم کوشش کی۔ بمبئی بھارت میں ۲۵ راگست ۲۰۰۳ء کو دو بم دھماکے ہوئے۔ جن میں ۵۰ سے زیادہ بھارتی ہلاک اور ۲۰۰ سے زیادہ ہسپتالوں میں بھیج دیے گئے۔ پہلا دھماکہ انڈیا گیٹ وے کے قریب تاج محل ہوٹل کے پارکنگ اسٹینڈ پر ٹیکسی میں رکھے بم کے پھٹنے سے ہوا۔ پانچ منٹ بعد زویری بازار کے بم دھماکے سے شہر لرز اُٹھا۔ پاکستان نے انسانی ہمدردی کے تحت ان دھماکوں کی مذمت کرنے کے باوجود بھارتی نائب وزیر اعظم

Marfat.com

ایل کے ایڈوانی نے لشکرِ طیبہ کو ان دھماکوں کا ذمہ دار قرار دیا۔

بم دھماکوں کے اس سلسلہ پر قابو پانے کے لیے پاکستان نے امریکی تعاون سے ایک نئی فورس ۲۰ر اگست ۲۰۰۳ء کو تشکیل دی۔ اس نئی فورس کی تشکیل کے لیے پولیس، آئی بی اور ایف آئی اے کے ۳۵ افسروں نے ۳ ماہ کی ٹریننگ بھی حاصل کی۔ اس فوج کو اسپیشل انویسٹی گیشن گروپ کا نام دیا گیا۔ ان افسروں کو امریکی ایجنسی ایف بی آئی نے انتہائی جدید خطوط پر دہشت گردوں کی تلاش اور دہشت گردی کے واقعات کی تحقیقات کی جدید ترین تربیت فراہم کی۔ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ بھارت نے اپنے کئی دہشت گرد پاکستان منتقل کیے۔ کراچی میں 'را' کے کئی خفیہ اڈے بھی پکڑے گئے۔ مختلف غیر ملکی ایجنسیوں کے بقول بھارت میں سیکڑوں تربیتی کیمپ موجود ہیں جن میں دہشت گردی کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ ۱۸ر اگست ۲۰۰۳ء کو پاکستان نے بھارت سے مطالبہ کیا کہ وہ مقبوضہ کشمیر اور بھارت میں دہشت گردی کے تربیتی کیمپ ختم کرے۔ افغانستان اور پاکستان دونوں مظلومیت کے کئی ادوار سے گزر چکے ہیں۔ بھارت، روس اور امریکی مداخلت سے دونوں ممالک کئی خطرات سے دوچار رہے ہیں۔ اس ضمن میں ۲۳ جولائی ۲۰۰۳ء کو پاکستان اور افغانستان نے دہشت گردی کے خلاف مشترکہ کوششوں کا عزم کیا۔ افغانستان کے وزیر داخلہ علی احمد جلالی، صدر پرویز مشرف، وزیر داخلہ فیصل صالح حیات نے بھی مشاورت میں حصہ لیا۔

دہشت گردی کے واقعات

میرے ذہن کے البم میں یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک خطبہ جمعہ کے دوران سیالکوٹ کی مرکزی امام بارگاہ مستری عبداللہ (مسجد زینبیہ) میں ہونے والے بم دھماکہ کی بازگشت یاد رہتی ہے۔ اس دھماکہ میں ۳۰ر افراد شہید اور تقریباً سو افراد شدید زخمی ہوئے۔ حملے کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں جاری ہیں۔ کسی کا کہنا ہے کہ امجد فاروقی کی ہلاکت کا ردِعمل ہے۔ کوئی اسے دہشت گردی قرار دے رہا ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ یہ القاعدہ کی کارروائی ہے۔ کچھ کی زبان پر ہے کہ بھارت کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ المختصر جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس قسم کی کارروائیوں میں اب تک ہزاروں افراد لقمہ اجل بن ہو چکے ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کے مصداق دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوتا رہا۔ پاکستان دہشت گردی کے خاتمہ میں امریکہ کا حلیف رہا ہے۔ افغانستان پر امریکی شب خون کے بعد پاکستان کو قربانیوں کا نشانہ بننا پڑا۔ جنرل پرویز مشرف (۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۹ء۔ ۱۸ر اگست ۲۰۰۸ء)، یوسف رضا

Marfat.com

گیلانی (۲۵ مارچ ۲۰۰۸ء - ۲۶ اپریل ۲۰۱۲ء) اور کئی سربراہان مملکت دہشت گردی کے چنگل میں پھنسے رہے۔ پاکستان کو امریکی دوستی میں سروں کے نذرانے دے کر آنسو پونچھنے کے لیے کچھ ڈالرمل گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ ۲۵۔۲۶ جنوری ۲۰۱۵ء کو امریکی صدر اوباما نے اپنے بھارتی دورے کے دوران بھارتی وزیراعظم نریندرمودی کے ایک کپ چائے پر پاکستانی قربانیوں اور وفاؤں کو چائے کی چسکیوں میں اڑا دیا۔

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کی صبح سنجیدہ طبقہ پاکستان ٹوٹنے کے دلخراش لمحات یاد کر کے آنسو بہا رہا تھا چوں کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان دولخت ہو گیا تھا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھارت کے تیس ہزار فوجی ہلاک ہوئے جب کہ پانچ ہزار پاکستانیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی پاکستان کی فوج کو تین قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بھارتی فوج، مشرقی پاکستان کی فوج اور غدار بنگالی مکتی باہنی۔ سازش کے تحت دولخت ہونے والے ملک کی یاد میں محبِ وطن آنسو بہا رہے تھے کہ اسی روز یعنی ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کو ایک نئے زخم سے پرانے زخم بھی تازہ ہو گئے۔

سانحۂ پشاور

منگل کے دن تقریباً دس بجے آرمی پبلک سکول پشاور کو دہشت گردوں نے اچانک اپنے گھیرے میں لے کر پھولوں کے شہر میں پھولوں کے موسم میں، پھولوں ایسے بچوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر درندگی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ درندگی بھی شرمندگی میں ڈوب گئی۔ تربیت یافتہ دہشت گرد بھیڑیوں کی طرح معصوم بچوں پر ٹوٹ پڑے جو سامنے آیا وہ گولی کی زد میں تھا۔ معصوم بچوں کی آہ و بکا سے سکول کے در و دیوار رو رہے تھے۔ پھول سے بچے کہہ رہے تھے کہ انکل میں معصوم ہوں مجھے چھوڑ دو۔ انکل میرے پاپا بیمار ہیں مجھے گھر جانے دو، انکل میری امی میرا انتظار کر رہی ہوگی، مجھے چھوڑ دو۔ بھائی جان میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں مجھے تو گولی کا نشانہ مت بناؤ۔ ہاتھ باندھنے والے، پاؤں چھو کر منت سماجت کرنے والے ہر ایک بچے کو خون میں اسی طرح نہلا دیا جس طرح بھارتیوں نے آزادی کے نعرے لگانے والوں کو خون میں ڈبو دیا تھا۔ ظلم و بربریت کی کہانی یہیں ختم نہیں ہوئی کیوں کہ ایک محبِ وطن خاتون ٹیچر جو اپنی جان بچا سکتی تھی وہ دوبارہ اپنے بچوں کو بچانے کے لیے ایک کمرے میں داخل ہوگئی ظالم درندوں نے بچوں کے سامنے اس کے چہرے پر تیزاب نما کیمیکل پھینک دیا اور پھر اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک دہشت گرد بولا، یہ تمھیں بچانے آئی تھی اور خود نہ بچ سکی۔ پھر اُس

Marfat.com

نے بچوں سے کہا کہ وہ باہر چلے جائیں۔ معصوم بچے خوش فہمی سمجھ کر باہر نکلنے لگے تو پتھر دل دہشت گردوں نے ان پر پیچھے سے فائرنگ کر دی۔ کسی معصوم کی گردن ڈھلک گئی تو کسی کے بازو میں گولیاں اپنا راستہ تلاش کر گئیں۔ کسی کے جسم میں گولیوں نے گھر کیا تو کوئی خوف کے مارے بے ہوش ہو گیا۔ سکول میں چاروں طرف بستے بکھرے پڑے تھے، قلم زمین کو بوسہ دے رہے تھے کہ انھیں تھامنے والے اب واپس نہیں آئیں گے۔ قیامت سے پہلے، قیامت کا منظر اس سکول کی قسمت میں تھا۔ سرکاری اعلان کے مطابق تقریباً ۱۴۸ طلبا شہید اور سیکڑوں جسم کے مختلف اعضاء سنبھالے زخموں کے مہمان بن گئے۔ معصوم بچوں کو جس درندگی کے ساتھ گولیوں سے چھلنی کیا گیا ان کے سامنے ہلاکو خان اور چنگیز خان کی بربریت بہت چھوٹی محسوس ہوتی ہے۔ گھر سے اپنے پیاروں کے بوسے چہروں پر سجائے سکول آنے والے بچوں کو کیا خبر تھی کہ آج سکول میں نصابی امتحان کے بجائے موت ان کا امتحان لے گی۔ خدا جانے وہ کون لوگ تھے جو ان معصوم بچوں پر گولیاں چلاتے رہے۔ ان کے ہاتھ تک نہیں کانپے...... انھوں نے بربریت کی انتہا کر دی ہے۔ بربریت خود شرمندہ ہے۔ معصوم گلاب پتیوں میں بکھر گئے۔ جن پیشانیوں پر ماؤں نے صبح بوسے دیئے تھے وہاں ظالم دہشت گردوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ سکول میں بارودی سرنگیں بچھا دی گئیں تھیں۔ ہال میں موجود میڈم جو اس قوم کی گمنام ہیرو ہے اس نے بچوں کو اپنے پیچھے چھپانے کی کوشش کی اور خود ڈھال بن کر دہشت گردوں کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ دہشت گردوں نے اس میڈم کو ایک غلیظ گالی دے کر کہا کہ تم فلاں فوجی کی بیوی ہو اور ساتھ ہی اس پر سیدھا فائر کر دیا۔ ٹیچر کے پیچھے چھپے بچوں کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کے جسموں سے نکلنے والا خون دیواروں اور فرش کو گُل رنگ کر گیا۔ وہ منظر نیٹ پر دیکھے ہی نہیں جا سکتے جہاں ان کے جسموں کے اعضاء بکھرے پڑے تھے۔ یہ دہشت گردی کی تاریخ میں سب سے المناک واقعہ ہے جس میں صرف بچوں کو نشانہ بنایا گیا۔ قلم کتاب تھامنے والے بچے بارود کی زد میں تھے۔ ممتاز عارف نے اپنی ایک نظم ”یہ کیا ہو رہا ہے ......؟“ اس سانحہ کو لفظی جامہ میں یوں پیش کیا ہے:

یہ کیا ہو رہا ہے؟
جدھر دیکھتے ہیں
بدن جل رہے ہیں
لہو بہہ رہا ہے

Marfat.com

مگر پھر بھی یارو......!

ضمیرِ جہاں اب تلک سو رہا ہے

حسیں خوبرو جسم

نفرت کے شعلوں پہ یوں جل رہے ہیں

کہ جیسے

دہکتے ہوئے کوئلوں پر کوئی بوٹیاں بھونتا ہے

عجب وقت ہے......!

اس مہذب زمانے میں بھی

آدمی، آدمی کا گلا کاٹتا جا رہا ہے

درندہ صفت لوگ

معصوم بچوں کی گردن پہ خنجر چلا کر

خوشی اور مسرت سے یوں رقص کرتے ہیں

جیسے یہ ہولی کا تہوار ہو

بڑی ابتری ہے......!

کہ انسان۔ انساں کا دشمن ہوا جا رہا ہے

یہاں بھائی، بھائی کے ہاتھوں کٹا جا رہا ہے

جسے دیکھیے، وہ ہی وحشت کا پیکر نظر آ رہا ہے

ہر اک شخص کی آنکھ میں خون اترا ہوا ہے

ہر اک شخص کے ہاتھ پر

خون کے تازہ چھینٹے نظر آ رہے ہیں

عجب سانحہ ہے......!

کہ انسان، انسان کو دیکھ کر ڈر رہا ہے

عجب حادثہ ہے......!

Marfat.com

کہ انساں درندوں سے بڑھ کر درندہ نظر آ رہا ہے

جبھی تو

ہر اک سمت سے یہ سوال اُٹھ رہا ہے

''یہ انسان ہیں......؟

جواب آ رہا ہے

یہ انساں نہیں ہیں

حقیقت میں

جِنّوں نے......بُھوتوں نے......وحشی درندوں نے

انسان کا ماسک پہنا ہوا ہے

محترمہ طاہرہ قاضی سمیت بہادر اساتذہ نے دہشت گردوں کا جس دلیری سے مقابلہ کیا وہ پاکستانی قوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس سانحہ نے پوری قوم کو متحد کر دیا۔ شہدا کا خون رنگ لایا اور قوم کو حیات نو دے گیا کیوں کہ شہید کی موت قوم کی حیات ہے۔ چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل راحیل شریف نے وزیر اعظم میاں نواز شریف کو میدان عمل میں کود جانے کی دعوت دی۔

سانحہ کے بعد اقدامات

نیشنل ایکشن پلان تیار کر لیا گیا۔ پوری قوم نے دہشت گردی کو جڑ سے اُکھاڑ دینے کا عزم ظاہر کیا۔ پاکستان کے تمام سکیورٹی اداروں، ایجنسیوں، سیاست دانوں حتیٰ کہ معروف صحافیوں کو بھی شامل کیا گیا۔

صرف ایک ماہ پہلے دو نومبر ۲۰۱۴ء واہگہ بارڈر پر خونی خودکش حملہ میں بھی تقریباً ۷۰ افراد شہید اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ آفرین ان پاکستانیوں پر جو تین نومبر کو پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے نئے عزم واستقلال کے ساتھ پریڈ میں شریک ہوئے۔ دہشت گردی کا یہ واقعہ ہماری سلامتی واستحکام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ سرحد پر ایسا واقعہ سرحد پار اور دہشت گردوں کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ سرحد پر ہونے والے اس واقعہ کے بعد دوسرے دن بھارت کی طرف پریڈ دیکھنے والے نظر نہ آئے جب کہ واہگہ بارڈر پر پاکستانیوں کی کثیر تعداد اپنے فوجی جوانوں کے حوصلے بلند کرنے کے لیے موجود تھی۔ ایسے واقعات ہمارے حوصلوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ یاد رہے کہ ایسے واقعات ماضی بعید میں بھی ہوتے رہے ہیں۔

Marfat.com

آپریشن ضربِ عضب

دہشت گردی کو روکنے کے لیے کئی ایک آپریشن شروع کیے گئے ۔ ہر وہ کوشش کی گئی جس سے دہشت گردی کا اژدھا قابو میں آجائے۔ وانا آپریشن بھی جنوبی وزیرستان کے دہشت گردوں کی سرکوبی کے لیے شروع کیا گیا۔ اس ضمن میں آئی ایس پی آر کے سربراہ میجر جنرل شوکت سلطان نے ۱۵ جون ۲۰۰۴ء کو بتایا کہ ''جنوبی وزیرستان میں آپریشن کے دوران ۵۵ غیر ملکی دہشت گرد مارے گئے جب کہ فوج کے ۱۷ اہلکار شہید ہوئے۔ ۹ اور ۱۰ جون کو ہونے والے آپریشن میں ۳۵ دہشت گرد مارے گئے جب کہ سکیورٹی فورسز کے ۱۵ اہلکار شہید ہوئے ، ۱۱-۱۲-۱۳ جون کے آپریشن میں پاک فوج کے صرف ۲ اہلکار شہید ہوئے اور ۲۰ دہشت گردوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ علاقہ شکئی میں پاک فوج نے کنٹرول سنبھال لیا۔ جنوبی وزیرستان میں دہشت گردوں کے متعدد ٹھکانوں میں غیر ملکی کہاں سے آگئے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کو سانحۂ پشاور کے بعد دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لیے چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل راحیل شریف نے شمالی وزیرستان میں ایک آپریشن کا آغاز کیا جسے فوجِ اسلام کے پہلے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کی تلوار ''عضب'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جنرل راحیل شریف نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ دہشت گردوں کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے۔ دہشت گردی کا ناسور ملک سے ختم کر دیا جائے گا۔

''ضربِ عضب'' سے پہلے کئی فوجی آپریشن منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ جن میں ۲۰۰۱ء کو جنوبی وزیرستان میں آپریشن ''المیزان''، ۲۰۰۷ء میں آپریشن ''شیر دل''، ۲۰۰۸ء میں آپریشن ''زلزلہ''، ۲۰۰۸ء میں مالاکنڈ ڈویژن وسوات میں آپریشن ''راہِ حق'' اور ۲۰۰۹ء میں اسی علاقے میں آپریشن ''راہِ راست'' سمیت ۲۰۱۰ء میں جنوبی وزیرستان میں آپریشن ''راہِ نجات'' اپنی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان آپریشنز کے دوران ۲۰۰۸ء میں ۳۱۳ حملے جب کہ ۲۰۰۹ء میں فوج نے دہشت گردوں پر ۵۹۶ حملے کیے اور آپریشن کے دوران ۱۲ ہزار ۸۶۶ شدت پسند گرفتار بھی کیے گئے۔ جن میں ۷۵ القاعدہ کے شدت پسند اور ۹ ہزار ۳۶ ۷ مقامی طالبان یا کالعدم تنظیموں کے شدت پسند شامل تھے۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کے سانحہ پشاور کے بعد جنرل راحیل شریف نیشنل ایکشن پلان کے تحت ایک نئے جوش جذبے کے ساتھ ضربِ عضب میں رونما ہوئے۔ عید الفطر اور عیدِ قربان کے اہم ترین ایام بھی راحیل شریف نے ضربِ عضب میں مصروف جوانوں کے ساتھ

Marfat.com

گزارے۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۵ء یومِ پاکستان کے موقع پر ایک عرصہ کے بعد فوجی پریڈ سلامی نے قوم کو جرأت و بہادری کا راستہ دکھایا۔ سانحۂ پشاور کے بعد یومِ پاکستان کی پریڈ سے پوری قوم کو فوج کے اقدامات پر پورا پورا اعتماد ہو گیا۔ مایوسی اور نا اُمیدی کے بادل چھٹ گئے اور قوم دہشت گردی کے خلاف متحد ہو گئی۔ تادمِ تحریر ضربِ عضب جاری ہے۔ جنوبی وزیرستان سے مہاجرین کی واپسی کا سفر جاری ہے۔ نیز متاثرہ علاقہ جات میں ترقیاتی کام بھی شروع ہو چکے ہیں۔ اس علاقہ میں جو دہشت گرد تاجکستان، ازبکستان، چیچنیا، بھارت، اسرائیل، یمن اور کئی دیگر ممالک سے پاکستان داخل ہوئے تھے اُن کا مقصد بدامنی پھیلا کر پاکستان پر قبضہ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی حفاظت کی اور دہشت گرد اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دہشت گردی کے سلسلے میں ایک اہم پہلو یہ ہے کہ جب پولیس یا حساس ادارے کسی دہشت گرد کو زندہ حالت میں گرفتار کر لیتے ہیں تو ہمارا عدالتی نظام طوالت کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس طوالت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کئی دہشت گرد قید سے بھاگنے، پولیس کے قبضے سے نکلنے اور کمرۂ عدالت سے رہائی پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ گواہی کا نظام پیچیدہ ہونا بھی انصاف کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ پاکستان کو اندرونی و بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے عدلیہ اور انتظامیہ میں گہرا تعاون بہت ضروری ہے۔

دہشت گردوں کے لیے ہمدردی رکھنے والے اینکرز اور صحافی کسی طرح بھی محبِ وطن نہیں ہو سکتے۔ عسکریت پسندوں نے وزیرستان کو قبرستان بنا دیا۔ ایسے عسکریت پسندوں کے خلاف آپریشن عین جہاد ہے۔ پاک فوج کے جوانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر جس طرح اس آپریشن میں حصہ لیا وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ سانحۂ لال مسجد کے بعد تو عسکریت پسندوں کے حملوں میں مزید تیزی آ گئی۔ اُنھوں نے اس سانحہ کا غلط فائدہ اُٹھایا۔ فوجی آپریشن کے پیشِ نظر علاقہ خالی کرنے والے ہماری ہمدردیوں کے مستحق ہیں جو گھر بار چھوڑ کر امن کے لیے خیمہ بستیوں میں پہنچے۔ اِن آئی ڈی پیز کے لیے اسلامی بھائی چارے کا ایسا مظاہرہ ہونا چاہیے جو مدینہ کے انصار نے مکہ کے مہاجرین کے ساتھ کیا تھا۔ انسانی ہمدردی کا یہ معیار صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔

ممتاز عالمِ دین، محدث اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے مرکزی رہنما مفتی نظام الدین شامزئی کو ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء کو نامعلوم دہشت گردوں نے شہید کر دیا۔ اسلام آباد کی لال مسجد کا سانحہ ہمارے لیے ایک افسوس ناک عمل ہے۔ کچھ لوگوں کی ضد اور جلد بازی نے اسلام کے نام پر ایک دھبہ لگا دیا۔ سکیورٹی فورسز نے آپریشن سائلنس کے نام سے کارروائی شروع کی۔ ۳ جولائی ۲۰۰۷ء سے ۱۰ جولائی ۲۰۰۷ء تک لاتعداد خواتین و حضرات

Marfat.com

گولیوں کا نشانہ بنے۔ مولانا عبدالرشید غازی ۱۰ جولائی کو اس آپریشن میں شہید ہوئے۔ خفیہ ہاتھ اس سانحہ میں آج تک بے نقاب نہ ہو سکے۔ کسی کے ہاتھ پر بھی اس سانحہ میں بہنے والے لہو کے چھینٹے نظر نہیں آتے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ بے نظیر بھٹو ۱۸ ؍ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو پاکستان آئیں تو ایک جمِ غفیر نے اُن کا استقبال کیا۔ وہ ایک قافلہ کی شکل میں مزارِ قائد پر جلسے کے لیے جا رہی تھیں تو اس قافلہ پر دو بم دھماکوں میں ۱۳۸ ؍ افراد موقع پر ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایجنسیوں نے محترمہ بے نظیر بھٹو کو محتاط رہنے کا مشورہ دیا لیکن اُنھوں نے اس ضمن میں سنجیدگی اختیار نہ کی۔ دہشت گرد اُن کے پیچھے تھے اور جب وہ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات ۵ بجے کے قریب راولپنڈی کے لیاقت باغ میں خطاب کر چکی تھیں تو اُنھیں دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ اُن کے انتقال سے بھٹو خاندان کے سیاسی چراغ سے اقتدار کا تیل ختم ہو گیا۔

ممتاز عالمِ دین علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو دہشت گردوں نے ایک خودکش حملے میں شہید کر دیا۔ اُن کے علاوہ چار افراد نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ وہ امریکہ کے سخت خلاف تھے۔ مزید برآں اُنھوں نے خودکش حملوں کو اسلام کے منافی اور حرام قرار دیا۔ حکومت نے سوات کے دہشت گردوں کے خلاف ۱۶ جون ۲۰۰۹ء سے آپریشن راہِ نجات شروع کیا۔ سینکڑوں دہشت گرد اپنے انجام کو پہنچے۔ بے نظیر بھٹو کے مبینہ قاتل اور تحریکِ طالبان پاکستان کے سربراہ ۴-۵ اگست ۲۰۰۹ء کی درمیانی شب ایک ڈرون حملے میں مارے گئے۔ جب کہ حکیم اللہ محسود ۱۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو اسی قسم کے حملے میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ ۲۰۰۹ء میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم لاہور آئی تو دہشت گردوں نے اُن کی بس پر حملہ کر دیا۔ ۱۲ حملہ آور تقریباً آدھ گھنٹے تک فائرنگ کرتے رہے۔ ڈرائیور مہر خلیل احمد کی جرأت مندی سے کوئی جانی نقصان نہ ہوا البتہ بہت سے لوگ زخمی ہو گئے۔ ممتاز شاعر و ادیب، دانشور، مفکر، ڈاکٹر شبیہ الحسن رضوی ۱۶ دسمبر ۲۰۱۳ء کو لاہور میں دہشت گردی کا نشانہ بنے۔

ان بم دھماکوں میں شامل افراد یقیناً انسانی جذبوں سے عاری ہی ہو سکتے ہیں۔ چشمِ تصور میں لائیے کہ خطبۂ جمعہ جاری ہو اور بم دھماکے کی وجہ سے نمازیوں کے جسم کے اعضاء ہر طرف بکھر رہے ہوں۔ خون کے لوتھڑے فضا سے چکر کاٹ کر نمازیوں کے جسموں پر گر رہے ہوں ایسے میں وہاں موجود

Marfat.com

حضرات کے جذبات و احساسات کیا ہو سکتے ہیں۔ یہ دھماکہ کرنے والے لوگ کس کے اشارے پر منصوبہ بندی کرتے ہیں اور یہ منصوبہ بندی کہاں کی جاتی ہے؟ ان سوالات کا جواب پوری قوم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

ہم من حیث القوم ایک جذباتی قوم ہیں۔ کسی مسئلے کے حل کے لیے سنجیدگی سے کام نہیں لیتے۔ بیان بازی میں اپنی حیثیت سے بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ قومی مسائل میں یوں رخنہ اندازی کرتے ہیں کہ جیسے عنانِ اقتدار چند ہفتے بعد بیان بازوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ دہشت گردی کے واقعات کے خلاف احتجاج کا سلسلہ نیا رنگ اختیار کر جاتا ہے۔ مظاہرین عمارتوں، تنصیبات اور اپنے ہی ملک کی پولیس گاڑیوں، فوجی گاڑیوں، چیک پوسٹوں اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ دہشت گردوں کے مذموم عزائم میں اضافہ کرنے والے مظاہرین بھی دہشت گردی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مظاہروں کا یہ انداز کسی طرح بھی مہذب قوم کی عکاسی نہیں کرتا۔ بم دھماکوں کے بعد چند روز گرما گرم گفتگو ہوتی رہتی ہے لیکن آنکھ اُوجھل پہاڑ اُوجھل کے مصداق اگلے دھماکے تک ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اب ہم زندگی کے جس دور میں داخل ہو رہے ہیں وہ بہت خطرناک ہے۔ دولت کی خاطر کچھ بھی کیا جا سکتا ہے اور کچھ بھی کروایا جا سکتا ہے۔ جس طرح ہیروشیما پر بم پھینکنے والے پائلٹ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کے جہاز میں ایٹم بم ہے اسی طرح خودکش حملے کرنے والے کئی معصوم طالب علموں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ وہ موت کے راستے پر گامزن ہیں۔ ایک ہزار حوروں اور کئی قسم کی جنت دیکھنے کے خواہش مند نوجوان خود کو اُڑا بیٹھتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ خودکش حملے صرف ایسے ہی لوگ کرتے ہیں۔ بیرونی ہاتھ کئی انداز اپنا لیتا ہے۔ وہ کئی حربوں سے ایسے کام لے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ ہم فرائض سے غافل لوگ ہیں۔ قوم بننے کے بجائے ہجوم بن چکے ہیں۔ آتش گیر مادے کی فراوانی کی وجہ سے کوئی بھی بم بنا سکتا ہے۔ آتش گیر مادے کی فروخت کے ادارے کہاں ہیں؟ ہمارے پاس قابل ترین حساس ادارے ہیں۔ پولیس اور بم ڈسپوزل کے ہوتے ہوئے ہمیں سماج دشمن عناصر پر کڑی نظر رکھنے میں کیا دقت ہے؟

آستینوں کے سانپ

ہماری آستینوں میں سانپ پل رہے ہیں۔ ہمیں ان کی شناخت نہیں۔ ہمارے ماحول میں ہی دہشت گردی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ ہم غفلت کی چادر اوڑھے نتائج سے بے بہرہ ہیں۔ قتل و غارت، اغواء

Marfat.com

برائے تاوان اور ڈکیتیاں' کیا بم دھماکوں سے کم ہیں؟ جنرل پرویز مشرف پر تین بار قاتلانہ حملہ' کور کمانڈر کراچی احسن سلیم حیات پر فائرنگ' شوکت عزیز پر وزیر اعظم بننے سے پہلے خود کش حملہ اور وزیر اعلیٰ بلوچستان پر فائرنگ، ائیر ہیڈ کوارٹر پر ۱۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کو حملہ اور اس سے پہلے نیول ہیڈ کوارٹر حتیٰ کہ جی ایچ کیو پر خود کش حملے کوئی معمولی بات ہیں؟ اگر دہشت گرد جی ایچ کیو تک عسکری قوت سے حملہ کر سکتے ہیں تو عام شہری کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اسی طرح بہت سے قومی اکابر پر قاتلانہ حملے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ہر دور میں ہماری اپوزیشن کا کردار مخالفت برائے مخالفت رہا۔ اپوزیشن کو ایسے قومی سانحہ کے موقع پر لیڈری چمکانے کے بجائے مسائل کے حل کا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ انسانی لاشوں اور لواحقین کے آنسوؤں پر سیاست کرنا کہاں کی شرافت ہے؟ سنجیدہ طبقہ اس صورتحال سے بہت مایوس ہے۔ خان لیاقت علی خان کی شہادت سے آج تک جتنے واقعات رونما ہوئے ان میں چہرے پہ چہرہ چڑھانے کی رسم ادا کی گئی۔ بڑی بڑی انکوائریوں کے باوجود کوئی واضح صورتحال سامنے نہیں آئی۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دفاعی اداروں کے مقابلے میں تخریب کاری کے ادارے زیادہ منظم ہیں؟ اس قومی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ایک سنجیدہ اور مستقل تحریک کی ضرورت ہے۔ مساجد اور امام بارگاہوں پر حملے کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اس سے پہلے گرجا گھروں پر ہونے والے حملوں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ لاہور کے چرچ پر حملے کے بعد ہمارے جذباتی مسیحی بھائیوں نے لوٹ مار، آتش زدگی اور توڑ پھوڑ کا جو مظاہرہ کیا وہ کسی مہذب معاشرے میں دیکھنے کو نہیں ملا۔ دو بے گناہ افراد کو زندہ جلا کر امن کا کون سا راستہ اختیار کیا گیا؟ ظاہر ہے ایسے مواقع پر کئی بیرونی ہاتھ اور مطلب پرست لوگ منظرِ عام پر آ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ہمیں جذبات پر پورا کنٹرول رکھنا چاہیے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر امام بارگاہ پر فائرنگ ہو تو کچھ وقفے کے بعد کسی مسجد کو اس کی سزا دی جاتی ہے۔ چرچ، مندر یا گوردوارہ دہشت گردی کی زد میں آیا تو پھر بھی جواباً کسی مسجد کو جوابی کارروائی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مجرموں تک رسائی کون کرے گا؟ حفاظتی اقدامات صرف جز وقتی ہوتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد صورتحال اپنی پرانی حالت پہ آ جاتی ہے۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کے بعد تمام مدارس کو خصوصی سکیورٹی مہیا کی گئی لیکن پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس سکیورٹی میں کمی آتی گئی۔

مساجد اور امام بارگاہوں پر سکیورٹی کے انتظامات شروع کیے جاتے ہیں لیکن دیگر مسائل کے پیشِ نظر انھیں معطل کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

جب کوئی تازہ مصیبت ٹوٹتی ہے اے خدا
ایک عادت ہے کہ تجھ کو یاد کر لیتا ہوں میں

دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا اور کڑے انتظامات کا آغاز ہو گیا۔ حفاظتی اقدامات منظر عام پر آ گئے لیکن کچھ دنوں امن کے بعد پھر وہی پرانی روش سامنے آ جاتی ہے۔ الغرض بہت سی مقتدرہ شخصیات کو کسی نہ کسی طور دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ لیاقت علی خان' جنرل ضیاء الحق' غلام حیدر وائیں' مرتضی بھٹو' سید تجمل عباس' جنرل فضل حق' علامہ احسان الٰہی ظہیر' مولانا حق نواز جھنگوی' رئیس امروہوی' جناب صلاح الدین تکبیر' محسن نقوی' ایوب صدیقی' مسلم رضوی' ڈاکٹر آفتاب نقوی' عمار یاسر' ذوالفقار اعوان' ڈاکٹر علی رضا' ساجد گیلانی' مقبول حسین' غلام رضا نجفی' مظہر حسین' محمد اشرف مارتھ' مولانا ایثار القاسمی' ذوالفقار علی نقوی' علامہ ضیا فاروق' مصحف علی میر' حکیم محمد سعید کے علاوہ کئی دیگر اہم شخصیات آج بھی ہمارے شعور میں زندہ ہیں۔

پیرس پر دہشت گردی

برطانیہ، ممبئی (بھارت)، افغانستان، فلسطین اور روس میں دہشت گردی کے کئی واقعات کے بعد ۱۳ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک فرانس کے خوب صورت شہر پیرس میں دہشت گردی کے چھ واقعات رونما ہوئے۔ سٹیڈیم میں جاری فٹ بال میچ اور ایک بڑے ہال میں منعقدہ محفلِ موسیقی کو فائرنگ کے ذریعے دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ بم دھماکے بھی ہوئے اور آتش گیر مادہ بھی استعمال میں لایا گیا۔ فرانسسی خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق آٹھ حملہ آور مارے گئے لیکن تقریباً ڈیڑھ سو افراد جاں بحق اور آٹھ سو سے زائد زخمی ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد فرانس میں ایمرجنسی نافذ کی گئی۔ پورا ملک دہشت گردوں کے خلاف متحد ہو گیا۔ فرانسیسیوں نے جس ملّی یکجہتی کا مظاہرہ کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ مغربی ممالک اس حملے کے بعد ہائی الرٹ ہو گئے۔ امریکہ نے اپنی حلیف جماعتوں کو مدعو کر کے دہشت گردی کی نئی حکمت عملی کے خلاف منصوبہ بندی شروع کر دی۔ کتاب کی تکمیل سے پہلے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ فرانس کی اس دہشت گردی کا انتقامی نشانہ شام بنے گا یا یمن کیوں کہ امریکی ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد سزا افغانستان کو ملی تھی۔ چند ممالک نے مسلمانوں پر دہشت گرد ہونے کا لیبل لگا دیا ہے۔ ایئرپورٹ پر داخلے کے وقت مسلمانوں کی خصوصی نگرانی کی جاتی ہے۔ کئی ممالک میں مسلمانوں کو بطور طعنہ ''دہشت گرد'' کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ معصوم ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو

Marfat.com

۸۶ سال قید، انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اخبارات میں یہ خبر بھی پڑھنے کو ملی کہ آسٹریلیا میں ایک پاکستانی خاتون کی بے حرمتی کرتے ہوئے اُسے کہا گیا کہ اس کا تعلق دہشت گرد ملک سے ہے۔ پاکستانی تو بلاوجہ ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ بھارت میں مسلم کُش فسادات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔

چوکنا رہنے کی ضرورت

ہمیں دہشت گردی کی ایسی کارروائیوں کے خلاف مسلسل چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ مساجد کی کمیٹیوں کو فعال بنانے کے لیے اہم اقدامات بہت ضروری ہیں۔ چوکیدارہ نظام کو از سرِ نو منظم کیا جانا چاہیے۔ پولیس کی تعداد میں اضافہ ناگزیر ہے۔ نامساعد حالات کے باوجود ہماری پولیس اپنے فرائضِ منصبی ادا کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروفِ کار رہتی ہے۔ ہزاروں پولیس جوان جانوں کا نذرانہ دے کر راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ ہر آنے والی صبح پولیس کے لیے ایک چیلنج ہے۔ پولیس کی تعداد بہت کم ہے اور ان کی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ تھانوں کی حفاظت' ایوانوں کی حفاظت' مکانوں کی حفاظت' دکانوں کی حفاظت' بنکوں کا تحفظ' وزراء اور مشیروں کے پروٹوکول' امتحانات' عدالتوں' شاہراؤں' جلوسوں' مذہبی تہواروں اور مقدمات کی پیروی کے بعد پولیس کے بعد کام کرنے کے لیے کون سا وقت رہ جاتا ہے؟ بااختیار خواتین وحضرات تو کئی دفعہ ڈیوٹی پر تعینات پولیس اہلکاروں کو تھپڑ تک رسید کر دیتے ہیں اور اگر ڈیوٹی انجام دینے والا کوئی جوابی کارروائی کرتا ہے تو پھر ہنگامی صورت حال سامنے آتی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں "گلو بٹ" ایسے عناصر پولیس کو بدنام کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کراچی سمیت ملک کے کئی شہروں میں ڈیوٹی انجام دینے والے پولیس افسروں اور جوانوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک بھی دیکھنے کو ملا ہے۔

عوام الناس میں بم ناکارہ کرنے اور ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ پشاور کے واقعہ نے تو نئے خطرات پیدا کر دیے ہیں۔ پھولوں کے جنازے دیکھ کر پوری قوم اشک بار رہی۔ دہشت گردی کے الم ناک واقعہ کے بعد تعلیمی اداروں میں طلباء طالبات کا ایک نئے ولولے کے ساتھ منظرِ عام پر آنا زندہ قوم کی نشانی ہے۔ آرمی پبلک سکول پشاور کے ایک پرائمری جماعت کے طالب علم سے جب پوچھا گیا کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہے تو اُس نے کہا "انکل، دہشت گردوں کی گولیاں ختم ہو جائیں گی لیکن ہمارے سینے کم نہیں ہوں گے۔" اس سانحہ کے بعد بہت سے اہم اقدامات کیے گئے جس میں سکیورٹی کے

Marfat.com

اقدامات سرفہرست رہے۔ایک بات دکھ سے تحریر کررہا ہوں کہ سکیورٹی کے نام پر بہت سے لوگوں کی چاندی ہوگئی۔جس خاردار تار کی قیمت ۱۰۰ روپے تھی اُسے ۵۰۰ روپے میں فروخت کیا گیا۔سی سی کیمروں کی قیمتوں میں بھی حیرت انگیز اضافہ کیا گیا۔میٹل ڈیٹکٹر بھی ۱۰۰ فیصد مہنگے کیے گئے۔افسوس کہ ہم اِن حالات میں بھی محبِ وطن نہ بن سکے۔ہم نے اپنی تباہی کا راستہ خود ہموار کیا ہے۔

میڈیا نے جس طرح قومی یک جہتی کی راہ ہموار کی ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔کراچی میں قیامِ امن کی کوششیں جاری ہیں۔سماج دشمن عناصر کے عزائم خاک میں ملائے جارہے ہیں۔حکومت پنجاب نے تعلیمی اداروں پر نگاہِ التفات مرکوز کررکھی ہے۔انتظامی مشینری جہادی بنیادوں پر تعلیمی اداروں کے تحفظ اور خود انحصاری کی راہیں ہموار کرنے کے لیے کام کررہی ہے۔قوم کے ہر فرد کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اپنا قومی فرض ادا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔سکولوں، کالجوں اور جامعات کی سکیورٹی الرٹ کرکے حکومت نے ایک اہم فریضہ انجام دیا ہے۔یہ سلسلہ چند روزہ نہیں ہونا چاہیے۔اسے مسلسل جاری رہنا چاہیے۔ان محرکات کا تجزیہ کرنا ضروری ہے جو دہشت گردی کا باعث ہیں۔ایکشن پلان اور فوجی عدالتوں کے قیام سے یقیناً بہتری آئے گی۔مجموعی طور پر قوم بیدار ہوچکی ہے۔پاکستان کی بقاء وسلامتی کے لیے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

☆-☆-☆

Marfat.com

عظمتوں کے نشاں
نشانِ حیدر کے پاسباں

لہو جو سرحد پہ بہہ چکا ہے، لہو جو سرحد پہ بہہ رہا ہے
ہم اس لہو کا خراج لیں گے، ہم اس لہو کا حساب لیں گے

Marfat.com

مجاہدینِ نشانِ حیدر

راہِ حق کے مجاہد بہت سخت جان ہوتے ہیں۔ وہ رضائے الٰہی کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ مسلمان کی منزل، غازی یا شہید ہوتی ہے۔ میدانِ جنگ سے فتح یاب لوٹے تو غازی اور اگر راہِ خدا میں جان قربان کردی تو شہید۔ اسلامی تاریخ ایسی قربانیوں سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں سے بہت محبت ہے۔ ایک قطرہ وہ جو اللہ کی راہ میں خون کی صورت میں بہایا جاتا ہے اور دوسرا قطرہ وہ آنسو جو ندامت کی صورت آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرقِ انفعال کے قطرے موتی سمجھ کر سنبھال لیتا ہے جب کہ مجاہد کے جسم سے گرنے والا قطرہ جنت الفردوس کی زینت بن جاتا ہے۔ سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے:

''شہید کا خون زمین پر گرنے سے پہلے جنت الفردوس میں پہنچ جاتا ہے۔''

قیامِ پاکستان سے اب تک مسلح افواج نے دفاعِ پاکستان کے لیے ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ارضی وسماوی مصائب میں پاک فوج قوم کے شانہ بشانہ رہتی ہے۔ جب کبھی باطل سے ٹکراؤ ہوا تو ہمارے جوانوں نے سر سے کفن باندھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ پاکستان کا پرچم درحقیقت اسلام کا پرچم ہے۔ پاکستان کا دفاع حقیقی معنوں میں اسلام کا دفاع ہے۔ گنبدِ خضرا کا رنگ اور پاکستانی پرچم کا رنگ سبز ہے۔ سبز ہلالی پرچم کا تقدس کرنے والے جاں سے گزر جاتے ہیں لیکن اس پرچم پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ ممتاز اُردو شاعر فیض احمد فیض نے کیا خوب کہا ہے:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں

Marfat.com

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کس کا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

ایک اور شعر میں اُنھوں نے لکھا ہے:

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم، تجھے یادگار بنا دیا

پاکستانی جوان وطن کی آن پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے۔ جب بھی کڑا وقت آیا ہمارے جوانوں نے لہو کے نذرانے دے کر وطن کی مانگ میں سیندور بھر دیا۔ بہادری اور جاں سپاری کے عوض اللہ کے انعام واکرام کے علاوہ جرأت و بہادری کا فقید المثال مظاہرہ کرنے والوں کو قوم تو قوم اور حکومت بھی فراموش نہیں کرتی۔ پاکستانی مسلح افواج کا نصب العین سچائی، ایمان، بہادری، بے خوف قیادت اور لازوال جرأت کا مظاہرہ ہے۔ وہ اپنے مقصدِ حیات سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ اُسے وطن کی خاطر جان قربان کرنے کی دُھن رہتی ہے۔ اُسے علم ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے جب کہ دائمی زندگی کی کامیابی قربانیوں کی مرہونِ منت ہے۔ پاکستانی مجاہد جب بڑھتا ہے تو راہیں تراشتا ہوا بڑھتا ہے۔ جب اُڑتا ہے تو فضاء میں نغمے بکھرتے ہیں۔ جب پانیوں کے شہر میں جاتا ہے، تو لہروں سے اُلجھ پڑتا ہے۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

پاکستانی نوجوان قوم وملت کے لیے اپنا لہو گرم رکھتا ہے۔ حیاتِ جاوید پانے والے ہماری قومی پیشانی پر ایک جھومر کی طرح چمکتے ہیں۔ لازوال اور فقید المثال قربانیاں دینے والے سرفروشوں کو نشانِ حیدر سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں بہادری کا سب سے بڑا اعزاز ''نشانِ حیدر'' ہے۔ یہ مسلح افواج کے اُن جیالوں کے نصیب میں ہوتا ہے جو بڑی، بحری یا فضائی حالت میں اپنی جان پر کھیل کر بے مثل کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ نشانِ حیدر حاصل کرنے والوں میں کمیشنڈ افسروں، جونیئر کمیشنڈ افسروں یا جوانوں کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔ ماہر تجربہ کار افسروں پر مشتمل ایک کمیٹی ''نشانِ حیدر'' کے استحقاق کا فیصلہ کرتی ہے۔ ۲۰۱۵ء تک پاکستان میں دس بہادر جوانوں نے نشانِ حیدر کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کے علاوہ نائیک سیف علی جنجوعہ شہید کو آزاد کشمیر کا سب سے بڑا اعزاز ہلالِ کشمیر دیا گیا، جسے نشانِ حیدر کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ انھیں یہ اعزاز

Marfat.com

۱۹۴۸ء میں پیر کلیوہ کے مقام پر دفاعِ وطن کی خاطر جان کا نذرانہ دینے کے اعتراف کے طور پر دیا گیا۔ نشانِ حیدر حاصل کرنے والوں میں سے چار میجر، دو کیپٹن، ایک پائلٹ آفیسر اور تین جوان شامل ہیں۔ یہ اعزازات پانچ مختلف مواقع پر دیے گئے تھے یعنی ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء، ۱۹۹۹ء۔ نشانِ حیدر کا پہلا اعزاز حاصل کرنے والے نمبر ۲ پنجاب رجمنٹ کے کیپٹن محمد سرور شہید تھے۔ انھوں نے یہ اعزاز ۱۹۴۸ء میں حاصل کیا۔ دس سال بعد ۱۹۵۸ء میں، ۱۲ پنجاب رجمنٹ کے میجر طفیل محمد شہید نے یہ امتیازی اعزاز حاصل کیا۔ پھر ۱۹۶۵ء میں یہ منفرد اعزاز پنجاب رجمنٹ ہی کے ایک افسر میجر عزیز بھٹی شہید کو عطا کیا گیا چناں چہ پنجاب رجمنٹ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے ۱۹۶۵ء تک یکے بعد دیگرے تین نشانِ حیدر حاصل کیے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے دو افسروں میجر محمد اکرم شہید اور میجر شبیر شریف شہید کو نشانِ حیدر کا اعزاز ملا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں تین مزید خوش نصیبوں کو نشانِ حیدر کا اعزاز دیا گیا ان میں پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید، سوار محمد حسین شہید اور لانس نائیک محمد محفوظ شہید شامل ہیں۔ لانس نائیک محمد محفوظ شہید پنجاب رجمنٹ کا چوتھا فرد تھا جس نے یہ اعزاز حاصل کیا ۱۹۹۹ء میں معرکۂ کارگل کے دوران اپنے اسلاف کی تقلید میں عزم و جرأت کا عملی مظاہرہ کرنے والے پاک فوج کے دو اور بہادروں کیپٹن کرنل شیر خان شہید اور حوالدار لالک جان شہید کو یہ اعلیٰ ترین اعزاز عطا کیا گیا۔ کیپٹن کرنل شیر خان شہید کا تعلق سندھ جمنٹ سے تھا جب کہ حوالدار لالک جان شہید نادرن لائٹ انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے۔

نشانِ حیدر، ''حیدر'' سے نسبت ظاہر کرتا ہے۔ شیرِ خدا حضرت علیؓ نے بے مثل جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ غزوات و سرایا میں آپؓ کی بہادری ناقابلِ فراموش ہے۔ آپؓ کی سرفروشی خیبر کا قلعہ فتح کرنے کے بعد ایک مثال بن گئی۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

اقبال

زورِ حیدرؓ نے ناممکن فتوحات کو ممکن بنایا۔ میدان کربلا میں آپؓ کے فرزند حضرت امام حسینؓ نے حق وصداقت کا پرچم بلند کرنے کے لیے جان کا نذرانہ دے کر آپؓ کے بہادری کے تسلسل کو قائم رکھا۔ اسی لیے پاکستان میں جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنے والوں کو نشانِ حیدر سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ممتاز شاعر وقار انبالوی کا شعر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اِک ضربِ یداللّٰہی، اِک سجدۂ شبیریؓ

نشانِ حیدر کی ساخت

نشانِ حیدر کا میڈل بہت خوب صورت ہے۔ اس میڈل کے پسِ منظر میں قطعہ اراضی کے علاوہ اور بھی مراعات شامل ہیں۔ نشانِ حیدر کی بناوٹ بہت منفرد ہے۔ پانچ نوکوں والے ایک ستارے پر مشتمل ہے جو توپ کی دھات سے بنایا گیا ہے اور اس کے کنارے تانبے اور سفید چاندی نما سخت دھات کے مرکب سے بنائے گئے ہیں۔ اس کا ربن ڈیڑھ انچ چوڑا ہے جو گہرے سبز ریشم کا ہے۔ جب یہ تنہا پہنا جائے تو ربن پر ستارے کی چھوٹی سی ہو بہو شکل لگا دی جاتی ہے۔ نشانِ حیدر حاصل کرنے والوں کی بہادری کے کچھ کارنامے قارئین کا لہو گرم رکھنے کے لیے حاضر ہیں۔

کیپٹن محمد سرور شہید

پنجاب رجمنٹ کی خوش بختی ہے کہ اُس کے بہادر سپوتوں نے ارضِ وطن کے دفاع کے لیے بہادری کی کئی داستانیں رقم کی ہیں۔ پاکستان کو معرضِ وجود میں ابھی ایک سال پورا نہ ہوا تھا کہ ہماری پڑوسی ملک نے اپنی پراگندہ ذہنیت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ کشمیر پر ظلم ڈھانا ہندوؤں کا مرغوب مشغلہ رہا ہے۔ کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ کہنے والوں کے لیے تاریخ کے صفحات حاضر ہیں۔ تاریخ کے کسی دور میں بھی کشمیر بھارت کا حصہ نہیں رہا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد بھارت جنت نظیر کشمیر کو اپنا حصہ گردانتا ہے۔ کشمیر آپریشن کے دوران کیپٹن محمد سرور پنجاب رجمنٹ کی دوسری بٹالین کی ایک کمپنی کے کمانڈر تھے۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ء کو انھوں نے اوڑی سیکٹر میں دشمن کے نہایت مضبوط مورچوں کی طرف پیش قدمی کی۔ ابھی ان کی کمپنی دشمن سے پچاس گز کے فاصلے پر تھی کہ وہ مشین گن، دستی بموں اور مارٹروں کی زبردست فائرنگ کی زد میں آ گئی جس سے پیش قدمی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی اور بہت سا جانی نقصان ہوا۔

اس موقع پر غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیپٹن محمد سرور شہید دشمن کے بازو سے گزر کر اپنی ایک پلاٹون کو دشمن کے بنکروں سے بیس گز سے بھی کم فاصلے تک لے گئے۔ یہاں انھیں خاردار تاروں کا سامنا کرنا پڑا مگر انھوں نے انتہائی دلیرانہ انداز میں دشمن کی مشین گنوں کو دستی بموں کی بوچھاڑ سے خاموش

Marfat.com

کر دیا۔ اس دوران ان کا دایاں بازو زخمی ہو گیا تھا۔ دشمن کی گولیوں کی بوچھاڑ سے ہراساں ہوئے بغیر انھوں نے ایک شہید ساتھی کی برین گن اٹھائی اور دشمن پر گولیاں برسانے لگے۔ وہ اپنے چھ ساتھیوں کو لے کر خاردار تاروں کو کاٹ رہے تھے کہ اس دوران خودکار ہتھیار سے نکلی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ سے اُنھوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اُنھیں ۱۹۵۶ء میں سب سے بڑا فوجی اعزاز ''نشانِ حیدر'' دینے کا فیصلہ ہوا۔ ۳ جنوری ۱۹۶۱ء کو صدرِ پاکستان محمد ایوب خان نے اُن کی اہلیہ کرم جان کو یہ اعزاز عطاء کیا۔ پاکستان کی عسکری تاریخ میں یہ پہلے بہادر سپوت ہیں جنھیں اس اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ کیپٹن محمد سرور شہید ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء موضع سنگھوڑی، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں پنجاب رجمنٹ میں کمیشن حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء میں وہ کمپنی کمانڈر بنائے گئے۔

میجر طفیل محمد شہید

۲، اگست ۱۹۵۸ء کو پاکستانی علاقے برہمن باڑیہ کے ایک سرحدی گاؤں ''لکشمی پور'' پر پڑوسی ملک بھارت نے جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر قبضہ کر لیا اور پھر علاقہ میں مقیم مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کمانڈنگ آفیسر میجر جنرل امراؤ خان وہاں کے شرپسند عناصر کی سرگرمیوں سے بہت نالاں تھے۔ مخدوش حالات میں میجر طفیل محمد کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ بھارتی فوج کو مذکورہ علاقہ سے نکالنے کا اہتمام کریں۔ میجر طفیل محمد نے پنجاب رجمنٹ سے کچھ آدمی منتخب کیے ۵، اگست ۱۹۵۸ء ایک خاص منصوبے کے تحت لکشمی پور سے تین میل دور جلیل پور گاؤں میں ایک میڈیکل پوسٹ قائم کی۔ میجر طفیل نے ۶، اگست ۱۹۵۸ء کو آپریشن کے بارے میں مشاورت کی، اس کے لیے تین بٹالین تیار کی گئیں۔ میجر طفیل نے تیسری بٹالین کی کمان خود سنبھال لی۔

اُنھوں نے سات اگست ۱۹۵۸ء کو راتوں رات پیش قدمی کرتے ہوئے دشمن فوج کا محاصرہ کر لیا۔ پھر اپنے دستوں کو دشمن سے پندرہ گز کے فاصلے پر لے گئے اور عقبی سمت سے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ دشمن سپاہیوں نے مقابل سے فائر کھولا تو سب سے پہلے میجر طفیل محمد اس کی زد میں آئے۔ زخمی ہونے کے باوجود انھوں نے ایک دستی بم پھینک کر دشمن کی مشین گن کو خاموش کر دیا۔ ان کی زندگی کا چراغ پھڑ پھڑا رہا تھا، مگر وہ اپنے ساتھیوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ اسی مرحلے پر دشمن کی ایک مشین گن کے فائر سے ان کے سیکنڈ اِن

Marfat.com

کمانڈر جمعدار محمد اعظم خان شہید ہو گئے۔ میجر طفیل نے گرنیڈ پھینک کر اس مشین گن کو تباہ کر دیا۔ بعد میں دست بدست لڑائی کے دوران انھوں نے دیکھا کہ دشمن چوکی کا کمانڈر دبے پاؤں ان کے ایک جوان پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔ وہ رینگتے ہوئے دشمن کے اس کمانڈر کی طرف بڑھے اور اپنی ایک ٹانگ آگے بڑھا دی۔ دشمن ان کی ٹانگ سے اُلجھ کر لڑکھڑایا۔ میجر طفیل نے اپنا آہنی ''خود'' اس کے چہرے پر دے مارا اور اپنے ساتھی کی جان بچالی۔

میجر طفیل شہید اس وقت تک اپنے دستے کی قیادت کرتے رہے، جب تک دشمن سے مورچہ خالی نہ کرالیا۔ دشمن اس مقام پر چار لاشیں اور تین قیدی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میجر طفیل محمد نے بعد میں زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اُنھیں ۸، اگست ۱۹۵۸ء کو اُن کے گاؤں چک نمبر ۲۵۳/ای بی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اُنھیں پاکستان کے سب سے بڑے عسکری ایوارڈ ''نشانِ حیدر'' سے نوازا گیا۔ ۵ نومبر ۱۹۵۹ء کو صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے کراچی میں منعقدہ ایک تقریب میں میجر طفیل محمد شہید کی صاحبزادی نسیم اختر کو اس اعزاز سے سرفراز کیا۔

میجر طفیل شہید ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء کو ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج جالندھر سے ایف اے کرنے کے بعد وہ فوج میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۴۰ء میں صوبیدار بنے، ۱۹۴۳ء میں سیکنڈ لیفٹیننٹ جب کہ ۱۹۴۴ء میں لیفٹیننٹ کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۴۵ء میں کیپٹن اور ۱۹۴۷ء میں میجر کے عہدے تک آگئے۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں میجر طفیل کو پنجاب رجمنٹ کی سیکنڈ بٹالین کا کمپنی کمانڈر مقرر کیا گیا۔ گلگت میں خدمات انجام دینے کے بعد وہ انفنٹری سکول کوئٹہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔ جون ۱۹۵۸ء میں وہ پاکستان رائفلز مشرقی پاکستان تک آپہنچے۔

میجر عزیز بھٹی شہید

بھارت نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو عالمی اُصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان کی سرزمین پر حملہ کر کے اپنی جارحیت کا ثبوت دیا۔ پوری قوم بھارت کے اس اچانک حملے کا جواب دینے کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ قوم کا ہر فرد اپنے اپنے محاذ پر مجاہد ثابت ہوا۔ میجر عزیز بھٹی اس جنگ میں لاہور سیکٹر کے ''برکی'' علاقہ میں ایک کمپنی کی کمان کر رہے تھے۔ اس کمپنی کی دو پلاٹون بی آر بی نہر کے اس کنارے پر متعین

Marfat.com

تھیں جہاں میجر عزیز بھٹی موجود تھے۔ جب کہ دوسری پلاٹون نہر کے دوسرے کنارے پر متعین تھی۔ میجر عزیز بھٹی نے نہر کے اگلے کنارے پر متعین پلاٹون کے ساتھ آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ ان حالات میں جب دشمن تابڑتوڑ حملے کر رہا تھا اور اسے توپ خانے اور ٹینکوں کی پوری مدد حاصل تھی۔ میجر عزیز بھٹی اور ان کے جوانوں نے آہنی عزم کے ساتھ لڑائی جاری رکھی اور اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہے۔ ۹۔۱۰ ستمبر کی درمیانی رات کو دشمن نے اس سارے سیکٹر میں بھرپور حملے کے لیے ایک پوری بٹالین جھونک دی۔

میجر عزیز بھٹی شہید کو اس صورتِ حال میں نہر کے اپنی طرف کے کنارے پر واپس آنے کا حکم دیا گیا مگر جب وہ راستہ بناتے ہوئے نہر کے کنارے پہنچے، تو دشمن اس مقام پر قبضہ کر چکا تھا۔ انھوں نے ایک انتہائی سنگین حملے کی قیادت کرتے ہوئے دشمن کو اس علاقے سے نکال باہر کیا اور پھر اس وقت تک دشمن کی زد میں کھڑے رہے جب تک ان کے تمام جوان اور گاڑیاں نہر سے پار نہ پہنچ گئیں۔ انھوں نے نہر کے اس کنارے پر اپنی کمپنی کو ازسرِ نو منظم کیا۔ دشمن اپنے چھوٹے ہتھیاروں، ٹینکوں اور توپوں سے بے پناہ آگ برسا رہا تھا مگر میجر عزیز بھٹی اور ان کے جواں ہمت ساتھیوں نے نہ صرف دشمن کی پیش قدمی کو روکے رکھا بل کہ اس کے حملوں کا تابڑتوڑ جواب بھی دیا۔ اسی دوران دشمن کے ٹینک کا ایک گولہ انھیں آ لگا جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی شہید ہوئے۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو صدر محمد ایوب خان نے راجہ عزیز بھٹی کی اہلیہ کو پاکستان کا سب سے بڑا عسکری اعزاز ''نشانِ حیدر'' عطاء کیا۔

میجر راجہ عزیز بھٹی ۶ اگست ۱۹۲۳ء کو ہانگ کانگ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد راجہ عبداللہ بھٹی ہانگ کانگ میں ہی ملازمت کرتے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر وہ ضلع گجرات کے گاؤں ''لادیاں'' واپس آ گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۲۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو پاکستان ملٹری اکیڈمی میں شمولیت کی۔ ۱۹۵۰ء میں راجہ عزیز بھٹی نے پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا اور پنجاب رجمنٹ میں شامل ہوئے۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی میں تربیت کی تکمیل پر ''شمشیر'' اور ''نارمل گولڈ میڈل'' حاصل کیا۔ یاد رہے پاکستان ملٹری اکیڈمی کا یہ پہلا ریگولر کورس تھا جس کی پاسنگ آؤٹ پریڈ کے مہمانِ خصوصی وزیرِ اعظم پاکستان لیاقت علی خان تھے۔ راجہ عزیز بھٹی کو پنجاب رجمنٹ میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کی جگہ حاصل ہوگئی۔ دو سال بعد وہ لیفٹیننٹ پھر کیپٹن اور ۱۹۵۶ء میں میجر کے عہدے تک پہنچ گئے۔ اُنھوں نے کوئٹہ، سیالکوٹ، جہلم اور دیگر علاقہ جات میں خدمات انجام دیں۔ اُنھوں نے سٹاف کالج کینیڈا سے بھی تربیت حاصل کی۔ دسمبر ۱۹۹۶ء میں راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کو

Marfat.com

لاہور کے قریب برکی میں موجود ''اخوان ہائی سکول'' کی ایک تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ سکول ملک معراج خالد کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ وہ نومبر ۱۹۹۶ء سے فروری ۱۹۹۷ء تک پاکستان کے نگران وزیرِ اعظم رہے۔ احباب کے بتانے پر پتا چلا کہ بی آر بی نہر کے قریب میجر عزیز بھٹی کا مقامِ شہادت ہے۔ بی آر بی نہر کے کنارے اُن کے جائے شہادت پر سائبان کے بغیر ایک مسجد ہے جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس مقام پر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے افسوس ہوا کہ نشانِ حیدر کے حامل عزیز بھٹی کا مقامِ شہادت آج جنگلی جانوروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ شاہینوں کے شہر سرگودھا میں ''میجر راجہ عزیز بھٹی ٹاؤن'' بنایا گیا ہے۔ عزیز بھٹی چوک اور عزیز بھٹی ٹاؤن تک پہنچنے والے احباب اُن کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ عزیزِ گرامی ارشاد احمد اصلاحی نے یہ ٹاؤن آباد کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

میجر محمد اکرم شہید

جنرل یحییٰ خان کی نگرانی میں دسمبر ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان اور پاکستان پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ حصولِ اقتدار کی جنگ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پڑوسی ملک بھارت نے مشرقی پاکستان کو اپنے نشانے پر رکھا۔ مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کے نکات اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کرسی اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔ بھارت نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نومبر ۱۹۷۱ء میں ہماری سرحدوں پر یلغار کر دی۔

جنگ کے آغاز پر میجر محمد اکرم ضلع ہلی (مشرقی پاکستان) میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی ایک کمپنی کی قیادت کر رہے تھے۔ دشمن کی فضائیہ، توپ خانے اور بکتر بند دستوں کی لگاتار یلغاروں کی زد میں رہتے ہوئے ان کی کمپنی نے دشمن کے ہر حملے کو روکے رکھا اور اسے پاکستان کی سرزمین پر ایک انچ بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ حتیٰ کہ دشمن بھرپور حملے کے ارادے سے پوری بریگیڈ کی نفری لے کر جسے ٹینکوں کی بھرپور مدد حاصل تھی، ان کی کمپنی پر چڑھ آیا تا کہ ہمارے دفاع کو توڑتے ہوئے بیسویں ماؤنٹین ڈویژن کے لیے راستہ بنا سکے مگر دشمن کی تعداد اور اسلحہ کی فراوانی کے باوجود میجر محمد اکرم شہید اور ان کے بہادر ساتھیوں نے اسے پیش قدمی سے روکے رکھا۔

میجر محمد اکرم، آگ کے تند و تیز سیلاب کے سامنے بے مثال جرأت و استقامت سے آخر دم تک لڑتے رہے اور اپنے فرض کی تکمیل کے لیے جس انداز میں جان کا نذرانہ پیش کیا وہ لازوال روایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُنھوں نے ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو دیناج پور مشرقی پاکستان کے محاذ پر جامِ شہادت نوش کیا۔ اُن کی آخری

Marfat.com

گاہ بنگلہ دیش میں بوگرہ کے مقام پر ہے۔ ایوانِ صدر میں منعقدہ تقریب ۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء کو اُن کی والدہ مسماۃ احسان بی بی نے نشانِ حیدر کا یہ اعزاز وصول کیا۔

میجر محمد اکرم شہید ۴، اپریل ۱۹۳۸ء کو ڈنگہ، ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ نویں جماعت کے بعد فوج میں رنگروٹ بھرتی ہوئے۔ فوج کا خصوصی امتحان پاس کر کے لانس نائیک ہو گئے۔ ۱۹۶۱ء میں ریگولر کمیشن کے لیے منتخب ہوئے۔ تعلیمی معیار پر پورے نہ اُترنے کے باوجود، دوسرے اوصاف کی بنا پر جلد ہی کیڈٹ سارجنٹ بنا دیے گئے۔ ۱۹۶۳ء میں کمیشن حاصل کیا اور فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں شامل ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں کیپٹن کے عہدے پر فائز ہو کر بھارت کے خلاف اپنی بہادری اور پیشہ ورانہ مہارت کا اظہار کیا۔ ۷ جولائی ۱۹۶۸ء میں محمد اکرم کو مشرقی پاکستان ۴ فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں کمپنی کمانڈر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں اُنھیں میجر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ اُنھوں نے نامساعد حالات میں اپنی عسکری ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔ جرأت و بہادری کی ایسی مثالیں چھوڑیں جو آج کے نوجوانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

میجر شبیر شریف شہید

۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستانی فوج کو کئی محاذوں پر لڑنا پڑا۔ مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی، بھارتی فوج اور شدت پسند عناصر کے خلاف ایک فوج برسرِ عمل تھی۔ اپنوں کی سازشوں نے ہمارے پاؤں زخمی کیے۔ مغربی محاذ پر بھارت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جونہی بھارت نے مشرقی محاذ کے بعد مغربی محاذ پر یلغار شروع کی تو وطن کے سرفروشوں نے سروں سے کفن باندھ کر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے والوں میں میجر شبیر شریف سرِفہرست ہیں۔

۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو میجر شبیر شریف شہید سلیمانکی سیکٹر میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی ایک کمپنی کی قیادت کر رہے تھے۔ ان کو ایک اُونچے بند پر قبضہ کرنے کی مہم سونپی گئی جہاں سے دو گاؤں گورمکھ کھیڑہ اور بیری والا زد میں آسکتے تھے۔ ان مقامات پر دشمن نے آسام رجمنٹ کی ایک کمپنی سے زائد نفری متعین کر رکھی تھی، جس کی فوری مدد کے لیے ٹینکوں کا ایک ''سکواڈرن'' بھی موجود تھا۔ میجر شبیر شریف کو اس پوزیشن تک پہنچنے کے لیے پہلے دشمن کی بارودی سرنگوں کے علاقے سے گزرنا اور پھر ۳۰ فٹ چوڑی اور ۱۰ فٹ گہری ایک دفاعی نہر کو تیر کر عبور کرنا تھا۔

دشمن توپ خانے کی شدید گولہ باری کے باوجود میجر شبیر شریف نے یہ مشکل مرحلہ طے کیا اور اپنی کمپنی کی قیادت کرتے ہوئے دشمن پر سامنے سے ٹوٹ پڑے اور ۳ دسمبر کی شام تک دشمن کو اس کی قلعہ بندیوں

Marfat.com

سے باہر نکال دیا۔ گھمسان کے اس معرکے میں دشمن کے ۴۲ سپاہی مارے گئے اور ۲۸ قیدی بنا لیے گئے۔ اس حملے میں دشمن کے چار ٹینک بھی تباہ ہوئے۔ اگلے تین دن اور تین راتوں میں بھارت بار بار جوابی حملے کرتا رہا مگر میجر شبیر شریف اور ان کے دلیر ساتھیوں نے ان حملوں کو پسپا کر دیا۔ ۵ اور ۶ دسمبر کی درمیانی رات کو میجر شبیر شریف اچانک کود کر اپنے مورچے سے باہر نکل آئے اور ۴ جاٹ رجمنٹ کے کمپنی کمانڈر کو ہلاک کر کے اہم دستاویزات اپنے قبضے میں لے لیں۔ ۶ دسمبر کی دوپہر کو دشمن کے ایک اور حملے کا دفاع کرتے ہوئے میجر شبیر شریف اپنے توپچی کی اینٹی ائر کرافٹ گن سے دشمن کے ٹینکوں پر گولہ باری کر رہے تھے کہ دشمن کے ٹینک کا ایک گولہ انھیں لگا اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ اُنھیں لاہور کے میانی صاحب قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ۳ فروری ۱۹۷۷ء ایوانِ صدر اسلام آباد میں منعقدہ ایک تقریب میں اُن کی اہلیہ نے نشانِ حیدر وصول کیا۔

میجر شبیر شریف ۲۸ اپریل ۱۹۴۳ء کو کنجاہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ۱۹، اپریل ۱۹۶۴ء کو فوج میں کمیشن حاصل کیا اور فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں متعین کیے گئے۔ اُنھوں نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بہادری کے جوہر دکھا کر ستارۂ جرأت حاصل کیا۔ چھمب جوڑیاں کے محاذ پر اُنھوں نے بھارت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اس بہادر خاندان سے تعلق رکھنے والے کئی لوگ پاک فوج کا حصہ ہیں یہ امر باعثِ پُرمسرت ہے کہ میجر شبیر شریف کے بھائی جنرل راحیل شریف ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء کو چیف آف دی آرمی سٹاف کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اُنھوں نے نہایت دلیری اور بہادری سے قوم کو مثبت راہ پر گامزن کیا۔ وزیرستان میں دہشت گردوں کے خلاف آپریشن ضربِ عضب اُن کے اہم ترین کارناموں میں شامل ہے۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کے سانحہ پشاور کے بعد نیشنل ایکشن پلان اُن کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کو ائیر ہیڈ کوارٹر پر حملے کے بعد اُنھوں نے جو اقدامات کیے وہ قابلِ تحسین ہیں۔ مزید برآں ۲۶، اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز پیر کو شدید زلزلے کے بعد زلزلہ متاثرین کو امداد بہم پہنچانے میں اُن کا کردار قابلِ ستائش ہے۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید

پائلٹ آفیسر راشد منہاس نشانِ حیدر حاصل کرنے والے پاک فضائیہ کے واحد فرد ہیں۔ ۲۰، اگست ۱۹۷۱ء کو جب راشد منہاس ابھی زیرِ تربیت تھے، اپنی معمول کی پرواز کے لیے جہاز کو رن وے پر لے جا رہے تھے کہ ایک غدار انسٹرکٹر مطیع الرحمٰن ان کے جہاز میں زبردستی گھس آیا اور کنٹرول ہاتھ میں لے کر جہاز فضا میں بلند

Marfat.com

کر دیا۔ جونہی راشد منہاس کو اس بات کا احساس ہوا کہ مداخلت کرنے والا انسٹرکٹر دشمن ملک کا رخ کر رہا ہے تو انھوں نے جہاز کے کنٹرول کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی مگر انسٹرکٹر کے تجربے اور مہارت کے سامنے ان کی کوشش کارگر نہ ہوسکی اور جب راشد منہاس کو اپنی کوئی کوشش بارآور ہوتی نظر نہ آئی تو انھوں نے وطن کی خاطر اپنی زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ جہاز کے کنٹرول پر کچھ اس طرح جھپٹے کہ انسٹرکٹر بے بس ہوگیا اور طیارہ سرحد سے ۳۲ میل ادھر گر کر تباہ ہوگیا۔ اس طرح انھوں نے پاک فضائیہ اور پاکستان کے وقار کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے نشانِ حیدر کا اعلیٰ ترین اعزاز حاصل کیا۔ شہید راشد منہاس (نشانِ حیدر) ۲۱ راگست ۱۹۷۱ء کو زیرِ زمیں منتقل ہوگئے تاکہ شہید کے لہو سے وہاں بہادری کے پھول اُگتے رہیں۔ یاد رہے راشد منہاس ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد عبدالحمید منہاس پاکستان آرمی میں گیریژن انجینئر رہ چکے۔ راشد منہاس نے سینٹ میری سکول راولپنڈی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں پی اے ایف اکیڈمی رسال پور میں داخلہ لیا اور مارچ ۱۹۷۱ء میں اپنی تربیت مکمل کی۔ بعدازاں مزید تعلیم کے لیے کراچی آگئے۔ ۱۵، اگست ۱۹۷۱ء کو انھوں نے اپنی آخری تربیت مکمل کی اور باقاعدہ طور پر پائلٹ آفیسر بن گئے۔

سوار محمد حسین شہید

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاک فوج کو کئی محاذوں پر لڑنا پڑا۔ ہمارے جاں نثاروں نے بھارت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنگ کے آغاز ہی سے پاکستان بھارت پر چھایا رہا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارتی حملوں میں بہت شدت رہی۔ حملوں میں بھارت کو بہت سا جانی و مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔ فوج کا ایک اِک سپاہی اپنے محاذ پر سینہ سپر رہا۔ سوار محمد حسین کا شمار بھی ایسے ہی بہادر سپوتوں میں ہوتا ہے جنھوں نے دفاعِ پاکستان کے لیے جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے آغاز ہی سے سوار محمد حسین ۲۰ لانسرز میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔

اس دوران انھوں نے یونٹ کے ہر معرکے میں غیر معمولی گرم جوشی سے حصہ لیا۔ کتنا ہی پر خطر مرحلہ کیوں نہ ہو، وہ مشین گن سنبھال لیتے اور دشمن پر آگ برسانے لگتے۔ ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ظفروال اور شکرگڑھ کے محاذ پر دشمن کے ٹینکوں کی گولہ باری کے باوجود ایک اِک مورچے میں جا کر جوانوں کو گولہ بارود پہنچاتے رہے۔ لڑاکا گشتی دستوں کے ہمراہ کٹھن اور پر خطر مہمات پر بھی جاتے رہے۔ اسی دوران انھوں نے دشمن

Marfat.com

کو موضع ''ہرڑ خورد'' کے قریب بارودی سرنگوں کے قریب مورچے کھودتے دیکھا۔ انھوں نے دشمن کی اس کارروائی کی اطلاع اپنی یونٹ کے سیکنڈ ان کمانڈ کو فوراً پہنچا دی۔ پھر وہ یونٹ کے ہر ٹینک شکن توپ کے پاس پہنچے اور اس سے دشمن کے ٹینکوں پر فائر کرواتے رہے جس کے نتیجے میں دشمن کے ۱۶ ٹینک تباہ ہو گئے۔ ۱۰ دسمبر کی سہ پہر چار بجے جب سوار محمد حسین اپنے ایک ''ریکائل لیس رائفل بردار'' کو دشمن کے ٹھکانے دکھا رہے تھے کہ ایک ٹینک سے مشین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ نے ان کا سینہ چھلنی کر دیا اور وہ میدانِ جنگ میں شہادت کے عظیم رتبے کے مستحق ٹھہرے۔

۱۰ دسمبر کو جامِ شہادت نوش کرنے والے سوار محمد حسین کو اگلے روز پہلے شکر گڑھ میں امانتاً دفن کیا گیا پھر ڈھوک محمد حسین جنجوعہ میں اُن کا جسدِ خاکی سپردِ خاک کیا گیا۔ ۳ فروری ۱۹۷۷ء ایوانِ صدر اسلام آباد میں منعقدہ ایک خاص تقریب میں اُن کی اہلیہ نے نشانِ حیدر کا یہ اعزاز وصول کیا۔ ستمبر ۱۹۶۶ء کو فوج میں بھرتی ہوئے اور ڈرائیونگ کی تربیت حاصل کی۔ سوار محمد حسین کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ بحیثیت سوار نشانِ حیدر پانے والے پہلے جوان ہیں۔

لانس نائیک محمد محفوظ شہید

۱۹۷۱ء کی جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسران تک سب نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوطِ ڈھاکہ کے باوجود بھارت نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ لانس نائیک محمد محفوظ ایسے جوانوں نے اپنے مورچے سنبھالنے میں تساہل سے کام نہ لیا۔ وہ پنجاب رجمنٹ کی ''اے کمپنی'' سے وابستہ تھے۔ یہ کمپنی واہگہ اٹاری سیکٹر پر متعین تھی۔ ۱۷ اور ۱۸ دسمبر کی درمیانی شب کو ان کی کمپنی کو پل کنجری نامی گاؤں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا گیا جو اسی سیکٹر پر واقع تھا۔ اس حملے میں لانس نائیک محفوظ کی پلاٹون نمبر ۳ ہراول دستے کے طور پر سب سے آگے تھی۔ اس لیے اسے دشمن کے خودکار ہتھیاروں کی فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ جب یہ کمپنی دشمن کی پوزیشن سے کوئی ستر گز کے فاصلے پر تھی تو سامنے اور پہلو سے دشمن کے خودکار ہتھیاروں کی مسلسل فائرنگ کے سبب اسے مجبوراً پیش قدمی روکنا پڑی۔ پو پھٹتے ہی دشمن نے توپوں کے دہانے بھی کھول دیئے۔ لانس نائیک محمد محفوظ بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ ایک مرحلے پر جب ان کی مشین گن دشمن کے ایک گولے کی ضرب سے تباہ ہو گئی تو وہ اپنے ایک شہید ساتھی کی ہلکی مشین گن اٹھا کر دشمن کے اس

Marfat.com

مورچے کی طرف بڑھے جہاں سے آتی ہوئی خودکار اسلحہ کی فائرنگ سے ان کی کمپنی کو مسلسل نقصان پہنچ رہا تھا۔ ان کی دونوں ٹانگیں شدید زخمی تھیں لیکن وہ برابر فائرنگ کرتے اور اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے دشمن کے بنکر کی طرف آگے بڑھتے رہے۔ بنکر کے دہانے پر پہنچ کر یہ زخمی مجاہد قوتِ ایمانی کے بل پر اُٹھ کھڑا ہوا اور دشمن پر جھپٹ پڑا۔ اسی اثنا میں ایک گولی آکر لگی اور مشین گن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ انھوں نے ایک بھارتی سپاہی کو قابو میں لے کر گلا دبانا شروع کر دیا، مگر قریب کھڑے دوسرے دشمن فوجی نے سنگین مار کر انھیں شہید کر دیا۔ جنگ بندی کے بعد دشمن فوج کے کمانڈر نے گفتگو کے دوران اعتراف کیا کہ لانس محفوظ کی سی بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ اس سے قبل شاید ہی دیکھنے میں آیا ہو۔ لانس نائیک محمد محفوظ شہید کو ''محفوظ آباد'' میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء اُن کے والدِ گرامی مہربان خان نے اُن کا نشانِ حیدر وصول کیا۔

لانس نائیک محمد محفوظ شہید ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو پنڈ ملکاں (اب محفوظ آباد) ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو بری فوج میں بھرتی ہوئے۔ اُن کی سپاہیانہ زندگی پر اہلِ وطن کو بہت فخر ہے۔

کیپٹن کرنل شیر خان شہید

کیپٹن کرنل شیر خان معرکۂ کارگل میں جرأت مندی، بیباکی اور دلیری کا ایک انمول پیکر بن کر اُبھرے۔ لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ گلتری اور مشکوہ سیکٹر میں انھوں نے بہادری کی بے پناہ مثالیں رقم کیں۔ محاذِ جنگ کی اگلی دفاعی لائنوں میں انھوں نے ایک عسکری قائد کی حیثیت سے جو ذاتی مثالیں قائم کیں وہ ان کے جوانوں کے لیے قابلِ تقلید اور مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔ انھوں نے دشمن پر کئی بار کاری ضربیں لگائیں۔ معرکۂ کارگل سے قبل کیپٹن کرنل شیر خان نے گلتری میں ۱۵ سے ۱۷ ہزار فٹ بلند اور برف پوش چٹانوں پر پانچ فوجی چوکیاں قائم کیں اور ان کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ کیپٹن کرنل شیر خان کی قائم کردہ ان چوکیوں نے بالآخر دشمن کے تمام جارحانہ عزم کو ناکام بنا دیا۔

سات/ آٹھ جون ۱۹۹۹ء کی درمیانی شب دشمن کی ایک بٹالین نے کیپٹن کرنل شیر خان کی پوسٹ کے پیچھے نفوذ کی کوشش کی۔ کیپٹن کرنل شیر خان نے دشمن کے ان ارادوں کو بھانپا اور بے مثال جرأت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے دشمن کی موثر ناکہ بندی کی جس کی بدولت اُسے بھاری جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔ آٹھ جون کو اس مایۂ ناز فرزند کی عقابی آنکھ نے بھانپ لیا کہ دشمن پتھریلی چٹانوں کے پیچھے چھپا ہوا اور تازہ کمک کا انتظار کر

Marfat.com

رہا ہے۔ کیپٹن کرنل شیر خان نے فوراً سیکشن نفری پر مشتمل ایک لڑاکا گشت ترتیب دی، خود اس کی قیادت کی اور حملے کی تیاری میں مصروف دشمن پر رات کو چھاپہ مار کر اس کے ۴۰ سے زائد سپاہیوں کو ڈھیر کر کے دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچادیا۔ کرنل شیر خان اپنے لڑاکا گشت کو بحفاظت اپنی پوسٹ پر لے آیا۔ پانچ جولائی کو دشمن نے دو بٹالین کی نفری سے کیپٹن کرنل شیر خان کی پوسٹ پر کئی اطراف سے حملہ کر دیا۔ توپ خانے کی بے پناہ گولہ باری سے شروع ہونے والا دشمن کا یہ حملہ وقفوں وقفوں سے جاری رہا۔ دشمن نے کیپٹن کرنل شیر خان کی پوسٹ کا کچھ حصہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ اپنی تمام تر بے سروسامانی اور قلیل سپاہ کے باوجود کیپٹن کرنل شیر خان فوراً جوابی حملہ کرتے ہوئے دشمن پر بے خوفی سے ٹوٹ پڑے اور اپنے کھوئے ہوئے علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس حملے کے دوران دشمن کی مشین گن کے فائر سے کیپٹن کرنل شیر خان شدید زخمی ہو گئے اور گہرے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی جیتی ہوئی چوکی پر شہادت کی حتمی منزل کو پالیا۔ اس نوجوان افسر کا ہر عمل بے خوفی کی ایسی داستان تھا جو اس کی عسکری پہچان بن گیا۔ جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا اس کے لہو کو گرم رکھنے کا ایک بہانہ تھا اور شیر اس کا ایسا نام تھا جو صفاتی اعتبار سے اس کے شایانِ شان تھا۔ ان کے اس کارہائے نمایاں، شجاعت اور دلیری کی بے مثل خوبیوں کے باعث انھیں نشانِ حیدر کا اعزاز عطا کیا گیا۔ راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کے ایک عزیز راشد حبیب جو کہ کرنل شیر خان کی یونٹ میں خدمات انجام دے رہے ہیں نے ایک ملاقات پر بتایا کہ جامِ شہادت نوش کرنے سے قبل کرنل شیر خان کھانا کھاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ ''آج میں نہیں یا دشمن نہیں۔'' یاد رہے اُن کی شہادت کی پہلی خبر زی ٹی وی نے نشر کی۔

کیپٹن کرنل شیر خان پیدائشی مجاہد تھا۔ اُس کے نام کے ساتھ کرنل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُسے فوج سے انتہا کا عشق تھا۔ وہ ایک بہادر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ کیپٹن شیر خان شہید صوابی سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قصبہ فوجوں آباد میں ۱۹۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ کیپٹن شیر شہید کے دادا خاں غالب بھی عسکری جرات کا مظاہرہ ۱۹۴۸ء میں کر چکے تھے۔ خاں غالب اس دستے میں شامل تھے جس نے سری نگر ایئر پورٹ پر قبضہ کر رکھا تھا اور جب پاکستان کی فوجیں مقبوضہ کشمیر سے واپس بلائی گئیں تو خان غالب کو کشمیر کے آزاد نہ ہونے کا بہت دکھ ہوا۔ خان غالب کا ایک بیٹا خورشید خان کاشتکار تھا۔ کرنل شیر خان اُسی کے ہاں پیدا ہوا۔ کشمیر کی آزادی کے متمنی دادا نے اپنے پوتے کا نام کرنل شیر خاں رکھا۔ گویا دادا نے پوتے کو پیدا ہوتے ہی کرنل بنا ڈالا۔ یوں کرنل شیر خان رفتہ رفتہ بہادری کی تصویر بن گیا۔ کرنل شیر خان کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں

Marfat.com

۔کیپٹن کرنل شیر خان شہید نے اپنی ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول فردوس آباد چار باغ میں حاصل کی۔ انھوں نے میٹرک ۱۹۸۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول نواں کلی سے امتیازی پوزیشن میں پاس کیا۔شیر خان کے اہل خانہ اور دوستوں کا کہنا ہے کہ کیپٹن کرنل شیر خان شہید ہر ایک سے شائستہ زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ اُنھیں پاکستان سے جذباتی محبت تھی۔ وہ وطن کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے روادار نہ تھے۔ ۱۹۸۷ء میں اُنھوں نے ڈگری کالج صوابی سے ایف ایس سی کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ تاہم امتحان کے رزلٹ سے قبل ہی اُنھوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو بحیثیت ایئر مین پاک فضائیہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ ایک سال کوہاٹ میں تربیت مکمل کرنے کے بعد ان کی پوسٹنگ رسالپور میں ہوئی۔ بعدازاں انھوں نے ۱۹۸۸ء میں پہلی بار پی ایم اے کے لیے درخواست دی تھی۔ دوبارہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لیکن باہمت کرنل شیر خان کے ہاں ناکامی کا لفظ نہیں تھا۔ وہ ۱۹۹۰ء میں تیسری بار امتحان دے کر کمیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پاسنگ آؤٹ پریڈ کے بعد وہ اوکاڑہ چھاؤنی میں خدمات انجام دیتے رہے۔ دو سال کے بعد وہ کیپٹن کے درجے تک پہنچ گئے۔ اپنے پیشے سے محبت اور عشق کے بل بوتے پر اُنھوں نے فوج میں وہ مقام حاصل کیا جو بہت کم لوگوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔

حوالدار لالک جان شہید

۱۹۹۹ء کی کارگل جنگ بھی ۱۹۷۱ء کی طرح بھارتی جارحیت کا شاخسانہ تھی۔ بھارت نہ قابلِ بیان نقصان کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ پرویز مشرف اور میاں نواز شریف کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کارگل معرکہ کا عمل دخل ہے۔ اس کارگل معرکہ میں پاکستانی افواج نے دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ مئی ۱۹۹۹ء کو جو معرکہ شروع ہوا وہ کافی عرصہ تک وقفے وقفے کے ساتھ جاری رہا۔ اس معرکہ میں حوالدار لالک جان شہید ناردرن لائٹ انفنٹری کے بے باک، نڈر اور بہادر فرزند کی مانند ابھر کر سامنے آئے۔ انھوں نے اپنے وطن کی آن اور بقاء کی خاطر ایسے دلیرانہ اقدام کیے جن کی مثال شاذونادر ہی ملتی ہے۔ بحیثیت ایک جونیئر لیڈر انھوں نے اپنے جرأت مندانہ اقدامات کی بدولت دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچایا اور اس کے متعدد حملے پسپا کر دیے۔ اپنے فرائض کی انجام دہی میں انھوں نے اپنے تن من کی بازی لگا دی۔ مئی ۱۹۹۹ء میں جب یہ معلوم ہوا کہ دشمن ایک بڑے زمینی حملے کی تیاری کر رہا ہے تو حوالدار لالک جان جو اس وقت کمپنی ہیڈ کوارٹرز میں فرائض انجام دے رہے تھے، اگلے مورچوں پر جانے کا

Marfat.com

اصرار کیا اور ایک انتہائی مشکل اور دشوار گزار پہاڑی پر دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے کمر باندھ لی۔ جون کے آخری ہفتے میں بھارت نے حملے تیز کر دیے ایک رات دشمن کی ایک بٹالین کی نفری نے حوالدار لالک جان کی چوکی پر بھرپور حملہ کیا۔ حملے کے دوران حوالدار لالک جان اپنی جان سے بے نیاز ہو کر مختلف پوزیشنوں سے دشمن پر فائر گراتے اور ہر مورچے میں جا کر جوانوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ رات بھر حملہ جاری رہا۔ لالک جان اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کے تمام ارادوں کو ناکام بنا دیا اور صبح تک دشمن لاشوں کے انبار چھوڑ کر پسپا ہو گیا۔ دوسری رات مزید کمک حاصل کرنے کے بعد دشمن نے ایک بار پھر مختلف اطراف سے حملہ کیا لیکن زیرک حوالدار لالک جان نے اس رات بھی بے باکی اور جرأت مندی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اس حملے کو بھی ناکام بنا دیا اور دشمن کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ۷ جولائی کو بھارت نے حوالدار لالک جان کی پوسٹ پر توپ خانے کا بھرپور فائر کیا۔ سارا دن گولوں کی بارش کرتا رہا اور رات کو ایک بار پھر ان کی پوسٹ پر تین اطراف سے حملہ کیا۔ اس حملے کے دوران دشمن کی گولہ باری سے حوالدار لالک جان شدید زخمی ہو گئے لیکن کمپنی کمانڈر کے اصرار کے باوجود اپنی پوسٹ پر زخمی حالت میں بھی ڈٹے رہے اور دشمن سے مقابلہ جاری رکھا۔ انھوں نے دشمن کے اس حملے کو بھی ناکام بنا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی پوسٹ پر ہی شہید ہو گئے۔ حوالدار لالک جان شہید نے جس دلیری بے باکی اور جرأت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے مورچے کا بھرپور اور آخری وقت تک دفاع کیا اور دشمن کے پے در پے حملے کو پسپا کیا۔ اس کی مثال کم کم ہی نظر آتی ہے۔ ۶ جولائی ۱۹۹۹ء کو بھارت کی ۱۸ بٹالین نے بھرپور حملہ کیا جس میں صوبیدار سکندر سمیت ۷ جوان شہادت کے مرتبہ پر فائض ہوئے۔ لالک جان اپنے ۴ جوانوں کی قیادت کرتے رہے۔ اُنھوں نے تازہ دم ساتھیوں کے ہمراہ دشمن پر جرأت اور بہادری سے اس طرح حملہ کیا کہ اُن کے مورچے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ ۸ جولائی کو وہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

حوالدار لالک جان کے ان دلیرانہ اقدامات، ان کی بے باکی، حوصلہ مندی اور جذبہ شہادت کے اعتراف میں ۱۳، اگست ۱۹۹۹ء کو حکومت نے اُن کے لیے نشان حیدر کا اعلان کیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۹ء کو حوالدار لالک جان کا جسدِ خاکی گولیوں سے چھلنی منظر عام پر آیا اور اُسی روز وہ آسودۂ خاک ہوئے۔ صدر رفیق تارڑ نے اُن کا یہ اعزاز، اُن کے بھائی کے سپرد کیا۔ حوالدار لالک جان ۱۵ فروری ۱۹۶۸ء کو ہندور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد وہ فوج میں بھرتی ہوئے سماجی کاموں میں گہری دلچسپی لینے کی وجہ سے علاقہ بھر میں بہت مقبول تھے۔

Marfat.com

نائیک سیف علی جنجوعہ شہید

نائیک سیف علی جنجوعہ ہلالِ کشمیر (مساوی نشانِ حیدر) ۲۵ اپریل ۱۹۲۲ء کو موضع کھنڈہار سابق تحصیل مینڈر (کشمیر) حال تحصیل نکیال (فتح پور) میں پیدا ہوئے۔ سیف علی جنجوعہ شہید ۱۸ برس کی عمر میں فوج سے وابستہ ہوئے اور مختلف ممالک میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۸ء میں آزاد کشمیر رجمنٹ کو منظم کر کے ایک باقاعدہ فورس میں تبدیل کیا گیا تو سیکنڈ حیدری فورس یعنی 18 آزاد کشمیر (ریگولر فورس) کو کیپٹن محمد شیر خان کی قیادت میں دے دیا گیا۔ یہ فورس ابتدا میں چھ پلاٹونوں پر مشتمل تھی۔ جن میں سے ایک پلاٹون کے کمانڈر نائیک سیف علی جنجوعہ تھے۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو علاقہ کھنڈہار، تحصیل مینڈھر، ضلع پونچھ کے اہم اور حساس فوجی مقام ''پیر کلیوہ'' پر تعینات ان کی کمپنی نے دشمن کے ایک بریگیڈ کا حملہ ناکام بنا کر اسے ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ نائیک سیف علی شہید کی پوسٹ پر دشمن نے پیدل فوج، توپ خانے، ہلکے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی مدد سے حملہ کیا مگر ان کی جرأت اور بہادری کے سامنے دشمن کی مادی قوت بے اثر رہی۔ سارا دن لڑائی کے بعد دشمن نے پیر کلیوہ کو دیگر دفاعی چوکیوں سے الگ تھلگ کر دیا اور ہر سمت سے دباؤ بڑھانے کے باوجود اسے کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ نائیک سیف علی جنجوعہ شہید جرأت مند سپاہی، باحوصلہ جونیئر لیڈر اور سرزمینِ کشمیر کے بہادر فرزند تھے۔ شہادت سے قبل انھوں نے اپنی مشین گن سے دشمن کا ایک ہوائی جہاز مار گرایا اور پیش قدمی کے تمام راستوں کے سامنے چٹان بن گئے۔ نائیک سیف علی دورانِ جنگ دشمن کی توپ کا گولہ لگنے سے شہید ہوئے۔ نائیک سیف علی نے جس جرأت، دلیری اور ہمت سے یہ معرکہ انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں سر کیا۔ اس کے اعتراف میں حکومت آزاد کشمیر نے انھیں عسکری اعزاز ''ہلالِ کشمیر'' عطا کیا۔ یہ اعزاز پاکستان کے اعلیٰ ترین فوجی اعزاز نشانِ حیدر کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

بھارت کی فوجی تیاریوں کا تسلسل

قیامِ پاکستان سے اب تک بھارت اپنے دفاعی اخراجات میں اضافہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ سرحدی خلاف ورزیوں، لائن آف کنٹرول پر جھڑپوں، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء، سیاچن، کارگل اور کشمیری محاذ پر گولہ باری، پاکستان کی اندرونی صورت حال خراب کرنے پر وہ اپنے بجٹ کا خطیر حصہ صرف کر رہا ہے۔

عالمی میڈیا کی توجہ ہٹانے کے لیے بھارت بہت سا سرمایہ لگا کر اپنی انا کی تسکین کرتا ہے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکن ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردی کے بعد بھارت پاکستان کے خلاف زہر اُگلتا رہتا ہے۔ امریکہ اور اُس کے حلیف جماعتوں کے ساتھ بھی بھارت کے روابط بڑھتے جا رہے ہیں۔ امریکی صدر اُبامہ کی بھارت یاترا کے بعد جو بیانات اخبارات کی زینت بنے ہیں اُن میں اس بات کی پوری وضاحت ہے کہ امریکہ بھارت کو مضبوط اور مستحکم دیکھنا چاہتا ہے جب کہ امریکہ کی افغانستان چڑھائی کے بعد پاکستان کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔ ہمارا اندرونی محاذ کمزور ہوا۔ افغانستان میں مقیم طالبان نے پاکستان کو خصوصی نشانہ بنایا۔ پاکستان دہشت گردی کی اماجگاہ بن گیا۔ وزیرستان کے گردونواح میں دہشت گردی کے خلاف جو آپریشن ہوئے اُن میں بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کی مداخلت کھل کر سامنے آئی۔ بلوچستان میں دہشت گردی کی وجہ سے ہزاروں جنازے اُٹھ چکے ہیں۔ کراچی میں بھارتی مداخلت کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ عالمی خفیہ اداروں کے مطابق کراچی میں مقیم کئی سیاسی کارکنوں کو بھارت سے امداد ملتی رہی۔

دورمت جایئے ۱۲ نومبر ۲۰۱۵ء کو دیوالی کے موقع پر کراچی میں منعقدہ تقریب میں ہندوؤں کی تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اقلیتی برادری میں ہندوؤں کی تعداد کتنی زیادہ ہے۔ ہماری خفیہ ایجنسیوں نے بھی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ کراچی کو لہو رنگ کرنے میں بھارت کا ہاتھ ہے۔ وزیرِ داخلہ سرتاج عزیز نے اقوامِ متحدہ، امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک کو بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کی مداخلت کے شواہد پیش کر دیے ہیں۔ ۲۰۱۴۔۲۰۱۵ء میں یہ مداخلت زوروں پر رہی۔ نریندر مودی کی حکومت نے پاکستان کو دھمکیوں، سرحدی خلاف ورزیوں کے تحائف دے کر اپنا چہرہ بے نقاب کیا ہے۔ ۱۳ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک جب نریندر مودی نے برطانیہ کا دورہ کیا تو برطانوی عوام اور وہاں پر مقیم پاکستانیوں اور ہندوستانیوں نے نریندر مودی کو

Marfat.com

احتجاجی جلسے جلسوں میں نہ صرف ہٹلر قرار دیا بل کہ اُسے دشمنِ انسانیت کے خطاب سے بھی نوازا۔ نریندر گورنمنٹ میں انتہا پسند ہندو تنظیم ''شیو سینا'' نے پاکستان دشمنی کا کھلے عام مظاہرہ کرتے ہوئے کھیلوں، ثقافتی میلوں، تجارتی وفود کے خلاف جو انداز اپنایا، اُس نے شیوسینا اور نریندر مودی کے عزائم سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔

بھارت کا ایٹمی پروگرام ایک عرصہ سے جاری تھا جس کے جواب میں پاکستان نے ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی تجربہ کر کے بھارت کے ایٹمی پروگرام کا جواب دیا۔ اس کے علاوہ جنوبی ایشیاء میں عسکری بالادستی ظاہر کرنے کے لیے بہت سے میزائلوں کے تجربات کیے۔ پرتھوی، اگنی، ترشول، ناگ، آگاش، براہموس، بیلسٹک اور کئی دیگر میزائلوں نے پاکستانی علاقہ جات نشانے پر کر رکھے ہیں۔ روسی ساخت کی آب دوزوں کو کروز میزائلوں سے مزین کر دیا ہے۔ سپر سانک براہموس، کروز میزائل بھارت کی آب دوزوں پر نصب ہیں۔ بھارتی انکل امریکہ نے میزائل شکن پیٹریاٹ نظام پیشگی وارننگ سسٹم جنگ میں استعمال ہونے والا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم بھارتی کے سپرد کیا ہے۔ الحمدللہ! پاکستان کے شاہین، ابدالی، غزنوی، غوری، بیلسٹک میزائل اور اسی قسم کے میزائل بھارت کے جواب میں تیار کیے ہیں۔

پاکستان نے ہمیشہ امن، بھائی چارے، خیر سگالی اور انسان دوستی کا ثبوت دیا۔ حکومتِ پاکستان بھارتی جاسوس کشمیر سنگھ کو بھارتی حکومت کی درخواست پر رہا کر کے بھارت بھجوا دیا لیکن اس کے جواب میں بھارت نے کئی بے گناہ پاکستانیوں کی لاشوں کے تحائف لوٹائے۔ بھارت اپنی مسلح افواج پر تقریباً ۲۷ ارب ڈالر سالانہ خرچ کر رہا ہے۔ چند سال میں بھارت نے سیکڑوں جنگی طیارے، بحری جہاز، آب دوزیں اور جدید ٹیکنالوجی کا اسلحہ خریدا ہے۔ دس ایٹمی ری ایکٹر رکھنے کے باوجود یورینیم میں اضافہ اور ایٹمی اسلحہ کی فراوانی کے لیے بھارت اپنے عوام کا لہو چوس رہا ہے۔ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا نیٹ ورک نیز بھارت کے مختلف ممالک کے ساتھ دفاعی معاہدے کس کے خلاف ہیں۔ بھارت کو کس ملک سے خطرہ ہے۔ یقیناً بھارت یہ سب کچھ پاکستان کے خلاف کر رہا ہے۔ کشمیر کی تحریک آزادی میں تیزی آ رہی ہے۔ بھارت وہاں انسانیت سوز مظالم ڈھا رہا ہے مگر افسوس اقوامِ متحدہ بلند و بالا عمارات سے کوئی احتجاجی آواز بلند نہیں ہوتی۔ ۵ فروری اور ۱۳ جولائی کو پاکستانی اور کشمیری مسلمان یکجہتی کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں تو بھارتی حکومت کشمیریوں کو ظلم کا نشانہ بناتی ہے۔ بھارت کا ہر قدم پاکستان کی بقا کے لیے خطرہ ہے۔ قیامِ پاکستان سے اب تک لاتعداد مسلمان بھارتی جارحیت کا نشانہ بن چکے ہیں۔ ۲۱ ویں صدی اور خصوصاً ۲۰۱۵ء کے بعد بھارتی دفاعی تیاریوں میں

Marfat.com

بہت تیزی آ رہی ہے۔ بھارتی جنگی جنون ہماری سالمیت کے لیے بہت خطرہ ہے۔ بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم جنوبی ایشیاء کے ممالک کے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں۔ امریکہ کے علاوہ روس بھی بھارت کو جنگی ہتھیاروں سے لیس کرنے میں اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔

بھارتی اپوزیشن نے حکومت پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ عوامی مسائل سے روگردانی کر رہی ہے۔ عوام نانِ جویں کو ترس رہے ہیں اور حکومت دفاعی اخراجات میں اضافہ کر رہی ہے۔ عام آدمی کو صحت تعلیم اور تحفظ مہیا کرنے کے بجائے بھارت کا جنگی جنون اپنے عوام کے خلاف ہے۔ پاکستانی وزیراعظم اور چیف آف دی آرمی سٹاف نے امریکی دوروں میں اپنا موقف بیان کیا ہے۔ کھلے شواہد کے باوجود بھارتی کارروائیوں کے خلاف کوئی ملک بھی اُس کی سرزنش کے لیے سامنے نہیں آیا۔ چینی صدر کے دورۂ پاکستان کے بعد بھارت اور امریکہ نے سر جوڑ لیے ہیں۔ پاکستان کا جغرافیائی ماحول عجیب کشمکش میں ہے۔ افغانستان، ایران، بھارت، روس، چین، کشمیر اور امریکی عسکری قوتیں پاکستان کی ضرورت کو محسوس کرتی ہیں۔ ایران اور امریکی مفاہمت کے بعد امریکہ، پاکستان کو نظر انداز کر رہا ہے۔

بھارت کو جنوبی ایشیاء میں امن قائم کرنے کے لیے خیر سگالی اور انسان دوستی کا ثبوت دینا چاہیے۔ دونوں ممالک ایٹمی قوت کے حامل ہیں۔ بھارت اسلحہ اور آبادی کے اعتبار سے بہت بڑا ملک ہے۔ پاکستان معاشی طور پر بھارت سے بہت پیچھے ہے۔ اگر بھارت نے اپنے ناپاک عزائم پورے کرنے کے لیے جنگی راہ اختیار کی تو اُسے بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

☆-☆-☆

Marfat.com

عصرِ حاضر میں

دفاعِ پاکستان

Marfat.com

انفرادی واجتماعی دفاع کا تصور

اس کائنات ہست و بود میں جو بھی بالائے زمیں آیا، وہ ایک دن زیرِ زمیں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو بھی ثبات حاصل نہیں ہے۔ کائنات کی ہر چیز فانی ہے، عارضی ہے اور رب العالمین کے پاس واپس جانے والی ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب، تمام فلسفے اور تمام دانش ور اس بات پر متفق ہیں کہ زمین کا ذرّہ ذرّہ، چرند پرند، حیوانات و نباتات اور ہر ذی روح اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے جواب دہ ہے۔ جب انسان اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے تو وہ اُس کے احکامات کے مطابق زمیں پر اپنا وجود برقرار رکھنے کے مختلف طریقے وضع کرتا ہے۔ اُسے ایمان و یقین اور صحت کے بعد سب سے بڑی ضرورت "تحفظ" یعنی اپنے دفاع کی ہوتی ہے۔ انسان تو کجا جانور، پرند چرند اور تمام مخلوقات اپنے دفاع کا شعور رکھتے ہیں۔ خالقِ کائنات کی اس سرزمیں پر وہی لوگ کامیابی و کامرانی سے اپنا سفر مکمل کرتے ہیں جو اپنے مالک سے تعلق رکھیں اور اُس کی مخلوق سے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں۔ ڈاکٹر خورشید رضوی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

ہو سکے خورشید تو کچھ یوں بسر کر جائیے
دل خدا کے ساتھ ہو، پیکر جہاں کے ساتھ ساتھ

دنیا میں دفاع کا تصور کوئی نیا نہیں۔ تخلیق آدمؑ کے بعد انسانی بقاء و سلامتی کے ادراک کا سفر شروع ہوا۔ خیر و شر کی قوتوں نے سر اُٹھایا۔ رب العالمین نے اپنی مخلوق کے لیے کائنات کو اَن گنت نعمتوں سے سرفراز فرما دیا۔ ڈھونڈنے والوں کے لیے نشانیاں پیدا کر دیں تاکہ وہ کائنات تسخیر کر سکیں۔ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ ربِ کریم انسان کو فہم و ادراک عطاء کر کے اُسے آزماتا ہے، اُس کا امتحان لیتا ہے اور دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا حساب بھی رکھتا ہے۔ "دفاع" کے اس تصور نے "جیو اور جینے دو" کا شعور اُجاگر کیا۔ اس شعور کے باوجود کائنات کے آغاز سفر میں ہی قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور یوں قتل و غارت کا آغاز ہو گیا۔ انفرادی دفاع کے احساس نے زور پکڑا اور پھر اجتماعی دفاع کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گروہوں، قبیلوں، علاقوں اور اقوام میں اس لیے پیدا کیا کہ ہم ایک دوسرے کی شناخت کر سکیں۔ یہی قبائل بعد ازاں

Marfat.com

آپس میں دست و گریباں ہوئے۔ لالچ اور حرص کی وجہ سے گروہی مفادات نے فروغ پایا اور گروہ در گروہ مفادات کے حصول کا سلسلہ بڑھنے لگا۔

دفاع انفرادی ہو یا اجتماعی اس کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں۔ قبل از اسلام انسانوں کے پاس کوئی مربوط اور مبسوط لائحہ عمل موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے قوت و ثروت، معیارِ زندگی تھا۔ ایک انسان دوسرے انسان کو، ایک گروہ دوسرے گروہ کو اور ایک قوم دوسری قوم کو زیر کرنے کی کوشش کرتی۔ اِسی کش مکش حیات سے جنگی ہتھیار معرضِ وجود میں آئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انسان، انسان کا دشمن ہو گیا۔

انساں ہے گرفتارئ فسوں کارئ انساں
بنتے ہوئے بندوں کو خدا دیکھ رہا ہوں

وقت کے ساتھ ساتھ قبائل شہروں اور ملکوں کی شکل اختیار کرنے لگے۔ سرحدی دفاع کا تصور اُبھرنے لگا۔ سرزمین عرب میں بھی یہی رجحان موجود تھا۔ قبل از اسلام یہ خطہ نظم و نسق سے عاری اور اخلاقی تعلیمات سے نابلد تھا۔ عرب پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔ اخلاقی، سماجی اور سیاسی طور پر یہ مفلوج طبقہ بے یار و مددگار تھا۔ اہلِ عرب اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ گھر گھر بتوں کی پرستش کا رواج تھا۔ مورتیوں کی پوجا قابلِ فخر تھی۔ اِن حالات میں رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور مقصودِ کائنات، فخرِ کائنات، سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کو لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کے تشریف لاتے ہی کائنات کا نظام ہی بدل گیا۔ آپ ﷺ نے جونہی اعلانِ نبوت فرمایا تو اہلِ قریش اَن دیکھے خدا پر ایمان لانے پر تیار نہ ہوئے لیکن آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور امانت، دیانت، صداقت، جرأت، شجاعت اور ذہانت کے سامنے سب سرنگوں ہو گئے۔ سید العارفین ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نصیب جاگا۔ بعدازاں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر نے اسلام کا دامنِ رحمت پکڑا اور شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں میں شامل ہو گئے۔

احمد مرسل، مظہرِ اوّل، احسنِ و اجمل، کامل و اکمل، محمد عربی ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو صحت مندانہ سرگرمیوں حصہ لینے کا مشورہ دیا۔ تیراندازی، رسہ کشی، شمشیرزنی، کشتی، شہ سواری، نیزہ بازی، دوڑ میں مہارت حاصل کرنے کی تلقین کی۔ اس تربیت کا مقصد انفرادی دفاع سے گروہی دفاع اور پھر ریاستی دفاع تھا۔ نامساعد حالات میں آپ ﷺ نے مکہ میں رہ کر کھلم کھلا دعوتِ حق دی۔ اہلِ قریش تعداد میں بہت زیادہ

Marfat.com

تھے۔ اُنھوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے چاہنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔

امریکہ کے ایک مصنف البرٹ مرے نے اپنی کتاب ''سائیکالوجی آف وار اینڈ پیس'' میں لکھا ہے:

''تاریخ اور قوموں کا نفس مزاج اس حقیقت کو ہمیشہ جھٹلاتا رہا ہے کہ کسی قوم کی کم تعداد اس کی کیفیت کو بھی گھٹا دیتی ہے۔ اپنے حقوق کی حفاظت، جنگ میں کامیابی، اخلاقی اور سیاسی غلبہ اور قومی عظمت کے لیے بڑی تعداد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی سی جماعت کثیر تعداد پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ تھوڑے لوگ بڑی بڑی فوجوں کو مار بھگاتے ہیں۔ ایک معمولی گروہ بڑے گروہ کو زیر کر لیتا ہے۔ دراصل تعداد کسی وقت بھی فیصلہ کن جوہر ثابت نہیں ہوتی۔ مقصد براری اور کامیابی کے لیے جن عوامل کی ضرورت ہوتی ہے وہ اگر تھوڑی تعداد میں پائے جائیں تو میدان اُن ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جو جماؤ تھوڑی تعداد کو حاصل ہوتا ہے وہ بڑی تعداد میں پیدا نہیں ہو سکتا۔''

مذکورہ اقتباس تو دورِ جدید کے ایک دانش ور کا ہے۔ قرآن پاک ملاحظہ فرمائیے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط

ترجمہ ''اور ان کے مقابلے کے لیے جس قدر تمھارے امکان میں ہو قوت اور رباط الخیل مہیا کرو۔ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور ان کے سوا اُن دوسرے لوگوں کو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انھیں جانتا ہے مرعوب وخوف زدہ کرو گے۔''

گویا اللہ کے نام پر دشمن کا مقابلہ کرنا اور اسلامی ریاست کا دفاع کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔

غارت گری، ڈاکہ زنی اور بداخلاقیاں عرب کا وتیرہ رہیں۔ حج کے موقع پر قتل کا بدلہ قتل، خون کا بدلہ خون اور لوٹ مار کا بدلہ لوٹ مار رہا۔ اِن حالات میں جب نبیٔ پاک ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو قریش مکہ اُسے قبول

Marfat.com

کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ اعلانِ توحید سنتے ہی مخالفت کا طوفان آ گیا۔ ترجمانِ حقیقت، محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک مخلص صحابیؓ پر تمام اطراف سے تلواروں کا حملہ ہوا جس سے وہ شہید ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبیِ پاک ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کے قبولِ اسلام پر بھی مشتعل افراد نے آپؓ پر حملہ کیا ۔حضرت عباسؓ کے بروقت پہنچنے پر یہ حملہ ٹل گیا۔ مسلمانوں کے تجارتی قافلوں پر حملے ہونے لگے تو نبیِٔ پاک ﷺ نے اُن کی حفاظت اور دفاعی کا حکم دیا۔ یہی دفاع انداز تھے جن کی وجہ سے مشرکین مکہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہو سکے ۔تمام منصوبہ جات کی کامیابی کا سہرا حضور پاک ﷺ کے اُصولوں کی پاسداری اور انسانی ہمدردی کے بل بوتے پر ہوا۔ مکہ کے قیام کے دوران دفاعی انداز کی منصوبہ بندی سے اسلام کی ترویج میں اضافہ ہوا۔ حضور پاک ﷺ نے اس ضمن میں سراغ رسانی کو اہمیت دی، جس نے دفاعی اسکیموں کو کامیاب بنایا۔ استحکامِ دفاع میں ہجرت بہت سودمند ثابت ہوئی۔ حصولِ منزل کے لیے ہجرت سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ مکہ میں قریش کے سرداروں نے جب شمعِ ہدایت محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اِن حالات میں آپ ﷺ نے کمانڈ پوسٹ پر بیٹھ کر سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لیے ہجرت کی نصیحت فرمائی۔ ہجرتِ حبشہ کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کو امان مل گئی۔ نجاشی نے قریشِ مکہ کی منت سماجت اور خود ساختہ دلائل کو رد کرتے ہوئے مسلمانوں کو حبشہ میں قیام کی اجازت دے دی۔ بعد ازاں حسنِ کائنات ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں آپ ﷺ کے پرستاروں کا گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ کے بعد دنیا کی پہلی اسلامی ریاست معرضِ وجود میں آئی۔

اس پہلی اسلامی ریاست کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں تمام وسائل بروئے کار لا کر تا ابد قابلِ تقلید مثالیں قائم کیں۔ اندرونی و بیرونی خطرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو کئی ٹولیوں میں تقسیم کر دیا۔ جنھوں نے نہ صرف مدینہ منورہ کے اندرونی حالات کا جائزہ لیا بلکہ سرحدی تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے قریش مکہ کی سازشوں پر کڑی نظر رکھی۔ آپ ﷺ نے شرپسند عناصر (یہودیوں) کی منافقانہ روش پر بھی بھرپور توجہ دی۔ اسلامی ریاست کا دفاع آج بھی انہی اُصولوں پر ہونا چاہیے۔

اسلامی ریاست مدینہ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مماثلت کے بارے میں پہلے بہت کچھ لکھا

Marfat.com

جا چکا ہے۔ پاکستان کا قیام ایک بہت بڑی ہجرت کے بعد عمل میں آیا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں نے لہو کا نذرانہ دے کر حاکمیتِ الٰہی کے لیے یہ ملک حاصل کیا۔ اس ملک کے قیام میں ہمارا کمال نہیں بل کہ ربِ کائنات کا اپنا کرم اور انتخاب ہے۔ قیامِ پاکستان سے اب تک پاکستان لاتعداد مشکلات سے گزرا ہے۔ اندرونی و بیرونی سازشوں نے پاکستان کو (نعوذ باللہ) ختم کرنے اور کمزور کرنے کی بارہا کوشش کی۔ الحمدللہ! پھر بھی پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ بھارتی حکومت نے تقریباً ۹ مرتبہ ہماری سالمیت اور آزادی کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن پاکستان کا وجود برقرار رہا۔

محسنِ انسانیت، محمد مصطفیٰ ﷺ نے حرم شریف میں بیٹھ کر ہند کی جانب جس مملکت کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ ''پاکستان'' ہے۔ اللہ پاک اپنے محبوب اور رونقِ کائنات ﷺ کی بات کیسے ٹال سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے برعظیم پاک و ہند میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی مسلمان قوم کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ تحریکِ آزادی میں فرشتے گردوں سے قطار اندر قطار اُترے اور مسلمانوں کی عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑا گئے۔ خواب تو آخر خواب ہوتے ہیں لیکن خوابوں کی تعبیر کے لیے محنت شرطِ اوّل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا کہ جو میرے نام کی تقدیس کے لیے آگے بڑھتا ہے، اُسے اللہ کی نصرت و تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ پاکستان کا قیام خوابوں کی دنیا سے نکل کر عملی زندگی کا مرہونِ منت ہے۔ قیامِ پاکستان کو ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ بیرونی قوتوں کے علاوہ پاکستان میں روشن خیالی کے نام پر پاکستان کا اندرونی محاذ کمزور کیا جا رہا ہے۔ نظریۂ پاکستان کے مقاصد کی عدم تکمیل میں ملحد طبقہ برسرِ عمل ہے۔ نصابِ تعلیم سے اسلام اور اکابرِ تحریکِ پاکستان کو فراموش کرنے کی گھناؤنی سازش جاری ہے۔ ایف اے اور بی اے کی انگریزی اور اُردو نصابی کتب میں قائدِاعظم محمد علی جناح کے بارے میں کوئی مضمون نہیں ہے۔ میڈیا بالکل آزاد کر دیا گیا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اذان کا اہتمام کیا جاتا تھا اُسے بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نیٹ کلبوں، فیشن شو کے مقابلوں، اسٹیج پروگراموں حتیٰ کہ ٹیلی ویژن کے کئی مزاحیہ پروگرام اس انداز میں پیش کیے جا رہے ہیں کہ جیسے ہم کسی یورپی ملک کا حصہ ہوں۔ عیش و نشاط میں گھرے ہوئے پاکستانیوں کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے فکری تناظر سے غیر مسلموں نے استفادہ کیا۔ اقبالؒ کا فکری منہاج سمجھنے کی ضرورت ہے۔

منہاج کسی مسئلے کے حل کا طریقہ ہوتا ہے۔ اقبالؒ کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ زوال، پس ماندگی اور محکومیت میں مبتلا اُمتِ مسلمہ کو نشاۃِ ثانیہ سے ہم کنار کس طرح کیا جائے۔ پاکستان کا قیام اسلامی نشاۃِ ثانیہ ہی کا

Marfat.com

اہم سنگِ میل ہے۔اپنے بنیادی نظریے سے انحراف کے باعث پاکستان جس دلدل میں پھنس گیا ہے اس سے نکلنے کے لیے بھی اقبالؒ کا فکری منہاج نسخۂ کیمیا ہے۔ یہ منہاج توازن اور امتزاج (synthesis) ہے جو نہیں ہوسکتا تو حق باطل کے مابین:

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

امتزاج حق کے مختلف اور متضاد عناصر و مظاہر کے مابین ہوگا مثلاً قدیم و جدید، عشق و خرد، ثبات و تغیر اور دین و دنیا وغیرہ۔ اقبالؒ انقلاب کے علم بردار ہیں لیکن انقلاب کا نعرہ معاشی و سماجی امتیازات کے ضمن میں بلند کرتے ہیں۔ اسلامی انقلاب کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ اسلامی تمدن کے احیا و فروغ کی بات کی ہے اور اس ضمن میں، اجتہادی فکر و نظر کے ساتھ، اسلامی شریعت کے نفاذ کی تلقین کی ہے۔ اقبالؒ کے فکری منہاج اور اس کی افادیت کو سمجھنے کے لیے، بعض موضوعات و معاملات پر اجمالی نظر ڈالنا مناسب اور ضروری ہے۔ منہاج کا لفظی مفہوم کھلی سڑک، واضح اور وسیع کے ہیں۔ اقبالؒ کا فکری سرمایا ہمارے لیے کھلی سڑک کی مانند ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ہم پاکستان کو ایک اسلامی مملکت بنا سکتے ہیں۔

دفاعِ پاکستان کے لیے عمل کی ضرورت ہے۔ ایوانوں سے اُٹھی ہوئی آواز مجموعی طور پر عمل کا راستہ دکھاتی ہے۔ ہمارے نمائندگان کو ملّی اور قومی شعور بیدار کرنے کے لیے اپنا فریضہ ادا کرنا ہوگا۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی روشنی میں قوانین اسلامی سانچے میں ڈھالتے ہوئے اُن پر عمل درآمد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہمارا انفرادی اور ملّی تشخص پاکستان سے وابستہ ہے۔ صاحبِ لوح و قلم، سیدِ عرب و عجم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہند کی جانب جس اسلامی مملکت کا اشارہ کیا تھا اُسے حقیقی روشنی میں پرکھنے، سمجھنے اور مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت سے وابستہ ہر کام میں برکت اور خوشنودیٔ الٰہی ہوتی ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

تکمیل پاکستان کے ادھورے خواب

یوں تو خواب دیکھنا ہر شخص کا حق ہے لیکن خواب، حقیقتوں کے پرتو ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی طور ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ اچھے دنوں کے خواب' اچھے موسموں کے خواب' اچھے دوستوں کے خواب' خوب سے خوب تر کے خواب اور بسا اوقات خواب در خواب۔ انفرادی خوابوں کے بعد اجتماعی خواب قومی زندگی کے لیے اشد ضروری ہوتے ہیں۔ قومی خواب مستقبل کے دھندلکوں میں حقیقتوں کی پرچھائیاں تلاش کرتے ہیں۔

بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے:

خواب سے جاگا تو میرے سامنے کچھ بھی نہ تھا
چند لمحے پیشتر تجھ کو یہاں سمجھا تھا میں

گویا انسان سپنوں میں آنکھوں کے تناظر سے کسی منزل کو ضرور دیکھتا ہے۔ حسین خواب حسین منزل کی نشان دہی کرتے ہیں لیکن کئی خوابوں کی تعبیریں الٹی ہو جاتی ہیں لیکن خواب کا پیش منظر اور پس منظر ضرور ہوتا ہے۔

کیا عجیب رشتہ ہے خواب اور آنکھوں کا
ٹوٹتا نہیں لیکن اوجھل ہوتا ہے

تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ نیک لوگوں کو خواب میں ہی عرفانِ الٰہی ملتا ہے۔ یہی عرفان قوموں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم برعظیم پاک و ہند میں داخل ہوا۔ وہ راجہ داہر کو شکست دینے کے خواب بُن رہا تھا۔ خوابوں کی تکمیل کے لیے اس نے سر سے کفن باندھ کر راجہ داہر کو عبرت ناک شکست دے کر اسلام کی شمع روشن کی۔ دس رمضان المبارک ۹۰ھ کو اللہ تعالیٰ نے خواب کو حقیقت میں بدل دیا۔ اسلام ایک تحریک کی شکل میں ابھرا اور آناً فاناً دنیا بھر میں پھیل گیا۔

مسلمانوں کا دورِ اقتدار جاہ وحشمت کے اعتبار سے تاریخ ساز ثابت ہوا لیکن بدقسمتی سے مغلوں کے

Marfat.com

آخری فرماں روا خوابِ غفلت میں حقیقتوں کو بُھلا کر اقتدار کے نشے میں گم ہو گئے۔ خوابیدہ قوم کو انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کیپسول دے کر ایسا مدہوش کیا کہ وہ اپنے ہی ملک میں حاکم سے محکوم ہو گئے۔

بہادر شاہ ظفر خواب سے جاگے تو رنگون کے قید خانہ میں تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلم اقتدار کا منور چراغ گل ہو گیا۔ ۹۰ سالہ جہد مسلسل کے بعد آزادی کا خواب پورا ہوا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے جو خواب ۱۹۳۰ء میں دیکھا تھا، وہ شرمندہ تعبیر ہو گیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو شب قدر کی برکتوں میں پاکستان ہمیں ایک نعمت خداوندی کی شکل میں مل گیا۔ آزادی سے قبل تحریک آزادی میں قیام پاکستان کے لیے ہم نے کتنے خواب دیکھے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے خواب چکنا چور کیوں ہو گئے؟ علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کی روحیں تڑپ اٹھیں کہ ان کی امیدیں کیوں دم توڑ رہی ہیں؟ آج کے حالات ہمیں خود احتسابی کی دعوت دے رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی ذات کے غار حرا میں بیٹھ کر تحریک آزادی کی خونچکاں داستاں کا تصور کریں تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان کی آبیاری میں ہزاروں مسلمانوں کا خون شہادت شامل ہے۔ آزادی کے حصول کے لیے ہم متحد ہو کر منزل کی طرف چلے، ہم نے کدورتوں کا لبادہ اتار کر محبتوں کی قبا پہنی، ہم نے اندھیروں کا دامن چیر کر روشنی کا سفر شروع کیا۔ ہم نے تیرہ شبی کو خلوص وایثار کے نور میں بدل دیا۔ پاکستان کے لیے بلند ہونے والے نعرے ہمارے لبوں سے نہیں دل کی گہرائیوں سے اٹھے تھے۔

فلک نے دیکھا کہ اہل ایمان کے جذبوں میں حرارت ہے، لہو میں گرمی ہے، طبیعت میں امنگ ہے، مزاج میں ترنگ ہے بل کہ روحوں میں آزادی کا جلترنگ ہے...... روح کی گہرائی سے بلند ہونے والے نعرے فضائے بسیط میں پھیل گئے۔ ہماری سانسوں میں آزادی کے نغمے گونجنے لگے۔ ہماری آہوں میں آزادی سما گئی۔ ہمارا ہر خواب، خواب آزادی بن گیا۔ ہمارا ہر عمل اجتماعی عمل میں بدل گیا، ہماری سسکیاں بھی آزادی کے ترانے گانے لگیں۔ اللہ کی فتح ونصرت پر یقین محکم رکھنے والی قوم سپر طاقتوں سے ٹکرا گئی۔ ہمارا عزم، عزم صمیم ثابت ہوا۔ سوئے منزل قافلے لٹے، عصمتیں قربان ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، سہاگ لٹے، گھر اجڑے، آنسو بہے، مسافر آبلہ پا ہوئے، حصول آزادی کی خاطر پنجاب کے پانچ دریاؤں کے ساتھ خون کا چھٹا دریا بہہ گیا، ہمارے ہاتھوں میں زہر کا پیالہ تھا، ہم نے اس کا تریاق ڈھونڈ لیا، ہم نے زخم کھائے اور منزل کو سینے سے لگا لیا۔ ہم بے لباس تھے؛ ہمیں آزادی کا پیرہن مل گیا، ہم منتشر تھے؛ ہمیں مرکز مل گیا۔ ماؤں کی دعائیں پوری ہوئیں بہنوں کے خواب شرمندہ تعبیر ہوئے، دشمن کی آتش نوائی، ہمارے ایمان سے گل وگلزار بن گئی، قوت ہار گئی، جذبے جیت

Marfat.com

گئے۔ انگریزوں کے مظالم ماند پڑ گئے' ہندوؤں کی مکاریاں اور سکھوں کی چالاکیاں ان کے گلے کا پھندا بن گئیں' حق پرست جیت گئے' کفر کی بازی ہار گئی' پرچم توحید لہراتا رہا اور ہم نے اپنی منزل پالی۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ (۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء) اور خان لیاقت علی خان (۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء) کے انتقال کے بعد پاکستان کے سر سے سایۂ شفقت اُتر گیا۔ ابتدائی چند سال مُحبِ وطن طبقہ نے پاکستان کا ملی وقومی تشخص قائم رکھنے کے لیے بہت کوشش کی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اس قوم نے سروں پہ کفن باندھ کر اس ارض وطن کا دفاع کیا' دشمن کی دس گنا قوت' جذبہ قوتِ ایمانی کے سامنے پاش پاش ہوگئی۔ مجاہدین نے میدان بدر کی تاریخ دُہرا دی۔ خرمن باطل خاکستر ہوگئی۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۵ء تک کے ۱۸ سال، سیاسی ابتری' اتار چڑھاؤ کے باوجود مجموعی طور پر فعال رہے۔ جنگ کے بعد لوٹ کھسوٹ کی جنگ شروع ہوگئی۔ رہبروں نے رہزنوں کا روپ دھار لیا' کشتیٔ وطن، دریائے آزادی میں ہچکولے کھانے لگی۔ پاکستان کے جسم پر اپنوں اور بےگانوں نے تیروں اور پتھروں کی اتنی بارش کی کہ حالات کی کربل بھی ان پر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی۔ خود غرضی' دولت و ثروت کی دوڑ اور گروہی مفادات نے ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں ہمارا ایک بازو ہم سے جدا کر دیا۔ کٹا ہوا بازو' دوسرے بازو کو حسرت ویاس سے دیکھ رہا ہے۔ ایک بازو سے خون رس رہا ہے، وہ اپنی ہی آگ میں جلتے ہوئے اپنے پڑوسی ملک بھارتی کی جارحیت کا شکار ہے۔ دوسرا مغربی بازو آج چار قومیتوں کے نعرے کے نرغے میں ہے۔ دہشت گردی اور مفاد پرستی میں گھرے ہوئے آزاد لوگ حالات کی قید میں ہیں۔ آج ہم آزادی کے باوجود غلام ہیں۔ پاکستان کے جسم پر بہت سے گدھ' بھیڑیے اور خون خوار جانور اسے نوچ رہے ہیں۔ زندہ قوم بےحس ہوگئی ہے۔ خود پرست اور مفاد پرست طبقہ کسی نہ کسی طور پاکستان کی دولت پر شیش ناگ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔

ہم نے خواب دیکھا تھا کہ پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں گے۔ ایک اللہ' ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کے نام پر پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنائیں گے۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد ہی فرقہ واریت کا زہر سرایت کرنے لگا۔ سیاسی جماعتوں کے علاوہ انتہا پسند جماعتیں منظر عام پر آنے لگیں۔ اسلام کے بجائے اسلام آباد کے خواہش مند نام نہاد لیڈروں نے اسلام پھیلانے کی بجائے اسلام کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ نتیجہ تحریکوں کی شکل میں آیا۔ سادہ لوح عوام کو سنہری خواب دکھائے گئے لیکن یہ جاگتی آنکھوں کے خواب تھے۔ اسمبلیوں میں بلوں کا شور ہوا' آرڈیننس پاس ہوئے' قراردادیں پاس ہوئیں' کئی احکامات کا

Marfat.com

اعلان ہوا، آئین میں ترامیم ہوئیں لیکن یہ قوانین آہستہ آہستہ دم توڑتے گئے اور نتیجہ قتل و غارت تک آ پہنچا۔ قیام پاکستان کے بعد ہم نے عالم اسلام کی ہر مرحلے پر رہنمائی کی۔ جہاں بھی ضرورت پڑی ہماری قوم نے نمائندگی کا حق ادا کیا۔ بیت المقدس کا مسئلہ ہو یا مسئلہ کشمیر' افغانستان پر روسی جارحیت ہو یا کویت عراق جنگ' ایران عراق جنگ ہو یا بوسنیا اور چیچنیا کی امداد کا مسئلہ' پاکستان نے ہر موقع پر اپنا کردار ادا کیا لیکن افسوس پاکستان اپنے ملک میں فرقہ واریت کا اژدھا ختم کرنے میں ناکام رہا۔ حالات اس قدر سنگین ہو گئے کہ عبادت گاہیں، قتل گاہیں بن گئیں۔ مساجد میں قتل و غارت' امام بارگاہوں پر فائرنگ' گرجا گھروں پر بمباری، مذہبی راہنماؤں کا قتل عام' یہی نہیں سرکاری اعلیٰ افسران کے قتل سے دہشت گردی نے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اپنوں اور بے گانوں کے ہاتھوں یہاں خونِ انسان ارزاں کر دیا ہے۔ ذرا کراچی ہی کو لیجیے; روتے روتے تھک گیا ہے۔ اب کراچی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے لہو بہنے لگا ہے۔ قائداعظم کی روح یہ سب کچھ دیکھ کر کس قدر اشک بار ہوتی ہوگی۔ قیام پاکستان سے ہی نامور شخصیات کا قتل شروع ہو گیا۔

ٹارگٹ کلنگ اور اغوا برائے تاوان کی وارداتوں نے عدم تحفظ کو ہوا دی۔ قاتلین کے ہاتھوں پر اندرونی و بیرونی امداد کے دستانے چڑھے ہوئے ہیں اور خون کے دھبے تک نظر نہیں آتے۔ اسلام کے نام پر حاصل کردہ پاکستان اسلام اسلام کے نعروں سے گونجتا رہا لیکن اس کے نفاذ کی عملی شکل سامنے نہ آئی۔ مذہبی ادارے آہستہ آہستہ دم توڑ رہے ہیں۔ آج پاکستان میں اسلامی روایات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہم اسلام کا نفاذ تو درکنار اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ اتنے آزاد ہوئے کہ حوا کی بیٹی کو ہر کام کی تشہیر کا ذریعہ بنا لیا۔ عورت کی تذلیل کی ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے۔ کسی نے اسے طوائف کے کوٹھے پر نچوایا اور کسی نے فلموں میں رقص کی دیوی بنایا' کسی نے سگریٹ کے اشتہار کے لیے استعمال کیا اور کسی نے بلیڈ اور شیونگ کریم میں اسے لا کھڑا کیا۔ عورت کی اس آزادی نے مغرب کو بھی شرمندہ کر دیا۔ آج مشرقی بیٹیاں حیران ہیں کہ وہ کس کے تحفظ میں ہیں؟ نیکی کی دعوت اور بُرائی سے منع کرنے کی تحریک کا مذاق اڑایا جانے لگا اور تبلیغ دین اسلامی قلعہ میں خاموشی میں گھر گئی۔ اہل وطن نے مسجد سے منہ موڑ کر مادیت کا راستہ اپنایا۔ مادیت نے روحانیت کو متاثر کیا۔ ترقی پسندوں نے مادی ترقی کو پاکستانی معیشت کی ترقی قرار دیا۔ آہستہ آہستہ اس مادی راستے نے ہمارا اسلامی تشخص ہم سے چھین لیا۔

Marfat.com

۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خان نے امریکہ کا پہلا دورہ کیا۔اس وقت سے آج تک امریکی مداخلت ہمارا مقدر بن گئی۔اس طرح دیگر کئی ممالک کے قرضہ جات نے ہماری معیشت کو اس قدر متاثر کیا کہ عوام امیر سے امیر تر اور ملک غریب سے غریب ہوتر ہوتا چلا گیا۔اس امداد کے بعد امریکہ نے پاکستان سے اپنے مفادات حاصل کیے اور اِن مفادات کی تکمیل کے لیے امریکن سی آئی اے اور بلیک واٹر نے اندرونِ پاکستان جس مداخلت کا مظاہرہ کیا اُس پر ایک الگ کتاب تحریر کی جاسکتی ہے۔میاں نواز شریف صاحب نے جب قرض اُتارو، ملک سنوارو سکیم کا آغاز کیا اور پاکستانی نادہندگان کی فہرست تیار کی تو اہم ترین بات منظرِ عام پر آئی کہ نادہندگان کے ذمہ اتنا سرمایہ بینک سے نکلا گیا کہ جس سے پاکستان بیرونی قرضہ جات بخوبی ادا کرسکتا ہے۔چند بڑے خاندانوں‘ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے صنعت کے نام پر اتنے قرضہ جات حاصل کیے ہیں جن سے ایک نیا پاکستان بخوبی چل سکتا ہے۔چند حکومتوں نے مالیاتی اداروں سے قرض حاصل کرنے کی فہرستیں شائع کیں لیکن اسے وصول کرنے میں ناکام رہیں کیوں کہ ملک کا خزانہ ان لوگوں کے ہاتھ ہے جن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔

معتبر افراد نے دیوالیہ ظاہر کرکے اربوں کے قرض معاف کروالیے۔یہ قرضہ جات ہی ملکی معیشت کے لیے سَم قاتل ہیں۔جس اہم شخصیت سے قرض وصول کرنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اسے سیاسی انتقام کا نام دے کر دبا دیا جاتا ہے۔بڑے مگرمچھوں کو ہاتھ ڈالنے کی کوئی جسارت نہیں کرتا‘ اس لیے کہ ان کے ہاتھ قانون کی گرفت سے بالاتر ہیں۔نسل نو سوال کرتی ہے کہ اتنے بڑے بڑے قرضہ جات کے نتائج کیا نکلے؟ مالیاتی اداروں نے کسی گارنٹی کے بغیر یہ قرضہ جات کیوں دیے؟

ملک کی تمام دولت چند خاندانوں کی لونڈی بن گئی۔یہی خاندان قیامِ پاکستان سے آج تک کسی نہ کسی طور حکمران ہیں۔غریب طبقہ پس کر رہ گیا۔مہنگائی نے اس کی کمر توڑ دی۔وہ نانِ جویں کو ترسنے لگا اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ اپنا مکان بنانے میں ناکام ہے کہ وہ محنت کرتا ہے اور اس کی محنت کا پھل سرمایہ دار کھا جاتا ہے۔چند خفیہ ہاتھ ہر حکومت میں شامل ہوجاتے ہیں۔وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ڈرگ مافیا‘ دہشت گردی‘ قتل و غارت‘ چھرا گروپ‘ ہتھوڑا گروپ‘ گھوڑا گروپ، لفافہ گروپ، بوٹی مافیا گروپ، قبضہ گروپ، بھتہ گروپ اور اسی طرح کے کئی گروپ‘ ان گروپوں میں بے قصور لوگ اپنی قسمت ہارتے ہیں‘ زندگی کی بازی داؤ پر لگاتے ہیں اور اپنے پیچھے حسرت و

Marfat.com

یاس چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے بچوں کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہی خفیہ ہاتھ سماج دشمن عناصر اور کئی بیرونی ایجنسیوں کی پاکٹوں میں ہوتے ہیں۔ ہماری صفوں میں آج بھی کئی میر صادق' میر جعفر موجود ہیں جو اپنے مفادات کی خاطر ملکی سلامتی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

ملک بھر میں دہشت گردی' بسوں میں بم دھماکے' سفارت خانوں کے بلاسٹ' بنکوں پر حملے' قتل و غارت' اغوا برائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ، پولیس اور فوج پر حملے، سیاسی و سماجی شخصیات کا قتل، ڈکیتیاں' لاقانونیت اور سنسنی خیز وارداتوں سے عوام کو ہراساں کرنا ایسے افراد کا وتیرہ بن گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرے پہ چہرہ چڑھا ہوتا ہے۔ جنھیں شناخت کرنے کے لیے قومی درد اور ملی شعور کی آنکھیں درکار ہیں۔ قیام پاکستان سے اب تک ہم دوست' دشمن میں تمیز کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

پاکستان کے جغرافیائی حالات

ہماری جغرافیائی حالت آج جس مقام پر آ پہنچی ہے؛ وہ نہایت تشویش ناک ہے۔ ہمارے ایک طرف کشمیر اپنی آگ میں جل رہا ہے۔ بھارتی کمانڈوز کشمیر کے راستے نہ صرف کشمیر میں مداخلت کر رہے ہیں بل کہ پاکستان میں بھی ان کی چاند ماری جاری رہتی ہے۔ افغان مہاجرین کی ابھی تک کثیر تعداد میں ہمارے ملک میں موجودگی ایک الگ خطرہ ہے۔ افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے امریکہ کا ''قرضی'' ہونے کا ثبوت دیا۔ جولائی ۲۰۱۴ء میں نئے صدر اشرف غنی نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی امریکہ سے وفا کے گیت گانے شروع کر دیے ہیں۔ افغانستان میں اسلام پسند قوتیں آج بھی مخالفین سے نبرد آزما ہیں۔ امریکی حملوں کے مہلک اثرات ہمارے ملک پر بھی پڑ رہے ہیں۔ ڈرون حملے ہماری بقاء و سلامتی کے لیے خطرہ ثابت ہوئے۔ امریکہ ہر ڈرون حملے کے بعد آنسو پونچھنے کے لیے چند ڈالر بھیج کر متاثرین کے لبوں پر خاموشی کا قفل لگا دیتا ہے۔ روسی ریاستوں کی یلغار خطرے سے خالی نہیں۔ ہم اندرونی و بیرونی خطرات کے آتش فشاں پر کھڑے ہیں۔ قیام پاکستان سے آج تک ہم نے اپنی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کا تحفظ نہ کیا۔ البتہ سیاسی نعرے بازیوں سے ہم نے قوم کو بہت خوش رکھا جس کے نتیجہ میں قائد اعظم کا نصف احسان ہم نے ۱۹۷۱ء کی جنگ میں اتار دیا۔

گزشتہ کئی سال سے الیکشن سے وابستہ لوگوں کی چاندی ہو رہی ہے۔ خوب وزیر بدلے' وزارتیں بدلیں' لوٹے' لفافے' گھوڑے، ٹین پرسنٹ، پرمٹو، ڈیزل، پلاٹو اور دیگر کئی نام سیاست کا حصہ بن چکے ہیں۔ لوٹا کریسی کی وجہ سے سیاست دانوں کا وقار بہت مجروح ہوا نیز قرضہ جات کی فہرست نے رہی سہی ساکھ خراب

Marfat.com

کی۔اس طرح قیامِ پاکستان سے اب تک فیلڈ مارشل محمد ایوب خان، جنرل ضیاء الحق، جنرل پرویز مشرف اور آصف علی زرداری کے علاوہ کوئی حکمران حاکمیت کی پچ پر بیٹنگ نہ کر سکا۔جمہوریت کے نام پر نہ جانے کیا کچھ ہوا۔اسلام، کشمیر، روٹی کپڑا اور مکان کے نعرے لگے لیکن مسائل جوں کے توں رہے۔عام شہری پوچھنے پر مجبور ہو گیا کہ ممبرانِ اسمبلی لاکھوں روپیہ الیکشن پر خرچ کیوں کرتے ہیں؟ اگر انھیں قوم کا اتنا ہی درد ہے تو اس رقم سے غریبوں کے لیے کالونیاں کیوں نہیں بنا دیتے؟ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں حلقہ ۱۲۲ لاہور قومی اسمبلی کا الیکشن بطور مثال ہے۔اربوں روپیہ لٹا کر ایک کرسی کا حصول کس لیے؟ پوچھنے والا کوئی نہیں اور جواب دینے والے لمبی زبان رکھتے ہیں۔۲۰۱۵ء کے بلدیاتی الیکشن میں مار دھاڑ کے واقعات نے درجنوں قیمتی جانوں پر بلدیاتی الیکشن کی کامیابی کا جھنڈا لہرایا ہے۔بھائی بھائی کے مدِ مقابل، ایک ہی جماعت میں انتشار اور اربوں روپیہ الیکشن پر خرچ کر کے بلدیات میں آنے والے ممبران کون سی قومی خدمت انجام دیں گے۔

پاکستان میں جمہوریت

تعلیمی کمی کے باعث پاکستان میں جمہوریت کا شعور پروان نہ چڑھ سکا۔چند خاندانوں نے دولت کے بل بوتے پر پاکستان کو یرغمال بنا لیا۔قیامِ پاکستان سے اب تک وہی خاندان کسی نہ کسی طور پر جمہوریت کے علم بردار ہیں۔یہ کیسی جمہوریت ہے؟ امیر آدمی شراب پیتا ہے تو یہ بات تصور میں لائی جاتی ہے کہ ''صاحب نے ڈرنک کیا ہے'' اور اگر کوئی غریب آدمی شراب منہ کو لگائے ''شرابی ہے، حد کا مستحق ہے، جیل بھیج دو''۔صاحبِ ثروت ڈرائنگ روم میں تاش پر دولت رکھ کر ''کھیل'' میں مصروف ہو تو کہا جاتا ہے ''صاحب ذرا گیم کر رہے ہیں۔'' اگر غریب آدمی وقت گزاری کے لیے تاش کھیلنے کی جرأت کرے تو نعرہ لگتا ہے کہ ''جوا کھیلتے ہوئے پولیس نے چار جواری پکڑ لیے۔'' اگر صاحبِ حیثیت دولت مند پسند کی شادی کرے تو اُسے لو (Love) میرج کا نام دیا جاتا ہے۔اگر غریب آدمی اپنی پسند حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اخباری شہ سرخی ہوتی ہے ''کڑی نکل گئی اے''۔اغواء کا پرچہ درج اور شہر بھر میں بدنامی مہم کا آغاز۔پاکستانی جمہوریت اور سیاست کے بارے میں آغا شورش کاشمیری کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

Marfat.com

شاہ پور کے شاعر خان محمد نے پنجاب اسمبلی کے سامنے کیا خوب شعر کہا تھا۔

یہ راز اب کوئی راز نہیں ،اس راز کو سب ہی جان گئے
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے ، انجام گلستاں کیا ہوگا

اسلام انصاف، رواداری، مساوات اور جمہوریت کا قائل ہے۔نبی پاک ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ انہی اُصولوں پر قائم رہی۔خلفائے راشدینؓ نے بھی اسلامی جمہوریت کا عملی مظاہرہ کر دکھایا۔قاضی کی عدالت میں خلیفۂ وقت کا حاضر ہو کر ہر شکایت کا جواب دینا جمہوریت کی وہ شکل ہے جس کی مثال دنیا کے کسی اِزم یا قانون میں نہیں ملتی۔اسلام کردار کے بل بوتے پر صالح اور متقی لوگوں کو کرسی انصاف پر دیکھنے کا متمنی ہے ۔مغربی جمہوریت نے سرمایہ داری اور جاگیرداری کو پروان چڑھایا ہے۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

پاکستان میں مغربی جمہوریت رائج ہے۔غریب آدمی کسی طور بھی اسمبلی کا حصہ نہیں بن سکتا۔اُسے کسی سرمایہ دار پارٹی میں شامل ہو کر بندوں کی گنتی میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔دولت کے بل بوتے پر نمائندے منتخب ہوتے ہیں۔وہ الیکشن اخراجات پورے کرنے کے لیے مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔اقرباء پروری اور اختیارات کا ناجائز استعمال جمہوریت کے سائباں تلے ہی انجام پاتا ہے۔برسرِاقتدار پارٹی میں شمولیت کے لیے ممبران مالِ غنیمت سے اپنے ''لوٹے'' بھرتے ہیں۔

ہم بچاتے رہ گئے دیمک سے اپنا گھر
کرسیوں کے چند کیڑے ملک سارا کھا گئے

جنرل ضیاء الحق نے ''مجلسِ شوریٰ'' بنا کر اسلامی نظام نفاذ کرنے کی سعی کی تو کئی طبقات اُس کے مخالف ہو گئے۔جنرل ضیاء الحق نے عافیت چاہی اور اسمبلی کا رُخ کیا۔جنرل مشرف کو باوردی، تاحیات صدر تسلیم کرنے والے سیاست دان بھی جمہوریت کا نعرہ لگاتے ہیں۔وقت کے ساتھ ہمدردیاں بدلنا آج سیاست دانوں کا وتیرہ بن چکا ہے۔جمہوریت کا نام لے کر اپنے مفادات حاصل کرنے کے بعد ''آمریت'' کا مظاہرہ کرنے والے قوم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل کیا ہے؟اس کے بارے میں آئندہ ۲۲ ویں صدی ہی کچھ بتا سکتی

Marfat.com

ہے۔ فی الحال قتل و غارت اور دہشت گردی کے چنگل میں پھنسی ہوئی قوم کیا کہہ سکتی ہے؟ یہاں تو جسے بھی کشتی ملت کا ناخدا بنایا اس نے اہلِ وطن کو طوفاں کی حقیقت سے غافل رکھا۔

حادثہ یہ ہے کہ جسموں کو بھی عریاں کر گیا
جو بھی آیا زخمیوں کی جاں بچانے کے لیے

منفی سیاست کا رجحان

لانگ مارچ، دھرنے اور ہر پارٹی کا کامیاب جلسہ تقویت پکڑ رہا ہے۔ میڈیا وار نے میڈیا اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ٹی وی سکرین پر اب کوئی بھی اچھا نہیں۔ ہمارے ملک میں ایک عرصہ سے الزام تراشی کا ورلڈ کپ جاری ہے۔ تادمِ تحریر ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کا کلچر ہے۔ بہتان، الزام اور غیبت نے حقائق پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ سچائی ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ قوم کو رہنمائی دکھانے والے درجنوں ٹی وی چینل بھی ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں ہیں۔ نسلِ نو کا کہنا ہے کہ قوم کو آئینہ دکھانے والے چینل اب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں۔ نہایت محترم و مکرم علماء کرام بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ فروعی اختلافات کو اتنی ہوا دی گئی کہ وہ قومی اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے نسلِ نو کو راہِ اسلام پر لانے میں رکاوٹ کھڑی ہو گئی۔ نوجوان نسل جو موبائل اور انٹرنیٹ کی زد میں ہے، اُسے اسلامی تعلیمات پر کس طرح لایا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب جذباتی نہیں بل کہ سنجیدہ ہونا چاہیے۔

فطرت نے انسان کو آزادی عطا کی ہے۔ تسخیرِ کائنات کے لیے حضرت انسان آزاد ہے لیکن اس جہانِ آب و گل میں انسان نے انسان پر پے در پے پابندیاں عائد کرنا شروع کر دی ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کہا تھا کہ ''جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے''۔ معاملہ اس کے برعکس ہونے لگا ہے۔ جہاں کی بات تو کجا عالم اسلام میں گھومنے پھرنے کی آزادی نہیں ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا''، ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے'' کہنے والے ''نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر'' تو کجا ہمسایہ ممالک تک سفر نہیں کر سکتے' حدود و قیود اور ٹیکسوں کی بھرمار نے انسان کو قیدِ تنہائی میں ڈال دیا ہے۔ عالمی سطح کو بالائے طاق رکھیے' اپنے ملک پاکستان کا جائزہ لیجیے۔ ٹیکسوں کے روز افزوں اونچے گراف نے جینے کا حق چھین لیا ہے۔ سچ ہے کہ یہاں جینے پر پابندی لگ رہی ہے اور وہاں مرنے پر پابندی ہوگی۔

Marfat.com

غیروں سے پوچھتی ہے طریقہ نجات کا
اپنوں کی سازشوں سے پریشان زندگی

ٹیکسوں کی بھرمار

پاکستان ٹیکس ستان بن چکا ہے۔ واٹر ٹیکس' ہاؤس ٹیکس' انکم ٹیکس' وہیکل ٹیکس' ایکسائز ٹیکس' ٹیلیفون ٹیکس' سوئی گیس ٹیکس' بجلی ٹیکس' پیداواری ٹیکس' کار ٹیکس، ڈرائیونگ ٹیکس، ہوٹل ٹیکس، موبائل ٹیکس، موبائل بیلنس ٹیکس، سیلز ٹیکس' ٹول ٹیکس' تہہ بازاری ٹیکس' انکروچمنٹ ٹیکس' شادی ٹیکس' ملبہ ٹیکس' سفری ٹیکس' پیدائش ٹیکس' گفٹ ٹیکس' گروتھ ٹیکس' ویلتھ ٹیکس' گٹر ٹیکس، چھجہ ٹیکس' نقشہ ٹیکس' ایمپلائمنٹ ٹیکس' ٹریل ٹیکس اس کے علاوہ کئی اور ٹیکس ہیں لیکن سب سے بڑا جگا ٹیکس ہے، جو ان ٹیکسوں پر حاوی ہے۔ ہر جگہ' ہر رنگ میں' ہر سائز میں' ہر چھوٹے بڑے ڈبے میں دستیاب ہے۔ مرنے پر سرکاری ٹیکس تو نہیں البتہ گورکن جس حساب سے قبر کھدائی اور بنوائی وصول کرتا ہے وہ کسی بڑے ٹیکس سے کم نہیں ہے۔

لائسنس کے دائرے

لائسنس اور ٹیکسوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ موٹر لائسنس' ڈرائیونگ لائسنس' اسلحہ لائسنس' ٹی وی لائسنس' ریڈیو لائسنس' پروفیشنل لائسنس' چھٹی لائسنس' اجتماع لائسنس' جلوس لائسنس' تانگہ لائسنس' میڈیسن لائسنس المختصر جو لائسنس سے بچ گیا وہ ٹیکس میں اٹک گیا۔ جو ان دونوں کی زد سے باہر رہا، وہ کسی فیس میں آن پھنسا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یارب! نگاہ ناز پر لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو قتل کرتی ہے تلوار کی طرح

رتوں پہ زور نہیں ورنہ یہ جہاں والے
ہوائیں بیچتے نیلام رنگ و بو کرتے

آج ہم پیدائش سے وفات تک ٹیکسوں کی زد میں ہیں۔ ٹیکسوں کی بھرمار نے سُود در سُود کی طرح ٹیکس در ٹیکس کا نظام متعارف کروا دیا ہے۔ اب وہ دن دور نہیں جب سانس پر بھی ٹیکس نافذ ہوگا۔

Marfat.com

بھتہ خوری

ایک عرصہ سے اغواء برائے تاوان کا سلسلہ جاری ہے۔کئی معصوم پھول اس گھناؤنے جرم کی وجہ سے مسل دیے گئے ہیں۔ بہت سے والدین اپنے معصوم بچوں کی لاشیں اُٹھا چکے ہیں۔ اغواء شدگان کے وارثان مجرموں کی گرفتاری کے لیے سراپا احتجاج ہیں۔کئی بااثر احباب بھی اغواء برائے تاوان کی زد میں آ چکے ہیں۔دن دہاڑے بھتہ خوری کراچی سے شروع ہوئی اور پورے ملک میں پھیل چکی ہے۔بھتہ خور گن پوائنٹ پر منہ مانگی رقم وصول کرتے ہیں۔عدم ادائیگی کی صورت میں اُنھیں ناقابلِ تلافی جانی و مالی نقصان سے گزرنا پڑتا ہے۔کراچی میں نذرِ آتش ہونے والی بہت سی ملوں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے پسِ منظر میں بھتہ خوروں کا ہاتھ ہے۔تجزیہ نگاروں نے اس ضمن میں کئی سیاسی پارٹیوں کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔

نظامِ تعلیم کا ریمانڈ

قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کو نوجوانوں سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں کیوں کہ تحریک پاکستان میں نوجوان ہی ہراول دستہ تھے لیکن قیام پاکستان کے بعد نوجوانوں کے لیے خاطر خواہ نظامِ تعلیم وضع نہ ہوسکا۔انگریزی میڈیم اور اُردو میڈیم کے تضادات نے نظامِ تعلیم کی دھجیاں اڑا دیں۔ایک ہی ملک میں مختلف نصاب رائج کر دیے گئے۔۲ فیصد سالانہ بجٹ پر چلنے والے نظامِ تعلیم نے نہ صرف طبقاتی کش مکش کو فروغ دیا بلکہ بہترین طالب علم بھی پیدا کرنے میں ناکام ہوا۔

میں تو گنہ گار نہیں یہ بتا مجھے
کس کے گناہ کا میری جاں پہ عتاب ہے
پڑھنے سے جس کو لوگ گریزاں ہیں آج کل
اکثر میں سوچتا ہوں یہ کیسا نصاب ہے

جعلی ڈگریوں کا آسیب

ڈگریوں کی لوٹ سیل ہے۔اسمبلیوں کے ممبران کی جعلی ڈگریوں نے عالمی سطح پر پاکستان کے وقار کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔جعلی ڈگریوں کے حامل ممبران کیا قانون سازی کریں گے؟ ڈگریوں کے اس

Marfat.com

میلے میں تعلیم کا جنازہ نکل گیا۔ گزشتہ چند سال میں محکمہ تعلیم اور تعلیمی نظام میں وہ زوال آیا کہ اس کا عروج ایک خواب بن چکا ہے۔ تعلیم کے بل بوتے پر اہل مغرب دنیا بھر کی دولت سمیٹ رہے ہیں۔ چاند پر کمندیں ڈال کر مریخ تک جا پہنچے ہیں۔ ہماری ڈگریاں بہت آگے ہیں جب کہ تعلیم بہت پیچھے ہے۔ اساتذہ کرام گریڈوں کے چکر میں اور طالب علم ڈگری کے گھن چکر ہیں۔ تعلیمی اداروں میں سیاسی مداخلت نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔ کئی ایک ادارے اب سیاسی جماعتوں کے گڑھ بن چکے ہیں۔ بوٹی مافیا اور قبضہ گروپ نے ذہین بچوں کا حق چھینا ہے۔ پرچہ جات کا آؤٹ ہونا عام سی بات ہوگئی ہے۔ نقل کے رجحانات عام ہیں۔ ٹیلی ویژن پر نقل کرنے کی وارداتیں ہر خبر میں شامل ہوتی ہیں۔ کئی سنٹرز پر گن پوائنٹ نظر آتے ہیں۔ سندھ کے وزیر تعلیم نے امتحانات سنٹر کا معائنہ کرتے ہوئے جو انکشاف کیے؛ وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔ سیاسی عملداری میں تعینات کیے گئے اساتذہ اپنی اپنی پارٹیوں کے ورکر بن جاتے ہیں۔ اگر ایک کلرک سفارشی ہو تو وہ صرف ایک دفتر ہی تباہ کر سکتا ہے لیکن ایک نااہل استاد ریٹائرمنٹ تک قوم کے مستقبل کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا ہے۔ بیرونی امداد کے باوجود یونی ورسٹیوں اور بورڈوں کے نتائج باعث شرمندگی ہیں۔ پولیس تجزیے کے مطابق ڈکیتیوں اور دیگر سٹریٹ کرائمز میں نوجوان بالخصوص طالب علم شامل ہیں۔ والدین اور اساتذہ طالب علموں کی اخلاقی تربیت کرنے میں بُری طرح ناکام ہیں۔ وہ دولت کے چکر میں اپنی اولاد کی طرف توجہ نہیں دے پاتے۔ کسی بھی طالب علم کی ناکامی میں معاشرتی رویوں اور والدین کا ہاتھ ہے۔ جو طالب علم جائز یا ناجائز ذرائع سے ڈگری حاصل کر لیتے ہیں، انھیں روزگار نہیں ملتا۔ وہ روزگار کی فکر میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اگر کہیں ملازمت کا دروازہ کھلتا ہے تو برسر اقتدار طبقہ اپنی مشینری کو خوش کرنے کے لیے اہل ثروت کو اہمیت دیتا ہے۔ میرٹ کا شور کاغذوں کی حد تک رہتا ہے۔ ہر آنے والی حکومت سابقہ حکومت پر الزام لگا کر تسکین حاصل کرتی ہے۔ سابقہ حکومت نے یہ کیا، وہ کیا لیکن اب ہم کیا کر سکتے ہیں جب کہ ہوتا وہی کچھ ہے جو پہلے ہوتا آیا ہے۔

ملازمت نہ ملنے، حق دار کو حق نہ ملنے اور صلاحیتوں کا اعتراف نہ ہونے کی وجہ سے نوجوان جرائم کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ قیام پاکستان کے ادھورے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ تعلیم اور تعلم میں اصلاح کے لیے ممکنہ قدم اٹھائے۔ جمہوریت کی ناکامی تعلیم کی وجہ سے ہے۔ شرح خواندگی ۳۰ فیصد سے زیادہ نہیں ہوئی۔ بچوں سے جبری مشقت کا سلسلہ جوں کا توں جاری ہے۔ پرائمری

Marfat.com

تعلیمی اداروں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ تعلیمی اداروں میں بچوں کو سہولیات مہیا نہیں۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے واجبات سن کر ہی انسان نیم بے ہوش ہو جاتا ہے۔ تعلیمی پالیسیاں بند کمروں میں تیار ہوتی ہیں۔ تعلیمی پالیسیوں کے لیے ضروری ہے کہ طلبا، اساتذہ اور ریٹائرڈ ماہرین تعلیم کے تجربات سے استفادہ کیا جائے۔ تعلیمی اداروں میں غیر ضروری سرگرمیوں پر پابندی ہو' اساتذہ' والدین' طلبا کا اتحاد ثلاثہ مستقل بنیادوں پر قائم رہے۔ تعلیم کی آبیاری ونشو ونما اور اصلاح کے بغیر ہم کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہیں کر سکتے۔ استاد خود بادشاہ نہیں لیکن بادشاہ بناتا ہے۔ قابل ذہین اور باصلاحیت اساتذہ اور طالب علموں کی حکومتی سطح پر پذیرائی ہونی چاہیے لیکن افسوس' قیام پاکستان سے فن کاروں اور کھلاڑیوں کو نوازا گیا لیکن استاد کی حالت سدھارنے کے لیے کسی حکومت نے بھی قابل قدر اور خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے۔ لیپ ٹاپ کی تقسیم ایک اچھا اقدام ہے لیکن غریب کا بچہ اس سے محروم ہے۔ آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی اور اعلیٰ تعلیم کی بھاری فیسوں نے غریب طالب علموں کے جذبات سرد کر دیے ہیں۔ کسی ملک اور معاشرے کی ترقی کا دارومدار حسنِ تربیت پر منحصر ہے۔ والدین اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں کے سپرد ایک خاص مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ اُن کی بیٹی یا بیٹا تعلیم سے فارغ ہو کر انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر یا اعلیٰ افسر بن جائے۔ کسی باپ نے یہ نہیں سوچا کہ اُن کی اولاد پاکستان کے لیے باکردار، باضمیر، بااخلاق، باحیاء، بن کر اُس کا وقار بلند کرے۔ گھروں اور تعلیمی اداروں میں بچوں کو اخلاقی اقدارِ حیات سے روشناس کروانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ ملکی قوانین کی پابندی تو ہمارے ملک میں کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ اس سارے کیس میں اساتذہ، والدین اور ہمارا میڈیا شامل ہے۔ پاکستان جن مقاصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا، اُنھیں فراموش کر دیا گیا ہے۔ اسی لیے آج ہر پاکستانی ایک دوسرے کے چنگل میں گرفتار ہے۔

پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی

ہر حکومت پولیس کو اپنے اشاروں پر رکھتی ہے۔ فوج کے بعد پولیس ہی ہمارے تحفظ کی ضامن ہے۔ پولیس کو اُلجھنوں میں پھنسا کر اصل مقاصد سے دور کر دیا گیا ہے۔ وسائل کی قلت، تنخواہوں میں کمی نیز غیر متعلقہ سرگرمیوں میں پولیس کو شامل رکھنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ پولیس سے بلا جواز پروٹوکول ڈیوٹیاں لینا دانش مندانہ اقدام نہیں۔ پولیس اہل کاروں سے ناروا سلوک افسوس ناک ہے۔ ۲۴ گھنٹے وردی میں ملبوس

Marfat.com

پولیس جوان کس حد تک ڈیوٹی دے سکتے ہیں؟ عدم تحفظ نے پولیس میں مایوس کن جذبات اُبھارے ہیں۔ پُرتشدد واقعات اور دہشت گردی میں شہید ہونے والے پولیس اہل کاروں کے ورثا میں گہری مایوسی پائی جاتی ہے۔ ان نامساعد حالات کے باوجود پولیس کا خدمات انجام دیتے رہنا ایک حوصلہ مند اقدام ہے۔ سیاست دان پولیس کو زرخرید غلام سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محکمہ پولیس ظلم و تشدد کی مثال بن گیا۔ الیکشن کے دنوں میں ہر سیاسی پارٹی نعرے لگاتی رہی کہ ہم سب سے پہلے محکمہ پولیس کو ٹھیک کریں گے لیکن برسرِاقتدار آ کر ہر پارٹی خود پولیس بن گئی۔ کئی سیاسی جلسوں میں اپوزیشن قائدین نے پولیس کو بغاوت پر اُکسایا۔ اہلِ اقتدار ہوں یا مخالف پارٹیاں، نظم و نسق کی تمام ذمہ داری پولیس پر سونپ دیتے ہیں۔ پولیس شہریوں کے جان و مال کا تحفظ کرنے کی بجائے حکومت بچاؤ سرگرمیوں میں محو رہی' کارِ پولیس میں مداخلت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بااصول پولیس آفیسر اور اہل کار بھی حالات کی چکی میں پستے رہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سیاسی جماعتوں نے اپنے من پسند افسر نامزد کر لیے اور جو بھی حکومت آئی؛ اس نے جانے والوں کو نشانہ ستم بنایا۔ ایک سپاہی معاشرتی ناہمواریوں کے سامنے کٹی پتنگ بن گیا۔ معمولی تنخواہ' چوبیس گھنٹے ڈیوٹی اور حکومتی مشینری کے سامنے جی حضوری کرنے والا پولیس کا سپاہی اپنا پیٹ پالنے میں ناکام ہوا تو اس نے بھی ناجائز ذرائع اختیار کیے۔ اخبارات کے مطابق کئی بڑے جرائم میں خود پولیس بھی ملوث پائی گئی۔ سسٹم کی خرابی کی وجہ سے انسپکٹر جنرل پولیس کے احکامات ایک پولیس کے سپاہی تک پہنچتے پہنچتے دم توڑ گئے۔ اثر و رسوخ نے سپاہی کی وردی کا تقدس پامال کیا۔ کوئی سپاہی کی پیٹی اُتروانے کی دھمکی دینے لگا تو کسی نے اسے ٹرانسفر کی تڑی (دھمکی) دے دی۔ المختصر قیامِ پاکستان سے اب تک پولیس مجموعی طور پر اپنا فرض تو ادا کرتی ہے لیکن انصاف و مساوات کا ترازو اُن کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ حالیہ مار دھاڑ اور قتل و غارت میں مارے جانے والے پولیس اہل کار اس سسٹم کی خرابی کی عکاسی کرتے ہیں۔

علمائے کرام' اساتذہ اور پولیس ایسا اتحادِ ثلاثہ ہے جو پاکستان اور اہلِ پاکستان کے تحفظ کا ضامن ہے لیکن افسوس مجموعی طور پر ان تینوں طبقات میں ہم آہنگی نہ ہو سکی اور معاشرتی رویوں کا جنازہ نکل گیا۔ استحکامِ پاکستان کا خواب چکنا چور کرنے میں ان تینوں طبقات کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ یہ یاد رہے کہ پانچوں انگلیاں یکساں نہیں۔ ان میں قابلِ قدر لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

عالمی و قومی اخبارات اس بات کے شاہد ہیں کہ پاکستان کے بہت سے وزرائے اعظم' صدور' وزرا

Marfat.com

اور سیاسی اکابرین یہ بیان دے چکے ہیں کہ پاکستانی معاشرہ کرپٹ ہو چکا ہے۔ پوری قوم کرپشن کا شکار ہے۔ یہی نہیں عالمی سطح پر پاکستان کو دنیا کی کرپٹ ترین قوم ہونے کا الزام بھی دیا گیا۔ دہشت گردی کی رام کہانیوں کے بعد پڑوسی ملک نے ہمیں کرپٹ ملک کا تحفہ عنایت کیا۔ لوٹ کھسوٹ کے واقعات نے دنیا بھر میں ہمارا قومی وقار خاک میں ملا دیا۔ عزت نفس کا گراف گرنے کی رفتار تا حال جاری ہے، کسی کو اس بات کا خیال نہیں ہے کہ یہ گراف کہاں اور کیسے روکا جا سکتا ہے۔

رہن رکھ دی بے حسی کے پاس کیا آواز بھی
بولتا کوئی نہیں الزام سناٹے پہ ہے

کرپشن کے بارے میں تقریباً ہر پاکستانی کا ایک عام جملہ یہ ہے ''پاکستان میں ہیرا پھیری سب کچھ جائز ہے'' یہ جملہ میری طرح ہر محب وطن پاکستانی کے لیے کلاشنکوف کی گولی سے کم نہیں ہے کہ ہم جس آغوش میں پل رہے ہیں اسے ہی بُرا بھلا کہتے ہیں' اپنا قصور' اپنی غلطیاں وطن کے نام کیوں کرتے ہیں؟

یوں ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر
کارِ بد تو خود کرے، لعنت کرے شیطان پر

پاکستان میں وزیروں' مشیروں سے لے کر ایک عام شہری تک فرائض کی ادائیگی کا فقدان ہے۔ ہر شہری خواب دیکھتا ہے کہ ماحول آلودگی سے پاک ہو' سڑکیں صاف ستھری ہوں' بجلی وافر مقدار میں میسر ہو' پانی کی فراہمی خوب سے خوب ہو' ٹیلی فون ۲۴ گھنٹے ٹھیک رہے' سوئی گیس اس کے گھر کی نوکرانی ہو' گاڑیاں وقت پر چلیں' ٹریفک کا نظام درست ہو' تجاوزات بالکل ختم ہوں' ملاوٹ سے پاک چیزیں اس کے دستر خوان کی زینت ہوں اور بس ۔۔۔۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم حق مانگنے کے ساتھ ساتھ اپنا فرض بھی ادا کریں۔ ہم نے ایک دوسرے کے لیے مسائل کھڑے کر رکھے ہیں۔

ملاوٹ میں ملاوٹ

ڈاکٹر کو گوالے سے شکوہ ہے کہ پانی ملا دودھ ہے۔ گوالے کو ڈاکٹر سے گلہ ہے کہ اس نے ۲ نمبر دوائی دی ہے۔ ملاوٹ کا تو کیا کہنا؟ ملاوٹ کرنے میں ہمارے لاتعداد شہری اپنے فن میں یکتا ہیں۔ مشروبات ہوں یا عطریات، ادویات ہوں یا غذایات، سبزیات ہوں یا لحمیات سب میں ملاوٹ ہی ملاوٹ ہے۔ گدھوں اور کتوں

Marfat.com

کا گوشت عوام الناس کو کھلانے والے بھی اسی ملک میں زندہ و آزاد ہیں۔ چہرے پہ چہرہ چڑھا ہے، اِسی لیے خلوص میں بھی ملاوٹ ہے۔ ایک پاکستانی نے حالات سے تنگ آکر خودکشی کے لیے زہر کھالیا لیکن خوش قسمتی سے بچ گیا کیوں کہ زہر میں بھی ملاوٹ تھی۔ ٹیلی فون آپریٹر کو صارفین سے شکایت کہ وہ تمیز سے بات نہیں کرتے' صارفین کو آپریٹر سے شکایت کہ وہ ہماری بات نہیں سنتے۔ واپڈا لوڈشیڈنگ کا چھرا لیے کھڑا رہتا ہے کہ لوگ واجبات ادا نہیں کرتے' صارفین چالاک اور ۳/۱ حصہ بجلی چوری کر جاتے ہیں۔ ٹیکس ادا کرنا جرم اور غلطی تصور کرتے ہیں۔

قرضہ جات کا حصول

بنکوں سے قرض لینا ہر شہری کا حق ہے لیکن قرض کی ادائیگی نہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بنک یتیم اور فنانس کارپوریشنوں کے مارے ہوئے نیم مردہ ہو گئے ہیں۔ ''کرپشن'' ہمارے ملک کا طرہ امتیاز بن چکی ہے۔ کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں لاکھوں اور کروڑوں کے گھپلوں کی خبریں اخبارات کی زینت نہ بنی ہو۔ ہر حکومت کرپٹ لوگوں کی فہرست بناتی ہے لیکن چند دنوں کے شور کے بعد پھر لمبی خاموشی' احتساب کا نعرہ لگتا ہے لیکن موسم بدلتے ہی احتساب کرنے والوں کا احتساب شروع ہو جاتا ہے۔ کرپشن کا مطلب صرف یہی نہیں بل کہ ملک کی دولت ناجائز طریقہ سے لوٹی جائے' اس اعلیٰ نسل کی کرپشن کے علاوہ کئی دیگر عوامل بھی کرپشن کے زمرے میں آتے ہیں۔

ٹیکسوں کی ادائیگی نہ کرنا' کا غذات میں ہیرا پھیری کرنا' ماحول کو آلودہ بنانا' منشیات کا سہارا لینا' قرض کی ادائیگی نہ کرنا' چوری' لوٹ مار' ڈکیتی' قتل و غارت' ذخیرہ اندوزی' اقربا پروری' رشوت، ناجائز منافع خوری' ناپ تول میں کمی' ملاوٹ' راتوں رات دولت سمیٹنے کی خواہش' خواتین کی بے حرمتی' موٹر سائیکلوں کے سائلنسر نکال کر بے ہنگم ماحول پیدا کرنا' ٹریفک قوانین کی پابندی نہ کرنا' ڈرگ مافیا' قبضہ مافیا' بوٹی مافیا' فلور کراسنگ' صرف فلور ہی نہیں بل کہ ہر قسم کی غلط کراسنگ' شادی بیاہ اور تدفین کی فضول رسومات' دوسروں کی دل آزاری' اپنی عمارات کو دوسروں کی تضحیک کے لیے بلند کرنا' مذہبی عقائدات کا مذاق' سنجیدگی کا مذاق' دوسروں کی پگڑیاں اچھالنا' وعدہ خلافی اور دیگر معاشرتی بُرائیاں سب کرپشن کا حصہ ہیں۔

اس بڑھتی ہوئی کرپشن کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم ذہنی طور پر کرپٹ ہو چکے ہیں، ہمارا ضمیر مر

Marfat.com

چکا ہے، ہم بے حس ہو چکے ہیں۔ فطرت قوموں کی اجتماعی غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ ہم نے اجتماعی جدوجہد سے یہ ملک حاصل کیا اور پھر انفرادی رویوں سے اجتماعی رویوں تک ہم نے اسے بگاڑنے کا فریضہ ادا کیا۔

جہاں بھونچال بنیاد فصیل و در میں رہتے ہیں
ہمارا حوصلہ دیکھو ہم ایسے گھر میں رہتے ہیں

ہم نے قیام پاکستان کے وقت اسلام اسلام کا نعرہ لگایا تھا' ہم نے پاکستان میں اسلام آباد تو بنالیا لیکن اسلام کو دلوں میں آباد نہیں کیا۔ جو قومیں اپنے نظریات سے روگردانی کرتی ہیں وہ حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہیں۔ ہم نے نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان سے صرف منہ ہی نہیں موڑا بلکہ اس سے غداری بھی کی ہے۔

سال ہا سال کی غلطیوں' کوتاہیوں' خود فراموشی اور خود فریبی نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ کیا ہم قیام پاکستان سے اب تک ایک قوم بن سکے؟ ہم میں قومی شعور اور قومی تشخص پیدا ہو سکا؟ یہی سوال آج نسل نو اپنی بزرگوں سے کرتی ہے۔ ہمارے ادھورے خواب ہمارے ضمیر پر دستک دے رہے ہیں کہ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ ورنہ فطرت کا انتقام سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔ کوئی تو ہو جو پرسان حال قوم میں نوید مسرت سنائے۔

کوئی تو چلے منزلِ مقصود کی جانب
ہم نقطۂ آغاز پہ مدت سے کھڑے ہیں

ذرا سوچیے کہ ہم نے قیام پاکستان سے آج تک کیا کھویا اور کیا پایا؟ خود پرست اور مفاد پرست طبقہ نے پاکستان کو کٹی پتنگ اور بے آسرا دوشیزہ بنا دیا ہے۔ یعنی

حسیں شے بھی کیا شے ہے؟
جس نے ڈالی نظر بُری ڈالی

جشن کس بات کا؟

پاکستان اپنے چاہنے والوں سے فریاد کرتا ہے کہ میری آزادی کا جشن کیوں مناتے ہو؟ جشن کس بات کا' پاکستان لوٹنے کا' پاکستان ٹوٹنے کا' پاکستان بانٹنے کا' گردنیں کاٹنے کا' پاکستان کھانے کا' پاکستان لٹانے کا' قومی تشخص گنوانے کا' عزتیں لٹانے کا' صوبائی تعصب کا' فرقہ واریت کا' لوٹ مار کا' سرعام ڈکیتیوں کا' اغوا برائے تاوان کا' رشوت ستانی کا، اقرباپروری کا' بم دھماکوں کا' مساجد پر فائرنگ کا' امام بارگاہیں جلانے

Marfat.com

کا' تعلیمی جنازہ نکالنے کا' پگڑیاں اُچھالنے کا' بے حیائی وفحاشی کا' سیاسی چال بازیوں کا' منافقت ومنافرت کا' لوٹ کھسوٹ کا' ایک دوسرے کا حق مارنے کا' خودفریبی کا' خودفراموشی کا' اسلام سے روگردانی کا' قتل کر کے ہاتھ چھپانے کا' عدم تحفظ کا' بے حسی کا' بے غیرتی کا' اپنی ثقافت بھلانے کا' آنسو رلانے کا' ایک دوسرے کو ستانے کا........... جہاں تک سنو گے، وہیں تک ایک نئی داستاں ہے۔

۱۹۴۷ء سے آج تک ہم نے پاکستان سے سب کچھ لیا ہے لیکن کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ہم نے پاکستان کو کیا دیا ہے؟ یہ ملک اللہ پاک اور اُس کے حبیب سرورِ کائنات ﷺ کی عنایت ہے۔ ہماری غفلت ،لوٹ مار، سیاسی رسہ کشی ،فرائض سے روگردانی ، پڑوسی ممالک کی جارحیت ،طوفانی سیلابوں ،مہلک بیماریوں ،ہولناک زلزلوں کے باوجود پاکستان کا وجود قائم رہنا، کیا ایک معجزہ نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ کا نظام ایک انصاف کے گرد گھوم رہا ہے۔ جو قوم فطرت اُصول فراموش کرتی ہے ،فطرت اُس قوم کو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی سزاوار بناتی ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہم نے اللہ کے نام پر ایک آزاد اور خودمختار مملکت حاصل کرنے کے لیے تحریکِ آزادی شروع کی جو پاکستان کی صورت میں کامیاب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قرآن اور اپنے پیارے حبیب، خاتم النبیین ، محسنِ انسانیت ،محمد ﷺ کے صدقے ہمیں پاکستان عطا کیا۔ تنکوں میں منقسم قوم "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نام پر متحد ہوگئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہم اللہ تعالیٰ سے کیا گیا وعدہ بھول گئے اور دولت وثروت کے حصول میں اتنے محو ہوئے کہ تخلیقِ پاکستان کے مقاصد فراموش کر بیٹھے۔ یہی نہیں مسندِ اقتدار پر اُن لوگوں کا قبضہ ہوا جنھیں اسلام کے بجائے "اسلام آباد" کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "جیسی قوم ہوگی ویسے ہی اُس کے حکمران ہوں گے"۔ فطرت اپنے اُصول تبدیل نہیں کرتی۔ تاریخ کے جس دور میں بھی مسلمانوں نے احکاماتِ الٰہی فراموش کیے اللہ تعالیٰ نے مصائب اور مشکلات میں ڈال کر اُنھیں جھنجھوڑا۔ سیلاب، زلزلے، آفات، بارش میں کمی، خشک سالی، بیماریاں اور اعصابی پریشانیاں اُس قوم کا مقدر بنیں، جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کی۔ زلزلے کیوں آتے ہیں؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

"میں ایک آدمی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور میرے ساتھی نے آپؓ سے پوچھا کہ زلزلہ کیوں
آتا ہے؟ اس کے جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو

Marfat.com

حلال کرلیں، شراب پینے لگیں اور گانے بجانے کا مشغلہ اپنالیں تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ زلزلہ برپا کردے۔ بس اگر اُس علاقے کے لوگ توبہ کرلیں اور بد اعمالیوں سے باز آجائیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ اُن کے لیے ہلاکت ہے۔'' (بحوالہ: ابن ابی الدنیا)

ہماری کامیابی اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہمارے دل میں خلوص اور نیت میں رضائے الٰہی کے لیے ایک ملک کا حصول تھا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اس لیے ہمیں یہ ملک مل گیا۔ ہماری نیتوں میں فتور آیا اور ہم اصل راہ سے بھٹک گئے، جس کی بنا پر اُمت مسلمہ اور پاکستان کو لاتعداد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور پڑ رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے جس خطے میں احکاماتِ الٰہی کی خلاف ورزی ہو، کم تولنا، ملاوٹ، دوسروں کا حق مارنا، عبادات میں دکھاوا کرنا، شراب و کباب کی محفلیں سجا کر عیش نشاط کے مزے لینا، اعلانیہ دعوتِ گناہ دینا، بے حیائی، عریانی، والدین کی نافرمانی عام ہوجائے اُس خطے پر عذابِ الٰہی کی اہم ترین صورتوں میں زلزلہ، مہلک بیماریاں، خشک سالی، ناگہانی آفات اور دیگر مشکلات شامل ہیں۔ نماز کی ادائیگی سے گریز کرکے کوئی مسلمان قوم مستحکم اور خوش حال نہیں رہ سکتی۔ ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز پیر کے ہولناک زلزلے میں ہمارا محفوظ رہ جانا اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہے۔

اس شہر بے صدا میں کوئی تو آذان دے
ایسا نہ ہو زمیں کا جواب آسمان دے

ہمارے اعمال، ہمارے سامنے ہیں۔ آسمان سے برسنے والا پانی، سیلابی ریلوں میں ہمیں بہا رہا ہے۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء اور ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۵ء کے زلزلوں میں زمیں کا جواب ہم دیکھ چکے ہیں۔ اِن سارے حادثات کے باوجود پاکستان تو قائم ہے لیکن ہم میں پاکستانیت اور مسلمانیت مرچکی ہے۔ ہم عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ جب اسلامی معاشرے میں قاتل کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ کیوں قتل کررہا ہے؟ مقتول زیرِ خنجر اپنے قتل ہونے کی وجہ نہیں جانتا، ایک دوسرے کی حق تلفی کی جائے، ٹارگٹ کلنگ، اغواء برائے تاوان، بھتہ خوری، چوری ڈکیتی عام ہوجائے تو ایسے معاشرے کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرتا۔ نومبر ۲۰۱۵ء میں ہم جس صورت حال سے گزر رہے ہیں، وہ نہایت مخدوش ہے۔ معافی کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ ہمیں

Marfat.com

اِن حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف خلوص نیت سے لوٹنا ہوگا۔اگر ہم نے اجتماعی معافی نہ مانگی تو عذاب الٰہی سے کسی صورت محفوظ نہیں رہ سکتے۔

قیام پاکستان سے اب تک تقریریں سن رہے ہیں۔سیاسی نعروں اور وعدوں سے کان پک گئے ہیں۔ بہلاوے ہی بہلاوے ہیں' دکھاوے ہی دکھاوے ہیں' کشتی ملت بھنور میں ہے۔ ہر شخص اپنا ہی راگ الاپ رہا ہے۔حق مانگ رہا ہے' فرائض کی ادائیگی صرف اللہ کے سپرد ہے۔ہم فرض اور قرض کی ادائیگی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ پاکستان سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم پاکستان کے لیے اپنی خواہشات اپنا من اس کی سرحدوں اور اس کے دامن میں چُن دیں۔ ہر پاکستانی کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ وہ چشمِ وطن میں سمایا ہو۔ بے در و دیوار ہی سہی لیکن یہ اپنا گھر ہے۔آیئے!اس کی ابتدا اپنی ذات سے کریں کہ اگر ''میں'' ٹھیک ہوگیا تو معاشرے سے کم از کم ایک برائی تو کم ہوگی۔

آؤ اپنے جسم چُن دیں اینٹ پتھر کی طرح
بے در و دیوار ہے لیکن یہ گھر اپنا تو ہے

☆-☆-☆

Marfat.com

سیرتِ رسول ﷺ اور دفاعی تجاویز

عالمِ انسانیت کے اوّلین سپہ سالارِ اعظم، سالارِ کارواں، محمد مصطفیٰ ﷺ نے سب سے پہلی اسلامی نظریاتی ریاست ''مدینہ'' کے قیام کے بعد سب سے پہلے اُس کے دفاع پر توجہ دی۔ اِسی دفاع کو مستحکم رکھنے کے لیے سرایا اور غزوات رونما ہوئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق، معرکۂ حدیبیہ اور پھر فتح مکہ کا فقید المثال مظاہرہ تاریخِ اسلام کا اہم ترین باب ہے۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کا مقصد رب العالمین کے نام پر مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کا قیام تھا، جہاں مسلمان ایک رب کی عبادت کر سکیں۔ ۱۳۶۶ سال بعد دوسری بڑی ہجرت ہندوستان سے پاکستان آنے کی صورت میں رونما ہوئی جس کا مقصد بھی رب العالمین کے نام پر ایک الگ مملکت کا قیام تھا، جہاں مسلمان اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ اسلام کے نام پر مدینہ اور پاکستان کے قیام میں یہی مماثلت ہے۔ مدینہ طیبہ اور پاکستان میں حسنِ معانی کا رشتہ بھی موجود ہے۔

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا قیام یقیناً ریاستِ مدینہ کے قیام سے مشابہ ہے۔ پاکستان کا دفاع ہمیں اُسی طرح مقدم ہے جس طرح مسلمانوں نے ریاستِ مدینہ کا دفاع کیا تھا۔ پاکستان کے دفاع کے لیے بھی بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ، فتح مکہ ایسے مراحل سے گزرنا پڑا ہے جس کے مشابہ مراحل ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء، سیاچن، کارگل جنگوں کی صورت ہو چکے ہیں۔ دہلی کے لال قلعہ پر پاکستانی پرچم لہرانے اور دہلی کی جامع مسجد میں نمازِ شکرانہ ادا کرنے کے مراحل باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور ہم خلوصِ نیت سے آگے بڑھتے رہے تو برعظیم پاک و ہند کا نام ''پاکستان'' ہوگا۔ فتح مکہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے ہمیں سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ جیسا جذبۂ جہاد پیدا کر کے رسمِ شبیریؓ ادا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آنا ہوگا۔

اسلامی جمہوریۂ پاکستان عصرِ حاضر میں اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ دفاعِ پاکستان کے لیے سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے مینارۂ نور ہیں۔ پاکستان کا وجود، خاتم النبیین ﷺ کی بشارت کا ثمر

Marfat.com

ہے۔اب اس کی تعمیر اور دفاع کے لیے جدوجہد کرنا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔اس فرض کی ادائیگی سنّتِ نبوی ﷺ ہے۔

پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی دونوں سرحدیں اہمیت کی حامل ہیں۔پاکستان، ایک نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا۔اسی لیے سب سے پہلے اس کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع بہت ضروری ہے۔جب کوئی خاص مقصد بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا نصب العین بن جائے تو وہ ''نظریہ'' کہلاتا ہے۔جب برِعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگیوں کا مقصد اللہ کے نام پر ایک آزاد اور خود مختار مملکت کا حصول بن گیا تو یہ ''نظریۂ پاکستان'' کہلایا۔نظریۂ پاکستان کا مقصد بھی وہی ہے جو ضیائے حرم، رونقِ عالم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے بارے میں سوچا تھا۔ریاستِ مدینہ معرضِ وجود میں آئی تو شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں نے جان پر کھیل کر اُس کا دفاع کیا۔اسی طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے لیے سرفروش جاں کی بازی لگا گئے۔افسوس کہ ہم نے بہت جلد اُن مقاصد کو فراموش کر دیا جن کے لیے کم از کم ۱۰ لاکھ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔

ہم نے مجموعی طور پر اسلامی اُصولوں سے روگردانی کی۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے حصولِ آزادی کے جو اُصول وضع کیے تھے، ہم نے اُن پر عمل درآمد نہیں کیا۔قراردادِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک صرف ۷ سال کا دورانیہ ہے۔اس عرصہ میں برِعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے جس جرأت، شجاعت اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ تاریخِ اسلام اور تاریخِ پاکستان کا ایک اہم باب ہے۔۷ سالہ محنت کا ثمر ہمیں آزادی کی صورت میں مل گیا۔بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے اور بہت جلد ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔قائداعظم کی آنکھ بند کیا ہوئی کہ ہماری سوچوں کے دروازے مقفل ہو گئے۔قائداعظم کے دستِ راست لیاقت علی خان منصۂ شہود پر آئے، اُنھوں نے پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے قراردادِ مقاصد پیش کی۔۱۹۵۶ء کے آئین کی تیاری کے لیے یہ قرارداد ایک سنگِ میل تھی۔۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قراردادِ مقاصد منظور ہوئی لیکن اس کے محرک لیاقت علی خان بھی اپنے خواب کی تکمیل نہ دیکھ سکے۔۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو لیاقت علی خان شہید کر دیے گئے۔شہادت کے وقت اُن کے لبوں کی دہلیز پر یہ دُعا جاری تھی ''اللہ، پاکستان کی حفاظت کرے''۔لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزارتِ عظمیٰ کی ایک کرسی کے لیے کئی کرسیاں چلنے لگیں۔یکے بعد دیگرے وزارتیں بدلنے لگیں اور ہم حصولِ آزادی کے مقاصد کو فراموش کرنے لگے۔

اُصولِ فطرت ہے کہ مرکز سے دوری قوموں کے لیے زوال کا باعث ہوتی ہے۔ہمارا محور و مرکز

Marfat.com

اسلام اور ہمارے قائد شہنشاہِ انسانیت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ہم نے آپ ﷺ کی قیادت سے استفادہ کرنے میں کوتاہی کی تو روبہ زوال ہو گئے۔

اہم مہمات میں قتل انسانیت

خیر و شر انسان کی سرشت کا حصہ ہیں۔قابیل کا ہاتھوں ہابیل کا قتل شر کا آغاز ہے۔غاروں سے لے کر مہذب معاشرے کے قیام تک قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے۔نبیٔ پاک ﷺ نے رب العالمین کے پیغام سے دنیا کو امن و سلامتی کا راستہ دکھایا۔آپ ﷺ کی تعلیمات نے ظلم و جبر کی تاریکیاں اُجالوں میں تبدیل کر دیں۔شرارِ بولہبی نے حق پرستوں کو دبانے کی کوششوں میں کمی آنے نہ دی۔آپ ﷺ نے لاکھوں مربع میل زمین اللہ کی فتح و نصرت سے تسخیر کر لی۔دورِ حاضر کے تمام جرنیل اپنی تمام جنگوں کا تجزیہ کر لیں تو وہ ہمارے سپہ سالارِ اعظم، محمد عربی ﷺ کی حکمتِ عملی تک نہیں پہنچ سکتے۔گزشتہ ابواب میں اسلامی فوج کے سربراہ ﷺ کی حکمتِ عملی کا تذکرہ آ چکا ہے۔اِن سطور کا مقصد یہ ہے کہ آج انسانیت کو امن کی راہ دکھانے والے انسانیت کے قتل میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟ اسلامی غزوات اور سرایا کے مطالعہ سے مسلمانوں کی فتوحات اور جان و مال کے نقصان کے بعد چند سال کا قتل نامہ قابلِ توجہ ہے۔تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انسان کے ہاتھوں، انسان کا قتل ناقابلِ بیان ہے۔آج دنیا ایک بار پھر تیسری عالم گیر جنگ کے دہانے پر آ چکی ہے۔دو بڑی عالمی جنگوں کے بارے میں کئی عالمی معلوماتی کتب میں جو بات سامنے آئی اُسے قارئین کی نذر کرنے کی سعی کی ہے۔۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ہوا۔جنگ کے آغاز میں ۶ ممالک برسرِ جنگ ہوئے۔۱۹۱۸ء تک جنگ کے بادل چھٹنے لگے تو لڑائی میں حصہ لینے والے اِن ممالک کی تعداد ۱۴ ہو گئی۔ایک جانب جرمنی اور آسٹریا کی قوتیں تھیں تو دوسری طرف برطانیہ، اٹلی، فرانس، روس ایسے توانا ممالک تھے۔اتحادی افواج نے طاقت کے بل بوتے پر چھوٹی ریاستوں کے حقوق کا تحفظ کرنے کا نعرہ لگایا لیکن اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اُنھوں نے انسانیت کا قتلِ عام کیا۔

مقاصد کچھ بھی ہوں اس جنگ میں قیمتی جانوں کا ضیاع افسوس ناک ہے۔جس طرح سمندر میں بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں اِسی طرح بڑے ممالک نے اپنی حیثیت کے مطابق مدِ مقابل کو ہڑپ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔آتش و آہن کی بارش سے انسانوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اُتارا۔۸۶ لاکھ انسانوں کا لقمۂ اجل بن جانا معانی خیز ہے۔عالمِ انسانیت کی تذلیل ہے۔اس جنگ پر اُٹھنے والے اخراجات

Marfat.com

سے پوری دنیا کئی سال تک اشیائے خورد ونوش خرید سکتی تھی لیکن طاقت کا اظہار، انا پرستی اور کمزور پر چھا جانے کی سرشت نے عالمی امن تباہ کر دیا۔

عالمی جنگ کی تباہی

اس تباہی و بربادی کا ماتم ۲۵ سال جاری رہا کہ دوسری جنگِ عظیم ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہو گئی۔ اس جنگ کا دائرہ پہلی جنگِ عظیم سے بھی بھیانک ثابت ہوا۔ ۶، اگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما اور ۹، اگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی ایسے خوب صورت شہر زمیں بوس ہو گئے۔ پروفیسر ہیشائیٹو ایشی میرو نے، اس سانحہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگست ۱۹۴۵ء، ۱۱ بجے دن ایک جہاز بی۔۲۹، کے بم گرانے سے آسمان تاریک ہو گیا، یوں محسوس ہونے لگا کہ کالے رنگ کی بارش ہو رہی تھی، ہر چیز کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، چاروں طرف جسموں کے لوتھڑے پڑے تھے، عمارتوں کے صرف ڈھانچے رہ گئے تھے، درختوں کے پتے جھلس چکے تھے، پہاڑوں پر کوئی درخت باقی نہ رہا تھا۔ تباہی و بربادی کی داستاں لفظوں سے بیان نہیں کی جا سکتی۔ آج بھی جاپان میں اُس جنگ کے کیمیائی اثرات موجود ہیں۔ ہر سال جاپان میں دوسری جنگِ عظیم کے مقتولین کی یاد میں تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے ۸۶ لاکھ مقتولین کا غم ذہنوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے ڈیڑھ کروڑ انسانوں کے قتل کا نظارہ چشمِ فلک نے حیرت سے دیکھا ہو گا۔ زخمیوں، قیدیوں، بے گھروں اور متاثرین کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ ۲۸ ممالک کی دوسری جنگِ عظیم میں شرکت نے انسانی امن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔

سید الثقلین، نبی الحرمین، امام الانبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ کا پیغام کونے کونے میں پھیلایا جس کے لیے آپ ﷺ نے امن وسلامتی، انسانی ہمدردی اور خلقِ خدا سے رواداری کا مظاہرہ کیا۔ قیادت کی یہ لازوال مثال صرف اور صرف دامنِ مصطفیٰ ﷺ میں موجود ہے جو تا حشر قابلِ عمل ہے۔ رحمتِ بیکراں ﷺ نے اسلام کی ترویج کے لیے انسانی جذبات واحساسات کا ہمیشہ خیال رکھا۔ کم سے کم جانی و مالی نقصان میں لامتناہی کامیابیاں، کامرانیاں اور مہربانیاں آپ ﷺ کے مقدر کا حصہ بنیں۔ آج امن کے نام پر انسانوں کا لہو بہایا جاتا ہے۔ امن کے عالمی ٹھیکیدار خون بہا کو فتح کا نام دیتے ہیں۔ اگر ہم پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں

Marfat.com

انسانوں کے لہو سے امن کی لکیر کھینچنے والوں کا تجزیہ کریں تو درج ذیل صورت حال سامنے آتی ہے۔

	پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء		دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء	
	ہلاک	قیدی یا لاپتہ	ہلاک	قیدی یا لاپتہ
آسٹریلیا ہنگری صرف پہلی جنگ			۲۶۹۷۶	
آسٹریا	۱۲۰۰۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۰	۲۸۰	
اٹلی	۶۵۰	۶۰۰	۱۴۹۴۹۶	
امریکہ	۱۲۶	۴۵۰۰	۲۹۱۵۵۷	
برازیل			۹۴۳	
برطانیہ	۹۰۸۳۷۱	۹۹۱۶۵۲	۳۵۷۱۱۶	
بلجیئم	۱۳۷۱۶	۳۴۶۵۹	۸۴۶۰	
بلغاریہ	۸۷۵۰۰	۲۷۰۲۹	۶۶۷۱	
پرتگال	۷۲۲۲	۱۲۳۱۸		
پولینڈ			۶۶۴	
ترکی	۳۲۵	۲۵۰		
جاپان	۳۰۰	۳	۱۲۷۰	
جرمنی	۱۷۷۳۷۰۰	۱۱۵۲۸۰۰	۳۲۵۰	
جنوبی افریقہ			۲۴۷۳	
چیکوسلواکیہ			۶۶۸۳	
چین			۱۳۲۴۵۱۶	

Marfat.com

ڈنمارک			۴۳۳۹	
روس	۱۷۰۰	۲۵۰۰	۶۱۱۵۰۰۰	
رومانیہ	۳۳۵۷۰۶	۸۰	۳۵۰	
سربیہ	۴۵	۱۵۲۹۵۸		
فرانس	۱۳۵۷۸۰۰	۵۳۷	۲۰۱۵۶۸	
فن لینڈ			۷۹۰۴۷	
کینیڈا			۳۲۴۱۲	
ناروے			۲۰۰	
نیدرلینڈ			۶۵۰۰	
نیوزی لینڈ			۱۱۶۲۵	
ہندوستان			۳۲۱۲۱	
ہنگری			۱۴۷۴۳۵	
یوگوسلاویہ			۳۰۵	
یونان	۵	۱	۱۷۰۲۴	
	۸۵۲۸۳۱۵	۸۵۴۳۹۱۹	۱۴۹۴۲۹۶۲	

اِن دونوں بڑی جنگوں کے مقاصد مادی قوت کا حصول، اقتدار پر قبضہ اور اسلحہ کی برتری ظاہر کرنا تھے۔ دوسری جنگِ عظیم میں حصہ لینے والے ممالک کی تعداد دوگنی ہوگئی۔ یہ دوسری جنگِ عظیم تحریکِ حصول پاکستان کے لیے ایک خفیہ نعمت ثابت ہوئی۔ انگریز دوسری جنگ میں گھر گئے۔ کانگریسی وزارتوں کا خاتمہ ہوا۔ ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کانگریسی وزارتوں کے خاتمے پر یومِ نجات منایا گیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوگئی۔

دونوں بڑی جنگوں میں فاتحین کے ہاتھ لاشوں کے علاوہ مظلوموں کے آنسو، آہیں، بددُعائیں اور کٹے پھٹے جسم آئے۔ فاتح ممالک لوگوں کے اذہان تسخیر نہ کر سکے۔ لوگوں کی نفرتوں نے اِن

Marfat.com

کے چہرے مسخ کر دیے۔

سبحان اللہ! مسلمان فاتحین جہاں گئے، اللہ کے نام کا پرچم لہرایا، علاقہ جات فتح کیے، مالِ غنیمت حاصل ہوا، قیدیوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا، مفتوحین کے ذہنوں پر ایسا اخلاقی اثر چھوڑا کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوں بہا سے گریز کرتے ہوئے پوری دنیا پر حکمرانی کی۔ آج کے جرنیلوں نے کسی خطے کو بھی اپنے حسنِ کردار سے تسخیر نہیں کیا۔ قتل و غارت نے انسانیت کا چہرہ مسخ کر دیا ہے۔

اسلامی فتوحات کا پس منظر

ذرا ماضی کے جھروکوں سے سطوتِ اسلام کا جائزہ لیں۔ رحمتِ بیکراں، افواجِ اسلام کے سپہ سالار، محمد عربی ﷺ نے حق و صداقت کی فتح کے لیے حسنِ اخلاق کو اوّلین ترجیح دی۔ غارِ حرا میں خاتم النبیین، محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا تو آپ ﷺ نے اس پیغام کی اشاعت کے لیے کبھی حاکمانہ انداز نہیں اپنایا۔ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کے لیے، راہیں آسان کیں، گالیاں دینے والوں کو دُعاؤں سے سرفراز فرمایا، کانٹے بچھانے والوں کی راہ میں پھول نچھاور کیے اور پتھر مارنے والوں کو گلاب کی پتیوں سے نوازا۔ کھلے عام تبلیغ کے بعد آپ ﷺ نے اپنی جماعت اور گرد و نواح کی حفاظت کے لیے دفاعی اقدامات فرمائے۔

محسنِ انسانیت، سرورِ عالم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد سے پہلے عرب میں ایک دوسرے کو زیر کرنے کا رواج تھا۔ عرب کے کچھ لوگ دنیا سے تعلق توڑ کر پہاڑوں میں چھپ بیٹھنے کو عبادت تصور کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک رہبانیت ہی دین تھا۔ اہلِ عرب مخلوقِ خدا سے بہت دور تھے۔ اُنھیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے توازن کا علم نہ تھا۔ وہ تنہائی میں بیٹھنے کو عبادت گردانتے تھے۔ اُن کی عبادات کا بندوں پر کچھ اثر نہ تھا۔ بت پرستی اور خصوصاً اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے دیوتاؤں کو اپنی حاجات کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ناسمجھ لوگ انہی بتوں سے اپنی اُمیدیں وابستہ کر لیتے تھے کہ اِن پر اُنھوں نے تنہائی میں ریاضت کی ہے۔ رہبانیت پسند یہ لوگ اِن بتوں کی فروخت سے بہت سے مال کماتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق

Marfat.com

سے کبھی غافل نہیں ہوتا، اس لیے اُس نے ہر دور میں پیغمبر بھیج کر عالمِ انسانیت کی رہنمائی فرمائی۔

راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کی نظروں سے کیپٹن حافظ غلام قادری کا ایک مضمون کافی عرصہ پہلے گزرا تھا، جس میں اُنھوں نے رہبانیت سے روحانیت کے سفر پر روشنی ڈالی تھی۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنے کردار و عمل سے خالق و مخلوق میں حائل پردے ختم کر کے اُنھیں اللہ سے تعلق جوڑنے کے لیے مساجد کا راستہ دکھایا۔ دم توڑتی اور سسکتی انسانیت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تقاضوں سے روشناس کروایا۔ دین و دنیا کے دونوں راستوں کو راہِ خدا پر گامزن کیا۔ تعلیماتِ پیغمبر ﷺ نے ہر عمل میں خالقِ کائنات کی توحید اور برکات کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

تم کو منزل کا راستہ مل جائے
زندگانی کو مدعا مل جائے

پیش آؤ ہر اک سے احترام کے ساتھ
جانے کس بھیس میں خدا مل جائے

آپ ﷺ نے انسانوں کو بتایا کہ مخلوقِ خدا کی خدمت سے ہی خدا ملتا ہے۔ مذہب اور دین میں نمایاں فرق یہی ہے کہ مذہب عبادات سے ہم آہنگ ہے جب کہ دین، دنیا سے بھی رشتہ جوڑتا ہے۔ اسلام مکمل دین ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں ہی لازم ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ آج کے دن دین مکمل کر دیا گیا ہے۔ گویا اسلام دینِ فطرت ہے جس میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ حضور پاک ﷺ نے معاشرت اور مدنیت کو مساوات کے اصول عطا کیے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں توازن پیدا کیا۔ روحانی اور جسمانی ضروریات کا التزام فرمایا۔ لوگوں کے دلوں میں اعتماد اور بھروسہ پیدا کر کے لوگوں کو اللہ کی رسی تھما کر مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دی۔ اللہ کی مخلوق کو کفر کے پنجۂ جبر و استبداد سے آزاد کروانے اور کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے جانثاروں کی ایک جماعت تیار کر لی جس نے سروں سے کفن باندھ کر پرچمِ الٰہی دنیا کے کونے کونے میں لہرا دیا۔ آپ ﷺ کی صحبت و تربیت سے یہ جماعت سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے ہوئے پوری دنیا پر چھا گئی۔ حتیٰ کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں۔ آپ ﷺ نے بحیثیت کمانڈر ان چیف اپنے فوجی جرنیلوں کی تربیت اس انداز سے فرمائی کہ آج بھی دنیا اُ

Marfat.com

س کے لیے رطبُ للساں ہے۔

آپ ﷺ نے غزوات وسرایا کی منصوبہ بندی میں کمال کر دکھایا۔عسکری قوت کے فروغ میں آپ ﷺ کی تربیت سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔سرورِ کونین ﷺ کا ارشاد ہے: کہ قوی مسلمان اللہ کے نزدیک کمزور مسلمان سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ ﷺ خود بھی لوگوں کو ورزش اور ایسے کاموں کے لیے جوش دلایا کرتے تھے۔جن سے قوت میں اضافہ ہو۔کیوں کہ دینِ مبیں کے مشن کو جاری وساری رکھنے کے لیے جسم وروح دونوں کی تربیت لازمی ہے۔اسلام اپنے پیروکاروں کے لیے دنیاوآخرت ہر دور میں کامیابی کا متمنی ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان اپنی جسمانی اور ظاہری کمزوریوں کے سبب ایک مفلوج قوم بن کر اللہ کے دشمنوں کے ستم کا نشانہ بنتے رہیں۔لہٰذا حدیث کی روشنی میں ہر وہ، ورزش اور کھیل جائز ہے جس سے جسمانی قوت میں اضافہ ہو اور یہ کھیل تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرتے رہیں۔آپ ﷺ، گھڑ سواری کو بہت پسند فرماتے تھے کیوں کہ سپہ سالارِ اعظم ﷺ خود بہت اچھے شہ سوار تھے۔مدینہ کے باہر حصباء اور ثنیۃ الوداع کے درمیانی علاقہ میں گھوڑوں کی دوڑ کروائی جاتی تھی۔لمبی دوڑ پانچ، چھ میل کی اور کبھی چھوٹی دوڑ ایک میل تک کروائی جاتی (بخاری) گھڑ دوڑ کا مقابلہ بھی کروایا اور آگے نکل جانے والوں کو انعام بھی دیا جاتا۔(مسند احمد) کبھی کبھی اُونٹوں کی دوڑ بھی کروائی جاتی تھی۔

مسلمانوں کو تیز اندازی کا شوق دلانے کے لیے آپ ﷺ لوگوں کو دو جماعتوں میں بانٹ کر تیراندازی کا مقابلہ کروایا کرتے۔(بخاری) حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے منبر پر فرمایا کافروں سے لڑنے کے لیے تم اپنی قوت جس قدر مضبوط کر سکتے ہو کرو خبردار! قوت تیراندازی میں ہے خبردار! قوت تیراندازی میں ہے، اب تیر کی جگہ راکٹ اور میزائل نے لے لی ہے۔اِن کا استعمال بھی اُسی احتیاط سے ہونا چاہیے جس احتیاط سے قرونِ اولیٰ کے مسلمان کرتے رہے۔کیپٹن قادری نے اپنے مضمون کو صحت مندانہ سرگرمیوں سے جوڑتے ہوئے آج کے اس دور میں فوجی تربیت سے ہم آہنگ کیا ہے۔ مثلاً: توانا ذہن کے لیے صحت مند جسم کی ضرورت ہے۔صحت مند جسم کے لیے ورزشی کھیل بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔دوڑنا بھی ایک زبردست ورزش ہے۔نبی اکرم ﷺ دوڑ پسند فرماتے تھے اور دوڑ میں گہری دل چسپی رکھتے تھے۔آپ ﷺ نے کئی مرتبہ دوڑنے کے مقابلے بھی کروائے۔کئی صحابہؓ دوڑنے میں بہت تیز تھے۔

Marfat.com

حضرت مسلمہ بن الاکوعؓ تیز دوڑنے میں سب صحابہؓ سے ممتاز تھے اور دوڑتے ہوئے گھوڑے سے بھی آگے نکل جاتے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "سواروں میں ابوقتادہ اور پیادوں میں سب سے بہتر مسلمہ بن الاکوعؓ ہیں۔ اس کے بعد انھیں پیدل اور سوار دونوں کے حصے عطا کیے جاتے۔" (ابن سعد)

کشتی لڑنے کے فن کو بھی آقائے نامدار ﷺ سے سندِ قبولیت حاصل ہے کیوں کہ یہ اعلیٰ درجے کی ورزش ہے۔ عرب کے مشہور پہلوان رُکانہ نے محمدِ عربی ﷺ سے کشتی میں ہار جانے کو اسلام کی شرط ٹھہرایا۔ اس نے آ کر حضور ﷺ سے کشتی لڑی تو آپ ﷺ نے اس کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اسے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اسی طرح ایک شخص ابوالاشد بن جمحی بڑا مشہور پہلوان تھا۔ اس قدر مضبوط اور قوی ہیکل کہ کسی جانور کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی بھی مل کر اگر اس کو کھینچنا چاہتے تو چمڑا پھٹ جانا تو اور بات لیکن اس کو جگہ سے ہٹایا نہ جا سکتا تھا۔ اس قوی الجثہ پہلوان نے حضور ﷺ کو چیلنج دیا کہ ہارنے کی صورت میں، مَیں آپ ﷺ کا دین قبول کرلوں گا۔ آپ ﷺ نے اس سے کشتی لڑی اور کئی مرتبہ پچھاڑا لیکن اسے ایمان نصیب نہ ہو سکا۔

یہ شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام کو باقی مخلوق کی نسبت سے ہر خصوصیت میں ممتاز اور اعلیٰ صفات عطا فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ ﷺ کے شاگردوں نے ہر محاذ اور ہر میدان میں بہادری کے جوہر دکھائے نہ صرف شیرِ خدا حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ یا حضرت خالدؓ سیف اللہ بل کہ ہر صحابیؓ اس فن میں یکتا تھا۔ جہاد کرنے، غازی یا شہید کا مرتبہ پانے کے لیے جنگی فنون بڑی محنت سے سیکھے سکھائے جاتے۔ فوجِ اسلام کے نامور جرنیلوں نے اپنے کارناموں سے غیر مسلموں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ۔ حضرت عکرمہ بن ابی ہشامؓ۔ حضرت مثنٰی بن حارثہؓ۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ۔ حضرت قعقاع بن عمروؓ۔ حضرت شرجیل بن حسنہؓ۔ حضرت سلمہ بن قیسؓ۔ حضرت عتبہ بن غزوانؓ۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ۔ حضرت زید بن حارثہؓ۔ حضرت

Marfat.com

جریر بن عبداللہ بن جابرؓ۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ۔ حضرت ضرار بن ازور اسدیؓ۔ حضرت سعید بن العاصؓ۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ اور دیگر کے کارناموں کو اسلامی تاریخ کسی طرح بھی فراموش نہیں کر سکتی۔

جنگِ یرموک میں حضرت زبیرؓ بن العوام اپنے دس سالہ بیٹے کو بھی جنگ کے لیے لے گئے۔ گھوڑے پر سوار کر کے عبداللہؓ کو قریب کے کسی سوار کے حوالے کر دیا تاکہ یہ بچہ ابھی سے لڑائی اور اس کے متعلق فنون کا خوگر ہو جائے۔ اس کی گھبراہٹ دور ہو اور اس میں جرأت اور بہادری کے جوہر پیدا ہوں (البدایہ)۔ غزوۂ اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکین کا جھنڈا لیے میدان میں آگے بڑھا اور مقابلے کے لیے آواز دی۔ لوگ اِس کے مقابلے سے گھبرا رہے تھے لیکن حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے میں نکلے۔ وہ شخص اُونٹ پر سوار تھا۔ انھوں نے چھلانگ لگائی اور اسی کے اُونٹ پر اس کے پیچھے سوار ہو گئے اور اسے دھکیل کر نیچے گرایا اور پھر قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی۔ (البدایہ)

۱۵ھ میں قادسیہ کی فتح کے بعد مسلمان فوجیں مدائن کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ راستے میں ایک مضبوط و مستحکم جگہ بہرہ شیر ہے۔ یہاں کسریٰ کا ایک خاص شکاری شیر رہتا تھا۔ وہاں سے مسلمانوں کا گزر ہوا تو ایرانیوں نے اُس شیر کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ شیر، اللہ کے شیروں پر جھپٹا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم ہراول دستے کے کمانڈر تھے۔ انھوں نے خود آگے بڑھ کر شیر پر تلوار سے وار کیا اور اُس کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ حضرت سعدؓ نے خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی۔ حیرہ کی لڑائی میں ایرانیوں کے تین سو ہاتھیوں نے مسلم افواج کو روندنا شروع کر دیا۔ گھوڑے بدکنے لگے۔ ابوعبیدہؓ نے ہاتھیوں پر حملے کا حکم دیا۔ ایک سفید ہاتھی مست ہو کر مسلمانوں پر جھپٹا اور مسلمانوں کو پاؤں تلے روندنے لگا۔ ابوعبیدہؓ نے آگے بڑھ کر ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی۔ ایرانی فوج سالارِ لشکر کی اس جرأت پر ششدر رہ گئی۔ ہاتھی چنگھاڑا اور ابوعبیدہ کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ فوراً دوسرا، تیسرا، چوتھا یکے بعد دیگرے کئی مجاہد جھپٹے۔ چار مجاہدین کی شہادت کے بعد سات مجاہدوں نے مل کر اکٹھا حملہ کیا اور ہاتھی کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ قادسیہ کی جنگ کے تیسرے دن (یوم العمات) حضرت عمروؓ بن سعدی

Marfat.com

کرب نے تنہا ایرانی لشکر پر حملہ کر دیا اور کئی پہلوانوں کو واصل جہنم کیا۔

ایرانی لشکر نے یہ حشر دیکھا تو سب نے مل کر حملہ کر دیا۔ مشرکین ہزاروں نہیں بل کہ لاکھوں تھے اور ادھر اللہ کا یہ سپاہی محمد ﷺ کا شیدائی تنہا، لیکن یہ تنہا تھے کب، اللہ کی معیت اُنھیں حاصل تھی۔ لڑتے بھڑتے رہے! آخر ان کا گھوڑا مارا گیا۔ دشمن نے اب موقع غنیمت جان کر اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ ایک ایرانی سوار حملہ آور ہوا۔ حضرت عمروؓ کے ہاتھوں میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ آگئی پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ سوار کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چھلانگ لگائی اور بھاگ گیا۔ مردِ مجاہد نے جست لگائی اور پھر سوار ہو کر دشمن کے مقابل۔ ایک تیر انداز نے ایسا تیر کھینچا جو زرہ بکتر سے گزر کر جسم میں گڑ گیا۔ غصے سے جھنجھلائے، پلٹ کر اس پر حملہ کیا۔ کمر بند میں ہاتھ ڈالا۔ اُٹھایا اور سر کے اُوپر سے گھما کر زمین پر ایسا پٹخا کہ سانس ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

دیکھے تُو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نور سحر سے

خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شرر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے

دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے

اسلامی فوج کے سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی قوت غیر متعلقہ سرگرمیوں میں صرف کرنے کے بجائے نظریہ ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ آپ ﷺ نے زمانہ اَمن میں دفاعِ وطن کی تیاری کو ایسے زاویوں پر اُستوار کرنے کی دعوت دی کہ دشمن ہماری ہیبت سے کانپ اُٹھے۔ وہ اتنا بے بس ہو جائے کہ دورانِ جنگ کم سے کم نقصان ہو، دشمن مقابلے کی جرأت نہ کرے۔

دورِ حاضر میں اس کی بڑی مثال امریکہ ہے۔ اُس نے فنِ حرب کے بل بوتے پر دنیا کو اتنا مرعوب کر رکھا ہے کہ کوئی اُس کے ساتھ مقابلے کو تیار نہیں۔ نبیٔ پاک ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے قیام سے فتح مکہ

Marfat.com

تک دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کر لیا۔ اگر اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو ۲۷۴ مربع میل فی یومیہ کے حساب سے علاقے فتح ہوئے۔

قیامِ پاکستان سے اب تک ہم اپنی ہیبت، اپنے دشمنوں پر قائم نہ کر سکے۔ ہمارا سامان حرب اس قدر ہونا چاہیے کہ دشمن ہماری طرف میلی آنکھ اُٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔

اُجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئین نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے؟

اقبال

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل ہوا، عالمِ اسلام میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی قوت بننے کے بعد عالمِ اسلام پاکستان کو اپنے تحفظ کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ قومی یک جہتی، نظریۂ پاکستان کے تحفظ اور دو قومی نظریہ کی بقا کا راز دین و مذہب ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

☆-☆-☆

Marfat.com

سپہ سالارِ اعظم ﷺ، معرکۂ حق و باطل میں!

اسلامی جمہوریہ پاکستان نبی مکرم، محمد عربی ﷺ کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ گزشتہ ابواب میں حصولِ پاکستان کے لیے دی گئی قربانیوں کا بڑی وضاحت سے ذکر کیا جا چکا ہے۔ دفاعی اعتبار سے پاکستان دنیا بھر کی نگاہوں میں اہمیت کا حامل ہے۔ امریکہ، روس، چین اور دیگر ممالک اپنے تحفظ کے لیے پاکستان کو اپنی ضرورت سمجھتے ہیں۔ بھارت ہمارے دفاع کے لیے خطرے کی گھنٹی بجاتا رہتا ہے۔ ''را'' اور ''موساد'' کی سرگرمیوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ اسرائیل اور بھارت، پاکستان کے خلاف ایک جیسے خیالات رکھتے ہیں۔

محسنِ انسانیت، محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات ہماری زندگی کا اٹل حصہ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے اقوالِ حمیدہ سے مسلمانوں کو بہادری، غیرت، جرأت، احساس، خودی، فیاضی اور مجاہدانہ انداز اپنانے کا درس دیا۔ آپ ﷺ پہلے عمل کرتے اور پھر عمل کی دعوت دیتے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

دفاعِ پاکستان کی موجودہ صورت حال میں آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ اور عملی جنگی کارنامے روشنی کا مینار ہیں۔ عسکری تجاویز، درس اور عمل کے لیے حضورِ پاک ﷺ بحیثیت ایک جرنیل ہمارے لیے عملی نمونہ ہیں۔ حضورِ پاک ﷺ کے غزاوات کا محض مطالعہ ہی نہیں بل کہ آپ ﷺ کی تدابیر سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے دور کو ایک عرصہ بیت چکا ہے لیکن آپ ﷺ کی تدابیر کے سامنے عصرِ جدید کے جرنیل بہت ہیچ نظر آتے ہیں۔ اجتہاد کی روشنی میں ہمیں اُنھیں رواں دواں جنگی چالوں سے بھی آگاہ رہنا چاہیے۔ مغربی جرنیلوں نے فوجِ اسلام کے سپہ سالار، محمد ﷺ سے ہی استفادہ کیا ہے۔ وہ آپ ﷺ کے نقشِ قدم سے ہی اپنے قدم درست کرتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ سامان حرب تبدیل ہو رہا ہے۔ آبادی کا تناسب بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ میدانِ جنگ کی حکمتِ عملی حالات کے مطابق ہونے لگی ہے۔ زمانہ خواہ کتنی بھی ترقی کرے جنگ کے لیے پختہ

Marfat.com

ذہن اور سبک قدم بہت ضروری ہیں۔ پاکستان کے دفاع کے لیے بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کی حکمتِ عملی کو جدید سانچوں میں ڈھالنے کے لیے، آپ ﷺ کی سوچ سے استفادہ ضروری ہے۔

غزواتِ نبوی ﷺ، سرایا، شہدائے اسلام، نبیٔ پاک ﷺ کی جنگی منصوبہ بندی پر بہت سی کتب لائبریریوں کی زینت ہیں مگر افسوس ہم اُن سے استفادہ نہیں کرتے۔ جہاد فی سبیل اللہ، اتحاد، تنظیم، جہدِ مسلسل، یقین کامل اور عشق ایسے جذبات نے سپہ سالارِ اعظم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیادت کو دنیا کے لیے مثالی بنایا۔

پاکستان میں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ پر لکھی جانے والی لاکھوں کتب موجود ہیں۔ اِن کتب سے دفاع کی روشنی حاصل کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ پاک فوج کے بہت سے دانش وروں نے اس روشنی کو اہلِ وطن کے لیے سودمند قرار دیتے ہوئے مختلف کتابوں میں جمع بھی کیا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہم نے مجموعی طور پر اُن سے استفادہ نہیں کیا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کو یہی شکوہ ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ محبوبِ کبریا نے اپنی تمام عمر اشاعت اسلام کے لیے وقف رکھی۔ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی کا ہر پہلو عالمِ انسانیت کے لیے وقف رہا۔ پاکستان آپ ﷺ کی ہمارے پاس ایک امانت ہے جس کا تحفظ کرنا ہمارے ایمان وایقان کا حصہ ہے۔ پاکستان کے دفاع کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف غزوات میں حضور پاک ﷺ کی دانائی وحکمت سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد اسلامی ریاست کی بقاوسلامتی کے لیے آپ ﷺ کے اقدامات آج کے سربراہوں کے لیے انمول موتی ہیں۔ آپ ﷺ نے قوتِ برداشت سے اندرونی محاذ پر یہودیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی تو مدینہ کے قرب وجوار سے گزرنے والے قریشی تجارتی قافلوں کا بھی جائزہ لیا۔ کافرِ مکہ نے جب مسلمانوں کے کئی قافلوں کو نقصان پہنچایا تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے ذریعے قریش کی سرگرمیاں کچلنے کے احکامات صادر فرمائے۔ آپ ﷺ نے اپنے مثالی صبر وتحمل اور دفاعی انداز سے ریاستِ مدینہ کو مستحکم بنایا۔ اس صبر وتحمل کو شاید انصار اور مسلمان سمجھنے سے قاصر تھے کہ اس کے دوررس نتائج مسلمانوں کے لیے سودمند ثابت ہوں گے۔

پاکستان کے قیام سے ۱۹۶۵ء تک بھارت یکے بعد دیگرے اپنی منافقانہ حکمتِ عملی سے سرحدی

Marfat.com

خلاف ورزیاں کرتا رہا۔ اپنی امن پسند حکمتِ عملی کے پیشِ نظر پاکستان نے کوئی راست قدم نہ اُٹھایا۔ اِسی طرح مدینہ پر قریش مکہ کی میلی نظر اُٹھتی رہی۔ اسلامی فوج نے بڑے صبر و تحمل اور حکمتِ عملی سے کفارِ مکہ کا مقابلہ کیا۔ ابو سفیان نے اپنے تجارتی قافلے کے تحفظ کے لیے مکہ والوں سے مدد طلب کرنے کا واویلا مچایا۔ آپ ﷺ نے اس واویلے کو اہلِ مدینہ کے لیے ایک سازش سمجھتے ہوئے تمام صحابۂ کرامؓ کو چوکس رہنے کی تلقین فرمائی۔ ایک ہزار اُونٹوں پر مشتمل اس قافلے نے راستہ بدل لیا لیکن عتبہ اور ابو جہل ایسے ضدی لوگ مسلمانوں پر حملہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اُدھر اہلِ قریش کے ساتھ ہزار ہا لوگ، ساز و سامان اور اسلحہ، اِدھر ۳۱۳ جانثار اور چند تلواروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی ﷺ والا تھا

حضور پاک ﷺ نے مشاورت کے بعد مدینہ سے باہر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ ﷺ نے کفار کو اپنے حصار میں گھیر کر مقابلہ کیا۔ تاریخ اسلام کی پہلی فیصلہ کن جنگ مدینہ سے ۶۵ میل کے فاصلے پر میدانِ بدر میں لڑی گئی۔ آپ ﷺ نے ایک خصوصی حکمتِ عملی سے اس لڑائی کا انتخاب کیا۔ آنحضرت ﷺ کی ہدایت پر اسلامی لشکر کے ہراول دستہ نے میدانِ بدر میں فوراً چشموں اور کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ دفاعی پوزیشن کے لیے پتھریلی زمین اور بلند مقام کا انتخاب کیا۔ اس طرح دشمن کی پیش قدمی کے لیے ریتلے ٹیلے اور نرم زمین والا علاقہ چھوڑ دیا۔ اس حکمتِ عملی میں یہ بات پوشیدہ تھی کہ دشمن کو نقل و حرکت کرنے میں دشواری پیش آئے اور بلندی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صاف نظر آئے۔ آفتابِ رشد و ہدایت، حضورِ پاک ﷺ نے بدر کی پہاڑیوں کو بازوؤں اور پشت پر رکھا اور حملے کی پہل کرنے کو دشمن کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

اس طرح مکرمِ اسرار، حضور ﷺ نے مشہور جنگی اُصول دشمن کو اپنی پسندیدہ زمین پر جنگ کے لیے مجبور کرنا نہایت عمدہ عمل تھا۔ حضور ﷺ کا دفاعی منصوبہ آخر تک جارحانہ کارروائی سے متاثر تھا۔ آپ ﷺ نے اسلامی لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم فرمایا۔ تیر اندازوں کو بازوؤں اور عقب میں اُونچی جگہ تعینات کیا جب کہ سامنے تلوار اور نیزہ بردار متعین فرمائے۔ گہرائی میں ایک حفاظتی دستہ مقرر کیا۔ بازوؤں والے دستوں کو ضرورت پڑنے پر فوری جوابی حملے کا ذمہ سونپ دیا۔ گہرائی میں اُونچی زمین پر سپہ سالارِ اعظم،

Marfat.com

محمد ﷺ نے کمانڈ پوسٹ کا اہتمام کیا تاکہ علاقے کے چاروں طرف کا جائزہ لیا جا سکے۔ آپ ﷺ نے مجاہدین کو سختی سے تلقین کی کہ جب تک دشمن زد میں نہ ہو وہ تیر اندازی نہ کریں۔ اس عمل سے تیروں کی کمی پر قابو پایا جا سکا۔ دشمن کو زد میں لا کر کم سے کم ہتھیاروں کا استعمال ایک بہت اہم حکمتِ عملی ہے۔ دشمن کی صفوں کو منتشر کرنے کا بہت بڑا منصوبہ تھا۔ میدانِ بدر میں اس کے عملی مظاہرہ سے کفارِ مکہ مسلمانوں کے پہلے ہی وار سے نوک دار تیروں کا شکار ہوئے اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں کو اُونچی جگہ دیکھ کر کفار کو مسلمان تعداد میں زیادہ دکھائی دینے لگے۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے ۳۱۳ مجاہدوں، ۷۰ اُونٹوں اور ۲ گھوڑوں سے کفار کے ہزاروں سپاہیوں، ۱۰۰ گھوڑوں اور دیگر جنگی ساز و سامان کا مقابلہ کیا۔ ۱۴ اصحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش کیا جب کہ ۷۰ کفار مارے گئے اور بہت سے قیدی بنا دیے گئے۔ مسلمانوں کی جارحانہ کارروائی سے پہلی اسلامی فتح کا پرچم لہرایا۔

ابوسفیان نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے از سرِ نو منصوبہ بندی شروع کر دی۔ مکہ سے حضور پاک ﷺ کے پرستاروں نے آپ ﷺ کو کفارِ مکہ کی جنگی تیاریوں سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے کسی بھی اچانک حملے کے لیے اسلامی فوج کو منظم کر لیا۔ قریشِ مکہ کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے معرکۂ اُحد رونما ہوا۔ بریگیڈیئر گلزار احمد نے اپنی کتاب غزواتِ نبوی ﷺ میں حضور پاک ﷺ کی حکمتِ عملی کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ اپنے فوجی تجربات کی روشنی میں آپ ﷺ کے دفاعی شعور کو قرطاس و قلم کا حصہ بنایا ہے۔

ابوسفیان کی بیگم ہندہ، نے ایک نشانہ باز کی خدمات حاصل کیں اور اُسے حضرت حمزہؓ سے انتقام لینے کے لیے تیار کیا۔ کفارِ مکہ اُحد تک پہنچ گئے۔ ہزاروں فوجیوں، ہاتھیوں، گھوڑوں، اُونٹوں، زرہ پوشوں اور دیگر سامانِ حرب کے ساتھ لشکر کفار اُحد پہاڑ کے قریب پہنچ گیا۔ فوجِ اسلام کے پاس حسبِ سابق کفار کے مقابلے میں سامانِ حرب بہت کم تھا۔ آپ ﷺ نے میدان کاری کی حکمتِ عملی اپنائی۔ معرکۂ اُحد میں بھی سپہ سالارِ اعظم، محمد ﷺ نے اُونچی زمین کو بازوں پر رکھا دشمن کے لیے سامنے کا علاقہ حملہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو خاص طور پر مشرق کی جانب کوہِ عنین (جبلِ رماۃ) درے کی حفاظت کے لیے تعینات کر دیا۔ آپ ﷺ نے تیر اندازوں کو اپنے مقام پر رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے صف بندی فرمائی اور اپنی کمانڈ پوسٹ بلند مقام پر رکھی۔ آپ ﷺ نے پھر اُسی حکمتِ عملی پر عمل کرنے کو کہا کہ دشمن کو محاصرے میں لے کر تیر اندازی کی جائے۔ مسلمان مجاہدین نے سامنے سے آنے والے لشکرِ کفار کو

Marfat.com

گھیرے میں لے کر اس انداز سے تیر برسائے کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ دشمن کا مال واسباب بھی میدان میں رہ گیا۔ اس اثناء میں درّے پر موجود تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت کی طرف لپکے۔ دس تیرانداز اپنی ڈیوٹی پر موجود رہے۔ رسالے کے سالار خالد اور عکرمہ (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) بہت ذہین تھے۔ اُنھوں نے موقع محل سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے درّے کے عقب سے حملہ کیا، اس اچانک حملے سے مسلمانوں کو پریشانی اُٹھانا پڑی۔ میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے کفار بھی لوٹ آئے۔ حضورِ پاک ﷺ نے اپنے اس مختصر رسالہ کو بھی دو حصوں میں منقسم کر رکھا تھا۔ ایک حضرت زبیرؓ کے تحت فوری جوابی کارروائی کے لیے جب کہ دوسرا دستہ اہم ترین فرض یعنی کوہ عنین پر متعین تیراندازوں کے دستے کی فوری جوابی کارروائی کے لیے وقف تھا۔

تیراندازوں کی غفلت

فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم سے ذرا غفلت ہوئی اور میدان اُحد کا پانسہ پلٹ گیا جو مسلمانوں کے لیے پریشانی کا باعث بنا۔ جہاں تک منصوبے کا تعلق ہے وہ تمام دفاعی اصولوں کے مطابق تھا یہی وجہ تھی کہ مسلمان لڑائی کا پہلا مرحلہ جیت چکے تھے لیکن اس حکمتِ عملی پر عمل درآمد نہ کرنے کی وجہ سے ۷۰ صحابیؓ شہید ہوئے جب کہ تاجدارِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ جسم مبارک بھی زخمی ہوا۔ مشرکین مکہ کے ۲۲ سردار واصلِ جہنم ہوئے۔ معرکۂ اُحد کفار کی جزوی فتح ثابت ہوا۔ مجموعی طور پر لشکرِ اسلام کی بہادری، جاں سپاری اور سرفروشی کو آج تک سراہا جا رہا ہے۔

میدانِ اُحد کی مختصر ترین کامیابی کے بعد قریشِ مکہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اُنھوں نے مسلمانوں پر ایک بار پھر حملہ کرنے کا عزم کیا۔ مختلف حیلے بہانوں سے کفار تیاریاں کرتے رہے۔ نوبت جنگِ خندق تک آ پہنچی۔ دفاعی اعتبار سے جنگِ خندق کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار، محمد مصطفیٰ ﷺ نے معرکۂ اُحد کے بعد کفار کی حرکات پر کڑی نظر رکھنے کے لیے اپنے خفیہ دستے مختلف اطراف میں بھیجے۔ حضور پاک ﷺ کو مدینہ کے یہودیوں کی مشرکین مکہ سے ساز باز کا پتا چل رہا تھا۔ یہودی آستین کا سانپ تھے اور دوسری طرف مشرکین مکہ اسلامی ریاست مدینہ کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھے۔ جب کفارِ مکہ کی مدینہ پر چڑھائی کا پتا چلا تو نبی پاک ﷺ نے استفسار کر کے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ مشرکین مکہ کی افرادی قوت ۱۰ ہزار تھی جب کہ ۷ ہزار شمشیرزن، ایک ہزار شہسوار، ۲ ہزار سپاہی ہاتھیوں پر سوار تھے۔

Marfat.com

اُس وقت کا جدید اسلحہ بھی لشکرِ کفار کے پاس موجود تھا۔ مسلمانوں کی فوج ۳ ہزار مجاہدین اور ۳۶ گھوڑوں پر مشتمل تھی۔ سامانِ حرب اور خورد و نوش بھی کثیر مقدار میں نہیں تھا۔ حالات کا تجزیہ کر کے کمانڈر ان چیف حضور پاک ﷺ نے صحابہؓ سے بھی منصوبے کے بارے میں مشورہ کیا اس جنگ کے لیے ایک نئی اور انوکھی حیران کن جنگی مصلحت کے تحت مدینہ ہی میں مقیم ہو کر لڑائی کا فیصلہ کیا۔

جنگ میں خندق کی اہمیت

مدینہ کا دفاع مستحکم بنانے کے لیے حضور پاک ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور خندق کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ زمین کی پڑتال کرنے کے بعد خندق شمال کی جانب کھودی گئی کیوں کہ یہ علاقہ کھلا تھا، مشرق کی طرف باغات اور یہود قبائل کی رہائش گاہ تھی۔

حضور پاک ﷺ نے موسم کا بھی اندازہ کیا کہ مستقبل قریب میں سرد ہواؤں کا موسم شروع ہونے والا تھا اس لیے مسلمانوں کے سپہ سالار حضورِ پاک ﷺ کو یقین تھا کہ لشکرِ کفار بارش اور سرد ہواؤں کی تاب نہ لا کر زیادہ عرصہ تک مدینہ کا محاصرہ کرنے کے قابل نہ رہ سکے گا۔ فخرِ اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ بھی تجویز سامنے رکھی کہ چھوٹے چھوٹے گھات لگانے والے، کشتی لڑنے والے اور بہادر جوانوں کو سامنے لایا جائے جو مختلف وقفوں سے دشمن پر حملہ آور ہوتے رہیں۔ خندق کی چوڑائی ۸ سے ۱۵ فٹ بتائی جاتی ہے۔ جسے عبور کرنا بہت مشکل تھا۔

خندق کے اندرونی کنارے پر جگہ جگہ نوکدار پتھروں کے ڈھیر لگا دیے گئے تا کہ زد میں آئے دشمن پر پتھر برسائے جا سکیں اور اس طرح تیر صرف ضروری اور خطرناک مواقع پر استعمال کیے جائیں۔ پانی کے کنوئیں خندق کے اندر ہی رکھے گئے تھے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہیڈ کوارٹر ایک پہاڑی پر رکھا جہاں دشمن کا علاقہ کافی دور تک دکھائی دیتا کیوں کہ اسلامی لشکر کی تعداد کل تین ہزار تھی، اس لیے سید المرسلین محمد عربی ﷺ نے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر چالیس گز کے فاصلے پر دس مجاہدوں کا دستہ خندق پر موجود تھا۔ ہر اونچے مقام پر فوری جوابی کارروائی کے لیے چند دستے تقسیم کر رکھے تھے۔ ایک بڑا حصہ فوری مدد اور جوابی حملے کے لیے حضور پاک ﷺ نے اپنے زیرِ کمان رکھ لیا کچھ دور آگے دشمن اور خندق کے درمیان علاقے پر تصرف کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ دشمن کی آمد سے پہلے ہی حضور پاک ﷺ نے مدینہ کا دفاعی منصوبہ مکمل کر لیا تھا اور دشمن کا بے صبری سے انتظار تھا حضورِ پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مسلسل گشت نے مجاہدین کا

Marfat.com

حوصلہ بلند رکھا۔ حضورِ پاک ﷺ نے خود بھی خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لشکرِ کفار کے سرداروں کو توقع تھی کہ مسلمان مدینہ سے باہر آ کر جنگ کریں گے لیکن آپ ﷺ کی حکمتِ عملی سے نظارہ مختلف ثابت ہوا۔

کفار، خندق دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ تو کھلے میدان میں لڑنے آئے تھے اور اس بار بھی حضور پاک ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی کے باعث دشمن کو اپنی پسندیدہ زمین پر لڑنے کے لیے مجبور کر دیا گیا۔ لشکرِ کفار نے مسلمانوں کی دفاعی پوزیشن کا محاصرہ کر لیا مگر دشمن نہ خندق پار کر سکے اور نہ ہی بھرپور لڑائی سے مسلمانوں کو زیر کر سکے۔ محاصرے کی طوالت دیکھ کر کفار سرداروں نے یہودیوں کے ساتھ ساز باز کر کے مفاہمت کا راستہ اختیار کیا۔ فوجِ اسلام کے سپہ سالار نبیٔ پاک ﷺ نے کفار کے رسد پر حملے کے لیے کہا۔ یہ اعصاب شکن محاصرہ کفار کے سرداروں کے لیے اذیت ناک بن گیا۔ موسم کی شدت بھی کفار پر حاوی ہو گئی۔ اِن حالات میں لشکر کفار کے خیمہ اُکھڑ گئے اور وہ رات کی تاریکی میں بھاگ گئے۔ مذکورہ تینوں غزوات میں سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے دشمن کو اپنے پسندیدہ علاقہ میں جنگ کے لیے مائل کیا۔ دشمن کو گھیر کر اُس پر تیراندازی کی۔ پتھروں اور تیروں کے صحیح نشانوں نے دشمن کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ اعلیٰ قیادت کی وجہ سے فتح نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ جنگی تدابیر کے باب میں حضور ﷺ کی حکمتِ عملی پر آج بھی عمل درآمد ممکن ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

عہدِ نبوی ﷺ
میں
اسلامی فوج کا خفیہ شعبہ

بین السطور پڑھ لینا اور اپنی بصیرت سے چہروں کا جائزہ لینا نیز اپنے مدِ مقابل کی سرگرمیوں کا تناظر بھانپ لینا انسانی شخصیت کے بہت ہی اعلیٰ اوصاف ہیں۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار، محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت کا لازوال خزینہ عطا فرما کر خاتم النبیین ﷺ کا اعزاز بخشا۔ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء کو راہِ حق سے ہٹانے کے لیے تمام ممکن اقدامات کیے۔ مشرکین مکہ کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ رہنے کے لیے آپ ﷺ نے چند صحابہؓ کو اس فرض پر مامور فرمایا۔ خفیہ ارادوں اور خفیہ اقدامات سے آگاہی دشمن پر نصف فتح حاصل کرنے کے مترادف ہے۔

تاجدارِ مدینہ نے عصرِ حاضر کی ملٹری انٹیلی جنس کی طرح صحابہ کرامؓ کی ایک خاص جماعت اس مقصد کے لیے متعین فرمائی۔ خفیہ شعبہ کی کارگزاری کے بغیر میدانِ جنگ میں فتح اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کافی عرصہ پہلے بریگیڈیئر گلزار احمد کا ایک مضمون فوج کے مجلّہ ''ہلال'' میں پڑھنے کو ملا۔ بریگیڈیئر گلزار کے اس فکر انگیز مضمون میں ملٹری انٹیلی جنس کی مختلف کارروائیوں سے آگاہی ہوئی۔

کھیل کا میدان ہو یا عسکری معرکہ ہر دو صورتوں میں ہمیں مدِ مقابل ٹیم یا فوج کی صلاحیتوں کو قبل از مقابلہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔ میدان کاری کے بعد دشمن کی تعداد، اسلحہ، آمد کا نقشہ اور حملہ کرنے کا انداز پتا لگ جائے تو مقابلہ میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا کے تمام ممالک اپنے دفاع کے لیے انٹیلی جنس ادارے قائم کر کے معلومات فراہم کرتے ہیں۔ انھیں خفیہ ادارے، جاسوس، سراغ رساں اور کھوجی کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ذہین فطین لوگ مختلف بھیس بدل کر دشمن کے علاقہ جات سے معلومات فراہم کرتے ہیں

Marfat.com

اور کئی دفعہ خفیہ انداز سے کارروائیاں کرنے کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ اگر حملہ آور دشمن کے ہتھیاروں، تعداد اور دیگر ساز و سامان کا پتا چل جائے تو اُسی کے مطابق جوابی کارروائی کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر مطلوبہ معلومات غلط ہوں تو شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دورِ حاضر میں انٹیلی جنس شعبہ کی ضرورت کسی بھی فوج کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

اسلامی فوج کے سپہ سالار نبی معظم ﷺ نے قریش مکہ کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے اس شعبہ پر خاص توجہ دی۔ مشرکینِ مکہ کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھنے والے صحابہ کرام اطلاعات کی فراہمی میں بہت احتیاط رکھتے تھے۔ ہجرت حبشہ کی کامیابی خفیہ رپورٹ کی مرہونِ منت ہے۔ آنحضرت ﷺ خود بھی مشرکین مکہ کے جاسوسوں سے ہشیار رہتے تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی تک مشرکین کی رسائی اُن کے جاسوسوں کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ مدینہ کے جو وفود مکہ آئے انھیں خفیہ انداز میں ملاقات کا وقت دیا گیا۔ ہجرت کے لیے آپ ﷺ کی روانگی کا انداز بھی خالصتاً صحابہ کرامؓ کی خفیہ اطلاعات پر ہوا۔

پناہ گاہ کا استعمال

غارِ ثور میں قیام کے دوران بھی حضور ﷺ کو کفارِ مکہ کی سرگرمیوں کا پتا چلتا رہا۔ غارِ ثور سے مدینہ تک کی کارروائیوں میں بھی خفیہ والوں کی اطلاعات شامل رہیں۔ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے یہودیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی۔ چند صحابہ کرامؓ، یہودی قبائل میں اُن کی حرکات پر نظر رکھتے۔ ہجرتِ مدینہ میں آپ ﷺ کے بہت سے رفقاء ہمراہ تھے لیکن مکہ میں بھی کچھ مسلمان رہ گئے تھے۔ اِن مسلمانوں نے نامساعد حالات کے باوجود محسنِ انسانیت ﷺ کو مکہ کے حالات سے آگاہ رکھا۔ مکہ میں مقیم تمام قبائل کے اسلام دشمن اقدامات سپہ سالار اسلام محمد عربی ﷺ تک پہنچتے رہے۔ میدانِ بدر اور معرکۂ اُحد میں اسلامی انٹیلی جنس کی رپورٹ کے مطابق آپ ﷺ نے دشمن کو اپنی پسندیدہ جگہ پر جنگ کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔ کمانڈ پوسٹ کا قیام، صف بندی کی ترتیب و تدوین، تیراندازوں کو خصوصی ہدایات، خفیہ اطلاعات پر ہوئیں۔ آپ ﷺ کو اطلاع مل چکی تھی کہ کفار کے دستے کس ترتیب سے اور کس کس سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ معرکۂ اُحد میں کوہِ حنین کی طرف درّے پر تیراندازوں کا تعینات کیا جانا بھی اسی حکمت عملی کا شاخسانہ تھا کہ دشمن کس کس طرف سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔ عقبی جانب سے حملے کی اطلاع کے پیشِ نظر

Marfat.com

آپ ﷺ نے ۵۰ تیر انداز متعین کیے تھے۔ خفیہ سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے مجاہدین کے مشوروں سے ہی لشکرِ اسلام نے فتوحات حاصل کیں۔ بریگیڈئر گلزار احمد نے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے:

''اُحد کی لڑائی صبح سے دوپہر تک ایسے غیر متوقع حالات پر مشتمل تھی کہ قریش کا کمانڈران چیف اپنے لیے صحیح اور فائدہ بخش طرزِ عمل کا تعین نہ کر سکا تھا اور انتہائی عجلت میں واپسی کا فیصلہ کر کے مکہ روانہ ہو گیا تھا اس کی بدر سے واپسی اور اُحد سے واپسی حالات کے اختلاف کے باوجود نتیجہ کے طور پر یکساں سی تھی۔ بدر کے وقت ملکی فوج نے فرار ہوتے ہوئے رفتار میں کسی قدر کمی کی تھی مگر دلوں میں ایک ہی خواہش تھی کہ مدینہ سے جس قدر ممکن ہو دور جا کر معسکر قائم کیا جائے اس دن کا آغاز دونوں معسکروں کے لیے مختلف طریقہ پر ہوا تھا۔ مدنی سپاہ کا ایک تہائی منافقت کی بنا پر شیخین کے معسکر سے ہی پلٹ کر مدینہ لوٹ گیا تھا مگر اس کے باوجود باقی ماندہ لشکر اللہ کے بھروسے پر سربراہ دین و دنیا ﷺ کی قیادت میں دشمن کے سامنے صف آراء ہونے کے لیے انتہائی سکونِ قلب اور اطمینان سے قتال گاہ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ دوسری جانب حملہ آور معسکر کے اندر کوئی غیر معمولی بات واقع نہیں ہوئی تھی اور جب انھوں نے دیکھا کہ مدنی لشکر ان کے عین سامنے صف آراء ہو کر بارگاہِ رحمٰن ورحیم' العالمین میں سجدہ ریز ہو رہا ہے تو وہ طبل ونقارہ کے شور میں قتال گاہ کی جانب شاہانہ شان سے روانہ ہوئے تھے یعنی ایک جانب اللہ پر بھروسہ تھا اور دوسری جانب اپنی طاقت پر ناز وغرور تھا۔ ان کے دلوں میں شاید اس بات پر بھی غرور تھا کہ وہ تقریباً تین سو میل دور سے چودہ دن کی مسافت طے کر کے اس دشمن کے صدر مقام کی دیواروں کے سامنے تک بے خوف وخطر پہنچ چکے تھے۔ میں نے ان کی صدیوں پرانی تہذیب اور متفقہ نظامِ حیات پر نکتہ چینی کی جسارت کی تھی۔''

جب فخرِ انسانیت، محمد ﷺ کو بنو غطفان اور بنو سلیم کے بارے میں پتا چلا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ دونوں قبائل اپنا حلقۂ اثر بھی رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے یہ اطلاعات ملتے ہی دشمن پر حملے کے لیے بہادر پہلوان روانہ کیے۔ جنھوں نے حملہ سے پہلے ہی دشمن کو درہم برہم کر دیا۔ بروقت اطلاع سے لشکرِ اسلام کسی نقصان سے محفوظ رہا۔ اطلاع اُسی وقت سود مند اور قابلِ عمل ہوتی ہے جو بروقت موصول ہو اور اُس پر وقت عین مطابق عمل درآمد ہو جائے تو وہ تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے۔

دورِ حاضر میں اطلاعات کے تیز ترین ذرائع ہیں۔ وائرلیس، ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ، فیکس، ٹیلی پرنٹر اور الیکٹرانکس میڈیا۔ پرانے دور میں گھوڑے، اُونٹ اور پیدل افراد یہ سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔ حضورِ پاک ﷺ نے مذکورہ ذرائع سے دشمن کی سرگرمیوں کا سراغ لگایا۔ موسم کے تغیر وتبدل کو ملحوظ خاطر

Marfat.com

رکھا۔ میدانِ بدر اور غزوہ ٔخندق میں موسم مسلمانوں کے لیے ساز گار ثابت ہوا۔ موسم کی تبدیلی کی اطلاع بھی لشکرِ اسلام کے لیے کامیابی کا باعث بنی۔

جنگ بدر سے ایک دن قبل ایک بوڑھے کی فراہم کردہ معلومات سے سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے قریش مکہ کے لشکر کے بارے میں معلومات سے استفادہ کیا۔ صحیح معلومات اور اطلاعات کے بل بوتے پر اسلامی لشکر کی تشکیل کی گئی تو مسلمان فتح و کامرانی سے فیض یاب ہوئے۔

اسلامی ریاست مدینہ کا وجود ختم کرنے کے لیے مختلف قبائل نے یہودیوں کے ساتھ مل کر کئی منصوبہ جات بنائے لیکن خفیہ خبروں کے حصول نے اسلامی ریاست کو بچائے رکھا۔ مدینہ کے قریبی علاقہ جات میں مسلمانوں کے خفیہ دستے گشت کرتے رہتے اور صحیح معلومات فراہم کر کے نبی پاک ﷺ تک پہنچاتے۔

فخر کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ، انسان شناسی میں یکتا تھے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس مینارۂ نور ہے اور

آپ ﷺ کی تعلیمات کرنوں کی مانند ہے۔ میدانِ جنگ میں چشمِ فلک نے عجیب منظر دیکھا جب عرب کے دستور کے مطابق رجز پڑھتے ہوئے مکہ کے شہسوار علم سنبھالے آگے بڑھتے اور مسلمان سپاہ کو مقابلے کے لیے للکارتے، دوسری جانب سپہ سالارِ اسلام، محمد عربی ﷺ ابروئے چشم اور ہلکی سی مسکراہٹ سے ایک جانثار کی جانب اشارہ کرتے اور وہ صف سے نکل کر آگے بڑھتا ابھی دونوں لشکروں کے افراد اچھی طرح ان دونوں مقابلہ کرنے والوں کو پہچان بھی نہ سکتے کہ مکی صفوں سے رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھنے والوں کا سر خاک و خون میں تڑپ رہا ہوتا اور اللہ کے نام پر تلوار کو فضا میں بلند کرنے والا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے واپس جاں نثاران رب ذوالجلال کی صف میں اپنے مقام پر واپس آ جاتا۔ یہ منظر آٹھ بار دہرایا گیا اور آٹھ بار جبلِ اُحد کی چوٹیوں نے اللہ اکبر کی صدا کو اپنی بازگشت کے ذریعے دہرا کر لشکر اسلام نے کفار کے دل و دماغ پر ہیبت طاری کر دی۔

قلیل مدنی مجاہدین کے خلاف کثیر کفار مکہ کا حملہ ممکن ہے کہ اثر پیدا کرتا مگر اسلامی سپہ سالار، محمد عربی ﷺ نے میدانِ جنگ کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کیا کہ وہاں پر تین سو تیرہ سے زائد آدمی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہی نہیں ہو سکتے تھے باقی ماندہ کو ان کے پیچھے صفیں بنانا پڑی تھیں یعنی مکی فوج کا آٹھواں

Marfat.com

حصہ بیک وقت لڑائی میں حصہ لے سکتا تھا اور باقی ماندہ تماشائی بن کر کھڑے رہنے پر مجبور تھے۔ بہت جلد مکی فوج کا حملہ سست پڑ گیا تھا اور پھر مدنی فوج کے سپہ سالار اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے جوابی حملے کا حکم دے دیا۔

گشت

جنگ میں کوئی کمانڈر جنگی اہمیت کی صحیح اور تازہ ترین خبروں کے بغیر کامیاب کارروائی کا منصوبہ نہیں بنا سکتا۔ ایسی خبریں حاصل کرنے کا سب سے معتبر طریقہ گشت ہے۔ اپنی اور دشمن کی فوج کے درمیان علاقے پر اپنا غلبہ رکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخالف فوجوں کے اگلے مدفوعہ مقامات کے درمیان جو زمین ہے اس پر اپنی جسمانی اور اخلاقی برتری قائم کر دی جائے۔ اس غلبے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گشتی ٹولیاں اس علاقے میں نسبتاً زیادہ آسانی اور سلامتی سے گھوم پھر کر مفید خبریں حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کے برعکس دشمن کے لیے یہ کام کرنا زیادہ مشکل اور خطرناک ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دفاعِ مدینہ کے لیے گشتی کارروائیوں میں بڑی ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ یہ امر دفاعی اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ دشمن کے درمیان جو خالی جگہیں ہوں ان میں گشت اس مقصد سے کیا جائے کہ دشمن کی کوئی بڑی جمعیت وہاں مداخلت نہ کر سکے۔ جنگی کارروائیوں میں دن ہو یا رات گشت دونوں طرف سے کی جاتی ہے۔ کامیاب گشت کے لیے یہ ضروری ہے کہ گشت کرنے والوں کی انفرادی تربیت اعلیٰ درجے کی ہو۔ ان میں مل کر کام کرنے کا جذبہ اور کارروائی میں پہل کرنے کا حوصلہ ہو اور گشتی ٹولیوں کا لیڈر اپنی دھن اور مقصد کا پکا ہو۔ کامیاب گشت کی بنیاد مکمل تیاری ہے۔ گشت کی منصوبہ بندی، تیاری اور مقصد ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

گشت کسی بھی قسم کی ہو۔ اس کا بنیادی مقصد خبریں حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ گشتی دستے لڑنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ اگر وہ دشمن کے نرغے میں پھنس جائیں تو کم از کم اپنا دفاع ضرور کر سکیں۔ آنے والے لشکر یا سپہ کو منتشر کرنے کا ہنر جانتے ہوں۔ گشت کی دو بڑی قسموں میں قراولی گشت اور لڑاکا گشت شامل ہیں۔ حفاظتی گشت اور قائم گشت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

ریکی/قراولی گشت انجام دینے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ جو دیکھ بھال کر کے اور عام طور پر چوری چھپے خبریں حاصل کرتی ہے۔ لڑنا اس کا مقصد نہیں ہوتا اور اس لیے یہ صرف اپنی حفاظت یا کسی غیر معمولی موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہی لڑتی ہے۔ قراولی گشت کے کام یہ ہے:

Marfat.com

زمینی نشانات، پگڈنڈیوں اور زمین کی حالت کے متعلق خبریں حاصل کرنا۔ دشمن کے بچھائے ہوئے سرنگی علاقوں اور ان کے مورچوں کے پھیلاؤ کے متعلق تفصیلات جمع کرنا۔ دشمن کے ہتھیاروں اور ساز و سامان کا پتا کرنا۔ دشمن کی طرف سے آنے والی آوازوں، اس کی عادات اور گشت کے راستوں کی جانچ پڑتال کرنا۔ دن کی پہلی یا آخری روشنی کے وقت اپنی تاربندیوں اور سرنگی علاقوں (فائن فیلڈز) کی جانچ کرنا۔ کان لگا کر سننے والی چوکیوں (لسننگ پوسٹ) کے طور پر کام کرنا تاکہ وہ دشمن کے آنے کی بروقت اطلاع دے سکیں اور ضرورت ہو تو اشارہ دے کر حملہ کروا سکیں۔ قراولی گشت کی معلومات پر ہی صحابہ کرامؓ کے دستوں نے دشمن پر حملہ کر کے فنِ حرب کا مظاہرہ کیا۔ ریکی کرنے والی ٹیم دشمن کی نظر سے بچتے ہوئے چوری چھپے کام کرتی ہے۔ اسی کی اطلاع پر حملہ آوروں سے خبردار رہنے کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ دورِ جدید میں ریکی کے طریقے بدل رہے ہیں۔ حفاظتی گشت کو خاص اہمیت دی جاتی ہے کیوں کہ آج کل ایسے موقع بھی آتے ہیں جب کہ بعض چیزوں کے متعلق ٹیکنیکل معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً بارودی سرنگوں (مائنز)، پانی کی رکاوٹوں اور راستوں وغیرہ کے متعلق اس قسم کی معلومات حاصل کرنا۔ ماہرین مثلاً آرمرڈ کور یا انجینئرز کے افسروں کا کام ہوتا ہے۔ جن کی حفاظت کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اطمینان سے ریکی کر سکیں۔ حفاظت کا کام حفاظتی گشت کرتی ہے۔ ماہر نمائندہ صرف اپنے کام کے لیے اس گشت میں شامل ہوتا ہے۔ وہ اس کی کمان نہیں کرتا۔ اس کی کمان حفاظتی گشت کا کمانڈر ہی کرتا ہے۔ چاہے اس کا عہدہ کچھ ہی ہو۔ حفاظتی گشت کا ایک کام یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ محاذِ جنگ پر آرٹلری کے او پی کی حفاظت کرے۔ دورِ حاضر میں قائم گشت کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ جس کا مقصد دشمن کے ممکن راستوں مثلاً گھاٹ، پل، چوراہے وغیرہ پر یا اس کی ممکن ترتیب گاہ پر نظر رکھنے کے لیے ہو۔ خاص طور پر گنجان علاقے میں جہاں دکھاؤ محدود ہوتا ہے۔ قائم گشت سے استفادہ کیا جاتا ہے جو دشمن کی تمام نقل و حرکت کی اطلاع فراہم کرتا ہے۔

حضور پاک ﷺ کی کمانڈ پوسٹ

حضور پاک ﷺ نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسے ہی امور انجام دیے ۔ موصولہ اطلاعات کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنے دستوں کی منصوبہ بندی فرمائی۔ اطلاعات اور منصوبہ بندی میں وقفہ آنے نہ دیا۔ دورِ حاضر میں جنگی منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ بٹالین ہیڈ کوارٹر کی طرف سے آگاہی

Marfat.com

حکم۔ کمپنی کمانڈر یا کمانڈنگ آفیسر/ انٹیلی جنس آفیسر گشت کے لیڈر کو ہدایات دیتا ہے۔ نقشے کے ذریعے او پی کی جگہوں کا انتخاب۔ آگاہی حکم جس کے ذریعے گشت کی نفری وقت اور ملن گاہ مقرر کی جائے۔ کوئی خاص انتظامی بندوبست ضروری ہو تو کیا جائے۔ دیدگاہوں (او پی) سے ریکی کرنا۔ منصوبہ بنایا جاتا ہے، ماڈل کی مدد اور دیدگاہ (او پی) سے حکم سے جاری کیے جاتے ہیں۔ ریہرسل (کارروائی کی عملی مشق)، ہتھیاروں اور سامان کی تیاری اور معائنہ، آرام، کھانا، ہتھیاروں، سامان اور نفری کا آخر معائنہ، گشت کی کارروائی، واپسی پر سوال پرسی اور گشت کی رپورٹ شامل ہیں۔

گشتی دستے کے قائد کو چند اہم امور کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ وہ اپنے فرائض سے بخوبی آگاہ ہو۔ دشمن کے متعلق تمام حاصل شدہ معلومات، اپنی سپاہ کے متعلق معلومات، گشت کس غرض سے کی جا رہی ہے، کس وقت جانا ہے اور کہاں اور کس وقت واپس آنا ہے۔ راستے کے انتخاب پر عائد ہونے والی پابندیاں۔ فائر کی امداد جب کہ دی گئی ہو۔ شناخت پاس ورڈ اور خاص اشارے۔ دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو کیا کارروائی کرنی ہے۔ کوئی خاص بات جس کے متعلق کوئی خبر حاصل کرنی ہو۔ انتظامی بندوبست۔ ریکی اور منصوبہ بندی۔ گشت کے لیڈر پر لازم ہے کہ وہ اطمینان کرے کہ جو جو معلومات اسے ملنی چاہییں وہ مل گئی ہیں۔ مفصل ریکی کا ایک منصوبہ بنائے اور اس پر عمل کرے۔ مندرجہ ذیل سرخیوں کو ذہن میں رکھ کر زمین کا مطالعہ کرے۔ راستے۔ رکاوٹیں۔ زمینی نشان۔ دیدگاہیں۔ اوجھل زمین۔ گھات کی جگہیں۔ روشنی۔

اگر ہم غزوات کا بطریق احسن جائزہ لیں تو دورِ حاضر کے تمام امور غزوات کی فتوحات میں کارفرما رہے۔ سپہ سالارِ اعظم محمد عربی ﷺ نے مجاہدین کے مختلف دستے تیار کیے اور انھیں الگ الگ فرائض سونپے۔ معرکہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے مناظر ہمارے لیے بطور مثال موجود ہیں۔ دشمن پر ہیبت طاری کرنے کے لیے حضور پاک ﷺ نے دس ہزار لشکریوں کو چولہے روشن کرنے کی تلقین فرمائی۔ اتنی کثیر تعداد کی روشنی سے کفارِ مکہ گھبرا گئے اور اُن کے کئی سردار مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ گشت اور حملے میں کم از کم وقفہ پیدا کرنے کے لیے حضورِ پاک ﷺ نے بہترین حکمتِ عملی وضع فرمائی۔

نبی پاک ﷺ کو ایک موقع پر اس بات کا ادراک ہوا کہ کفارِ مکہ بیک وقت تین اطراف سے مدینہ حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے خفیہ مجاہدوں اور بہادر ساتھیوں سے مشورہ کے بعد مدینہ کا دفاع کیا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار، محمد عربی ﷺ کی نگاہ دوررس معاملہ کے تمام پہلوؤں کے

Marfat.com

جزئیات پر حاوی رہا کرتی تھی۔اس طرح تین جانب کے خطرات کا ازلہ اس خوبی سے کرنا کہ تین اطراف کے دشمن بیک وقت ایک ہی مقام پر جمع ہو کر باہم حملہ نہ کر سکیں۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی بہترین حکمتِ عملی کا ثمر ہے۔

بنو قینقاع نے قریش مکہ سے امداد طلب کی ۔امداد کی خبر سپہ سالارِ اعظم ﷺ تک پہنچ گئی۔مسلمانوں نے کسی بڑے خطرے سے پہلے ہی بنو قینقاع کا محاصرہ بڑی قوت اور شدت سے اس انداز میں کیا کہ وہ مکی امداد پہنچنے سے قبل ہی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ جب ابو سفیان نے دیکھا کہ وہ اکیلا ہے تو اسے واپس جانا پڑا اور پھر بنو سلیم کی فوج جمع ہونے سے قبل ہی اُسے منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ اگر نبی معظم ﷺ کو بروقت گشتی گروپ اور خفیہ دستوں کی طرف سے اطلاع موصول نہ ہوتیں تو یہ قبائل اپنی کارروائیوں میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

خفیہ دستوں کی تشکیل

خفیہ دستوں کی اطلاعات ہی سے مدینہ میں موجود یہودیوں کی سرگرمیوں سے آگاہی رہتی تھی۔حضور پاک ﷺ نے محسوس کر لیا تھا کہ یہودی افواہ ساز اور دوسرے لوگوں کو اطلاعات فراہم کرنے والے ہیں۔ یہودیوں کی منفی سرگرمیوں کا خاتمہ کرنے کے لیے حضور پاک ﷺ نے اپنے خفیہ دستوں سے مدد حاصل کی۔

حضورِ اقدس ﷺ نے عسکری خفیہ شعبہ کو بہترین خطوط پر منظم کر رکھا تھا۔اِسی لیے آپ ﷺ کی ہر مہم کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔کئی سرایا کی مہمات میں شامل دستوں کو بعض دفعہ غیر مسلم قبائل کے علاقوں سے گزرنا پڑتا تھا۔آپ ﷺ اُن قبائل کے حالات، ہتھیار، تجربہ کار افراد، سیاسی و دینی رجحانات کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے خفیہ دستوں کی باریک بینی سے تشکیل کی جاتی۔انہی معلومات پر آپ ﷺ اگلی منصوبہ بندی فرماتے۔عملی جنگ میں شرکت کے ساتھ ساتھ قبل از جنگ منصوبہ بندی اہم ترین مرحلہ ہے۔معروف مقولہ ہے کہ ''امن کے لیے جنگ کی تیاری کرو''۔اسی لیے جنگی میدانِ عمل میں کھودنے سے پہلے، میدان اور دشمن کی مکمل معلومات حاصل کرنا جنگ سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔جنگِ بدر، جنگ اُحد، جنگِ خندق اور کئی ایک سرایا میں فوج اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کے خفیہ دستوں کی خفیہ معلومات نے کئی مشکلات کو آسان بنا دیا۔آپ ﷺ نے خفیہ دستوں کی تربیت پر بہت توجہ دی۔

Marfat.com

دفاعِ پاکستان میں خفیہ اداروں کا کردار

شاہِ اُمم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے دفاعی حکمتِ عملی میں عسکری خفیہ شعبہ کو بہت اہمیت دی۔ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے ہمارا خفیہ شعبہ بہت فعال ہونا چاہیے۔ عوامی اور فوجی اعلیٰ کمان کو خفیہ ایجنسیوں میں ایسے افراد کو شامل کرنا چاہیے جو قابلِ اعتبار، خالصتاً محبِ وطن، بہادر اور دشمن کی خبروں تک رسائی کرنے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ پاکستان کے خفیہ راز اُن کے سینوں میں محفوظ رہیں۔ مہماتی اور جری ذہن رکھنے والوں کو اس ضمن میں خصوصی اہمیت دی جائے۔ نبی پاک ﷺ کی بصیرت کے تمام نقوش ہمارے خفیہ شعبہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ عصرِ حاضر میں ضلعی سطح پر جو خفیہ ایجنسیاں کام کرتی ہیں انھیں اپنے علاقے کے جغرافیائی، سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالات سے پوری واقفیت ہونی چاہیے۔ ضلعی مراکز کے قریب فوجی چھاؤنیوں کے اعلیٰ افسران کو سول سوسائٹی کا بھی ادراک ہونا چاہیے۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر سپیشل برانچ، سکیورٹی برانچ، سی آئی ڈی، ایم آئی، آئی بی، ایف بی آئی، آئی ایس آئی، سی آئی اے اور اس قسم کی ایجنسیاں موجود ہیں۔ یہ ایجنسیاں اپنے وسائل کے مطابق کام کر رہی ہیں۔ اندرونی و بیرونی حالات کا مقابلہ کرنے میں مذکورہ اداروں کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔

قبل ازیں ابواب میں سپہ سالارِ اعظم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی جنگی بصیرت کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا جا چکا ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کی لاتعداد کتب میں غزواتِ نبوی ﷺ اور سرایا میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی کے بارے میں عالمی شہرت یافتہ محققین کی آراء بھی موجود ہیں۔ ''سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان'' کے تقاضوں کے پیشِ نظر معروضات کو عصرِ حاضر سے منطبق کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

غزواتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دفاع مضمر ہے۔ پاکستان آج کل گرداب میں گھرا ہوا ہے۔ پاکستان کے خلاف بہت سی قوتیں برسرِ سازش ہیں۔ وہ عسکری قوت، افرادی قوت اور اسلحہ کی فراوانی کے زور پر پاکستان کو مرعوب کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ بھارت اور اسرائیل نے تو پاکستان دشمنی کی قسم کھا رکھی ہے۔ مخالف قوتوں کی سرگرمیوں اور عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلا قدم عسکری خفیہ اداروں کو عالمی سطح پر منظم کرنے کا ہے۔ اگر آج اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پاس وسائل کم ہیں تو غزواتِ نبوی ﷺ کے دوران حضورِ اقدس ﷺ کے وسائل نسبتاً کم تر تھے۔ فوجِ اسلام اور دشمن افواج کے

Marfat.com

درمیان بہت بڑا فرق تھا مگر وسائل کی یہ کمی آپ ﷺ کی راہ میں حائل نہ ہوسکی۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنی عسکری خفیہ اداروں کو اعلیٰ ترین پیمانے پر منظم کیا۔ آج اگر اسلامی جمہوریہ پاکسان کے وسائل کم ہیں تو ہمیں بھی اپنی عسکری خفیہ اداروں کی طرف خصوصاً زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

ہمیں تجربات کی کرنیں اُسی ذاتِ اقدس ﷺ سے حاصل کرنی چاہییں۔ بھارت کے جارحانہ انداز اور اُن کے خفیہ اداروں کی پاکستان کے خلاف سرگرمیاں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی ''موساد'' ہمارے ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ ہیں۔ اِن کا علاج کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ غالب نے کہا تھا:

ابنِ مریمؑ ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پاکستان کے خلاف کئی خفیہ عسکری قوتیں برسرِعمل ہیں۔ اِن کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ خفیہ نظام کو فعال بنانے کے لیے ہمیں خفیہ ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں محب وطن لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ ابھی وہ لوگ زندہ ہیں جنھوں نے پاکستان بنتے دیکھا اور قافلے لٹا کر منزل کو سینے سے لگایا۔ خفیہ اداروں کی کارگزاری بہتر بنانے کے لیے نیک اور صالح افراد کا چناؤ بہت ضروری ہے۔ زندگی قربانی مانگتی ہے۔ ہمیں روزمرہ اوقات سے کچھ وقت اپنی ذات سے بالاتر ہوکر دوسروں کے لیے نکالنے چاہییں۔ ہمارا انفرادی وجود پاکستان سے وابستہ ہے۔ اس لیے ہمارا کوئی نہ کوئی ایک عمل پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ اگر ہر پاکستانی روزانہ چھوٹی چھوٹی دو نیکیاں انجام دے تو پاکستان میں روزانہ چالیس کروڑ نیکیاں جنم لے سکتی ہیں۔ دفاع پاکستان کے لیے ذہن، فہم، ادراک میں ملکی محبت کا موجزن رہنا لازمی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں فوج اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کی بصیرت افروز تعلیمات سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

دفاعِ پاکستان اور مشاورت

عہدِ حاضر میں دفاعِ پاکستان کے لیے سب سے پہلا قدم رب العالمین اور رحمت للعالمین ﷺ کے وضع کردہ دفاعی اُصولوں پر عمل کرنا ہے۔ اس اسلامی مملکت کا منشور، قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک کی روشنی میں سربراہِ مملکت کو سچا کھرا مسلمان ہونا چاہیے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

نگہ بلند سخن دل نواز ، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر ،میرِ کارواں کے لیے

بلند نگاہی، سخنِ دل نواز اور دوسروں کا دکھ درد بانٹنے والا سربراہ یقیناً ملکی دفاع کے استحکام میں ایک رول ماڈل بن سکتا ہے۔ اسلامی فوج کی طرح پاکستانی فوج کو اسلامی اُصولوں پر چلانے کی ضرورت ہے۔ دفاع کسی ایک فرد کا کام نہیں۔ دفاع کے استحکام میں تمام مکتبہ ہائے فکر کی شمولیت ضروری ہے۔ جب محسنِ انسانیت ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے مواخات اور میثاقِ مدینہ سے ایک نئی ریاست، مدینہ کو چلانے کے انتظامات فرمائے۔ مدینہ کے دفاع کے لیے سب سے اہم قدم ''مشاورت'' تھا۔ مشاورت ہمارے لاتعداد مسائل کا حل ہے۔ مشاورت سے اہم ترین مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ مقصودِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ نے انصاف اور مساوات کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مشاورت کو بڑی اہمیت دی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ''شوریٰ'' کی بڑی اہمیت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O (الشوریٰ)

ترجمہ: ''اوران کے لیے جنھوں نے مان لیا اپنے رب کا حکم اور قائم کی نماز اور ان کے معاملات باہم مشورے سے چلتے ہیں اور اس میں سے جو ہم ہی نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔''

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (المجادلہ)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب علیحدگی میں بات کرنا چاہو تم رسول سے تو پیش کرو تم علیحدگی میں بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ۔ یہ طریقہ ہے بہتر تمھارے لیے اور پاکیزہ تر بھی۔ پھر اگر نہ پاؤ تم (صدقہ دینے کے لیے کچھ) تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔''

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (المجادلہ)

ترجمہ: ''کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ پیش کرو اپنی علیحدگی کی گفتگو سے پہلے صدقات؟ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور معاف بھی کر دیا ہے تمھیں اللہ نے تو قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اللہ پوری طرح باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔''

کامیابی نیت پر منحصر

مسلمان کی فتح و نصرت کا دارومدار خلوصِ نیت پر ہے۔ نیت کا اخلاص راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے۔ پاکستان کا دفاع اُسی صورت میں لازوال ہو سکتا ہے جب ہر پاکستانی کسی لالچ کے بغیر میدانِ عمل میں آئے۔ دو عملی، منافقت، خودستائش، خودنمائی اور خودفریبی سے بالاتر ہو کر پاکستان کا دفاع کرنا عینِ عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بستا ہے۔ جب ہم نام و نمود کے بجائے رضائے الٰہی کے لیے کام کرتے ہیں تو پھر اللہ کامیابی کا ضامن بنتا ہے۔ نیت کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی ہمارے سامنے ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور ساتھ دنیا کا مال بھی حاصل کرنا چاہتا ہے (اس کے لیے کتنا ثواب ہے؟) رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں۔'' لوگوں نے اسے بہت بڑی بات سمجھا اور اس آدمی سے کہا، رسول اللہ سے دوبارہ مسئلہ دریافت کرو شاید تم اپنی بات اچھی طرح واضح نہیں کر سکے، اس آدمی نے پھر عرض کیا، یارسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور ساتھ دنیا کا مال بھی حاصل کرنا چاہتا ہے (اس کے لیے کتنا ثواب ہے؟) رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں۔'' صحابہ کرامؓ نے پھر اس آدمی سے کہا، رسول اللہ سے پھر مسئلہ دریافت کرو، اس نے تیسر بار رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔'' (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ، عبدالرحمٰنؓ بن صخر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت باقی ہے، جب تمھیں جہاد پر نکلنے کے لیے طلب کیا جائے، تو (بلا تامل) نکل کھڑے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

پاکستان کے دفاع میں ''شوریٰ'' کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا دفاع لالچ کے بغیر ہو تو کامیابی اللہ کے سپرد رہتی ہے۔ اگر کوئی مال و زر کی خاطر اس کے دفاع میں شریک ہوتا ہے تو اُسے اُس کا اجر نہیں ملتا۔ دفاع کا تعلق اجتماعی کوشش سے ہی ممکن ہے اس لیے خلوصِ نیت کے ساتھ مشاورت کو اہمیت دی جائے۔ نبی پاک ﷺ نے غزوات و سرایا میں حتمی حکمتِ عملی اختیار کرنے سے پہلے تجربہ کار صحابہ کرامؓ کے تجربات کو سامنے رکھا۔ پاکستان کے دفاع میں اس بات کا فقدان ہے۔ فردِ واحد کا فیصلہ پوری قوم پر مسلط کرنا کوئی عقل مندی نہیں۔ مشترکہ سوچ اور تمام شعبہ جات کی مشترکہ کاوشوں سے ہی پاکستان کا دفاع مستحکم ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ عہدوں کی ''حلفِ وفاداری'' ایک رسم بن گئی ہے۔ اپنے حلف پر کتنے سربراہ قائم رہے یہ تاریخی المیہ ہے۔ ہم جس عہدے پر ایفائے عہد باندھتے ہیں اُس پر قائم نہ رہنا احکاماتِ الٰہی کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ اللہ کے ساتھ بدعہدی کرنے والوں کو اِسی جہاں میں سزا ملتی ہے۔

Marfat.com

عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

ایفائے عہد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ O

ترجمہ: ''اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا اور مجھی سے ڈرتے رہو۔''

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔''

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا O

ترجمہ: ''اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔''

☆-☆-☆

Marfat.com

دفاعِ پاکستان میں اتحاد کی اہمیت

گزشتہ ابواب میں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان کا قیام ایک خاص نظریے کی بنا پر ممکن ہوا۔ ہمارے محسنِ اعظم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے منتشر لوگوں کو کلمہ طیبہ کی تسبیح میں پرو دیا۔ ایک خدا، ایک قرآن اور ایک خاتم النبیین ﷺ کے نام پر آپ ﷺ نے چاہنے والے متحد ہو کر کلمہ طیبہ کا علم لے کر بڑھے۔ وہ ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے کہ اُن سے ٹکرانے والی قوتیں پاش پاش ہو گئیں۔ مسلمانوں کی یہ جماعت متحد ہو کر آگے بڑھی رکاوٹوں نے راستہ روکا، مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، لیکن متحد قوت نے کہیں سر نہ جھکایا۔ جفا کاروں نے وفا شعاروں کا راستہ روکنے کے تمام حربے استعمال کیے لیکن باطل کا کوئی اندازِ اہلِ حق کا راستہ نہ روک سکا۔ جہدِ مسلسل کے بعد ریاستِ مدینہ پہلا اسلامی قلعہ ثابت ہوئی۔ پاکستان کے قیام میں بھی اتحاد و یکجہتی کا خمیر موجود ہے۔ مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند نے اتحاد کا دامن تھام کر اسلامی ریاست کے حصول کی خاطر سفر شروع کیا اور اتحاد نے انھیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے مسلمانو! اتفاق و اتحاد سے تم اپنے اندر قوت پیدا کرو، تنظیم سے مضبوط ہو جاؤ تاکہ تمھارے دشمن تمھیں نقصان نہ پہنچا سکیں بل کہ وہ تمھاری طاقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں اور تم اپنے مقام پر چٹان کی طرح قائم رہو۔''!!

پانچ انگلیاں الگ الگ اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن اگر یہ مکے کی صورت متحد ہو جائیں تو اِن کی قوت کا اندازہ وقت ہی بتا سکتا ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی پاک ﷺ نے مواخات کے موقع پر ایک لازوال اتحاد، اتفاق، یگانگت اور بھائی چارے کا نمونہ پیش کیا۔ غزوۂ بدر سے فتح مکہ تک اتحادی قوت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو وہ کامیابیاں حاصل ہوئیں جس پر زمانہ فخر کرتا ہے۔ اسلامی جاہ و جلال کے سپہ سالار، محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کا اتحاد ہی مخالفین کے لیے ہیبت اور پریشانی کا باعث

Marfat.com

رہا۔ صحابہؓ کرامؓ، رحمت للعالمین ﷺ کے گرد اس طرح گھومتے تھے جس طرح پروانے شمع کے گرد گھومتے ہیں۔ ۱۰ لاکھ مربع زمین تک مسلمانوں کی رسائی اسی اتحاد کا ثمر ہے۔ پروفیسر مولانا علم الدین سالک نے اپنے ایک مضمون میں اتحاد کے ثمرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"رسول کریم ﷺ کی وفات کے بارہ برس بعد مسلمان ساڑھے تئیس لاکھ مربع میل کے مالک بن گئے تھے۔ انھوں نے اس مدتِ قلیل میں ۳۶ ہزار شہر اور قلعے فتح کیے۔ گویا اسلام کے ان پرستاروں نے ایک ایک دن میں نو نو شہر اور قلعے فتح کیے اور یہ حیرت انگیز فتوحات انھیں اس حالت میں میسر آئیں جب وہ بالکل بے سروسامان تھے اور ان کے مقابل روم اور ایران کی وسیع سلطنتیں تھیں جن کے حکمران دنیا جہان کی دولت کے مالک اور ہر قسم کے سازوسامان پر قادر ہونے کے علاوہ فنونِ جنگ کے ماہر اور جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ ان کا شمار دنیا کی سب سے ترقی یافتہ سلطنتوں میں ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے ایک حملہ سے ان دو سلطنتوں کا بوسیدہ دیوار کی طرح گر جانا تاریخ کا وہ حیرت انگیز واقعہ ہے جو ہر مورخ کو حیران کر دیتا ہے۔ وہ اس کے اسباب دریافت کرتا ہے مگر تعصب اور ناتواں بینی انھیں حقیقت سے دُور رکھتی ہے اور وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے خاموش ہو جاتے ہیں حالاں کہ مسلمانوں کی ان کامیابیوں کا راز ان کی تنظیم اور اتحاد میں موجود ہے۔"

اس سے یہ بات امر ہو جاتی ہے کہ اتحاد کے بل بوتے پر فتوحات سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ کامیابی و کامرانی اُسی قوم کے قدم چومتی ہے جو متحد ہو کر عزم و استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ اتحاد وہ شجرِ سایہ دار ہے جس کے تلے خلوص اور محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ قوموں کا عروج اسی اتحاد کا میٹھا پھل ہوتا ہے۔ ثمرش

Marfat.com

کے مزے وہ لوٹتے ہیں جو ایک دوسرے کا دکھ بانٹتے ہیں۔ دکھ سکھ بانٹنا اتحاد کا پہلا راستہ ہے۔ چناں چہ سورۃ آلِ عمران:۱۰۲۔۱۰۳، میں ارشادِ ربانی ہے:

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ذمہ جو فرائض ہیں انھیں پورے طور پر بجالاؤ اور جب تم مرو تو اس وقت تم اپنے آپ کو پورے طور پر اس کے سپرد کر چکے ہو اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور جدا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمھارے دلوں میں محبت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے جلد ہی آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اور اس نے تمھیں اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر نشانیاں واضح کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔"

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے "مذہب" کو قومی اتحاد کی جڑ قرار دیا ہے۔ اتحاد ایسا درخت ہے جس پر کامیابی کے پھل پھول لگتے ہیں۔ اسے قربانی کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور خود غرضی سے پاک کھاد سے پروان چڑھایا جاتا ہے۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

اس جذبِ باہم کے تحت اُمتِ مسلمہ نے اپنا تشخص قائم کیا۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا سلیقہ سیکھا، ہاتھوں میں ہاتھ بازوؤں کی زنجیر بنا کر ہزاروں سال دنیا پر حکمرانی کی۔ تاریخ کے جس دور میں بھی مسلمان منتشر ہوئے اُن کے پاؤں اکھڑ گئے اور اُن کی ہیبت میں کمی آئی۔ اتحاد کے بل بوتے پر اُنھوں نے دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کو زیر کر دیا۔ اگر ہم قرآن کریم کا بغور مطالعہ کریں تو مسلمان کی انفرادی زندگی کا تصور دھندلا نظر آئے گا۔ وہ اتحاد کے بل بوتے پر ہی ابھرتا ہے، اپنی شناخت قائم کرتا ہے۔ قرآنی تعلیمات ہمیں درس دیتی ہیں کہ اللہ کی رسی یعنی شریعت کو مضبوطی سے تھام لیں اور منظم و متحد ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوں۔ باہمی جنگ و جدل کو ترک کر دیں اور دوبارہ اس طبقاتی اور قبائلی عداوت و نفرت کو اختیار نہ کریں جس کی بدولت عرب میں انسانی

Marfat.com

تہذیب وتمدن کو تباہی کا خطرہ پیدا ہوا تھا کیوں کہ جب کوئی جماعت یا قوم اتفاق واتحاد کی دولت سے محروم ہو جاتی ہے تو اس پر موت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زمانے کے مصائب کی بادِ صرصر کا ایک جھونکا اس کے لیے فنا کا پیغام ثابت ہوتا ہے اور حوادث دنیا کی ایک موج اسے صفحہ ہستی سے مٹانے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ نفاق کی وجہ سے قومیں روز وال ہوتیں ہیں جس طرح ایک اینٹ خراب ہونے سے پوری عمارت کو نقصان پہنچتا ہے اِسی طرح کسی ایک فرد کے بگڑنے سے قوم کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ نفاق سے دور اور اتحاد سے ایک بڑی قوت کے طور پر اُبھریں۔ اس اتحاد کے لیے بے لوث جذبوں کی ضرورت ہے۔ اتحاد، اپنے دامن میں حسنِ معانی کا سمندر رکھتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ''اتحاد'' ایک اہم ترین موضوع ہے۔

دکھ بانٹنے کی چیز نہیں لیکن ہمیں ایک دوسرے کے حال سے واقف رہنا چاہیے۔ دکھ درد میں شریک ہونے والا معاشرہ کبھی رو بازوال نہیں ہوتا۔ قرآن پاک اس ضمن میں ہماری ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن پاک کی سورہ انفال میں عدم اتحاد کے بارے میں اللہ کے فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

اس فتنے سے بچتے رہو کیوں کہ فتنہ اگر اٹھ کھڑا ہوا تو اس کی زد نہ صرف ان پر پڑے گی جو تم میں سے ظلم کرتے ہیں بل کہ سبھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بداعمالی کی سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور جب عذاب آتا ہے تو انسان مفلوج ہو جاتے ہیں۔ ان کی تمام تدبیریں بے کار ہوتی ہیں۔ عذاب انھیں چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے اور قرآن کریم اس عذاب کی ایک صورت یہ بھی بتاتا ہے کہ تم گروہ در گروہ ہو کر آپس میں لڑ پڑو اور ایک گروہ دوسرے گروہ کی شدت قوت کا مزا چکھے۔

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور ہر قسم کے طریقے بتائے ہیں جن سے نظم ملت ہو سکے تاکہ مسلمانوں کے لیے دینی اور دنیوی ترقی کی تمام شاہراہیں کھل جائیں اور وہ اقوامِ عالم میں ایک ممتاز مقام حاصل کر کے اُن کے لیے مشعل راہ بن جائیں۔ اسلام کا معاشرتی نظام اتحاد واتفاق کے گرد گھومتا ہے۔ یہی اتحاد قوموں کی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرتا ہے۔

اگر ہم پوری کائنات کے نظام کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فطرت ایک ضابطے کے تحت

Marfat.com

گھومتی ہے۔ چاند ایک ضابطہ کے تحت نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ چاند کی چاندنی ماند پڑتی ہے تو سورج اُس کی جگہ لیتا ہے۔ جب سورج نمازِ مغرب کے بعد اپنا چہرہ چھپاتا ہے تو چاند کائنات کو ہلکی ہلکی روشنی عطا کرتا ہے۔ ذرّے سے آفتاب تک ایک حسین قرینے سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے؟ اِن اجزاء کا پریشاں ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا مالک وخالق ہے۔ جب ہم اللہ کی وحدانیت اور ختم الرسل، محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو ہم فطرت کے روحانی نظام کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ہماری ذات ایک عظیم ذات کے حصار میں ہوتی ہے۔ اگر ہم اُس حصار میں رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں گزند نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ پر کامل یقین رکھنے والے ہر لمحے اُسی کے حکم پر زندگی گزارتے ہیں۔

سلام ان پر تہہ تیغ بھی جنھوں نے کہا
جو تیرا حکم، جو تیری رضا، جو تو چاہے

ابرِ لطف وعطاء، بحرِ جود وسخا، پیکرِ تسلیم ورضا، محمد عربی ﷺ کی حیات طیبہ اتحاد، یقین، ایمان، کامیابی، بقاء اور سلامتی کی ضمانت ہے۔ اگر زندگی میں توازن اور اتحاد نہیں ہوگا تو وہ حسن ورعنائی سے بے کیف ہوگی۔

چاندنی کس کے تبسم کی در آئی اس میں
زندگی پیار کے قابل کبھی ایسی تو نہ تھی

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے ہر فرد کو ملّت کے مقدر کا ستارہ قرار دیا ہے۔ اتحاد کے دریا ہی میں مسلمانوں کی طغیانی چھپی ہے۔ بیرونِ دریا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے ہمیں ایک ملّت اور قوم کی صورت زندگی گزارنی چاہیے۔

ملّت کے ساتھ رابطۂ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

رونقِ منبرِ نبوت، چشمۂ علم وحکمت، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتحاد، نظم وضبط اور کردار کے ضمن میں

Marfat.com

ہماری ہر موقع پر رہنمائی فرمائی ہے۔

"تم میں سے ہر شخص راعی (حاکم) ہے اور اپنی رعایا کا جواب دہ ہے۔"

یعنی امام حاکم ہے اور اپنی رعایا کا جواب دہ ہے۔ مرد اپنے اہل و عیال کا حاکم ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے۔ اس حدیث قدسی سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مسلمان اس دنیا میں رہتے ہوئے ایک طرف تو خاندانی نظام سے وابستہ ہے جو اس کی گھریلو زندگی کی تنظیم ہے اور دوسری جانب وہ امام وقت کی اطاعت و اتباع پر مجبور ہے۔ جو اجتماعی زندگی کا مرکزی اُصول ہے۔ اس ضابطے سے منحرف ہونے والوں کو اللہ کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس دنیا میں اُسے ندامت اور آخرت میں عذابِ کثیر ملتا ہے۔

اجتماعی زندگی کے اس نظام کو امامت و امارت کہتے ہیں۔ اس نظام کو چلانے والا امیر یا امام ہوتا ہے۔ گویا حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق تمام مسلمانوں کا ایک مرکز ہو۔ جس مرکز کا ایک امیر ہو جس کے ذمہ ساری اُمت کی فلاح و اصلاح ہو۔ امیر کی اطاعت اور فرماں برداری اُمت پر فرض کا درجہ رکھتی ہے کیوں کہ اس کے بغیر نہ اتحاد قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تنظیم مکمل ہوتی ہے۔ اسی بنا پر قرآن حکیم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے: "اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔"

اس آیت کی تائید شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، آفتاب ہدیٰ، نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں نظر آتی ہے:

"جس نے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس
نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

مسلمانوں کی اجتماعی اور تنظیمی زندگی کی پہلی اور آخری منزل یہی ہے۔ خلافتِ راشدہ کا زمانہ اس زندگی کا عملی پہلو ہے۔ خلفائے راشدینؓ نے اپنے ادوار میں اتحادِ ملت کے لیے لاتعداد صعوبتوں کا سامنا کیا۔ اس ضمن میں وہ اپنی جاں سے گزر گئے لیکن تاجدارِ اسلام ﷺ کے اُصولوں کی پاس داری میں کمی آنے نہ دی۔ اطاعتِ امیر، اُصولوں کی پاسداری، اسلامی اُصولوں پر عمل درآمد، اقلیتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور مسلمانوں میں اتحاد اور نظم و ضبط کو جانچنے کے لیے تاجدارِ کائنات ﷺ کے چند فرمودات نذرِ قارئین ہیں:

"جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو اپنا ایک امیر ضرور بنالیں۔"

(بخاری و مسلم)

Marfat.com

”تین آدمیوں کے لیے بھی جو زمین کے کسی حصہ پر بستے ہوں بغیر امیر کے زندگی گزارنا حلال نہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں۔“ (بخاری)

رہبرِ کامل، اکمل واحسن، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اُمت مسلمہ کو یہ بات باور کروائی کہ اللہ تعالیٰ اِن امور سے بہت خوش ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ☆ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ☆ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ پیدا کرو۔ ☆ جس کو خدا نے تمھارا امیر بنا دیا اس کی خیر وخواہی کرو۔ (مسلم)

اسلامی تعلیمات سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام انفرادیت پر، اجتماعیت کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ وارانہ امتیاز نہیں ہے۔ رنگ ونسل سے بالاتر ہو کر سب انسان برابر ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہ بہتر ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے۔ اسلام کے زوایہ نظر سے تمام انسان اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ اس بات کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا

کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ وِلا کا

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اسلامی جمہوریۂ پاکستان میں اظہارِ رائے پر قدغن نہیں ہے۔ قوم بڑی بہادر اور ایثار وقربانی کے جذبے سے لبریز ہے۔ ارضی وسماوی مصائب میں مجموعی طور پر احساسِ ذمہ داری کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اِن ساری خوبیوں کے باوجود انتہا پسندی، فرقہ واریت، لسانی، صوبائی، خاندانی، تعصب کا شکار بھی ہے۔ ایک ہی ملک میں چار قومیتوں کے نعرے ہمارے قومی تشخص کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کے سورہ آلِ عمران: ۱۰۵، ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

Marfat.com

''تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے آپس میں تفرقہ ڈالا
اور باہم تنازعہ پیدا کیا جب کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچ
چکے۔''

پاکستان کا قیام ایک رشتۂ وحدت کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اس کا دفاع بھی اُسی جذبے کا متقاضی ہے جس کا مظاہرہ تحریکِ پاکستان میں دیکھنے کو ملا۔ آج ہمارے ملک میں پڑوسی، پڑوسی سے واقف نہیں جب کہ مکرمِ اسرارِ حرا، نبیٔ پاک ﷺ فرماتے ہیں: ''جس کا پڑوسی بھوکا سویا وہ ہم میں سے نہیں۔''

پڑوسیوں۔ کے حقوق کی تکمیل سے ہی ایک صحت مند معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ پرانے وقتوں میں ایک چوکی دار پورے محلے کے محلِ وقوع سے واقف ہوتا تھا۔ آج مساجد میں رابطے کی کمی کے باعث ایک دوسرے سے اظہارِ ہمدردی کا فقدان ہے۔ پاکستان ایک جسم کی مانند ہے اور ہر علاقہ ایک ایک عضو کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہمیں انا کے خول اُتار کر ایک پاکستانی کی حیثیت سے دفاعِ وطن میں حصہ لینا چاہیے۔ پاکستان ایک عمارت ہے اس کی ہر اینٹ ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہے۔ یہ اینٹ ہر پاکستانی ہے۔ ہمارا دشمن اُسی وقت ہم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگا، جب یہ عمارت مضبوط ہوگی۔ آج مخدوش حالات میں اتحادِ بین المسلمین کے لیے فرقہ واریت، انتہا پسندی اور خود غرضی کے لبادے اُتارنے ہوں گے۔ مسلک چاہے کوئی بھی اختیار کریں ہر آدمی ایک دوسرے سے پیار کرے۔ ہمیں اپنا عقیدہ نہیں چھوڑنا چاہیے لیکن دوسرے کے عقیدے کو چھیڑنا بھی نہیں چاہیے۔ پاکستان تو پاکستان ہے لیکن عالمِ اسلام میں بھی اسی اتحاد کی کمی ہے۔ اتحاد کے فقدان کی وجہ سے آج ''مرغِ حرم'' غیر مسلم قوتوں کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔

یہ ہندی وہ خراسانی ، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اُڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

تادمِ تحریر (نومبر ۲۰۱۵ء) دُنیا گلوبل ولیج بننے کے باوجود تیسری عالم گیر جنگ کے دہانے پر آ چکی

Marfat.com

ہے۔ پاکستان ایٹمی قوت کے باوجود اپنی امن پسند حکمتِ عملی پر قائم دائم ہے۔ پہلے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی ٹریڈ سنٹر پر حملے کی وجہ سے اور اب ۱۳ نومبر 2015ء کو فرانس کے شہر پیرس پر ہونے والے حملے نے پاکستان کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ اِن حالات میں دفاعِ پاکستان ہمارے لیے سانس کی طرح ضروری ہے۔ سانس لینے کے لیے ایک اچھا ماحول درکار ہے۔ ہماری زندگی عارضی ہے۔ سانس کی ڈوری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ یہ ملک تاج دارِ کائنات، حسنِ کائنات، مخزنِ کائنات، مقصدِ کائنات اور مقصودِ کائنات، محمد عربی ﷺ کی ہمارے پاس ایک امانت ہے۔ اس کا دفاع کرنے کے لیے ہمیں جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پاکیزہ زمیں ''پاکستان'' کو اسلامی تعلیمات کا سایہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

سست روی کی شکار قوم زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہے۔ پاکستان میں کچھ لوگ ''تقدیر'' میں یہی لکھا تھا کہہ کر اپنی ناکامیوں کی ذمہ داری اللہ پر سونپ دیتے ہیں۔ جب کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے۔ اگر ہم بستر پر لیٹے ہوئے علم میں اضافے کی دُعائیں مانگتے رہیں گے اور محنت نہیں کریں گے تو کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ عمل کے بغیر زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ ہمارے ہر عمل کی جزا و سزا ضرور ملے گی۔ ہم خود محنت نہیں کرتے اور گلہ تقدیر سے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا:

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے؟

پاکستان کے دفاع کے لیے اقبالؒ کے نظریۂ خودی سے تعلق جوڑنا ہوگا۔ قرضوں کی بھیک مانگنے کے بجائے ہمیں خود انحصاری پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ نوجوانوں کو دفاع میں شامل کرنے کے لیے ہمارا ہر عمل وطن

Marfat.com

سے وابستہ ہونا چاہیے۔ پاکستان میں اکابر کو فراموش کرنے کے لیے ایک خاص طبقہ برسرِ عمل ہے۔ ہمیں ماضی سے رشتہ منقطع نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارا ماضی، ہمارے جذب وعمل کی داستاں ہے۔ قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کے اتحاد اور جذبۂ شوقِ سطوت سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ قومیں اپنے تشخص سے ہی آگے بڑھتی ہیں۔ اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمیں اپنی دنیا آپ پیدا کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں:

پابندیٔ تقدیر کہ پابندیٔ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خردمند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

دفاع کا تعلق باتوں سے نہیں عمل سے ممکن ہے۔ عمل کے لیے نظم وضبط، تنظیم، اتحاد، ایمان اور یقین کامل بہت ضروری ہے۔ دوسروں پر انحصار کرنا خواب دیکھنے کے مترادف ہے۔ مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں:

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆-☆-☆

Marfat.com

دفاعِ پاکستان اور احتساب

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

بابائے قوم، بانی پاکستان، قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک بااُصول انسان تھے۔ پاکستان کا قیام اُن کی اُصول پسندی اور وقت کی پابندی کا ثمر ہے۔ اُن کی زندگی اور اُن کے وصال کے بعد اُن کی ذات پر کسی کرپشن یا بدعنوانی کا کوئی دھبہ موجود نہیں ہے۔

قرآن وسنت کو حرزِ جاں بنا کر مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں آزادی حاصل کی۔ قائداعظم کے وصال کے بعد احتساب کا عمل ختم ہوگیا۔ احتساب کا نظریہ خالصتاً اسلامی ہے۔ ریاستِ مدینہ کی ترقی کا دارومدار انصاف، مساوات اور احتساب پر رہا۔ قائدِ اسلام، محمد مصطفیٰ ﷺ نے انصاف، رواداری اور احتساب کی وہ مثالیں قائم کیں کہ مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہودی سردار متحیر رہ گئے۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ کے دوران آپ ﷺ نے جو فیصلے صادر فرمائے وہ احتساب، حتیٰ کہ خود احتسابی کی مثالوں سے کیے۔ تمیزِ آقا و بندہ سے بالاتر ہو کر آپ ﷺ نے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا۔ عالمِ شباب ہی سے آپ ﷺ کے احباب اور اہلِ مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین تسلیم کرتے تھے۔ ہجرت کے وقت بھی آپ ﷺ کو لوگوں کی امانتوں کا اتنا پاس تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس امر پر مامور فرمایا کہ وہؓ لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کر کے مدینہ تشریف لائیں۔ مرنے والے کے تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن قرض کی معافی ممکن نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کے استحکام سے خلفائے راشدینؓ کے ادوار تک خود کو احتساب کے لیے پیش کرنے کی لازوال مثالیں ہمیں صرف تاریخ اسلام سے ہی ملتی ہیں۔ دفاعِ پاکستان میں ایک اہم پہلو احتساب کا ہے۔ قائداعظم کے وصال کے بعد کوئی قابلِ اعتماد چہرہ مسندِ اقتدار پر نہیں آیا۔

Marfat.com

ناخدا کشتیِ ملت کا بنایا جس کو
اُس نے طوفاں کی حقیقت سے چھپایا ہم کو

کرپٹ لوگوں نے لالچ اور ہوسِ اقتدار کے بل بوتے پر پاکستان کو حتی المقدور لوٹا۔ بدعنوانی، اقربا پروری، سمگلنگ، رشوت، فرقہ واریت، اختیارات کے ناجائز استعمال سے حکمرانوں نے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ لاقانونیت نے پورے ملک کو گھیر لیا۔ سیاسی رسہ کشی نے ''مصالحت'' کو جنم دیا۔ لاتعداد بدعنوان لوگ لوٹ مار کے بعد پاکستان چھوڑ کر چلے گئے اور پھر ''این آر او'' اُصول کے تحت اشنان کر کے خود کو پاکیزگی کے لبادہ میں پیش کر دیا۔ برسرِ اقتدار پارٹی نے اقتدار کے تحفظ کے لیے تمام حربے استعمال کیے۔ جلسے جلوسوں، ہنگاموں، دھرنوں اور ملک گیر ہڑتالوں کے خوف سے سیاسی رشوتیں چلنے لگیں۔

رشوت نے ملک کمزور کر دیا۔ اگر ہمیں اپنے ملک پاکستان سے پیار ہے تو اسلامی مساوات پر عمل اشد ضروری ہے لیکن ''بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے''۔ رشوت عوامی، سیاسی، دفتری، احاطے سے ہوتی پورے ملک میں ناسور کی طرح پھیل چکی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا:

''میں رشوت، کرپشن، ذخیرہ اندوزی اور اقربا پروری کی مذمت
کرتا ہوں جس میں انڈیا مبتلا ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ زہر ہے۔
ہمیں اس کو مضبوطی سے دبا دینا چاہیے۔''

قائداعظم نے واضح کیا کہ ملک میں لاء اینڈ آرڈر کا قیام حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ گورنمنٹ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شہریوں کے جان و مال کا تحفظ کریں۔ کرپشن میں سب سے بڑا پہلو رشوت کا ہے۔ اسی رشوت کے بل بوتے پر ناجائز اُمور انجام پاتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ اخلاقی، قانونی، سماجی اور معاشی طور پر زوال پذیر ہو چکا ہے۔ رزقِ حلال وحرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ جو اولاد حرام مال سے پلی ہو اُس میں نیک سوچ کا پروان چڑھنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ اس مادہ پرستی نے ہمیں تمام تقاضوں سے غافل کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے سب سے بڑی مثال ۲۶، اکتوبر ۲۰۱۵ء کے زلزلہ کی ہے۔ قیامت خیز ہولناکی کے باوجود ہم میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ سرِ عام ملاوٹ، قانونی خلاف ورزی، ذخیرہ اندوزی، جھوٹ، مکروفریب اور رشوت کا بازار گرم رہتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ دفاعِ پاکستان کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ پڑوسی ملک ہماری سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ سے کہیں زیادہ یلغار تک آ پہنچا ہے لیکن ہم ایک دوسرے کے ''قاتل'' بنے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں لالچ کے بل بوتے پر ملکی مفادات بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ایسے چہروں کی نشان دہی

Marfat.com

میڈیا پر ہو رہی ہے۔ جو بھارتی مفادات کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ دولت کے یہ پجاری پاکستان کا دفاع کیوں، کیوں کر اور کیسے کر سکتے ہیں؟ جو ممبران بلدیاتی، صوبائی، قومی اسمبلی اور سینٹ میں پہنچ جاتے ہیں حکومتی پارٹی اُنھیں خریدنے کے لیے مختلف حربوں سے رشوت کا سہارا لیتی ہے۔ ان لوگوں کو پلاٹ، پرمٹ، لائسنس ،قرضہ، ویزہ، اختیارات، ملازمت میں کوٹہ اور نقد رقوم سے نوازا جاتا ہے اور پھر یہ لوگ اِن مراعات کے باوجود قومی خزانہ لوٹنے کا وہ انداز اپناتے ہیں کہ

دامن پہ کوئی داغ نہ خنجر پہ کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

حکومتیں رشوت کے اس عمل میں سرکاری افسران کو بھی استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ ''چائے پانی'' کے بل بوتے پر خوابوں کی تعبیریں پوری کی جاتی ہیں۔ کرپشن کی وجہ سے ملک سرخ فیتے کی نذر ہو چکا ہے۔ اخلاقی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔ عام پاکستانی حالات کی چکی میں پس رہا ہے۔ کرپشن کی ایک بہت بڑی صورت درآمدات و برآمدات میں ہیرا پھیری ہے۔ سرکاری سطح پر تعمیر ہونے والی عمارات، پُل اور دیگر تنصیبات کا خستہ حال ہو جانا بدترین مثالیں ہیں۔ لوڈشیڈنگ کی سب سے بڑی وجہ بجلی پیدا کرنے کے ذرائع میں سیاسی رشوت ہے۔ محکمہ انسدادِ رشوت ستانی، ایف آئی اے اور نیب نے کئی مرتبہ بہت سے کرپٹ ملازمین اور سیاستدانوں پر کارروائی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ایک سیاسی دھرنے کے سامنے حکومت دم بخود ہو جاتی ہے۔ اگر عدلیہ کی طرف سے احتسابی احکامات صادر ہو جائیں تو انتظامیہ کی غفلت مجرموں کی رسی دراز کر دیتی ہے۔ ایک عرصہ تک تعلیمی ڈگریاں بکتی رہیں۔ عام دفاتر سے لے کر اسمبلیوں تک جعلی ڈگریوں کا شور سنا گیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد جعلی ڈگریوں کے حامل افسران نے اس شور کا گلا دبا دیا۔ پولیس ہمارے جان و مال کی محافظ ہے لیکن پولیس کو اربابِ اختیار اپنے مقاصد کے لیے استعمال میں لاتے ہیں۔ بڑے سے بڑا مجرم دولت کی تجوری کھلتے ہی سڑکوں پر دندناتے نظر آئے گا۔ ہر پارٹی الیکشن سے پہلے پولیس کو ٹھیک کر دینے کا نعرہ لگاتی ہے لیکن برسرِ اقتدار آتے ہی وہ خود پولیس بن جاتی ہے۔ کرپشن کے فروغ میں ہر حکومت ''پولیس'' کا سہارا لیتی ہے لیکن مطلب نکلنے کے بعد یہی پولیس افسران پسِ دیوارِ زنداں ہوتے ہیں۔

پاکستان کے دفاع کا استحکام کرپشن سے پاک پاکستان میں مضمر ہے۔ کرپشن کی کرنیں چاروں طرف پھیل رہی ہیں اور اس کا احتساب ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔

Marfat.com

مشترکہ جنگی منصوبہ بندی

اسلامی فوج کے عظیم سپہ سالار محمد عربی ﷺ نے اسلامی ریاست کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد اپنی تمام تر توجہ ریاست کی بقا و سلامتی کی طرف مرکوز رکھی۔ اُنھوں نے ریاست کو شر پسند عناصر، منافقین اور قریشِ مکہ کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے دفاع کی طرف خاص توجہ دی۔ اسلامی فوج کے ۳۱۳ مجاہدین نے میدان بدر میں کفار کی کثیر تعداد کو شکستِ فاش دے کر یہ ثابت کر دیا کہ فتح و نصرت کا دارومدار اسلحہ کی فراوانی اور فوج کی تعداد پر منحصر نہیں ہے بل کہ عشقِ رسول ﷺ، قوت ایمانی اور جذبۂ جہاد کا مرہونِ منت ہے۔ بدر کی فتح کے بعد آپ ﷺ نے دشمن کو شکست دینے کے لیے اپنے رفقائے کار سے طویل مشاورت فرمائی۔ اس مشاورت کے بعد آپ ﷺ نے اصحابہ کرامؓ کو مختلف گروہوں، ٹولیوں اور دستوں میں تقسیم کر لیا۔ آپ ﷺ نے اندازہ کر لیا کہ دشمن کے کسی بڑے حملے کو پسپا کرنے کے لیے مجاہدوں کا لشکر کا سامنا کرنا ہی کافی نہیں بل کہ ''جزئیات'' کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جزو کا کُل سے تعلق ہو تو اُس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ قطرہ سمندر میں شامل ہو کر طوفان کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے دفاعی اقدامات میں مجاہدین کی تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ سرِ فہرست جہاد کی تعلیم تھی۔ آپ ﷺ کی پُر اثر گفتگو نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ جب صحابۂ کرامؓ ذہنی طور پر جہاد کے لیے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے اُن کو فرائض سونپے۔ شمشیر زن، خیمہ زن، گھڑ سوار، تیر انداز، چوب دار، چوکیدار، رازدار، میدان کار، خدمت گار، خفیہ کار، مشکیزہ بردار (بہشتی)، علم بردار، خانصامہ، محافظ، کوتوالی، منشی، خازن اور دیگر شعبہ جات تشکیل کر کے دفاعی شعبہ کو مؤثر فرمایا۔ دشمن کی خبر پاتے ہی تمام شعبہ جات بیک وقت اپنا اپنا فریضہ انجام دینے کو تیار ہو جاتے۔ اسلامی فوج کے کمانڈر ان چیف محمد مصطفیٰ ﷺ کی کمانڈ پوسٹ سے لے کر میدانِ جنگ کے ہراول دستہ تک رسائی ہو جاتی۔ اِسی تربیت اور قیادت کا فیض ہے کہ مسلمانوں نے نامساعد حالات میں کم سے کم جانی نقصان سے زیادہ فتوحات حاصل کیں۔

پاکستان کے دفاع کے لیے محسنِ اعظم محسنِ انسانیت محرکِ پاکستان، نبیٔ پاک ﷺ کے مشترکہ دفاع کی حکمت عملی کو سامنے رکھنا چاہیے۔ کسی بھی ملک کا دفاع ایک نقطے پر نہیں ہوتا۔ ملک صرف چار دیواری کا

Marfat.com

نام نہیں ہے، اس کی آبادی، سرحد، وسائل، مسائل، پیداوار، افرادی قوت، تہذیب وتمدن، ثقافت، عوام الناس کا معیارِ زندگی سبھی کچھ ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ کوئی بھی فوج دشمن پر برتری حاصل کر سکتی ہے۔ اپنی مہارت سے دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاتی ہے لیکن اس کامیابی کے پیچھے عوام کی مدد بہت ضروری ہے۔ تھنک ٹینک کی پشت پناہی سے لاتعداد تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ سرحد تک شہری معاونت کے بغیر کامیابی کا کوئی تصور نہیں۔ عوام الناس کے مختلف شعبے اور فوج کے تمام شعبہ جات مشترکہ کاوشوں سے مشترکہ دفاع کا باعث بنتے ہیں۔ قوم کا اجتماعی شعور اور فوجی قیادت کی حکمتِ عملی سے ناممکنات کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ جنگی اُمور میں اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیے فوج کی تنظیم اور عوام کا اتحاد بہت ضروری ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں مشترکہ دفاع کے لیے ہمہ وقت تیاری رہتی ہے۔ مشترکہ دفاع کے لیے کامیاب فوج کو شیرازہ بندی کرتے ہوئے تمام اُمور ملحوظِ خاطر رکھنے پڑتے ہیں۔

فرانس ایٹمی قوت ہے۔ فرانسیسی فوج کے تمام شعبہ جات ایک پختہ امانت کی طرح مربوط ہیں۔ قومی دفاعی کمیٹی کا سربراہ فرانس کا صدر ہوتا ہے۔ وزیرِاعظم، وزیرِ دفاع، چند وزراء کو بھی کمیٹی میں شامل کیا جاتا ہے۔ مشترکہ دفاع کی اس کمیٹی کا سیکرٹری جنرل ایک حاضر سروس فوجی ہوتا ہے، جسے سیکرٹری جنرل نیشنل ڈیفنس کہا جاتا ہے۔ اس قومی کمیٹی کے تحت آرمینٹ کی وزارتی کمیٹی اور چیف آف ڈیفنس سٹاف کمیٹی ہوتی ہے۔ ۱۳ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک فرانس کے خوب صورت شہر پیرس پر جونہی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا۔ فرانس میں مشترکہ دفاع کا یادگار مظاہرہ دیکھنے کو ملا۔ شہری تعاون بھی بے مثل تھا۔ ٹیکسی ڈرائیوروں نے تمام مسافروں کو سفر کی سہولیات، جب کہ ہوٹل مالکان نے خورد ونوش کی مفت سروس فراہم کی۔

برطانیہ میں دفاع کی ذمہ داری اقتدارِ اعلیٰ اور وزراء کی مشترکہ ہوتی ہے۔ وزارت کی ذیلی دفاعی کمیٹی کا چیئرمین وزیرِاعظم ہوتا ہے، جب کہ ممبران میں چند منتخب وزراء کو شامل کیا جاتا ہے۔ ذیلی کمیٹی فوجی حکمتِ عملی اور منصوبہ بندی کرتی ہے۔ ائرفورس کے چیف آف سٹاف کو بوقتِ ضرورت کمیٹی میں مدعو کرتے ہیں۔ جس کی نگرانی میں ایک قومی دفاعی کونسل کرتی ہے۔ یہ سارا کام سیکرٹری وزارتِ دفاع کی زیرِ نگرانی انجام پاتا ہے۔ چیف آف سٹاف سمیت کئی اہم افسران اس کے رکن ہوتے ہیں۔ یہ کونسل سٹرٹیجیکل اور ملٹری اُمور پر غور کرنے کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔

Marfat.com

روس دنیا کا ایک اہم جنگی ملک ہے۔ دفاعی اعتبار سے روس اور امریکہ کی رسہ کشی ایک عرصہ سے جاری ہے۔ مشترکہ دفاع میں روس کی حکمتِ عملی نے اُس کا دفاع مضبوط کر رکھا ہے۔ روس کی کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی پولٹ بیورو سیاسی کو طاقت کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ فوج میں حاضر سروس کو وزیرِ دفاع بنایا جاتا ہے۔ پولٹ بیورو بھی اس کا ممبر ہوتا ہے۔ روس کی مشترکہ افواج کے پانچ بڑے شعبے ہیں۔ سٹریٹیجک راکٹ فورسز، گراؤنڈ فورسز، نیشنل ائر ڈیفنس، ائرفورس اور نیوی۔ کمیونسٹ پارٹی اور روسی افواج میں رابطے کے لیے وزارتِ دفاع کے تحت مین پولیٹکل ایڈمنسٹریشن کا ایک محکمہ ہوتا ہے۔ وزارتِ دفاع کا ایک منفرد پہلو یہ ہے کہ اس میں کوئی سرکاری یا شہری ممبر شامل نہیں کیا جاتا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا مشترکہ دفاع ہی اُس کی عالمی شہرت کا سرچشمہ ہے۔ امریکی صدر افواج کا سپریم کمانڈر ہوتا ہے اور اس کا اعلیٰ افسر سیکرٹری دفاع کے عہدے پر تعینات کیا جاتا ہے۔ قومی سلامتی کونسل اندرونی، بیرونی اور فوجی پالیسیوں میں ربط اور رہنما اُصول متعین کرتی ہے۔ اس کونسل کے ممبران میں نائب صدر، سیکرٹری خارجہ، سیکرٹری دفاع، قومی سلامتی کا مشیر، جائنٹ چیف آف سٹاف اور سی آئی اے کا ڈائریکٹر شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکرٹری دفاع آرمڈ فورسز پالیسی کونسل کا چیئرمین ہوتا ہے۔ اس کے ممبران نائب سیکرٹری دفاع، آرمی، نیول اور ائرفورس کے سیکرٹری جائنٹ چیف آف سٹاف اور ڈائریکٹر ڈیفنس ہوتے ہیں۔ جائنٹ چیف آف سٹاف تینوں سروسز کے سربراہوں کے علاوہ بھی شامل ہوتا ہے۔

ہمارا پڑوسی ملک ایٹمی قوت کا حامل ہے۔ ۱۵، اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ ۱۹۵۵ء میں وزراء اور سول حکام کی ایک کمیٹی اور سربراہانِ آرمی، نیوی اور ائرفورس پر مشتمل دوسری کمیٹی تشکیل دی گئی۔ وزارتی دفاعی کمیٹی کا چیئرمین وزیراعظم تھا اور دوسری کمیٹی کا سربراہ وزیرِ دفاع۔ ۱۹۶۲ء میں ایک ایمرجنسی کیبنٹ کمیٹی بنائی گئی مگر بعدازاں اسے کیبنٹ کمیٹی برائے سیاسی اُمور کا نام دیا گیا۔ بھارت میں مشترکہ دفاع کی ناکامی ۱۹۶۵ء کی جنگ میں سامنے آئی، جب بھارت نے پاکستان پر جنگ مسلط کر دی اور اُس کی بحری، بری اور فضائی افواج میں ربط نہ ہونے کی وجہ سے وہ پاکستان کا مقابلہ نہ کر سکے، لیکن ۱۹۷۱ء میں بھارت نے مشترکہ دفاع کو بہتر بنا کر بڑا حملہ کر کے نہ صرف پاکستان کو دولخت کر دیا بلکہ جنگ کے عالمی قوانین کے خلاف مشرقی پاکستان میں بھرپور مداخلت کی۔

Marfat.com

مشترکہ دفاع ہی کسی فوج کی کامیابی سنگِ میل ثابت ہوتا ہے۔ پاکستان میں مشترکہ دفاع کو کئی تجربات سے گزرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلامی، جمہوری اور پارلیمانی ملک پاکستان اپنا مربوط اور مشترکہ دفاع بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ سانحہ ۱۹۷۱ء کے بعد پاکستان کے مشترکہ دفاع کا ڈھانچہ منظرِ عام پر آیا۔ جائنٹ چیفس آف کمیٹی نے پاکستان کے دفاع کو جدید تقاضوں سے اس طرح اُستوار کیا کہ عوام اور فوج مل کر پاکستان کو مستحکم ملک بنا سکیں۔ ۱۹۷۶ء پاکستان کی دفاعی کمیٹی برسرِ عمل ہے۔ نیشنل سکیورٹی کونسل نے قومی دفاع کے بہت سے اُمور بہتر بنا لیے ہیں۔ ۲۰۱۵ء میں ''نیشنل ایکشن پلان'' نافذ ہوا۔ اِن سب کا ایک ہی مقصد ہے کہ پاکستان کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔ اچھا حکمران، سربراہِ مملکت یا فوج کا اچھا حکمران اپنے کردار وعمل سے اپنے ماتحت کو یا اپنے زیرِ نگیں احباب کو قائل کرسکتا ہے۔ حکامِ بالا کا زیریں شعبہ پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ دفاعی امور کے سلسلہ میں سوچ کا دھارا بالائی سطح سے نچلی سطح تک آنا چاہیے۔

تاریخ شاہد ہے کہ برّی، بحری، فضائی اور شہری فوج کے گہرے تعلق سے ہی فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔ عراق، افغانستان، لبنان، کویت حتیٰ کہ متحدہ عرب امارات میں شہری دفاع کا اہتمام نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لیے شعور موجود نہیں ہے۔ پورے دفاع کو مستحکم بنانے کے لیے ایک متحدہ اور مشترکہ نظام دفاع بہت ضروری ہے۔ ہمارے سامنے برّی اور بحری افواج کی مشترکہ جنگوں کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ قدیم ایرانیوں، یونانیوں، رومیوں، افغانیوں نے مشترک جنگوں کی روایات چھوڑی ہیں۔ حجاج بن یوسف نے مشترکہ دفاع سے دیبل تک رسائی کی۔ محمد بن قاسم کی کمانڈ میں عرب کی بحری اور برّی افواج کے تعاون سے ہی محمد بن قاسم نے سندھ پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

بریگیڈئر رفیع الدین احمد کے ایک مضمون میں مشترکہ دفاع کے حوالے سے بڑی اہم بات نظروں سے گزری ہے۔ اُنھوں نے اس ضمن میں بتایا ہے کہ ''دورِ جدید میں مشترک جنگ کا تصور موجودہ صدی میں پیدا ہوا۔ وہ افراتفری اور اُلجھنیں جو سپین، امریکی جنگ میں دیکھنے میں آئیں۔ اِن کے نتیجے میں یہ محسوس کیا گیا کہ جنگ کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کے مقابل خصوصی مشترک جنگی اقدامات بہت ضروری ہیں لہٰذا ۱۹۰۳ء میں امریکی حکومت نے ایک مشترک بورڈ قائم کیا جس میں مسلح افواج کے ہر بازو کے سینئر ممبر شامل کیے گئے تاکہ وہ اپنی نگرانی میں مشترکہ جنگی منصوبوں پر عملدرآمد کرائیں۔ ۱۹۰۴ء میں OBER بوئر جنگ کے فوراً بعد برطانیہ نے اس مقصد کے لیے امپیریل ڈیفنس کمیٹی قائم کی اور اس کے ساتھ ہی جرمنی میں

Marfat.com

BOER KOMMANDO DER WHERMACHT (OKM) کا ادارہ وجود میں آیا۔ ان سب تنظیموں کا مقصد یہ تھا کہ مشترکہ سٹاف JOINT STAFF کا ایسا نظام قائم کیا جائے جو اس جنگی تصور اور اُصول کے سٹاف کے طور طریقے وضع کرے جن سے مشترک جنگی منصوبہ بندی اور اس پر عملدر آمد ممکن ہو۔ تاہم پہلی جنگِ عظیم کے دوران جائنٹ سٹاف اور جائنٹ پلاننگ کے تصور پر پوری طرح عمل نہ کیا جا سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ طریقۂ کار ابھی ارتقاء کی منزلوں میں تھا اور جنگ کی نوعیت بڑی حد تک ایک براعظم تک ہی محدود تھی لیکن دوسری جنگِ عظیم میں اس پر موثر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کیا گیا جب کہ اس جنگ میں اضافی جدت اور پیچیدگیوں کا عمل دخل تھا، جس میں بڑی بڑی افواج ARMIES نے حصہ لیا۔ اس میں جنگ کاری کے وسیع علاقے شامل تھے۔ جو ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک زمینی اور سمندری حدود تک پھیلے ہوئے تھے اور دوسروں کا ایک دوسرے پر بڑھتا ہوا انحصار تھا۔ خاص طور پر ہوائی طاقت کا فیصلہ کن کردار اور اُس کے اثرات پیشِ نظر تھے۔ اُس وقت سے لے کر جائنٹ سٹاف اور جائنٹ پلاننگ کا نظام جنگ کے لیے فوجی منصوبہ بندی کا ایک ناگزیر حصہ بن گیا اور اس تصور نے پختگی اور دوام حاصل کر لیا۔"

قیامِ پاکستان کے بعد سے ہی ہمارے پڑوسی ملک نے مختلف طریقوں سے ہمارے دفاعی نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ فوج اور عوام کے ربط سے بھارت کی کوششیں ناکام ہوئیں۔ فوجی حکمرانوں کے ادوار میں بھی فوج اور عوام میں گہرا تعاون رہا۔ خود غرض طبقہ تو ہمیشہ ہی اپنے مقاصد رکھتا رہا لیکن دفاعِ پاکستان کے ضمن میں سب نے مل جل اپنا کردار نبھایا۔ ۱۹۶۵ء میں مشترکہ دفاع کی اہمیت اُبھر کر سامنے آئی۔ پاکستانی فوج کا مشترکہ دفاعی نظام، الحمد للہ! قابلِ تعریف ہے۔ تمام شعبہ جات ایک مشترکہ لائحہ عمل رکھتی ہیں۔ جنگی اقدامات زمانۂ امن اور زمانۂ جنگ میں مختلف ہو جاتے ہیں لیکن زمانۂ امن میں اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ پاکستان کی دفاعی سروسز میں ربط و ضبط سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حکومت خواہ کوئی بھی ہو، فوج کے مسلسل تعاون کے بغیر نہیں چل سکتی۔ زمانۂ امن اور جنگ میں فوج ہی قوم کو منظم اور مضبوط راستہ دکھاتی ہے۔ اس لیے حکومت اور فوج کی پالیسیوں میں ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ عالمی سطح پر تغیر و تبدل کو دیکھتے ہوئے ہمیں فوج کے تمام شعبہ جات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہمارا جسم کا ہر عضو صحیح طور پر کام کرتا ہو تو پورا جسم صحت و توانائی کی شکل میں ہمارے سامنے رہتا ہے۔ بصورت دیگر اگر ایک عضو کام کرنا چھوڑ دے تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ فوج کے پورے نظام

Marfat.com

کو چلانے کے لیے جوائنٹ ایکشن وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اب دشمن کے ارادوں کا قبل از وقت اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ مختلف ممالک میں ہونے والے دہشت گردی کے اہم واقعات میں عالمی امن کو خطرات میں لپیٹ لیا ہے۔ ابھی تک ایک دوسرے پر الزام تراشی کا سلسلہ جاری ہے، لیکن مشترکہ طور پر اس امر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکا کہ دہشت گردوں کو اسلحہ کون فراہم کرتا ہے؟ اُن کی تربیت کون کرتا ہے؟ کہاں کی جاتی ہے؟ دہشت گرد اپنی جان تک قربان کرنے کو کیوں تیار ہو جاتے ہیں؟ دشمن کے عزائم کسی وقت بھی منظرِ عام پر آ سکتے ہیں۔

پاکستان کا دفاع کسی ایک شخص یا ادارے کے بس کی بات نہیں۔ پاکستان کا دولخت ہو جانا، روس کا ٹکڑوں میں بٹ جانا، فلسطین پر اسرائیلی مظالم کا تسلسل، جنت نظیر کشمیر کو انگار وادی میں بدلنے کا عمل، ایران عراق جنگ، کویت عراق لڑائی، امریکی ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردی کا واقعہ، افغانستان پر حلیف جماعتوں کی یلغار، برطانیہ میں دہشت گردی کا واقعہ، سانحہ پشاور، جی ایچ کیو اور نیول ہیڈ کوارٹر پر دہشت گردوں کی چڑھائی، ممبئی ہوٹل پر دہشت گردی، پیرس پر دہشت گردی کے حالیہ بادل اور دیگر واقعات نے عالمی امن کے دروازے پر عدم تحفظ کی مہر لگا دی ہے۔

عصرِ حاضر میں ہمارے لیے، ہمارا پڑوسی ملک سب سے بڑا خطرہ ہے۔ تیسری عالم گیر جنگ کے بادل بھی اُمڈ رہے ہیں۔ اِن حالات میں پاکستان میں مشترکہ دفاع کے بارے میں جامع حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت ہے۔ ہنگامی صورت حال میں پاک فوج کی تمام سروسز کا اشتراک لازمی امر ہے۔ جائنٹ اپریشنل پلاننگ فوجی منصوبہ بندی سے ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیتوں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۵ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر پریڈ نے ثابت کر دیا ہے کہ پاک فوج کی تمام سروسز میں اتحاد و یگانگت موجود ہے۔ جن دستوں نے اس پریڈ میں حصہ لیا یہی ہمارا مشترکہ دفاع کا قومی منصوبہ ہے۔ اس پریڈ میں شامل تمام شعبہ جات کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر مشترکہ دفاع کی حکمتِ عملی تیار کرنی چاہیے۔ ان شعبہ جات میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے ''وحدتِ کمان'' سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایٹمی دور میں منصوبہ بندی کے لیے ایٹمی ذہن کی ضرورت ہے۔ پاکستان تو امن میں بھی حالتِ جنگ میں رہتا ہے۔ اس لیے یہ مقصد جائنٹ سٹاف سسٹم کے ذریعے کنٹرولنگ ہیڈ کوارٹر اور زیرِ عمل طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک اُصول کو جزوی اُصولوں سے مربوط کر کے مشترکہ لائحہ عمل تشکیل دینا فوری ضرورت کا تقاضا ہے۔ بھارتی حکومت کی دھمکیاں جنوبی ایشیا میں

Marfat.com

قیامِ امن کے بہت بڑی سازش ہیں۔ ۱۹۴۷ء آج تک بھارت کے ساتھ کئی معاہدے ہوئے۔ منصوبے بنے، امن مذاکرات ہوئے لیکن امن کی آشا، تماشا بن گئی۔ ضروری ہے کہ حکومت دیگر سرگرمیوں کے علاوہ دفاع کو اپنا اوّلین مقصد بنا لے۔ پاکستان کا قیام اسلام کا مرہونِ منت ہے۔ یہ دنیا کی واحد نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیے منصۂ شہود پر آئی۔ نظریہ اسلام نے ہمیں عمل کی روشنی عطاء کی۔ مسلح فوج کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم ابھی تک حصولِ آزادی کے مقاصد پورے نہ کر سکے۔

لہو برسا، بہے آنسو، لوٹے رہرو، کٹے رشتے
ابھی تک نا مکمل ہے مگر تصویر آزادی

ارضِ وطن کے حصول میں مشترکہ جدوجہد تھی لاکھوں مسلمانوں نے ایک مشترکہ تحریک سے غلامی کا طوق گلے سے اُتار کر آزادی کا گلے لگایا۔ اس آزادی کی بقاء وسلامتی اور پاکستان کے دفاع کے لیے مشترکہ دفاع کی کاوشیں عصرِ حاضر کا اہم تقاضا ہیں۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

☆-☆-☆

Marfat.com

نیشنل گارڈ کا تصور اور اسلام!

سپہ سالارِ اعظم، تاجدارِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ نے عالمِ شباب ہی میں صحت مندانہ سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے انفرادی طور پر گھڑ سواری، تیراکی، شمشیرزنی، کشتی، رسہ کشی اور اِسی قسم کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیا۔ جب ہم تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی سوچ کا دائرہ بہت لامحدود تھا۔ آپ ﷺ اپنی ذات سے بالاتر ہو کر دوسروں کی بہتری کے لیے سوچا کرتے تھے۔ انسانیت کی خدمت کا یہ جذبہ ہی آپ ﷺ کے مشن کو بامِ عروج تک لے گیا۔ انسانیت کی معراج کا دارومدار دوسروں کے لیے بہتری کے کام کرنا ہیں۔

دکھ بانٹنے کی چیز نہیں پھر بھی دوستو!
اک دوسرے کے حال سے واقف رہا کرو

ترقی یافتہ ممالک نے قرآنی تعلیمات سے استفادہ کر کے سائنسی میدان فتح کر لیے ہیں۔ مسلم سائنس دانوں کے کارناموں کی روشنی میں غیر مسلموں نے تجربات کشید کیے ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو صرف پڑھنے اور قسمیں کھانے تک محدود کر دیا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

یورپ نے تجارتی منڈیاں اپنے تجربات سے سجا کر دنیا بھر کو لوٹ لیا ہے۔ دفاعی میدان میں بھی قرآن پاک نے جو احکامات عطاء فرمائے اُن کی روشنی میں محسنِ انسانیت ﷺ نے عمل کر کے دفاعی استحکام کی دعوت دی۔

آج ہم اکیسویں صدی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی اور ۱۹۳۹ء میں دوسری عالم گیر جنگ کی ہولناک واقعات تاریخ کے اوراق پر آج بھی آتش فشانی دکھا رہے ہیں۔ تیسری عالم گیر جنگ کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ بھارتی جارحیت کے بعد ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ہمارا ملک دولخت ہو گیا۔ سقوطِ ڈھاکہ نے

Marfat.com

مشرقی پاکستان کے سینے میں جدائی کا خنجر گھونپ دیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جنرل یحییٰ خان نے ملک کے سنگین حالات کے پیشِ نظر ہنگامی طور پر پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو عنانِ اقتدار سونپ دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے لاتعداد مسائل تھے۔ اُنھوں نے نظریۂ پاکستان کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ''سوشل ازم'' کے نفاذ کی آغاز ہی میں تیاری کر لی۔ اسلام پسند جماعتیں سوشل ازم کے خلاف مجتمع ہوگئیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے مختلف اداروں کو قومی تحویل میں لینے کی تحریک شروع کر دی۔ جس سے متصادم فضا سامنے آئی۔ بھٹو صاحب نے عالمِ اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے جدوجہد کی۔ جنگی قیدیوں کی واپسی اور ۱۹۷۳ء کا آئین اُن کے اہم کارنامے ہیں۔

نیشنل گارڈز کی سکیمیں

ملکی دفاع کو عوامی سطح تک لانے کے لیے ۱۹۷۳ء کے آئین میں نیشنل گارڈز ایکٹ بھی شامل کیا گیا۔ جس کے تحت شہریوں کو فوجی تربیت سے روشناس کروانے کا عمل شامل تھا۔ نیشنل گارڈز کے تحت مجاہد فورس، جانباز فورس، این سی سی (نیشنل کیڈٹ کور)، وویمن گارڈز کے لیے جی ایچ کیو میں نیشنل گارڈز ہیڈکوارٹر بنا دیا گیا۔ مجاہد فورس میں شامل جوانوں کو فرنٹ لائن فورس کی امداد پر مامور کر دیا گیا۔ جانباز فورس کو فوجی تربیت سے ہم آہنگ کر کے شہری آبادی میں موجود اہم تنصیبات کی حفاظت کے فرائض سونپ دیے گئے۔ بوائز کالجوں میں نیشنل کیڈٹ کور کے تحت طالب علموں کو ابتدائی فوجی تربیت سے مزین کیا گیا۔ رائفل، گرنیڈ، لائٹ مشین گن اور اسی قسم کے ہتھیار چلانے کی تربیت دی گئی۔ خواتین کالجوں میں وویمن گارڈز نے ہلکے ہتھیاروں کی تربیت کا اہتمام کیا۔ نیشنل گارڈز کا یہ تصور کوئی نیا نہیں کیوں کہ جب محسنِ انسانیت، فوجِ اسلام کے سپہ سالار، محمد عربی ﷺ نے ریاست مدینہ کے استحکام اور دفاع کے لیے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو ''شبانِ اسلام'' کو مدینہ کی فصیل اور گلی کوچوں کی حفاظت کے لیے مامور فرمایا۔

مدینہ میں سب سے پہلے معاہدہ ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کو مستحکم اور مضبوط ریاست بنانے کے لیے سب سے پہلے دفاع کی ضرورت پر زور دیا اور معاہدے میں اس بات کو اہمیت دی کہ مدینہ پر کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں تمام قبائل بشمول یہودی مدینے کا دفاع کریں گے۔ حضور پاک ﷺ نے اس اقدام سے مسلمانوں کی انفرادی اور مدینہ کے اجتماعی تحفظ کو مدِنظر رکھا۔

Marfat.com

آنحضور ﷺ نے اس ضمن میں مجاہدین اسلام کی ایک جماعت بنائی جسے مدینہ کی سرحدوں کے دفاع کے لیے تیار کیا گیا لیکن جب جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ خندق کا موقع آیا تو آپ ﷺ نے مقامی یعنی شہری دفاع کی ذمہ داری جن نوجوانوں کے سپرد کی فوج اسلام کے سپہ سالار ﷺ اُنھیں میدانِ بدر میں ساتھ نہ لے گئے بل کہ ایسے خصوصی دستے بھی تیار کیے جو شہری آبادی اور مجاہدین کے گھروں اور خاندانوں کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں گے۔ سرحدی دفاع کی طرح شہروں کا دفاع بھی اُتنی ہی اہمیت رکھتا ہے۔ حسنِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''مجاہد کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا بھی جہاد کا ایک حصہ ہے۔'' کہ مجاہدین اسلام ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کرتے اور مخصوص دستے ان کے گھروں کی حفاظت کرتے تھے۔ حضرت صفیہؓ کا ایک کافر کا سرتن سے جدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خواتین بھی دفاع سلطنت میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی تھیں۔

عصرِ حاضر کی صورت حال تو بہت زیادہ گھمبیر ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں آتش و آہن کی بارش جاری ہے۔ مہلک ہتھیاروں کی تیاری نے انسانی زندگی کو بلبلہ بنا دیا ہے۔ اِن حالات میں ملک کے چپے چپے کا دفاع اور تحفظ لازمی ہو چکا ہے۔ ۲۱ویں صدی میں جنگوں کا دارومدار ہر چند ہتھیاروں کی فروانی پر ہے تاہم انسانی جذبوں کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آج جنگی حالات کی نوعیت ہی بدل گئی ہے۔ پہلے دور میں انسان محفوظ رہتا تھا، تنصیبات یا مال و اسباب کو نشانہ ستم بنایا جاتا تھا۔ آج تو انسانی لہو کی قیمت ہی سستی ہو گئی ہے۔ اب تو ڈاکو بھی مال سے زیادہ اُس کے مالک کو ظلم کا نشانہ بناتے ہیں، چوری سے پہلے ہی صاحب مال پر گولی چلائی جاتی ہے۔ پاکستان میں ہی نہیں کئی ترقی پذیر ممالک ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ نیشنل گارڈز کا جو تصور فخرِ کائنات ﷺ نے ہمیں دیا تھا اُسے ازسرِ نو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ ''گارڈز'' اپنے دامن میں وسیع معانی رکھتا ہے۔ چوکیدار کی طرح کے گارڈز، سکولوں کے گارڈز، بینکوں کے گارڈز، پولیس افسروں کے گارڈز، اعلیٰ عہدے داران کے گارڈز، وزرائے اعظم کے گارڈز، صدور کے گارڈ اور اب تو سیاسی لیڈروں نے بھی اپنے اپنے گارڈ مختص کر رکھے ہیں۔ نیشنل گارڈز کا تعلق صرف قومی دفاع سے ہے۔ تحریکِ پاکستان میں بھی مسلم لیگ کے گارڈز تھے۔ نیشنل گارڈز ایک عرصہ تک خدمات انجام دیتے رہے۔ کالجوں، سکولوں میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت فوجی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ تمام تعلیمی اداروں میں پاک فوج کے حاضر سروس یا ریٹائرڈ فوجی جوان تربیت دینے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس تربیت نے طالب علموں

Marfat.com

نے نظم وضبط، جذبہ حب الوطنی اور کردار کی پختگی اُجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ عمل عین عبادت رہا۔ طالب علموں کو اس سکیم کے آغاز میں یونیفارم کے دو سیٹ دیے جاتے جن میں بوٹ بھی شامل ہوتے۔ اس سہولت کے علاوہ سالانہ امتحانات ایف اے، ایف ایس سی کے طالب علموں کو ۲۰ نمبر اضافی بھی دیئے جاتے۔ یوں طالب علموں کی دل چسپی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اربابِ اختیار نے اس کی مقبولیت سے فائدہ نہ اُٹھایا اور وردی مہیا کرنے سے معذرت کر لی۔ طالب علموں کا جذبہ پھر بھی کم نہ ہوا۔ وہ اپنی خاکی وردی خود بناتے، فائرنگ رینج تک پہنچنے کے لیے اپنے اخراجات کرتے اور یہ تربیت حاصل کرنے میں اپنی دلچسپی کا مظاہرہ فرماتے۔ جولائی ۱۹۹۹ء کو وزیراعظم میاں نواز شریف کی حکومت نے اسے بجٹ پر بوجھ قرار دیتے ہوئے این سی سی اور وویمن گارڈز سکیم کو ختم کر دیا۔ نیشنل گارڈز سیکٹر ہیڈکوارٹر ختم کرنے کے لیے جانباز فورس کا بھی بستر گول کرنے کا ارادہ تھا لیکن ضلعی انتظامیہ نے الیکشن ڈیوٹی کے دوران جانبازوں کی کارگزاری دیکھ کر اسے جاری و ساری رکھنے کی سفارش کی۔ الحمدللہ! ملک کے تمام اضلاع میں جانباز فورس، فضائیہ اور دیگر عسکری تنصیبات کے تحفظ کے لیے سرگرمِ عمل ہے۔ پاکستان کے مضبوط دفاع کے لیے ضروری ہے کہ نیشنل گارڈز کو ازسرِنو فعال بنایا جائے۔ جانباز فورس ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر کمپنی اور بٹالین کی صورت خدمات انجام دے رہی ہے۔

نیشنل گارڈز درحقیقت پاک فوج کی دوسری دفاعی لائن ہے جو پولیس، سول ڈیفنس اور اب ریسکیو ۱۱۲۲ کی معاونت میں اہم قومی تنصیبات کی حفاظت کرتی ہے۔ جس طرح مسلح افواج بری، بحری اور فضائی شکل میں پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے چوکس رہتی ہیں اسی طرح شہری دفاع کا چوکس رہنا بہت ضروری ہے۔

سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسلحہ کی دوڑ تیز تر ہو چکی ہے۔ اپنے استحکام کے لیے ہر ملک اسلحہ کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلحہ کی فراوانی نے عالمی امن کو تباہ کر دیا ہے۔ کسی وقت بھی دنیا تباہی کے موڑ پر پہنچ سکتی ہے۔ خصوصی طور پر روس اور بھارت کی زبردست فوجی تیاریاں افغانستان سے روسی افواج کا انخلا اور پھر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکن ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردی کے واقعہ کے بعد عراق اور افغانستان پر امریکہ اور اس کی حلیف جماعتوں کا حملہ کرنا ایک سوالیہ نشان بن چکا ہے۔ جنرل پرویز مشرف

Marfat.com

کے دور میں امریکی صدر کی دھمکیوں نے پاکستانی خودمختاری کو بہت نقصان پہنچایا۔ امریکہ اور اُس کے حواری خصوصی طور پر بھارت پاکستان کو کچلنے کے درپے تھے۔ جب اِن قوتوں کو پاکستان کی ایٹمی طاقت کا اندازہ ہوا تو انھوں نے راستہ تبدیل کیا۔ بھارت پاکستان دشمنی میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور سایۂ رحمت للعالمین ﷺ، پاکستان اُس بحران سے بخیریت گزر گیا۔

بھارت نے سرحدی، فضائی اور سمندری حدود کی خلاف ورزی کرنے کو اپنا حق سمجھ رکھا ہے۔ اسلحہ کی خریداری میں بھارت اپنے بجٹ کا گراں قدر حصہ صرف کر رہا ہے۔ مختلف میزائلوں کے تجربات سے بھارت ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپریل ۱۹۸۸ء (رمضان المبارک) میں جب اُوجڑی کیمپ کے مقام پر ہمارے میزائل حادثاتی طور پر چل گئے تو بھارت کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ جنرل ضیاء الحق نے محمد خان جونیجو (حکومت ۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء تا ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء) کی منتخب حکومت کو ۸ ویں ترمیم کے خنجر سے قتل کیا تو خود ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو ۱۳۱ اعلیٰ افسران کے ساتھ فضائی حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پاکستان کے دفاع میں اِن حادثات کے مواقع پر بھی فوج کی معاونت میں شہری ادارے شانہ بشانہ کام کرتے ہیں۔

تادمِ تحریر (نومبر ۲۰۱۵ء) حالات سازگار نہیں ہیں۔ پاکستان اندرونی اور بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ پاکستان کے ہر شہری کو جہادی انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر فردِ ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتا ہے۔ ایک ایک قطرہ سے سمندر بنتا ہے اور ایک ایک اینٹ کسی بھی عمارت کی مضبوطی کا باعث ہوتی ہے۔ دہشت گردی کے قلع قمع کرنے کے لیے بھی شہری فوج کا تعاون ضروری ہے۔ کئی شہروں میں انصاف کے لیے سی پی ایل سی (سیٹزن پولیس لیزان کمیٹی) تنظیمیں پولیس کی معاونت کر رہی ہیں۔ اسی طرح سول ڈیفنس، جانباز فورس، ریسکیو ۱۱۲۲ اور اسی قسم کے اداروں سے فوری امداد حاصل کی جا سکتی ہے۔

پاکستان کی مسلح افواج سرحدوں کے تحفظ اور مثالی دفاع کے لیے مستعد اور چوکنا ہیں لیکن وسائل کی کمی کے باعث پاکستان اس کی متحمل نہیں کہ شہری دفاع کو مؤثر بنانے کے لیے شہروں میں بھی فوج تعینات کرے۔ اس سلسلے میں دوسری دفاعی لائن کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں حکومت نے جونیشنل گارڈز سکیم شروع کی تھی اُسے ازسرِنو شروع کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان بھر میں جانباز فورس کا پلیٹ فارم ابھی تک جاری وساری ہے۔ ۱۸ سے ۵۰ سال تک کی عمر

Marfat.com

کے لوگ اس سکیم میں شامل کیے جاتے ہیں۔ جنھیں چھ ماہ کی تربیت کے دوران رائفل، گرنیڈ اور لائٹ مشین گن کی تربیت دی جاتی ہے۔ کئی شہروں میں طیارہ شکن توپ کمپنیاں بھی کام کرتی ہیں جوانوں کو ۴۰ ایم ایم طیارہ شکن توپ سے عملی فائر بھی کروائے جاتے ہیں تاکہ یہ تربیت یافتہ جوان وقت پڑنے پر دشمنوں کے طیاروں کے خلاف نبرد آزما ہوسکیں۔

نیشنل گارڈ کی افادیت اور اہمیت اسلام میں مسلمہ ہے۔ نیشنل گارڈز سکیم قوم کی راہبری کے مترادف ہے یوں تو قوم کا ہر فرد دفاع وطن میں حصہ لے سکتا ہے۔ ایک ادیب اپنے قلم سے، ایک شاعر اپنے کلام سے، ایک مجاہد اپنی تلوار سے، ایک گلوکار اپنے ترنم سے، ایک مدرس اپنے درس سے، ایک خطیب اپنے خطبہ سے، ایک امیر اپنی دولت سے اور ایک جوان اپنے خون کا نذرانہ دے کر خدمت وطن کا حصہ بن سکتا ہے لیکن خدا کے نزدیک دو قطرے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک وہ جو انسان اپنے گناہوں کی ندامت میں آنکھ سے بہاتا ہے اور دوسرا قطرۂ خون جو وہ اسلام کی سربلندی اور دفاع وطن کے لیے اپنے جسم سے بہاتا ہے۔ پاکستان آگ و خون کے دریا عبور کر کے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کا تحفظ ہم پر قرض کی طرح فرض ہے۔ یہ دھرتی اپنے جواں بیٹوں سے مایوس نہیں ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

شہری دفاع کی اہمیت

روزمرہ زندگی میں مختلف قسم کے حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً آگ کا لگنا' مکانات کا گرنا' کسی کا ڈوب جانا وغیرہ وغیرہ۔ اِن حادثات کی وجہ بعض اوقات قدرتی ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ہماری اپنی غلطیاں بہرحال انسانی اور قدرتی مصائب سے بچاؤ ہی دوسرے الفاظ میں شہری دفاع ہے۔

موجودہ زمانے میں جو جنگیں لڑی جا رہی ہیں وہ ماضی کے ڈھنگ پر نہیں لڑی جاتیں بل کہ اٹیم بم' راکٹ اور میزائل اور دیگر مہلک ہتھیاروں کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ فی زمانہ اگر دو ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو صرف سرحدوں تک ہی محدود نہیں رہتی بل کہ دشمن کا فضائی بیڑا آن کی آن میں ملک کے اندرونی حصہ میں داخل ہو کر شہروں کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتا ہے اور اس طرح پلک جھپکنے میں انسان صفحہ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں فوج صرف سرحدوں کی حفاظت کر سکے گی یا اس کا کچھ حصہ اندرونِ ملک کی دیکھ بھال کرے گا لیکن تمام ملک کی حفاظت کرنا فوج کے لیے ناممکن ہے۔ اس کی زیادہ تر ذمہ داری شہریوں پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا شہریوں کو شہری دفاع کی تربیت دینا بہت ہی اہم ہے اور اس سے بے خبر رکھنا ایک جرم ہی نہیں بل کہ گناہ کبیرہ ہے۔ جو ملک شہری دفاع کے اصولوں سے بے بہرہ ہے اور شہری دفاع کو ہر شہری کے لیے لازمی قرار نہیں دیتا وہ اپنے لیے خود ہی موت کو دعوت دے رہا ہے اور موجودہ حالات میں اس کی دیر تک بقا ممکن نہیں خواہ وہ فوجی اعتبار سے کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو۔ دورِ حاضر میں اگر فوج ملک کا ایک بازو ہے تو شہری دفاع دوسرا اور اس کے بغیر ملک کی تمام حفاظتی تدبیریں نامکمل ہیں۔

شہری دفاع کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا تھا:

"پہلی جنگِ عظیم میں برطانیہ کے لوگ ہوائی حملوں کا تدارک نہیں جانتے تھے لہٰذا ایک بم گرنے سے سو افراد کی موت واقع ہوتی تھی لیکن دوسری جنگ عظیم سے پہلے قوم حالات سے آگاہ تھی۔ اس لیے سو بم گرنے پر ایک فرد بھی مشکل سے مرا تھا۔"

بعینہٖ فرانس کی مثال سے شہری دفاع کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ فرانس کے کمانڈران چیف کو

Marfat.com

گھمنڈ تھا کہ اس کی فوج دنیا کی کسی بڑی فوج کا چالیس برس تک مقابلہ کر سکتی ہے۔ لیکن جب جرمن کے ہوا بازوں نے ملک کے بڑے بڑے شہروں پر بمباری کی تو فرانس اس جنگ میں بہتر (۷۲) گھنٹے بھی نہ ٹھہر سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ عوام کسی جنگ سے نمٹنے کے لیے تیار نہ تھے۔

تیسری مثال ہمیں جاپان کی ملتی ہے۔ یہ قوم ملک کے لیے جان کی قربانی دینا معمولی بات سمجھتی تھی اور ملک کی آزادی کے لیے انتہائی جذبہ رکھتی تھی۔ امریکی ہوابازوں نے ہیروشیما پر ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو اور ناگاساکی پر ۹ اگست ۱۹۴۵ء کو ایٹم بم سے حملہ کر کے خوب صورت ترین شہر تباہ کر دیے۔ جاپانی شہری دفاع کی تربیت سے نابلد تھے اس لیے وہ اپنے شہروں کو نہ بچا سکے۔ ۱۹۳۳ء میں عالمی سطح پر شہری دفاع کے لیے ایک ادارہ ARP (Air Raid Precaution) معرضِ وجود میں آیا۔ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے اس ادارے نے سائرن چلانے، بند کرنے، حفاظتی طریقے اپنانے اور ہوائی حملوں سے ہونے والے نقصان کو کم کرنے میں مدد دی۔ اے آر پی کو ۱۹۵۱ء میں سول ڈیفنس میں تبدیل کر دیا گیا۔ جس کا مطلب شہری دفاع، شہریوں میں سے، شہریوں کے لیے تھا۔ ۱۹۵۲ء میں ایک ایکٹ کے تحت اسے پورے ملک میں نفاذ کر دیا گیا۔ تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان کو بحیثیت عہدہ کنٹرولر سول ڈیفنس کی خدمات سونپ دی گئیں۔ پاکستان میں بھی اُسی وقت سے محکمہ سول ڈیفنس اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ صوبائی اور ملکی سطح پر اس کے ہیڈ کوارٹرز کام کر رہے ہیں۔

راقم الحروف (ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم) نے ۷ نومبر ۱۹۷۰ء کو سول ڈیفنس سرگودھا میں شمولیت کی۔ ممتاز احمد خان اُس وقت سول ڈیفنس آفیسر، آغا صفدر میرے پہلے انسٹرکٹر، خان میاں خان چیف وارڈن جب کہ مرزا قاسم بیگ، قاضی مقصود انور افسرانِ بالا تھے۔ وارڈن پوسٹ اے تھری کے پوسٹ وارڈن حکیم محمد یونس خدمات انجام دے رہے تھے جب کہ اُن کے ڈپٹی ماسٹر نیاز احمد نے مجھے یونیفارم زیب تن کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ تادمِ تحریر اکتوبر ۲۰۱۵ء صرف حکیم محمد یونس زندہ و جاوید ہیں باقی احباب زیرِ زمیں روشنی کا باعث ہیں کیوں کہ راہِ حق پر گامزن لوگ روشنی کی مانند ہوتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا چراغ بالائے زمیں کے بجائے زیرِ زمیں روشن رہتا ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بحیثیت ایک طالب علم رضا کاروں کو کام کرتے دیکھا جب کہ ۱۹۷۱ء کی بھارت کے خلاف جنگ میں عملی طور پر حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سول ڈیفنس وسیع معانی رکھتا ہے۔ محکمہ سول ڈیفنس سرکاری ادارہ ہے جب کہ شہری دفاع سرکار کے زیرِ اثر ایک رضا کارانہ ادارہ ہے جس میں لوگ انسانیت کی خدمت کے لیے خود کو پیش کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے سپاہی ہیں جو اُس کی رضا کے لیے

Marfat.com

میدانِ عمل میں ہمیشہ قائم دائم رہتے ہیں۔ یہ رضاکارانہ تنظیم زمانۂ امن اور زمانۂ جنگ میں یکساں خدمات انجام دیتی ہے۔ مثلاً اگر سیلاب کی صورت میں لوگوں کو بے دار کرنے اور پانی کی ظالم لہروں سے متاثرین کو بچانے کے لیے ''کشتی رانی'' کی تربیت سے مزین رضاکار سیلاب کی اطلاع ملتے ہی متاثرہ علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ ڈوبے ہوئے لوگوں کو بچانا اور اُن کے سازو سامان کی دیکھ بھال کرنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے رضاکاران ہزاروں لوگوں کی دعائیں سمیٹتے ہیں۔ سیلاب میں گھرے ہوئے لوگوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔

اسلام کی سب سے بڑی عبادت مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ حقوق العباد کی تکمیل بھی حقوق اللہ کی طرح بہت ضروری ہے۔ سیلاب کے علاوہ آتش زدگی ہماری معاشرتی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اچانک لگی ہوئی آگ یا کسی کی لگائی ہوئی آگ سے جان و مال کا نقصان آئے روز اخبارات کی شہ سرخیوں میں شامل ہوتا ہے۔ اسی طرح شہر کے کسی مکان کو آگ لگ جائے تو کیا ایسے موقع پر اہل خانہ کو بچانے کے لیے چھاؤنی سے فوج طلب کرنا مناسب ہوگا؟ فائر بریگیڈ یا آج کل ریسکیو ۱۱۲۲ کے جائے وقوعہ پر پہنچنے سے پہلے رضاکاران آگ کے شعلوں سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں۔ آگ سے کھیلنا آسان نہیں ہے۔ جذبے میں صداقت ہو تو راستہ ہموار ہوتا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ شہری دفاع کے رضاکاروں نے اپنی مدد آپ کے تحت نہ صرف آگ پر قابو پایا بلکہ آگ میں گھرے ہوئے افراد کو بچانے میں ایک تاریخی کردار ادا کیا۔ بہت سے رضاکاران سرگرمیوں میں خود جھلس گئے لیکن دوسروں کو آکسیجن مہیا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لیے جیے
جیتا ہے وہ جو مرمٹا ہے قوم کے لیے

آج حالات بہت دگرگوں ہیں۔ مکہ و مدینہ کے اندرونی دفاع کو جس طرح صحابۂ کرامؓ نے مضبوط و مربوط کیا اسی طرح آج پاکستان کے ہر شہری کو اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ اپنی ذات کے بالاتر ہو کر دوسروں کے کام آنا بھی جہاد ہے۔ طفیل ہشیار پوری نے بڑی اہم بات کہی ہے۔

دل ایک سنگ پارہ ہے، جسے احساسِ غم نہیں ہوتا
شکستہ دل کو حوصلہ دینا، حج اکبر سے کم نہیں ہوتا

Marfat.com

تربیت کے بغیر دوسروں کی خدمت کا فریضہ انجام نہیں دیا جا سکتا۔ زندگی کا ہر شعبہ ہمیں تربیت کی دعوت دیتا ہے۔ پاکستان کے زیادہ تر مسائل اسی وجہ سے بڑھ رہے ہیں کہ غیر تربیت یافتہ لوگ اپنے شعبہ جات میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں پاکستان کا کوئی شعبہ بھی جامع نہیں ہے۔ ہم نے بغیر تربیت کے بہت سے محکمہ جات کا آگ میں جھونک دیا ہے۔ اس سارے عمل کا ایک ہی جواب ہے کہ ہمیں سب سے پہلے خود کو تربیت سے بہرہ ور کرنا چاہیے پھر دوسروں کی طرف نظر دوڑانی چاہیے۔

شہری دفاع کے رضا کار مذکورہ خدمات بغیر طریقے یا قرینے کے کیسے انجام دے سکتے ہیں؟ ہمیں اس کا صرف ایک ہی جواب ملتا ہے وہ یہ کہ بغیر صحیح تربیت کے یہ ممکن نہیں۔ مثلاً ڈوبتے کو بچانے کے لیے تیراک ہونا ضروری ہے۔ ورنہ انتہائی خلوص اور نیک نیتی سے لگائی ہوئی چھلانگ بھی خودکشی کے مترادف ہوگی۔ اسی طرح کسی قریب کے مکان کی لگی ہوئی آگ بجھا کر دعائیں بھی اُسی وقت لی جاسکتی ہیں جب آگ پر قابو پانے کا طریقہ آتا ہو۔ زخمی کی امداد کر کے اس کی تکلیف بھی اسی صورت میں دور کی جاسکتی ہے جب کہ فرسٹ ایڈ کی تربیت حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر چھوٹے بڑے مرد وزن کے لیے ضروری ہے کہ وہ شہری دفاع کی تربیت گاہوں میں مجوزہ کورسز کا مطالعہ کرے اور باقاعدہ عملی تربیت حاصل کر کے پاکستان کا ایک مفید شہری بنے۔ شہری دفاع کے کچھ شعبہ جات انتہائی ضروری ہیں۔ جن کے بارے میں ہم شعور حاصل کر کے دوسروں کی اہم ترین خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

مرکز نظم وضبط اور اطلاعات

تنظیم شہری دفاع کی تربیت کا دائرہ یوں تو بہت وسیع ہے لیکن کنٹرول سنٹر کی اہمیت ہمارے جسم میں موجود دماغ کی سی ہے۔ جس طرح دماغ تمام عضائے جسم کو کام کے لیے تیار کرتا ہے اسی طرح سول ڈیفنس کا ہنگامی، جنگی، دفاعی اور سماجی خدمات کا محور ومرکز بھی کنٹرول سنٹر ہے۔

ہوائی حملوں کے دوران تو اس مرکز کی حیثیت بہت کلیدی ہوتی ہے۔ ریڈار سے اطلاع ملتے ہی یہ سنٹر دوسرے شہروں تک معلومات فراہم کرتا ہے۔ بمباری کی صورت میں اسی مرکز تک تمام وارڈن پوسٹوں سے اطلاعات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ تمام لازمی سروسز کے اعلیٰ عہدیداران اس مرکز میں موجود ہوتے ہیں۔ امدادی کارروائیوں کے احکامات ملتے ہی ہر شعبہ اپنا اپنا فرض انجام دیتا ہے۔ یہ مرکز دل و دماغ کی طرح سب

Marfat.com

رفتاری سے کام کرتا ہے۔

عوام کو دشمن کے ہوائی حملوں سے باخبر کرنا بہت ضروری ہے کیوں کہ روزمرہ زندگی میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ اگر کسی فرد پر کوئی دوسرا اچانک حملہ کرے تو اپنی کمزوری اور اس کی مضبوطی کے باوجود اس پر غالب آجائے گا لیکن اس کے برعکس اگر کسی کمزور آدمی پر حملہ ہونے سے پہلے اسے کوئی ہوشیار رہنے کی تنبیہ کر دے تو یقیناً پہلے کی نسبت کم نقصان پہنچے گا۔

ہوائی حملوں سے پیشتر دشمن کے جہازوں کی نقل و حرکت کا دیکھتے رہنا ہماری ہوائی فوج کا کام ہے۔ جب متعلقہ افسر کو اپنے آلہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ دشمن کے جہاز ملک کی سرحد پار کر کے کسی شہر کی طرف رخ کر چکے ہیں تو وہ فوراً متعلقہ ڈپٹی کمشنر کو اس کی اطلاع دے گا۔ چناں چہ ڈپٹی کمشنر فوراً ہی رفاہی محکموں کے سربراہوں' کارخانہ داروں اور شہری دفاع کی امدادی پارٹیوں کے سربراہوں کو اطلاع دے گا۔ شہری دفاع کا کنٹرولر فوراً عوام کو ہوائی حملہ سے بچانے کے لیے سائرن بجائے گا جو ڈیڑھ منٹ تک مسلسل اُونچی اُونچی آواز سے بجتا رہے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ عوام اپنی پناہ گاہوں میں چلے جائیں اور اس وقت تک ان پناہ گاہوں میں رہیں جب تک کہ خطرہ دور ہونے کا سائرن نہ بجے۔

پناہ گاہیں

ہمارے آقا مدنی تاجدار، دانائے سبل، ختم الرسل ﷺ نے سب سے پہلے دنیا کو پناہ گاہوں کے تصور سے آشنا کیا۔ پناہ گاہیں یا خندقیں حفاظتی اُمور میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ پُرسکون ماحول کے لیے بھی غار، خندق یا محفوظ مقام کی ضرورت پیش آتی ہے۔ حضور پاک ﷺ عبادت کے لیے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ چشمِ تصور میں اگر ہم جائزہ لیں تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے غارِ حرا کو ایک پناہ گاہ کی صورت عطا کی۔ ہجرتِ مدینہ کے وقت غارِ ثور میں آپ ﷺ کا قیام بھی اِسی پناہ گاہ کا پیش خیمہ ہے۔ دشمن کی نگاہ سے محفوظ رہنے کے لیے غارِ ثور دفاعی منصوبہ بندی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مختلف اوقات میں محاصرہ کرنے کا تصور بھی نبیِ پاک ﷺ کی منصوبہ بندی سے ہی ملتا ہے۔ مختلف غزوات میں کمانڈ پوسٹ کنٹرول روم کا تصور ہے جب کہ جنگِ خندق نے خندق کا خاکہ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ آج دنیا کے تمام جرنیل اُس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ سول ڈیفنس کے کنٹرول روم میں قرب و جوار کی تمام پناہ گاہوں کا معلوماتی نقشہ موجود

Marfat.com

ہوتا ہے۔ خندق مشرکین مکہ اور مجاہدین کے درمیان اتنی بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی کہ دشمن اعصابی کش مکش کا شکار ہو گیا۔ مختلف فوجی مشقوں میں آج بھی خندق کی کھدائی کی جاتی ہے۔ خطرے کا سائرن بجتے ہی تمام خواتین و حضرات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ دشمن کے ممکنہ حملے کے لیے تیار ہو جائیں۔ وارڈن سروس سے وابستہ رضا کار اپنے اپنے علاقہ میں باوردی اور اپنے حفاظتی سامان کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں۔ خواتین و حضرات کو اپنی نگرانی میں محفوظ مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

حملہ کے دوران یہ ناممکن ہے کہ بہت سے گھروں کے بچے اور عورتیں ایک ہی جگہ کسی خندق میں پناہ لیں اور اس کے علاوہ ہر آدمی نفسیاتی طور پر اپنے مکان کو کسی اور جگہ کی نسبت زیادہ محفوظ سمجھتا ہے۔ لہٰذا ہر گھر میں مکینوں کی حفاظت کے لیے ایک ایسا کمرہ تجویز کیا جاتا ہے جس کو حفاظتی کمرہ کہتے ہیں۔ یہ کمرہ مکان کی نچلی منزل میں تمام کمروں کے وسط میں ہونا چاہیے۔ اس میں صرف دو دروازے ہوں جو آمنے سامنے ہوں اور زیادہ روشن دان، دروازے اور کھڑکیاں نہ ہوں۔ اگر روشن دانوں یا کھڑکیوں میں شیشے لگے ہوئے ہوں تو ان کو اُتار کر ان کی جگہ لکڑی یا گتے کو استعمال کیا جائے۔ بجلی کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے۔ روشنی کے لیے موم بتی وغیرہ کا انتظام ہو دیواروں میں سوراخ وغیرہ بند کر دیے جائیں تا کہ دشمن کی طرف سے گیس حملے کے دوران پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انسان ہوا، پانی اور خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے گھر میں کچھ دنوں کا خشک راشن ہونا بہت ضروری ہے۔ خشک چنے، گڑ ایسی اشیاء تو پرانے زمانے کی کہانیاں ہیں آج کے شاہین بچوں کے لیے سینڈوچ، برگر، ڈبل روٹی، رس، ملک پیک، چپس، پانی کے کین، خورد و نوش کی ضروری اشیاء گھر میں ہونی چاہییں۔ گھروں کی چھتوں پر چمک دار اشیاء کی موجودگی تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ ہوائی حملے سے پہلے ہی چھتوں پر غیر ضروری اور آگ پکڑنے والی چیزوں کو ہٹا کر پانی کے ڈرم رکھ دینا بہت بڑی عقل مندی ہوگی۔ کسی ناگہانی آگ سے بچنے کے لیے پانی سے بھرے ڈرم دست یاب ہونا بہت ضروری ہیں۔ پانی کی موٹروں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ دشمن حملہ کے وقت گرِیڈ سٹیشنوں کو نشانہ بناتا ہے۔ اس صورت میں واٹر سپلائی سے رابطہ منقطع ہو جانا فطری امر ہوتا ہے۔ جنگی خطرے کی اطلاع ملتے ہی پانی کے ذخائر کر لینا ازبس ضروری ہے۔

خندق کی اشکال

پرانے زمانے میں ہوائی حملوں کی نوعیت مختلف تھی۔ دشمن ہوائی اڈوں یا اہم تنصیبات کو نشانہ بناتا تھا لیکن اب انسانی آبادی کو بھی آتش و آہن کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ شام، لبنان، فلسطین، عراق، افغانستان

Marfat.com

اور کئی دیگر ممالک میں ہوائی حملوں کے دوران انسانی آبادی اپنی تباہی کی داستانیں سنا رہی ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی ایسے خوب صورت شہر ایٹمی حملوں سے منہدم ہو گئے۔ عصرِ حاضر میں تو ایٹمی قوتیں کئی گناہ مہلک ہو چکی ہیں۔ شہری آبادی کو دورانِ جنگ مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں شہری دفاع کے اربابِ اختیار کی کاوشوں سے نئی تعمیر ہونی والی عمارات میں ایک انڈر گراؤنڈ کمرے کی تعمیر کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پلازہ جات میں فائر فائٹنگ کا سامان رکھنا بھی لازمی ہے۔ پیٹرول پمپوں پر آگ بجھانے کے آلات کی موجودگی بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔ مجموعی طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ قانون کے ڈنڈے کے بغیر عوام انڈر گراؤنڈ ایک حفاظتی کمرے کی تعمیر میں تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ جنگ کے بغیر بھی اس اہم ترین قومی فریضہ کی تکمیل میں تساہل سے کام لینے والوں کو کئی ایک نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء زلزلہ میں ہونے والے نقصانات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عوام الناس کو زلزلے کی آگاہی نہیں تھی۔

زلزلہ سے نبرد آزما ہونا ناممکن ہے لیکن اگر ریسکیو سروس فعال ہو تو اس کے نقصانات کم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً: ملبے میں پھنسے ہوئے افراد کو زندہ نکالنے کا فن بذاتِ خود ایک بہت بڑی تربیت ہے۔ لینٹر کاٹنا، سیمنٹ سے تیار کردہ پلر میں شامل سریا کاٹنا نیز مختلف نوعیت کے پتھروں کی تراش خراش سے زلزلہ متاثرین کو باہر نکالنا ایک بڑی انسانی خدمت ہے۔ ۲۰۰۵ء کا زلزلہ رمضان کے بابرکت مہینے میں رونما ہوا۔ زلزلہ کی خبر نشر ہوتے ہی۔ پاکستان کے کئی شہروں سے شہری دفاع کے رضا کار شمالی علاقہ جات میں پہنچ گئے۔ اُنھوں نے حتی المقدور دکھی انسانیت کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ جنرل پرویز مشرف جب خیمہ بستیوں میں تشریف لائے تو رضا کاروں کے اس جذبہ کو دیکھ کر متحیر رہ گئے۔

دورانِ جنگ ہوائی حملوں سے بچاؤ کی تمام تدابیر کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا۔ وارڈن پوسٹ پر موجود رضا کار اُس کے قریب ہی اپنے لیے خندق تیار کرتے ہیں اور پھر علاقے کی تعداد کے مطابق خندقیں تیار کروائی جاتی ہیں۔ زمینی نقشہ کے مطابق خندقوں کو I (آئی)، L (ایل)، V (وی) اور W (ڈبلیو) کے انداز میں تیار کیا جاتا ہے۔

اگر خدانخواستہ زمین کے ایک حصہ پر بم گر بھی جائے تو زمین کے دوسرے حصے کے لوگ محفوظ رہیں گے۔ اگر خندق کسی سایہ دار درخت کے نیچے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ نکاسیِ آب کی زمین دوز نالیوں سے خندق کی تعمیر فاصلے پر ہونے چاہیے۔ خطرے کی صورت میں خندق میں پاؤں کے بل ایڑی اٹھا کر منہ میں کوئی نرم کپڑا

Marfat.com

کانوں پر ہتھیلی اور انگلیاں گدی (گردن کے قریب) پر رکھتے ہوئے نگاہ نیچے کر کے بیٹھنا چاہیے۔ اس طرح دھماکوں اور زمین کے جھٹکوں وغیرہ سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ خندق کے باہر اُوپر کی سطح پر اُس کے اطراف میں ایک فٹ فاصلے پر کم از کم چھ انچ چوڑی نالی تیار کر دی جائے جس میں پانی متحرک ہوتا کہ کیڑے مکوڑے حتیٰ کہ سانپ بھی خندق تک رسائی نہ کر سکے۔ خندق کا یہ نظریہ محسنِ انسانیت، فوج اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

خود کو چھپانا اور شکل بگاڑنا

ہوائی حملوں کے دوران دشمن کے عزائم کو ناکام بنانے کے لیے عمارات کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ اہم تنصیبات کو مٹی گارے سے لیپ کر دیا جاتا ہے۔ عمارتوں کو ایسے رنگوں سے ڈھانپ دیا جائے جو قرب وجوار کے کھیتوں اور کھلیانوں جیسا ہو۔ گاڑیوں اور دیگر عسکری آلات کو درختوں کے سایہ تلے اس طرح محفوظ کر دیا جائے کہ پائیلٹ کو یہی ادراک رہے کہ جہاز کے نیچے کوئی جنگل ہے۔ چیزوں کو چھپانا اور اُن پر گھاس پھوس ڈال کر اُس کی شکل بگاڑنا بھی میدان کاری ہے۔ کیموفلاج اینڈ کنسیلمنٹ ایک ایسا عمل ہے جس سے شہروں کا دفاع محفوظ ترین ہوسکتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں بھی ہمیں اپنی تنصیبات کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیے۔ دشمن کے جاسوس گرڈ اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن، ریڈیو اسٹیشن، ٹی وی اسٹیشن، واٹر سپلائی، سوئی گیس، نہری اور دریائی پل، اوور ہیڈ برج، ریلوے لائنز، ڈیمز، پیٹرول پمپ، چمڑے اور لکڑی کے ذخائر کو زمانۂ امن میں اپنی نگاہ سے سامنے رکھتے ہیں۔ ہوائی حملہ کے دروان اِن کا ہدف مذکورہ مکامات ہوتے ہیں۔ جن علاقہ جات میں گزشتہ چند سال سے ڈرون حملے کیے جارہے ہیں۔ اُن میں ڈرون طیاروں کے علاوہ ٹارگٹ کی نشاندہی کرنے والوں کا زیادہ کمال ہوتا ہے۔ اس لیے عصرِ حاضر میں کیموفلاج اینڈ کنسیلمنٹ کے عمل کو جاری رکھا جائے۔ یہ زمانۂ امن اور جنگ دونوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ خودرضا کاروں اور دوسرے محرک کارکنوں کو تقریباً سبزی مائل رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہونا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن ان چیزوں کی حقیقت سے ناواقف ہوگا۔ اور ان کو اپنا نشانہ نہیں بنائے گا۔

روشنی پر قابو

یوں تو روشنی ہماری زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس کے بغیر ہم اندھیرے میں کوئی چیز بھی تلاش نہیں کر سکتے۔ روشنی جہاں زندگی کا حسن ہے وہیں کبھی جان لیوا بھی ہوجاتی ہے۔ ایکس رے، فلم ڈویلپنگ اور کئی

Marfat.com

مقامات پر روشنی کو خصوصی طور پر بند کیا جاتا ہے۔ دورانِ جنگ روشنی پر قابو رکھنا فتح کے لیے بہت ضروری ہے۔ دشمن رات کی تاریکی میں حملہ کرتا ہے۔ اُسے جہاں روشنی نظر آتی ہے وہ اُسے شہری آبادی تصور کر کے بم پھینک دیتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ رات کے وقت ہونے والے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر شہری بیرونی روشنی پر پورا کنٹرول کرے۔ زندگی کے معمولات خصوصاً چھوٹے بچوں کو خوف سے بچانے کے لیے کسی بند کمرے، سیفٹی روم یا انڈر گراؤنڈ روم کا اہتمام کیا جائے۔ جس سے معمولاتِ زندگی بھی چلتے رہیں اور دشمن کے حملے سے بھی محفوظ رہا جا سکے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شہری دفاع کے رضا کاروں نے بلیک آؤٹ کی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بلیک آؤٹ کا مطلب باہر ہر روشنی پر کنٹرول ہے۔ براؤن آؤٹ کے عمل سے بھی فائدہ لیا جاتا ہے۔ براؤن آؤٹ کا مطلب روشنی کا ایسا انتظام کہ اُس کی شعاعیں اُوپر منتقل نہ ہوں بل کہ بلب کے نیچے رہیں۔ اس عمل کے لیے گتے اور خاکی کاغذ کو استعمال میں لاتے ہیں۔ جو بلب کی روشنی صرف زمین تک محدود کر دیتے ہیں۔ روشنی پر کنٹرول کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تمام بتیاں گل کر کے ہر کام معطل کر دیا جائے اور اس طرح دشمن کا ایک مقصد تو حل ہو جاتا ہے یعنی یہ کہ ملک کے شہری اپنی روزمرہ زندگی کو ختم کر دیں اور اس طرح ان کا سکون تباہ ہو جائے۔

تحدیدِ روشنی کا واضح مقصد روشنی کو اس طرح قابو میں لانا ہے کہ ہماری روزمرہ زندگی کا کاروبار بھی چلتا رہے اور دشمن کے لیے یہ روشنی مفید ثابت نہ ہو۔ چناں چہ گھروں میں بجلی کے قمقموں، ٹیوب لائٹس پر خاکی شیٹس لگا دی جائیں۔ جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے کہ بلب کی روشنی صرف فرش پر گرے اور پھر پھیلے اور اگر لالٹین استعمال کرنی ہو تو بتی سے آدھ انچ جگہ چھوڑ کر تمام شیشے کو کالا کر دیا جائے موٹر گاڑی یا ریل گاڑی کے سامنے والی بتی کے شیشے پر خالی کاغذ کی دوہری تہہ اور بلب کی سیدھ سے نیچے ایک تہہ لگا کر روشنی کو محدود کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں سے پہلے شہری دفاع کے تربیتی کورسز میں بلیک آؤٹ، آتش زدگی کے عملی مظاہرے شامل تھے۔ شہری دفاع کے دیگر محکمہ جات کے ساتھ ربط قائم کرنے کے لیے بڑی سطح پر مظاہروں کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ کسی بھی مقابلہ سے پہلے اُس کی مشق بہت ضروری ہوتی ہے۔ پڑوسی ملک کے واویلا کرنے کے خوف سے اب بلیک آؤٹ کی مشق ہوتی ہے نہ ہی شہری دفاع کے مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ دورانِ جنگ زندگی کے مختلف شعبہ جات کے فرائض اور خصوصی کردار کو واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر سال چھوٹی اور بڑی سطح پر شہر دفاع کے مظاہروں کا اہتمام کیا جائے۔ الحمد للہ! راقم الحروف کو شہری دفاع کے

Marfat.com

ان مظاہروں کی رننگ کمنٹری کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ اگر یہ سلسلہ ازسرنو شروع کر دیا جائے تو نسل نو کو شہری دفاع میں شامل کرنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ قطرے قطرے سے سمندر بنتا ہے اس لیے نوجوان اذہان کو ملکی دفاعی تقاضوں سے روشناس کرنے کے لیے سکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں شہری دفاع کی تربیت اور اس کے عملی مظاہروں کا تسلسل وقت کی اہم ضرورت ہے۔

فوری طبی امداد

زمانۂ امن اور جنگ میں فوری طبی امداد ہمارے لیے سانس کی طرح ضروری ہے۔ کام کاج، کھیل کود اور دیگر معاملات میں فوری طبی امداد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بیماریاں ہماری زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ دل کا عارضہ عام ہو چکا ہے۔ اگر ہر گھر میں کوئی ایک فرد بھی طبی امداد کے اُصول سیکھ لے تو کئی جانوں کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ مثلاً: ایک بے ہوش لیٹے شخص کو چمچ سے پانی پلانا اُسے موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ کھانے پینے کا عمل ہوش سے وابستہ ہے۔ بے ہوش شخص کو ہوش میں لانے کے لیے اُس کے ہاتھ پاؤں اور سینے کی پمپنگ ضروری ہے۔ اسپتال تک رسائی سے پہلے کسی بھی مریض کو ہم طبی امداد کے فوری طریقوں سے بچا سکتے ہیں۔ دورانِ جنگ تمام تر حفاظتی اقدامات کے باوجود اگر دشمن آبادی پر بم گرا دے تو بہت سے لوگ بے ہوش اور زخمی ہو جاتے ہیں اور کئی دارِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ دشمن اپنے حملے سے بہت سی املاک کو نذرِ آتش کر دیتا ہے۔ ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے شہری دفاع کے عملے اور ہر ایک شہری کو ابتدائی طبی امداد کی مکمل تربیت ہونی چاہیے اور اسی طرح آگ پر جلد از جلد قابو پانے کا طریقہ بھی آنا چاہیے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے شہری دفاع میں فرسٹ ایڈ کا شعبہ موجود ہے جو مجروح افراد کو فوری طبی امداد بہم پہنچاتا ہے۔ خواتین کا شعبہ بھی اس میں شامل ہے۔ پرانے اور نئے دور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شہری دفاع کے اس شعبہ کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ بلدیاتی اداروں کے زیرِ انتظام فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بہت پرانی ہیں۔ کئی بلدیاتی اداروں سے فائر بریگیڈ کو ختم بھی کر دیا گیا ہے۔ ریسکیو ۱۲۲۱ کی خدمات قابلِ ستائش ہیں لیکن اس ایٹمی دور میں اُن کا عملہ صرف جذبہ سے ہی کام لیتا ہے۔ بڑی آگ پر قابو پانے کے لیے بڑے آلات کی ضرورت ہے۔ شہری دفاع کے رضا کار پرانے دور میں بالٹیوں، فائر پمپ اور چھوٹے آلات سے آگ بجھا لیتے تھے۔ آج بڑے شہروں میں ہونے

Marfat.com

والے ہولناک آتش زدگی کے واقعات میں ہزاروں لوگ لقمۂ اجل ہو چکے ہیں۔

دورانِ جنگ تو صورتِ حال اس سے کہیں زیادہ گھمبیر ہو سکتی ہے۔ فائر فائٹنگ اور طبی امداد کے شعبہ جات کو فعال بنانے بہت ضروری ہے۔ پوسٹ وارڈنوں کو اپنے قریب قریب کی ڈسپنسریوں کا خصوصی طور پر جائزہ لینا چاہیے۔ زخمیوں کو قریبی اسپتالوں تک پہنچانے کے لیے ہر وارڈن پوسٹ کے قریب ایک ایمبولینس (سرکاری یا غیر سرکاری) کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ ملک بھر میں ایمبولینس کی تعداد ناکافی ہے۔ پرائیویٹ ادارے انسانی خدمت کے جذبہ سے کارِ خیر میں شامل ہیں۔ دہشت گردی کے واقعات میں بروقت طبی امداد کے فقدان سے بہت سی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہر ضلعی ہیڈکوارٹر پر طبی امداد کے لیے ہیلی کاپٹر کی سہولت ہونی چاہیے۔ مخدوش حالت کے مریضوں کو صوبائی دارالحکومتوں تک پہنچانے کے لیے ہیلی کاپٹر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ پاکستانیوں کا ناقابلِ معافی جرم یہ ہے کہ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ کا جب وصال ہوا تو ایمبولینس دست یاب نہیں تھی اور جب زیارت (کوئٹہ) میں محسنِ پاکستان کا گھر شعلوں کی لپیٹ میں تھا تو فائر بریگیڈ نہ پہنچ سکا۔ ایسے واقعات سے ہمیں قومی زندگی میں سبق سیکھنا چاہیے۔ ایسے واقعات آئینے کی مانند ہیں جن میں ہم اپنا انفرادی اور قومی چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔

جس طرح ریاستِ مدینہ کے داخلی کے تحفظ کے لیے فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو چوکس رہنے اور لوگوں کو چوکنا رکھنے کے فرائض تفویض کر رکھے تھے اسی طرح آج پاکستان میں بھی ضلعی سطح پر تنظیم شہری دفاع کی تشکیل کی گئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر/ڈی سی او بطور کنٹرولر سول ڈیفنس فرائض انجام دیتا ہے۔ صوبائی سطح پر ضلعی آفیسر سول ڈیفنس تعینات کیا جاتا ہے۔ بم ڈسپوزل سروس (بم کو تلاش کرنا اور بم کا ناکارہ کرنا)، ریسکیو سروس، فائر فائٹنگ سروس، فرسٹ ایڈ سروس، وارڈن سروس، ٹریننگ انسٹرکٹر، چیف انسٹرکٹر، ایمرجنسی سٹاف، فلڈ سٹاف بھی ضلعی دفتر سول ڈیفنس میں موجود ہوتا ہے۔ سرگودھا کی طرح کئی مقامات پر سی اینڈ آر سی کنٹرول سنٹر بھی کام کرتے ہیں۔ شہری دفاع کی شہری تنظیم کچھ یوں ہے:

۱: چیف وارڈن

۲: ایڈیشنل چیف وارڈن

۳: ڈپٹی چیف وارڈن

ڈپٹی چیف وارڈن خاتون۔ ڈپٹی چیف وارڈن پبلک سٹی

Marfat.com

۴: ڈویژنل وارڈن۔

ڈپٹی ڈویژنل وارڈن + ڈپٹی ڈویژنل وارڈن + خاتون ڈپٹی ڈویژنل وارڈن

۵: گروپ وارڈن

ڈپٹی گروپ وارڈن + ڈپٹی گروپ وارڈن + خاتون ڈپٹی گروپ وارڈن

۶: پوسٹ وارڈن

نوٹ: ایک وارڈن پوسٹ بیس ہزار افراد پر مشتمل ہوتی ہے جب کہ ایک گروپ میں چار وارڈن پوسٹ شامل کر کے اسی ہزار افراد کے تحفظ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایک ڈویژن تین لاکھ بیس ہزار افراد پر منحصر ہے۔ ایک وارڈن پوسٹ کے رضا کاروں اور افسروں کی تعداد ۸۹ مقرر ہے۔ وارڈن پوسٹ اور پوسٹ وارڈن کی حیثیت ۲۰ ہزار کی آبادی پر ایک چیک پوسٹ کی طرح ہے۔ جس طرح جنگ میں کمانڈ پوسٹ کام کرتی ہے اسی طرح ایک وارڈن پوسٹ پر ۸۹ رضا کاروں کا لشکر موجود ہوتا ہے جو دشمن کی نقل و حرکت اور ہوائی حملے نیز چھاتہ بردار دشمن پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شہری دفاع کے رضا کاروں کا کردار بہت فعال رہا۔ سرگودھا، سیالکوٹ اور لاہور کی پیشانی پر لہرانے والا ہلالِ استقلال شہری دفاع کے رضا کاروں کی جواں مردی کا مظہر ہے۔ عصرِ حاضر میں خودکش حملوں کا مقابلہ کرنے میں بھی سول ڈیفنس کے بم ڈسپوزل اسکواڈ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بم ناکارہ کرنے کے لیے امریکہ کی تیار کردہ ٹیوٹا وین جدید ترین ٹیکنالوجی ہے۔ جس میں بم کو محفوظ کرنے کا بکس، بم کو کسی تنگ جگہ سے نکالنے کا آلہ، بم کو فاصلے سے جانچنے کے آلات، بم کو بے دم کرنے کی کٹ، تحفظ کے لیے خصوصی عینک، سیٹلائیٹ سے رابطے کا طریقہ، خصوصی ایکسرے مشین، بم کو تلاش کرنے کی کٹ، بارود تک رسائی کرنے کے آلات، بم تک پہنچنے والا ربوٹ اور اسی قسم کی حیران کن مشینری اس بم ڈسپوزل وین کے خصوصی آلات ہیں۔ دفاعِ وطن کے شہری حصے کو تحفظ دینے کے لیے اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

مجاہد فورس

جہاد کی افادیت واہمیت اور فضیلت کے بارے میں گزشتہ صفحات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جہاد وسیع تر معانی میں موجود ہے۔ مسلمان کی زندگی کا ہر شعبہ اور ہر لمحہ جس میں وہ جدوجہد کرتا ہے۔ وہ جہاد کا حصہ ہے۔ تلوار سے جہاد، قلم سے جہاد، گفتگو سے جہاد، وقت سے جہاد، مال سے جہاد، میٹھے لفظوں سے جہاد حتیٰ کہ کسی کا دکھ بانٹنے کے لیے مسکراہٹ سے جہاد۔ دراصل جہادِ زندگانی کا حصہ ہیں۔ اسلام کی اشاعت جہاد کا ثمر ہے۔ قرآن وسنت میں جہاد کے ثمرات موجود ہیں جنھیں سپردِ قلم کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں سرحدی افواج کی معاونت میں دوسری شہری فوج شامل مددرہی۔ اسلامی فوج کے عظیم سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ صف بندی کے وقت یہ بات ملحوظِ خاطر رکھتے کہ فرنٹ لائن فورس کے پیچھے امدادی فورس ضرور رکھتے۔ مزید برآں میدانِ جنگ کے علاوہ کچھ مجاہدین کو مدینہ ہی میں ڈیوٹی انجام دینے کا حکم صادر فرماتے۔ مختلف شعبہ جات کا اجتماعی دفاع میں شامل ہونا ہی ریاستی دفاع کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔

تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ گارڈ بنی، خاکسار میدانِ عمل میں آئے، مختلف جہادی تنظیموں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ کئی ایک متحارب گروپ بھی متحرک ہوگئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مطلب پرست گروہ بھی منظرِ عام پر آئے۔ آہستہ آہستہ ترجیحات اور تحفظات بڑھنے لگے۔ خودغرضی نے بھی سر اُٹھالیا۔ ریگولر فوج کے ساتھ ساتھ دوسری دفاعی لائن کی ہر وقت ضرورت پیش آتی ہے۔ ہر کام میں فوج کو سامنے لانا کوئی دانش مندانہ کام نہیں ہے۔ اگر فوج داخلی معاملات میں گھر جائے گی تو باؤنڈری لائن پر کون مستعد ہوگا؟ مجاہد فورس بھی اسی نوعیت کی ہے۔

مسلمان کے لیے سب سے بڑا اعزاز، جہاد ہے۔ جہاد کی اقسام کا تذکرہ بھی کیا جا چکا ہے۔ جو لوگ ریگولر فوج میں شرکت کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ مجاہد فورس میں اپنی مجاہدانہ کارگزاری سے جہاد کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مسلمان کی منزل غازی یا شہید ہوتی ہے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی نصب العین کو سامنے رکھ کر گزارتا

Marfat.com

ہے۔ جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے لیے قرآن وسنت نے سزا کی جو وعید سنائی ہے۔ ہمیں اس کا ادراک بھی ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''مومنو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین پر گرے جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر (چند روزہ) دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ (یاد رکھو) دنیا کی زندگی کے فائدے'' آخرت کے مقابلے میں تو بہت کم ہیں۔ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تمھیں بہت دردناک عذاب دے گا اور تم پر کسی اور قوم کو مسلط کر دے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ توبہ)

لشکرِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ کبھی نہ تو جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں جہاد کا ارادہ کیا تو اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوئی۔'' (صحیح مسلم)

استطاعت کے باوجود جہاد میں حصہ نہ لینا زندگی سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ مسلمان مرد راہِ حق کے لیے جب بڑھتا ہے تو شیر کے جبڑوں میں ہاتھ ڈال لیتا ہے۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا فن سیکھ لیتا ہے۔ وہ کڑکتی بجلی اور گرجتے بادلوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ میدانِ جہاد میں کامیاب لوٹا تو غازی اور اگر کام آ گیا تو شہید۔ مسلمان کے جذبہ جہاد کو کبھی نقصان نہیں ہوتا وہ ہر دو صورتوں میں منافع بخش رہتا ہے۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ایسے فرائض کی تکمیل کے ساتھ ساتھ جہاد بھی لازمی امر ہے۔ اس اہم ترین فریضہ کی ادائیگی میں سستی ہمیں بڑی سزا میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ہم صرف فوج میں ملازمت کر کے ہی فریضہ جہاد ادا کر سکتے ہیں۔ یہ تاثر غلط ہے۔ جہاد کے لیے اور بھی بہت سے ذرائع ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناحؒ اور وزیراعظم خان لیاقت علی خان نے فرنٹ لائن فورس کی مدد کے لیے ۱۹۴۷ء میں دوسری دفاعی لائن کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ''پاکستان نیشنل گارڈ'' قائم کی۔ قائداعظم نے چھوٹی سطح کی تنظیم ''بوائے سکاؤٹ'' کا نا صرف افتتاح کیا بلکہ پہلے سکاؤٹ ہونے کا ثبوت بھی دیا۔

پاکستان نیشنل گارڈز ۱۹۴۸ء میں کشمیر کے قریب اسلامی مملکت کی سرحدوں کی بقاء سلامتی کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب ریگولر فوج ان سرحدوں پر تعینات نہیں ہوئی تھی تو مجاہد فورس کے تربیت یافتہ جوانوں نے سروں سے کفن باندھ کر فرائضِ منصبی ادا کیے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کرنے والے بڑے سخت جان تھے۔ انھوں نے سرحدی دفاع کے ساتھ ساتھ بھارتی تسلط کے خلاف بھرپور جدوجہد

Marfat.com

کی۔ اگر ''گورے'' بھارتی حکومت کا ساتھ نہ دیتے تو مسئلہ کشمیر اُن سرفروشوں کے ہاتھوں حل ہو چکا ہوتا اور بعد میں کئی جنگوں کی نوبت نہ آتی۔ آج کشمیر وادی، انگارو وادی میں تبدیل ہو چکی ہے، جنت نظیر کشمیر کو بھارت نے جہنم بنا رکھا ہے۔ اُمید ہے کہ مجاہدین اسلام ایک نہ ایک دن کشمیر کو بھارتی چنگل سے آزاد کروالیں گے۔ پاکستان کا ہر شہری جس کی عمر ۱۸ سے ۳۰ سال ہو وہ مجاہد فورس میں شامل ہو سکتا ہے۔ پاکستان پر جس طرح سب کا حق ہے اسی طرح اس کا دفاع سب کا فرض ہے۔

آپ خواہ صنعت کار ہوں یا مزدور' دکاندار ہوں یا کاشت کار' طالب علم ہوں یا فارغ التحصیل' سرکاری ملازم ہوں یا کسی پرائیویٹ ادارے کے کارکن' سال بھر میں صرف دو ماہ کی عملی فوجی تربیت حاصل کر کے خود کو عملی جہاد کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔ یہ دو ماہ کی فوجی ٹریننگ کل وقتی ہوتی ہے۔ جہاں مکمل طور پر ایک فوجی ماحول میں رہ کر فوجی نظم و ضبط کے ساتھ ساتھ جدید ترین ہتھیاروں کی عملی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ان دو ماہ کے دوران قیام و طعام حکومت کے ذمہ ہوتا ہے دیگر تمام سہولتوں کے علاوہ ان دو ماہ کے دوران ایک فوجی سپاہی کے برابر تنخواہ بھی دی جاتی ہے اور جو لوگ کسی سرکاری یا پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوں' ان کی وہاں ملازمت بھی برقرار رہتی ہے بل کہ یہ دو ماہ کا عرصہ وہاں حاضر تصور کیا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر انھیں کسی قسم کا مالی نقصان نہیں ہوتا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تمام مسلمان ایسے مجاہد ہی تو ہوتے تھے۔ جس وقت کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ ہر مسلمان اس زمانے کے جنگی ہتھیاروں مثلاً تلوار' تیر اور نیزہ وغیرہ کے استعمال میں مہارت حاصل کر لیتا تھا اور بوقت جنگ ان ہتھیاروں کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھاتا تھا۔ غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور دیگر غزوات و سرایا میں شریک ہونے والے مسلمان ایسے مجاہد ہی تو تھے اگرچہ وہ کسی فوج کا حصہ تو نہیں تھے مگر دورانِ جنگ اپنے سالارِ لشکر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیرِ سرپرستی باطل کے خلاف لڑتے اور غازی یا شہید ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ غازی، یہ تیرے پراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

Marfat.com

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مجاہد فورس کا نظریہ کوئی نیا نہیں۔ آج اسلام ہمیں جس حالت میں ملا ہے اُس کے پس منظر میں اپنی جانوں کا نذرانہ دینے والے ایسے ہی مجاہدین تھے۔ اگر اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ صاحبِ معجزات حضور نبی کریم ﷺ اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں کوئی حسبِ ضابطہ فوج تیار نہ ہو سکی۔ اسلامی مجاہدین نے کفار کی قوت کا غرور جذبۂ قوت ایمانی سے پاش پاش کر دیا۔ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے ۳۱۳ سرفروش اسی قسم کے مجاہد تھے۔ وہ زندگی کے معمولات میں مصروف رہتے لیکن جو نہی سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی طرف سے حکم ملتا تو وہ عملی جہاد کے لیے جو ہتھیار بھی میسر آتا ہاتھ میں تھامے میدانِ کارزار میں کود پڑتے۔ اُن کا ایمان تھا کہ زندگی ایک بار ملتی ہے اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جائے۔

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لیے جیے
جیتا ہے وہ جو مر مٹا ہے قوم کے لیے

مرادِ رسول ﷺ، حضرت عمرِ فاروقؓ نے منصبِ خلافت سنبھالتے ہی سپاہِ اسلام تشکیل دی۔ فنِ سپہ گری میں کمال رکھنے والوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ کل وقتی فوج کی شکل میں تھا اور دوسرا گروہ جز وقتی فوج کے طور پر مجاہد فورس کی طرح کام کرتا رہا۔ یہ جانباز جب پرچمِ اسلام لے کر آگے بڑھے اور ایران، شام اور روم تک جا پہنچے۔ اسلام کی بقاء و سربلندی اور اسلامی سرحدوں کے دفاع کے لیے ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے اپنی کل وقتی فوج (باقاعدہ آرمی) کے دوش بدوش جہاد میں حصہ لیا۔ دونوں گروہوں کی تعاون سے حضرت عمرِ فاروقؓ کا دور، فتوحات کا دور بن گیا۔ خلیفۂ دوم کے بعد اسلامی فوج میں کل وقتی اور جز وقتی فوج تشکیل پاتی رہی جس کا خاکہ آج بھی موجود ہے۔ جب ۱۹۴۷ء میں نیشنل گارڈز نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو ۱۹۴۹ء میں بھارت نے اپنی جارحانہ ذہنیت بھی ظاہر کر دی۔ مجاہد فورس کے جوانوں نے اُس وقت بھی بھارتی فوج کے سامنے سینہ سپر ہونے کا مظاہرہ کیا۔ ۱۹۵۸ء میں اس تنظیم کو ''ولیج ڈیفنس تنظیم'' کا نام دیا گیا۔ جس میں باؤنڈری لائن کے قریب علاقوں میں رہنے والے دیہاتیوں کو بطور خاص دفاعی تربیت دینے کا فیصلہ کیا گیا تا کہ کسی سیکٹر پر اچانک حملے یا کسی جھڑپ کی صورت میں وہ وقتی طور پر اپنا دفاع خود کر سکیں۔ جب تک کہ باقاعدہ فوج ان کی مدد کو نہ پہنچ جائے لیکن جلد ہی یہ محسوس کیا گیا کہ دیہاتی باشندوں کی یہ نیم فوجی تنظیم

Marfat.com

بارڈرز کا دفاع احسن طور نہیں کر سکے گی۔ آخر کار ۱۹۶۲ء میں ساری قوم کو دفاعی فرائض میں شامل کرنے کے لیے موجودہ ''پاکستان مجاہد فورس'' تنظیم عمل میں لائی گئی اور وسیع بنیاد پر عوام اور سابق فوجیوں کو رضا کارانہ طور پر اس تنظیم میں شامل کیا گیا۔ جنھیں ابتداء میں صرف رائفل چلانے کی تربیت دی گئی۔ یہ ٹریننگ صرف ایک ماہ کی ہوتی تھی اور شام کو زیرِ تربیت مجاہد اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

''مجاہد فورس'' کی عملی افادیت اور جنگی تجربات کے پیشِ نظر ۱۹۶۷ء میں اس تنظیم کو جدید بنیادوں پر ازسرِ نو منظم کیا گیا۔ لائن آف کنٹرول کے نزدیک اور ملک کے کئی بڑے شہروں میں مجاہد کمپنیاں قائم کی گئی۔ فوجی نوعیت کے تمام طور طریقے اِن رضا کارانِ مجاہد فورس میں منتقل کرنے کے لیے خاطر خواہ انتظام کیے گئے۔ اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے والے مجاہدوں بطور خاص تعلیم یافتہ، صحت مند اور بہادر مجاہدوں کو کمپنی کمانڈر کے عہدوں پر بھی تعینات کیا گیا۔ آرمی کی کوئی سی یونٹ اس کمپنی کے رہائشی علاقے جا کر کیمپ لگاتی۔ نوجوانوں کو بھرتی کر کے ایک ماہ کی سخت اور مکمل ٹریننگ دیتی۔ ٹریننگ کے آخر میں شارٹ اور لونگ رینج فائر کروایا جاتا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں تو مجاہد فورس، لائن آف کنٹرول کے اُن حصوں پر فائز رہی جہاں پاک فوج کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں مجاہد فورس نے ریگولر فوج کے ساتھ دفاعِ وطن میں حصہ لیا۔ یہ سرفروش مالِ غنیمت اور کشور کشائی سے بالاتر ہو کر مطلوب شہادت اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر کام کرتے ہیں۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلامی بقاء وسلامتی کے لیے جہاد زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ دینِ اسلام ایک طرف تو امن وآشتی کا درس دیتا ہے اور دوسری طرف اس امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ مسلمان قوم کا بچہ بچہ پیدائشی مجاہد ہے۔ ۲۱ویں صدی میں دفاع کی ترجیحات تبدیل ہو رہی ہیں۔ ایٹمی ہتھیاروں نے عالمی امن اور انسانی جانوں کے لیے خطرات پیدا کر دیے ہیں۔

دورِ حاضر کی خوں خوار بلاؤں سے ندیم
روح تو جل ہی گئی، جسم بھی جل جائے گا

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان کا نیا آئین تشکیل دیا گیا تو مجاہد فورس کی کارگزاری کے پیشِ نظر مارچ ۱۹۷۳ء میں اس فورس کی ازسرِ نو تنظیم کی گئی ہے۔ اس فورس کے افسروں اور جونیئر افسروں کو صدر پاکستان کی طرف سے باقاعدہ کمیشن دیا جاتا ہے اور اب سال میں ایک ماہ کی ٹریننگ کے بجائے دو ماہ کی مکمل انفنٹری ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس دوران ٹریننگ کیمپ یا ٹریننگ یونٹ میں رہنا لازمی ہوتا ہے کیوں کہ

Marfat.com

اب کمپنیوں کے بجائے مجاہد فورس کی بٹالین بنادی گئی ہیں جو اعلیٰ تربیت یافتہ مجاہد آفیسرز اور انسٹرکٹرز پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پھر ان میں سے منتخب افسروں اور مجاہدوں کو ہلکی مشین گن، مارٹر، ٹینک شکن گن اور وائرلیس سے متعلق آلات کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ ٹریننگ کے دوران یا حالتِ جنگ میں ان مجاہدوں کو باقاعدہ فوج کی طرح تنخواہ، مفت راشن، رہائش اور علاج معالجہ کی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اس دوران مفت وردی اور دیگر ضروری سامان مفت فراہم کیا جاتا ہے۔ انھیں کھانا پکانے کے برتن، کیمپ لگانے یا مورچہ کھودنے کے آلات خیمے اور ان کا متعلق سامان بھی مفت فراہم کیا جاتا ہے۔

فوجی تربیت یا حالتِ جنگ ختم ہوتے ہی سرکاری، نیم سرکاری یا دیگر کسی بھی محکمے کے افراد کو واپس اُن کی ڈیوٹی پر بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں ان کی سول سروس برقرار رہتی ہے۔ وہ ادارے انھیں ان کے سابقہ کام پر لینے، سالانہ چھٹی، الاؤنس اور دیگر ملازمت کے فوائد دینے کے آئینی طور پر پابند ہوتے ہیں۔ جنگ کی طوالت کے پیش نظر مجاہد فورس کو دفاعی خدمات پر مامور رکھا جاتا ہے۔ اگر جنگ کا دورانیہ ۶ ماہ سے بڑھ جائے تو ہر مجاہد کو چھ ماہ کے بعد ایک ماہ کی رخصت مع تنخواہ اور فری ریلوے وو چر دی جاتی ہے اور اگر سال بھر رہنا پڑے تو دو ماہ کی تنخواہ کے ساتھ دو ماہ کی رخصت بھی دی جاتی ہے اور دیگر سہولتیں بھی باقاعدہ فوج کی طرح حاصل ہوتی ہیں۔

تعلیم یافتہ مجاہدوں کو فوج کی طرح عہدوں سے نوازا جاتا ہے۔ دو ماہ کی ٹریننگ کے بعد کم از کم ایف۔ اے یا اس سے زیادہ پڑھے لکھے باصلاحیت مجاہدوں کو جن میں قائدانہ صلاحیتیں موجود ہوں آرمی کے ایک مقررہ بورڈ کے ذریعے جس کا چیئر مین کم از کم بریگیڈیئر ہوتا ہے، سیکنڈ لیفٹیننٹ کا عہدہ دینے کے لیے صدر پاکستان کی منظوری حاصل کی جاتی ہے۔ ان کے بیج بھی باقاعدہ آرمی افسروں کی طرح ہوتے ہیں اور انھیں بھی ان کی طرح جملہ اعزازات حاصل ہوتے ہیں۔ نیز وہ میجر کے عہدے تک ترقی پانے کے حق دار تسلیم کیے جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں جنگ و جدل کا دائرہ محدود نہیں رہا بلکہ یہ سرحدوں سے نکل کر شہروں قصبوں اور دیہاتوں تک آپہنچا ہے۔ اس طرح پورا ملک محاذ جنگ بن جاتا ہے۔ ہمارا پڑوسی ملک تخریب کاری، خودکش حملوں اور دہشت گردی کے مختلف حربوں سے ہمارے داخلی محاذ کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اقوام متحدہ میں بھارتی جارحیت کے وہ تمام شواہد پیش کر دیے ہیں جن میں بھارتی تخریب کاری کے عوامل شامل ہیں۔ دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ ۱۹۷۱ء میں بھارت نے اپنی ایک ڈویژن چھاتہ بردار فوج مشرقی پاکستان میں اُتر کر ہماری خودمختاری پر کاری ضرب لگائی تھی۔ مشرقی

Marfat.com

پاکستان بھارتی مداخلت سے ہمارا ملک دولخت ہو چکا ہے۔ آج بھی دشمن بری، بحری اور فضائی راستوں سے حملہ کرنے کے طریقے سوچتا رہتا ہے۔

اس کے چھاتہ بردار تربیت یافتہ فوجی پیراشوٹ کے ذریعے شہری یا دیہاتی علاقوں میں اُتر کر ذرائع آمدورفت مثلاً ریلوے لائن' پل' بند یا دیگر اہم مواصلاتی تنصیبات، ریڈیو سٹیشن ٹی وی سٹیشن وغیرہ کو اپنی تخریبی کارروائیاں کر کے ملکی دفاع وسلامتی کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ اس وقت باقاعدہ فوج (ریگولر آرمی) محاذ جنگ پر دشمن سے نبرد آزما ہوتی ہے۔ اس لیے ملک کے تمام شہریوں خصوصاً نوجوانوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان چھاتہ بردار خفیہ فوجیوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے اُن کا مقابلہ کریں۔ ہندوستان میں اپنا مال واسباب، جان و مال قربان کرنے والے مہاجرین نے مجاہد فورس کو مستحکم بنانے میں جس جذبے کا اظہار کیا وہ قابلِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے۔ مواخات اور میثاقِ مدینہ ایسے معاہدے بھی مجاہد فورس کے مقاصد کے آئینہ دار ہیں۔

دسمبر ۱۹۹۰ء میں کشمیر کے ایک سیکٹر پر بھارتی فوج کے ایک بریگیڈ نے حملہ کر دیا۔ سیکٹر پر تعینات مجاہد بٹالین نے بھارت کا حملہ نہ صرف پسپا کر دیا بل کہ اُن کے بریگیڈ کمانڈر اور کرنل کو واصل جہنم کیا۔ پاکستان کے چیف آف دی آرمی سٹاف مرزا اسلم بیگ جہاں بھی گئے۔ اُنھوں نے مجاہد بٹالین کے جذبے کو قابلِ تقلید قرار دیا۔ المختصر مجاہد فورس، فوج ہی کا حصہ ہے جسے سرحدوں کی ہنگامی صورتِ حال میں دفاع کے لیے بلایا جاتا ہے اس کی بھرتی کے لیے کسی بھی چھاؤنی میں موجود مجاہد ٹریننگ بٹالین سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تاریخ اسلام کے مجاہدین کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے مجاہد فورس ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو ملکی دفاع میں شمولیت کا موقع فراہم کرتا ہے۔ پاکستان میں بے روزگاری عام ہے۔ مجاہد فورس میں ایسے جوان بھی شامل ہو سکتے ہیں جو فکرِ معاش کے لیے سرگرداں ہیں۔ سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان کا استحکام ایسے ہی مجاہدین کا رہینِ منت ہے جو اپنے دیگر فرائض کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجی تربیت حاصل کریں نیز بوقت ضرورت کسی لالچ کے بغیر دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

ہم وہ پتھر ہیں جسے دشمن ہلا سکتے نہیں
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں

☆-☆-☆

Marfat.com

جانباز فورس

۱۹۷۳ء کے آئین میں داخلی دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے نیشنل گارڈز ایکٹ معرضِ وجود میں آیا۔ مجاہد فورس، جانباز فورس، این سی سی اور ویمن گارڈز کے تحت فوجی تربیت دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ''نیشنل گارڈز'' مضمون میں ان شعبہ جات کا مختصر تعارف کروا دیا گیا ہے۔ مجاہد فورس فوج کے شانہ بشانہ دوسری دفاعی لائن ہے۔ حالتِ جنگ میں تربیت یافتہ مجاہد فورس محاذ جنگ تک اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ہر بڑے شہر میں ایئر فورس، پاک فوج اور سرکاری و نیم سرکاری اہم تنصیبات کے تحفظ کے لیے جانباز فورس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ حکومت نے جانباز فورس کو دفاعی خدمات کے علاوہ ہنگامی حالات اور الیکشن وغیرہ کے لیے بھی منتخب کر رکھا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو (۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۵ جولائی ۱۹۷۷ء) برسر اقتدار رہے۔ اُنھوں نے اپنے عہد میں منعقدہ الیکشن میں پہلی مرتبہ جانباز فورس کو خدمات کے لیے تعینات کیا۔ فوج کے ساتھ ساتھ جانباز فورس سول انتظامیہ کی مدد میں پیش پیش رہی۔ جانباز فوس دوسری دفاعی لائن ہے جو تنظیمِ شہری دفاع سے زیادہ فعال ہے۔ جانبازوں کو فوج کی پوری سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ مختلف ٹریننگ ٹیمیں اپنے کمانڈنگ آفیسر (کیپٹن، میجر یا کرنل) کی سرپرستی میں جانبازوں کو فوجی تربیت دیتی ہیں۔ ۱۸ سال سے ۵۰ سال تک کے پاکستانی جانباز فورس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ نیشنل گارڈز کے زیرِ نگرانی این سی سی اور ویمن گارڈز کو ۱۹۹۹ء میں ختم کر دیا گیا تھا لیکن جانباز فورس اپنے نامساعد حالات کے باوجود ابھی برسرِ عمل ہے۔ اگست ۱۹۷۳ء کو جانباز فورس کی تربیت کا آغاز ہوا۔ اس کا مقصد جوانوں کو نظم وضبط کے ساتھ داخلی محاذ کے لیے تیار کرنا ہے۔ چھوٹے ہتھیار یعنی رائفل، بینٹ فائٹنگ (رائفل کی دوبدو لڑائی)، لائٹ مشین گن، گرنیڈ، طبی امداد، میدان کاری، چھاتہ بردار دشمن کا مقابلہ اور لوگوں میں جذبہ حُب الوطنی اُجاگر کرنا جانباز فورس کے اہم ترین مقاصد ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جانباز فورس کی اہمت میں اضافہ ہوتا گیا۔ طیارہ شکن توپ کمپنی بھی تیار کر لی گئی۔ طیارہ شکن توپ کے تربیت یافتہ جوان عملی فائرنگ کے لیے پاکستان مختلف علاقہ جات سے ڈیرہ غازی خاں

Marfat.com

کے دائیں جانب 'کھدائی بنگلہ' رینج تک پہنچ جاتے۔ اُن کا یہ جوش وجنون یقیناً دفاعِ وطن کے لیے سودمند ثابت ہوسکتا ہے۔ اجتماعی جدوجہد، کام کرنے کی لگن اور دشمن کے خلاف نبرد آزما ہونے کا جذبہ جانبازوں کا عہد ہے۔ ۱۴۰ ایم ایم توپ کی عملی تربیت میں جانباز اپنے سامنے فضاء میں اُڑتے جہاز کے پیچھے سلیب کو نشانہ بناتے تو نعرۂ تکبیر بلند ہو جاتا۔ سول انتظامیہ کی مدد میں جانباز اُسی طرح ڈیوٹی انجام دیتے ہیں جس طرح ریگولر فوج کے جوان اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے ہیں۔ کمپنی کمانڈر کے عہدے تک تربیت یافتہ جانباز کو کئی امتحانات، تجربات اور تربیتی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ویپن کورس (ہتھیاروں کی تربیت)، وار کورس اور خصوصی طور پر قوتِ فیصلہ کی جانچ پڑتال کے بعد جانبازوں کو کمیشن دیا جاتا ہے۔ شہریوں میں اس قسم کی قائدانہ خوبیاں اُجاگر کرنے کے لیے یہ تربیت سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ سول ڈیفنس اور جانباز فورس میں سب سے بڑا فرق ہتھیاروں کی تربیت کا ہے۔ چوں کہ شہری دفاع اُس طرح باضابطہ نہیں جس طرح جانباز فورس اس لیے شہری دفاع کے رضا کاروں کو ہتھیاروں سے دور رکھا جاتا ہے۔ المختصر جانباز فورس ایک ایسی دفاعی لائن ہے جو شہروں میں مسلح ہو کر اہم مقامات کا دفاع کرنے میں بھرپور معاونت کرسکتی ہے۔

الحمدللہ: راقم الحروف (ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم) کو ۱۶ مارچ ۱۹۷۴ء میں جانباز فورس کی تربیت حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ JF9132023 نمبر کے تحت جانباز فورس 255 ٹریننگ ٹیم کے زیر اہتمام پاسنگ آؤٹ پریڈ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۴ء پایہ تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی۔ نائب صوبیدار، کیپٹن اور میجر کے عہدوں کے علاوہ بٹالین کمانڈر، نمبرون بٹالین سرگودھا کی قیادت کا شرف حاصل رہا۔ حدِ عمر کی وجہ سے ۲، اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جانباز فورس سے جدائی حاصل کر لی۔ اس تربیت نے وقت، وعدے کی پابندی کے ساتھ ساتھ نظم وضبط کی لازوال نعمت عطا کی۔

۱۹۷۴ء میں جانباز فورس کی ٹریننگ کا دورانیہ ۲ گھنٹے ہوا کرتا تھا۔ اعزازیہ ۲۰ روپے جب کہ سائیکل الاؤنس ۱۰ روپے ملتا تھا۔ فائرنگ رینج پر عملی تربیت لازمی تھی۔ پاسنگ آؤٹ پریڈ پر اسناد دی جاتی تھیں۔ ہر سال ریفریشر کورس کا اہتمام بھی ہوتا۔ پاکستان ایئر فورس اور کمانڈز کے تعاون سے پوری بٹالین کو پی اے ایف کے دفاع کی تربیت دی جاتی۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ ہزاروں روپیہ اعزازیہ ملتا ہے۔ تنظیمی ڈھانچے میں بھی تبدیلی آچکی ہے۔

حالات یا ڈھانچہ کچھ بھی ہو جانباز فورس ملکی دفاع میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ حکومت کو چاہیے

Marfat.com

کہ وہ اس پر خصوصی توجہ کرے۔ جانباز فورس میں شامل عام شہریوں کے علاوہ مختلف محکمہ جات کے سرکاری ملازمین باہمی اتحاد سے ارضِ وطن کے تحفظ کے لیے بہت سودمند ثابت ہوسکتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک سائیکل پر کپڑا فروخت کرنے والے جانباز سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ جانباز ٹریننگ پر آتے ہوئے اپنی روزی چھوڑنے کا دکھ محسوس کرتا ہے؟ اس عام شہری نے ایک تاریخی جواب دیا "یہ پاکستان ہے تو میں یہاں سائیکل پر کپڑا بیچتا ہوں اگر خدانخواستہ یہ نہ ہو تو کس کی غلامی کروں گا۔" ایسا ذہن رکھنے والے شہری ہمارے سر کا تاج ہیں۔

جانباز فورس چوں کہ فوج کے زیرِ نگرانی اپنا فریضہ انجام دیتی ہے اس لیے اس کا نظم و ضبط مثالی ہوتا ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں مجھے ۲۵۵ ٹریننگ ٹیم کے جوانوں سے گفتگو کا موقع ملا تو اُن کا اعزازیہ اور سہولتوں کی فراوانی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ہر چند حکومت یہ کام نہ مساعد حالات میں انجام دے رہی ہے تاہم توقع کی جاتی ہے کہ جانباز فورس کے یہ تربیت یافتہ جوان اُسی جذبے سے کام کریں گے جس جذبے سے مسلمان مجاہدین اپنا فرض ادا کرتے تھے۔ غزوات و سرایا میں تمام مجاہدین میدانِ جنگ میں شامل نہیں ہوا کرتے تھے کچھ مجاہدین کے گھروں کی حفاظت، خواتین اور بچوں کی دیکھ بھال پر مامور کیے جاتے تھے۔ جانباز فورس کے جوان بھی ریاستِ مدینہ کے جوانوں کی طرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بقاء و سلامتی کا فریضہ انجام دیں گے۔

ہمارے وطنِ عزیز کے نوجوانوں نے کبھی بھی ملک کی سالمیت اور تحفظ کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہے جب کہ زمانۂ جنگ میں نوجوان طبقہ نے اپنی مسلح افواج کے افراد کے شانہ بشانہ کام انجام دیے ہیں لیکن اگر اس عظیم افرادی قوت کو منظم اور تربیت یافتہ بنا دیا جائے تو اس بات کے نتائج اس سے کہیں مختلف اور زیادہ فائدہ مند ہوسکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ سرگودھا میں جانباز فورس کی تربیت جنوری ۱۹۷۴ء میں شروع کی گئی اور جنوری ۱۹۷۶ء میں سرگودھا میں جانباز فورس کی ایک تربیت یافتہ بٹالین مکمل ہوگئی۔ اس بٹالین میں چھ تربیت یافتہ جانباز کمپنیاں شامل ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل نیشنل گارڈز میجر جنرل ایم ممتاز خان اور صوبائی وزیر تعمیرات بریگیڈیئر (ر) صاحب داد خان نے پاسنگ آؤٹ کی سلامیاں لیں۔ سرگودھا سیکٹر کے سب سے پہلے سیکٹر کمانڈر بریگیڈیئر محمد اسحاق تھے۔ میجر جنرل ایم ممتاز خان نے ملک بھر میں نیشنل گارڈز کو فعال بنانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔

☆-☆-☆

Marfat.com

ریسکیو 1122

قیامِ پاکستان کے بعد آتش زدگی اور ملبہ میں دبے متاثرین کی مدد کے لیے فائر بریگیڈ اور سول ڈیفنس کے شعبۂ ریسکیو کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ دونوں شعبہ جات نامساعد حالات میں عمارات کے انہدام کے بعد ملبہ تلے دبے احباب کو نکالنے کا فریضہ انجام دیتے۔ آگ بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ بلدیاتی اداروں کے تحت کام کرتے رہے۔ ایک مدت گزرنے کے باوجود فائر بریگیڈ اپنے پرانے ساز و سامان کے ساتھ شعلوں سے زور آزمائی کر رہا ہے۔ پاکستان کی ترقی کے ساتھ ساتھ آتش زدگی کے واقعات میں بھی بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ معمولی غلطی سے بہت سا مالی، جانی نقصان ہو جاتا ہے۔ بڑے شہروں کی آگ بھی بڑی نوعیت ہوتی ہے۔ کئی فیکٹریاں آگ کے شعلوں کی وجہ سے آج عالمِ وجود میں ہی نہیں ہیں۔ کئی مقامات پر آگ لگتی ہے، کہیں آگ بھڑکتی ہے تو کہیں آگ لگائی جاتی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے بھتہ خوروں نے آگ لگا کر اپنے انتقام پورا کیا ہے۔

دفاعِ پاکستان میں اس بات کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اگر دشمن کے پھینکے ہوئے گولوں، فائرنگ یا آتش بم سے آگ بھڑک اُٹھے تو اُس پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے۔ آتش زدگی کے خلاف شعور بیدار کرنے کے لیے تمام تعلیمی اداروں میں معلوماتی لیکچرز کا اہتمام ہونا چاہیے۔ سول ڈیفنس اور فائر بریگیڈ کے علاوہ ۲۰۰۴ء میں ڈاکٹر رضوان نصیر نے بحیثیت ڈائریکٹر جنرل ریسکیو 1122 پاکستان لاہور میں ایمرجنسی سروس کا آغاز کیا۔ ۲۰۰۶ء میں حکومتِ پنجاب نے ریسکیو 1122 کو ایمرجنسی سروس ایکٹ میں شامل کر لیا۔ اس وقت ملک بھر میں ریسکیو 1122 کی امدادی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ ریسکیو 1122 کی فوری طبی امداد کا شعبہ دکھی انسانیت کی دعائیں لے رہا ہے۔ ٹریفک حادثات کے بعد مریضوں کو اسپتال تک پہنچانے کے لیے یہ مؤثر ترین ادارہ ہے۔ گورنمنٹ ہسپتالوں اور پرائیویٹ ایمبولینسز کے کرایہ جات کے مقابلے میں ریسکیو اپنی مدد آپ کے تحت مقامی اسپتالوں تک مفت سروس مہیا کر رہا ہے۔

آگ بجھانے، دہشت گردی سانحات اور دیگر خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے ریسکیو

Marfat.com

1122 نے اپنی خدمات کا جال بچھا دیا ہے۔ایک مختصر سی کال پر ریسکیو عملہ آپ کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔دورانِ جنگ دشمن کے ہوائی حملوں کے نتیجہ میں عمارات کو نقصان پہنچتا ہے۔دشمن آتش گیر مادہ پھینک کر اپنے عزائم پورے کرتا ہے۔ ملبہ میں دبے افراد کو ریسکیو کرنا اور فوری طبی امداد پہنچانا اہم ہوتا ہے۔اس ضمن میں ریسکیو 1122 کا دائرہ کار مزید وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔پاکستان دہشت گردی کے حصار میں آچکا ہے۔آئے دن کوئی نہ کوئی بم دھماکہ بہت سے انسانوں کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔پشاور، لاہور، کراچی، راولپنڈی، کوئٹہ اور دیگر کئی شہروں میں رونما ہونے والے حادثات اور سانحات میں ریسکیو نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

محرم الحرام، عید میلاد النبی ﷺ اور دیگر جلسے جلسوں میں بھی ریسکیو 1122 کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ریسکیو 1122 میں فرض شناس اور سرفروش مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ایمرجنسی شعور بے دار کرنے کے لیے کئی تجربہ کار خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔المختصر حادثہ کسی نوعیت کا بھی ہو مذکورہ ادارہ نے اُس میں اپنی کارگزاری سے عوام الناس کے دلوں میں گھر پیدا کیا ہے۔

دورانِ جنگ فوری طبی امداد بہم پہنچانا بہت اہم تصور کیا جاتا ہے۔سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام غزوات و سرایا میں اس امر کو بہت اہمیت دی۔کئی غزوات میں تو خواتین نے بھی مجاہدین کی مرہم پٹی اور دیگر طبی سہولیات پہنچانے کا اہتمام کیا۔معرکہ اُحد میں تیر اندازوں کی غلطی سے جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اُس کے بعد بہت سے اسلامی لشکر کے مجاہدین زخمی ہوئے حتیٰ کہ اسلامی فوج کے کمانڈر ان چیف، محمد عربی ﷺ کے جسمِ اقدس پر زخم آئے۔کمانڈ پوسٹ کے قریب ہی طبی امداد کا بندوبست موجود تھا۔اِسی سوچ کی وجہ سے جنگ میں فوری طبی امداد کا تصور اُبھرا۔

قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہوں کہ پاکستان ایک عرصہ سے حالتِ جنگ میں ہے۔ہمارا دشمن ہر طرح سے ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔پوری قوم کو دشمن کے عزائم خاک میں ملانے کے لیے دفاع میں شامل ہونا چاہیے۔ریسکیو، آتش زدگی اور فوری طبی امداد کی تربیت ہمارے نظامِ تعلیم اور روزمرہ زندگی میں لازمی ہونا چاہیے۔ہمارا قومی وتیرہ یہ بن چکا ہے کہ ہم خطرے کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔زندہ قومیں زمانۂ امن میں جنگ کی تیاری کرتی ہیں۔اگر ہم پاکستان میں امن چاہتے ہیں تو ہمیں جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔دفاعِ وطن کی تمام تر ذمہ داری فوج پر ڈال دینا عقل مندی نہیں ہے۔ہر پاکستانی کو اپنا فرضِ عین سمجھ کر حتی المقدور اس میں حصہ ادا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

دفاعِ وطن کے تقاضے اور خواتین

ہماری معاشرتی زندگی میں خواتین اٹل حقیقت ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد نسلِ انسانی کے ارتقاء کے لیے عورت کو تخلیق کیا۔ عورت کا ہر روپ اہمیت کا حامل ہے ماں، بیٹی ،بہن اور شریکِ سفر۔ عورت ہی نے دنیا کو رعنائی عطاء کی۔ اسلام نے عورت کو اہم منصب عطاء فرمایا۔ قبل از اسلام عورت کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ عورت مظلومیت کی داستان تھی اُسے حقارت ونفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ اہلِ عرب تو اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اُنھیں عورت کی جوانی ناپسند تھی۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے فرمایا:

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف و شماتت سے بے رحم مادر

پھرے دیکھتی جب شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی اس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

اگر ہم عمیق نظری سے عورت کی عظمت کا ادراک کریں تو عورت انسانیت کی معراج ہے، عورت انسانیت کی غیرت ہے، یہی عورت جب ماں بنتی ہے تو جنت اُس کے قدموں میں سمٹ آتی ہے۔ اس کائناتِ ہست وبود میں حسن، رونق، چمک دمک اور چہل پہل عورت ہی کے دم سے ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اشاعتِ اسلام میں تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ خواتین شانہ بشانہ کام کرتی رہیں۔ ازواجِ

Marfat.com

مطہرات ؓ نے ترویج اسلام کے لیے جو کارنامے انجام دیے وہ اسلامی تاریخ میں سنہری حروف سے رقم ہیں۔ آپ ﷺ کی دخترِ نیک اختر حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ کو اپنی لختِ جگر سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ ﷺ کسی بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے اپنی (ﷺ) بیٹی ؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور اکثر فرماتے جو میری (ﷺ) بیٹی کو دکھ پہنچائے گا، وہ مجھے (ﷺ) تکلیف دے گا اور جو اُسے ؓ خوش رکھے گا، وہ مجھے (ﷺ) خوش رکھے گا۔ وہ ماں کتنی عظیم ہے جس کی گود میں حضرت امام حسن ؓ و حسین ؓ پروان چڑھے۔ شہید انسانیت حضرت امام حسین ؓ کی ماں ہونے سے بڑا کیا اعزاز ہو سکتا ہے؟ پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچانے کے راستے میں کفارِ مکہ حائل ہوئے۔ اس ضمن ؓ ... وات وسرایا کی نوبت بھی آئی۔ خواتین نے میدانِ جنگ میں پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے فرائض انجام دیے۔ حضرت صفیہ ؓ نے تو ایک کافر کا سر قلم کر کے مجاہدہ ہونے کا شرف حاصل کیا۔ صلاحیتوں کے اعتبار سے خواتین مردوں سے کم نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے عورت کی قدر و منزلت کے بارے میں کئی مقامات پر بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔

ریاستِ مدینہ کے استحکام میں خواتین کا گراں قدر حصہ ہے۔ عورت پردہ داری اور اسلامی اُصولوں کے مطابق میدانِ عمل میں اپنی خدمات انجام دے سکتی ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؔ نے فرمایا:

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اُس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

کسی بھی ریاست کا دفاع صرف مردوں کی ذمہ داری ہی نہیں ہے بل کہ خواتین بھی اُس دفاع کا حصہ ہیں۔ جیسا کہ تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ معرکۂ حق و باطل میں خواتین میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور دیگر معاملاتِ دفاع میں اسلامی اُصولوں کے مطابق خدمات انجام دیں۔ آج ۲۱ صدی میں خواتین کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو چکی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں خواتین نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا ہے۔ اب کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں خواتین شامل نہ ہوں۔ نرسنگ اور تعلیم کے شعبہ جات تو خواتین کی شرکت کے بغیر فعال نہیں ہو سکتے۔ دفاعی اعتبار سے اب خواتین پولیس، بحریہ فوج حتیٰ کہ ہوائی بازی میں بھی پیش پیش ہیں۔ مقابلے اور دیگر امتحانات میں خواتین نے کارہائے نمایاں انجام دے دیے ہیں۔ عالمی سطح پر پاکستان کی کئی خواتین نے مختلف شعبہ جات میں اتنی کامیابیاں حاصل کر لی ہیں کہ وہ نوبل پرائز تک رسائی کر چکی ہیں۔

اجتہاد کی روشنی میں اس بات سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ خواتین سے عسکری میدان میں بھی فائدہ

Marfat.com

اُٹھایا جاسکتا ہے۔ پاکستان کا قیام مرد وزن کی مشترکہ کاوشوں کا ثمر ہے۔ جس طرح اسلام کی سربلندی کے لیے خواتین نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ہجرت حبشہ اور ہجرتِ مدینہ میں خواتین برابر صعوبتیں برداشت کرتی رہیں۔ تحریکِ پاکستان میں بھی لاکھوں خواتین نے قربانیاں دیں۔ گھر کے گھر اُجڑ گئے۔ ماؤں کے سامنے بچے ذبح کیے گئے پھر کہیں جا کر ہم ہجرتِ مدینہ کے بعد ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرنے کی سنت ادا کر گئے۔ ہجرت سنتِ نبوی ﷺ ہے اور پاکستان کا قیام بھی ایک بہت بڑی ہجرت کا ثمر ہے۔

آج ہمارے ملک کے مختلف شعبہ جات میں خواتین خدمات انجام دے رہی ہیں۔ انھیں ملکی دفاع میں بھی عملی کردار ادا کرنے کے لیے فعال مواقع مہیا ہونے چاہییں۔ جنگ کے لیے ہر وقت تیار رہنا زندہ قوموں کی نشانی ہے۔ آج دنیا تیسری عالم گیر جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ خصوصی طور پر ہمارا ملک روس اور بھارت کی نظروں میں کھٹک رہا ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر خواتین کو پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

ہنگامی حالات میں خواتین دوسری دفاعی لائن کے ساتھ کام کر سکتی ہے۔ اس ضمن میں حکومت نے ملک کے تمام شہروں میں شہری دفاع کی تنظیم قائم کی ہے۔ ہر شہر میں سول ڈیفنس کے دفاتر موجود ہیں۔ جن کے زیرِ نگرانی خواتین انسٹرکٹر کام کر رہی ہیں۔ خواتین فوری طبی امداد کے اُصول سیکھ کر عملی طور پر ضرورت مند اور زخمی لوگوں کی خدمت کر سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں آگ بجھانے اور ریسکیو کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔

شہر میں دفاع کے ۲۱ دن کے تربیتی کورس میں خواتین بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔ ان کورسز میں مختلف بموں، ہتھیاروں اور جنگی چالوں نیز اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے بھی شامل ہیں۔ اگر ایک خاندان سے ایک خاتون بھی تربیت حاصل کر لے تو وہ پورے خاندان کو تربیت دے سکتی ہیں۔ شہری دفاع کی یہ تربیت حوصلہ اور نظم وضبط پیدا کرنے میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

تعلیم یافتہ خواتین ملکی دفاع میں مؤثر خدمات انجام دے سکتی ہیں اس ضمن میں افواہوں پر کنٹرول اور بزدلی کے جذبات پر قابو بہت ضروری ہے۔ گو عورتوں کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ راز نہیں رکھ سکتیں بل کہ اسے چھپانے کے لیے دوسروں کو دے دیتی ہیں لیکن پھر بھی تعلیم یافتہ خواتین اس قسم کی صورت حال پر قابو پا سکتی ہیں۔ فتح وشکست کا تعلق حوصلوں سے بہت زیادہ ہے۔ اگر شعور میں کامیابی کا جذبہ، حوصلے بلند، اور تربیت کی دولت پاس ہو تو دنیا کی کوئی قوم ہم پر حاوی نہیں ہو سکتی۔ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۹۹ء تک گرلز کالجوں میں ویمن گارڈز کی زیرِ سرپرستی طالبات کو فوجی تربیت دینے کا اہتمام اِسی مقصد کے لیے کیا گیا تھا کہ طالبات کو

Marfat.com

انفرادی اور اجتماعی دفاع کے لیے تیار کرلیا جائے۔ جوڈو کراٹے، جمناسٹک اور دیگر صحت مندانہ سرگرمیوں میں طلباء و طالبات نے جس بھرپور انداز میں حصہ لیا وہ بہت سود مند رہا تھا۔ آج موبائل اور انٹرنیٹ نے ان سرگرمیوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ ہماری ضرورت ہیں لیکن مجبوری نہیں ہیں۔ طالب علموں کو اور کچھ نہیں تو کم از کم شہری دفاع کی تربیت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ آپ کے قریبی کوئی نہ کوئی وارڈن پوسٹ ضرور ہوگی یا پھر ضلعی دفتر سول ڈیفنس سے رابطہ کر کے اس تربیت کے مراحل مکمل کیے جاسکتے ہیں۔ جس طرح پنجاب میں ''ایک کو ایک پڑھائے'' سکیم شروع ہوئی تھی، اسی طرح ''ایک کو ایک تربیت دے'' کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے۔ دہشت گردی ایسے لعنت سے بھی چھٹکارا پانے کے لیے یہی طرزِ عمل اپنانا پڑے گا۔

ایک وقت وہ تھا جب مسلمانانِ ہند کو ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ کے نام پر ایک ملک کی ضرورت تھی۔ ۲۰۱۵ء میں ایک ملک (پاکستان) ایک منظم اور متحد قوم کی تلاش میں ہے۔

آج کے اس پُر آشوب سائنسی دور میں جہاد بھی فوجی تربیت کے بغیر ناممکن ہے۔ اب وقت زبانی تقاریر یا وعظ کرنے کا نہیں۔ ہمارا ملک ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم وطن کی پکار بنیں۔ اس ضمن میں جہاں ہماری مسلح افواج سرحدوں کا دفاع کر رہی ہیں خواتین کو دوسری دفاعی لائن میں شامل ہو کر مردوں کے شانہ بشانہ دفاعِ وطن میں حصہ لینا چاہیے۔ لیاقت علی رعنا، بیگم لیاقت علی خان نے خواتین کی بہبود کے لیے ''اپواء تنظیم'' کا آغاز کیا۔ بعدازاں آرمی، ائیر فورس، بحریہ اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں خواتین کی لاتعداد تنظیمیں ملکی ترقی میں حصہ لے رہی ہیں۔ NGO's کا دائرہ کار تو بہت وسیع ہے۔ زیادہ تر NGO's خواتین کے زیر اثر کام کر رہی ہیں۔ اِن کی سرپرستی کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

مجاہدین اسلام کی زندگیاں آج کی خواتین کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ہمارے ملک کی خواتین کو چاہیے کہ وہ فضول خرچی سے پرہیز کریں۔ آرام و آسائش چھوڑ کر وطن کی خدمت کے لیے کچھ وقت نکالیں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو تاریخ ہمیشہ کے لیے ہمیں بھلا دے گی۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ خواتین عملی طور پر دفاعِ وطن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کا منظوم ہدیۂ تحسین:

یہ وطن کی بیٹیاں ان سے وطن کی آبرو
کارزارِ زندگی جن سے ہمیشہ سرخرو

Marfat.com

آسماں بھی کیوں نہ کھائے ان کی حرمت کی قسم
دل منزہ ہے ہمیشہ ہے آنکھ جن کی باوضو

آتش و آہن کی بوچھاروں میں بے خوف و خطر
یہ وطن کی بیٹیاں ہوں گی عدو کے روبرو

اب دفاعِ ملک کی خاطر قدم ان کے اُٹھے
ولولے پُر جوش، اِن کے اور تازہ ہے لہو

گامزن اسلاف کے نقشِ قدم پر ہو گئیں
موت کی راہوں پہ اِن کو زندگی کی جستجو

جذبۂ شوقِ شہادت گردلوں میں بس گیا
پرچم توحید لہرائے گا اِک دن چار سو

اِن کی عظمت کے تبسم آج بھی ہیں معترف
کیا جہانِ آب و گِل اور کیا جہانِ رنگ و بو

☆-☆-☆

Marfat.com

اسکاؤٹنگ

تعلیم تربیت کے بغیر بے سود ہے۔ عالم بے عمل اُس شجر کی مانند ہے جس پر پھل پھول نہیں لگتے۔ تعلیم کا مقصد ڈگری کا حصول نہیں بل کہ کردار سازی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس پر کوئی خرچ نہیں آتا۔ نیت کے بل بوتے پر ہم اچھے اخلاق کی دولت سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔ پاکستان کے دفاع کے استحکام میں تعلیمی ادارے نرسریوں کے مانند ہیں۔ ایک اچھی نرسری کو دیکھ کر خوش حال گلستاں کا خواب دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آج کے بچے کل کے ہواباز، جانباز، شہباز، تیراک، اچھے شہری اور اچھے انسان اُسی صورت میں بن سکتے ہیں جب اُن کی تربیت تعمیری بنیادوں پر کی جائے۔ فخرِ کائنات ﷺ بچپن ہی سے کائنات کی وسعتوں کو سمجھنے اور پرکھنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ کیوں، کیوں کر اور کیسے سوالات آپ ﷺ کے ذہن میں پروان چڑھتے تھے۔ ایک اچھے نونہال بچے کی بہترین خوبیوں میں یہ صفت بہت ضروری ہے۔

جس طرح شبانِ اسلام ﷺ نے اپنا بچپن اور لڑکپن گزارا، اِسی طرح آج کے بچوں کو اُسی سانچے میں ڈھالنے کے لیے سخت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لارڈ بیڈن پاول نے اسکاؤٹنگ تحریک کا آغاز کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ طالب علموں کو دورانِ تعلیم روزمرہ زندگی کی کاموں میں شامل کیا جائے تا کہ بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہو، وہ اپنا کام خود کرنے کے عادی ہو جائیں۔ اس بات کو پھیلانے کے لیے بوائے اسکاؤٹس، گرلز گائیڈ، بحری اسکاؤٹنگ، روورا سکاؤٹنگ، فضائی اسکاؤٹنگ بھی شروع کردی گئی۔ رابرٹ اسمتھ لارڈ بیڈن پاول نے ۱۹۰۷ء میں لندن سے اس تحریک کا آغاز کیا۔

حیران کن بات ہے کہ ہمارے مسلمان طالب علم لارڈ بیڈن پاؤل کو دنیا کا پہلا اسکاؤٹ قرار دیتے ہیں جب کہ سحابِ کرم، نبیٔ پاک ﷺ نے اپنا لڑکپن ضرورت مندوں کی خدمت میں گزارا۔ آپ ﷺ لوگوں کی بکریاں چراتے، بیواؤں کی خدمت کرتے، بکریوں کا دودھ دوہتے، حتیٰ کہ دور دراز سے ضرورت

Marfat.com

مندوں کو پانی فراہم کرتے۔ یہ نظریہ مغربی دنیا نے حاصل کر کے ۱۹۰۷ء میں تعلیمی اداروں کو منتقل کر دیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے درست فرمایا:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

تعلیمی اداروں میں خود انحصاری، نظم وضبط اور احترامِ انسانیت کے درس سے ہم دفاعی نرسری کو مستحکم بنا سکتے ہیں۔ عالمی سطح پر چوں کہ اسکاؤٹنگ بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ اس لیے اس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی ضرورت اور اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد چھوٹے بڑے اداروں کو فعال بنانے کے لیے کوششیں تیز سے تیز کی گئیں۔ لہٰذا اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناحؒ سے بھی رابطہ کیا گیا۔ اس ضمن میں یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو آل پاکستان بوائے اسکاوٹس کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح سے پاکستان کا چیف سکاؤٹ بننے کی درخواست کی۔ جسے انھوں نے ۱۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو منظور کر لیا اور ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو کراچی میں اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ ۲۲ دسمبر کو اپنے پیغام میں بابائے قوم نے کہا:

''سکاؤٹنگ نوجوان نسل کی جسمانی اور روحانی ترقی کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ یہ انھیں بہترین منظم، عمدہ اور اچھا شہری بناتی ہے۔ اگر ہمیں دنیا میں امن وآشتی کی ضرورت ہے تو ہمیں قوم کے ہر فرد کو اس وقت سے لینا چاہیے جب کہ وہ ابھی بچہ ہی ہو۔ اس کے دماغ پر اخلاق، خدمتِ خلق اور سچائی جیسے نقوش اُبھارنے کی سعی کرنی چاہیے۔ جو بعد میں تقسیم نہ سکیں۔ بین الاقوامی دوستی کے لیے سکاؤٹنگ تحریک نہایت ہی موزوں ہے۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں مزید آگے بڑھنے کی توفیق دے۔''

پاکستان کے پہلے نیشنل سیکرٹری ڈاکٹر جلال الدین شجاع ۱۹۴۷ء میں مقرر کیے گئے۔ پہلے چیف کمشنر فضل الرحمٰن تھے۔ رانا ارشاد علی صدیقی اسکاؤٹنگ کے حوالے سے محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ اُن کی سرپرستی میں اسکاؤٹنگ کی مقامی اور قومی تقریبات اور کیمپنگ میں شرکت کا بھرپور موقع ملا۔ گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج

Marfat.com

سرگودھا میں روورز سکاؤٹس کی سرگرمیوں کو فعال بنانے میں راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) اور پروفیسر جمیل اختر نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سکاؤٹس کی غیر معمولی دل چسپی کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر انھیں دفاعِ وطن میں شامل میں کیا جائے تو یہ نوجوان ہنگامی صورتِ حال میں بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

پاکستانی اسکاؤٹس نے عالمی سطح پر بہت سی کامیابیاں سمیٹ کر ملک کا نام روشن کیا۔ اسکاؤٹنگ کی اہمیت وافادیت سکول، گھر، محلہ سے عالمی سطح تک تسلیم کی جا چکی ہے۔ تعلیمی اداروں میں اسکاؤٹنگ ایسا فن ہے جس سے دوستوں کے ساتھ میل جول پیدا ہوتا ہے۔ گروہی سرگرمیوں میں اسکاؤٹنگ ایک مہم کی صورت سامنے آتی ہے۔ جس سے زندگی میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ سکول سطح پر اور پھر سکول اور گھر سے باہر کیمپ لگانے سے روزمرہ زندگی کے کاموں میں مدد ملتی ہے۔ آگ بجھانے، فوری طبی امداد، کھانے پکانے، اپنا کام خود کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مری ایسے علاقہ جات میں کیمپنگ کی وجہ سے ہائکنگ کے مواقع بھی ملتے ہیں۔ اسکاؤٹ سینے پر لگے بیجز سے اپنے سینئر جونیئر کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے۔ قائدانہ صلاحیتوں سے وہ معاشرے ایک بہترین فرد بن کر انسانیت کے کام آ سکتا ہے۔ معاشرہ افراد کا مجموعہ ہے۔ زندگی کا سب سے اہم حصہ لڑکپن ہے۔ ہمیں لڑکپن سے جوانی تک نوجوانوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت سے بہرہ ور کرنا چاہیے۔

جب کوئی اسکاؤٹ گھر سے باہر اپنے ماحول سے نکل کر، اپنے ہم عصروں کے ساتھ کام کرتا ہے تو وہ خدمت کے منصوبہ جات، تحریر و تقریر، میل جول نیز خوب سے خوب تر کی تلاش کا خوگر ہو جاتا ہے۔ جب اسکاؤٹ سکارف پہن کر خدمت انسانیت کا عہد کر لیتا ہے تو پھر پاکستانی اسکاؤٹ کو کئی ایک تصورات سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ یہ قائدانہ تحریک کسی طالب علم یا نوجوان کی زندگی میں کچھ اُصول لے آتی ہے۔

خوفِ خدا

اسکاؤٹ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس یونٹ میں داخل ہوتا ہے۔ نماز کی پابندی کو اپنا شعار بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا مسلمان اسکاؤٹ کسی سے نہیں ڈرتا۔ پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ وہی جذبہ رائج ہے جو مسلمان نوجوانوں میں اشاعتِ اسلام کے آغاز میں تھا۔ نبیٔ پاک ﷺ لڑکپن میں یہی دعوت دیتے تھے کہ نوجوان بے داغ جوانی کے ساتھ ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار ہو جائے۔

Marfat.com

خدمت

مسلمان کی زندگی اپنی ذات سے بالاتر ہو کر سوچنے سے عبارت ہے۔ محسنِ انسانیت ﷺ بچپن سے مسندِ نبوت تک اپنے اِردگرد بسنے والوں کی بے لوث خدمت انجام دیتے رہے۔ اگر آج اسکاؤٹ کو اُن سطور پر استوار کر کے کام لیا جائے تو خدمت کی اسلامی روح بے دار ہو سکتی ہے۔ اگر ہم مسلمان کی زندگی کا تجزیہ کریں تو پانچ فرض نمازوں پر ایک گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ میڈیکل کے مطابق چھ گھنٹے سونا صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس طرح دن کے ۱۷ گھنٹے حقوق العباد کے لیے وقف ہونے چاہییں۔ آج کی اسکاؤٹنگ میں یہ تعلیم ازبس ضروری ہے۔ اپنی ذات سے، اپنی اغراض سے، اپنی خواہشات سے، دوسروں کے لیے سوچنے والوں کے چہرے منور ہوتے ہیں اور وہ ایک پُر بہار اور پُر نکھار، شخصیت بن جاتے ہیں۔

شجاعت

اللہ کے حضور ایک سجدہ کرنے والا نوجوان کسی دوسرے کے سامنے سرنہیں جھکا سکتا۔ اسلامی تعلیمات کا یہ عمل کسی بھی نوجوان کو بے خوف، نڈر، بہادر اور جری بنا دیتا ہے۔ جب پانچ انگلیاں اکٹھی ہو جائیں تو ایک مُکا کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی طریقہ سے جب نوجوان مل جل کر کام کرتے ہیں تو اُن کی زندگی اجتماعی سوچ کی آئینہ دار بن جاتی ہے۔ آج کے اسکاؤٹنگ عہد میں بھی یہ بات شامل ہے کہ مصیبت میں مبتلا افراد کی مدد کرنا تمام اسکاؤٹوں کی مشترکہ عادت ہے۔ دنیا بھر کے تمام اسکاؤٹس خصوصی طور پر ہنگامی حالت میں اپنی جوانمردی، قربانیوں اور انسانی ہمدردیوں کے پیشِ نظر انسانوں جان و مال کو بچانے کی کوشش کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

بیرونی زندگی

انسان کی شخصیت معاشرے میں پروان چڑھتی ہے۔ گھر کی زندگی، سکول کی زندگی سے جب کیمپ کی زندگی کا تجربہ سامنے آتا ہے تو مل جل کر کام کرنے کا لطف ہی دوبالا ہو جاتا ہے۔ جب ایک اسکاؤٹ گھر سے باہر کیمپ لگاتا ہے تو سینہ پرونا، کھانا پینا اور برتنوں کے حسنِ ترتیب کے علاوہ کھانا پکانے کی تربیت بھی حاصل کر لیتا ہے۔ کھانا پکانے کے مختلف طریقوں سے گزر کر وہ گھریلو زندگی میں بھی طعام کے مختلف انداز سیکھ لیتا ہے۔ شادی شدہ زندگی میں اُسے اسکاؤٹنگ کی زندگی بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کیمپ فائر اسکاؤٹنگ کا

Marfat.com

اہم شعبہ ہے۔ آتش زدگی اور شعلوں سے نمٹنے کے لیے تربیت کا یہ مرحلہ بہت سود مند رہتا ہے۔ ارضی وسماوی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے گھر سے باہر کی یہ سرگرمیاں فائدہ مند ہیں۔ دفاعِ پاکستان کے لیے اسکاؤٹنگ کامیابی کی طرف ابتدائی اقدام ہیں۔

عالمی بھائی چارہ

اسلام عالمی امن کا داعی ہے۔ محسنِ انسانیت، محسنِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات پوری دنیا کے لیے ہیں۔ اگر اسکاؤٹنگ کو اخوت ومروت، امن وسلامتی، صبر وتحمل اور اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے کام میں لایا جائے تو اس سے کئی خاطر خواہ فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ تحصیل، ضلع، ڈویژن، صوبہ، ملک اور پھر عالمی سطح کے کیمپوں میں شرکت سے بھائی چارے کی فضاء کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ ۱۹۴۷ء کو ورلڈ اسکاؤٹ جمبوری فرانس کے موقع پر پہلی مرتبہ قریشی اقبال، آئی اے گردیزی، سرفراز رفیق، ڈبلیو ایم مارتر نے شرکت کی۔ ۱۶، اکتوبر ۱۹۴۷ء واپس آکر اس گروپ نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔ مسالک سے بالاتر ہوکر اسکاؤٹس کے اجتماعات اسلامی بھائی چارے کی فضاء قائم کرسکتے ہیں۔ یوں تو یہ عالمی تحریک ہے جس کا مقصد اسکاؤٹنگ کے دائرے میں رہ کر تربیت حاصل کرنا ہے۔ پاکستان چوں کہ ایک نظریاتی مملکت ہے اس لیے خواہ کوئی بھی شعبہ ہو ہمیں اپنے نظریۂ حیات اور نظریۂ پاکستان سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔

تربیت

تجربہ میرا اُستاد ہے اور ٹھوکریں میری تعلیم ہیں۔ ہر انسان زندگی سے تجربات کشید کرتا ہے۔ اچھا اسکاؤٹ وہ ہے جو دوسروں سے تجربات حاصل کرے۔ تربیت کے بغیر زندگی کا کوئی بھی شعبہ مکمل نہیں ہے۔ بغیر فوجی تربیت کے تو آج جہاد بھی مشکل لگتا ہے۔ اسکاؤٹنگ تحریک تجربات فراہم کرتی ہے۔ مختلف گروہی ملاقاتوں میں کئی معاشرتی پہلوؤں پر گفت وشنید سے ہم اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھا سکتے ہیں۔ اسکاؤٹنگ کی تربیت کو مزید مؤثر بنانے کے لیے ہمیں اسلام کا معاشرتی، اخلاقی اور دفاعی انداز اس تربیت میں شامل کرنا ہوگا۔

بین الاقوامیت

اسکاؤٹ تحریک سے عوام اور اقوام کے مابین مضبوط، مستحکم اور خیر سگالی کے تعلقات فروغ پاتے ہیں۔ باہمی رابطہ اور دوستانہ ماحول سے فلاحِ انسانیت کی راہ نکلتی ہے۔ محسنِ کائنات ﷺ کی تعلیمات کو اپنا

Marfat.com

کہ آج پوری انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لیے خود کو اس تحریک کی وساطت سے پیش کر سکتے ہیں۔ جس نے ایک انسان کی جان بچائی، اس نے پوری انسانیت کا تحفظ کر لیا۔ ایک مسلمان نوجوان سب کے لیے سوچتا ہے۔ یہ انفرادی سوچ جب اجتماعی سوچ کا روپ دھاتی ہے تو پوری انسانیت کو اپنی محبت کے سائبان تلے لے آتی ہے۔

معمارِ قوم

قومی تعمیر میں ہر شخص، ہر ملک کے لیے ایک اینٹ کی مانند ہوتا ہے۔ جس طرح قطرہ قطرہ سمندر بنتے ہیں ہر فردِ ملت کا ستارہ ثابت ہوتا ہے، اِسی طرح ہر اسکاؤٹ اپنے دائرہ کار میں رہ کر جب قومی خدمت انجام دیتا ہے تو ایک اُستاد کی طرح معمارِ قوم بن جاتا ہے۔ قومی ترقی میں ایک اسکاؤٹ کا کردار آہستہ آہستہ اجتماعیت کا حصہ بنتا ہے۔ گروپ کی صورت میں کام سیکھ کر اُس میں قائدانہ خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آج پاکستان میں مفاد پرستی کی جنگ کے خاتمہ کے لیے اسکاؤٹنگ اور سپورٹس مین شپ بہت ضروری ہے۔

کھیل

زندگی کھیل نہیں ہے۔ زندگی جہدِ مسلسل ہے۔ بہترین ذہن کے لیے توانا جسم کی ضرورت ہے۔ توانا جسم ورزش سے حاصل ہوتا ہے۔ ورزش کے لیے کھیلوں کی ضرورت ازبس ضروری ہے۔ اسکاؤٹنگ کی کیمپنگ میں حسنِ قرأت وحسن نعت، تحریر وتقریر، حسنِ تغزل اور حسنِ صحت کے مقابلہ جات سے سبقت لے جانے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ اسکاؤٹنگ میں آؤٹ ڈور گیمز کے علاوہ اِن ڈور گیمز کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ نبی پاک ﷺ لڑکپن اور جوانی میں رسہ کشی، تیراندازی، نیزہ بازی، شمشیرزنی، کشتی، گھڑسواری، سپہ گری، ایسے کھیلوں میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ انفرادی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے اپنے ہم عصر نوجوانوں کو بھی اس تربیت کی دعوت دی۔ اسلامی سلطنت کے دفاع کے لیے یہ تربیت سنگِ میل ثابت ہوئی۔ اگر آج دکھاوے کے بجائے اسلامی روح کھیلوں میں شامل کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ اسکاؤٹنگ کے تربیتی نصاب کو دفاعی انداز میں بدلنے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستانی قوم کا بچہ بچہ پیدائشی مجاہد بن جائے۔ پاکستانی اسکاؤٹنگ کا نصاب اس انداز سے مرتب کیا جائے کہ یہ اشاعتِ اسلام، عالمی امن اور دفاعِ پاکستان کو تاجدارِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی منور کردہ شمع کے گرد روشنی بکھیرتا رہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

پاکستان گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن

ہماری معاشرتی زندگی میں خواتین کی خدمات کو کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام کی سربلندی میں خواتین نے مسلمان مجاہدین کے شانہ بشانہ کام کیا۔ کائنات کا صحیفۂ جمال عورت ہی سے قائم دائم ہے۔ جس طرح چاند حسنِ مجسم ہے اور اُسے زیور پہننے کی ضرورت نہیں اسی طرح عورت اپنے کردار و عمل سے حسن کا ایسا پیکر ہے جو بغیر کسی فوج کے حکمرانی کرنے کا طریقہ جانتی ہے۔ مغربی قوتوں نے عورت کو چراغِ خانہ سے چراغِ محفل بنادیا لیکن اسلام شروع سے آج تک عورت کی عظمت کا اعتراف کرتا چلا آرہا ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے سب سے پہلے عورت کو آزادی کے تصور سے روشناس کروایا۔ آزادی عورت کا حق ہے۔ اس میں اُس کی کچھ حدود و قیود ہیں۔ تربیت کا جو انداز دافعِ جیوشِ اصنام، رشکِ مسیح و کلیم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنایا، وہ تاحشر قابلِ تقلید ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے اپنی دخترِ نیک اختر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی تربیت کو قابلِ مثال بنایا کہ جن کی گود میں حسنین کریمینؓ نے تربیت حاصل کی۔ اس طرح اسلام کی ترویج میں خواتین اور بچیوں کی قربانی کو کسی طور فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

O اسکاؤٹنگ کے شعبہ میں طالبات کے لیے گرل گائیڈ کا سلسلہ بھی اسکاؤٹنگ کے ساتھ ہی شروع ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ''پاکستان گرلز گائیڈ'' نے ایک بڑے اجتماع کا اہتمام کیا۔

پاکستان گرلز گائیڈ تحریک کا آغاز ۲۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کے اس اجلاس سے ہوا جو مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح نے گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں طلب کیا تھا اور جس میں مشرقی پاکستان سمیت پاکستان کے پانچوں صوبوں کی گرلز گائیڈ تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ محترمہ فاطمہ جناح گرلز گائیڈ تحریک کی سرپرست اور بیگم جی اے خاں چیف کمشنر مقرر ہوئیں۔ ۱۹۴۸ء میں گرلز گائیڈ اور گرلز سکاؤٹس کی بارہویں عالمی کانفرنس منعقدہ پرنس ٹاؤن امریکہ میں پاکستان گرلز گائیڈ تحریک کو ورلڈ گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن کا رکن تسلیم کرلیا گیا۔ ۷، اکتوبر ۱۹۵۷ء کو پاکستان گرلز گائیڈز کی لاہور میں ریلی منعقد ہوئی اس میں پاکستان کی تقریباً ایک ہزار گائیڈ نے حصہ لیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں جنگ سے متاثرہ علاقوں میں گرلز گائیڈ کی شاخوں نے اہم تعمیری خدمات انجام دیں اور گھر گھر جاکر متاثرہ لوگوں کی معاونت کی۔

Marfat.com

مرے وطن کا مان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

مرے وطن کی شان ہیں، مرے وطن کی بیٹیاں
مرے وطن کی آن ہیں، مرے وطن کی بیٹیاں

برائے ملک و قوم ہیں وہ گامزن کچھ اس طرح
وطن کی جسم جان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

ہواؤں میں دلیر ہیں زمین پر بھی شیر ہیں
کہ سیکھتی اڑان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

بہار ملک و قوم میں وہ پھول سے حسین ہیں
مرے وطن کا مان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

یہ خادمانِ قوم ہیں مجاہدوں کے ساتھ ساتھ
وطن کی آن بان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

مجاہدہ یہ بن رہی ہیں مشرقی لباس میں
حیا کا اِک نشان ہیں مرے وطن کی بیٹیاں

Marfat.com

موٹروے اور قومی دفاع

الحمدللہ! راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کو کئی دیگر قومی تقریبات کی کمپیئرنگ کے ساتھ موٹروے کے سنگِ بنیاد کی تقریب میں بطور اسٹیج سیکرٹری شرکت کا موقع ملا۔ موٹروے کی سنگِ بنیاد کی یوں تو کئی تقریبات ہوئیں لیکن مرکزی تقریب کوٹ مومن انٹرچینج کے قریب واقع ہوئی۔ مہمان خصوصی وزیرِ اعظم پاکستان میاں نواز شریف تھے اُن کے ہمراہ غلام حیدر وائیں وزیرِ اعلیٰ پنجاب، انور علی چیمہ (ممبر قومی اسمبلی)، چوہدری نذیر احمد (چیئرمین)، مناظر علی رانجھا بھی سٹیج کی زینت تھے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۹۲ء دوپہر ۱ بجے کوٹ مومن میں تقریب منعقد ہوئی۔ موٹروے ہماری قومی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ میاں نواز شریف نے اپنے خطاب میں اس بات پر روشنی ڈالی کہ پاکستان موٹروے پر ہر ۴۰ کلومیٹر کے بعد قیام وطعام سمیت ایک کمپلیکس ہوگا جو پیٹرول پمپ ہسپتال، مسجد اور خورد نوش سے مزین ہوگا۔ صدرِ پاکستان غلام اسحاق خان نے ۱۸، اپریل ۱۹۹۳ء کو ۸ ویں ترمیم کی چھری سے نواز حکومت ذبح کردی۔ اس لیے موٹروے پر تعمیری کارروائی سست پڑ گئی۔ لیکن ۲۶، اپریل ۱۹۹۳ء کو جسٹس نسیم حسن شاہ کی سربراہی میں نواز حکومت کو بحال کردیا گیا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو نواز شریف اور غلام اسحاق کی ایک ہی روز رخصتی ہوگئی۔ معین قریشی نگران وزیر اعظم اور وسیم سجاد نے قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھالا۔ ۲۰، اکتوبر ۱۹۹۳ء کو صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ پیپلز پارٹی نے میدان مار لیا۔ ۱۹، اکتوبر ۱۹۹۳ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو وزیرِ اعظم منتخب ہوگئیں۔ ۴ دسمبر ۱۹۹۳ء کو سردار فاروق لغاری نے صدارت کا قلم دان سنبھالا۔ بے نظیر بھٹو اور سردار فاروق لغاری ابھی چند قدم چلے تھے کہ اختلافات کی خلیج شروع ہوگئی۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے سردار فاروق لغاری نے ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو آئین کے آرٹیکل 58(2)B کے تحت بے نظیر بھٹو کی حکومت ختم کردی۔ معراج خالد، نگران وزیر اعظم کو الیکشن کروانے کی ذمہ داری سونپی گئیں۔ ۷ فروری ۱۹۹۷ء کو میاں نواز شریف نے ایک بار پھر مسندِ اقتدار کا رخ کیا۔ اُنھوں نے ۲۳ فروری ۱۹۹۷ء کو قرض اُتارو، ملک سنوارو، سکیم کے ساتھ ساتھ موٹروے کی طرف توجہ دی۔ کوریا کی فرم

Marfat.com

ڈائیو کارپوریشن کے تعاون سے یہ منصوبہ ۱۹۹۵ء میں مکمل ہونا تھا۔نواز شریف نے باردگر اقتدار سنبھالتے ہی موٹر وے پر تعمیری کام تیز کروایا اور بالآخر ۲۶ نومبر ۱۹۹۷ء کو موٹر وے کا افتتاح ہوا۔موٹر وے فیصل آباد تک پہنچ چکا ہے اور عنقریب ملتان تک رسائی کرنے والا ہے۔لاہور سے پشاور تک صرف ۶ گھنٹے میں مسافت طے کرنا خواب لگتا ہے۔کراچی تک موٹر وے کی تعمیر سے مزید ترقی کے مواقع سامنے آئیں گے۔

دفاعِ وطن میں موٹر وے کا کردار

ہنگامی حالات میں ذرائع آمدورفت بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء اور دیگر ایمر جنسی حالات میں فوجی دستوں کو منزل تک پہنچنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔موٹر وے کی وجہ سے لاجسٹک سیل کو اپنی امدادی کارروائیاں کرنے، ساز وسامان کی ترسیل کرنے اور فوری طبی امداد بہم پہنچانے میں بہت آسانی پیدا ہو چکی ہے۔جہازوں کی ایمر جنسی لینڈنگ کے لیے موٹر وے پر جزوی رن وے بنانے کا تجربہ کامیاب رہا۔اس سلسلے میں کئی ایک مقامات پر ہیلی پیڈ اور عارضی رن وے بنائے جا سکتے ہیں۔علاوہ ازیں جی ٹی روڈ پر بھی ہیلی پیڈز اور جہازوں کی عارضی لینڈنگ کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔سرگودھا میں پاکستان ائیر فورس کی معاونت کے لیے فیصل آباد روڈ پر ایک مختصر رن وے کی تعمیر بہت سودمند ثابت ہوئی۔کئی بڑے شہروں میں اس قسم کی سڑکات پر ایمر جنسی ضروریات کے تحت نشانات کا تعین کر دینا چاہیے۔اس طرح موٹر وے دورانِ جنگ ہمارے لیے بہت سی دفاعی سہولیات بہم پہنچا سکتا ہے کیوں کہ موٹر وے پر موجود آرام کرنے کی سہولیات، قیام وطعام، ورکشاپس، طبی امداد اور مساجد کی وجہ سے مسلح افواج خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔یہی نہیں موٹر وے پر مختلف مقامات پر خیمہ زنی کی سہولیات بھی موجود ہیں۔موٹر وے کے دونوں اطراف پر خاردار تار اور موٹر وے کے درمیانی فاصلہ میں بھی عارضی خیمہ بستی بنائی جا سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے موٹر وے کے کچھ حصے پر پہاڑیاں اور پہاڑ ہماری خدمت کے لیے وقف کر دیے ہیں۔اِن پہاڑیوں کو دورانِ جنگ کئی ایک مقاصد کے لیے استعمال میں لا سکتے ہیں۔میزائل، ریڈار اور ائیر ڈیفنس کے حوالے سے یہ پہاڑیاں بہت سودمند ثابت ہو سکتی ہیں۔دشمن دورانِ جنگ پلوں اور موٹر وے ایسی تنصیبات کو نشانہ بناتا ہے۔اس لیے موٹر وے کی ان پہاڑیوں پر لائٹ مشین گن سے نہ صرف دشمن کے طیاروں کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے بل کہ موٹر وے کی حفاظت کے لیے مدد لی جا سکتی ہے۔المختصر موٹر وے کی تعمیر ہمارے قومی دفاعی ضرورت پوری کرنے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔

Marfat.com

پاکستان ریلوے اور قومی دفاع

قیامِ پاکستان کے بعد سفری سہولت، تجارتی سامان کی ترسیل اور فوجی ہتھیار ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا واحد ذریعہ پاکستان ریلوے رہا۔ بھاری مشینری ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں ریلوے کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ دفاعی اعتبار سے ریلوے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ایک عرصہ تک فوجیوں کے لیے خصوصی بوگیوں کا اہتمام جاری رہا۔ فوجی بھائیوں کے لیے ریلوے نے خصوصی رعایت کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔ ہنگامی صورتِ حال میں ریلوے کی مدد سے جنگی آلات مطلوبہ مقامات تک پہنچائے جاتے ہیں۔ ہوائی اڈوں، بڑی فیکٹریوں، چھاؤنیوں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں تک ریلوے لائنز بچھائی گئی ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں شہید ہونے والی پہلی خاتون عابدہ طوسی ریل سفر کے دوران جامِ شہادت نوش کر گئیں کیوں کہ دشمن ہمارے ریلوے کے نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا تھا۔ پاکستان ریلوے کا یہ نظام کوئی نیا نہیں۔

پاکستان ریلوے ملک میں ٹرانسپورٹ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ریلوے کا وجود ۱۳ مئی ۱۸۶۱ء کو اس وقت عمل میں آیا جب کراچی اور کوٹری کے درمیان ۱۰۵ میل لمبا ٹریک بچھایا گیا۔ اس کے بعد ہر طرح کی سیاسی تحریکوں، شورشوں، ہنگاموں اور اقتصادی مشکلات کے باوجود ریلوے میں توسیع ہوتی رہی۔ ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے وقت یہاں کی ریلوے نارتھ ویسٹرن ریلوے (این ڈبلیو آر) کہلاتی تھی۔ اس پٹڑی کی کل لمبائی ۶۸۹۰ میل تھی جس میں سے ۱۹۸۱ میل بھارت کے حصے میں چلے گئے اور پاکستان کے حصے میں ۴۹۹۹ میل کی پٹڑی رہ گئی۔ نوزائیدہ ملک میں ترقی کے مختلف اقدامات اٹھائے جاتے رہے جن میں ریلوے کی بہتری سرفہرست رہی۔ ریلوے نظام بہتر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے نام کی تبدیلی پر بھی غور وفکر ہوا اور یوں فروری ۱۹۶۱ء میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کا نام تبدیل کر کے "پاکستان ویسٹرن ریلوے" رکھ دیا گیا۔ ۱۹۶۲ء تک اس کا کنٹرول مرکزی حکومت کے پاس تھا۔ ۱۹۶۲ء کے صدارتی آئین کے تحت ریلوے کو صوبائی حکومتوں کی تحویل میں دے دیا گیا لیکن ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت دوبارہ ریلوے کو وفاقی حکومت نے سنبھال لیا۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان ایسٹرن ریلوے، بنگلہ دیشی تسلط میں رہی۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوطِ ڈھاکہ کا سانحہ ہوا "ایسٹرن" یعنی مشرقی پاکستان ہم سے کٹ گیا۔ ریلوے کو اس سلسلہ میں سخت دھچکا لگا۔

Marfat.com

حالات کے پیچ وخم کی وجہ سے مئی ۱۹۷۴ء میں اس کا نام ''پاکستان ریلویز'' رکھ دیا گیا۔ ۳۰ اگست ۱۹۷۴ء کو ریلوے کی علیحدہ وزارت قائم ہوئی۔ پاکستان ریلویز کا انتظام وانصرام ایک بورڈ چلاتا ہے جو ۱۹۶۲ء میں قائم ہوا تھا جس کے لیے لاہور کو صدر مقام کا درجہ دیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد ریلوے نے بہت شہرت حاصل کی۔ مہاجرین کو کونے کونے تک پہنچانے میں ریلوے کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ ابتدائی انجن کوئلے سے چلتے تھے بعدازاں ڈیزل اور بجلی سے پٹڑیوں پر دوڑنے لگے ہیں۔ ملک بھر میں کئی ریلوے لائنیں بچھائی گئی ہیں۔ بہت سے جنکشن کام کر رہے ہیں۔ لوکوشیڈ اور ورکشاپس کی وجہ سے ریلوے اپنی ضروریات پوری کرنے میں محو رہتا ہے۔ لاہور کے مغل پورہ میں ریلوے کی ایک ورکشاپ ایک عرصہ سے قائم ہے جہاں ریلوے سے متعلقہ بہت سی مشینری تیار کی جاتی ہے۔ بوگیاں، ڈبہ اور ریلوے ٹرین سے وابستہ بہت سا سامان اسی ورکشاپ میں تیار ہوتا ہے۔ ہزاروں کارکن اس ورکشاپ کو خون پسینے سے چلا رہے ہیں۔ انجن مرمت کرنے کے لیے بھی محکمہ ریلوے پاکستان کے کئی بڑے شہروں میں اپنے سنٹر قائم کر چکا ہے۔ راولپنڈی میں سنٹرل ڈیزل لوکوموٹیو ورکشاپ ہے جہاں انجنوں کی مرمت وغیرہ کی سہولتیں حاصل ہیں۔ راولپنڈی ہی میں کیرج فیکٹری میں سالانہ ۱۵۰ کیرج (ڈبے) بنائے جاتے ہیں۔

والٹن، لاہور میں ریلوے ٹریننگ سکول ہے جہاں ہر سال ہزاروں لوگوں کو فنی تربیت دی جاتی ہے۔ ریلوے ٹریننگ سنٹر، والٹن میں پاکستانی شہریوں کے علاوہ مشرقِ وسطیٰ، مشرقِ بعید اور جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کے باشندوں کو بھی ریلوے آپریشن اور سگنل وغیرہ کی اعلیٰ تربیت دی جاتی ہے۔ کراچی میں ''ڈیزل لوکوموٹیو ٹریننگ سکول'' ہے اور کوئٹہ میں ریلوے اکاؤنٹس اکیڈمی ہے۔ پاکستان ریلویز گاڑیاں پٹڑی پر چلانے کے علاوہ اور بہت سے نیک کاموں میں شریک ہے۔ پاکستان ریلویز کی نگرانی میں سیکڑوں ہسپتال، درجنوں زچہ بچہ سنٹر، پرائمری، مڈل ہائی سکول اور بہت سے تفریحی مراکز چل رہے ہیں۔ ریلوے کا ایک ٹی بی سینی ٹوریم بھی موجود ہے۔ ۲۰۰۵ء کے بعد پاکستان ریلویز بحران کا شکار رہا۔ مالی بحران کی وجہ سے پرائیویٹ بسوں کے مالکان نے بہت سا فائدہ اُٹھایا۔

مقامِ افسوس ہے کہ کرپشن ہمارا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ نیب میں جو اہم کیس منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔ اُن میں اربوں روپے کی کرپشن موجود ہے۔ پاکستان کا کوئی بھی شعبہ بدعنوانی اور کرپشن سے پاک نہیں

Marfat.com

ہے۔ پاکستان کو غیروں نے کم، اپنوں نے زیادہ لوٹا ہے۔ ریلوے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوا ہے۔ ابھی تک وہ چہرے زیرِ نقاب ہیں جنھوں نے ریلوے ٹرین کو پٹڑی سے اُتار کر اپنی چاندنی بنائی۔ مجموعی طور پر پاکستان ریلویز ٹھوکریں کھاتے کھاتے گھٹنوں کے بل چلنے لگا ہے۔ پاکستان کا دفاع ہماری اوّلین ترجیح ہے۔ لاجسٹک سرگرمیاں ریلوے کے ذریعے کامیابی سے ہم کنار ہوسکتی ہیں۔ پرانے دور میں مختلف یونٹیں ریلوے کے ذریعے ہی چھاؤنی در چھاؤنی پہنچتی تھیں۔ توپ خانہ بھی ریلوے کے ذریعے مختلف مقامات پر منتقل ہوتا تھا۔ ریلوے کو فعال بنانے کی ضرورت ہے۔ دفاعی اعتبار سے ریلوے، ساز و سامان کی ایک مقام سے دوسرے مقام تک ترسیل کا ہمارے لیے سستا ترین ذریعہ ہے۔ محکمہ ڈاک کے پاس اب اپنی گاڑیاں ہیں لیکن ریلوے کی ضرورت پھر بھی موجود ہوتی ہے۔ محکمہ ڈاک، ریلوے کی مدد سے اپنی ڈاک، ریلوے اسٹیشنوں تک پہنچاتا ہے۔ ''ڈاک بنگلوں'' کی اصطلاح بھی ریلوے کی مرہونِ منت ہے۔ وہ مقامات جہاں پر چھاؤنیاں موجود ہیں وہاں کے ریلوے اسٹیشنوں پر دفاعی سامان کے لیے خصوصی کمپارٹمنٹ بنائے جانے چاہئیں۔ ریمونٹ ڈپو اور لائیوسٹاک کے لیے ریلوے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ فوج کا اپنا جہاں ہے۔ نظم و ضبط، وقت کی پابندی، وعدے کی پابندی اور ہمہ وقت دفاعِ وطن کے لیے تیار رہنا فوج کے اہم مقاصد ہیں۔ اس لیے دفاعی سرگرمیوں کو فعال بنانے کے لیے ہمیں ریلوے سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ مقامِ افسوس ہے کہ پاکستان کا یہ اہم ترین شعبہ آج غفلت کا شکار ہے۔ ریلوے پر ایک وقت وہ بھی آیا تھا جب ریلوے کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ ۲۰۱۴ء سے بارِ دگر ریلوے کو فعال بنانے کی بھرپور کوشش کی جاری ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل میں ریلوے دفاعی خدمات کے لیے سود مند ثابت ہوگا۔

☆-☆-☆

Marfat.com

پاکستان رینجرز

پاکستان رینجرز پاکستان کی نیم فوجی (پیراملٹری) فوج ہے۔ یہ فوج وزارت داخلہ کے تحت کام کرتی ہے۔اس کے نظام کو فعال، مربوط اور مضبوط بنانے کے لیے پاک فوج سے افسران لیے جاتے ہیں۔ رینجرز سرحدوں کی حفاظت کے علاوہ پاکستان کے اندرونی محاذ یعنی سلامتی میں بھی بڑھ چڑھ کر کام کرتی ہے۔ ایمرجنسی کی صورت میں اسی فورس سے خدمت لی جاتی ہے۔ ملک کے جس بھی حصے میں امن وامان کی صورت حال بگڑتی ہے پاکستان رینجرز، پولیس کی معاونت میں کام کرتی ہے۔۱۹۵۹ء سے اس کی تشکیل ہوئی۔۱۹۹۵ء کے بعد لاہور میں پنجاب رینجرز جب کہ سندھ میں مہران رینجرز کے ہیڈ کوارٹر بنائے گئے۔ ہر شام واہگہ سیکٹر پر بارڈر سکیورٹی فورس کے ساتھ پرچم پریڈ میں بھی پاکستان رینجرز قدم بہ قدم رہتی ہے۔ پاکستان رینجرز نے گزشتہ تمام جنگوں میں پاک فوج کے شانہ بشانہ ملک کا دفاع کیا۔ پاکستان رینجرز پنجاب اور پاکستان رینجرز سندھ نے پاک فوج کی معاونت میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان سے باہر بھی امن مشن میں رینجرز نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔حکومتِ پاکستان نے رینجرز کو کئی ایک آپریشنز کا حصہ بنایا۔ڈائریکٹر جنرل رینجرز سندھ نے صوبہ سندھ میں جاری بھتہ خوری، ڈکیتیوں، چوریوں، ٹارگٹ کلنگ اور دیگر جرائم کے خلاف آپریشن میں کامیابیوں پر جوانوں کو خصوصی مبارک باد دی۔ پاکستان میں جاری کئی دیگر آپریشنز میں بھی پاکستان رینجرز کا کردار قابلِ ستائش ہے۔لاکھوں جوان، جان ہتھیلی پر رکھ کر ملکی سلامتی کے دفاع کے لیے برسرِ عمل ہیں۔کئی جوان جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔شہرِ قائد سے لہو کے چھینٹے صاف کر کے محبتوں کے پھول اُگانے میں پاکستان رینجرز سندھ کی کاوشوں کو سراہا جا رہا ہے۔نیب اور دیگر خفیہ اداروں کی معاونت میں بھی رینجرز کا گراں قدر حصہ ہے۔ وہ مگرمچھ جو قیامِ پاکستان سے اب تک ملکی سرمایہ لوٹ رہے تھے اب پاکستان رینجرز کی وجہ سے قابو میں ہیں۔اُمید ہے اگر یہ سلسلہ اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور احتساب کا عمل جاری رہا تو پاکستان کا اندرونی دفاع مضبوط و مربوط ہوگا۔دفاعِ پاکستان کے لیے پاکستان رینجرز کو جدید ترین ہتھیاروں سے مزین کرنا چاہیے۔پاک فوج کے ساتھ رینجرز کی جنگی مشقوں کو خاص ترجیح دی جائے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

ڈیفنس سرٹیفکیٹ

بچت ہمارا قومی فریضہ ہے۔ عالمِ انسانیت کے خزینہ دار، محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ "بہترین عمل وہ ہیں جن میں میانہ روی ہو۔" سادگی اور کفایت شعاری سے قناعت کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ قناعت زندگی کا حسن ہے۔ بچت قناعت کا زیور ہے۔

قناعت ہی وہ دولت ہے جو ہرگز کم نہیں ہوتی
مگر چشمِ ہوس اس راز کی محرم نہیں ہوتی

قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے۔ اسی طرح ہر فردِ ملت کے مقدر کا ستارہ ہے۔ ہمیں قوم کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور بچانا چاہیے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں صدرِ پاکستان محمد ایوب خان نے ایک سکیم فوجی ضروریات پوری کرنے کے لیے شروع کی۔ جسے "دو ٹیڈی پیسے میں ایک فوجی ٹینک" کا نام دیا گیا۔ پاکستان کے کونے کونے اور چوکوں میں دفاعی فنڈ کے بکس رکھ دیے گئے۔ قوم کے ہر فرد نے دفاعی فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیا۔ خواتین نے تو دفاعِ وطن کے لیے اپنے زیور تک قربان کر دیے۔ میاں نواز شریف کی "قرض اُتارو ملک سنوارو" سکیم میں بھی بہت سے پاکستانیوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ قومی دفاع کے لیے مالی معاونت لازمی امر ہے۔ پاکستان کا محکمہ قومی بچت یوں تو بہت سی سکیمیں متعارف کروا چکا ہے لیکن قومی دفاع کے استحکام کے لیے ڈیفنس سیونگز سرٹیفکیٹ سکیم کا اجرا قابلِ ستائش ہے۔ یہ سکیم ۱۹۶۶ء میں شروع ہوئی۔ یہ سکیم پانچ سو روپے سے، دس لاکھ روپے کے سرٹیفکیٹس پر مشتمل ہے۔ ہر نیشنل سیونگ سنٹر سے یہ سرٹیفکیٹ خریدے جا سکتے ہیں۔ دس سال معیاد پر مجوزہ شرح کے مطابق جمع کروانے والے کو منافع دیا جاتا ہے۔ گویا "ہم خرما و ہم ثواب" ۱۹۶۵ء کی جنگ کی طرح ہم آج بھی حالتِ جنگ میں ہیں۔ اس لیے دفاعی فنڈ کو اوّلیت ملنی چاہیے۔

مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم، محمد عربی ﷺ نے مختلف مواقع پر جب صحابہ کرامؓ سے جنگوں کے لیے جب بھی چندہ کی اپیل کی تو اُنھوںؓ نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ۶۳۰ء بمطابق ۸ ہجری، غزوۂ موتہ کے بعد سے رومی حکومت اور مسلمانوں میں چھڑپیں شروع ہو چکی تھیں۔ ۶۳۱ء بمطابق ۹ ہجری میں ہرقل نے اہلِ عرب کو کچلنے کے لیے منصوبہ بندی کی۔ اُس نے شام کے غسانی سردار کو ہدایت دی کہ وہ جنگ کی تیاری

Marfat.com

کرے اور پوری قوت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرے۔ شامی حملے کی اطلاعات مدینہ تک پہنچی، تو مسلمانوں میں دفاع کے لیے ہلچل مچ گئی۔ عرب میں شدید گرمی کی وجہ سے اُن دنوں قحط سالی بڑھ رہی تھی۔ تمام تر مشکلات کے باوجود، محسنِ انسانیت ﷺ نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے مشاورت فرمائی، تمام قبائل متحد ہو گئے، اِن کڑے حالات میں چندہ کی اپیل کی گئی تو صحابہؓ نے بڑے ایثار کا مظاہرہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا اثاثہ آپ ﷺ کی نذر کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے نصف جائداد پیش کی اور حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اُونٹ اور دو ہزار سپاہیوں کے لیے رسد کا ذمہ لیا۔ منافقین کے لیے یہ موقع ایک آزمائش تھی وہ گرمی کی شدت کی وجہ سے اس مہم میں شامل نہ ہوئے بل کہ گھروں میں جا بیٹھے۔ منافقین کے چہرے یوں ہر موقع پر بے نقاب ہوتے رہے۔ افواجِ اسلام کے سپہ سالار، محمد عربی ﷺ نے شیرِ خدا، حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا اور آپ ﷺ تیس ہزار فوج کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے ۶۳۱ء بمطابق ۹ ہجری تبوک میں ۲۰ دن قیام کیا اور اس دوران کئی عیسائی قبائل نے اسلام قبول کیا اور فدیہ عطا کیا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ فدیہ مسلمانوں کو اُس دریا دلی کا ثمر تھا جو اُنھوں نے چندے کی صورت میں اسلامی فوج کو دیا تھا۔

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی فوج اسلامی فوج ہے۔ ہمیں مربوط، مبسوط اور مستحکم دفاع کے لیے اپنا کچھ نہ کچھ حصہ قومی دفاع میں شامل کرنا چاہیے۔

ملک و ملت کے لیے کچھ کام تو کر جایئے
دوستو لازم ہے اب قومی بچت اپنایئے

پھر توانا ہو رہی ہیں قوتیں الحاد کی
پھر عروقِ ملت میں بیضا میں خوں دوڑایئے

اب تقاضا کر رہا ہے اپنے ہمسائے کا روپ
نعرہ تکبیر سے ماحول کو گرمایئے

Marfat.com

سربراہوں نے فلاحِ ملک و ملت کے لیے
جو بھی سونپا ہے تمھیں اس کام پر ڈٹ جایئے

اے تبسمؔ اب ضروری ہے کہ اپنے ملک میں
اپنے قول و فعل کی تابانیاں پھیلایئے

ڈیفنس سرٹیفکیٹ خرید کر ہم گھر بیٹھے جہاد میں شریک ہوسکتے ہیں۔ جس طرح دوٹیڈی پیسے میں ایک فوجی ٹینک خریدنے کی مہم کامیاب ہوئی۔ اِسی طرح آج ہم اپنی بساط کے مطابق نیشنل سیونگز سنٹر سے کم از کم ایک سرٹیفکیٹ خرید کر دفاع پاکستان میں شامل ہوسکتے ہیں۔ آج ہمارے نوجوان انٹرنیٹ، موبائل اور اُس کے بیلنس پر جو ٹیکس ادا کر رہے ہیں وہ تقریباً ۲۵ فیصد ہے۔ اگر ہم اپنے نوجوانوں کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ اپنے اخراجات میں سے صرف ۱۰ فیصد قومی دفاع کے لیے وقف کر دیں تو مسلح افواج کی بہت سی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔ اس ضمن میں پاک فوج میں بھرتی ہونے والے اور خصوصاً کمیشن حاصل کرنے والوں کے لیے ضروری رکھا جائے کہ وہ ڈیفنس سرٹیفکیٹ خرید کر متعلقہ افسران کو اُن کی فوٹو کاپی مہیا کریں۔ یہ قومی خدمت اِسی ایجنڈے سے انجام پاسکتی ہے۔

☆-☆-☆

Marfat.com

دفاعِ پاکستان اور درخت

انسان کی پیدائش سے وصال تک درخت اس کا ساتھی ہے۔ انسان نے آنکھ کھولی تو چارپائی کا سہارا لیا۔ چارپائی لکڑی کی مرہونِ منت ہے اور لکڑی درخت کا بازو ہے۔ انسان کی آنکھ بند ہوئی اسے لکڑی کے ایک تختے پر غسل آخرت دیا جاتا ہے۔ اس کا آخری سفر شہر خموشاں تک چارپائی پر ہی طے ہوتا ہے گویا ہماری زندگی اور درخت میں بہت مشابہت ہے۔

میری تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
دنیا کو چھاؤں بخش دے اور خود دھوپ میں جلے

اگر ہم درخت کی زندگی کا احاطہ کریں تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمیں زندہ رہنا ہے تو درخت کی طرح دوسروں کے لیے کھڑے رہو۔ یہ درخت ہیں جو اپنی طراوت، گھلاوٹ اور سجاوٹ سے ایک طرف مسافروں کو سائباں مہیا کرتے ہیں تو دوسری طرف ماحولیاتی آلودگی کے خاتمہ میں معاونت کرتے ہیں۔ ہم جس انداز سے درخت کاٹتے ہیں اسی طرح لگانے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حضرت انسان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حسن فطرت کی حفاظت بھی کرے اور اس میں اضافہ کے لیے جدوجہد کو زندگی کا نصب العین بنائے۔ صحراؤں میں کھلنے والے لالہ وگل کی چمن بندی کا اہتمام کرے۔ ہمارے محلات حتیٰ کہ مرنے کے بعد مقامات آخرت پر بھی گل وگلزار ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ درخت نے زندگی اور موت دونوں کو ملا رکھا ہے۔

اسلام ہمیں نباتات، جمادات، جنگلات اور فطرت کے نشانات سے محبت کا درس دیتا ہے۔ جنت کے درختوں کا تذکرہ ہمیں عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ درختوں کی شاخوں پر پرندوں کا نشیمن بنانا، اللہ کی حمد وثناء میں چہچہانا، اُداس دلوں کو مسرت مہیا کرنا، ہمارے لیے فطرت کے اشارے ہیں کہ ہم بے زبان درختوں سے پیار کریں۔ دُعا کریں کہ ہمارے نامۂ اعمال جس درخت کی قلم سے لکھیں جائیں، وہ ہمیں روشنی، رعنائی، چاندنی اور نور عطا کرے۔ سیرت العمرین سے پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے مصر اور عراق کے صحراؤں میں آب پاشی کا بہترین نظام قائم کیا۔ درخت لگا کر دلدل اور بنجر زمینوں کو سیراب کر دیا۔ درخت لگانا صدقہ جاریہ ہے۔ یہی درخت انسانیت کے لیے تحفہ خداوندی ہیں۔ یہ انسان کے ایسے دوست ہیں جو عمر بھر ساتھ نہیں چھوڑتے۔

Marfat.com

سانس لینے کے لیے فطری آکسیجن کی فراہمی درختوں کی وجہ سے ہے۔

آکسیجن سے شبستانِ عناصر تاب ناک
مضطرب ہر ذی نفس اس کی رفاقت کے لیے

درختوں سے غافل قومیں مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آج مصنوعی سانس کے طریقوں نے انسان کو بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ دیہاتی اور شہری زندگی میں اسی لیے گہرا تفاوت ہے۔ حُسن کائنات اور مقصود کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی ابتدائی پرورش کا اہتمام دیہی ماحول میں کیا گیا۔ جب آپ ﷺ واپس مکہ آئے تو وہاں وبائی امراض پھیل رہے تھے۔ بی بی حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو دوسری بار دیہاتی ماحول میں لے گئیں۔ سرور الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب حرا سے حرم تک کا سفر طے کر کے اعلان نبوت فرمایا تو آپ ﷺ قرآنی آیات درختوں کے پتوں پر لکھواتے تھے۔ کھجور کے وہ درخت چومنے کے قابل ہیں جن پر وحی رقم ہوتی رہی۔ درختوں سے غذائی قلت ختم ہوتی رہی۔ درختوں کی وجہ زراعت کو فروغ ملتا ہے۔ حیوانات کے چارے، عمارتی لکڑی، ایندھن، چپ بورڈ، بروزہ، کاغذ، کیمیائی اشیاء، ماچس، فرنیچر، کھلیوں کا سامان، طرح طرح کے پھل، پھول، مختلف غذائیات، سبزیات، میوہ جات اور اسی قسم کی اشیاء درختوں کی احسان مند ہیں۔ ماضی سے حال تک درخت انسان کے لیے منافع بخش ہیں۔ سیلابوں کا راستہ روکنے کے لیے، تند و تیز ہواؤں کے طوفانوں کی روک تھام کے لیے، زمین کے کٹاؤ بہتر کرنے کے لیے درختوں سے بڑا کوئی مددگار نہیں۔

دفاعِ پاکستان کے استحکام کے لیے درختوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اسلامی فوج کے عظیم سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ کے جنگی منصوبہ جات میں یہ بات شامل تھی کہ آپ ﷺ درختوں کی آڑ میں دشمن کا مقابلہ کرنے میں آسانی محسوس کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے درختوں نے مجاہدین کے شانہ بشانہ دفاعِ اسلام کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ جنگی منصوبہ بندی میں تقریباً تمام ممالک اپنی سرحدوں کے چاروں اطراف اور اُن کے نواحی علاقہ جات میں درخت لگاتے ہیں۔ دشمن کی اچانک یلغار کا مقابلہ کرنے میں درخت فوج کے دفاعی دستوں کی معاونت کرتے ہیں۔

آج بھی دفاعِ پاکستان کا مرحلہ جاری ہے۔ اگر ہم اپنی لائن آف کنٹرول کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ بھارت نے ہمارے مقابلے میں لائن آف کنٹرول پر شجر کاری بہتر انداز میں کر رکھی ہے۔ ہمارے ہاں درختوں کی کمی ہے۔ سرحد کے قریبی علاقہ جات میں شجر کاری کے فقدان کی وجہ سے دشمن ہمارے

Marfat.com

علاقہ جات کو آسانی سے نشانہ بنا رہا ہے۔ کھلے میدانوں اور سرحدی علاقہ جات میں اُونچے اُونچے درختوں کی بہت ضرورت ہے۔ یہ امر باعثِ افسوس ہے کہ ہم ایک پودا لگاتے ہیں لیکن ایک ہزار درخت کاٹ ڈالتے ہیں۔ واہگہ بارڈر دیکھنے کا اتفاق ہوا وہاں بھی درختوں کی بہت کمی ہے۔ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اِن علاقہ جات میں شجرکاری کی فل فور ضرورت ہے۔ اگر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں نہر بی آر بی پر درختوں کے جُھنڈ ہوتے تو عزیز بھٹی کو دشمن کا گولہ اس طرح سینے میں پیوست نہ ہوتا۔ شدید گرمی میں لائن آف کنٹرول پر لگائے گئے درخت ایک طرف تو ہمیں آکسیجن مہیا کرتے ہیں، تو دوسری طرف جوانوں کو سایہ فراہم کرتے ہیں۔

ہرے درخت نہ کاٹو سلگتی راہوں سے
مسافروں کے لیے اِک سائبان رہنے دو

ظہیرالدین ظہیر

پڑوسی ملک کا مقابلہ کرنے کے لیے لائن آف کنٹرول پر درخت فوجی دستوں کا کام دے سکتے ہیں۔ بڑی نہروں، دریاؤں اور پُلوں کے کناروں پر درخت لگا کر ہم سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے دفاع پاکستان میں حصہ لے سکتے ہیں۔ درخت اور دفاع کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سرحدوں کے چاروں اطراف میں درخت، دشمن کے سامنے رکاوٹیں ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ہر پاکستانی اپنی طرف سے ایک پودا لگا کر اس کی حفاظت کرے تو کروڑوں درخت ہمیں دفاعی سہولیات مہیا کر سکتے ہیں۔ باؤنڈری لائن کے قریب بستیوں میں گیس نہ ہونے کی وجہ سے لکڑیاں جلائی جاتی ہیں۔ کھانا پکانے اور سردیوں میں گرمی حاصل کرنے کے لیے لکڑیاں ہی کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باؤنڈری کے قریب درختوں کی قلت ہوتی جا رہی ہے۔ اِن علاقہ جات میں درخت کاٹنے پر سختی سے پابندی عائد ہونی چاہیے۔ گوبر سے گیس حاصل کرنے کے پلانٹ کی تیاری کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ بارڈر کے قریب بستیوں میں گیس کی فراہمی سے بھی درخت محفوظ کیے جا سکتے ہیں۔

درخت لگانا اتنا مشکل نہیں جتنا اس کی حفاظت کرنا ہے۔ ہر سال شجرکاری مہم کے دوران ہزاروں پودے لگائے جاتے ہیں لیکن ان کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ ہماری سب سے بڑی ترجیح اہم قومی تنصیبات اور لائن آف کنٹرول کے گردونواح میں بھاری تعداد میں شجرکاری کرنے میں مضمر ہے۔ زندہ قومیں زمانۂ امن میں جنگ کی تیاری کرتی ہیں۔ بھارتی جنگی جنون کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کی پوری سرحد کے قرب وجوار میں درخت لگانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اسے جذبۂ جہاد اور قومی ضرورت سمجھ کر انجام دینا چاہیے۔

Marfat.com

نیشنل ایکشن پلان

دفاعِ پاکستان کے لیے ہر حکومت نے منصوبہ بندی کی ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہر آنے والی حکومت نے جانے والی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ دوسروں کی منصوبہ بندی میں رخنہ اندازیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کئی حکومتوں کے جاری پروگراموں کو سبوتاژ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنے بھی حکمران آئے اُنھوں نے اپنے زاویہ نظر سے دفاعی ضرورتوں کو محسوس کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ذوق اور شوق سب کا مختلف رہا لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی حکومت نے دفاع کو نظر انداز کیا ہو۔ دفاعی کونسلیں، سکیورٹی کونسل، دفاع کمیٹی، دفاع قائمہ کمیٹی، دفاعی فنڈ عالم اسلام کی اجتماعی فوج کا تصور، جوہری توانائی، اسلحہ سازی، جنگی مشقیں، جدید ہتھیاروں کی درآمد اور اسی قسم کی دیگر کوششیں جاری رہیں۔ ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء، میں سیاچن، کارگل اور دیگر بحری، برّی اور فضائی حدود کی خلاف ورزیوں کے بعد حکومتی اقدامات ہوتے رہے۔ پاکستانی مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے زاویہ نظر کے مطابق اقدامات کیے۔ انتہا پسندی، فرقہ واریت، صوبائی تعصب اور بیرونی خفیہ ہاتھوں کی وجہ سے دہشت گردی نے جنم لیا۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد تو دہشت گردی نے پاکستان کو اپنی آماجگاہ بنالیا۔ ۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کو آرمی پبلک سکول پشاور کے سانحہ میں ۱۵۰ بچوں کی شہادت کے بعد چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل راحیل شریف نے اہم اقدامات کرنے کا مشورہ دیا۔ اِن بچوں کی شہادت نے قوم کو متحد کر دیا۔ شہیدوں کا لہو رنگ لایا اور قوم نے اپنی دیگر مصروفیات بالائے طاق رکھتے ہوئے دہشت گردی کے خاتمہ کی طرف توجہ دی۔ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے ۱۴، اگست ۲۰۱۴ء کو اسلام آباد میں جاری دھرنا تک ختم کر دیا۔ تمام سیاسی اکابر سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو اعتماد میں لیا۔ سکیورٹی فورسز، خفیہ اداروں، پاک فوج حتی کہ اہل صحافت کو بھی مشاورت میں شامل کیا گیا۔ کئی روز کی تگ و دو کے بعد ایک نیشنل ایکشن پلان تیار کیا گیا۔ ملکی استحکام، قومی دفاع اور قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے اہم ترین اقدامات اٹھائے گئے۔ بہت سے اسلامی ممالک میں رائج قوانین سے بھی مدد لی گئی۔ خارجہ اُمور، داخلہ اُمور، معاشی اُمور کے محکمہ جات کو نیشنل ایکشن پلان میں شامل کیا گیا۔ اس کا اہم مقصد فرقہ واریت اور دہشت گردی کے نیٹ ورک کے خلاف کارروائی کرنا تھا نیشنل ایکشن پلان کی ۲۱ دفعات میں سے چند ایک بہت اہم ہیں۔

Marfat.com

O عدالتوں سے سنائی جانے والی سزاؤں پر عمل۔ O دہشت گردوں کے مقدمات کے لیے خصوصی فوجی عدالتیں۔ O ملک میں کسی مسلح ملیشیا کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ O نیکٹا (NACTA) کو فعال اور مضبوط بنایا جائے گا۔ O انتہا پسندانہ مواد اور تقاریر کا خاتمہ کیا جائے گا۔ O دہشت گردوں اور اُن کی تنظیموں کے مالی وسائل ختم کیے جائیں گے۔ O کالعدم تنظیموں کو دوسرے ناموں سے اُبھرنے نہیں دیا جائے گا۔ O انسدادِ دہشت گردی کے لیے مستعد (Counter Terrorism Force) بنائی جائے گی۔ O مذہبی بنیادوں پر امتیاز اور استحصال کا عمل روکا جائے گا۔ O مدارس کی رجسٹریشن اور ریگولیشن یقینی بنائے جائیں گے۔ O پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو دہشت گرد تنظیموں کی تشہیر سے منع کیا جائے گا۔ O فاٹا میں خصوصی ترقیاتی پروگرام شروع کیے جائیں گے۔ O انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کو غلط اُمور کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ O پنجاب میں عسکریت پسندی کے لیے خلاف اقدامات ہوں گے۔ O کراچی آپریشن میں فوج اور رینجر برسرِ عمل رہیں گی۔ O بلوچستان میں مفاہمت سے کام لیا جائے گا۔ O فرقہ وارانہ تنظیموں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا۔ O افغان مہاجرین کے مسائل حل کرنے کی بھرپور کوشش کیا جائے گی۔ O جرائم پیشہ افراد کے خلاف کارروائی کے لیے ایک نیا نظام تشکیل دیا جائے گا۔

نیشنل ایکشن پلان کی منظوری کے بعد عمل درآمد کی نگرانی کے لیے میاں نواز شریف نے ۲۶ دسمبر ۲۰۱۴ء کو اپنی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں وزیرِ داخلہ، وزیرِ دفاع، وزیرِ اطلاعات، وزیرِ منصوبہ بندی و ترقی اور مشیر خارجہ کمیٹی کے ممبر نامزد ہوئے۔

اس نیشنل ایکشن پلان کا مقصد پاکستان کا داخلی و خارجی دفاع ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ منصوبہ بندی اور تراکیب تو بنائی جاتی ہیں لیکن اُن پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ اگر اس نیشنل ایکشن پلان پر سبک رفتاری سے عمل کیا جائے تو پاکستان کا داخلی محاذ مضبوط ہو سکتا ہے۔

نبیٔ پاک ﷺ نے داخلی و خارجی محاذوں پر یکساں توجہ دی۔ اگر مجاہدین اسلام کسی غزوہ یا سریہ میں مصروف ہوئے تو چند صحابہ کرامؓ کو مجاہدین کے گھروں کی نگرانی کے لیے مامور کیا گیا۔

☆-☆-☆

Marfat.com

شمعِ رسالت ﷺ کی روشنی
اور عصرِ حاضر میں دفاعِ پاکستان

گزشتہ ابواب میں فخرِ کائنات، غنچہ رازِ وحدت، جوہر فرد و عزت، ختم الرسل، محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے سپہ سالارِ افواجِ اسلام، محمد عربی ﷺ کی دفاعی منصوبہ بندی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ مظہرِ رحمت، مخزنِ شفقت، سرورِ وسعتِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد میں ہونے والی فتوحات کا جستہ جستہ حال کتاب کی زینت ہے۔ اسلامی فوج کے سرفروشوں نے جن قربانیوں سے پرچمِ اسلام لہرایا، اُنھیں بھی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

آبیارِ جوئے لطافت، چشمۂ علم و حکمت، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اُمتِ مسلمہ کو محبت، اخوت، مروت، ایثار و قربانی، بھائی چارے اور اتحاد کا جو درس دیا اُس پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین اور مسلمان سرفروشوں نے پرچمِ الٰہی بلند رکھنے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

پاکستان، نبیٔ پاک ﷺ کی بشارت کا ثمر ہے کہ جب آپ ﷺ حرم شریف میں بیٹھ کر ہند کی جانب سے ٹھنڈی ہوا کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آج جبلِ ہند اور ہند میں پاکستان کا قیام آپ ﷺ کی بشارت کے نشانات ہیں۔ جب شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تو کرالا (ہند) کے بادشاہ چرمن رومیل نے اپنے علاقے میں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ اُس عہد میں صحابہ کرامؓ کی اس خطہ میں آمد درحقیقت پاکستان کی نوید کا اظہار تھی۔ آفتابِ ہدایت ﷺ کی زندگی میں ہی تبلیغی وفود کا اس خطے میں آنا، چرمن رومیل کا اسلام قبول کر کے تاج الدین بن جانا اور پھر یمن اور دیگر علاقہ جات میں جانا، یقیناً ایک اسلامی ریاست کے نقشے فضاء میں چاند کی صورت نظر آنے کے مترادف تھے۔ اگر ہند اور عرب کے رشتے کا تاریخی مطالعہ کریں تو قرآن و حدیث اور روایات سے کئی ایک مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامِ پاکستان کی خوابیدہ روشنی کہیں نہ کہیں موجود تھی۔ چند حوالہ جات بارِ دگر پیش کیے جا رہے ہیں۔

☆ حضرت ثوبانؓ جو نبیٔ پاک ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں سے روایت ہے۔ اُنھوں نے فرمایا:

Marfat.com

جناب نبی کریم ﷺ نے، میری اُمت کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جن کو محفوظ رکھیں گے اللہ تعالیٰ آگ سے، ایک جماعت جو جہاد کرے گی ہندوستان میں اور ایک جماعت جو عیسیٰ بن مریم علیھا السلام کے ساتھ ہوگی۔ (سنن النسائی: ۳۱۷۵)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: آدم علیہ السلام نے چالیس مرتبہ ہندوستان سے پیدل حج کیا۔ (شعب الایمان: ۳۷۰۲)

ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ایک ہزار مرتبہ ہندوستان سے پیدل چل کر حج ادا کیا۔ (فضائل حج: شیخ زکریاؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: وعدہ لیا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان میں جہاد کا۔ لہٰذا اگر میں اس جہاد کو پالوں تو اس میں اپنی جان و مال کو کام میں لاؤں گا اور اگر میں قتل کر دیا جاؤں۔ تو میں شہداء میں سے افضل ہوں گا اور اگر لوٹ آؤں تو میں آزاد کیا ہوا ابو ھریرہؓ ہوں گا۔ (السنن الکبری للنسائی: ۴۳۶۷)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: لوگوں کی وادیوں میں سے سب سے بہتر مکہ ہے اور ہندوستان کی وہ وادی جس میں آدم علیہ السلام کو اُتارا گیا، یہ وہ خوشبو ہے، جس کے ذریعے تم خوشبو حاصل کرتے ہو اور لوگوں کی وادیوں میں سے سب سے بری وادی احقاف اور وادی حضر موت ہے۔ جس کو برھوت کہا جاتا ہے اور لوگوں کے کنوؤں میں سے سب سے بہتر زم زم ہے اور سب سے بُرا کنواں بلھوت ہے اور وہ کنواں برھوت میں ہے۔ جس میں کفار کی روحیں جمع کی جاتی ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۱۱۸)

☆ بیان کیا ہمیں یونسؒ نے ثابت بن دینارؒ سے اُنھوں نے عطاءؒ سے وہ فرماتے ہیں: اُتارا گیا آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں، تو انھوں نے فرمایا: اے میرے رب مجھے کیا ہو گیا۔ میں فرشتوں کی آواز نہیں سن پا رہا، جیسا کہ میں جنت میں سنتا تھا۔ تو اللہ نے فرمایا: تیری لغزش کی وجہ سے ہے۔ اے آدم، جا کر اللہ کے لیے ایک گھر تعمیر کرو۔ پھر تو طواف کر اس کا جیسا کہ میں نے دیکھا ان کو طواف کرتے ہوئے۔ پس وہ چلے یہاں تک کہ وہ مکہ آئے، پھر تعمیر کیا بیت اللہ کو، پھر آدم علیہ السلام کے قدم جہاں جہاں لگے وہاں پر بستیاں، باغات آباد ہوئے اور نہریں جاری ہوئیں۔ اُن کے قدموں کے درمیان بیابان اور جنگل اُگے۔ پھر آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج ہندوستان سے چالیس سال کیا۔ (شعب الایمان: ۳۷۰۱)

Marfat.com

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: انھوں نے فرمایا۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سو سال کا عرصہ تھا اور تندور کے اُبلنے کا واقع ہندوستان میں پیش آیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے کعبہ کے سات چکر لگائے۔ (مستدرک للحاکم: ۳۳۱۱)

☆ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے: حضرت علیؓ نے فرمایا: ''زمین میں سب سے زیادہ پسندیدہ خوشبو ہندوستان کی ہے۔ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اُتارا گیا۔ جس کے درختوں میں جنت کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔ (مستدرک للحاکم: ۳۹۹۵)

☆ حضرت ابن عباسؓ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: جاری کی اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین کی طرف پانچ نہریں۔ سیحون یہ ہندوستان کی نہر ہے اور جیحون یہ بلخ کی نہر ہے۔ دجلہ اور فرات دونوں عراق کی نہریں ہیں اور نیل مصر والوں کی نہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن (پانچ نہروں) کو جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ بنایا۔ جو جنت کا سب سے نچلا درجہ ہے، جبرائیل علیہ السلام کے دو پروں پر ہے۔ پھر ان کے پاس پہاڑوں کو گاڑا اور زمین میں اُن نہروں کو بہایا اور اُن پانیوں میں لوگوں کے کئی قسم کے منافع بخش روزگار وابستہ کر دیے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال)

☆ حضرت سدیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اُتارا گیا۔ ان کے ساتھ حجرِ اَسود کو بھی اتارا گیا اور اُن کے ساتھ مٹھی بھر جنت کے پتے جنھیں ہندوستان میں پھیلا دیا گیا۔ جس سے خوشبو کے درختوں کی پیداوار ہوئی۔ ہندوستان سے درآمد شدہ خوشبو کا سرچشمہ یہی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے جانے پر اظہارِ افسوس کے طور پر ایک مٹھی پتوں کی ساتھ لے آئے تھے۔ (اخبار مکۃ للفاکھانی: ۱۸)

مذکورہ عربی روایات سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ برعظیم پاک و ہند کا یہ علاقہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کا مسکن ہے۔ یہاں نبی پاک ﷺ کی بشارتوں اور اشارتوں کے تمام اثرات نظر آتے ہیں۔ اس خطے پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ایک فطری بات ہے۔ خالقِ کائنات نے اشاعتِ توحید و رسالت کے لیے اس خطے کا انتخاب کیا۔ جیسا کہ اُوپر سطور میں تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی خطے سے کئی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ برعظیم پاک و ہند کی خوشبو کو جنت کے باغوں کی خوشبو سے تعبیر کیا گیا۔ اس اعتبار سے یہ جنتِ ارضی ہے۔ اس جنتِ ارضی پر اللہ کا پیغام، اللہ کے بندوں کے ذریعے

Marfat.com

عالمِ انسانیت تک پہنچا۔ اللہ کے نیک بندے خالقِ کائنات کا پیغام لیے یہاں گھومتے پھرتے رہے۔ ترویجِ حق کے لیے محسنِ انسانیت ﷺ نے مشرق اور اہلِ مشرق کے حوالے سے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ کئی کتابوں میں بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کا قیام بشارتِ رسول ﷺ کا ثمر ہے۔ وسعتِ مطالعہ اور دینِ متین سے محبت رکھنے والے اِن امور کی نشانیاں ڈھونڈنے میں مستغرق رہتے ہیں۔ نشانِ منزل اُنھی لوگوں کو ملتا ہے جو اُس کی خواہش رکھتے ہیں۔ حضرت احمد بن حنبل، المسند میں رقم طراز ہیں:

> ''میری اُمت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور ان میں سے شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا وہ (فوجی آپریشن کی صورت میں) ختم کردیا جائے گا۔ ان میں سے شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا (ریاستی ادارے) ان کا خاتمہ کردیں گے۔ (قطع کے معنی مرادی ہے۔ قطع کردیے جانے کی معنوی مناسبت فوجی آپریشن کے ساتھ زیادہ بنتی ہے۔) یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یوں بھی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا اور فرمایا ان میں سے شیطانی گروہ جب بھی نکلے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل میں دجال نکلے گا۔''
>
> (احمد بن حنبل، المسند)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں عرب ہوں لیکن عرب مجھ میں نہیں۔ میں ہند نہیں لیکن ہند (برِعظیم یعنی پاکستان) مجھ میں ہے۔ (الطبرانی، ال اسٹ)

''اِس اُمت کے دستے سپہ سالاری کرتے ہوئے سندھ اور ہند کی جانب بڑھیں گے۔ (المسند)

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ فخرِ انسانیت نے فتوحات کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوا۔ سرایا ہوں یا غزوات، منصوبہ بندی ہو یا معاہدے، اُن کے دور رس نتائج سامنے آئے۔ اسلامی تعلیمات ایک نقطہ پر مرکوز نہیں ہیں بل کہ یہ زندگی کے ہر دور میں ہمارے لیے مشعلِ آفاق ہیں۔ جن لوگوں نے تعلیماتِ رسول ﷺ کو حرزِ جاں بنایا کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ راقم الحروف کی اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ دنیا کو باور کروایا جائے کہ یہ خطہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بصیرت اور بشارت کے

Marfat.com

آئینے میں منظرِ عام پر آیا۔ اس خطے کی حفاظت، اسلام کی حفاظت ہے۔ اس خطے کا دفاع، دفاعِ اسلام ہے۔ اس خطے (پاکستان) کا پرچم، پرچمِ اسلام ہے۔ زندگی مسلسل امتحان ہے، تجربات، ٹھوکریں اور ہر قلب میں ذکرِ رسول ﷺ مسلمان کی کامیابی کے زیور ہیں۔ ہر موڑ پر ایک امتحان، ہر مرحلے پر ایک سبق اور ہر کام میں ایک تجربہ اہلِ اسلام کو کشتیِ مراد تک لایا۔ حسن و جمالِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

> ''تمھارے خزانے پر تین افراد لڑیں گے اور تینوں بادشاہوں کے بیٹے ہوں گے۔ پھر وہ خزانہ ان میں سے کسی کو نصیب نہ ہوگا۔ اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ علم بردار برآمد ہوں گے۔ پھر وہ تم سے ایسی جنگ لڑیں گے کہ کبھی کسی قوم نے نہ کی ہوگی۔''
>
> (ابوداؤد)

جب تم دیکھو سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آرہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا۔ اگرچہ برف کے اُوپر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ کیوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ (رواہ احمد والبیہقی)

مسلمانوں کا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا۔ اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا۔ حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان ہندوؤں کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس جہادِ عظیم کی برکت سے) ان (مجاہدین) کی مغفرت فرمادے گا۔ پھر جب وہ مسلمان واپس پلٹیں گے تو عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو شام میں پائیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ''اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا کر دی اور ہم واپس پلٹ آئے، تو میں ایک آزاد ابوہریرہؓ ہوں گا۔ جو ملک شام میں (اس شان سے آئے گا) کہ وہاں عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو پائے گا۔

یارسول اللہ ﷺ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ ان کے پاس پہنچ کر انھیں بتاؤں کہ میں آپ ﷺ کا صحابی ہوں۔'' (راوی کا بیان ہے) کہ حضور ﷺ مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا: ''بہت مشکل، بہت مشکل'' (کتاب الفتن، نعیم بن حماد رح)

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ تمام اسلامی لشکر کسی نہ کسی انداز میں مکران تک آتے رہے۔ مکران سے سرحد تک اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ محمد بن قاسم کے بعد تو اسلامی فتوحات میں تیزی آگئی۔ قبل ازیں تاریخِ اسلام برِعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکمرانی، انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے روپ میں برِعظیم

Marfat.com

پاک و ہند پر حکمرانی، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور پھر تحریکِ آزادی سے تحریکِ پاکستان تک واقعات کو مختصر انداز میں پیش کر دیا گیا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلمانانِ برعظیم نے پانچ دریاؤں کے ساتھ اپنے لہو کا چھٹا دریا بہا کر ایک آزاد اور خودمختار اسلامی مملکت حاصل کر لی۔ اس کی بنیادوں میں کم از کم ۱۰ لاکھ مسلمانوں کا لہو شامل ہے۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار، محسنِ انسانیت، رحمت للعالمین محمد ﷺ، کے پروانوں نے آپ ﷺ کے نام پر کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کے نام پر ایک مقدس اور روحانی جذبوں سے لبریز تحریک پاکستان ایک مقدس رات کو اپنی منزل تک پہنچی۔ ۲۶۔۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعرات، لیلۃ القدر کو پاکستان کا ظہور ہم سب کے لیے نعمتِ خداوندی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب، روحِ ارض وسما، شارع لاالہ، جانِ صبح ومسا، محمد مصطفیٰ ﷺ کے خواب کو تعبیر بخشی۔ محبوبِ رب لم یزل، محمد عربی ﷺ کے صدقے، پاکستان ہمیں لیلۃ القدر میں قرآن پاک کی روح پرور قرأت کی طشتری میں نور بکھیرتا ہوا حاصل ہوا۔ قیام پاکستان، نوے سالہ مسلسل تحریک کے بعد ہجرت کی صورت میں قیام عمل میں آیا۔ ریاستِ مدینہ بھی ایک طویل جدوجہد اور ہجرت کے نتیجے کا ثمر ہے۔ دونوں ریاستوں میں ہجرت اور نظریاتی مماثلت ہے۔

عشق و آزدی بہار زیست کا سامان ہے
عشق میری جان، آزادی میرا ایمان ہے
عشق پہ کر دوں فدا میں اپنی ساری زندگی
اور آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

ریاستِ مدینہ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وجود مشترکہ جذبہ ”عشقِ رسول ﷺ“ رکھتا ہے۔ ہجرت مدینہ میں صحابہ کرامؓ، حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ اس طرح سرگرداں تھے کہ جیسے پروانے شمع کے گرد گھومتے گھومتے جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ تحریکِ پاکستان میں ”لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے پروانے شمعِ آزادی کے گرد اُس وقت تک قربان ہوتے رہے جب تک صبحِ آزادی طلوع ہوئی۔ گزشتہ صفحات پر عرض کر چکا ہوں کہ مدینہ طیبہ اور پاکستان میں ”پاکیزگی“ مفہوم اشتراک رکھتا ہے۔ گنبدِ خضریٰ کا رنگ اور پاکستانی پرچم کا رنگ بھی سبز ہے۔ دونوں نظریاتی مملکت ہیں۔ مدینہ کی قیادت ختم المرتبت، محمد مصطفیٰ ﷺ نے بذاتِ خود فرمائی اور پاکستان کا قیام آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی روشنی نے مکمل کر دکھایا۔

Marfat.com

دفاعِ ریاستِ مدینہ کے لیے سپہ سالارِ اعظم، محمد عربی ﷺ نے جو اقدامات کیے وہ دفاعی تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔ سماجی اور معاشرتی زندگی کے رویوں سے عوام الناس کا رجحان کشید کر کے آپ ﷺ نے ایک اسلامی فوج تشکیل دی۔ یہ فوج چند نفوس سے بڑھتی ہوئی لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ کی بصیرت نے دفاعی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے ایک ایسا لائحہ عمل تشکیل دیا جس نے عصرِ حاضر کے تمام جرنیلوں اور عسکری اداروں کو اُس پر عمل درآمد کرنے پر مجبور کر دیا۔ آج کا انسان عقل و شعور کے بل بوتے پر چاند پر کمندیں ڈالنے کے بعد مریخ تک رسائی کر رہا ہے۔ مسلمان ممالک مغرب سے دستِ تعاون حاصل کر رہے ہیں۔ ایسے مسلمان ممالک کو یاد رکھنا چاہیے کہ علم و آگہی کے یہ گہرِ شہوار تو قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اُنھیں اپنے دفاع کے لیے خود انحصاری اور اجتماعی کاوشوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کا سائنسی نظام اور تحقیق و جستجو کا سرمایہ تو سحابِ کرم، خیر الامم، محمد مصطفیٰ ﷺ کی دانشِ برہانی کا مرہونِ منت ہے۔ انتہائے کمال، منتہائے جمال، منبعِ خوبی و کمال، محمد مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ہی کائنات اندھیروں سے نکل کر عالمِ عرفان میں آئی۔ مسلمانوں کی تمام تر جدید ترقی کا رازنبی پاک ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو رہبانیت سے نکال کر حقیقت پسندی کا راستہ دکھایا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں دین کی بنیاد عقل و شعور ہے۔ اسی شعور کے بل بوتے پر حقیقتوں کے راستے کھلتے ہیں۔ آپ ﷺ کا غارِ حرا میں غور و خوض کرنا اور کائنات کے سربستہ راز جاننے کی کاوش آج ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ صدرِ انجمن لیل و نہار، آفتابِ نو بہار، محمد مصطفیٰ ﷺ نے سمندروں کی گہرائیوں سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پھیلی ہوئی کائنات کی وسعتوں کا جائزہ لے کر ہمیں ستاروں سے آگے جہاں اور تلاش کرنے کی رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے تسخیرِ کائنات کا جو حکم دیا تھا، حبیبِ کبریا، محمد عربی ﷺ نے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ عقل و شعور کو صداقت جاننے کی صلاحیتوں سے مزین کیا۔ آپ ﷺ نے انسانوں میں خوابیدہ روشنی بیدار کی جس سے حقیقتوں کے درِ مکنون وا ہو گئے۔

اسلامی ریاستِ مدینہ کے قیام کے بعد فوجِ اسلام کے سپہ سالار محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک طرف تو مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے کام کیا تو دوسری طرف کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی خفیہ قوتوں کا مقابلہ بھی کیا۔ ان مشترکہ قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ ﷺ نے غزوات و سرایا کی حکمتِ عملی بھی اپنائی۔ نورِ مقدم، نیرِ اعظم، مرکزِ عالم، محمد مصطفیٰ ﷺ نے عسکری قوت کے ساتھ ساتھ علم و فضل کو بھی اپنا ہتھیار

Marfat.com

گردانا۔ بعینہٖ برِعظیم پاک و ہند کے مسلمان اکابر نے اُمتِ مسلمہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بے دار کرنے کے لیے اُنھیں تعلیماتِ رسول ﷺ کی طرف راغب کیا۔ سرسید احمد خان اور اُن کے رفقائے کار نے علی گڑھ سے تعلیمی، علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی تحریک شروع کر کے انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں کی مشترکہ قوتوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے تحریک پاکستان کا آغاز کیا۔ ریاستِ مدینہ سے شروع ہونے والی تحریک اسلامی نظریۂ حیات کی آئینہ دار تھی۔ ساقیِ کوثر محمد عربی ﷺ کی تعلیمات کے سائے تلے برِعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے بھی ہندوستان سے اسلامی نظریۂ حیات کے بل بوتے پر تحریک شروع کی۔ ریاستِ مدینہ کی تحریک نے مسلسل جدوجہد کے بعد فتح مکہ تک اسلامی پرچم لہرایا جب کہ ہندوستان سے شروع ہونے والی تحریک نے پاکستان کی صورت آزادی کی دہلیز پر اسلامی پرچم بلند کیا۔ دونوں عظیم اسلامی تحریکوں پر روحانیت کا سایہ تھا۔ روحانیت نیلے آکاش تلے ایک ایسی تحریک ہے جو کُل کا درجہ رکھتی ہے۔ مادہ انسان کی ضرورت ہے لیکن مجبوری نہیں۔ آپ ﷺ نے روحانیت اور مادیت میں مناسبت پیدا کی۔ دین و دنیا کا تعلق جوڑا۔

محبوبِ ستار، خاصۂ کردگار، محمد مصطفیٰ ﷺ نے قرآن کریم کی روشنی سے سائنسی ایجادات کا راستہ ہموار کر کے ہمیں تسخیرِ کائنات کی دعوت دی۔ مکرمِ اسرارِ جہاں، گنجِ نعم، شاہِ اُمم محمد عربی ﷺ اس کائنات کے پہلے خلانورد ہیں۔ اس خلانوردی سے ہی اہلِ مغرب چاند تک رسائی کرنے میں کامیاب ہوئے۔ سیٹلائیٹ نے یہ جدید نظام، معراجِ مصطفیٰ ﷺ کے آئینے میں دیکھا۔ سردارِ علم و حکمت، محمد مصطفیٰ ﷺ ہی سردارِ تعلیماتِ سائنس ہیں۔ کامل و اکمل، احمدِ مرسل، اشرف و اکمل، احسن و اجمل، محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی کائنات کو عروج کا قرینہ سکھایا۔

آپ ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست کے دفاع کو مثالی بنانے کے لیے مسلمانوں کی قوت کو یکجا کر کے دشمنوں کے عزائم خاک میں ملا دیے۔ جارحیت کے مقابلے کا عزم، دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے مضبوطی، غیرت مندی، خودداری، ہمت و جرأت، شجاعت و ایثار کے جذبے مسلمانوں میں جاں گزیں فرمائے کہ مسلمان ایک ایسی چٹان بن گئے جن کے سامنے تمام مخالف عسکری قوتیں سرنگوں ہو گئیں۔ جن قوتوں نے اسلامی لشکروں سے ٹکرانے کی کوشش کی وہ پاش پاش ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے اپنی جماعت میں خود انحصاری اور خودی کا ایسا جذبہ پیدا فرمایا کہ منعم کو بھیک دینے کی جرأت تک نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے خود انحصاری اور خود کفالت سے اسلامی لشکر کی تربیت فرمائی۔ جب ہنگامی صورت حال میں دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا تو

Marfat.com

آپ ﷺ کے لشکریوں نے کسی کے سامنے دستِ تعاون دراز نہ کیا۔ خود انحصاری مسلمانوں کا ایسا ہتھیار ثابت ہوئی کہ قیصر وکسریٰ ایسی مضبوط قوتیں مسلمانوں کے سامنے جھک گئیں۔ دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے والے مجاہدین کی خودی رنگ لائی اور لشکرِ اسلام جہاں بھی گیا، کامیاب و کامرانی نے اُس کے قدم چومے۔

خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے؟ بے داریٔ کائنات

واقعی اسی خودی کے بل بوتے پر روحِ ارض وسما، خاتم الانبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسلمانوں کی کائنات کو نہ صرف بے دار کیا بل کہ عمل پر اُکسایا۔ اسی عمل سے تلاشِ جستجو کا جذبہ انسان کے حصے میں آیا۔ اُس نے خوب سے خوب تر کی تلاش شروع کی۔ اسلحہ کی تیاری اسی جستجو کا ثمر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک لغزش کی وجہ سے زمین پر آئے، اُنھیں ہند پر اُتارا گیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور میدانِ عرفات میں اماں حوّاؑ اور حضرت آدمؑ کی ملاقات ہوئی۔ اولادِ آدمؑ نے ترقی کی منازل طے کیں۔ خاتم النبیینؐ، محمد مصطفیٰ ﷺ نے مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خوبیاں بروئے کار لانے کی دعوت دی۔ انسان کو قرآنی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے دستِ عطاء، خوش ادا، شمسِ غارِ حرا، محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے کردار و عمل سے وہ کچھ کر دکھایا جو مطلوبِ خالقِ کائنات تھا۔ آج کی کائنات انسان کی ترقی کے سامنے لرز رہی ہے۔ یہ سب کچھ میرے آقا و مولا، مدنی تاجدار، محمد عربی ﷺ کی ذات کا کمال ہے۔

میرے ذوقِ تسخیرِ فطرت کے آگے
عناصر کا قلب و جگر کانپتا ہے

ہماری تمام تر تخلیقی صلاحیتیں رب العالمین کی عطا کردہ ہیں، جنھیں رحمت للعالمین ﷺ نے اُجاگر فرمایا۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، یہ کائنات اُسی کے لیے تخلیق ہوئی۔ حبیبِ رحمٰن، مظہرِ اوّلین، محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو خزینۂ اعتماد عطا کیا تھا اُس کی وجہ سے آج یہ حقیقت سامنے ہے کہ انسان کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا تاکہ وہ ہر شے کا ادراک حاصل کرے نیز خالق کے سامنے سجدہ ریز رہے۔

لگا دی کاغذی ملبوس پر مہرِ ثبوت اپنی
بشر کے نام کر دی ہے خدا نے کائنات اپنی

Marfat.com

فخرِ جہاں، عرشِ مکاں، صبح درخشاں، محمد مصطفیٰ ﷺ نے بشر کو اپنے رب کے سامنے جھکنے کا طریقہ سکھایا، اس لیے انسان نے خصوصاً مسلمان نے ترقی کی جو منازل طے کی ہیں وہ سب ہادیٔ جہاں ﷺ سے نسبت قائم کرنے میں ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''اور تم لوگ جہاں تک تمھارا بس چلے دشمن کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑے (بہترین مروجہ اسلحہ) رکھو، تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے دشمنوں کو خوفزدہ کردو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔'' (الانفال: ٦٠)

''جو مومن ہیں وہ تو اللہ کے لیے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لیے لڑتے ہیں۔ سو تم شیطانوں کے مددگاروں کے خلاف جنگ کرو۔ (اور ڈرو مت) کیوں کہ شیطان کی چالیں کمزور ہوتی ہیں۔'' (سورہ النساء: ٧٦)

''اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے (تم میں سے) کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ دے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھا کر بے حد ثواب دے گا۔ (سورہ بقرہ: ٢٤٤)

''اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض ان کے لیے جنت تیار کی ہے۔ مومن اللہ کی راہ میں لڑتے بھی ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مر بھی جاتے ہیں۔'' (سورہ توبہ: ١١١)

''(اے محمد ﷺ مسلمانوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے، بھائی اور بیویاں اور خاندان کے افراد اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور راہِ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (سورہ توبہ: ٢٤)

''اے ایمان والو! اگر تم کو کوئی زخم پہنچ جائے تو (دشمن) قوم کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے (شکست کھا چکے ہیں اور ہم دنوں کو اسی طرح لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے

Marfat.com

ہیں (حالات ایک جیسے نہیں رہتے) یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ معلوم کریں کہ کون لوگ پختہ ایمان کے مالک ہیں اور تم میں سے کچھ لوگوں کو گواہ بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔'' (سورہ آلِ عمران: ۱۴۰)

''یہ وہ (مجاہد) لوگ ہیں جن پر مخالفوں کا رُعب بٹھانے والوں نے کہا تھا کہ دشمن بھاری تعداد میں جمع ہو گیا ہے۔ اس لیے دشمنوں سے بچ کر بھاگ جاؤ لیکن اس پراپیگنڈہ کی وجہ سے (ان کو خوف لاحق نہیں ہوا) بل کہ اُن کا ایمان اور بڑھا اور انھوں نے جواب دیا۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے۔'' (سورہ آلِ عمران: ۱۷۳)

''اے ایمان والو! (دشمنوں کے مقابلہ میں یا تکلیفوں اور مشقتوں میں) صبر کرو (ثابت قدم رہو) اور دوسروں کو ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرو اور دشمنوں سے، مقابلہ کے لیے ہر وقت تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پوری طرح کامیاب رہو۔'' (سورہ آلِ عمران: ۲۰۰)

''جو لوگ راہِ خدا میں (اس طریقے سے) متحد ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے بندے ہیں۔'' (سورہ الصف: ۴)

''اور (دشمن) قوم کا تعاقب کرنے میں سستی سے کام نہ لینا۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم اللہ سے (دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں نجات کی، اُمیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔'' (سورہ النساء: ۱۰۴)

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرنے لگیں۔'' (سورہ البقرہ: ۱۹۰)

''اے (پیارے نبی ﷺ)، کافروں اور منافقوں (اپنے اِدرگرد موجود دشمن کے ایجنٹوں) کے خلاف جنگ کرو اور ان پر سختی کرو۔ (شدید جنگ کرو) اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بُری جگہ ہے۔'' (سورہ توبہ: ۷۳)

''اے ایمان والو! اپنے پڑوسی کافروں کے خلاف جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تم

Marfat.com

میں (پیشہ ورانہ مہارت، اسلحہ کی اعلیٰ تربیت کی وجہ سے) سختی محسوس کریں اور یقین کرو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔'' (سورہ توبہ:۱۲۳)

اسلامی ریاست کے دفاع کا تصور نیا نہیں بل کہ بہت قدیم ہے۔ نبیٔ پاک ﷺ کا ہر عمل منشائے ایزدی کے تحت رہا، آپ ﷺ نے دفاع کا تصور خود نہیں بل کہ اللہ کی مرضی کے عین مطابق کیا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مضبوط دفاع کا تصور اگر تعلیمات رسول پاک ﷺ ہے تو یہ رب العالمین کے احکامات کی تعمیل ہے۔ اس میں حصہ لینا یا اس کے بارے میں سوچنا عین عبادت ہے۔ مسلمان مجاہد دشمن کو زیر کرلے یا دشمن کے مظالم کا بدلہ لینے کی کوشش کرے یا پھر کسی شکست کا داغ دھونے کی تیاری کرے یا دل کی بے قراری اور بے چینی کے خاتمہ کے لیے اسلام کے دشمنوں کو زیر کرنے کا عزم کرے تو اللہ کی نصرت کا حق دار ہوگا۔

''کفار و مشرکین سے لڑو، اللہ تمھارے ہاتھوں اُن کو ساز دلوائے گا اور انھیں ذلیل وخوار کرے گا اور ان کے مقابلے میں تمھاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور مومنوں کے دلوں کی جلن کو مٹا دے گا''

(سورۃ توبہ:۱۵)

آج جغرافیائی اور عسکری اعتبار سے پاکستان، عرب کی سرزمین سے مختلف ہے۔ آبادی کا تناسب کئی گنا ہے۔ ضروریاتِ زندگی مختلف ہیں۔ دفاع کے لیے کچھ آسانیاں ہیں لیکن بہت سی مشکلات بھی ہیں۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب ایک نسبت، سات (۱:۷) ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، بھارت کے مقابلے میں آبادی اور عسکری کا تناسب وہی ہے جو مدینہ کے ۳۱۳ اور کفار کے ایک ہزار میں تھا۔ بھارت دشمنی میں سب سے آگے ہے۔ پاکستان سے دشمنی اور مخالفت کا کئی موقع بھارت نے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ بھارت کی عسکری قوت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بفضل تعالیٰ پاکستانی، جذبوں کے اعتبار سے بھارت سے بہت آگے ہیں۔ جذبۂ حب الوطنی کی کوئی کمی نہیں ہے۔ عصرِ حاضر کے مطابق پاکستان کے دفاع کو مثالی بنانے کے لیے نبی پاک ﷺ اور قرآنی تعلیمات سے رہنمائی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ قرآن پاک کی سورہ الانفال میں مروّجہ سامان تیار کرنے اور مستقل فوج کو چوکنا رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورت میں کہا گیا ہے کہ امن کے دنوں میں فوج تیار رہے تاکہ جنگی حالات کی صورت میں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ ہو سکے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن سر پر آپہنچے اور دشمن کو دیکھ کر اسلامی فوج کے ہاتھ پاؤں پھول جائیں اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہوں۔ اس

Marfat.com

آیت کریمہ کا ہر پہلو دفاعِ وطن کی حکمت میں لپٹا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم قبل از وقت دفاع کی ایسی تیاری کریں کہ دشمن ہم سے خوف زدہ رہے۔ آج ہم ۲۱ویں صدی سے گزار رہے ہیں۔ اس آیت میں ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ ہم کثیر تعداد میں اپنی فوج تیار کریں۔ نیز لڑنے کے لیے جدید ترین وسائل مہیا کریں۔ اس ایک آیت میں پاکستان کا دفاعی تصور پنہاں ہے۔ ہمیں دشمن کو خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لیے فوجی چھاؤنیاں، جنگی اڈے، اسلحہ و بارود کی فیکٹریاں، جدید ترین اسلحہ کے تحقیقی ادارے اور لیبارٹریاں تیار کریں۔

پاکستان بھر میں ہر تین ماہ بعد عسکری تربیت کے مظاہرے ہوں۔ فوج کی نگرانی میں شہریوں کو جدید اسلحہ کی تربیت دی جائے۔ اس کی ایک بڑی مثال اسرائیل میں موجود ہے۔ ۱۸ سال کے ہر جوان طالب علم اور طالبہ کو لائٹ مشین گن اور رائفل چلانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ پاکستان کے دفاع کا دارومدار بھی ایسی ہی حکمتِ عملی میں پوشیدہ ہے۔ ہمیں اپنے ہم خیال ممالک سے مسلسل رابطہ رکھنا چاہیے۔ وقتاً فوقتاً اُن ممالک کے ساتھ فوجی مشقوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ ایسے اقدامات سے دشمن مرعوب اور خوف زدہ رہے گا۔ اُسے حملہ کرنے یا جارحیت کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں جب اوجڑی کیمپ راولپنڈی میں میزائل چلنے کا واقعہ رونما ہوا تو ہمارا پڑوسی ملک بھارت ہمارے میزائل کی فراوانی سے بہت پریشان ہوا۔ ۱۹۶۵ء کے بعد ہر سال تمام بڑے ہوائی اڈوں پر پاکستان ائیر فورس اور آرمی کے تعاون سے ہتھیاروں کی نمائش کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ شہریوں کی کثیر تعداد کی شرکت سے دو اُمور کا اظہار ہوتا تھا۔ ایک افواج اور شہریوں کے درمیان قریبی تعلق اور دوسرا دشمن پر اس بات کا تاثر کہ فوج، عوام اور اسلحہ سے پاکستان کبھی بھی ہم پر حاوی ہو سکتا ہے۔ سول ڈیفنس کی ٹریننگ کے علاوہ، سول ڈیفنس کے عملی مظاہرے ہر سال ہوا کرتے تھے۔ بلیک آؤٹ کی مشق سے جنگ کا ایک عملی نقشہ سامنے آتا تھا۔ سکولوں، کالجوں کے طالب علم بڑی دل چسپی سے یہ مظاہرے دیکھتے اور ان میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت بوائز کالجوں میں این سی سی اور خواتین کالجوں میں ویمن گارڈز کے تحت فوجی تربیت کا اہتمام ہوتا تھا۔ دشمن ہماری ان کارروائیوں سے مرعوب رہتا تھا۔ اب ہم نے وہ سب کچھ ترک کر دیا ہے۔ دورِ جدید میں اِن عوامل کو "تربیت برائے امن" کا نام دیا گیا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہم اپنے ذاتی مقاصد کے حصول میں قومی مفادات اور قومی دفاع کو فراموش کر رہے ہیں۔ قرآن پاک پڑھنے کی عادت تو کجا، سحر خیزی کا رجحان بھی کم ہو رہا ہے۔ نمازِ فجر کے وقت مساجد میں نمازیوں کی تعداد کم سے کم ہو رہی ہے۔ ہمارا دشمن، جنگی جنون کا شکار ہو چکا ہے۔ دہشت گردی کی آڑ میں کئی غیر اسلامی قوتیں بھارت کو

Marfat.com

اپنے تعاون کا یقین دلوا رہی ہیں۔ اس ضمن میں اسرائیل سرفہرست ہے۔ ہماری خواتین زیب و آرائش اور فیشن کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہیں جب کہ اسرائیل اور بھارت میں پاکستان کے خلاف ماحول پیدا کیا جا رہا ہے۔ ہماری طالبات میں جذبہ حُب وطنی تو موجود ہے لیکن اُن کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ ہم نے قرآن پاک کو حلف، قسموں اور دلہن کو اُس کے سائے تلے گزارنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ میں ایک بار پھر سورہ انفال کی یہ آیت قارئین کی توجہ کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔

> ''اور تم لوگ جہاں تک تمھارا بس چلے دشمن کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑے (بہترین مروجہ اسلحہ) رکھو، تا کہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے دشمنوں کو خوفزدہ کر دو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔'' (الانفال:٦٠)

اگر ہم اس آیت کی گہرائی میں دفاعِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کو آئینے میں دیکھیں تو بہت سے اُمور سامنے آتے ہیں۔ پہلی بات عسکری قوت کی بہتری اور دوسری بات اپنے دشمن کو خوف زدہ رکھنا۔ دشمن کو خوف و ہراس میں رکھنے کے لیے مسلسل تیاری کی ضرورت ہے۔ ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں دشمن نے بے اُصولی کا مظاہرہ کیا، بلا جواز ہماری سرحدوں پر چڑھائی کر کے اپنی جارحیت کا مظاہرہ کیا۔ ہمیں مجموعی طور پر ہنگامی صورت حال میں دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اقبالؒ فرماتے ہیں:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

جنگی تیاری کے بغیر زندہ رہنا، اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں دفاعِ وطن کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ ان تیاریوں کی تکمیل کے لیے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا کہ اہلِ ایمان میں جہاد کی رُوح پھونک دیں۔ مذکورہ آیت کریمہ میں پہلے عسکری ہتھیاروں اور پھر مستعد فوج تیار رکھنے کا واضح اشارہ ہے۔ مادی وسائل کے بغیر اِن امور کی تکمیل بہت مشکل ہے اس لیے ہمیں اپنے وسائل کی تکمیل کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ قومی دفاع کی تنظیم میں جذبۂ جہاد، دشمن کو مرعوب کرنے کے طریقے اور اپنی دھاک بیٹھانے کے لیے کوشش لازمی امر ہے۔ قرآن پاک میں اللہ پاک، محسنِ انسانیت،

Marfat.com

اسلامی فوج کے سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ آپ ﷺ اپنی فوج کو اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہر طرح سے مسلح رکھیں۔ قوت میں اضافہ اور تمام تر وسائل مہیا فرمائیں۔ اسلامی فوج اور اسلامی ملک سے محبت کے جذبات و احساسات بے دار کرنے کے لیے جہدِ مسلسل کا مظاہرہ فرمائیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کہتے ہیں:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

اسلامی ریاست کے جغرافیائی اور نظریاتی دفاع کے لیے فخرِ موجودات، سربراہِ اُمتِ مسلمہ، محمد مصطفیٰ ﷺ کے بصیرت افروز ارشادات آج کے سپہ سالاروں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

حضرت عقبہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر فرمایا: اللہ کا حکم ہے کہ دشمنوں سے مقابلے کے لیے جہاں تک ممکن ہو قوت مہیا رکھو۔ (تو) آگاہ رہو! قوت، رمی (دُور سے دشمن پر پھینکا جانے والا اسلحہ جو دشمن کو نقصان پہنچائے) میں ہے۔ آگاہ رہو! قوت، رمی میں ہے۔ آگاہ رہو! قوت، رمی میں ہے (مسلم)

امام بیضاویؒ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے قوت مہیا رکھنے کے لیے نشانہ بازی کو اس لیے خاص فرمایا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں قوی اور مؤثر ترین ذریعہ تیر اندازی ہی تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن البنا نے اس حدیث شریف کی تشریح یوں کی ہے: ''حضور پاک ﷺ کے زمانے میں نشانہ بازی سے مراد تیر اندازی تھی، لیکن نبی کریم ﷺ کا پیغام رہتی دنیا کے لیے ہے، اس لیے آج اس میں نشانہ بازی کی وہ تمام قسمیں شامل ہیں۔ جو موجودہ دور میں پائی جاتی ہیں یا آئندہ پائی جائیں گی۔ مثلاً بندوق، توپ، میزائل، راکٹ وغیرہ۔

آج ہر قسم کے اسلحہ مثلاً پستول، سب مشین گن، رائفل، لائٹ مشین گن، ہیوی مشین گن، ہر قسم کی توپیں، ٹینک، بمبار جہاز، تباہ کن بحری جہاز، آبدوزیں، بل کہ ہر نوعیت اور ہر طاقت کے زمین سے زمین، زمین سے فضا، فضا سے زمین، زمین سے پانی پر ضرب لگانے والے میزائل، گرینیڈ، گرینیڈ لانچر، راکٹ، راکٹ لانچر، وائرلیس رائفلوں، ٹینکوں، طیاروں، بحری جہازوں اور آبدوزوں کو تباہ کرنے والے گولے راکٹ بم و میزائل بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

اسلامی فوج کے سپہ سالار، محمد مصطفیٰ ﷺ کی جنگی اُمور کے بارے میں بصیرت ہر دور میں ہمارے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔ آپ ﷺ کی دانائی و حکمت سے ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دفاع کو غیر متزلزل بنا سکتے ہیں۔ مختلف احادیث اور روایات سے قومی دفاع کے استحکام کے لیے جو اشارات ملتے ہیں۔ اُنھیں اجتہاد کی روشنی میں نافذ العمل کرنا چاہیے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روم تمھارے زیرِ نگیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمھیں فتح و نصرت سے نوازے گا۔ لہٰذا تم میں سے کوئی بھی تیر اندازی کے فن اور مشق کو جاری رکھنے میں سُستی نہ کرے۔ (مسلم)

فخرِ کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ نے روم کے حوالے سے جو بشارت دی اُس کی تکمیل تاریخِ اسلام کا ایک باب ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اہلِ روم اکثر جنگوں میں نشانہ بازی کو بروئے کار لایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس فن میں مہارت حاصل کرنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ، اہلِ روم پر غالب آنے کی نوید سنائی۔ اِسی طرح ہند کی جانب اسلامی مملکت کے قیام کی بشارت بھی آپ ﷺ ہی نے فرمائی تھی۔ جس طرح اہلِ روم کے مقابلے میں مسلمانوں نے تیر اندازی میں مہارت حاصل کی، اس طرح آج تیر اندازی کے نشانہ باز، رائفل، توپ، میزائل، ٹینک سے دشمن کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ مقاصد ایک سے ہیں اُن کے استعمال کا انداز مختلف ہے۔ محسنِ عالمِ اسلام، ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اِسی نوعیت کا ایک مضمون تحریر کیا تھا جس سے بہت سا مواد کشید کر کے اپنی معروضات میں رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔

عصرِ حاضر میں اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے کہ دشمن جس قسم کے اسلحہ کی تربیت حاصل کر رہا ہے، اسی قسم کا اسلحہ مہیا کیا جائے اور کم از کم دشمن کے حملوں اور اسلحہ کا مقابلہ کرنے کے جدید طریقوں سے واقف رہنا ضروری ہے۔ چناں چہ راکٹوں، میزائلوں، توپوں، ٹینکوں سے آگے اب اینٹی سیٹلائیٹ والیکٹرانک وارفیئر کی ضروریات اور تقاضوں کے حوالے سے الفا پارٹیکل گاما ریز اور لیزر شعاعوں کی مدد سے بننے والے ہتھیار بھی دشمن پر دُور سے پھینکے جانے والے اسلحہ بھی جو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں (حدیث کی زبان میں رمی) یہ سب بہترین مروجہ عسکری قوت مہیا رکھنے کے ربانی ارشاد اور نبوی ﷺ تاکید کی تعمیل کے شمار میں آتے ہیں۔

اس حدیث شریف کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمھیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت سے رومی سلطنت پر فتح حاصل ہوگی۔ اس فتح کے بعد اسلامی فوج کو جنگی تیاری سے غفلت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ اپنی عسکری قوت کو کم ہونے نہ دیا جائے۔ مسلسل تیاری ہی سے ہم اپنی جیت کا تسلسل برقرار رکھ سکتے ہیں۔ جیت کے بعد

Marfat.com

تھوڑی سی غفلت ہمیں شکست سے دوچار کر سکتی ہے جس کا مظاہرہ معرکہ اُحد میں دیکھنے کو ملا۔ حضورِ پاک ﷺ نے روم کے حوالے سے جو فکر انگیز نصیحت فرمائی ہے، وہ ہمارے لیے نجات اور مستحکم دفاع کی ضمانت ہے۔ فتح کے بعد دفاع سے روگردانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود کو دشمن کے حوالے کر رہے ہیں۔ دشمن ہماری غفلت سے کسی طور بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہم بھارت کی پسِ پردہ سرگرمیوں سے غافل رہے۔ ۱۹۶۵ء کی فتح کے تناظر میں ہماری عارضی غفلت ہمارے لیے پریشانی اور ندامت کا باعث بنی۔ ہزار ہا پاکستانی جنگی قیدی بنے اور سیکڑوں راہِ حق میں شہید ہو گئے۔ ملک دولخت ہو گیا ہماری غفلت سے بھارت نے تاریخی فائدہ حاصل کیا۔ مسلمان کی زندگی مسلسل جہاد ہے۔ زندہ رہا تو غازی اور راہِ حق میں کام آیا تو شہید۔ مسلمان دنیا میں اس وقت تک تلوار کو نیام میں داخل نہیں کر سکتا جب تک دنیا کے اندر ظلم و ستم کی حکمرانی اور جارحیت، جبر اور ناانصافی کا دور دورہ ہو۔

بہت سے مسلمان مورخین، دانش ور، جذباتی طور پر لکھتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ شاید وہ دشمنانِ اسلام کے الزامات سے خوف زدہ ہو کر اس قسم کے بیانات رقم کرتے ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کہ اسلام سرور الانبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے پھیلا، لیکن اس بات کو بھی تسلیم کریں کہ وہ لوگ جو اخلاقی قدروں سے ٹھیک نہ ہوئے اُن کے خلاف شمشیر سامنے آئی۔ حضورِ پاک ﷺ شمشیر زنی اور تیر اندازی میں مہارت رکھتے تھے۔ اگر شمشیر بے معانی ہوتی تو حضورِ پاک ﷺ اس کی تربیت حاصل نہ کرتے۔ تلوار مسلمان کا زیور ہے۔ امیرِ کارواں محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس دو قسم کی تلواریں تھیں۔ ایک وہ جن کے دستوں اور پھلوں پر چاندی کے جڑاؤ کا کام کیا گیا تھا۔ دوسری قسم فتح مکہ کے موقع پر سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس وہ تلوار تھی جس پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کے پاس کُل گیارہ تلواریں تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الماثور	۲۔ ذوالفقار	۳۔ قلعی
۴۔ البتار	۵۔ الحتف	۶۔ المخذام
۷۔ الرسوب	۸۔ العضب	۹۔ قضیب
۱۰۔ صمصماۃ	۱۱۔ ال لحیف	

سپہ سالارِ اعظم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

Marfat.com

۱۔ المثنوی ۲۔ المنشنی ۳۔ الهدا القمرة

۴۔ انبعه البیضاء ۵۔ العنذه

شمشیر اور نیزے کی ترقی یافتہ شکلیں مختلف ہتھیاروں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے باوجود اسلامی جذبوں کے عظیم شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے شمشیر کو فتح و نصرت اور دفاعِ وطن کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ اُن کے یہ اشعار قابلِ توجہ اور قابلِ تقلید و عمل ہیں۔ شمشیر، استعارہ ہے دفاعِ وطن کا، قومی سلامتی کے تحفظ کا اور خود کو دشمن کے خلاف نبرد آزما رہنے کا۔

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

کلیات: ۱۳۳

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے؟

کلیات: ۱۶۴

عزائم کو سینوں میں بے دار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

کلیات: ۳۹۷

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے!
خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے!

کلیات: ۴۱۹

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار

کلیات: ۴۸۹

ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار

Marfat.com

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدِ جانباز ہے یا حیدرِ کرارؓ !
کلیات:۴۸۹

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
کلیات:۵۱۲

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!
کلیات:۶۴۱

ہر زمانے میں دگر گوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ محمد ﷺ ہے، کبھی چوبِ کلیمؑ!
کلیات:۶۰۷

آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور
شمشیرِ پدر خواہی بازوئے پدر آور
کلیات:۶۸۸

قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
کلیات:۶۸۵

فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری!
کلیات:۶۳۶

ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکی شمشیر!
کلیات:۵۹۴

Marfat.com

شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تیرے!
کلیات:۵۸۹

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہوگئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے بُرّندہ و بُرّاق!
کلیات:۵۳۶

اِک نکتہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند
بُرّندہ و صیقل زدہ و روشن و بُرّاق
کلیات:۵۰۶

مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ہے تو زرنگار و بے شمشیر!
کلیات:۴۹۵

میں نے اے میرِ سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قُلْ هُوَاللّٰه کی شمشیر سے خالی ہیں نیام!
کلیات:۴۸۷

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب!
کلیات:۳۹۳

مردِ سپاہی ہے، وہ اس کی زرہ لَآ اِلٰہَ
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لَآ اِلٰہَ
کلیات:۳۸۹

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
کلیات:۲۷۲

Marfat.com

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں ، نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کلیات:۲۷۱

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری
مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری

کلیات:۲۰۷

کس کی شمشیر جہانگیر، جہاندار ہوئی؟
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کلیات:۱۶۵

عرصۂ پیکار میں، ہنگامۂ شمشیر کیا!
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا!

کلیات:۱۵۰

معرکۂ اُحد میں سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی تلوار

معرکۂ اُحد کے دوران سپہ سالارِ اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی تلوار کسی صحابی کو عطا کرنے کا اعلان فرمایا اور مزید کہا کہ یہ اس کا مستحق وہ ہوگا جو اس کا حق ادا کرے۔ حضرت ابو دوجانہؓ نے اعلان کیا کہ وہ آپ ﷺ کی تلوار کا حق ادا کریں گے اور نبی معظم ﷺ نے اپنی تلوار اُنھیںؓ عطا کر دی۔

شمشیر اور مسلمان کا جذبۂ جہاد لازم و ملزوم ہیں۔ دورِ حاضر کو سائنسی ترقی کا عروج کہا جاتا ہے۔ اگر ہم اجتہاد کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیں تو شمشیر کی ترقی یافتہ شکل کا بخوبی ادراک کر سکتے ہیں۔ اس دور میں شمشیر کا کام کس کس انداز سے لیا جا سکتا ہے۔ دفاعِ وطن کے جدید تقاضوں میں ہم گرنیڈ، رائفل اور اسی قسم کے ساز و سامان سے دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اصل مقصود ہمارا دفاعِ وطن ہے۔ اگر ہم عالمی سطح پر مہلک ہتھیاروں کا جائزہ لیں تو سب اس بات پر متفق ہوں گے کہ آج ترقی یافتہ ممالک اسلحہ کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لیے کوشاں ہیں۔ عالمی امن ایک بٹن دباتے ہی کہاں سے کہاں جا سکتا ہے تباہی و بربادی کے لاتعداد مناظر ہم دہشت گردی کی صورت میں دیکھ چکے ہیں۔

Marfat.com

شمشیر و سناں اوّل گردانتے والے مسلمان زندگی کی دوڑ میں کبھی پیچھے نہیں رہے۔ پاکستان، محبانِ اسلام کی سرزمین ہے۔ایک عرصہ تک کئی ایک جہادی تنظیموں نے اس کے دفاع میں بہت مثبت کردار ادا کیا لیکن اُن میں سے بعض کا قبلہ حصولِ دولت ہوا تو وہ اصل راہ سے ہٹ کر اصل مقاصد بھی بھول گئے۔

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ سپہ سالارِ اعظم، محمد مصطفیٰ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں مجاہدین، کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے چمکیلی تیز دھار تلواریں لہراتے ہوئے میدان عمل میں کود پڑتے تھے۔اُن کی تلواروں نے نہ صرف مخالفین کو شکست دی بل کہ اُن کے علاقہ جات اور ممالک پر قبضہ کر کے مخالفین کو غلام بھی بنایا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور سرورِ کائنات ﷺ کے اُمتی ہونے کی وجہ سے ممکن ہوا۔عمیق نظری سے جائزہ لیں اور دل کے غارِ حرا میں بیٹھ کر سوچیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ تلوار بنانے والا بھی جہاد کا حصہ بنتا ہے، اِسی طرح کلمۂ حق بلند کرنے والوں کے لیے جو اسلامی فیکٹریاں اسلحہ تیار کرتی ہیں وہ دفاعِ وطن کے لیے جہاد کا ایک حصہ ہیں۔عصرِ حاضر میں پاکستان کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کے تمام افسران اور کارکنوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت حاصل ہے۔اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ، احادیث نبوی ﷺ اور مختلف روایات سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔

عقبہؓ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر ایک تیر کی بدولت تین افراد کو جنت میں داخل کرتا ہے: ایک تیر بنانے والا جو نیکی کے ارادے سے تیر بنائے، دوسرا مجاہد کو تیر کی مدد فراہم کرنے والا اور تیسرا تیر کو چلانے والا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ نے تاکید فرمائی: ''تم لوگ نشانہ بازی اور شہسواری سیکھو، مجھے نشانہ بازی، شہسواری سے زیادہ پسند ہے اور جو شخص نشانہ بازی سیکھ کر اسے بُھلا دیتا ہے وہ اپنے اس فن کے کفرانِ نعمت کرتا ہے۔''

دوسری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت عقبہؓ کی جب وفات ہوئی تو انؓ کے پاس ساٹھ یا ستر سے زیادہ کمانیں تھیں۔ ہر کمان کا الگ ترکش اور الگ تیر تھے۔حضرت عقبہؓ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت وصیت کے ذریعے یہ تمام سامان اللہ کی راہ میں دے دیا۔

اللہ کی راہ میں اسلحہ کی تیاری کرنے والا بھی جنت میں جائے گا اور جو مجاہدین کے لیے اسلحہ فراہم کرتا ہے اور خرید کر انھیں سپلائی کرتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا اور تیسرا جو اس اسلحہ کو استعمال کرتا ہے اور اس

Marfat.com

کے ذریعے اللہ کے دین کی ہیبت قائم کرتا ہے اور کفر و طاغوت کی طاقتوں کے پرخچے اڑاتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ اسلامی حکومت کی اسلحہ ساز فیکٹریوں اور لیبارٹریوں میں کام کرنے والے کاریگر، ہنرمند، سائنسدان، اسلحہ سازی کا مواد فراہم کرنے کے لیے مالی تعاون پیش کرنے والے اور اسلامی حکومت کی فوجیں سب کو اس حدیث سے فائدہ ملتا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اس سلسلہ کے ایک مضمون میں کئی اہم اُمور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی نگاہ میں جنگی تربیت کی جو اہمیت ہے وہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے۔ ''جس شخص نے نشانہ بازی (لڑنے، مارنے، مرنے) کا فن سیکھ کر اُسے بھلا دیا، اس نے اپنے فن کی ناشکری کی۔'' ہر مسلمان پر فرداً فرداً عسکری تربیت حاصل کرنا فرض ہے اس میں کوتاہی نہ صرف دنیاوی خسارے کا موجب ہوسکتی ہے بل کہ آخرت میں اس کی باز پرس بھی ہوگی۔

مسلمانوں میں جذبۂ عسکریت اور اعتماد کی بحالی و برقراری کے لیے اسلحہ کے استعمال و ساخت کے ساتھ اس کی نمائش کے ذریعے دفاع میں حصہ داری کی ترغیب اور حوصلہ مندی کا اہتمام کرنا بھی ثواب قرار پایا۔ چناں چہ عمرو بن مروان شام گئے تو دیکھا کہ حضرت بلالؓ اپنے اردگرد اسلحہ (تیر، کمانیں، بھالے، ڈھالیں وغیرہ) کا ڈھیر لگائے بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپؓ کہنے لگے، اے لوگو! اس طرح کا اسلحہ لو، اسے کارآمد بناؤ اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس امر کی تاکید فرمائی ہے۔'' (بخاری۔ مسند احمد)

اس سے ظاہر ہوا کہ اسلحہ کی نمائش جہاں دشمن پر دھاک بٹھانے کے حکم کی تعمیل اور (کارِ ثواب) ہے، وہاں اپنے شہریوں کے ذوقِ عسکریت کو جلا بخشنے کا سامان اور دفاعی تیاری بھی ہے۔ باطل کا مقابلہ کرنے کے احکامِ ربانی بتائے اور ان کے عملی نمونے دکھانے کے ساتھ ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اُمت کو عسکریت و دفاع سے عدم دلچسپی اور فوجی خدمت سے پہلوتہی کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے حضرت ثوبانؓ سے فرمایا: اے ثوبانؓ تمھاری کہاں ہمت ہوگی اگر تم پر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح تم کھانے کے برتن پر لقمہ لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہو؟ حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ حضورِ پاک ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں، بل کہ تعداد میں تو تم

Marfat.com

زیادہ ہوں گے، لیکن تمھارے دلوں کے اندر کمزوری اور بزدلی پڑ جائے گی۔ دوسرے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کمزوری سے کیا مراد ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمھارا دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جانا اور (باطل سے) لڑائی سے جی چرانا کمزوری ہے۔ (ابوداؤد)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اسلحہ کی فراہمی اور جنگی تیاریوں کے ساتھ ساتھ اسلحہ اور مال و اسباب کی حفاظت کے لیے اُمت کو ہشیار اور خبردار رہنے کی ربانی ہدایت یوں سنائی: ''کافروں کی خواہش ہے کہ تم اپنے اسلحہ اور مال و اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھپٹ پڑیں۔'' (النساء:۱۰۲)

صحت مندانہ کھیلوں میں حضور ﷺ کی دل چسپی کا تذکرہ کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ تیر اندازی، نشانہ بازی، شمشیرزنی کی تمثیلیں عصرِ حاضر کی ترقی یافتہ دفاعی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہیں۔ نبی پاک ﷺ، تیراکی میں گہری دل چسپی فرمایا کرتے تھے۔ عصرِ حاضر میں دفاع کے لیے بحریہ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔ مبصرین کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ آئندہ جنگیں پانی کے حصول کے لیے ہوں گی۔

بحریہ، سپہ سالارِ اعظم ﷺ کی نظر میں

حضرت انس بن مالکؓ، اُمِ حرامؓ سے نقل کرتے ہیں انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ، میرے گھر دوپہر کو خوابِ راحت فرما رہے تھے کہ یکایک مسکراتے ہوئے بےدار ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں''؟ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ''میرے سامنے میری اُمت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے ہیں جو اس سمندر (بحراخضر) کی پشت پر سوار ہوں گے اور ایسے دکھائی دیں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں'' میں نے عرض کی...... آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل کرے چناں چہ آپ ﷺ نے دعا مانگی ''اے اللہ اسے (یعنی اُمِ حرامؓ) کو بھی اس گروہ میں شامل فرما۔''

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: رسول اکرم ﷺ، ازدواجِ مطہراتؓ میں سے کسی کے گھر میں تھے کہ آپ ﷺ نے سر ٹیک لیا اور محوِ استراحت ہوئے۔ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نیند میں مسکرا رہے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ بحرِ جود و سخا محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: اپنی اُمت کے کچھ لوگوں کو دیکھ کر مجھے تعجب (مسرت آمیز) ہو رہا ہے کہ یہ دشمن کے تعاقب میں اس سمندر کو چیریں گے اور

Marfat.com

اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔(احمد)

آپ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے خواب میں ایسے لوگ دکھائے جو سمندر کو چیریں گے اور جہاد کریں گے اور اسلامی فتوحات میں اضافہ فرمائیں گے تو آپ ﷺ نے بے پناہ شوقِ جہاد اور خطر پسند عزائم کو دیکھ کر مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا اور ایسے لوگوں کی بہادری کی تعریف فرمائی۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ بحری جنگ، برّی جنگ سے افضل ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ سے اس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔اُم حرامؓ ہی سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بحری سفر میں جو صعوبت اور تکلیف برداشت کرے اُسے ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو ڈوب جائے اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

بحری جہازوں کو اسلامی فوج کے سپہ سالار، محمد عربی ﷺ نے بادشاہوں کے تخت سے تشبیہ دی ہے اور بحریہ کے جوانوں کو بادشاہوں سے گویا بحری مجاہدین آنحضور ﷺ کے الفاظ میں ''سمندر کے بادشاہ'' ہیں۔تاج دارِ کائنات ﷺ کا خواب ہوسکتا ہے کہ کسی مخصوص بحری غزوہ کی طرف اشارہ ہو مگر حدیث کے الفاظ عام ہیں اور آپ ﷺ کی یہ بشارتیں اور القاب تاریخ کے ہر اس دور میں صادق آئیں گے جس میں اسلامی جہاد برپا ہونے پر آپ ﷺ کی اُمت کے کچھ لوگ (سمندری بادشاہ) بحری کارنامے دکھائیں گے۔توحید کو فروغ دیں گے اور شرک وکفر کے قلعے مسمار کریں گے۔

فضائی حدود کا تحفظ

پرانے دور میں زمینی تحفظ کے لیے اُونچے پہاڑوں اور دیگر بلند مقامات سے دشمن پر پتھر پھینکنے کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔فضائی حدود کا معائنہ کرنے کے لیے اُونچے اُونچے ٹیلے کام میں آتے تھے۔موجودہ فضائیہ کا تصور اور بمباری کا شعور ابرہہ کے لشکر پر ابابیل کی کنکریاں پھینکنے سے عبارت ہے۔قرآن پاک میں ستاروں، چاند اور آسمانی وسعتوں کا جابجا ذکر ملتا ہے۔سورہ الرحمٰن میں چاند تک رسائی کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔عصرِ حاضر میں جنگ کی کامیابی کا راز بہترین فضائیہ میں ہے۔پہلی اور دوسری عالم گیر جنگ میں ہونے والی تباہی میں زیادہ تر ہاتھ ہوائی حملوں کا ہے۔ہوائی حملوں کے ہول ناک خطرات سے بچنے کے لیے ہمیں تمام تر تدابیر کرنی چاہئیں۔دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھنے کا حکم قرآنِ پاک میں کئی بار آیا ہے۔دورِ جدید میں یہ سبک رفتار تازہ دم گھوڑے فائٹر طیارے ہوسکتے ہیں۔یوں فضائیہ کا تصور ہمیں قرآنِ حکیم ہی سے ملتا ہے۔الحمدللہ! ہماری خواتین بھی ہوابازی میں شامل ہو چکی ہیں۔ہمارا دشمن بدعہد، منافق ہے۔اُس سے دوستی کرنا خام خیالی ہے۔ہمیں ہر مرحلے پر دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفار کے

Marfat.com

مقابلے میں ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دیتا ہے۔ پاکستان کا مقابلہ ایک ایسے ہی ملک سے ہے جو ہندوازم کا پرچار کرتا ہے۔ پروفیسر محمد منور مرزا نے اپنی کتاب ''دیوارِ برہمن'' میں لکھا ہے:

> ''ہندو قوم کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ بڑی برخود غلط اور مغرور قوم ہے۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات میں فقط انہی کا وطن پاک ہے، باقی ہر سرزمین پلید ہے۔ ان کی زبان میں غیر ملکی اور اجنبی کو ملیکش کہتے ہیں لیکن چوں کہ ہر بیرونی سرزمین پلید ہے لہٰذا ملیکش کا معنی خود بخود پلید شخص ہو گیا۔
>
> مسلمان باہر سے آئے اور یہاں بس گئے۔ تقریباً ایک ہزار سال رہے مگر ملیچھ (یا ملیکش) ہی رہے اور تا حال یہی حال ہے۔ تقسیم برعظیم سے قبل اور بعد میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ جو مٹھی بھر افراد بظاہر غیر متعصب بنتے ہیں، اندر سے وہ بھی وہی کچھ ہوتے ہیں۔''

الغرض ہندوؤں نے برعظیم پر قبضہ جمانے کے لیے سارے جتن کیے۔ مسلمانوں نے اُنھیں اقلیت جان کر اسلامی فلسفۂ حیات کے مطابق عزت، توقیر دی، اُن کے حقوق کا خیال رکھا۔ ہندو ہمیشہ آستین کا سانپ ثابت ہوئے۔ ہندوؤں کے دکھ سکھ میں اُن کا ساتھ دیا لیکن

وقت کی آندھی سے طوفان بدل جاتے ہیں
زندگی کی راہوں میں انسان بدل جاتے ہیں

ہندو ہمیشہ اِسی مقولہ پر عمل کرتے رہے اور ہمارے خلوص، جذبات و احساسات سے کھیلتے رہے۔ ایک اللہ، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب کے نام پر حاصل شدہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے قیام کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے لہو بہایا۔ دفاعِ پاکستان کے لیے قرآنِ پاک ہماری ہر جگہ رہنمائی کرتا ہے۔ ہمیں اِسی کے نام پر زندہ رہنا ہے، اِسی کے نام پر مرنا ہے۔

سوچتا ہوں کہ موت آنے تک
زندہ رہنے میں کیا قیامت ہے؟

ہمیں اللہ تعالیٰ پر یقینِ کامل رکھنا چاہیے کہ پاکستان منشائے خداوندی ہے۔ دشمن اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہمیں دبانے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

''اور تمھیں تمھاری فوج ہرگز کام نہیں آئے گی اگرچہ تعداد میں بہت ہو اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔'' (۱۹:۸)

ربِ ذوالجلال ہمیں دفاع پاکستان کی تیاری کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اہلِ ایمان کو بشارت دیتا ہے:

''مت بزدلی دکھاؤ اور مت غم کھاؤ اور تم ہی غالب ہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔'' (۱۳۹:۳)

''اے ایمان والو جب ملو (یعنی جب مقابلہ ہو) دشمن کے دستے کے ساتھ پس ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ کا کثرت کے ساتھ تاکہ فلاح پاؤ۔'' (۴۵:۸)

''اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو مضبوط بنا اور ہمارے قدم جمائے رکھ۔'' (۲۵:۲)

''اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کاموں میں جو زیادتی ہم سے ہوئی ہے وہ بھی بخش دے اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافروں کی قوم کے خلاف ہماری مدد فرما۔'' (۱۴۷:۳)

''یقیناً اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں اس طرح جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے۔ (۴:۶۱)

''اور تم جنگ کیوں نہیں کرتے جب مظلوم موجود ہیں...... الی خیر'' (۷۴:۴)

''اے ایمان والو اپنا دفاع کر لو'' (۷۱:۴)

''اے ایمان والو کسی کو راز دار مت بناؤ اپنوں کے سوا۔'' (۱۱۸:۳)

''جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جانوں کے ساتھ۔'' (۲۰:۹)

Marfat.com

"اور وہ جو ہمارا اپنا لشکر ہے بے شک وہی غالب ہوں گے۔"

(۳۷:۱۷۳)

اور حسب استطاعت اپنی قوت اور گھوڑوں کو دشمن کے مقابلہ کے لیے تیار رکھو (سورۃ انفال)

راقم الحروف (ہارون الرشید تبسم) کو ۱۶ مارچ ۱۹۷۴ء تا یکم اکتوبر ۲۰۰۵ء جانباز فورس میں بحیثیت بٹالین کمانڈر کئی چھوٹی بڑی دفاعی سکیموں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ شاہینوں کے ہوائی اڈے کے چاروں اطراف ڈیفنس مورچوں میں اپنے جوانوں کے ساتھ کام کر کے جو دلی سکون میسر آیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ جانبازوں سے سرنگیں کھودوانے، دفاع لگوانے اور کمانڈوز کے ساتھ دوبدو ہوائی اڈے کے قرب و جوار کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی حکمتِ عملی میں بہت سے تجربہ کار افسروں اور انسٹرکٹرز کے ساتھ شب و روز کام نے دفاع کی اہمیت ذہن پر نقش کر دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے جوان جو دفاع میں گہری دل چسپی رکھتے ہوں اُن کے تجربات سے بھی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

دشمن، کئی اشکال میں اپنی دشمنی پوری کرتا ہے۔ بھارتی اور کئی دوسرے ممالک کے جاسوس مختلف شعبہ ہائے زندگی میں داخل ہو کر ہمارے ملک کی دفاعی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ ہر پاکستانی کو سماج دشمن عناصر اور جاسوسوں کے نیٹ ورک کے خلاف اپنا قومی فریضہ انجام دینا چاہیے۔ ہر ضلعی سطح پر فوج، انتظامیہ اور ریٹائرڈ آرمی افسروں، جوانوں پر مشتمل ایک ایسا دستہ ہونا چاہیے جو ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر ایسے سہولت کاروں کو بے نقاب کریں جو وطن دشمنی کا باعث ہوں۔ ریلوے اسٹیشنوں، اسپتالوں، بس اڈوں اور ہوائی اڈوں پر خصوصی چیک پوسٹ بنائی جائیں۔ آرمی انسٹرکٹرز کے بصیرت افروز لیکچرز سے جو حکمتِ عملی ذہن کا حصہ بنی وہ یہ ہے کہ ہمارا اُٹھنے والا ہر ہاتھ، ہاتھ میں تھاما ہوا قلم، دفاعِ وطن کے راستے میں چلنے والے قدم اور دفاعِ وطن کے لیے سوچنے والا ہر ذہن، اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم یہ سب کچھ زبانی کلامی کے طور پر اپنائیں، تقاضا ہے کہ ہم پاکستان کے دفاع کو مستحکم کرنے کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کریں۔

الحمدللہ! پاکستانی زندہ قوم ہیں، پائندہ قوم ہیں، ہنگامی صورت حال میں ملکی دفاع میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے، لیکن پریشانی کے عالم میں بے دار رہنا، عقل مندی نہیں۔ جو کام حسنِ ترتیب، حسنِ عمل اور حسن

Marfat.com

تنظیم سے انجام دیا جائے وہ بہتر ہوتا ہے۔ پاکستان میں دردِ دل رکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ مخیّر حضرات کے تعاون سے کئی اہسپتال دکھی انسانیت کی خدمت میں کوشاں ہیں۔ عبدالستار ایدھی، انصار برنی ایسے لاتعداد لوگ پاکستان اور پاکستان سے باہر اپنی خدمات کی وجہ سے مقبول ہیں۔ شوکت خانم کینسر اسپتال، سہارا فاؤنڈیشن، ایدھی فاؤنڈیشن، الخدمت فاؤنڈیشن، انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ، رحمت للعالمین ﷺ ٹرسٹ اور لاتعداد ادارے انسانی خدمت کے لیے ہمہ وقت مصروف کار ہیں۔

عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کے بعد میڈیا ملک کا چوتھا بڑا ستون ہے۔ حکومت خواہ کسی کی بھی ہو حالات جیسے بھی ہوں دفاعی سرگرمیوں کے حوالے سے میڈیا کو ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وطن کے ذرّے ذرّے سے پیار کرنا عینِ عبادت ہے۔ اس لیے ذرّہ یعنی ایٹم سے فائدہ اُٹھانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی میں خودکفیل ہے۔ محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ۳۱ جولائی ۱۹۷۶ء کو انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز قائم کر کے بہت بڑا جہاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے یہ ادارہ پاکستان کے لیے نعمتِ خداوندی ہے۔ جہاں توانائی کا پُر امن منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا اُن کی پوری ٹیم نے ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی تجربہ کر کے دنیا بھر میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ یہ فتح کسی ایک فرد کی نہیں تھی بل کہ پوری قوم کا طرۂ امتیاز تھا۔ پاکستان کا دفاع بھی کسی ایک فرد کی وجہ سے ممکن نہیں بل کہ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔ سپہ سالارِ اعظم نبی معظم ﷺ نے مدینہ کے دفاع کے لیے مسلمانوں کے علاوہ انصار، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں سے مشاورت رکھی۔ میثاقِ مدینہ میں اس بات کو شامل بھی رکھا گیا۔ پاکستان میں غیر مسلموں کو اقلیت کہہ کر دفاع سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بھی پاکستانی ہیں۔ اِسی ملک سے اُن کی تمام تر خواہشات وابستہ ہیں۔ غیر مسلموں کو دفاع میں ضرور شامل رکھنا چاہیے کیوں کہ وہ بھی اس ملک کا حصہ ہیں۔ اطاعتِ امیر کے بارے میں کافی کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ معرکۂ اُحد میں اطاعتِ امیر سے غفلت کا نتیجہ سب جانتے ہیں۔ معمولی تساہل اور سپہ سالارِ اعظم، محمد عربی ﷺ کی اطاعت میں تھوڑی سی کمی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ آج پاکستان کے دفاع کے لیے سپہ سالار کو سر سے کفن باندھ کر قوم کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ دفاع سے لمحے بھر کی سستی ہمارے لیے بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔

بھارت کی جنگی تیاریوں کے بارے میں گزشتہ ابواب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ پاکستانی عوام کو دفاعِ وطن کی طرف راغب کرنے کے لیے علمائے کرام، اساتذۂ کرام اور میڈیا کو اپنا فرض ادا کرنا

Marfat.com

چاہیے۔قوم میں خوداعتمادی، تزکیہ نفس، خود احتسابی، نیابتِ الٰہی اور دفاعِ پاکستان کا شعور اُجاگر کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے خلاف منفی بیانات دینے والے اپنوں اور غیروں کا منہ بند کرنے کے لیے اہلِ وطن کو جذبۂ حب الوطنی سے منہ توڑ جواب دینا چاہیے۔جس قوم کی سوچ تعمیری ہوگی اُسے تخریب کاری کے واقعات متزلزل نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ نے اہلِ پاکستان کو بہترین تخلیقی ذہن، لاتعداد وسائل نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔مظہرِ اوّلین،صحتِ آفرین، آبروئے زمین، مرادالمشتاقین، شمس العارفین، محمد مصطفیٰ ﷺ کی فہم وفراست کا نور ہمارے پاس ہے۔پاکستان اللہ تعالیٰ کی منشاء تھی اور چوں کہ اللہ کی منشاء تھی لہٰذا اٹل حقیقت تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ منشاء اپنے پیارے حبیب، محمد مصطفیٰ ﷺ کی بشارت سے ہم تک پہنچی۔مردِ درویش، ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے ۱۹۳۰ء کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں جس آزاد اور خودمختار مملکت کا خاکہ پیش کیا وہ پاکستان ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتخاب کیا۔جس نے اپنی ولولہ انگیز قیادت، بصیرت، با اُصول سیاست اور وقت کی پابندی سے اس خواب کو حقیقت میں بدل دیا۔دفاعِ پاکستان کے لیے سب سے پہلے اس کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع ضروری ہے۔نظریہ کسی بھی قوم کے لیے بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔قوموں کی زندگی میں نظریہ روح کی مانند ہوتا ہے۔سرحدی اور جغرافیائی دفاع کے لیے نظریاتی دفاع لازم وملزم ہے۔نظریۂ پاکستان کی اساس نبی پاک ﷺ کے رہنما اُصول ہیں۔پاکستان ایک مقدس سرزمین ہے،اس مقدس اِمانت پر سایۂ رحمٰن ہے،اس کا شکر بجالانا ہمارا ایمان ہے۔اہلِ پاکستان اس بات پر پورا یقین رکھیں کہ ربّ العالمین ہمارا خالق ومالک ہے ،اُس کے حکم کے بغیر ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے،فخرِ موجودات، محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے حاکمِ اعلیٰ ہیں، اُن سے نسبت کے بغیر ہماری کوئی نسبت نہیں۔وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، کائنات اُن سے ڈرتی ہے اور جو لوگ محمد مصطفیٰ ﷺ سے پیار کرتے ہیں پوری کائنات اُن سے پیار کرتی ہے۔یہ مت خیال کریں کہ لوگ آپ کو کیا کہتے ہیں؟ ہمیشہ اس بات پر توجہ دیں کہ ہم کیا کرتے ہیں۔اپنی خواہشات کو کبھی اپنے قدموں سے آگے نکلنے نہ دیں، جو مل گیا اُس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔جو چھن گیا اُس پر افسوس کرنا فضول، جو مانگ لے،اُسے عنایت کر دیجیے اور جو بھول جائے اُسے بھول جاؤ، دنیا میں بے سروسامان آئے تھے اور بے سروسامان ہی جانے والے ہیں،اس لیے سامان جمع نہ کرو، ہجوم سے گریز کرو، تنہائی کو اپنا ساتھی بناؤ۔اگر صاحبِ علم ہو تب بھی فتویٰ جاری نہ کرو۔جسے خدا نے ڈھیل دی ہے اُس کا کبھی احتساب نہ کرو۔بلاضرورت سچ

Marfat.com

کہہ کر فساد برپا نہ کرو۔ اگر کوئی پوچھے تو بات سچی کرو اور اگر نہ پوچھے تو چپ رہو۔ لوگ دنیاوی لذت کے پیچھے بھاگتے ہیں اور لذت کا انجام برا ہوتا ہے۔ دولت کو مت روکو، ورنہ خود بھی رُک جاؤ گے۔ صحبت کی بھی گرد ہوتی ہے، جس طرح راستے کی گرد جسم آلودہ کرتی ہے اِسی طرح برے انسانوں کی صحبت پراگندہ کرتی ہے۔ چوروں میں بیٹھنے سے انسان چور بنتا ہے، نیک لوگوں میں بیٹھنے سے نیکی کا سائبان حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ راضی ہو، تو کائنات راضی رہے گی اور اگر اللہ ناراض ہو گیا تو نعمتیں اُٹھ جائیں گی۔ نعمتیں خوشبو ہوتی ہیں اس خوشبو کو مت جانے دو۔ ہر ایک سے رحم کرو اور سمجھ لو کہ اگر یہ جذبہ پروان چڑھتا رہا تو خالق آپ سے راضی ہے۔ اپنے رشتے داروں سے حُسنِ سلوک کرو۔ اللہ آپ سے حُسنِ سلوک کرے گا۔ اللہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا، اُس سے مانگتے رہو اور اپنے دروازے بھی سب کے لیے کھلے رکھو۔ یہ دُعا کرتے رہو کہ اللہ وہ طاقت نہ دے جس سے ہم دوسروں کو کمزور کریں، وہ دولت نہ دے، جس کی خاطر ہم دوسروں کو غریب سمجھیں اور وہ علم نہ دے جس ہم دوسروں کو حقیر سمجھیں۔ اچھے وقت نے دنیا کو بتایا کہ ہم کیسے ہیں؟ اور ہمیں برا وقت بتاتا ہے کہ دنیا کیسی ہے؟

وہ عطا کرے تو شکر اُس کا ، وہ نہ دے تو ملال نہیں
میرے رب کے فیصلے کمال ہیں، اُن فیصلوں میں زوال نہیں

کامل ایمان کے بغیر ہم کامل انسان نہیں بن سکتے۔ وطن سے محبت درحقیقت خود سے محبت ہے، جس طرح درخت دھوپ میں خود تو جلتا ہے لیکن ہمیں چھاؤں مہیا کرتا ہے۔ دفاعِ پاکستان اُسی صورت ممکن ہے کہ ہم ایسی مثال پیدا کریں کہ دوسرے اُس کی تقلید کریں۔ اللہ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان سے ہم دوسروں کے لیے جینے کا سلیقہ سیکھ سکتے ہیں۔ عمل ہماری زندگی ہے، فیصلہ کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کا کام ہے۔

وہی تو ہے جو فیصلہ کرتا ہے، پتھر کے مقدر کا
کسے ٹھوکر پہ رکھنا ہے، کسے اسود بنانا ہے

ہمیں خود انحصاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دفاعِ وطن کے لیے اپنی تمام تر توانائیوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔ ان شاء اللہ، مذکورہ کوششوں اور قوتوں سے دشمن کو ہمارے خلاف کوئی قدم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوگی۔ احمد ندیم قاسمی کی دُعا ملاحظہ ہو۔

خدا کرے کہ میری ارضِ پاک پر اُترے
وہ فصلِ گُل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

Marfat.com

یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا ہی رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سر سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں، یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں سے بھی روئیدگی محال نہ ہو

خدا کرے کہ نہ خم ہو سرِ وقار وطن
اور اس کے حسن کو تشویشِ مہ و سال نہ ہو

ہر ایک فرد ہو، تہذیب و فن کا اوجِ کمال
کوئی ملول نہ ہو، کوئی خستہ حال نہ ہو

خدا کرے کہ میرے اِک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو، زندگی وبال نہ ہو

☆-☆-☆

Marfat.com

مصاحبے

☆	پروفیسر ابو بکر عتیق	گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج سرگودھا
☆	حافظ ابو بکر اُسامہ	مدرسہ ریحان المدارس، بلاک 29، سرگودھا
☆	ڈاکٹر اعجاز احمد	مدنی مسجد، تبلیغ مرکز سرگودھا
☆	کرنل افتخار احمد	سرگودھا
☆	حافظہ اقراء محمود	بلاک نمبر ۱۱ سرگودھا
☆	الحاج عبدالرحمٰن	الرحمٰن ہائٹس، عقب رحمٰن پلازہ یونی ورسٹی روڈ سرگودھا
☆	پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر	ڈائریکٹر شعبہ اقبالیات، نظریۂ پاکستان کونسل، اسلام آباد
☆	پروفیسر حنیف شاہد	ڈائریکٹر بزمِ اقبال لاہور
☆	حضرت مولانا ذکریا اشرف	اسلام آباد
☆	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	۲۸۔ڈی، منصورہ لاہور
☆	زاہد ملک	چیئرمین نظریۂ پاکستان کونسل، ٹرسٹ اسلام آباد
☆	ڈاکٹر زاہد منیر عامر	اورئنٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی لاہور
☆	ایئر وائس مارشل (ر) ساجد حبیب	پرنسپل، پی۔اے۔ایف کیڈٹ کالج سرگودھا
☆	مولوی سلطان محمود	ٹیچر گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول نمبر ۲، سرگودھا
☆	حافظہ سمعیہ اکبر بٹ	مقامِ حیات سرگودھا
☆	چودھری شرافت حسین	ڈائریکٹر محکمہ تعلقاتِ عامہ سرگودھا
☆	پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول	عالمی شہرت یافتہ مؤرخ، سابق چیئرمین تعلیمی بورڈ سرگودھا
☆	حضرت مولانا طارق نعمانی	جامع مسجد ذوالنورین، سیٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا
☆	ڈاکٹر طالب حسین سیال	بین الاقوامی اسلامک یونی ورسٹی، فیصل مسجد کیمپس، اسلام آباد
☆	مولانا طاہر مسعود	مفتاح العلوم، سیٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا
☆	پروفیسر طیبہ کنول	گرین فیلڈ کالج سرگودھا

Marfat.com

☆ ظفر علی بھٹی	ڈسٹرکٹ سول ڈیفنس آفیسر سرگودھا
☆ مولانا عباس الٰہی ظہیر	خطیب جامع مسجد اہلحدیث، بلاک ۱۳ سرگودھا
☆ عبدالصبور	لائبریرین غالب لائبریری باغِ جناح سرگودھا
☆ مولانا عطاء اللہ بندیالوی	خطیب جامع مسجد معاویہؓ، واٹر سپلائی روڈ سرگودھا
☆ علی رضا	فاروقہ
☆ پروفیسر غلام عائشہ	گورنمنٹ کالج برائے خواتین پھالیہ
☆ میجر فائق ایوب	اسلام آباد
☆ حافظ فرقان محمود کمبوہ	اقبال کالونی سرگودھا
☆ حافظہ ماریہ صغیر	مسجد طوبیٰ بلاک نمبر 8، سرگودھا
☆ مولانا محمد اشرف	دارالعلوم محمودیہ نزد لاری اڈا، سرگودھا
☆ مولانا محمد اکرم طوفانی	ختم نبوت، سیکرٹریٹ لکڑ منڈی سرگودھا
☆ محمد آصف ملک	گرین فیلڈ کالج، سرگودھا
☆ علامہ مولانا محمد رمضان	خطیب اعظم جامع مسجد غلہ منڈی سرگودھا
☆ محمد طارق طیب	امیج پوائنٹ، بلاک ۱۱، سرگودھا
☆ مولانا محمد طیب سلیم	مفتاح العلوم، سیٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا
☆ محمد عرفان بٹ	چیف وارڈن، سول ڈیفنس، سرگودھا
☆ مولانا محمد عمر فاروقی	محمدی مسجد، بلاک نمبر ۷ سرگودھا
☆ ملک محمد معظم توصیف	روزنامہ تجارت، کچہری بازار سرگودھا
☆ حافظ محمد مسعود	لائبریرین گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج سرگودھا
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری	وائس چانسلر یونی ورسٹی آف سرگودھا
☆ پروفیسر ملک مختار احمد اعوان	شعبہ اسلامیات یونی ورسٹی آف سرگودھا
☆ ممتاز عارف	روزنامہ وفاق کچہری بازار، سرگودھا

Marfat.com

کتابیات

☆ ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامۂ اسلام (مکمل)، الحمد پبلی کیشنز، پرانی انارکلی لاہور، ۲۰۰۶ء

☆ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، (سن ندارد)

☆ احمد حسین رشک ترابی، مشعلِ آفاق، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء۔

☆ مولانا اشرف علی تھانوی، ذکر النبی الحبیب ﷺ مجلس صیانیہ المسلمین، جامعہ اشرفیہ لاہور، ۱۴۱۱ھ

☆ اقبال گوندل، ہماری سیاست اور اکیسویں صدی، آزاد انٹر پرائزز، لاہور، (سن ندارد)

☆ الشیخ عبداللہ، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ، جامعہ العلوم الاثریہ جہلم پاکستان، ۱۹۹۰ء

☆ مولانا الطاف حسین حالی، مسدس حالی، خزینہ علم و ادب اُردو بازار لاہور، (سن ندارد)

☆ کرنل ایچ آر گولڈنگ، پُرانا لاہور، لاہور ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ سوسائٹی، (سنِ ندارد)

☆ ایم رمضان گوہر، اُجالا ہوا تو ہے، حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور، فروری ۲۰۰۸ء

☆ ڈاکٹر ایم محی الدین قاضی، محسنِ انسانیت ﷺ، اسلام اور جدید مسائل، قاضی اینڈ قاضی، لاہور، ۲۰۰۳ء

☆ اِعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سندھ، اُردو اکیڈمی، بندر روڈ کراچی، نومبر ۱۹۵۹ء

☆ آر، وی، سی باڈلے (تالیف)، الرسول ﷺ، الیف ڈی پرنٹرز، لاہور، ط: دوم: ۱۹۹۹ء

☆ ڈاکٹر تاراچند، تمدنِ ہند پر اِسلامی اثرات، مجلسِ ترقیِ ادب، کلب روڈ لاہور، جون ۲۰۰۲ء

☆ ثریا خورشید، تاریخی مشاہدات و واقعات قائد اعظمؒ، نظریہ پاکستان پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۹ء

☆ جمیل یوسف، مسلمانوں کی تاریخ، کتاب گھر ئی ۲/۱۰، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

☆ ذوالفقار احسن، انور سدید کے خوابیدہ افسانے نقش گر راولپنڈی/سرگودھا، ۱۴، اگست 2015ء

☆ ذوالفقار احسن، تنقیدی اُفق، نقش گر، راولپنڈی، ۲۰۱۴ء

☆ راجہ محمد شریف، حیات رسالت مآب ﷺ، انصار بک سٹال سرگودھا، ۱۹۸۸ء

☆ رائے بہادر ماسٹر پیارے لال آشوب، رُسوم ہند، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، ط: دوم: ۲۰۰۸ء

☆ زاہد حسین انجم، کون کیا ہے؟ جہانگیر بکس، ۱۲۱ ڈی گلبرگ III لاہور، ۲۰۱۴ء

☆ زاہد حسین انجم، انسائیکلوپیڈیا واقعاتِ پاکستان، نذیر سنز۔ اُردو بازار لاہور، ۱۳۔ ۲۰۰۶ء۔ ۳ جلد

Marfat.com

☆ زاہد ملک، مضامینِ قرآنِ حکیم، بن قطب انٹرنیشنل کراچی، ۱۹۸۰ء
☆ زبیدہ رئیس، آئینہ اخلاق، سیرت رائٹرز کلب فیصل آباد، ۲۰۰۷ء
☆ ساجد گل، زمین بے قرار ہے، کشمیری مسلمانوں کی داستانِ حریت، الحمد پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء
☆ سید سلیمان ندوی، خطباتِ مدارس، مکتبۃ العلم ۱۸ اُردو بازار لاہور، (سن ندارد)
☆ سمیرا نسرین، اشاریہ کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۶ء
☆ شاہد حمید، قادیانیت ایک فتنہ، بک کارنر شوروم بک سٹریٹ جہلم، مارچ ۲۰۱۰ء
☆ علامہ شبلی نعمانیؒ، سیرت النبی ﷺ، الفیصل، اُردو بازار لاہور، مارچ ۱۹۹۱ء، جلد: اول
☆ علامہ شبلی نعمانیؒ، سیرۃ النبی ﷺ، آرمی بک کلب، ۱۹۷۹ء
☆ علامہ شبلی نعمانیؒ، سیرت النعمانؒ، کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام برانڈرتھ روڈ لاہور، اکتوبر ۱۹۶۱ء
☆ سید شمیم حسین قادری، اسلامی ریاست قرآن وسنت کی روشنی میں، مکتبہ جدید پریس لاہور، ۲۰۰۱ء
☆ شیخ محمد رفیق، تاریخ، پروفیسر، اسلام خلافتِ عباسیہ، حیدری پریس لاہور، ۲۰۱۳ء
☆ پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول، تاریخِ اسلام، ایم آر برادرز لاہور، سن ندارد (دیباچہ جنوری ۱۹۵۹ء)
☆ صفدر حیات صفدر، عالمگیر سے وفاتِ ظفر تک، القائم آرٹ پریس پیسہ اخبار لاہور، (سن ندارد)
☆ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۷۹ء
☆ طارق اسمٰعیل ساگر، بلیک واٹر، طاہر سنز پبلشرز، ۴۰ ی اُردو بازار، لاہور، جون ۲۰۱۰ء
☆ طارق اسمٰعیل ساگر، ضربِ عضب طالبان اور وزیرستان، ساگر پبلی کیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۴ء
☆ ظفر اللہ خان، فیضانِ رحمتِ بیکراں، اُمہ پبلیکشنز لاہور، ۲۰۰۸ء
☆ عبدالباری ایم۔اے، رسول کریم ﷺ کی جنگی اسکیم، الفیصل لاہور (سن ندارد)
☆ عبدالجلیل بھٹی، رسول اللہ ﷺ کی انقلابی زندگی، توریخ پبلی کیشنز، بہاول پور، جون ۲۰۰۲ء
☆ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، نبی اکرم ﷺ بحیثیت سپہ سالار، مکتبۃ السلام، لاہور، ۲۰۰۳ء
☆ مفتی عبدالستار، آفتاب ہدایت کے ۳۱۳ روشن ستارے، اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان، ۱۴۳۳ھ
☆ مولانا عطاء اللہ ساجد، قصص الانبیاء، دارالسلام کراچی، (سن ندارد)
☆ عقیل عباس جعفری، پاکستان کرونیکل، ورثہ، ڈی ایچ اے، کراچی، ستمبر ۲۰۱۱ء

Marfat.com

☆ مفتی غلام سرور، لاہور، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور، ط: اول: اکتوبر ۱۸۷۷ء، ط: دوم: ۱۹۸۷ء
☆ مولوی غلام نبی، قصص الانبیاء، اکبر بک سیلرز اُردو بازار لاہور، (سن ندارد)
☆ میجر جنرل (ر) فضل مقیم خان، پاکستان کا المیہ ۱۹۷۱ء، پی او نمبر ۱۷۹، راولپنڈی، (سن ندارد)
☆ سید قاسم محمود، انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، الفیصل ناشران کتب، اُردو بازار لاہور، جولائی ۲۰۱۴ء
☆ قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین ﷺ، الفیصل ناشرانِ وتاجرانِ کتب، اُردو بازار لاہور، مئی ۱۹۹۱ء
☆ کنہیا لال، تاریخ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، چوک اُردو بازار، لاہور، ۱۹۹۰ء
☆ کنھیا لال ہندی، تاریخِ لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب کلب روڈ، لاہور، ط: سوم، جون ۱۹۹۶ء
☆ ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف، اقبال اور عصری مسائل، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء
☆ بریگیڈیئر گلزار احمد، غزوات رسول اللہ ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء
☆ بریگیڈیئر گلزار احمد، غزواتِ رسول ﷺ ۳ جلد، اسلامک پبلی کیشن لمیٹڈ لاہور، (سن ندارد)
☆ بریگیڈیئر گلزار احمد، غزواتِ رسول اللہ ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۶ء
☆ ماہر القادری، درِ یتیم، گوشۂ ادب چوک انار کلی لاہور، ۱۹۸۶ء
☆ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور، اکتوبر ۱۹۸۵ء
☆ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، لاہور، (سن ندارد)
☆ حافظ محمد ادریس، رسولِ رحمت ﷺ تلواروں کے سائے میں، حرا پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء
☆ مولانا محمد اسلم قاسمی، سیرتِ پاک ﷺ، ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انار کلی، لاہور ۱۴۰۲ھ
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، تحریک پاکستان کی سرگزشت، عبداللہ برادرز، لاہور، ۲۰۱۱ء
☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اُردو، غلام علی اینڈ سنز لاہور، مارچ ۱۹۸۲ء
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری، قرآن کریم ایک مسلسل معجزہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۱۱ء
☆ پروفیسر محمد اکرم مدنی، معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ، بک کارنر، اقبال لائبریری روڈ، جہلم، مارچ ۲۰۱۴ء
☆ محمد امین گوندل، تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، مکتبہ دانیال نیو اُردو بازار لاہور، (سن ندارد)
☆ محمد حسین ہیکل، حیاتِ محمد ﷺ، بک کارنر جہلم، ط: اول: جولائی ۲۰۱۲ء، ط: دوم: جنوری ۲۰۱۳ء
☆ محمد حنیف شاہد، عید میلاد النبی ﷺ اور قائد اعظمؒ، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۰ء

Marfat.com

☆ محمد حنیف شاہد، قائداعظمؒ اور قرآن فہمی، نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن لاہور، ۲۰۰۸ء

☆ محمد رمضان گوہر، محبت اہتمامِ زندگی ہے، مکتبہ گوہر لاہور، جنوری ۲۰۱۱ء

☆ محمد سلیمان سلمان منصور پوری، قاضی، رحمۃ للعالمین ﷺ، دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی، ۲۰۰۱ء

☆ محمد صادق قصوری، تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ (برکاتیہ)، زاویہ پبلشرز لاہور، ۲۰۰۴ء

☆ محمد صادق قصوری، تحریک پاکستان اور علما کرام، مکتبہ زاویہ، دربار مارکیٹ لاہور، ۱۹۹۹ء

☆ محمد صادق قصوری، کلیات راقب قصوری، عمیر پبلشرز، میاں مارکیٹ اُردو بازار، لاہور، مئی ۱۹۹۶ء

☆ محمد صادق قصوری، تحریک پاکستان میں علماء ومشائخ کا کردار، نظریہ پاکستان پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۸ء

☆ حکیم محمد طارق محمود چغتائی، 1947ء کے مظالم کی کہانی، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء

☆ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول ﷺ، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ط: دہم، ۲۰۱۱ء

☆ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرت الرسول ﷺ، جلد: دوم، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۳ء

☆ محمد عبداللہ ملک، تاریخ پاک وہند (۷۱۲ء تا ۱۷۰۷ء)، قریشی برادرز، اُردو بازار، لاہور، ۱۹۷۶ء

☆ پروفیسر محمد عبداللہ ملک، تاریخ اسلام، قریشی، برادرز پبلشرز، ۲ اُردو بازار لاہور، ۱۳-۲۰۱۲ء

☆ محمد علی چراغ، اکابرینِ تحریک پاکستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء

☆ محمد عنایت اللہ سبحانی، محمد عربی ﷺ، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، فروری ۲۰۱۳ء

☆ ڈاکٹر محمد محی الدین قاضی، ہزار سالہ جدوجہدِ آزادی، قاضی اینڈ قاضی ۶ ٹرنر روڈ لاہور، ۲۰۰۸ء

☆ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، السلام اے محورِ قلیمِ جاں، عبدالحق نعت فاؤنڈیشن پاکستان، ۲۰۱۴ء

☆ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سیرتِ حضور ﷺ کی خوشبو، عبدالحق نعت فاؤنڈیشن پاکستان، ۲۰۱۴ء

☆ محمد ممتاز راشد، لاہور کے نئے پرانے رنگ، فائن پبلی کیشنز، ایونگ روڈ، لاہور، دسمبر ۲۰۰۳ء

☆ پروفیسر محمد منور، دیوارِ برہمن، مکتبۂ وحدتِ ملی، اُردو بازار، لاہور، ۱۹۹۲ء

☆ مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، صحابہ کرامؓ کا عہدِ زریں، مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، لاہور، ۱۹۹۸ء

☆ سید محمد میاںؒ، سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ قرآن اور تاریخ کے آئینہ میں، مکتبہ محمودیہ لاہور، ۱۹۹۸ء

☆ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت ﷺ، الفیصل، اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء

☆ محمود احمد غضنفر، جرنیل صحابہؓ، مکتبہ قدوسیہ اُردو بازار لاہور، ۲۰۰۶ء

Marfat.com

☆ ڈاکٹر معین الدین عقیل، آزادی کی قومی تحریک تحقیق و تجزیہ، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، (سن ندارد)

☆ ممتاز عارف، چلو آندھی کو روکیں، القمر پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء

☆ منصور احمد بٹ، رسول اللہ ﷺ کے جنگی معرکے، اشتیاق مشتاق پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۴ء

☆ میاں صادق محبوب، باغِ نعت، محبوب اینڈ ایسوسی ایٹس، جلو پارک، لاہور، (سن ندارد)

☆ میاں صادق محبوب، باغِ نعت، پرنٹ یارڈ پرنٹرز لاہور، (سن ندارد)

☆ نسیم اختر، طائرِ مدینہ، خزینہ علم و ادب اُردو بازار لاہور، ۲۰۰۳ء

☆ نصیر الدین ہاشمی (ڈاکٹر فیض رسول)، دکن میں اُردو، بک ٹاک ٹمپل روڈ لاہور، ۲۰۱۴ء

☆ علامہ نور بخش توکلی، غزوات نبی ﷺ، سُنّی دار الاشاعت فیصل آباد، (سن ندارد)

☆ علامہ نور بخش صاحب توکلی، سیرت رسول عربی ﷺ، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، (سن ندارد)

☆ سید واجد رضوی، رسول اللہ ﷺ میدانِ جنگ میں، مقبول اکیڈمی اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۵ء

☆ علامہ واقدی، مغازی الرسول ﷺ، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹ سرکلر روڈ، چوک انارکلی لاہور، ۱۹۸۸ء

☆ پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، کرچیاں، دیدہ ور اکادمی کوٹ فرید، سرگودھا، ۲۰ فروری ۱۹۹۰ء

☆ پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، پاکستان سب کے لیے، بک کارنر، جہلم، ۱۴ اگست ۲۰۱۴ء

☆ پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم، جمالِ گُلِ حرا، القمر انٹر پرائزز، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۳ء

☆ یحییٰ امجد، تاریخِ پاکستان وسطی عہد، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء

Marfat.com

رسائل و جرائد

- O ماہنامہ ''نقوش'' رسول نمبر
- O ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ ''قرآن نمبر''
- O ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' جون ۲۰۱۵ء
- O ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ ''رسول نمبر''
- O ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ ''معلوماتِ پاکستان نمبر''
- O ادبی مجلہ گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور ''اوج'' نعت نمبر، ۹۳۔۱۹۹۲ء
- O تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ، اعزاز یافتگانِ تحریکِ پاکستان، ۱۹۸۷ء تا ۲۰۱۱ء
- O ماہنامہ ہلال، جی ایچ کیو، راولپنڈی، مختلف شمارہ جات

Marfat.com

تبسم کا سرمایہ کتب (13 دسمبر 2015ء تک)

1۔ گہرے سمندر اشاعت 2۔دسمبر 1984ء صفحات 168 قیمت 35 روپے

2۔ جہانِ نما اشاعت 1988ء صفحات 208' قیمت 21 روپے

3۔ قرارداد پاکستان کوئز اشاعت فروری 1990ء صفحات 240' قیمت 35 روپے

4۔ نذرِ پاکستان اشاعت 10 فروری 1990ء صفحات 136' قیمت 45 روپے

5۔ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک

اشاعت 15 فروری 1990ء صفحات 304' قیمت 45 روپے

6۔ کرچیاں (شعری مجموعہ) اشاعت 20 فروری 1990ء صفحات 144' قیمت 50 روپے

7۔ لالۂ اردو اشاعت 1991ء صفحات 96 قیمت 30 روپے

8۔ رہنمائے سیٹ اشاعت 1981ء صفحات 64۔ قیمت 6 روپے

9۔ اے وطن کے سجیلے جوانو اشاعت 7۔اپریل 1991ء صفحات 120' قیمت 50 روپے

10۔ چھ ستمبر قوت ایمانی کا آئینہ دار

اشاعت 12۔اپریل 1991ء صفحات 112' قیمت 50 روپے

11۔ پرکھ اشاعت مئی 1991ء صفحات 176' قیمت 51 روپے

12۔ اقبال جو اقبال ہے اشاعت 1992ء صفحات 128' قیمت 100 روپے

13۔ حیاتِ اقبال کا سفر 1992ء صفحات 208' قیمت 60 روپے

14۔ فقیرِ سرگودھا 6 مئی 1993ء صفحات 264 قیمت 200 روپے

15۔ بیت بازی اقبالیات اشاعت جنوری 1994ء صفحات 232 قیمت 60 روپے

16۔ نصف صدی کے خواب اُدھورے

اشاعت یکم اگست 1997' صفحات 152 قیمت 125 روپے

17۔ پاکستان گولڈن کوئز اشاعت یکم اگست 1997ء صفحات 280 قیمت 90 روپے

Marfat.com

18۔کرچیاں (دوسرا ایڈیشن) اشاعت 15 نومبر 1997ء صفحات 152 قیمت 143 روپے

19۔علامہ اقبال بحیثیت ادبی نقاد

اشاعت 10۔جنوری 1998ء صفحات 224 قیمت 180 روپے

20۔پتھروں کے پیرہن (شعری مجموعہ)

اشاعت جنوری 1998ء صفحات 126' قیمت 160 روپے

21۔تصویر پاکستان اشاعت 4۔فروری 1998ء صفحات 192' قیمت 150 روپے

22۔نوائے انور اشاعت 11 ستمبر۔1999' صفحات 192' قیمت 100 روپے

23۔آنکھوں کے اُس پار (شعری مجموعہ)

اشاعت اکتوبر۔1999ء صفحات 152' قیمت 125 روپے

24۔اُجالوں کا سفیر اشاعت جنوری 2001ء صفحات 192' قیمت 150 روپے

25۔جمال گلِ حرا (نعتیہ شعری مجموعہ)

اشاعت اپریل 2003ء صفحات 152 قیمت 150 روپے

26۔جنھیں ہم بھول بیٹھے ہیں اشاعت اپریل 2003ء صفحات 320 قیمت 250 روپے

27۔اب اُنھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

اشاعت جولائی 2003 صفحات 240 قیمت 250 روپے

28۔نوائے شوق اشاعت یکم جنوری 2004ء قیمت 150 روپے

29۔میرے عہد کے عہد ساز اشاعت 7 مارچ 2004 قیمت 250 روپے

30۔گل دیدہ ور اشاعت 6 ستمبر 2005ء......صفحات: 272 قیمت 250 روپے

31۔روشنی زندہ ہے تاریخ اشاعت 25 ستمبر 2008ء قیمت 250 روپے

32۔"منور چہرے" اشاعت 14 اگست 2011ء قیمت 224 روپے

33۔"آفتاب ادب......ڈاکٹر وزیر آغا"

اشاعت 14 ستمبر 2011ء بروز جمعۃ المبارک ۔ قیمت 288 روپے

34۔"خزینۂ اقبال" اشاعت یکم جنوری 2013ء قیمت 400 روپے

Marfat.com

35۔ ''اقبال کے گوہر شہوار'' اشاعت 23 مارچ 2013ء قیمت 600 روپے

36۔ ''ابراہیم جلیس ایک مطالعہ'' اشاعت 2014 ...... صفحات ۔ 510 ، قیمت 1300 روپے

37۔ ''طفیل پاکستان'' اشاعت 22 مارچ 2013ء ...... صفحات 288، قیمت 490 روپے

38۔ ''اقبال اور سرگودھا'' اشاعت 21 اپریل 2014ء ...... صفحات 496، قیمت 1000 روپے

39۔ ''قندیل اقبال'' اشاعت 21 اپریل 2014ء ...... صفحات 480، قیمت 700 روپے

40۔ ''ڈاکٹر وزیر آغا بطور اقبال شناس''

تاریخ اشاعت: 7 ستمبر 2014ء ...... صفحات: 285 قیمت ۔ 480 روپے

41۔ ''شمع آگہی'' اشاعت: یکم جنوری 2004ء صفحات: 192 قیمت: 150 روپے

42۔ ''پاکستان سب کے لیے''

اشاعت: 14 اگست 2014ء بروز جمعرات ۔ صفحات: 288 ۔ قیمت ۔ 480 روپے

43۔ ''خورشید اقبال'' اشاعت 25 ستمبر 2014 ۔ صفحات: 1152 ...... قیمت ۔ 2400 روپے

44۔ ''سرگودھا میں وزیر آغا شناسی''

اشاعت 2 اکتوبر 2014 ...... صفحات: 450 ...... قیمت ۔ 480 روپے

45۔ ''ڈاکٹر ایوب صابر بطور اقبال شناس''

اشاعت 23 مارچ 2015 ...... صفحات: 496 قیمت ۔ 900 روپے

46 گل ہائے سلام اشاعت: 23 مئی 2015ء 3 شعبان 1436ھ بر موقع یوم ولادت امام حسینؓ

صفحات 240 ...... قیمت 480 روپے

47- متاع شاعری اشاعت: 3 جولائی 2015ء ...... صفحات 464 ...... قیمت 1000 روپے

48 جہان نثر اشاعت: 26 جون 2015ء ...... صفحات 272 ...... قیمت: 500 روپے

49۔ نقار یر اقبال اشاعت: 14 اگست 2015ء ...... صفحات 208 قیمت: 480 روپے

50۔ سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دفاع پاکستان

اشاعت: 24 دسمبر 2015ء ...... صفحات 880 ...... ہدیہ: 2500 روپے

Marfat.com

مدینہ طیبہ: --- پاکستان --- (ہم معانی)

گنبدِ خضریٰ: --- پاکستانی پرچم --- (ہم رنگ)

سیرتِ رسول ﷺ

کی روشنی میں

دفاعِ پاکستان

ڈاکٹر ھارون الرشید تبسم

Marfat.com